فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمۂ در المختار

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع اول فتاویٰ معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم منیف خواص و عوام فرنگ

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائیٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مطبع اودھ اخبار

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ اردو ترجمہ در مختار جسکو عالم المعی فاضل لوذعی مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے ساتھ ترجمہ کیا تھا لیکن حکم قادر مختار سے کسی کو چارہ نہیں منظور الٰہی نہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہونچتا قضا نے وقفہ ایک دم کا نہ دیا کہ مولوی صاحب نے انتقال فرمایا اور ترجمہ ناتمام پڑا رہا ورثائے مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواستگار ہوئے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف ہمکو دیں لیکن بوجہ غیر مکمل ہونے ترجمہ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اس زمانہ میں جناب اکمل الفضلا افضل العلما حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب بریلی روہیلکھنڈ کے حق تصنیف خرید کیا اور اپنی سعی موفور اور کوشش بلیغ سے موقع مناسب پر جہاں ضرورت تکملہ کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام اور انصرام سے باعانت جناب مستطاب معلی القاب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر فرمان فرمائے مصطفی آباد عرف رامپور پر سرور حلیۂ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا باآنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک ممدوح چاہیے تھا [illegible] کاغذ اور طبع کا نہیں ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور بقدر روانی شائقان اور برکت اعانت خدام فلک بارگاہ نواب صاحب [illegible] در محتشم الیہ سے بقدر جلد فروخت ہوا کہ مقامات دور و نزدیک سے اسکی خواستگاری اور تلاش ہوئی جب تجارت کے کاروبار میں اطراف [illegible] اکناف سے اس عدم ترجمہ کی طلب و خواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب متذکرۂ بالا کے اس مطبع نے بعد [illegible] بخشش پر بہا معاوضہ لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا۔ امید ہے کہ جب یہ نادر الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھاپہ اور عمدگی طبع سے خریداران بنقد دل ہاتھوں ہاتھ لینگے اور نوبت مکرر سہ کرر طبع کی عنایت ایزدی سے بروے کار آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ

العبد خاکسار نول کشور عفی عنہ مالک مطبع اودھ اخبار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العالمین اکمل الحمد علی کل حال والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولٰنا محمد فی الغدو والاٰصال وعلی آلہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعہم باحسان الی یوم الرجف والزلزال بعد حمد وصلوۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی عرض کرتا ہے کہ کتاب درالمختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی جنکا مذہب ہندوستان مین مروج ہے اس فن مین نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علماء اس بات پر متفق ہین کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف محمد علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہے دوسری کتابون مین نہین پائی جاتی ہے کہ یہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علمانے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسیواسطے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوٰن مین سے اور کوئی اسطرح کا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہون یا کے مسائل مثل متنون کے متصور ہون اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمایش نواب صاحب بہادر میرور والی باندہ سنہ ۱۲۵۵ ہجری مین کتاب النکاح سے اردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب سنہ [illegible] ہجری مین آخر کتاب تک پہونچا دیا پھر بہ مرت سنہ [illegible] ہجری تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک رہگرائے عالم بقا ہوئے اس عاجز نے بنظر نفع عام ترجمہ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہگیا تھا اسکی تکمیل اسی طرح پر کرکے قصد چھپوانے کا کیا اور ازانجا کہ خود اسقدر مایہ نہ رکھتا تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد بھی اسکی چھپنے نپائی تھی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے باعث شرکت سے دست بردار ہوئے اسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بجز التجا اور تضرع کے جناب باری مین دوسرا کام نہ تھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکے طبع کا شائع کیا کہ شاید اس سبب طبع مین کچھ مدد ملے قدرت قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر الملک منتظم

ذروۂ شہامت و جلالت نقطۂ دائرۂ امارت و آیالت مؤید مراسم سیاست و عدالت مقوی ارکان ابہت و بسالت حامی دین متین ناصر الحق المبین
ملجاء العلما ملاذ الفضلا ممہد قواعد خیر و سخا موسس قوانین علم و ہدی بیت قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا و کان ٭ پر توے از رای او پیرایۂ خورشید و ماہ
یعنی جناب نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر والی رامپور دامت دولتہ بمزید النعم و طالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے لمس از ایل
لیفض شوائل سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بہ تعمیل ارشاد و شرف ملازمت سے مشرف ہوا بہ کمال
قدر دانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اُسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو اسکے تکمیل کی
صورت بدولت فرمائینگے چنانچہ دوسرے ہی روز جسقدر کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اُسکی وا ہنید کا ارشاد فرمایا غرضکہ صرف ادنی توجہ جناب ممدوح
سے یہ کتاب انجام کو پہونچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہ صحبت جاودانی جناب
مفخم الیہ کے واسطے مقرر فرمائی بیت این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ٭ یہ کمترین انکے شکریہ میں بجز اسکے کہ صدق دل سے
دعا کرے اور کیا کر سکتا ہے بیت از دست فقیر بے نوا ما بدہیچ ٭ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکنند ٭ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْهُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاَعْظِمْ
سُعُوْدَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاجْعَلْ سَعَادَتَهٗ مُلْتَزِمَ اَهْلِ الْغِنٰى وَاٰخِرَتَهٗ خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى بِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَاٰلِهِ الْمُجْتَبٰى اب چند
باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون اول یہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنے کی بھی نملی اسلیے اس ترجمہ کا
نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور ازانجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۵۸ ہجری مین کیا اور ۱۲۶۲ ہجری تک سلسلہ ترجمہ کا
جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جس سے ۱۲۶۷ ہجری نکلتے ہین جو ۱۲۵۸ اور ۱۲۶۲ کا درمیانی سال ہے عجب نہین
کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو دوم یہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہی کا
کھینچ دیا گیا سوم یہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہے ہان شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر مین لکھے
ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اسکے بعد ترجمہ مین لکھدیا ہے کہ یہ مسائل جزئیہ شارح نے اضافہ کیے ہین اسی طرح لفظ فائدہ
جو کلام شارح مین کہین آیا ہے اسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کردی گئی ہے چہارم
یہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیون کے نقل کیے تھے تو انکے شروع مین یہ جملہ لکھا تھا۔ مترجم کہتا ہے مین نے اس جملہ کی جگہ
صرف میم جلی قلم سے لکھوا دیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھدیا ہے تاکہ ناظرین جان جاوین کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہے
پنجم یہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہ فروگذاشت کردی تھین اور حاشیہ پر لکھدیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا انکو اس عاجز
نے پورا کردیا اور جس وجہ سے انہین تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اسکو صاف کردیا ششم یہ کہ بعض جا عبارت درمختار کی بالکل فروگذاشت
ہوگئی تھی یا تو بسہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اُسمین نہو بہرحال مین نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کردیا ہے
ہفتم یہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہوگیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدل دیا ہے اور جہان
نہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کردیا ہے کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا ہے ہشتم یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ اُردو کے لحاظ سے
تذکیر و تانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کردیے تھے اُن سب کو مین نے حال کے بول چال کے موافق صحیح
کردیا ہے نہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُن کے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے لکھدیے
ہین دہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہے تو اسکے دونون طرف خط قوس کھینچدیا ہے اسطرح ( ) تا

کوئی مسئلہ یا عبارت دونون مین کی نہ چھوٹے۔ یازدہم یہ کہ ہم دونون مترجمون نے اس بات کا التزام کیا ہی کہ عبارت اردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پاوے
اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی فوت نہ ہو۔ اس واسطے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہو مثلاً شامی نے مبتدا اور خبر یا فعل و فاعل کے درمیان جملہ
طولانی یا بہت سے جملے عطف کیے ہین تو ترجمہ مین اول پورے جملہ کا ترجمہ کیا ہو اسکے بعد متعلق کی تحقیق کو بیان کیا ہی اور جس مقام پر ایک جملہ کی کئی خبرین یا ایک شی کی کئی تمیز
واقع ہوئی ہین تو ان مقامون مین ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شی کو فہم مطلب کے لیے مکرر لکھا ہی اور بعض جگہ متعددات اور معطوفات کو اکثر ترجمہ مین [illegible]
کر دیا ہی اور ضمیرون کی جگہ انکے مرجع لکھ دیئے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ مین آوے اور کسی طرح کی کچھ ابہام مسائل مین باقی نہ رہنے پاوے۔
دوازدہم یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہمنے نہین کیا بلکہ اتنی باتون کا لحاظ رکھا ہی ۱- توضیح مطلب مسئلہ ۲- ترکیب نحوی اور جو متعلق کلام
اگر مشکل ہو ۳- شارح کا تسامح جس جگہ واقع ہوا ہو ۴- کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہو ۵- جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری
کتابون پر کیا ہی انکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ انسے متعلق تصور کیا ہو ۶- اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا ہو تو اسمین روایت
قوی کتب مروجہ سے ۷- جس جگہ شارح نے لکھدیا ہو کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اسکی تصریح کتابون سے ۸- تطبیق شارح کے اقوال مین
اگر بظاہر مختلف معلوم ہوے ۹- عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی مین نظر پڑا ۱۰- دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول
سے خواہ دلیل عقلی ۱۱- اختلاف نسخون کا ذکر ۱۲- جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہی اسکا مقابل نقل کیا ہی اور اسکی صحت یا مرجوح
ہونے مین فقہا کے قول نقل کیے ہین سیزدہم یہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہی کہ حواشی مین ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی
تھی اور ہم نے اسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلیے ہمنے یہ التزام نہین کیا کہ ہر قول کا حاشیہ اسی کے ذیل مین رہے دوسری جگہ ہو
چہاردہم یہ کہ اثناے ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہو تو جس کتاب مین وہ قید نظر پڑی ہو اسکا حوالہ اثناے ترجمہ مین کر دیا ہی
مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہی پانزدہم یہ کہ جس حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہی آخر کو اسکا
نام اور حوالہ کر دیا ہی جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہی بعض جا انکا بھی
حوالہ کر دیا ہی مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف ان کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہی مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ شانزدہم
یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہو تو اسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالہ کے بعد مختصراً لکھدیا ہی اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی
کرنا پڑا ہی تو وہان حوالہ کے بعد بتصرف یا ملتقطاً بڑھا دیا ہی اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہی کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون
مین پایا ہی تو وہان ان کتابون کا نام لکھدیا ہی ہفدہم یہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہی ہم نے
بدون رجوع اصل کتاب کے بتبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہی ہیجدہم یہ کہ جس عبارت مین شارح کو کوئی سہو محشیون نے بیان کیا ہی اسکا
ترجمہ ہمنے ان لفظون ہی کے لحاظ سے کیا ہی جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہی اور جابجا اسکی تصریح بھی کر دی ہی کہ لفظ غلط کو مجبور کر کے ہمنے صحیح لفظ
کا ترجمہ کیا ہی نوزدہم یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور رد المحتار سے لیے ہین اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہ گیا ہو تو
ناظرین جان لین کہ یہ مسئلہ انھین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے
ترجمہ مین جس جا حوالہ متروک ہو اسکو قول شامی کا تصور فرمائین مگر جگہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہو اور جس جگہ لکھا ہی سیاق
عبارت باواز بلند کہہ رہا ہی کہ یہ ہماری بحث ہی نہ محشیون کا قول بستم یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہی کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہی
اور طحطاوی نے دوسری طرح تو ہمنے اس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہی کہ دونون حاشیون کی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہ حوالہ مین دونون

کتابون کا نام لکھدیا ہی اور اسی طرح جو مسئلہ دونون مین یکسان نظر آیا ہی اسکے حوالہ مین بھی دونون کا نام مندرج کردیا ہی بست و یکم یہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین اُنکا اشارہ حاشیہ پر ف لکھا کر دیا ہی اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہی تاکہ ناظرین کو اُنکی تلاش مین دقت نہو بست و دوم یہ کہ اِس کتاب کی تکمیل مین مجھکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالیٰ اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے بست و سوم یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب اور تنقیح مسائل مین مین نے بہت جانفشانی کی ہی اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہ غلطی ہوئی ہو تو ناظرین عالی ہمم سے راجی کرم ہون بیت نا نہم بسرمایۂ فضل خویش ہ چہ ریوزہ آورده ام دست پیش ہ اور اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل کتاب کو عرب وعجم کے باشندون مین مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرمائے اور ہمارے لیے اسکو باقیات صالحات مین کرے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون مین اللہ تعالی کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

مترجم کہتا ہی شارح نے در المختار کو شروع بتسمیہ کیا باتباع کلام مجید و بمضمون حدیث مشہور کہ جو امر ذیشان شروع بہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہو وہ ابتر اور بے برکت ہو حمد الٰہی یا من شرحت صدورنا بانواع الہدایۃ سابقا ہم تیری ستایش کرتے ہین ای وہ ذات مقدس کہ تونے ہمارے سینون کو اول کشادہ کیا طرح طرح کی ہدایت سے ونورت بصائرنا بتنویر الابصار لاحقا اور بعد اسکے ہمارے باطن کی بینائیون کو تونے نورانی کردیا ظاہر کی آنکھین روشن کرکے وافضت علینا من اشعۃ شریعتک المطہرۃ بحرا رائقا اور تونے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے ہمپر صاف غیر مکدر دریا بہادیا واغدقت لدینا من بحار منحک المتوفرۃ نہرا فائقا اور تونے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤن سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کردیا ہم شارح نے حمد الٰہی مین بطور براعت استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہی در المختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ماتن کی شرح بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہی چنانچہ ترجمہ مین مذکور ہوچکا اور اگر کتابین مراد لیجیے تو بھی مدعا درست ہی کہ انسے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہوگیا واتممت نعمتک علینا حیث یسرت ابتداء تبییض ہذا الشرح المختصر تجاہ وجہ منبع الشریعۃ والدرر اور تونے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدا تبییض تونے آسان کردی ذات مقدس منبع شریعت اور درر کے سامنے یعنی مدینہ طیبہ مین روضہ مطہرہ کے سامنے شارح نے در المختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا عرف مؤلفین مین تبییض اس سے عبارت ہی کہ کتاب مجرد رقوم غیر محرر لکھنے کے بعد غالبا اور درر یعنی موتیون سے مراد احکام فقہیہ ہین اور اسمین اشارہ ہی اس کتاب کا جسکا نام درر ہی کذا فی الطحطاوی وضجیعیہ الجلیلین ابی بکر وعمر اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنے ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الاذن منہ صلی اللہ علیہ وسلم در المختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالی اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم در المختار کی منقبت مین اسقدر کافی ہی کہ باذن نبوی مؤلف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہی مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب کے اسطرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال میں بہ اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور انکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین اور بعضون نے عبارت مین کمال بسط کردیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال متعددہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالبہ نہین اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہی اور اصطلاح

اس شرح کے متن کے واسطے بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہے یعنے ماتن نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے اور زبان مبارک کو میرے منہ میں داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وعلی آلہ وصحبہ الذین حازوا من منح فتح کشف فیض فضلہ الوافی حقائقہا اور رحمت خاص نازل ہو انکی آل اور اصحاب پر جنہوں نے تیرے فضل وافی کے فیض کے عطایا سے نصرت کاشفہ مظہرہ سے امور متحققہ کو جمع کیا اور کہیں یام شارح نے ایہام ان فقہ کی کتابوں کی طرف اشارہ کیا جنسے شارح وغیرہ نے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق وبعد فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی اور حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہے صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حصن کیفی کا رہنے والا امام طحطاوی نے لب لباب سے نقل کیا کہ حصکف ایک شہر ہے دیار بکر میں انتہی اور بعضوں نے کہا یہ نسبت ہے حصن کیفی کی طرف جو واقع ہے آمد اور جزیرہ ابن عمر کے بیچ میں شارح کا نام محمد ہے اور علاء الدین لقب ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام پھر مفتی محروسہ دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یوں ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما بیضت الجزء الاول من خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار قدرتہ فی عشر مجلدات کبار جبکہ پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودے سے کاغذ سادہ میں میں نے صاف کیا تو میں نے اس شرح کا بڑے بڑے دس مجلد میں اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا تو اول ہی جز کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدیں ہونگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح تنویر الابصار سو پھیری میں نے اجتہاد اور کوشش کی باگ اختصار کی طرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار میں نے رکھا ہم یعنے خوف تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد میں کر دیا لہذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہیں بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت ہے تقلیل لفظ اور تکثیر معنے سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالیقدر ہے اس فن میں یعنے فن فقہ کی کتابوں سے ضبط اور تصحیح اور اختصار عبارت میں ہم ضبط عبارت ہے تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے سے یا تصحیح تراکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری لقد اضحت روضۃ ہذا العلم بہ مفتحۃ الازہار مسلسلۃ الانہار اور قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن کے ہونے سے کھلی کلیوں والا اور انہار ہو گیا یعنے مسائل فقہیہ جو کلیوں کے مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولوں کے مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان کے وضع سے من عجائبہ ثمرات التحقیق تجتنیٰ ومن غرائبہ ذخائر تدقیق تحیر الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کیے جاتے ہیں اور اسکے غرائب سے تدقیق کے وہ ذخیرے ہیں جنسے عقول حیرت ناک ہیں لشیخ شیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنے شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متاخرین صالحین میں ہم تمرتاش بضم تا وسیم وسکون راے مہملہ وتا وشین معجمہ خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام میں اسکو غزہ ہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ غزہ شہر ہے فلسطین میں وہاں امام شافعی رح پیدا ہوئے اور ہاشم بن مناف وہاں مر گئے انتہی نسب ماتن کا یوں ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے از انجملہ یہ متن اور اسکی شرح ہے مسمی منح الغفار اور منظومہ فقہ میں مسمے بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر غرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو مجلد اور شرح منار کے اصول میں اور شرح منظومہ ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین

منح الغفار شرح ہے مصنف کی اور فتح القدیر شرح ہدایہ کی ابن ہمام کی اور کشف شرح منار نسفی کی

وہی مطالب ہے اور جیسے مطلب دیا ہے ویسے متن سے نظم نقل کیا از جملہ شیخ صالح محشی شاہ وہ فضلا ء خلفت الرشید متن انتقال کیا متن نے بیکمز اور چہ سال ہجری کی بین غزہ میں متم ہو کر اور وہیں مدفون ہوئے مغفرت لہ کذا فی الطحطاوی محشانا فی روینا عن شیخنا الشیخ عبد الغنی خلیل عن المصنف الغزی عن ابن نجیم المصری بسند متصل الی صاحب المذہب ابی حنیفہ بسندہ الی النبی المصطفیٰ المختار عن جبریل عن رب العزۃ کما ہو مبسوط فی اجازتنا بالطرق عدیدۃ عن المشائخ الشہریۃ الکبار سو مین روایت کیا ہون اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے استاد شیخ عبد الغنی خلیل سے وہ روایت کرتے ہین مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ زین بن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہین اپنی اس سند سے جو متصل ہے امام ابو حنیفہ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہین اپنی اس سند سے جو متصل ہے نبی برگزیدہ و پسندیدہ تک یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ روایت کرتے ہین جبرئیل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہین اللہ واحد قہار سے جل جلالہ چنانچہ سند مذکور شرح او مفصل مذکور ہے ہماری اجازت مین بہت طریقون سے اساتذہ وکثیر العلم عظیم الشان سے ہم شعرانی نے میزان بن ائمہ اربعہ کی یون سند ذکر کی ہے امام ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ عز وجل امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ عز وجل امام شافعی عن مالک الی آخر السند امام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الی آخر السند کذا فی الطحطاوی وما کان فی الدرر والغرر لم اعزہ الیہا ادروما نقل عن نقلہ عزوتہ لقائلہ روما للاختصار اور جو قول کہ درر وغرر سے نقل کیا اسکو درر وغرر کیطرف منسوب نہین کیا بقصد اختصار مگر بضرورت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو اسکے سوا درر وغرر سے وہ اسکے قائل کیطرف منسوب کر دیا ہوم یعنی در المختار منقول ہے مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے کہ بعض کتب سے نقل زیادہ ہے چنانچہ ملا خسرو کی درر وغرر سے تو اختصار کیواسطے اسکے ہر قول مین شارح نے یہ نہین کہا کہ یہ درر وغرر سے منقول ہے اسکے سوا اور کتابون سے استفادہ بکثرت نقل ہین تو وہان نسبت کر دیا کہ یہ قول فلانی کتاب سے ہے اور یہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہے اور عدم ادعاء ریاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ فانا مولی من الناظر فیہ ان ینظر بعین الرضا والاستبصار وان یتلافی تلافہ بقدر الامکان او یصفح لیصفح عنہ عالم الامرار والاضمار اور میری امیداس کتاب کے ناظر سے یہ ہے کہ اسکو چشم رضا اور تامل سے دیکھے اور یہ کہ اسکے عیب اور نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اسکے عیوب سے درگذر کیا جائے اور دیکھی چیز کا جاننے والا ہے چشم رضا کی قید اسواسطے لگائی کہ جو شخص بدگمانی کی آنکھ سے دیکھتا ہے اسکو حق باطل معلوم ہوتا ہے سو چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر ولعمری ان السلامۃ من ہذا الخطر لامر یعز علی البشر اور قسم ہے اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو او غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ امر ہے جو آدمی پر بہادر دشوار ہے ولا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیۃ والخطاء والزلل من شعائر الآدمیۃ اور عدم سلامت کچھ عجب نہین اسواسطے کہ بھولنا انسانیت کے مخصوصات سے ہے اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیون سے ہے واستغفر اللہ مستعیذا بہ من حسد یسد باب الانصاف ویرد عن جمیل الاوصاف اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہون اس خطا سے جو اس کتاب مین واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کر کے اس حسد سے جو منصفی کے دروازے کو بند کر دے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پھیر دے ہم حسد اسکو کہتے ہین کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجکو ملے یا مطلق زوال چاہے خواہ اسکو ملے یا نہ ملے اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیون کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے چنانچہ یہ مضمون حدیث مین وارد ہے اور کاہے حسد آدمی کو کفر تک پہونچا دیتا ہے اسواسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہے خدا پر کہ کیون اسکو یہ نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد ومن کل القبائح الا وان الحسد حسک من تعلق بہ ہلک آگاہ رہنا بیشک حسد وہ کانٹا ہے جسکو لگا وہ ہلاک ہو گیا وکفی للحاسد ذما آخر سورۃ الفلق فی اضطرابہ بالتفلق حاسد کی مذمت مین پچھلی آیت سورۂ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہے اسکے جل بھن جانے مین قلق کے سبب سے ہم سورۂ فلق کی پچھلی آیت مین حق تعالیٰ نے حاسد کیطرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اس سے پناہ مانگے تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہوگی شعر ولحسد ما احلہ بدا بصاحبہ فقتلہ اللہ حسد کا کیا خوب منصفہ ہے اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قتل کیا پھر اسکو مار رکھا ہے

وما انا من کید الحسود بآمن ٭ ولا جاہل یزوری بو لا یتدبر ٭ اور مین حسد کرنے والے کے مکر اور فریب سے نڈر نہین اور اس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے (یعنے میری کتاب مین) اور تامل نکرے ہم یہ بیت ہی قصیدۂ ابن وہبان کی ابن شحنہ اُسکے شارح نے کہا سبب اسکا یہ ہی کہ صاحب قصیدہ حاسدون کے حسد اور معاندون کے مکر مین مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہبانیہ جدکتاب ہی اور بعضے کہتے تھے کہ یہ کتاب قدیم ہی ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کرلی انتہی اسی طرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا نشانہ ہوا کذا فی الطحطاوی وللہ در القائل ٭ ہم یحسدونی وشر الناس کلہم ٭ من عاش فی الناس یوماً غیر محسود ٭ اور خدا بھلا کرے اس بیت کے قائل کا حاسد میرا حسد کرتے ہین اور سب آدمیون مین بدتر وہ شخص ہی جو ایکدن بھی غیر محسود جیا یعنے جسپر کسی نے حسد نکیا ہم غیر محسود اسواسطے بدتر ہوا کہ حسد اُسیکا ہوتا ہی جسمین اوصاف حمیدہ ہوتے ہین تو جسپر جب لوگون نے نکیا تو معلوم ہوا کہ اسمین کچھ خوبی نہین چنانچہ شارح اسکے آگے اشارہ کرتا ہی ٭ اذ لایسود سید بدون وَدُودٍ یَمْدَحُ وَحَسُودٍ یَقْدَحُ ٭ اسواسطے کہ کوئی سردار سرداری نہین پاتا بدون اُس دوست کے جو اُسکی خوبی بیان کرے اور بدون اُس حاسد کے جو بدگوئی کرے ہم جب آدمی نے اپنی بدگوئی سُنی اور اسپر تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اُسکی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی لان من زرع الاحن حصد المحن اسواسطے کہ جسنے کینون کا کھیت بویا بھجون کو خرمن کیا فاللئیم یفضح والکریم یصلح سو کمینہ اور کم ظرف فضیحت کرتا ہی اور شریف صاحب کرم اصلاح دیتا ہی اور درست کر دیتا ہی ہم جب کلام سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہین لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی مین رہتا ہی اور کریم اصلاح کرتا ہی اگر کچھ خلل پاتا ہی بشرط قدرت یا چشم پوشی کرتا ہی لکن یا اخی بعد الوقوف علی حقیقۃ الحال والاطلاع علی ما حررہ المتاخرون کصاحب البحر والنہر والفیض والمصنف وجدنا المرحوم وعزمی زادہ واخی زادہ وسعدی افندی والزیلعی والاکمل والکمال وابن الکمال لیکن اے بھائی خطا اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیے بعد واقف ہونے کے حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونے کے علماء متاخرین کی تحریر اور تنقیح پر مانند صاحب بحر اور نہر اور فیض اور مصنف اور ہمارے جد مرحوم اور عزمی زادہ اور اخی زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال اور ابن الکمال کے ہم یعنے تدارک خلل بعد مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر چاہیے اور بمجرد خطور قلب کے اسپر جرأت مناسب نہین صاحب بحر الرائق زین بن نجیم مصری ہی اور صاحب نہر الفائق شیخ عمر بن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہر الفائق کو تصنیف کیا بھائی کی موت کے بعد اور بھائی پر اکثر مسائل مین مواخذہ کیا یون عذر بیان کرکے کہ بھول چوک سے محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہی اور عزمی زادہ محشی ہی درر کا اور اکمل شرح ہدایہ کا مصنف ہی اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید اسکندری ہی ہمام لقب ہی عبد الواحد کا مع تحقیقات سنح بالبال وتلقیتہا عن فحول الرجال ساتھ ملاحظہ اُن تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو مین نے کامل دو سے حاصل کیا ہم اگر کوئی کہے کہ شارح جیسے عالمون کی تحقیقات کا مسائل فقہ مین کچھ دخل نہین اسواسطے کہ وہ مجتہد مذہب اور صاحب فتوی نہین اور قیاس کرنیکا بھی اہل نہین اسواسطے کہ قیاس کرنا ہجری چارسو برس کے بعد مفقود ہوگیا پھر شارح کی تحقیقات سے کیا حاصل جواب اُسکا یہ ہی کہ تحقیقات سے مراد نظائر کو جمع کرنا ہی اور معتمد کے قول کو لانا اور اشکالات کو عبارت لطیف سے دفع کرنا یا اُسکا جواب دیا جاوے بموجب اس قول کے کہ قوت مدرک کا اعتبار ہی اور اُسکے اہل پیدا ہوا کرتے ہین قدرت کاملہ سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ اور حق تعالی ہر کتاب کی عصمت کو مکروہ رکھتا ہی سوا اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمۃ نہین کہ اسمین خطا کا احتمال نہو یہ شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا والمنصف من اغتفر قلیل خطاء المرء فی کثیر صوابہ اور منصف وہ ہی جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اسکی بہتیری درست گوئی مین چھپا ڈالے یعنے جب آدمی کا اکثر کلام حق اور صواب ہوا تو اسکی خطاء قلیل پر نظر نکرنا منصفون کا کام ہی اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اسکی صواب گوئی سے چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خباثت ہی ومع ہذا فمن انصف کتابی ہذا فہو الفقیہ الماہر اور ساتھ اسکے یعنے باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ خوب سمجھے گا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہی یعنے مسائل فقہ کا خوب واقف ہوگا ومن ظفر بما فیہ فیقول بملا فیہ کم ترک الاول للآخر اور جو فتحیاب ہوگا اس کتاب کے مطالب پر وہ اپنا منھ بھر کے کہیگا کہ بہت مطالب کو اگلا پچھلے کے واسطے چھوڑ گیا ہم یعنے متقدمین نے اکثر اشیا کی تصریح نہین کی اور متاخرین نے اُنہین

ومان مرحوم اول ... بترجمہ مین تسامح ہوا الطحطاوی مین یہ عبارت ہی ... الدرر ... انتہی ... [illegible]

اُنکو بکھیر دیا اسوسطے کہ وہ دونت تھی جو پتے جاتے ہین زمانون کے تجربہ سے ف اور تمت کتاب دلائل الاعجاز و اسرار البلاغۃ درحقیقت اختصار مین مدیم المثال ہو و فتنہ

خوب و بحیثیت صحیح اختصار جال پر دہ مین تھا فقد حسن لمالحظۃ الوافر و ما ہر گتن یونسا میل و و ان کثر غیر ان محتو اصلی اور جسنے اس کتاب کو تامتہ کیا سو مقرر کہ کم

بہت سمنہ انھوں سے کر دو دستار ہے لیکن بے کنارہ اور بڑی بوندون کا مینھ ہے و لکنہ ایہا م اس جمع عبارت کو کیا اہم بالشبہ الزم کہتے ہین کہ حسن عبارات

و رمز اشارات و تنقیح معانی و تحریر مبانی حالانکہ کتاب میری یا اسکی تحقیقات خول عبارات، و پوشیدہ اشارات اور منقح کرنے معانی اور آراستہ کردینے مبانی سے

خالی ہے یعنے اسکی عبارت بھی نہیں تعقیدات لفظیہ و معنویہ اور تطویل لا طائل سے سوا ہے و لیس الخبر کالعیان و استقرہ بعد التامل الفیشان اور خبر دیکھنے

کی برابر نہین اور تامل کرنے کے بعد دونون آنکھین اس کتاب سے ٹھنڈی ہونگی م یعنی دیباچہ کتاب مین میرا توصیف کرنا اس کتاب کا خبر ہے اور خبر

محتمل ہوتی ہے صدق اور کذب کی مگر جبکہ تو مطلع ہوگا اس کتاب پر تو تیرے نزدیک اسکا خود مشاہدہ ہو جاویگا شنیدہ کے بود مانند دیدہ تو یہ تعلیل ہے واسطے

موزونت کی سے فتنۃ ما انظرت من حسن روضۃ الاسمی و وجع ما سمعت عن حسن سلمی سو اسکو جو تو دیکھ چکا ہے اس کتاب لطیف بلاغ کی خوبصورتی کو اور اسکو مہینہ

جو تو نے خوبصورتی سلمی کی حکایت سنی ہے م سلمی معشوقہ کا نام ہے یعنی حسن صوری کی طرف التفات نکر حسن معنوی اس کتاب پر نظر کر فتنۃ ما انظرت و وجع ما سمعت

سمعت به و فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل یعنی ہے اسکو جو تو نے دیکھا اور چھوڑ اسکو جو تو نے سنا آفتاب کے طلوع ہونے مین وہ روشنی ہے جو تجھکو بے پروا کرتی ہے زحل کی روشنی

سے م زحل کم روشن ایک ستارہ ہے جسکو فارسی مین کیوان اور ہندی مین سنیچر کہتے ہین ہذا و قد جعلتہ اغراض المصنفین اغراض سہام الحسد المتاع بوجہ اسکو او رقربان اتمہ

کی ابرو مین اہل حسد کی نامون کے تیرون کی نشانہ ہوگئین ہین و نقائص تصانیفہم معرضۃ اید یہم تنتہب فوائدہا ثم ترمیہا بالکسا و اور اہل تصانیف کے عمدہ مضامین

اہل حسد کے ہاتھون مین پڑے ہین انکے فوائد کو لوٹتے ہین پھر انکو کھوٹا کرکے پھینکتے ہین انا العلم لا تنحل بعیب مصنف و لم یتعین زلتہ منہ تعرف و ای عالم

مشتابی نکر مصنف کی عیب جوئی مین حالانکہ تجھکو اسکی خطا کا یقین نہین ہوا جانتی ہو جبکہ کم افسد الراوی کلاما بالتلہ و کم حرف الاقوال قوم و

بصحفوا سو بہت بگاڑا ہے روایت کرنے والے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سے اور بہتیرے قولون کی تحریف کی ہے ایک قوم نے اور تصحیف کی ہے م

تحریف عبارت ہے تغییر اور تبدیل سے خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسری لفظ سے ہو یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے اور کاہے تحریف بمعنی تاویل آتی ہے

یعنی غیر مراد کا ارادہ کرنا اور تصحیف عبارت ہے خطا فی الصحیفہ سے یعنی لکھنے مین چوکنا کما فی الطحاوی یعنی جب فساد راوی اور خطا سے کاتب کا دخل ہو تو

کی خطا پر یقین نہین ہوسکتا الا بوجہ دیگر تو عیب گوئی مین عالم کو عجلت مناسب نہین سے وکم ناسخ اضحی لمعنی مغیرا و جاء بشیء لم یردہ المصنف و بہت کاتبون نے

معنی کو بدل ڈالا اور وہ چیز لائے جسکا مصنف نے ارادہ نہین کیا و ما کان قصدی من ہذا ان یروج ذکری بین المحررین من المصنفین المدلسین بل القصد بافادۃ التحریر

و حفظ الفروع الصحیحۃ جائزۃ الغفران و دعاء الاخوان اور اس تصنیف سے میرا قصد نتھا کہ میرا ذکر داخل ہو اہل تحریر مین کہ مصنفین اور مولفین ہین بلکہ مقصود ذہن کی تیزی

ہے اور محفوظ رکھنا صحیح مسائل کا تو تو قع بخشش ربانی اور دعاے برادران دینی و ما علی من اعتراض الحاسدین عنہ حال جاتی فسیلقونہ بالقبول انشاء اللہ تعالی بعد

وفاتی اور مجھکو کچھ رنج نہین حاسدونکی روگردانی کا اس کتاب سے میری زندگی مین کیونکہ وہ عنقریب اسکو قبول کرینگے انشاء اللہ تعالی میری موت کے بعد کیا تو نے

تری الفتی ینکر فضل الفتی لوما و خبثا فاذا ما ذہب لج بہ الحرص علی نکتۃ یکتبہا عنہ بماء الذہب چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے دیکھتا ہے تو ایک جوان کو کہ دوسرے

جوان کے کمال کا انکار کرتا ہے کمظرفی اور خباثت کی راہ سے پھر جبکہ وہ جاتا رہا یعنی مرگیا بیقرار کرتی ہے اسکو حرص مسئلہ باریک پر کہ لکھتا ہے اس کامل محسود

کے کلام کو سونے کے پانی سے فہاک موالفا فیہ بالمہمات بذا الفن مظہر الدقائق استعملت الفکر فیہا و اذا اللیل جن متحصنا ایجح الاقوال وادخرا لبناء

معتمدا فی دفع الایراد لطف الاشارۃ سو اے مخاطب اس فن کے آراستہ مجموعی کو جو ظاہر کرنے والا ہے ان باریکیون کو جن مین مین نے اپنی

فکر کو استعمال کیا جبکہ رات چھائی تھی راجح تر اقوال اور مختصر عبارت کو تلاش کرنا دفع کرنے اعتراض مین لطیف تر اشارہ کو قصد کرنا با خالفت فی

او دلیل محجب من لا اطلاع لہ ولا فہم عدولا عن السبیل پھر کبھی تو مین نے مسئلہ متن مین مخالفت کی یا دلیل ہین جسکو اطلاع نہین اور نہ فہم اُسنے گمان کیا ارادہ سے بہکنا
یعنی ناواقفی سے میرے مخالفت کو گمراہی سمجھا وَرُبَّمَا غَیَّرْتُ تَبَعًا لِمَا شَرَحَ عَلَیْهِ الْمُصَنِّفُ کَلِمَةً اَوْ حَرْفًا وَمَا دَرٰی اَنَّ ذٰلِكَ لِنُكْتَةٍ تَدِقُّ عَنْ نَظَرِهٖ وَتَخْفٰی اور گاہے مین نے مصنف کی شرح
کی پیروی سے کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اُس معترض کو معلوم نہین کہ یہ بدلنا اُس سخن باریک کے سبب سے ہی جو اسکی نظر سے تاریک اور پوشیدہ ہی وَقَدْ
اَنْشَدَنِیْ شَیْخِیْ اَلْحَبْرُ السَّامِیْ وَالْبَحْرُ الطَّامِیْ اَوْحَدُ زَمَانِهٖ وَحَسَنُ اَوَانِهٖ شَیْخُ الْاِسْلَامِ الشَّیْخُ خَیْرُ الدِّیْنِ الرَّمْلِیُّ اَطَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی بَقَاءَهٗ اور البتہ اشعار آیندہ سُنائے مجھکو
میرے اُستاد علامہ عالیقدر دریاے لبالب اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے وقت کے خوب فاضل تے یعنے شیخ الاسلام شیخ خیر الدین ساکن رملہ نے اللہ تعالیٰ اُنکی عمر
کو دراز کرے رملہ شہر ہی فلسطین مین وہین اُنکا انتقال ہوا اُنکی تصانیف عمدہ بہت ہین ازانجملہ فتاوی خیریہ ہی ؎ قُلْ لِمَنْ لَمْ یَرَ الْمُعَاصِرَ شَیْئًا وَیَرٰی لِلْاَوَائِلِ
التَّقْدِیْمَا ؛ اِنَّ ذٰلِكَ الْقَدِیْمَ کَانَ حَدِیْثًا وَسَیَبْقٰی هٰذَا الْحَدِیْثُ قَدِیْمًا ؛ کہ اُس شخص سے جو ہمعصر کو کچھ نہین سمجھتا اور اگلے لوگون کو پچھلون پر تقدیم سمجھتا ہی کہ متقدم
وہ پُرانا بھی اپنے وقت مین نیا تھا اور آگے یہ نیا بھی پرانا ٹھہریگا ہم فی الواقع معاصر کتنا ہی کامل الوجود ہو لوگون کی نظرون مین نہین آتا اور بعد مدت کے
وہی معتمد اور مقتدا ٹھہرتا ہی چنانچہ صاحب دُر المختار اپنے معاصرین حاسدین سے کسقدر تنگ ہی اور اس زمانہ مین عرب و عجم مین دُر المختار اعجوبۂ روزگار معتمد اولی علماء
کبار ہی عَلٰی اَنَّ الْمَقْصُوْدَ وَالْمُرَادَ مَا اَنْشَدَنِیْ شَیْخِیْ وَبَرَکَتِیْ وَوَلِیُّ نِعْمَتِیْ رَاْسُ الْمُحَقِّقِیْنَ وَالْاُسْتَاذُ مُحَمَّدُ اَفَنْدِیُّ الْمَحَاسِنِیُّ وَقَدْ اَجَادَ علاوہ برین اس شرح کے لکھنے سے
مقصود و مراد وہ مضمون ہی جو شعر مین پڑھکر سنایا ہی میرے اُستاد اور میرے برکت اور میرے ولی نعمت محققین اور پرکھنے والون کے سردار یعنی محمد افندی محاسنی نے
اور البتہ بہت خوب کہا ہی محاسنی نسبت ہی محاسن کیطرف یعنی خوبیون والا اور افندی کا لفظ بمعنی بزرگوار مستعمل ہی کذا فی الطحطاوی ؎ لِکُلِّ بَنِی الدُّنْیَا مُرَادٌ
وَمَقْصَدٌ ؛ وَاِنَّ مُرَادِیْ صِحَّةٌ وَفَرَاغٌ ؛ لِاَبْلُغَ فِیْ عِلْمِ الشَّرِیْعَةِ مَبْلَغًا ؛ یَکُوْنُ بِهٖ لِیْ فِی الْجِنَانِ بَلَاغٌ ؛ ہر ایک اہل دنیا کا کچھ مراد اور مقصد ہوتا ہی اور البتہ میرا مقصد
صحت اور فارغ البالی ہی تاکہ مین علم شریعت مین اُس درجے کو پہونچون جسکے سبب سے بہشتون مین میرا پہونچنا ہو ؎ فَفِیْ مِثْلِ هٰذَا فَلْیُنَافِسْ اُولُو النُّهٰی ؛ وَحَسْبِیْ مِنَ الدُّنْیَا
الْغُرُوْرِ بَلَاغٌ ؛ تو ایسے مقصد عظیم الشان مین چاہیے کہ حرص کرین صاحبان عقول اور کافی ہی مجکو دغاباز دنیا سے بلاغ یعنے قدر کفایت یعنے طعام دنیا سے قلیل
کافی ہی تو کوشش کرنا چاہیے اُسمین جس سے نعیم موبد اور ہمیشہ دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی ؎ فَمَا الْفَوْزُ اِلَّا فِیْ نَعِیْمٍ مُؤَبَّدٍ ؛ بِهِ الْعَیْشُ رَغْدٌ وَالشَّرَابُ یُسَاغُ ؛
سو نہین ہی فتحیابی مراد کی مگر دائمی نعمت مین جسکے سبب سے معاش کی کشایش ہی اور حلق مین شربت خوشگوار ہی مقدمہ اہل تصانیف کی عادت ہی کہ قبل از
شروع مقصود اُن امور کو ذکر کرتے ہین جنسے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اسکو مقدمہ کہتے ہین حَقٌّ عَلٰی مَنْ حَاوَلَ عِلْمًا اَنْ یَتَصَوَّرَهٗ بِحَدِّهٖ اَوْ رَسْمِهٖ وَیَعْرِفَ مَوْضُوْعَهٗ
وَغَایَتَهٗ وَاسْتِمْدَادَهٗ جو شخص کہ کسی علم کے شروع کرنے کا قصد کرے اُسپر حق اور لازم ہی کہ اُس علم کی حد یا رسم کو تصور کرے اور اسکے موضوع اور غایت اور
استمداد کو پہچانے ہم حد اُس تعریف کو کہتے ہین جسمین ذاتیات مذکور رہون چنانچہ انسان کی تعریف مین کہنا کہ جاندار گویا اور رسم وہ ہی جسمین تعریف بعرض
لازم ہو چنانکہ انسان کو ضاحک یا کاتب بولنا مقدمہ مین دس چیزین مذکور ہوتی ہین انہین سے شارح نے چار کو ذکر کیا تعریف علم اور موضوع اور غرض اور
استمداد سو باقی چھ امور یہ ہین واضع علم اور نام علم کا اور حکم شارع کا اور تصور مسائل اور فضیلت اور نسبت سو چار چیزون کو خود شارح نے بیان کیا باقی فضیلت
کو بھی باقی کا بیان یون ہی کہ واضع علم فقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہین اور نام علم کا فقہ ہی اور شارع کا حکم یہ ہی کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے واجب
ہی اور مسائل اس علم کے ہر ایک وہ جملہ ہی جسکا مبتدا مکلف کا فعل ہی اور احکام خمسہ اسکی خبر ہی چنانچہ یہ فعل واجب ہی یا حرام مثلاً اور فضیلت علم فقہ
کی یہ ہی کہ سوا اسکے علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول فقہ کے باقی علمون سے فقہ کا علم افضل ہی اور نسبت یہ ہی کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہی جیسے عقائد
اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہین کذا فی الحلبی بتصرف فَالْفِقْهُ لُغَةً الْعِلْمُ بِالشَّیْءِ ثُمَّ خُصَّ بِعِلْمِ الشَّرِیْعَةِ تو فقہ لغت عرب مین دریافت کرنا ہی شی کا پھر عرف مین
یہ مخصوص ہی بعلم شریعت ہی وَفَقِهَ بالکسر فقہا علم اور فقہ بکسرۂ قاف صیغہ ماضی کا بمعنی علم ہی یعنے دریافت کیا اور جانا اور فقہ بکسر اول و سکون ثانی اسکا مصدر ہی بمعنی علم و فہم

وفقہ بالضم فقاہت بمعنی دانستن و فقہ بفتح قاف بمعنی فقاہت ہے اس وقت بولتے ہین جب کوئی فقیہ ہو پہلے علم خلاصہ یہ کہ فقہ لغوی کے معنی سمجھنا اور فقہ

کی اصطلاحی کا مفہوم الفاظ ہے کنا ذکرہ صاحب بحر الرائق حمی الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے معنی مین کسرہ کی نقل کیا ہے و فی اصطلاح

عند الاصولیین العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح مین فقہ عبارت ہے احکام شرعی فرعی کے

اس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کے دلائل مفصلہ سے اور احکام فرعی وہ ہین جو عمل کرنے سے متعلق ہین اور جو اعتقاد سے متعلق ہین انکو احکام اصلی

کہتے ہین شارح نے احکام شرعی کی قید سے لکالی کہ اس قید سے احکام عقلی اور حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے چنانچہ اسکا علم کہ عالم حادث

ہے اور آگ جلانیوالی ہے اور فاعل مرفوع ہے معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کے دلائل تفصیلی ہین اس تعریف سے

معلوم ہوا کہ اصولیون کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ہے یا مانند اسکے اسواسطے کہ مقلد پر دلائل سے استدلال کرنا ضرور نہین و عند الفقہاء حفظ الفروع و اقلہ

ثلث اور فقیہون کے نزدیک فقہ نام ہے مسائل کے یاد رکھنے کا اور کمتر مرتبہ حفظ مسائل کا یہ ہے کہ تین مسئلے یاد ہون اور شارح نے کتاب الوصیت مین کہا

کہ اگر ثلث مال کی وصیت کی فقیہون کے واسطے تو یہین وہ داخل ہوگا جو مسائل شرعی مین نظر دقیق رکھتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلونکو انکے دلائل کے ساتھ

جانتا ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ جسکو ہزارون مسئلے بدون دلائل کے یاد ہون وہ فقیہ نہین و عند اہل الحقیقۃ الجمع بین العلم والعمل اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے

نزدیک فقہ عبارت ہے علم اور عمل کی جامعیت سے حقیقت مغز ہے شریعت کا اور حقیقت شریعت سے باہر نہین اور نہ شریعت حقیقت سے جدا ہے اور جو حقیقت کو شریعت

سے جدا جانتا ہو اسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الطحطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی نے مطلع الانوار مثنوی مین فرمایا ہے ؎ عین حقیقت بشریعت درست ؎ شرع اگر عین

نباشد خرست ؎ ہر کہ تنگ از شرع فراتر زدہ ؎ اللہ دیار بہ ہمہ تر زدہ ؎ اور خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا کہ حقیقت دریاست و شریعت کشتی باز دریا بچہ توانند

گذشت جب بخوا صوفیہ صافیہ کے شاہزین عادلین کے کلام سے شریعت اور حقیقت مین اتحاد یا تلازم ثابت ہوا تو صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شریعت

اور ہے اور حقیقت اور ہے وہ صوفیہ کرام کے طریقہ سے گمراہ ہین لقول الحسن البصری انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاہد فی الآخرۃ البصیر بعیوب نفسہ بدلیل

قول خواجہ حسن بصری کے کہ فقیہ نہین ہے مگر روگردان دنیا سے رغبت کرنے والا آخرت مین اپنے عیوب ذاتی کا دانا ہے یعنے عارف فقیہ کی عبادت فقط

خدا ہی کے واسطے ہوتی ہے نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے یہ لوگ جو بہشت کو مانگتے ہین تو تلذذ کے واسطے نہین بلکہ پروردگار کے دیدار کیلیے

چنانچہ کسی عارف نے کہا ہے ؎ لیس قصدی من الجنان نعیما ؎ غیر انی ارید ہا لاراک ؎ کذا فی الطحطاوی و موضوعہ فعل المکلف ثبوتاً او سلباً اور فقہ کا

موضوع عاقل بالغ کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے موضوع اسکو کہتے ہین جسکے عوارض ذاتی کی اس علم مین بحث اور گفتگو ہو چنانچہ

کلمہ اور کلام موضوع ہے علم نحو کا یعنے اول سے آخر تک اسی کے حالات کی گفتگو ہے اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح

اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف

یعنے صغیر اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہین اور ضمان اور متلفات اور نفقہ زوجات کے ادا کرنے مین ولی مخاطب ہے صغیر اور مجنون کا واستمدادہ من الکتاب والسنۃ

والاجماع والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مدد گاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہے یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول ہین

دریافت کرنا چاہیے کہ قبل از اسلام کی شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کے تابع ہے اور سنت سے قول و فعل اور تقریر رسول کریم کی مراد ہے تقریر اس سے عبارت ہے کہ کوئی امر حضرت

کے سامنے ہوا اور حضرت نے اسکو جائز رکھا اسپر انکار نہ کیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت مین داخل ہین اور اجماع سے مراد ان لوگون کا اجماع ہے جنکا اجماع شمار کے

لائق ہے چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگون کا عمل رائج تو اجماع کا تابع ہے اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہے جو کتاب اور سنت

اور اجماع سے مستنبط ہوا اور تحری اور استصحاب حال تو قیاس کا تابع ہے قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہے وطی فی الحیض کی حرمت پر جو

ثابت ہو بقولہ تعالیٰ (قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض) اور علت مشترکہ مقیس اور مقیس علیہ مین اذا ہو اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا چنے کے ایک پیمانہ کا چنے کے دو پیمانون سے بقیاس حرمت گیہون کے ایک پیمانہ کے گیہون کے دو پیمانونسے جو ثابت ہو اس حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلاً بمثل یداً بید والفضل ربوٰا اور علت مشترکہ یہان اتحاد جنس و مقدار ہو اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہو وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ مادر مزنیہ کی وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہو اور کنیز موطوٗہ کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہو یعنے جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی مان کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہو اسمین کوئی نص نہین ہو کتاب اللہ و سنت ہو بلکہ امہات النساء یعنے خوشدامنون مین بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف غایۃ النفوذ بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض و علت غائی سعادت دارین کی ظفریابی ہو و اما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہو ہم جامع ترمذی مین ابو امامہ رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسے میری فضیلت تمھارے ادنی شخص پر مقرر اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتے اور اہل سموات اور اہل ارض یہانتک کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلیان دریا مین بھلائی چاہتے ہین انکی جو لوگون کو خیر کی تعلیم کرتے ہین اور ترمذی مین ابن عباس رض سے روایت ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہو ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول و منہا فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہو جو خلاصہ وغیرہا مین ہو کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابونمین بدون سماع یعنی فقہ کی کتابون کو مطالعہ کرنا بدون اسبات کے کہ اُستاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہو و تعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا افضل ہو باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم یعنے زائد از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہو اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے فرض عین ہو وجہ فضیلت کی یہ ہو کہ اسوقت مین تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہو اور قرآن کا تعلم سنت ہو اور فرض افضل ہو سنت سے مگر یہ وجہ مسلم نہین اسواسطے کہ تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہو بلکہ فضیلت کی یہ وجہ ہو کہ جمیع فقہ محتاج علیہ ہو اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہو فقہ کے ہر باب مین بخلاف قرآن کے اسواسطے کہ قرآن مین ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہو اور سورۂ فاتحہ اور تین آیتونکا سیکھنا واجب ہو کذا فی الطحطاوی و جمیع الفقہ لابد منہ اور تمام فقہ سے چارہ نہین یعنی ضرور ہو اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الحاصل فقہ بجمیع انواع خود آدمیون کو ضرور ہو سو طہارت اور نماز اور روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم سبکو فرض ہو اور زکوٰۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا معلوم کرنا اُسپر فرض ہو جو اُنکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہو تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا معلوم کرنا اُسپر فرض ہو و علی ہذا القیاس نکاح کرنیوالا اور طلاق دینے والا و فی الملتقط وغیرہ عن محمد لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنجوم لان آخر امرہ الی المسئلۃ و تعلیم الصبیان و لا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین و لا بالتفسیر لان آخر امرہ الی التذکیر و القصص بل یکون علمہ فی الحلال و الحرام و ما لابد منہ اور ملتقط وغیرہ مین محمد بن حسن رح سے منقول ہو کہ مرد کو لائق نہین کہ شعر گوئی اور نجوم دانی مین مشہور ہو اسلیے کہ اسکا انجام گداگری ہو اور لڑکون کا پڑھانا اور نہ حساب دانی مین مشہور ہو کہ اُسکا انجام کار پیمایش ہو اراضی کی اور نہ تفسیر دانی مین مشہور ہو اسواسطے کہ اسکا انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہو بلکہ لائق یہ ہو کہ اُسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام مین اور اُسمین جس سے چارہ نہین ہم گداگری کو شعر گوئی کا انجام ہو واسطے کہ اکثر شاعر دنیا فانی کے طلب کرنیکے واسطے جو مدح کے لائق نہین اُنکی مدح کرتے ہین اور گاہے ہجو کرتے ہین اُنکی جو مستحق مذمت کا نہین اور اُنکے اکثر اوقات مضامین تازہ کاذبہ کی تلاش مین سرگردانی سے برباد ہوتے ہین کما قیل ؎ اذا ما اعتز ذو علم بعلم ٭ فعلم الفقہ اولی باعتزاز ٭ فکم طیب یفوح ولا کمسک ٭ و کم طیر یطیر و لا کباز ٭ چنانچہ نظم مین کسی نے کہا ہو کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم مقدم تر اور اولی بافتخار ہو سو بہت سی خوشبوئین مہکتی ہین اور نہین مہکتی مشک کے مانند اور بہت سی چڑیان اُڑتی ہین اور نہین اُڑتی باز کے مانند یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہو جیسا مشک اور خوشبویون سے اور باز اور پرندونسے و قد مدحہ اللہ تعالیٰ بتسمیتہ خیرا بقولہ و من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا و قد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالیٰ نے فقہ کی مدح کی ہو اُسکو مسمی بخیر کرکے اپنے اس قول مین و من یؤت الحکمۃ الخ یعنے جسکو حکمت دی گئی اُسکو بہت خیر دی گئی اور تفسیر مفسرین کے ایک گروہ نے

ثمرت تو کاسبے علم فرض نہیں ہوتا بلکہ فرض کفایہ ہوتا ہے نہ نفل ہیں سے اور نیز علوم علم فقہ ذ کیونکر اول لکمال العاقل توسط بین الفقیہ والعابد پڑھا حق الف و تکبیر
انتقال و افضل ہو اور بعض جگہ کسی نے کہا کہ تم چاہتے ہو ادب سیکھو تو بہتر ہے کہ علم پڑھو اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کی طرف وسیلہ ہوتا ہے کیونکہ
ایک فقیہ متقی بزرگ ہوتا ہے اور حالیقہ ہونا ہے مرتبہ یہ کہ فقیہ آن زبان سے افضل ہے جو فقہ کو نہیں جانتے ہیں وہا لا خوذ ان ما قیل لا مام محمد

تفقہ فان الفقہ افضل قائد الی البر والتقوی واعدل قاصد وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد فان فقیہا واحدا متورعا
اشد علی الشیطان من الف عابد اور وہ دونوں شعر جو کہ گنتی ہیں ماخوذ ہیں اس نظم سے جو امام محمد کی طرف منسوب ہے وہ یہ ہے کہ فقہ کو سیکھ
اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نیکی اور پرہیزگاری کی طرف اور معتدل تر قریب مقصد پہنچنے کی طریق مقرب مقصود ہے اور ہو تو ہر روز حاصل کرنیوالا
زیادتی کا فقہ سے اور تیرا کر فوائد کے دریاؤں میں اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد سے ہم نظم سابق اور یہ نظم امام محمد کا اس حدیث سے ماخوذ
ہے ماخوذ ہیں ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اخرجہ الترمذی چنانچہ اسکا ترجمہ عنقریب مذکور
ہو چکا و من کلام علی رضی اللہ عنہ ما الفضل الا لاہل العلم انہم علی الہدی لمن استہدی ادلاء اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ نظم ہے کہ بزرگی نہیں
مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہیں اور طالب ہدایت کے رہنما ہیں سے و وزن کل امرء ما کان یحسنہ والجاہلون لاہل العلم اعداء اور وزن یعنی قدر
اور مرتبہ ہر مرد کی موافق اسکی خوب کرداری کے ہے اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہیں ہم تو صانع کی قدر اسکے حسن صنعت کی مقدار پر ہے اور جتنے علوم آدمی
کے خوب سیکھے تو اسکی قدر انہیں کی مقدار پر ہو گی اور جسنے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اسکی قدر عظیم ہو گی بسبب عظمت فقہ کے الحاصل جو شخص کسی چیز کو
حاصل کریگا تو اسکا مرتبہ اسکی مقدار پر ہو گا کذا فی الشطاوی سے ففز بعلم ولا تجہل بہ ابدا الناس موتی واہل العلم احیاء سو رستگار اور ظفریاب ہو علم
کے سبب سے اور علم سے جاہل نہ ہو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سے اجتناب رکھیو سب آدمی تو مردے ہیں اور علم والے زندے ہیں ہم یعنی جاہل مردوں کے مانند ہیں لائق شمار کے
نہیں اور انسے کچھ فائدہ نہیں اور اہل علم زندہ ہیں یعنی انکی زندگی سے انکو اور لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو علماء دین کا وجود رحمت اور نور ہے کیوں نہ ہو کہ وہ
وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے اور منجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کا ارتکاب ہے چنانچہ جہالت کا بڑا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت بلغم سے اور کثرت
بلغم کی ہوتی ہے بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پیا ہوتا ہے بہت کھانے سے تو بدا و فساد کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہ ہے کہ قلت اکل کے منافع کو
آدمی غور کرے از انجملہ ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کھانیوالا گران تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور بہت کھانیوالا حق تعالیٰ کو ناپسند ہے اور دوسرا
فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنی کھانے میں غیر کو مقدم رکھنا اور بہت کھانیوالے کو دوسرے کا کھانا دشوار ہوتا ہے اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت ذنوب کی
اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق کی اور ہرا دھنیا کھانا اور مصلوب کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑھنا اور اونٹوں کی قطار میں چلنا اور
زندہ جوں زمین پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب ورثہ حفظ و حافظہ کوشش کرنا ہے اور ہمیشہ با وضو رہنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھکر پڑھنا
اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور اکیس منقے کا نہار منہ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کرتی ہے معلوم
کرنا چاہیے کہ طالب علم کو علم نہیں آتا اور نہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جبتک کہ علم کی اور اہل علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر نکرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو نہیں پہنچا
مگر حرمت کرنے سے اور کوئی بے نصیب نہیں رہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں اسکا غلام ہوں جسنے مجھے ایک حرف بتایا چاہے بیچے چاہے
آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تا کہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہیں اور شاہزادہ پانی ڈالتا
ہے تو بادشاہ نے اسپر عتاب کیا اس امر میں اور کہا کہ میں نے اسکو اسواسطے بھیجا ہے کہ آپ اسکو علم اور ادب سکھائیے آپنے اس سے یوں کیوں نفرمایا کہ ایک ہاتھ
پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپکا پاؤں دھووے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو ہاتھ نہ لگاوے بدون طہارت کے شمس الائمہ

سرخسی رحکو ایک رات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اُس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون وضو کے نہ کرتے تھے
وجہ اسکی یہ ہی کہ علم نور ہی اور وضو بھی نور ہی تو علم کا نور وضو سے دوچند ہو جاتا ہی اور منجملہ تعظیم واجب کے یہ ہی کہ کتاب کیطرف پاؤن نہ پھیلائے اور کتاب کی تعظیم
ایک یہ ہی کہ خوشخط اور صحیح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظم رح نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھ کہ شاید تو زندہ رہا تو پچھتائیگا اور اگر
مرگیا تو تجھکو لوگ برا کہینگے یعنی اگر تو بوڑھا ہوگا اور تیری بصارت ضعیف ہوگی تو اس باریک تحریر پر تجھکو ندامت ہوگی اور منجملہ تعظیم علم کے ہمسبق بھائیون کی تعظیم ہی اور چاپلوسی
معیوب چیز ہی مگر طلب علم مین مذموم نہین اسواسطے کہ اُستاد اور ہمسبقون کی چاپلوسی کرنا لائق ہی تاکہ اُنسے فائدہ حاصل ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وقد قیل العلم وسیلۃ الی
کل فضیلۃ اور کہا گیا ہی یعنی علماء مجربین نے فرمایا ہی کہ علم وسیلہ ہی ہر بزرگی اور کمال کا یعنی ترقیات دارین کا سبب ہی العلم یرفع المملوک الی مجالس الملوک علم بلند رتبہ
کرتا ہی غلام کو بادشاہون کی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان سے بادشاہون کا مصاحب اور جلیس ہو جاتا ہی لولا العلماء لہلک الامراء اگر
عالم نہوتے تو امیر ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ امیر خلق اللہ کے حاکم ہین تو اگر فصل خصومات مین علماء دین کی طرف رجوع نکرتے تو گمراہ ہوتے اور عذاب
آخرت مین گرفتار ہوتے باوجود اسکے علماء دین کو لائق نہین امیرونکے پاس جانا آنا دنیاے فانی کے حاصل کرنیکیواسطے عالم کو چاہیے کہ اپنے نفس کو ذلیل نکرے بلکہ
مقسوم پر راضی رہے ہمت کو عالی رکھے لوگون کے مال مین طمع نکرے زمانہ سابق مین دستور تھا کہ اول لوگ پیشہ سیکھتے پھر علم حاصل کرتے تھے تاخلق اللہ کے مال مین طمع کی
مجال باقی نرہے اور جبکہ عالم طامع ہوا تو اسکے علوم کی حرمت باقی نہین رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی کیا تاہی ابن عساکر نے اپنی تاریخ مین انس رض سے حدیث روایت کی کہ
میری امت کی خرابی ہی علماء بدکردار سے اس علم کو تجارت قرار دینگے اسکو بیچین گے اپنے زمانے کے امیرونسے اپنی منفعت کیواسطے خدا انکی تجارت مین نفع نبخشے اور مروی ہی کہ بدتر
علماء وہ ہین جو امیرونکے پاس جاتے ہین اور بہتر امیر وہ ہین جو عالمون کے دروازون پر آتے ہین اور مروی ہی کہ دو قسم آدمیون مین سے جب آراستہ ہوئے تو سب لوگ آراستہ
ہو جاتے ہین اور جب وہ بگڑے تو سب لوگ بگڑ جاتے ہین علما اور امرا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وانما العلم لاربابہ ولایۃ لیس لہا عزل اور سوا اسکے نہین ہی کہ علم صاحبان علم
کیواسطے وہ منصب الٰہی ہی جسکی معزولی نہین یعنی بادشاہ اس منصب کو نہین چھین سکتا ان الامیر ہو الذی یضحی امیرا عند عزلہ ان زال سلطان الولایۃ فہو فی سلطان فضلہ انتہی
اصلی امیر وہی ہی جو امیر بنا رہے اپنے معزول ہونیکے وقت اگر قوت منصب کی زائل ہو گئی تو وہ اپنے کمال کی قوت مین ثابت ہی واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وہو بقدر
ما یحتاج لدینہ اور معلوم کرا ہی مخاطب کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہی یعنے ہر شخص پر اور فرض عین اسقدر علم ہی جسکی طرف آدمی حاجتمند ہو اپنے دین کے واسطے ہم
تعلیم متعلم مین ہی کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہین بلکہ علم حال کی طلب فرض ہی یعنی آدمی جس حال مین واقع ہو اس حال کا علم سیکھنا فرض ہی مثلاً جسپر نماز
وروزہ فرض ہوا اُسپر صوم وصلوٰۃ کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہی اور اگر مال حاصل ہوا تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا سیکھنا فرض عین ہی اور سوداگر پہ علم بیوع فرض ہی
بالجملہ جو جس چیز کا شغل رکھتا ہو اُسپر اُسکا علم فرض ہی تاکہ آمین اور ارتکاب حرام سے محفوظ رہے اور علم واجب وہ ہی جسقدر سے امر واجب ادا ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا وفرض
کفایہ اور علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہی فرض کفایہ وہ ہی کہ ہر شخص پر فرض نہین بلکہ بعض کا سیکھنا ایک شہر مین سبکی طرف سے کفایت کرتا ہی وہو ما زاد علیہ لنفع غیرہ
اور فرض کفایہ وہ علم ہی جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کیواسطے یعنے ناواقفون کے بتانے کو تاکہ وہ لوگ مہالک اور محرمات سے بچین تو ایک عالم ہر نواحی مین ضرور
ہی کہ عوام مسلمین کو ضروریات دین کے سکھاوے نہین تو عوام ضائع ہونگے ومندوب وہو التبحر فی الفقہ وعلم القلب اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہی اور مستحب علم تبحر اور بہتایت کا حاصل کرنا
ہی فقہ مین اور دل کے علم مین ہم علم قلب سے علم اخلاق مراد ہی یعنی جس علم سے انواع فضائل اور اُنکے حاصل کرنیکی کیفیت معلوم ہو اور اقسام رذائل اور اُنسے بچنے کی کیفیت
دریافت ہو تعلیم متعلم مین ہی اسیطرح فرض ہی علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت اور خوف الٰہی اور رضا بالقضا اسواسطے کہ یہ سب احوال مین واقع ہی اور بزرگی اس علم کی کسی پر مخفی
نہین ہی اور اسیطرح اخلاق مین معرفت جود اور بخل اور تکبر اور تواضع اور عفت اور اسراف اور تقتیر وغیرہا کی فرض ہی اسواسطے کہ بخل اور نامردی اور تقتیر حرام ہی اور اس سے بچنا بدون اسکے علم
اور اسکی ضد کے ممکن نہین انتہی تو علم قلب فقہ پر عطف ہی نہ تبحر پر تو مطلب یہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہی اور اُسمین تبحر پیدا کرنا مستحب ہی اور اگر تبحر پہ عطف کیجیے تو تعلیم متعلم کے

نہیں ہے وہ مثل علم عقائد کے مستحب ہے یا مکروہ ہے جیسے وہ علم فلسفہ و شعبدہ و نجوم و رمل و علوم طبعیین و سحر و کہانت ہے اور علم سیکھنا حرام ہو تو یہ

اور وہ وہ علم غیر اہل یونانیون کی حکمت ہے اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری مین بنانے کے مانند اور نجوم مراد ... اور ابن طبائع کے علوم سے

علم ہیں اور جادو اور کہانت ہم یونانی حکمت ہے سوائے حرام ہونی کہ نہیں لانکو تعلیم جانو غیر ذلک من الکفریات والمحرمات و نقل ہیں اور علم نجوم ...

تاکید ہے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہیں تعلیم متعلم میں ہے کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہے تو اسکا سیکھنا حرام ہے کیونکہ وہ ضرر ہے نفع نہیں اسلیے کہ قضا و قدر

سے چارہ ممکن ہے تو مسلم کو چاہیے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع میں مشغول رہے اور حق تعالیٰ سے عافیت مانگا کرے سوائے کہ ... محروم ... بات نہیں ہے

اگر ... ہو تو ضرور پہونچیگی لیکن وہ حق کو حق تعالیٰ صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلیم نجوم کا بقدر قبلہ شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہے ... کہانت یہ

شیاطین سے پوچھا کرے اگر وہ اخبار آئندہ بتاتے ہیں اور یہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کیطرف نسبت کرتے ہیں سو نادانی ہے اسکی کچھ اصل نہیں اور شانی نے

طب کو بیان نہیں کیا لیکن تعلیم متعلم میں یون مذکور ہے کہ طب کا سیکھنا جائز ہے اسواسطے کہ اسباب میں سے ایک یہ بھی سبب ہے تو اسکا سیکھنا جائز ہے اور علم باقی اسباب کی طرح

اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہے اور امام شافعی سے منقول ہے کہ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان علم فقہ دین کیواسطے ہے اور علم طب کا

بدن کیواسطے کذا فی الطحطاوی ملتقطا و دخل فی الفلسفۃ المنطق اور حکمت یونانی میں منطق کا علم داخل ہے یعنی حرام ہے مگر حموی محشی اشباہ نے کہا ہے فاضلون

الماکیین نے اپنے مذہب کے علما کی کتابوں مین تحریم منطق کا قول نہیں دیکھا اگر صاحب اشباہ نے دیکھا تھا تو اسکا نقل کرنا مناسب تھا ابن شافعی مذہب کی کتابون میں اسکی

بہت تصریح ہے اور تنبیہ غمز کو اگر وجہ حرمت قرار دیجیے تو بعید نہیں اور یہ بھی ہے جو منطق سے اشتغال رکھتا ہے وہ غالبا فلسفہ کیطرف مائل ہو جاتا ہے تو منع کرنا اولیٰ ہے سد ذرائع

کے جمہور المنطق میں وہ نہیں جو شرع مبین کے مخالف ہو اور بعضے فاضلون نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہے نہ اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ اسمین تو ...

اسلام کے مخالف کوئی چیز نہیں اور امام غزالی رحمہ نے منطق کو معیار العلوم کہا ہے اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہیں اُسکے علم پر اعتماد نہیں اور ابو علی سینا نے منطق کو

خادم العلوم کہا ہے واقعی طحطاوی نے کہا ظاہر منطق سے وہ منطق مراد ہے جو شبہات اہل اعتزال سے مخلوط ہے تو وہ داخل فلسفہ ہے ومن ہذا القسم علم الحرف والموسیقی اور حرام

کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہے شاید کہ علم حرف سے کاف کا حرف مراد ہو جیسے کیمیا کی طرف اشارہ ہے اور اسکی حرمت میں کچھ کلام نہیں کہ اسمین عمر اور مال

دونوں برباد ہو جاتے ہیں یا مراد حرف کا جمع کرنا ہے جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہے کہ علم اسرار حروف مراد ہو اور خاق اور استخدام وغیر ذلک سے کذا

فی الطحطاوی میں کہتا ہوں کہ ظاہر علم حرف سے جفر کا علم مراد ہے کہ اس سے وقائع آئندہ کا استخراج کرتے ہیں نجوم کے مانند اور حالانکہ علم غیب مخصوص بعلام الغیوب ہے

والقدر فیما ذکروا ہو و ہو اشعار المولدین من الغزل والبطالۃ اور مکروہ ہے وہ غزل اور بیہودہ گوئی اُن شاعرون کی جو عرب میں بعد اسلام کے پیدا ہوے

ہم مولدہ لوگ ہیں جو عرب میں پیدا ہوے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہیں چنانچہ ابو نواس وغیرہ قاموس میں ہے کہ مغازلۃ عبارت ہے عورتون کے ساتھ

بات چیت کرنے سے ومباح اشعار ہم التی لا سخف فیہا کذا فی فوائد شتی من الاشباہ والنظائر اور ہوتا ہے علم مباح یعنے اسکا فعل اور ترک برابر ہے چنانچہ مولدین کے

وہ اشعار جنمین نامعقول مضمون نہیں اسی طرح مذکور ہے اشباہ اور نظائر کے فوائد شتی میں ہم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے اشعار میں اکثر مضامین سخیفہ واہیہ

ہوتے ہیں برخلاف عرب خالص کے ابن عباس رض اکثر اشعار عرب کی طرف التفات رکھتے تھے قرآن اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی

ثم نقل فی مسئلۃ الرباعیات یحصل ان الفقہ ہو ثمرۃ الحدیث پھر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات میں کلام طویل نقل کیا اور آخر کا خلاصہ مقصود یہ ہے کہ علم فقہ

حدیث کا ثمرہ ہے یعنی احادیث سے مستخرج ہے ولیس ثواب الفقیہ اقل من ثواب المحدث اور نہیں ہے فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وفیہا کل انسان

غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالیٰ لہ وبہ لان ارادتہ تعالیٰ غیب الا الفقہاء فانہم علموا ارادتہ تعالیٰ بہم بحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرا

یفقہہ فی الدین اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا کیا ارادہ ہے اُسکے ساتھ دارین میں اسواسطے کہ

حقتعالی کا ارادہ غیب ہی مگر فقیہ اسکو جانتے ہین اسواسطے کہ وہ جانگئے ہین حقتعالی کے ارادہ کو جو آنکے ساتھ ہی رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالی خیر کا ارادہ کرتا ہی اسکو دین مین فقیہ کرتا ہی یعنے امر دین مین فہم سلیم عطا کرتا ہی ہم غور کرنا چاہیے کہ فقیہ سے مراد وہ ہی جو مصطلح فقہا ہی یہانتک کہ جو تین مسئلے یاد رکھے وہ بھی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنی مجتہد مراد ہی اور ظاہر مراد وہ ہی جو فقہ مین مشتغل ہو نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد رکھتا ہو مین کہتا ہون یہ استدلال اسوقت تمام ہو جبکہ لسان شرع مین فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف مین اختلاف کثیر واقع ہی یہانتک کہ غزالی رح نے اسکو علم تصوف پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفیہا کل شی یسال عنہ العبد یوم القیمۃ الا العلم لانہ طلب من نبیہ ان یطلب الزیادۃ منہ وقل رب زدنی علما فکیف یسال عنہ اور اشباہ کے فوائد مین ہی کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائیگا قیامت کے دن مگر علم سے اسواسطے کہ حقتعالی نے اپنے نبی کریم سے یہ طلب کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وَقُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً) یعنے اور کہہ ای میرے پروردگار مجکو زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم سے یعنے بعد طلب کے مم یہ دلیل مدعا کی مفید نہین اسواسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سوا اسکے شرع مین مطلوب الزیادہ ہی علامہ ابو سعید نے کہا اس استدلال مین اعتراض ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ بندے کے دونون قدم قیامت مین نہ ہٹینگے یہان تک کہ اس سے چار چیزون کا سوال ہوگا اسکی عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر مین اسکو فنا کیا اور اسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس مین اسنے کھپائی اور اسکے مال سے سوال ہوگا کہ کونسی چیز سے اسکو حاصل کیا یعنے بوجہ حلال یا حرام اور اسکے علم سے سوال ہوگا کہ اسنے اسمین کیا کیا یعنے علم کے موافق عمل کیا یا نہین وتمام البیان فی الطحطاوی وفیہا اذا سئلنا عن مذہبنا ومذہب مخالفنا قلنا وجوبا مذہبنا صواب یحتمل الخطاء ومذہب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب اور اشباہ کے فوائد مین ہی مصنفی سے منقول کہ جب ہم سے سوال کیا جائے ہمارے مذہب سے یعنے حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کون مذہب حق ہی فروع مین تو ہم سوال کے جواب مین کہینگے وجوبا یعنے ہمپر واجب ہی یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہی یعنے حق ہی مطابق واقع کے احتمال رکھتا ہی خطا کا یعنے چوکنے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہی محتمل ہی صواب کا م یہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ یہ مقلد ہی اور تقلید کسی شخص کی نہین چاہیے اسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعا اسواسطے نکیا کہ اگر قطعی یقین کیا جائے تو مجتہدین کا یہ قول صحیح نہو کہ اَلْمُجْتَہِدُ یُخْطِیْ وَیُصِیْبُ یعنی مجتہد استنباط احکام مین خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی و اسیطرح مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین کر لینا جائز نہوا خلاصہ مقام یہ ہی کہ یہ کلام نظر بمجتہد ہی یعنی جسطرف ہمارے امام اعظم رح گئے ہین وہ انکے نزدیک صواب ہی مع احتمال الخطاء اسواسطے کہ یہ مجتہد مصیب ہی اور کبھی نفس الامر مین خطا بھی کرتا ہی اور باعتبار ہم مقلدون کے چارون امام حق پر ہین اپنے اجتہاد مین مصیب ہین تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب مین کہیگا جبکہ اسکے مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کیطرف سے جسکا وہ مقلد ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہی کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز نہین ہوتی مگر بقدر ضروری ہونے تقلید کے اور تقلید کی ضرورت یہ ہی کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہین رکھتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کرسکے تو ایک امام کی تقلید فقط عمل مین کرتا ہی اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کرنے کا بھی مکلف ہی نہین تو ادا سے تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ یہ لازم نہین آتا ہی اگرچہ مسائل تقلیدیہ کے عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہ نہین کہتے ہین بلکہ مقلد ظاہر اصواب پر ہی کہ اسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا بدلیل قولہ تعالی (فَاسْئَلُوْا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) یعنے اخذ بقول مجتہد جو بموجب اس آیۂ کریمہ کے اسپر واجب تھا سو اسنے کیا اور مقلد اسکا مکلف نہین ہی کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے یعنے اسکی خطا کا معتقد ہو ایسا ظاہر کیا ہی ہمارے استاد نے ابن طافروخ مکی حنفی کے قول سدید کا کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود واذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلنا وجوبا الحق ما نحن علیہ والباطل ما علیہ خصومنا اور جب کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنے اہل سنت کے عقائد سے اور ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنے معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون انمین سے حق پر ہی تو ہم جواب مین وجوبا کہینگے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہین جنپر ہم ہین اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہین جنپر ہمارے مخالفین ہین وفیہا العلوم ثلثۃ علم نضج وما احترق وہو علم النحو والاصول اور اشباہ کے فوائد

[illegible] اصول کا محتاج ہے تنقیح کی ضرورت ہو کیونکہ قواعد [illegible]
اور قواعد پر جزئیات متفرع ہوتے ہیں اور وضع قواعد اور تفصیل اور تقابل اور تشریح مشکلات ہوگئی اور اعتراضات سے مراد [illegible] ہیں اور نہایت کو پہونچے اور تقسیم
اور مراد کی ہے [illegible] ترقی میں اجتہاد ہے کذا فی الحمد وہی تو علم نحو اور علم اصول کے لیے قواعد مدون ہوگئے لیکن انکے ذریعے استنباط ہنوز کمال کو نہیں پہنچا
نے ، اور ترتیب مختلف ہیں اور مدار فقہ ہر ذی شخص پر ہوا دل و نحو کی کتابوں میں دل کرتا ہے کذا فی الحمد وہی و علم تنقیح و لا احترق و ہو علم البیان والتفسیر
اور ایک علم و و جو [illegible] ہوا اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہے بیان سے مراد بلاغت کے تینوں علم یعنے علم معانی اور بیان اور بدیع ہوتے ہیں
فضائل سے تو کیونکہ علم بیان تو ذوق کی طرف راجع ہے تو اسکی کچھ نہایت نہیں کیونکہ آدمی اسمیں مختلف ہیں اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہ ہے کہ موضوع علم تفسیر
کا مضمون اور قرآنی ہے باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور مواقع مناسبات وغیرہ ذالک کے جنکا کوئی احاطہ نہیں ہوسکتا سوا اسے علام الغیوب کے سو اسکی نہایت کسطرح
ہوسکے نتی المقصد و علم نضج و احترق و ہو علم الحدیث والفقہ اور ایک علم وہ ہے جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہونچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہے علم حدیث
نہایت درجہ کمال کو پہونچا اسواسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیرا اسماء رجال اور انکے نسب اور طبقات میں کتابیں تصنیف کیں اور قوی اور ضعیف
اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کر دیا اور بعضے ایک لاکھ اور بعضے میں لاکھ حدیثوں کے حافظ تھے اور صحابہ کرام میں جو راوی تھے انکو جمع کر دیا اور مراد اور احکام حدیث
کو ہر مجتہد کی فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث میں طرح طرح کی کتابیں لکھیں کہ کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہے کہ مجتہدین رحمہم اللہ
قرآن اور حدیث میں معانی غور کر کے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے اور انپر جزئیات متفرع کیے اور خلائق کے حوادث باوجود انکے اختلافات مراتب کے بعینہا
لکھدیے یا جو ان حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہانے ان امور میں تکلم کیا جو کبھی واقع نہیں ہوتے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہوں اور کوئی
جزئی منصوص نہیں وہ نادر ہوگیا ہے اور اگر ہے منصوص بھی ہوتا ہے لیکن ناظر اسکے محل سے قاصر ہو فہم کا قصور ہے ہر امر فقہ میں مذکور ہے خواہ بنصوص خواہ بمنطوق کذا
فی الطحطاوی المقصد اگر اہل اسلام انصاف کریں تو حضرت مجتہدین اور فقہا کے احسان کی شکر گزاری سے آپکو عاجز پائیں اللہم فارحم المجتہدین وفقہاء الدین واجزہم
عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین وقد قالوا الفقہ زرعہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمۃ وحصدہ ابراہیم النخعی و داسہ حماد وطحنہ ابو حنیفۃ وعجنہ ابو یوسف
وخبزہ محمد وسائر الناس یاکلون اور البتہ فقیہوں نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور علقمہ رح نے اسکو سینچا اور ابراہیم نخعی رح نے اسکو
کاٹا اور حماد رح نے اسکو مانڈ یعنے اناج جدا کیا بھوسی سے اور ابو حنیفہ رح نے اسکو پیسا اور ابو یوسف رح نے اسکو گوندھا اور محمد بن حسن رح نے اسکی روٹیاں پکائیں
اور باقی لوگ اسکے کھانے والے ہیں ہم ابو یوسف اور محمد رح شاگرد ہیں ابو حنیفہ رح کے اور ابو حنیفہ رح شاگرد ہیں حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی
علقمہ رح کے اور علقمہ عبد اللہ بن مسعود صحابی کے تو خلاصہ یہ ہے کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ
امام اعظم رح نے کمال کو پہونچایا اور محمد بن حسن رح نے امام کی روایات کو جمع کر کے فروع کو جمع کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اسکو بیان کر دیا اور حوادث انکے
وقت میں بکثرت ہوے تو انھوں نے فقہ کو مدون کیا اور کتابیں تصنیف کیں کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ فقہ مذکورہ سے وہ فقہ مراد ہے جو ابو حنیفہ رح
طریق سے مروی ہے اسواسطے کہ امام مالک رح کی فقہ مروی ہے نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہے امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہے شافعی سے اور یہ علیٰ [illegible]
فقہ میں تکلم نہیں کیا مگر ابن مسعود اور ابو حنیفہ نے وقد نظم بعضہم فقال الفقہ زرع ابن مسعود و علقمۃ حصادہ ثم ابراہیم دواس نعمان طاحنہ یعقوب عاجنہ محمد خابز
والآکل الناس اور البتہ بعضے علمانے اسکو نظم کیا ہے کچھ بدلکر سو یوں کہا ہے کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ اسکا کاٹنے والا ہے پھر ابراہیم اسکا مانڈنے والا ہے نعمان یعنی ابو حنیفہ پیسنے والا
ہے اور یعقوب یعنی ابو یوسف رح اسکا گوندھنے والا ہے اور محمد بن حسن روٹی پکانے والا اور لوگ کھانے والے ہیں وقد ظہر علمہ بتصانیفہ کالجامعین والمبسوط
والزیادات والنوادر حتی قیل انہ صنف فی العلوم الدینیۃ تسعمائۃ وتسعین کتابا اور بے شک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہوگیا انکی تصنیفات سے

چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انھون نے دین کے علوم مین نو سو ننانوے کتابین تصنیف کی ہین ہم جامع صغیر
مین محمد رح روایت کرتے ہین ابو یوسف رح سے اور وہ امام اعظم رح سے اور جامع کبیر مین محمد رح روایت کرتے ہین امام رح سے بلا واسطہ ومن تلامذتہ الشافعی رضی اللہ عنہ تزوج
بام الشافعی وفوض الیہ کتبہ ومالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہا اور شافعی محمد بن حسن رح کے شاگردون مین سے ہین اور نکاح کیا تھا شافعی رح کی مان سے اور اپنی کتابین اور
اپنا مال انکو سپرد کیا تھا سو اسی سبب سے شافعی فقیہ ہوگئے ح یہ قول ظاہرا اول ہے حلبی نے کہا ہان یہ کہنا صحیح ہے کہ محمد رح کی کتابون سے شافعی رح کو ان مسائل پر اطلاع
ہوئی جنسے انکو قبل اسکے آگاہی نتھی اسواسطے کہ محمد رح سے کثرت سے تخریج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی رح تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد رح کے ملنے سے پہلے فقیہ
مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہوا اس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین انتہی مجتہد مطلق وہ ہے جو اصول و فروع مین دوسرے کا تابع نہو چنانچہ چارون امام
اور مجتہد مقید وہ ہے جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلازم
اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن اور بہتر انصاف کیا ہے شافعی نے جہان یون کہا ہے کہ جو شخص فقہ حاصل
کرنے کا ارادہ کرے سو اسکو چاہیے کہ ابو حنیفہ رح کے شاگردون کا ساتھ نچھوڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ تو انکو آسان اور سہل ہوگئے ہین اور خدا کی قسم آخر کہ مین فقیہ نہین
ہوگیا مگر محمد بن حسن شیبانی کی کتابون سے ہم یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجکو حاصل نہین ہوئی مگر انکی کتابون سے کذا فی الحلبی المحشی للدر المختار وقال اسمعیل
بن ابی رجاء رایت محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفرلی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت لہ فاین ابو یوسف قال
فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلی علیین اور اسمعیل بن ابی رجا نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن رح کو خواب مین دیکھا سو انسے کہا کہ خدا نے
تمہارے ساتھ کیا کیا انھون نے کہا کہ مجکو بخشدیا پھر حقتعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تجھکو ندیتا پھر مین نے کہا تو ابو یوسف رح کہان ہین
کہا کہ ہم سے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابو حنیفہ رح کہان ہین کہا دور ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین ح علیین جنت مین بالاتر مکان ہے سو یہ بلندی رتبہ اضافی ہے یعنے
بنسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ مین بلند تر ہین کیف وقد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ امام کا بلند مرتبہ اس قدر
کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی چالیس برس ح مسعر بن کدام نے کہا کہ مین امام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھکے
لوگون کو تعلیم علم کیا کیے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسی طرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین گئے
سو مین نے اپنے دل مین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہ ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگونکی آمد و رفت بند ہوئی تو امام نکلے اور مسجد مین آئے سو نماز مین قائم
رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جی مین کہا
کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کیطرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جاکر کپڑے
پہنکر نماز کے واسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑھکر اسیطرح تا عشا تعلیم اور ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے کہا کہ آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات مین بھی
ویسا ہی کیا صبح تک تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکا ساتھ نچھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو مین نے انکی ملازمت کی انکی مسجد مین ابن معاذ نے کہا کہ
مسعر بن کدام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین مرگئے سجدہ کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا کہ طاعت پر کسکو حرص نے قوی کر دیا کہا کہ مین نے حقتعالی سے دعا کی بواسطے
اسکے اسماء مطہرہ کے تہجی کے حروف پر اور وہ دعا مقدمہ غزنویہ مین مذکور ہے جلال الدین سیوطی نے تبیض الصحیفۃ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت
کی کہ مین نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجکو انکی قرأت پسند آئی سو انسے قرآن کا ساتوان حصہ پڑھا مین نے کہا اب رکوع
کریگا پھر انسے تہائی قرآن پڑھا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر انسے آدھا قرآن پڑھا سو اسیطرح پڑھتا رہا یہانتک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت مین پھر مین نے جو انکو دیکھا تو وہ
ابو حنیفہ رح تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن خارجہ مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے زمین سے ایک امام ابو حنیفہ ہین اور خطیب نے یحیی بن نصر سے

روایت کی کہ ابو حنیفہ قرآن رمضان میں ساٹھ بار ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ میں نے اسد بن عمرو سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ نے
عشا کی نماز سے فجر کی نماز چالیس برس تک پڑھی اور ہر شب تمام قرآن کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور جس مکان میں انکی وفات ہوئی ستر ہزار بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے
حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو ہم نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم انکو غسل دو جب انہوں نے نہلایا تو کہا اللہ تجھپر رحم
کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہیں کیا تیس برس سے اور تیری آنکھیں نہیں سوئیں چالیس برس سے اور تو نے اپنے بعد مشقت میں ڈالا اور قاریوں کو
فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ میں چلا جاتا تھا ابو حنیفہ کے ساتھ میں نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں کہ رات کو نہیں سوتے
ہیں تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ کہیں جو میں نہیں کرتا ہوں اور رات کو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الخیرات الحسان وحج خمسا وخمسین حجة
اور امام نے پچپن حج کیے ورأى ربه في المنام مائة مرة وله قصة مشهورة اور اپنے پروردگار جل شانہ کو خواب میں سو بار دیکھا اور روایت کا ایک قصہ مشہور ہے
علامہ حافظ نجم الدین غیطی نے وہ قصہ یوں مذکور کیا ہے کہ امام رح نے رب العزت کو خواب میں ننانوے بار دیکھا سو کہا اپنے جی میں کہ اگر اب سویں بار دیکھونگا تو سوال کرونگا
کہ خلائق اسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیگی کہا امام رح نے پھر میں نے حق سبحانہ تعالی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے پروردگار عز جارک جل
جل ثناءک وتقدست اسماؤک کس چیز سے نجات پائیگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح و شام یوں کہا کریگا سبحان الابدی الابد سبحان
الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغير عمد سبحان من بسط الارض على ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاهم عدد اسبحان من قسم الرزق
ولم ينس احد سبحان الذي لم يتخذ صاحبة ولا ولد اسبحان الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا کذا فی المطالب
وفي حجته الاخيرة استاذن حجبة الكعبة بالدخول ليلا فقام بين العمودين على رجله اليمنى ووضع اليسرى على ظهرها حتى ختم نصف القرآن ثم ركع و
سجد ثم قام على رجله اليسرى ووضع اليمنى على ظهرها حتى ختم القرآن فلما سلم بكى وناجى ربه وقال الهي ما عبدك هذا العبد الضعيف حق عبادتك لكن
عرفك حق معرفتك فهب نقصان خدمته لكمال معرفته فهتف هاتف من جانب البيت يا ابا حنيفة قد عرفتنا حق المعرفة وخدمتنا فاحسنت الخدمة
وقد غفرنا لك ولمن اتبعك ممن كان على مذهبك الى يوم القيمة اور امام رح نے اپنے اخیر حج میں کعبہ شریفہ کے خادموں سے ایک رات داخل ہونے
کی اجازت لی تو کھڑے ہوے نماز میں بیت اللہ کے دو ستونوں کے درمیان داہنے پاؤں پر اور بایاں پاؤں داہنے کی پشت پر رکھا یہانتک کہ آدھا قرآن
ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوے بائیں پاؤں پر اور داہنا پاؤں اسکی پشت پر رکھا یہانتک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیرا تو روئے اور
مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الہی تیرے اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہیں کی جیسی کہ تجھکو لائق ہے لیکن تجھکو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہے
تو اسکی خدمت کے نقصان کو اسکے کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب سے
آواز غیبی آئی کہ اے ابو حنیفہ رح تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجھکو بخشا اور اسکو بخشا
جو تیرا تابع ہوا ان لوگوں میں سے جو تیرے مذہب پر ہیں قیامت تک عم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نصب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہ ہے کہ ایکبار
ایک پاؤں پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پاؤں پر اور یہی محمل ہے امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پاؤں کا دوسرے پاؤں کی
پشت پر رکھنا منقول ہے اور ضیاء معنوی میں مذکور ہے کہ ایک پاؤں پر فرائض میں کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل میں جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان
جو مذکور ہوا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ امام حق تعالی کی ان صفات کے بالیقین عارف تھے جو اسکے کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ کنہ ذات اور
صفات ربانی کے عارف تھے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جو امام کے
مذہب پر چلے یعنے اسکے حلال اور حرام کو اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر بموافقت سنت وکتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہیں کہ

کہ جو کہے مین حنفی مذہب ہون اُسکی مغفرت ہوجاوے کذا فی الطحطاوی مختصراً وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ وما استنکفت عن الاستفادۃ
اور امام ابو حنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ مین نے بخل نہین کیا غیر کے بتانے سے اور نہ عار کی سیکھنے سے ہم امام سے کسی نے ایکبار پوچھا
کہ یہ علم آپ کو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکرگزاری سے حاصل ہوا جب مین نے کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو مین نے کہا الحمد للہ یعنی خدا کا شکر ہے جسنے مجکو اس
فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکرگزاری سے بڑھتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت
ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابو حنیفہ رح کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالی کے کرے یعنی اُنکو وسیلہ کرے اور اُنکے مذہب پر چلے مین امید
رکھتا ہون کہ اُسکو کچھ خوف نہو وقال فیہ ؎ حسبی من الخیرات ما اعددتہ ٭ یوم القیمۃ فی رضی الرحمن ٭ دین النبی محمد خیر الوری ٭ ثم اعتقادی مذہب النعمان
اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح مین کہا کہ کفایت کرتی ہے مجکو قیامت کے دن نیکیون سے وہ چیز جو مین نے تیار کر رکھی ہے رحمن کی رضامندی مین سو وہ چیز
دین ہے نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہین پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنے ابو حنیفہ رح ہم مقدمہ غزنوی مین یہ دونون بیتین ابو یوسف رح کی
طرف منسوب ہین تو مسعر نے یہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استاد ہین سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ دونو
بزرگ اور مجتہد استاد المحدثین ہین رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفۃ ہو سراج
امتی اور روایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون ایک مرد کے سبب سے جو میری امت مین
ہے نام اُسکا نعمان ہے اور کنیت اُسکی ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ
من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیاء میرے سبب سے
فخر کرتے ہین اور مین ابو حنیفہ رح کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اُسکے ساتھ محبت رکھے سو مقرر اُسنے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اُسکے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ
میرے ساتھ دشمنی رکھی اصطلاح یہ دونون حدیثین تقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہے مقدمہ ابو اللیث کی ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہین
ابو حنیفہ رح سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اسکا جواب یہ ہے کہ ابو حنیفہ رح اُس زمانہ مین موجود ہوے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہو گیا تھا اور سنت مین کچھ ضعف طاری
تھا تو انکا وجود خلق کیواسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی
بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنے دروغ بستہ ہے تعصب اور نا انصافی ہے اسواسطے کہ روایت اسکی اسناد
مختلفہ سے ثابت ہے ہم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنے جبکہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اُسکو موضوع کہنا نا انصافی ہے زیادہ بر این نسبت
کہ ضعیف ہے نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوئے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی
مناقبہ بسندہ لسہل بن عبد اللہ التستری انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ مین اپنے سند
کے ساتھ سہل بن عبد اللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسی اور عیسی کی مین ابو حنیفہ رح کے مانند عقل و دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور
نصرانی نہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہین یعنی حصر نہین ہوسکتے
ہم جلال الدین سیوطی شافعی رح نے تبییض الصحیفۃ مین کہا کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رح کی بشارت دی اس حدیث مین جسکا خلاصہ مطلب
یہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نپاوینگے اور امام شافعی کی بشارت دی اس حدیث
مین جسکا مطلب یہ ہے کہ قریش کو برا نہ کہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقۂ زمین کو علم سے بھر دیگا مین کہتا ہون کہ نبی صلعم نے امام ابو حنیفہ رح کی بشارت دی اس حدیث
مین جسکو ابو نعیم نے حلیہ مین ابو ہریرہ رض سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر

علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد بنا فارس کے اسکو پا لیتے اور حدیث ابوہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من فارس اور صحیح مسلم میں یون ہے لو کان الدین عند الثریا لذہب به رجل من ابناء فارس حتی یتناوله اور طبرانی میں قیس بن سعد کی حدیث شیرازی نے لقاب میں اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے اور بعض صحیح حدیثیں بشارت اور فضیلت میں اسکے ہوتے ہوئے موضوع کی کچھ حاجت نہیں انتہی اقوال السیوطی از تبییض الصحیفہ ۔ امام ممدوح روایت ہے

خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحیی حمانی سے کہ میں نے ابوحنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا اسوا سطے مجکو بہت پریشانی ہوئی میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہون سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انھون نے کہا کہ یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریادرسی نہ کرتا ابوحنیفہ اور سفیان رح کے سبب سے تو میں بھی اور لوگوں کے مانند ہوتا اور خطیب نے حربی عبد الجبار سے روایت کی

کہ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رض سے کہا گیا کہ تم ابوحنیفہ رح کے شاگردون میں داخل ہوتے ہو انھون نے کہا کسی کی مجلس لوگوں کو ابوحنیفہ رح کی مجلس سے زیادہ نفع نہیں اور ربیع بن عبادہ سے روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تھا انکو جب کہ ابوحنیفہ رح کی موت کی خبر آئی تو استرجاع کیا اور کہا اللہ علم نہیں یعنی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک کہا کہ جب سفیان رح اور ابوحنیفہ رح مجتمع ہون تو انکے آگے کون شخص فتوی دے سکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہ دونوں بزرگ ایک شئے پر اتفاق کرین تو وہی قول قوی ہے اور عبد اللہ بن داؤد نے کہا کہ جب تو آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہے اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیون کا ارادہ کرے تو ابوحنیفہ رح ہے اور خطیب نے محمد بن حمید کاتب سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن داؤد سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نمازمیں ابوحنیفہ رح کے واسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انھون نے لوگوں کے واسطے سنن اور فقہ کو محفوظ کیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ رح سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور اسمعیل بن محمد فارسی سے روایت کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رح اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحیی بن سعید قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں ہم نے ابوحنیفہ رح کی رائے سے بہتر نہیں سنا اور انکے اکثر اقوال کو ہم نے لیا ہے اور خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ میں علماء کوفہ کی مجلس میں بیٹھا سو ان میں سے کسی کو ورع یعنی متقی تر ابوحنیفہ رح سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزاز سے روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت میں امام کے شریک تھے سو انھون نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے کی متاع کو بھیجا اور انکو اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے میں نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب جتا دینا سو حفص نے اسکو بیچا اور مشتری سے اسکا عیب بتانا بھول گئے جب ابوحنیفہ رح کو یہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کردی کذا فی الطحاوی عن السیوطی ہم جب عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داؤد اور شداد بن حکیم اور یحیی بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استاد میں انکے اقوال مستند مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت میں امام ابوحنیفہ رح کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور (لو کان العلم بالثریا لناله رجال من فارس) کا محل صحیح امام اعظم اور انکے اصحاب ہین کیونکہ اہل فارس میں انسے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم و فقیہ نہیں ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے وصنف فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماہ الانتصار لامام ائمة الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم میں دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کیے اور اسکا نام رکھا الانتصار لامام ائمة الامصار یعنے پیشوایان بلاد کے پیشوا کے لیے انتقام لینا اس امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور باب اجتہاد کا دروازہ انھین نے کھولدیا کما لا یخفی علی العلماء وصنف غیرہ اکثر من ذلک اور اسکے سوا اور علماء نے انکے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ بہت کچھ تصنیف کیا بعض مختصر ہین اور بعض مبسوط والحاصل ان ابا حنیفة النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن اور حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ رح نعمان معجزات

معجزات مصطفوی مین سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہی جو معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ انکی خبر دی قبل اُنکے وجود کے اُن احادیث مین جو مذکور ہو چکین عنقریب اسواسطے
کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعاً محمول ہین بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اُسکو بعضون نے ابن عباس پر محمول کیا ہی اور عالم مدینہ کی حدیث کو اور علماء مدینہ پر
محمول کیا ہی بخلاف حدیث مذکور کے کہ اُسکا کوئی محل واقعی صحیح نہین سوا ابو حنیفہ اور اُنکے اصحاب کے اور یہان معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہین ہین اسواسطے
کہ معجزہ وہ ہی جو مقترن بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہین کذا فی الطحطاوی وحسبک من مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال قولا الا اخذ بہ امام من الائمۃ الاعلام اور امام کے
مناقب سے تجکو کفایت کرتا ہی اُنکے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہین کہا جسکو کسی امام نے ائمہ اعلام سے نہ لیا ہو اور اخذ سے مراد موافقت ہی اجتہاد مین
نہ تقلید اسواسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہین کرتا وقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من زمنہ الی ہذا الایام الی ان یحکم بمذہبہ عیسیٰ علیہ السلام اور
البتہ حق تعالیٰ نے ٹھہرایا ہی حکم شریعت اور سیاست کا تصرف مین امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانے سے ان دنون تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق
عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم کرینگے مترجم کہتا ہے احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت مین تا زمان شارح باکہ اب تک جاری ہین اور یہ جو کہا کہ حضرت عیسیٰ
بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو حلبی محشی نے اسکا مطلب یون بیان کیا ہی کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور انکا اجتہاد ابو حنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑیگا
لیکن شافعیہ توافق باجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا مین کہتا ہون کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ بولنے
ہرگز لائق نہین کہ ایسے امور سے منقبت نہین مذمت قائل کی ثابت ہوتی ہی ذخائر مہمات کے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جاہل حنفیون نے
دعوی کیا کہ عیسیٰ اور مہدی دونون بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی مین اسکو خوب رد کیا ہی
اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہی لیکن صاحب فتوحات انکے اجتہاد کے منکر ہین کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک اور جائز لائق
استحالہ تقلید اُن حضرات کے یہ ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی معصوم ہین مطلقاً اور امام مہدی معصوم ہین احکام مین اور ابو حنیفہ رح مجتہد ہین اور مجتہد کی شان یخطی ویصیب ہی لہذا
صاحبین نے اکثر مین ثلث احکام سے انکا خلاف کیا ہی تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہی کبھی خطا نہین کرتا اُس شخص کی جسکی صفت یخطی ویصیب ہی سلسلۂ نقل
جاہلون کا فرط تعصب وعناد سے کچھ نہین مگر ابو حنیفہ رح کی تفضیل اگرچہ بے اصل چیز سے ہو گو وہ کلام مودی الی الکفر ہو اور ان جاہلونکو علم نہین امام اعظم رح کے ان فضائل
جمیلہ کا جنہین علماء محققین نے کتابین تصنیف کی ہین ولہذا انھون نے اُس کذب اور افترا کو پسند کیا ہی جس سے اللہ اور اُسکا رسول راضی نہین بلکہ خود ابو حنیفہ رح
راضی نہین اور اگر ابو حنیفہ رح ایسے افترا کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستونکو اُنکے فضائل واقعیہ کافی ہین اثبات تفضیل کے واسطے ایسے اقاویل کاذبہ
کی حاجت نہین جنسے تنقیص انبیاء علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ وانا الیہ راجعون لوای مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت عزالازم کر کہ وہ پناہ دیتی ہی جو آفتونکی
سے اور سپر ہی سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب اور ناحق جانبداری کو کہ وہ باب عظیم ہی ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی ملتقطاً مترجم حاشیہ طحطاوی
مین ملحدین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابو حنیفہ رح سے تیس برس مین حاصل کیا پھر تین
سال مین ابو القاسم قشیری کو تعلیم کیا اُنھون نے مذہب حنفی مین ہزار کتابین تصنیف کین اور صندوقین بند کر کے نہر جیحون مین امانت رکھین جب عیسیٰ علیہ السلام
قریب قیامت کے نزول کرینگے تو انکی کتابونکو نکال کر اُنکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بیفروغ کو بتفصیل تمام رد کیا ہی خوف تطویل
سے اسپر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کی طرف رجوع کرے اعوذ باللہ من الافراط والتفریط ع دوستی بےخرد خود دشمنی ست وہذا یدل علی امر
عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہ یعنے وفور مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہی جو مخصوص با امام ہی باقی علماء عظام کے مابین
سے کیف لا وہو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ واجر من دون الفقہ والفہ وفرع احکامہ علی اصولہ العظام الی یوم الحشر والقیام امام
مین العلماء کیونکر مخصوص با امر عظیم نہ ہو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہی اسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہی اور اُس شخص کے برابر ثواب ہی جسنے فقہ کو

تدوین وہ جمع کیا اور فقہ مرتب کی کہ تمام قرون کے لوگ اسپر عمل کرینگے قیامت تک عمل رہیگا اول سب سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رہبری کی تصدیق کی تو ان
اپنے ایمان لانے کا ثواب بھی اور پھر تصدیق کرنے والوں کے ثواب کے برابر صدیق کو ثواب ملیگا اسواسطے کہ حدیث میں ہے جو کوئی نیک طریقہ جاری کریگا
ملیگا اور اسپر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملیگا جو نیک طریقہ جاری کرے قیامت تک اسیطرح امام ابو حنیفہ نے اول مدون فقہ کی اور تخریج فرمائی کہ لوگ تا قیامت عمل کرینگے تو اسکا
جتنے مدون کے برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مسند میں ذکر کیا امام ابو حنیفہ نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب پر مرتب کیا اور پھر انکے بعد امام مالک نے
مؤطا میں یہی طریقہ اختیار کیا اس باب میں ابو حنیفہ سے کسی نے سبقت نہیں کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں ابواب کر کے کوئی تصنیف نہیں کی تھی بلکہ
اپنے حافظہ پر اعتماد رکھتے تھے سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہو جاوے تو تدوین کی ابواب میں طہارت سے ابتدا کی
طہارت سے پھر صوم سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر ختم کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی وقد اتبعہ فی مذہبہ جم غفیر من الاولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاہدة
و رکضوا فی میدان المشاہدة کابراہیم بن ادہم و شقیق البلخی و معروف الکرخی و ابی یزید البسطامی و فضیل بن عیاض و داود الطائی و ابی حامد اللفاف و خلف
بن ایوب و عبد اللہ بن المبارک و وکیع بن الجراح و ابی بکر الوراق و غیرہم ممن لا یحصی لعدة ان یستقصی کس طرح ممتاز ہوا اور حلقات مذاہب
امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوتے آئے ہیں اکثر اولیاء کرام ان حضرات میں سے جو متصف بثبات مجاہدہ ہیں اور موصوف بہ تیز روی میدان مشاہدہ
چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور
عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ تعالیٰ اور انکے سوا جنکا شمار نہایت دشوار ہے فلو وجدوا فیہ شبہة ما اتبعوہ ولا اقتدوا ولا وافقوہ سو اگر یہ اولیا
کاملین امام میں کچھ شبہہ پاتے تو انکے تابع اور مقتدی نہوتے اور نہ انکی موافقت کرتے پس حقیقت مذہب امام کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف ان کے
تابع اور مقتدی ہیں وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالتہ مع صلابتہ فی مذہبہ و تقدمہ فی ہذہ الطریقة سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول انا
اخذت ہذہ الطریقة من ابی القاسم النصرآبادی و قال ابو القاسم انا اخذتہا من الشبلی و ہو اخذہا من السری السقطی و ہو من معروف الکرخی و ہو من
داود الطائی و ہو اخذ العلم و الطریقة من ابی حنیفة اور مقرر کہا ہے استاد ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ میں باوجود انکی صلابت کے اپنے مذہب
میں یعنی مذہب شافعی میں اور باوجود انکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف میں کہ میں نے سنا استاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ لیا
ابو القاسم نصرآبادی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ میں نے اسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف
کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابو حنیفہ رح سے علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں کہا کہ عبد الکریم ابو القاسم قشیری نیشاپوری
فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والوں نے نہیں دیکھا شافعی مذہب تھے ۳۷۶ھ ہجری
میں پیدا ہوے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے ان سے روایت کی اور بہت تصانیف انکی مشہور ہیں اور ۴۶۵ھ ہجری میں وفات پائی
کذا فی الطحطاوی و کل منہم اثنی علیہ و اقر بفضلہ فعجبا لک یا اخی الم یکن لک اسوة حسنة فی ہؤلاء السادة الکبار اکانوا متہمین فی ہذا الاقرار والافتخار و ہم ائمة
ہذہ الطریقة و ارباب الشریعة و الحقیقة اور ہر ایک نے ان اکابر سے ثنا کی ہے امام پر اور انکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہوں تجھسے اے بھائی کیا
تجھکو نیک پیروی نہ تھی ان بزرگوں میں کیا انپر تہمت جھوٹ بولنے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار میں اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہیں اس طریقہ
تصوف کے اور سردار ہیں شریعت اور حقیقت والے لوگ ہیں ہم شارح کا یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو امام کے امر میں منکر یا متردد ہیں ومن
بعدہم فی ہذا الامر فلہم تبع و کل ما خالف ما اعتمدوہ مردود و مبتدع اور جو اہل کمال کہ ان حضرات کے بعد ہیں وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت
میں انکے تابع ہیں اور جو بات کہ ان بزرگوں کی سمجھ بوجھ کی مخالف ہے وہ مردود اور ایجاد ناپسند ہے و بالجملة فلیس ابو حنیفة فی زہدہ و ورعہ و عبادتہ

وعلمہ وفہمہ مشارک اور حاصل کلام اور قول مجمل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے زہد اور تقویٰ اور عبادت اور علم اور فہم میں دوسرا کوئی شریک نہیں یعنی بے نظیر ہیں
ومما قال فیہ ابن المبارک ع لقد زان البلاد ومن علیہا ＊ امام المسلمین ابو حنیفۃ ＊ اور منجملہ ان مدائح کے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح میں کہا ہے
یہ ابیات ہیں البتہ زینت دی شہروں کو اور شہر والوں کو مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے ع باحکام و آثار و فقہ ＊ کآیات الزبور علی الصحیفۃ ＊ زینت دی
بسبب احکام شرعی اور احادیث وفقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہیں ع فما فی المشرقین لہ نظیر ＊ ولا فی المغربین ولا بکوفۃ ＊ سو نہیں ہے دونوں
مشرق میں اسکا نظیر اور نہ دونوں مغرب میں اور نہ کوفہ میں ہم دونوں مشرق یعنے ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسی طرح دو مغرب کو
دریافت کرنا چاہیے مراد ان سے تمام دنیا ہے ع یبیت مشمرا سہر اللیالی ＊ وصام نہارہ للہ خیفہ ＊ رات کاٹتا ہے امام دامن چڑھائے یعنے مستعد عبادت راتوں
میں جاگتا اور دن میں روزہ رکھتا ہے اللہ کے خوف سے ہم چالیس برس تمام رات کی بیداری کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور تیس برس برابر روزہ
رکھا کذا فی الطحطاوی ع فمن کابی حنیفۃ فی علاہ ＊ امام للخلیقۃ والخلیفۃ ＊ سو کون ہے ابوحنیفہ رح کے مانند بلندرتبگی میں امام خلق کا اور بادشاہ کا ع رأیت
العائبین لہ سفاہا ＊ خلاف الحق مع حجج ضعیفۃ ＊ دیکھا میں نے اسکے عیب کرنے والوں کو بیوقوف امر حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ع وکیف یحل
ان یؤذی فقیہ ＊ لہ فی الارض آثار شریفۃ ＊ اور کیونکر حلال ہو اُس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین میں ثابت ہیں ع فقد قال ابن ادریس مقالا ＊
صحیح النقل فی حکم لطیفۃ ＊ سو البتہ محمد بن ادریس رح شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہے لطیف حکمتوں میں ع بان الناس فی فقہ عیال ＊ علی فقہ الامام
ابی حنیفۃ ＊ امام شافعی رح کا وہ قول یہ ہے کہ تمام لوگ فقہ میں عیال ہیں یعنے بال بچے ہیں امام ابوحنیفہ رح کی فقہ کے ہم خطیب نے ربیع سے روایت کی
کہ میں نے شافعی سے سنا کہتے تھے الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ یعنی لوگ ابوحنیفہ رح کے عیال ہیں فقہ میں اور خطیب نے حرملہ بن یحیی سے روایت کی کہ
میں نے محمد بن ادریس شافعی رح سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابوحنیفہ رح کے عیال ہیں فقہ میں ابوحنیفہ انھیں ہے جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفۃ
للسیوطی الشافعی ع فلعنۃ ربنا اعداد رمل ＊ علی من رد قول ابی حنیفۃ ＊ سو لعنت ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اُسپر جو ابوحنیفہ رح کے قول کو رد کرے
حلبی نے کہا مراد یہ ہے کہ جو ابوحنیفہ رح کے قول کو رد کرے اُنکو حقیر جانکر اُنکے اجتہاد کا منکر ہو اسواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضوں کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہیں
اور وہ اسپر مستحق ثواب ہیں اسوجہ سے کہ اُنھوں نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یون کہنا اچھا تھا علی من حط قدر ابی حنیفۃ انتہی طحطاوی
نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بصفت متقدمہ تو اسکا غایت رتبہ یہ ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب حرام پر لعنت نہیں بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت
جائز نہیں کہ شاید اسکا خاتمہ بخیر ہو ہاں جملہ کفار پر لعنت جائز ہے لتہی میں کہتا ہوں یواقیت ملتمعہ میں زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن
مبارک نے نقل کی ہیں لیکن لعنت کے بیت اُسمیں نہیں تو اغلب کہ یہ بعض متعصبین کے ملحقات سے ہے اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے ایسی بیباکی
نہایت مستبعد ہے واللہ اعلم وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک الامام علی بن ابی طالب فدعا لہ ولذریتہ بالبرکۃ اور مقرر یہ بات ثابت ہے کہ امام اعظم رح کے
والد ماجد یعنی ثابت نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی اُنکی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپ نے ثابت اور اُنکی اولاد کیواسطے
برکت کی دعا کی ہم حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے
اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ سے سنا کہتے تھے کہ میں اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن النعمان بن مرزبان ہوں
مرزبان اہل فارس احرار کے فرزندوں سے قسم خدا کی ہم میں رقیت کسی کا مملوک ہونا واقع نہیں ہوا میرا جد یعنی امام اعظم رح پیدا ہوا ہجری اسی برس میں اور اُنکا
باپ اُسکو لیگیا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تھا سو آپ نے دعا کی برکت کی اُسکے واسطے اور اُسکی اولاد کے واسطے اور ہم اُس
دعا کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں کذا فی الیواقیت الملتمعۃ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا

اور انہیں نقل ہے کہ ولادت امام کی ۸۰ سنہ ہجری میں ثابت ہے اور وفات علی مرتضی کی تیس سال سے پہلے ہوئی تھی پس اس صورت میں تو امام کو بیعت کا مشہور
قصہ غلط ہے وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا جانا اور انکی اولاد کے واسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے وقیل ان ابا حنیفۃ سمع الحدیث من سبعۃ من الصحابۃ
رضی اللہ عنہم اجمعین کما اوضحناہ فی شرح الملتقی وفی الباسن فقد صح بسنحانیا ملابسا فی اوائل الفیابۃ اور یہ قول صحیح ہے کہ ابو حنیفہ رح نے سات صحابیوں سے
حدیث سنی چنانچہ اوضحتہ فیۃ الملتقی میں شرح ہے اور بیشک صحابیوں کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی کے اوائل میں مذکور ہے امام سیوطی نے
تبییض الصحیفہ میں کہا امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی نے ایک جزء تالیف کیا امام ابو حنیفہ رح کی روایت میں چند صحابیوں سے
سنی انتہی ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابو حنیفہ رح پیدا ہوئے کوفہ میں ۸۰ سنہ ہجری میں اور وہاں اسوقت عبد اللہ بن ابی اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق بعد
میں انس بن صحابی تھے اسواسطے کہ وہ ۹۰ سنہ ہجری میں یا بعد تک مرے اور ابن سعد نے بسند قابل اعتبار روایت کی کہ ابو حنیفہ رح نے انس کو دیکھا اور
ان دونوں صحابیوں کے سوا اور اصحاب شہروں میں زندہ تھے تو ابو حنیفہ رح اس اعتبار سے طبقۂ تابعین میں داخل ہیں اور ائمہ امصار معاصرین ابو حنیفہ رح کو یہ
مرتبہ ثابت نہیں چنانچہ اوزاعی کو شام میں اور حمادی کو بصرہ میں اور ثوری کو کوفہ میں اور مالک کو مدینہ میں اور مسلم بن خالد زنجی کو مکہ میں اور لیث بن سعد کو
مصر میں انتہی ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام میں کہا کہ علما متفق ہیں کہ امام نے اصحاب رسول اللہ صلعم سے روایت کی لیکن انکے عدد میں
اختلاف ہے بعضوں نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضوں نے پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضوں نے کہا سات مرد اور ایک
عورت سے سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور واثلہ
بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہم ہیں اور ثالث قول میں معقل بن یسار زائد ہیں اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہیں اور پہلے قول میں ابو الطفیل مذکور
نہیں کذا فی الطحطاوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادت اور اسکے حاشیہ منہیہ میں کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کوفہ میں ۸۶ یا ۸۷ سنہ میں انتقال کیا اور
انس بن مالک نے بصرہ میں ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ سنہ ہجری میں وفات پائی اور سہل بن ساعدی نے مدینہ میں ۸۸ یا ۹۱ سنہ میں انتقال کیا اور ابو الطفیل نے ۱۱۰ سنہ ہجری
میں وفات پائی چنانچہ جامع الاصول میں ہے صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابو حنیفہ رح کی ملاقات صحابہ سے اور حدیث کی روایت انسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت
نہیں اور ابو حنیفہ رح کے اصحاب کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ رح نے چند صحابہ کو پایا اور انسے روایت کی انتہی میں کہتا ہوں واقع میں عقل کے حساب سے یہ بات بہت دور ہے کہ
رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانہ میں موجود ہوں اور انکی ملاقات کا قصد نکریں باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا ان شہروں میں جہاں اصحاب تھے ثابت ہے
اور بیس برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب میں گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہے تو اصحاب ابو حنیفہ رح کا قول حق ہے جو
کہتے ہیں کہ امام نے جماعہ صحابہ کو پایا انتہی ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہے روایۃ اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہیں اور
ایک جماعت نافی حالانکہ یہ قاعدہ اہل علم میں مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بھی فقط حنفیہ میں منحصر نہیں بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی اور علامہ
جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہیں نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار
ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وقد ذکر العلامۃ شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ الانصاری الحنفی فی منظومتہ الالفیۃ المسماۃ بجواہر العقائد ودرر
القلائد ثمانیۃ من الصحابۃ ممن یروی عنہم الامام الاعظم ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور تحقیق ذکر کیا علامہ شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ
انصاری حنفی نے اپنے منظومہ الفیہ میں جسکا نام جواہر عقائد اور درر قلائد ہے آٹھ صحابیوں کو جنسے روایت کی امام اعظم ابو حنیفہ رح نے خدا کی رحمت
ہو اور انسب پر حیث قال ؎ معتقدا مذہب عظیم الشان ✤ ابی حنیفۃ الفتی النعمان ✤ التابعی سابق الائمۃ ✤ بالعلم والدین سراج الامۃ
جمعا من اصحاب النبی ادرکا ✤ اثرہم قد اقتفی وسلکا ✤ طریقۃ واضحۃ المنہاج ✤ سالما من الضلال والدجی ✤ علامہ مذکور نے جس نام میں

یہ کہا ہے کہ میں کہتا ہوں معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ رح جو امر دنعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب اماموں سے علم اور دین میں امت محمدیہ
چراغ ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سے اُسنے پایا بیشک اُنکا پیرو ہو گیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہے سالم ہے تاریک گمراہی سے ٥ روی
عَنْ اَنَسٍ وَجَابِرٍ ٭ وَابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی کَذَا عَنْ عَامِرٍ ٭ اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبداللہ بن ابی اوفی سے اور اسیطرح عامر سے
عم تبیض الصحیفہ میں عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے میں کلام ہے اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ کی دنیا
میں اور معاویہ کا انتقال ہوا سنہ ۶۰ ہجری میں پھر کیونکر اُنکی روایت مقصود رہو کذا فی الطحطاوی ٥ اَعْنِیْ اَبَا الطُّفَیْلِ ذَا ابْنَ وَاثِلَۃَ ٭ وَابْنَ اُنَیْسٍ الْفَتٰی وَ وَاثِلَہ
مراد عامر سے وہ ابوالطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبداللہ بن اُنیس جوانمرد سے اور واثلہ بن اسقع سے ٥ عَنِ ابْنِ جَزْءٍ قَدْ رَوَی الْاِمَامُ ٭ وَبِنْتِ عَجْرَدٍ
ہی التَّمَامُ ٭ روایت کی امام نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا ہے ابن جزء بفتح جیم و سکون زا معجمہ
ہمزہ وہ عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہے امام اعظم رح سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ سنہ ۹۶ ہجری میں حج کیا تو میں نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا میں نے
والد سے کہا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ اسمیں ایک صحابی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو میں نے جا کر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اَمَانَۃُ الْمُسْلِمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند میں خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہے مَنْ
تَفَقَّہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ کَفَاہُ اللّٰہُ ہَمَّہٗ وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ) ابن شاہین نے کہا سماعت امام رح کی جابر بن عبداللہ سے صریح وہم ہے کیونکہ جابر باتفاق روایات سنہ ۷۰ او
چند سال میں مرگئے اور ۸۰ تک زندہ نہیں رہے جسمیں امام پیدا ہوتے انتہی اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ بعض اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت سنہ ۶۱ ہجری میں ہے
تو بموجب اس قول کے سات یا نو برس کی عمر میں سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصًا وَتُوُفِّیَ بِبَغْدَادَ قِیْلَ فِی السِّجْنِ لِیَلِیَ الْقَضَاءَ وَلَہٗ سَبْعُوْنَ سَنَۃً بِتَارِیْخِ خَمْسِیْنَ وَمِائَۃٍ
اور امام نے وفات پائی بغداد میں ایک سو پچاسویں سال ہجری میں اور انکی عمر ستر برس کی تھی بعضوں نے کہا بندی خانہ میں انتقال کیا اسواسطے محبوس ہوئے
تھے کہ عہدۂ قضا کو قبول کریں ام ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابوحنیفہ سنہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور سنہ ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی
اور بعضوں نے کہا ستر میں اور بعضوں نے کہا اکہتر میں پیدائش ہے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابۂ کرام کے زمانہ میں اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ
میں رجب یا شعبان میں انتقال ہوا قیدخانہ میں اور قضا کا منصب قبول نہ کیا اور مقبرۂ خیزران میں دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل اور نحل میں
مذکور ہے کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تھا کہ اُنھوں نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب رض کے پرپوتے
سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونوں سبب ہوئے ہوں محبوس کرنے کے قِیْلَ وَیَوْمَ تُوُفِّیَ وُلِدَ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَعُدَّ مِنْ مَنَاقِبِہٖ بعضوں نے کہا کہ جسدن امام ابوحنیفہ رح نے وفات پائی اُسی دن امام شافعی رح پیدا ہوتے تو یہ ابوحنیفہ رح یا شافعی رح کے مناقب
میں شمار کیا گیا ام امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہوئی کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نرکھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی رح کی منقبت یہ
ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھہرے وَقَدْ قِیْلَ الْحِکْمَۃُ فِیْ مُخَالَفَۃِ تَلَامِیْذِہٖ اَنَّہٗ رَأٰی صَبِیًّا یَلْعَبُ فِی الطِّیْنِ فَحَذَّرَہٗ عَنِ السُّقُوْطِ فَاَجَابَہٗ بِاَنْ اِحْذَرْ اَنْتَ مِنَ السُّقُوْطِ
لِاَنَّ فِیْ سُقُوْطِ الْعَالِمِ سُقُوْطَ الْعَالَمِ فَحِیْنَئِذٍ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ اِنْ تَوَجَّہَ لَکُمْ دَلِیْلٌ فَقُوْلُوْا بِہٖ فَکَانَ کُلٌّ یَاْخُذُ بِرِوَایَۃٍ عَنْہُ وَیُرَجِّحُہَا وَہٰذَا مِنْ اِحْتِیَاطِہٖ وَوَرَعِہٖ وَعِلْمِہٖ
بِاَنَّ الْاِخْتِلَافَ مِنْ آثَارِ الرَّحْمَۃِ فَمَہْمَا کَانَ اَکْثَرَ کَانَتِ الرَّحْمَۃُ اَوْفَرَ کَمَا قَالُوْا اور البتہ کہا گیا ہے کہ شاگردان امام کے مخالفت میں حکمت یہ ہے کہ امام اعظم رح نے
ایک لڑکا کھیلتے دیکھا کیچڑ میں سو اُسکو ڈرایا رپٹ پڑنے سے سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو اسواسطے کہ عالم کے رپٹنے سے تمام جہان کا
رپٹنا ہے تو اُسوقت سے امام نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر تمھارے سامنے دلیل آوے یعنے اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تمپر ظاہر ہو تو اُسپر عمل کرو تو ہر
شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنے اُسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہے

اور یہی اعتقاد سنت مسنون ہے اور اختلاف مجتہدین کو رحمت سمجھتے ہیں دلیل رحمت اُن کی نشانیوں سے ہر ہر [illegible]
ثابت ہوا کہ اور دلیل قوی ہمارے امام نے درست کیا [illegible] شان ہمارا فوق کی کہ تمامات عظیمہ عبادات عمدہ سے تجربہ [illegible] ہیں مسئلہ
فقہ میں بسبب مذہب [illegible] کے منقول ہوا یہ بات مشہور ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار استادوں کی ملاقات تابعین سے شاگردی کی اور فقہ کو [illegible]
جو اپنی زبان سے فتوی دیا یہاں تک کہ انہوں نے اجازت دی تو لوگوں کی جامع مسجد میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ہزار شاگرد امام [illegible]
سے بزرگ تر اور فائق تر چالیس شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہنچے تھے سو انکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے مددگار ہو اور [illegible]
تمھارے واسطے تیار کر دیا [illegible] کہ تم میری مدد کرو سو [illegible] کہ لوگوں نے مجھکو جہنم کا پل بنایا ہے اور غیر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ
پر رہے تو کہ تقلید سے نجات [illegible] ہوگا اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش
آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور انسے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردوں کے پاس تھے انکو سنتے اور جو آپ کو معلوم تھے
شاگردوں کو سناتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینا مہینا بلکہ زیادہ رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو یہ قول محقق کہ ابو یوسف
رحمہ اللہ نے ثابت کیا یعنی نکتے یہاں تک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح مشورہ کر کے ثابت کیا امام اعظم رح اور اماموں کی طرح بذات خود متفرد نہیں ہوئے
روایۃ لوازمی اختلافات کو آثار رحمت کہنا ثابت ہوا اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے یوں منقول ہے کہ اختلاف ائمۃ
الہدی توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی وھی رسم المفتی یہ نشانی ہر مفتی کے واسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتے ہیں جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کریں اصولیوں
کے نزدیک مفتی مجتہد ہے بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح سے کہا کہ فتوی دینا حلال نہیں مگر مجتہد کو اور محمد رح نے فتوی دینا جائز رکھا ہے اگر
مرد کا صواب اسکی خطا سے زیادہ ہو اور اسبیجابی سے منقول ہے کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہیں فتح القدیر میں کہا ہے کہ اہل اصول کی رائے اسپر مستقر
ہو گئی ہے کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہو وہ مفتی نہیں ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے قول کو
بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانہ میں فتوی دیتے ہیں وہ درحقیقت فتوی نہیں ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اسپر عمل
کرے اور نقل فتوی کی دو صورتیں ہیں یا ناقل کے پاس سند ہو اس امر میں یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اس کتاب معروف سے جو متداول ہے محمد بن حسن کی کتابوں
سے اور مانند انکے اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے کذا فی الطحطاوی اعلم ان المتفق علیہ اصحابنا فی الروایۃ
الظاہرۃ عنہم یفتی بہ قطعا یہ معلوم کر کہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم رح اور انکے اصحاب متفق ہوگئے ہیں روایت میں جو ظاہر ہے اسپر تو مفتی اسکا فتوی
دے یقینا ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سوائے اور روایات مرجوع عنہا ہیں یعنی مطروح ہیں یا غیر مشہور نامعتبر ہیں اور ظاہر الروایۃ
کی کتابیں زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر ہیں محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایۃ کے معنی یہ کہ انکی روایت امام اعظم
اور انکے اصحاب سے ظاہر ہے ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ متواتر ہو یا بشہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ جیسے وقایہ اور قدوری وغیرہ بھی
ظاہر الروایۃ ہیں اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہیں واختلف فیما اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی
الاطلاق اور جسمیں اختلاف کیا گیا ہے جسمیں ہمارے اصحاب مختلف ہیں اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا میں ہے یہ ہے کہ فتوی دیا جاوے امام اعظم رح کے
قول پر یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد پھر اگر امام اعظم رح کا قول نہ ہو تو ابو یوسف رح کے
قول پر فتوی دیا جاوے پھر محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاوے پھر زفر اور حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاوے طحطاوی نے کہا یہ صورت باقی رہی کہ اگر
صاحبین رح متفق ہوں اور امام اعظم رح منفرد ہوں سو بعضوں نے کہا ہے کہ مفتی مختار ہے چاہے صاحبین رح کے قول پر فتوی دے چاہے امام صاحب کے قول پر

انتہی قاضی خان کے فتاوی مین ہو کہ درصورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف رح اور محمد رح ہین تو دونون کے متفق قول پر فتوی دیا جاے کیونکہ دونون مین وفور شرائط اور راوی ثواب کا استجاع ہو اور اگر صاحبین رح کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو چنانچہ قضا بظاہر عدالت تو صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملات مین اور انکے مانند مین بھی صاحبین رح کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہو اور اسکے سواے مین بعضون نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہو اور عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف مین اختلاف ہو بعضون نے کہا کہ جو دس سوالات کے جواب مین آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جوابون مین چوک جائے وہ مجتہد ہو اور بعضون نے کہا کہ اجتہاد کے واسطے حفظ مبسوط اور معرفت ناسخ و منسوخ اور محکم و ماول کی اور لوگون کے عادات اور عرف کا علم ضرور ہو انتہی ما فی الخانیۃ وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک اور حاوی قدسی مین قوت دلیل کی تصحیح کی ہو مدرک بصیغۂ اسم مفعول یعنی دلیل ہو اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہو طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام کا قول ہو یا ابو یوسف رح یا محمد رح کا وہی قول مقدم ہو اور وجہ توفیق ان دونون مختلف قولون مین یہ ہو کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول قوی المدرک پر فتوی دے اور نہین تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ مین ہو کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونون قولون مین سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو فتوی دینا جائز ہو ہم طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہو کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونون مین یا بلفظ صحیح کی یا ایک مین اصح کا لفظ ہو اور دوسری مین صحیح کا ہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہو وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی وبہ ناخذ وعلیہ الاعتماد وعلیہ عمل الیوم وعلیہ عمل الامۃ وہو الصحیح او الاصح او الاظہر او الاشبہ او الاوجہ او المختار ونحوہا مما ذکر فی حاشیۃ البزدوی انتہی اور مضمرات کے اول مین ہو کہ فتوی دینے کے علامات بارہ الفاظ ہین علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی مین مذکور ہین انتہی ما فی المضمرات ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یون ہو وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہو وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسی کو ہم لیتے ہین وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر اعتماد ہو وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہو آج کے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہو وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہو او الاصح یا صحیح تر ہو او الاظہر یا ظاہر تر ہو او الاشبہ یا بحق مشابہ تر ہو او الاوجہ یا موجہ تر ہو او المختار یا پسندیدہ تر ہو اور ان الفاظ کے مانند وعلیہ عمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ اخذ العلماء قال شیخنا الرملی فی فتاواہ وبعض الالفاظ آکد من بعض فلفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوے مین کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہین بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہو صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید ہو کہ فتوی جاری نہین ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہو فتوی کا چنانچہ ابانی یا آکدیت اور لفظ فتوی ہو اسکے حروف اصلیہ مراد ہین کسی صیغہ مین پاے جائین کذا فی الطحطاوی ولفظ وبہ یفتی آکد من الفتوی علیہ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہو الفتوی علیہ کی لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہو اور اسی طرح لفظ علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہو والاصح آکد من الصحیح والاحوط آکد من الاحتیاط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہو صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہو احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہر اسم تفضیل کے سب صیغون کا یہی حکم ہو قلت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی عند قولہ لا یجوز من مصحف الا بغلاف او تعارض اماماں معتبران عبر احدہما بالصحیح والآخر بالاصح فالاخذ بالصحیح اولی لانہما اتفقا علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق اوفق فلیحفظ شارح نے کہا مین کہتا ہون لیکن حلبی کی شرح منیہ مین ماتن کے اس قول کے پاس کہ جائز نہین مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہو کہ جب مقابل اور مختلف ہون ترجیح اقوال مین دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح ہو اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہو تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہو اسواسطے کہ دونون امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت مین اتفاق نہین بلکہ ایک امام کا انفراد ہو اور حال انکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر باحتیاط ہو تو اس استدراک کو یاد رکھنا ثم رایت فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذیلت روایۃ فی کتاب

و مستعمل باتیں ہو اور وہی اور وقتی رنہو وفقد من یفتی بہ وبحیثی ھذا لفظا ثبت یہ صحیح میں نے دیکھا ہے سوالات آداب المفتی میں کہ جب کسی متن میں روایت ذیل ادرج ہو
یعنی روایت سے جو لکھا ہو کہ یہ آیا ہو یا اولیٰ ہو اور فتویٰ اسی پر ہو اور روایت اسکے خلاف ہو یہ وجہ وہ راجح ہو تو مفتی کو اختیار ہے کہ دونوں روایت کا فتوی دے دے اسکے مخالف
دوسری روایت کا بھی فتوی دے سکتا ہے دونون میں سے ہر ایک اسواسطے کہ الاصح لفظ افعل التفضیل ہے دلالت کرتا ہے کہ مقابل اسم التفضیل کا بھی صحیح ہے کہ فی المعروف [?]
والاوفق بالصحیح و عنہ ماخوذ بہ و بہ یفتی و علیہ الفتویٰ لم یفت بخلافہ اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی لکھا ہو تو اسکے مخالف روایت کا
فتوی نہ دے اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی و علیہ الفتویٰ کا مقابل غیر مفتی بہ ہے الا اذا کان فی الہدایۃ مثلاً ھو الصحیح
وفی الکافی بخلافہ ھو الصحیح تخیر و یختار الاقوی عندہ والالیق والاصلح انتہیٰ تلخیصاً مگر جبکہ ہدایہ میں روایت کے ذیل میں ہو الصحیح ہو اور کافی میں اسکے مخالف روایت
کی ذیل میں ہو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہے اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہی اور فی الرسالۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
کہ جو قوی تر ہو اسکا اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی درصورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی و حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ
انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ کچھ فرق نہیں درمیان
مفتی اور قاضی کے یعنی بموجب تفصیل مذکور کے قاضی بھی انہیں علامات افتا پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے اور
قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہے بجادمت حبس اور تعزیرات اگر کوئی عمل نہ کرے اور قاضی کو اختیار ہے اقامت حدود و قصاص کا کذا فی الطحطاوی وان الحکم
والفتیا بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنی حرام اور باطل ہے تو راجح
چنانچہ صاحبین رح کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہیں ہوئی یا انکی وجہ کی تقویت نہیں ہوئی اور روایت ابطال ہے ظاہر الروایۃ سے مخالف پر فتوی
دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول مرجوع عنہ پر فتوی دینا کذا فی الحلبی وان الحکم الملفق باطل بالاجماع اور یہ کہ حکم ملفق یعنی بلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب
کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو میں ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی رح مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بموجب مذہب امام اعظم رح کے کذا
فی الطحطاوی شافعی رح مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اسے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی چوتھائی
سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا وہو المختار فی المذہب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے
بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب میں ہم مثلاً قاضی حنفی نے ثبوت نکاح بغیر شہود میں امام مالک رح کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع کرنے کا
قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اسکو جائز نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں جواز تقلید کی
مطلقاً نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ میں اسواسطے کہ یہاں تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو
مثلاً شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ میں عبارت ہے شافعی رح کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلہ میں یہاں تک کہ اگر اسی
مسئلہ خاص میں جس میں حنفی نے شافعی رح کی تقلید کی ہے سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب نہ دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بمقابل مذہبہ کا [?]
یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی اگر زمان مستقبل میں ویسی ہی صورت جس پر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی
پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب مستفتی کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہے شافعی کی تقلید سے
مسئلہ مقلد فیہا میں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی واقعہ مخصوصہ منقضیہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے نہ اس واقعہ سے جو بعد اسکے اسی جنس کا حادث ہوا اور تقلید مذکور کے جواب
میں دو قول ہیں قول مختار یہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اتنا کفایت کرتا ہے کہ جب مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اسکے نزدیک صواب اور راجح ہے باحتمال
خطا اور یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہے اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی میں عمل بالخطا لازم آتا ہے اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہے [?]

یحیی بن سیف الدین سیرامی حنفی کے جواب کا اور مفتیان مصر نے بھی اسپر اتفاق کیا ہے اور اس تقریر سے نکلتا ہے کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی
تقلید ساتھ ہی جائز نہیں اسطرح کہ حنفی اور حنبلی ایکساتھ ہوجاوے راسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ مخصوصہ میں تو اسپر واجب ہے کہ اس مسئلہ
کی تمیم متعلقات میں مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود مختصراً وان الخلاف خاص بالقاضی المجتہد
اور یہ کہ خلاف مذکور میں یہ قاضی مجتہد ہے یعنی امام اور صاحبین کا خلاف ہے کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا دوسرے مذہب پر حکم کرے تو اسکا حکم نافذ ہوگا یا نہیں تو
صاحبین نے کہا کہ اسکا حکم نافذ ہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمداً میں امام سے دو روایتیں ہیں اور بزازی نے کہا
کہ صاحبین کے قول پر حکم میں امام کے موافق ہیں اور شمس الائمہ نے کہا کہ علیہ الفتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی واما المقلد فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذہبہ اصلاً کما فی القنیۃ اور مقلد قاضی کا
حکم تو برخلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہیں ہوتا چنانچہ قنیہ میں ہے اور شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ سے صریحاً مخالف ہے کما فی الطحطاوی قلت ولا سیما فی زماننا
فان السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون معزولاً بالنسبۃ بغیر المعتمد من مذہبہ فلا ینفذ قضاؤہ فیہ وینقض کما بسط
فی قضاء الفتح والبحر والنہر میں کہتا ہوں اور خصوصاً ہمارے زمانہ میں حکم خلاف مذہب نافذ ہوگا اسلیے کہ بادشاہ اپنے فرمان میں تصریح کردیتا ہے قاضی کے روک دینے پر
اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اسکا حکم کرنا اپنے مذہب
کے غیر معتمد میں نافذ نہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضاء میں یہ قول مشرح مذکور ہے قال فی البرہان وہذا صریح الحق الذی
یعض علیہ بالنواجذ علامہ مظہر الحسنی نے برہان شرح مواہب الرحمن میں کہا اور یہ قول مذکور وہ حق صریح ہے جسکو دانتوں سے پکڑنا چاہیے ثم ان الامیر متی صادف فصلاً
مجتہداً فیہ نفذ امرہ یعنی حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے یعنی مختلف فیہ صورت ہو جسمیں اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائیگا
کما فی سیر التتارخانیۃ وشرح السیر الکبیر فلیحفظ اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق
قد فقد والبتہ علما نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنی جو اصول اور قواعد میں دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہوگیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہیں ہم کہتے ہیں کہ
جو کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ میں مقید او منحصر نہیں انتہی حافظ شیرازی نے فرمایا ہے فیض روح القدس ار
باز مدد فرماید ہ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ہ واما المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہیں ہم مراتب سبعہ کا یوں بیان ہے
کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چاروں امام اور انکے مانند جنھوں نے اصول اور قواعد کو موسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب
اور سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ آپکسی کے مقلد نہیں ہیں دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف رح اور محمد رح وغیرہما
من اصحاب ابی حنیفۃ رح جنھوں نے احکام کو نکالا دلائل اربعہ سے موجب انھیں قواعد کے جو امام اعظم رح نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع
میں امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول میں انکے تابع ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی رح وغیرہ سے ممتاز ہیں تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف رح
اور طحطاوی اور ابو الحسن کرخی رح اور شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر
قادر نہیں نہ اصول میں نہ فروع میں لیکن وہ ان احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہیں امام کے قواعد سے جنمیں امام سے روایت نہیں چوتھا طبقہ اصحاب تخریج
مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلاً قادر نہیں لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین
یعنی پہلو دار قول کی تفصیل پر قادر ہیں اسکے امثال اور نظائر پر قیاس کرکے ہدایہ میں جو بعض مواقع میں تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سوا اسکا یہی مطلب ہے پانچواں طبقہ
اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور انکے مانند انکی شان یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہیں اسطرح کہ
یہ قول اولیٰ ہے یا اصح ہے درایت کی راہ سے یا اصح ہے روایت کی راہ سے وہذا اوفق للقیاس وہذا ارفق للناس چھٹا طبقہ ان مقلدوں کا ہے جو مابین اقوی اور قوی اور ضعیف اور

خواہ مذہب ہو خواہ دوسرا ہو تھا اور روایت کا دروکی قیامت تک اسپر کرد رہی تھی پس مصنف کی صاحب مذہب اور صاحب مذہب و بعد صاحب ترجیح تھا

نہ یہ کہ یا تو کئی جوات مین قول ہو اور روایت شیخ نے نقل نہین کیے ساتھون طبقون تعمد کہ جو شیخ روایت پر ترجیح نہ دی ہو تو قرینہ نہین کرسکتے

اقوال کو نہین سے منتخب نہیں کیا بلکہ صحیح کرتے ہین روایات کو اسپر ہین طالب علم کیلئے اور اسکی تصریح کی ہے کہ شیخ اسلام مکال پاشا نے

اپنی طبقات میں محمود بن سلیمان کفوی سے اور کتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان مختار ہے اور یہی طرح مرتب ہے طحطاوی نے ابن کمال پاشا کے رسالہ وقت

طبقات سے مختصر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ جو مطلق بھی ان طبقات مین داخل ہے اور مصحح کو محتاج اسکے تو بعض ہو اور سب کو تقید کرتے ہین پس نقل ہیکرکہ جسے سابقین دیند

بھی مقلد محض میں کچھ بھی اجتہاد پر نہیں وما علینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم اور ہم لوگون پر تو پیروی اس قول کی لازم ہے جسکو علماء ترجیح اور

تصحیح مین سے ترجیح دی ہے اور تصحیح کی ہے جیسے اس صورت مین ہم پر پیروی انکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ مین زندہ ہوتے اور فتوی دیتے ہم ترجیح اور تصحیح

سبب انکی تمام علامات مذکورہ مراد ہین نہ فقط لفظ ترجیح یا تصحیح کا فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح پھر اگر تو اے سائل یون کہے کہ کبھی تو اقوال

بدون ترجیح کے نقل کرتے ہین اور کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین ہم حاصل سوال کا یہ ہے کہ اتباع مرجح کا نہین ہوسکتا جبتک کہ ایک قول کی ترجیح نہو اور جب

علماء ترجیح تو دی یا ترجیح مین اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگی قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ہو الارفق وما ظہر علیہ التعامل

وما قوی وجہہ ولا یخلو الوجود ممن یمیز ہذا حقیقۃ لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ مین سوال مذکور کا جواب دیتا ہون کہ صورت مذکورہ مین عمل

کیا جائے جسطرح علماء سابقین نے عمل کیا یعنے اعتبار کرنا عرف کے بدل جانے کا اور لوگون کے احوال کا اور اعتبار کرنا اس قول کا جو لوگون پر آسان ہے اور

جسپر لوگون کا عمل جاری ہوگیا ہو اور جس قول کی دلیل مضبوط ہو اور وجود خالی نہوگا حقیقت مین نہ فقط گمان مین ایسے شخص سے جو تمیز کرے ہسکو یعنی تغیر عرف اور رفق

اور تعامل کو اور جسکو اسکی تمیز نہو اسپر لازم ہے کہ اہل تمیز کی طرف رجوع کرے اپنے بری الذمہ ہونے کے واسطے ہم تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہے تو یہ تکرار ہے

اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہے اور یہ شخص ممیز کی طرف رجوع کرنا کاہے دشوار تر ہوتا ہے کیونکہ وہ شہر جہان مین ہوتا ہے

اور محکم تر وہی ترتیب ہے جو سراجیہ سے منقول ہوچکی یعنے امام کے قول پر فتوی علی الاطلاق پھر ابو یوسف جسکے اخر کذا فی الطحطاوی فنسأل اللہ تعالی التوفیق والقبول

بجاہ الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہین اللہ تعالی سے امر خیر کی مددگاری اور قبولیت اس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کیف لا

وقد یسر اللہ تعالی ابتداء تبییضہ فی الروضۃ المحروسۃ والبقعۃ المانوسۃ تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ وحائز الکمال والبسالۃ وضجیعیہ الجلیلین النیرین الامین الکاملین

رضی اللہ عنہما وعن سائر الصحابۃ اجمعین وو الدینا ومقلدیہم باحسان الی یوم الدین اور کیونکر یہ کتاب مقبول نہو حالانکہ حق تعالی نے ابتداء صاف کرنے

اس کتاب کے مسودہ سے سفید کی طرف میسر کردی روضہ محفوظہ اور مکان مانوس مین سامنے چہرہ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت

کے اور سامنے رسول کریم کے اور ہمخوابون کے جو جلیل القدر اور روشن کامل الوجود ہین یعنے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالی ان دونون

سے اور باقی تمام اصحاب سے اور ہمارے باپ دادون سے اور اصحاب کے نیک پیروؤن سے قیامت کے دن تک ثم تجاہ الکعبۃ الشریفۃ

تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام واللہ تعالی المیسر للتمام پھر ابتداء صاف کرنے کی ہوئی کعبہ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم

مین اور اللہ تعالی تمامی کتاب کا آسان کرنے والا ہے ہم تو ابتداء تحقیق تبییض اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ مین روضہ مقدسہ کے اندر مواجہہ شریف

نبوی مین ہوئی اور ابتداء اتمام بیت اللہ مین ہوئی وہذا من اول علامات القبول اگر کریم علی الاطلاق مترجم درافتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مقبول کرے تو اسکی رحمت بے علت سے کچھ دور نہیں شعر عاشقان را بہ نیکان ہمی بخشد کریم + بعد فراغ خطبہ وقت مولف شارح

رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح مین شروع کرتا ہے اور مترجم اسکے ترجمہ کرنے مین

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہو طہارت کی یعنی پاک صاف ہونے کے مسائل قدمت العبادات علی غیرہا اہتماما بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کی رعایت کرنے سے ہم دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہو لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ مین داخل نہین اور عبادات پانچ قسم ہین نماز زکوۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہین معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہین قتل نفس کا زجرہ اور اخذ مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سواہل تصانیف نے فقہ کی کتابون مین اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہو اسواسطے کہ انکو شان عبادات کا اہتمام منظور رہا انہر الفائق مین ہو کہ کثرت احتیاج باعث ہو اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہو نسبت معاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہو والصلوۃ تالیۃ للایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہو یعنی قرآن اور حدیث مین ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہو قال اللہ تعالیٰ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہین کہ ایمان بالغیب لاتے ہین اور نماز کو قائم کرتے ہین اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہو والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنے کنجی ہو کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہین ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القرمانی وشرطہا مختص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہو مخصوص بنماز لازم ہو نماز کو اسکے تمام ارکان مین یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہو دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہو نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہو اور اسکے تمام ارکان کو لازم ہو اور شرط ہر شی کی مقدم ہوتی ہو اسکے مشروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا بر خلاف باقی شروط صلوۃ کے اسواسطے وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سے آخر تک ضرور نہین ہو اور طہارت کا ہونا ضرور ہو الا بعذر و نیت کا ہونا تحریمہ کے وقت کافی ہو اور اسیطرح نیت کا علاوہ یہ کہ نیت مخصوص بنماز نہین بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہو اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہو تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص بنماز نہین ہو اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف مین بھی طہارت شرط ہو طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یون ہوسکتا ہو کہ طہارت نماز کے واسطے فرض ہو اور مس مصحف اور طواف کے واسطے واجب ہو تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہو وما قیل قدمت لکونہا شرطا لا یسقط اصلا ولذا فاقد الطہورین یؤخر الصلوۃ رد بان النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہو کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہین ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسی واسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانے والا نماز کو تاخیر کرتا ہو اور بروہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہو کہ نیت بھی ایسی ہو کہ ہرگز ساقط نہین ہوتی سو یہ تینون دعوی مردود ہین ہم پہلا دعوی یہ ہو کہ طہارت ایسی شرط ہو کہ اصلا ساقط نہین ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہو کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہو بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہو کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہین ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہو شارح نے ان تینون دعوون کو غیر مرتب رد کیا فاقد الطہورین کی صورت یہ ہو کہ مثلا ایک شخص ایسے مکان مین محبوس ہوا جہان پانی نہین اور اسکی زمین اور دیوارین نجس ہین اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہ ہو کہ قنیہ وغیرہا مین ہو کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہو اسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہو ہم ارادہ دل کا نام نیت ہو نہ زبان سے بولنے کا تو دیکھو کہ یہان پریشان دل سے نیت کرنا ساقط ہو گیا تو نیت عدم سقوط مین طہارت کے برابر نہ ٹھہری یہ رد ہو تیسرے دعوی کا ابو سعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت مین کلام ہو اسواسطے کہ اسمین الفاظ زبانی کو نیت کا بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہو اور حالانکہ یہ ممنوع ہو حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہان بدل کا ٹھہرانا مفہوم نہین ہوتا بلکہ جبکہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہو تو ذکر لسانی اصل ہو گیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل مین آیا اسی قدر حصول نیت مین کافی ہو جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہین کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کے واسطے ہو اور یہ نہین کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہین واما الطہارۃ فالظہیریۃ وغیرہا من قطعت

یہ دو بہا او موجود ہیا ہے یعنی بلا وضو مراد تیمم والا ہیں فی الصحیح اور طہارت کا حال یہ ہے کہ ظہیریہ وغیرہ میں ہے کہ جس شخص کے درمیان دو قدم یا دونون پاؤن کٹے ہون
اور کتے ہون پھر بھی وہ شخص بدون وضو اور تیمم کے نماز پڑھے اور ایسا ہی اعادہ نہ کرے صحیح تر قول میں یعنے پر وہ درست ہونے کے بعد اس پر اعادہ نہیں ہے ہم یہ دعوے
ہے دعوی کا یعنی اس صورت میں طہارت ساقط ہو گئی ہے جیسا ہم کو ذکر گزشتہ سے ثابت کیا اسواسطے کہ الّا ان ضاقت وہ توانہ صورت میں تیمم کا حکم ہو گیا
یعنے جس پا تقدیم کے ساتھ دونون ہاتھون کے ہوئے ہوئے تو نا قد الطہورین فی المشتمل وغیرہ وغیرہ یعنے بالتشبیہ بالمصلین عند ہما والیہ صح رجوع الامام وعلیہ الفتوی در نا قد الطہورین کا
حال یہ ہے کہ قول مشتمل وغیرہ میں ہے کہ نا قد الطہورین نمازیون کے ساتھ انکے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول
کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم یہ جواب دعوی ثانیہ کا ہے ان افعال کو نماز کا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا
واجب ہوگا تو حقیقت میں یہ جواب نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یہ نماز کی صورت ہے حقیقت نماز کی اگر حقیقت میں نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہ ہوتا ہے یہ ظہر ون
تعمد الصلوة بلا طہر غیر مکفر کالصلوة لغیر القبلة او مع ثوب نجس وہو ظاہر المذہب کما فی الخانیة میں کہتا ہون اور ظہیریہ کے مضمون گزشتہ سے پیدا ہوا کہ بدون
طہارت کے قصدا نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہین کر دیتا جیسے غیر قبلہ کی طرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھے وہ کافر نہین کرتا اور یہی یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے چنانچہ
خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں ہے ہم تینون صورتون میں عدم تکفیر مشروط بعدم استحلال وعدم استخفاف ہے اور مسئلہ ظہیریہ پر تعمد صلوة بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح
نہیں اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت میں مفروض ہے تو حالت اختیار کو اسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا دفی سیر الوہبانیہ صفہ دفی کفر من صلی بغیر طہارة عمدا
خلف فی الروایات لیسطر اور وہبانیہ کی کتاب السیر میں ہے اور اس شخص کے کفر میں جو بدون طہارت کے قصدا نماز پڑھے اختلاف ہے روایات میں کہ کتابون میں
مرقوم ہے ہم یعنے علماء مذہب کا آپس میں اختلاف ہے اور عدم تکفیر کا قول معتمد ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہے بلکہ فقہانے فرمایا ہے کہ اگر ستر روایتین متفق پائی جاوین ایک
مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اسی ضعیف روایت پر عمل کرے نہ اور قوی روایتون پر کذا فی
الطحطاوی ہم جو مرکب اضافی ہے ہم کہتے ہیں کہ کتاب الطہارة لفظ مرکب اضافی ہے یعنے دونوں لفظون سے مرکب ہے پہلی لفظ کو مضاف کہتے اور دوسری کو
مضاف الیہ عربی زبان میں مضاف مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی میں مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی کا لفظ دونون کے بیچ میں آتا ہے چنانچہ
کتاب الطہارة یعنے طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا او خبر و مفعول الفعل محذوف کتاب الطہارت مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول ہم
جملہ او بکلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہے تو وہ اسمیہ ہے اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہے سو اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہیں اور دوسرے جز کو خبر چنانچہ زید
قائم زید مبتدا ہے اور قائم اسکی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جز کو فعل کہتے ہیں اور دوسرے کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارة کو
مبتدا قرار دیجیے تو خبر اسکی محذوف ہے یعنی کتاب الطہارة ہذا اور اگر اسکو خبر کہیے تو مبتدا محذوف ہے یعنی ہذا کتاب الطہارة اور اگر اسکو مفعول فرض کیجیے تو فعل اور جملہ
اسکا محذوف ٹھہریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارة یا اقرأ کتاب الطہارة یعنے لے کتاب الطہارة کو یا پڑھ اسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت میں آخر کتاب پر رفع یعنی پیش
ہوگا اور مفعول ہونے میں نصب یعنی زبر ہوگا یہ سب اس تقدیر پر ہے جب کتاب الطہارة کو پورا کلام قرار دیجیے فان ریدبہ التعداد بنی علی السکون پھر اگر کتاب الطہارة
کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جائے تو آخر کتاب کا حرف یعنی بے پر سکون اور جزم ہوگا ہم یعنے جو کتابین متن میں مذکور ہین انکو کوئی شخص بطور اعداد گنے تو حرف
اخیر کتاب کا مبنی علی السکون ہوگا کیونکہ وہ حرف کا مشابہ ٹھہرا عدم اعراب میں وکسر تخلصا من الساکنین اور اسی حرف اخیر کو شمار کی صورت میں کسرہ دیئے
زیر دیا جاتا ہے تاکہ التقاء ساکنین سے مخلصی حاصل ہو پہلا ساکن با موحدہ ہے اور دوسرا ساکن لام اول ہے [illegible] والاضافة لامیة اور کتاب الطہارة کی
اضافت لام والی ہے یعنی لام والی ہم اضافت تین قسم ہے اسواسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا بیان ہے یا مبین ہے یا ظرف ہے اگر مبین ہے تو وہان اضافت بمعنی لام ہے
جو اختصاص پر دلالت کرتا ہے چنانچہ غلام زید یعنے وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر مبین ہے مضاف کا تو وہان اضافت بمعنی من ہے چنانچہ خاتم حدید

چنانچہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہی تو وہان اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہی چنانچہ صوم الیوم یعنے روزہ جو دن کے اندر واقع ہی تو جبکہ اضافت
کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یون ٹھہری کہ کتابٌ وضع لبیان مسائل الطہارۃ یعنے وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہی اور چونکہ طہارت
عین کتاب نہین لہذا شارح نے اسکی نفی کی اس طرح کہ یہ اضافت من والی نہین ہی اور ماتن کی شرح مین جسکا منح الغفار نام ہی کہا ہی کہ یہان اضافت بمعنی
فی موجہ تر ہی تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب ہی مسائل کے بیان مین وہل یتوقف حدہ لقباً علے معرفۃ مفردیہ اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہی
اُن مسائل کا اُسکے دونون مفرد یعنی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہی یا نہین ہم یہ سوال ہی شارح اسکا جواب آگے دیتا ہی الراجح نعم قول راجح یہ ہی
کہ ہان موقوف ہی ہم مرکب جبکہ نام ہو کسی چیز کا تو اسمین دو قول ہین قول ضعیف مرجوح یہ ہی کہ اسکی تعریف اُسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہین اسواسطے
کہ نام رکھنے سے اُسکے معنی افرادی مسلوب ہو گئے چنانچہ عبداللہ کسی کا نام رکھا اور قول راجح قوی یہ ہی کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہی مزید توضیح کی وجہ
علی الخصوص جبکہ نام مین معنی وصفی کا لحاظ ہو چنانچہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر مبنی کرکے دونون مفرد یعنی مضاف اور
مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہی فالکتاب مصدرٌ بمعنے الجمع لغۃ تو کتاب کا لفظ لغت عرب مین مصدر ہی بمعنے جمع یعنے ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور
صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کہے ہین تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہی نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہی کتب کا ویسی ہی کتابت اور
کتب بھی اُسکا مصدر ہی کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہی جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلین اور اُسکے ہندی معنی مین نا کا لفظ چنانچہ جلوس بیٹھنا
قیام کھڑا ہونا جعل شرعاً عنواناً لمسائل مستقلۃٍ بمعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع مین کتاب کو مسائل مستقلہ کا سرنامہ اور لقب قرار دیا ہی بمعنی مجموع ہم یعنی
جمع کرنا اُن الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کرین یہی مراد ہی کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہی کہ اُن مسائل کا تصور کرنا موقوف نہین اُس شی پر جو اُس
سے پہلے اور پیچھے ہی سو کتاب الطہارۃ باین معنی مستقل ہی یعنے کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہین اور استقلال کا یہ مطلب نہین کہ وہ اصل ہی کسی کا
تابع نہین کیونکہ یہ مطلب صحیح نہین اسواسطے کہ طہارت تابع ہی صلوۃ کی مسائل کی قید سے اُن حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہو گیا جو مسائل نہین ہین اور
استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکلگئی کیونکہ دونون مستقل نہین ہر کتاب کی تحت مین داخل ہین تو فصل وہ صنف ہی جو داخل ہی
اُس صنف کے تحت مین جسکا باب نام ہی اور باب اُس صنف کے تحت مین ہی جسکا نام کتاب ہی اور کتاب اُس صنف کے تحت مین ہی جو مسمی بعلم ہی تو علم مدون
صنف عالی ہی اور کتاب اور باب اور فصل اُسکے اصناف سافلہ مین درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہی اُسکو جسکے مسائل کی ایک ہی نوع ہی چنانچہ کتاب اللقطہ
اور اسکو جسکی بہت انواع ہین چنانچہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہی یا کہ فعال کا صیغہ ہی بمعنی مفعول آتا ہی جیسے
لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطحطاوی ملتقطاً منہما والطہارۃ مصدر طہر بالفتح والضم بمعنی النظافۃ لغۃ اور لغت مین طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہی طہر کا جو فعل ماضی
مفتوح العین ہی اور مضموم العین بھی آیا ہی یعنے نقلت ہم صاحب قاموس نے عین ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہی اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہی ولذا افردہا اور
ماتن نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہی یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہی اور اصل مصدر مین افراد ہی لہذا مصنف اُسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے
انواع بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہی وشرعاً النظافۃ عن حدثٍ او خبثٍ اور شرع مین طہارت پاک صاف ہونا ہی
نجاست حکمی یا نجاست حقیقی سے ومن جمع نظر لانواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنے جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اُسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی وہی کثیرۃ
اور اقسام طہارت کے بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمتہا شہیرۃ اور طہارت کی حکمتین مشہور ہین یعنی جن امور کے
واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین مین مشہور ہین از انجملہ گناہون کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر
اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہی مباح کر لینا ہی اُس عمل کا جو حلال نہین بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ

للنافلۃ حتی ثواب لازم نہیں کیونکہ ثواب موقوف ہو نیت پر اور نیت طہارت مین شرط نہین (وسببہا) سبب وجوبہا الاکل عند قوم کونہ وضوء کا عدم …

او بناہی بالصلوۃ اور طہارت واجب ہونے کا سبب وہ فعل ہو جو حلال نہین ہوتا ہو بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز فرض ہو جیسے مصحف کا چھونا یہ ہم

انہ قال بعد سرد الاقوال ونقل کلام الکمال الظاہر ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے چند گزرے اقوال

علما کے سبب طہارت مین اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر کے حاشیہ وایت یہ کہا کہ قول ظاہر یہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہو فرض و نفل کا ہم

طہارت کے سبب مین چار قول ہین پہلا قول سرخسی کا کذا فی الفتح یہ ہو کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہو طہارت کا دوسرا یہ کہ اقامت صلوۃ سبب ہو تیسرا یہ کہ ارادہ نماز کا سبب

ہو چوتھا یہ کہ وجوب صلوۃ سبب ہو شرط وجود صلوۃ صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہ شبہہ کیا کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا تو اسکا مقتضی یہ ہو کہ جب نفل کا ارادہ

کرے اور وضو نکرے تو گنہگار ہو کیونکہ اگرچہ نماز پڑھے حالانکہ ایسا نہین ہو یعنے اگرچہ نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیے کہ وضو نہ کرنے سے گنہگار ہو اسکا جواب شارح نے

آگے بطریق استدراک کے دیا لکن ترک ارادۃ النفل یسقط الوجوب ذکرہ الزیلعی فی الطہارۃ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہو لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت

کا ساقط ہو جاتا ہو ایسا ذکر کیا ہو زیلعی شارح کنز نے باب الطہارۃ مین ہم زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت اسپر واجب ہوئی پھر جبکہ نفل پڑھنے سے دل

ہٹا تو طہارت بھی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کے واسطے تھا کذا فی الطحطاوی وقال العلامۃ قاسم فی تکملتہ الصحیح ان سبب وجوب الطہارۃ وجوب

الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل الا بہا اور علامہ قاسم نے اپنے تکملہ مین کہا کہ اقوال مذکورہ مین سے صحیح قول یہ ہو کہ وجوب طہارت کا سبب واجب ہونا ہو نماز کا یا ارادہ

کرنا اُس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول یعنے وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی طہارت کو شامل نہین اسواسطے کہ

یہان وجوب نہین جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہ کہ اسکو ارادہ ما لا یحل کے تحت مین مع لاحظہ استدراک داخل کیجیے وقیل سببہا الحدث فی الحکمیۃ اور بعضون نے

کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہو نجاست حکمیہ مین ہم نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے اسکی نجاست ثابت ہوئی ظاہر مین کوئی نجاست بدن پر محسوس نہین وہو وصف

شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہو کہ اعضا مین ساری اور طاری ہو جاتی ہو طہارت کو دور کر دیتی ہو ہم وصف اور صفت لغت مین

مترادف معنی ہین لیکن ہم اصطلاح مین صفت عبارت ہو اُس معنی سے جو موصوف مین قائم ہو اور وصف ذکر کرنا ہو موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا

صفت پر جائز ہو کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اصطلاح کی ہو کہ حدث

مانعیت شرعی ہو یعنے بحکم شرع مانع ہو نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہو اعضا مین تا استعمال مزیل یعنے جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہو تو یہ تعریف

ثمرہ حدث ہو یعنے مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہو اور حقیقت حدث کی وہی ہو جو مذکور ہو چکی یعنے وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقۃ

اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہو نجاست حقیقی مین وہو عین مستقذرۃ شرعا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہو شرع کے حکم سے چنانچہ بول و براز

اور شراب شرع کی قید سے ظاہر متنفر طبیعی خارج ہو گیا چنانچہ بلغم اور رینٹ وقیل سببہا القیام الی الصلوۃ اور بعضون نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہو

نماز کے واسطے یہ تیسرا قول ہو اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان مین چوتھا ونسبا الی اہل الظاہر وفسادہما ظاہر اور یہ دونون قول یعنے حدث اور خبث کا

سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہو اور دونون قولون کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہو ہم اہل ظاہر وہ علما ہین جو

قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہین اجتہاد کے منکر ہین از انجملہ داؤد ظاہری ہو وجہ فساد قول اول کی یہ ہو کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے

ہین پھر کس طرح اسکے وجود کے خواہان ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہین ہو سکتی اسکا جواب یون دیا ہو کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ

کے ناقض ہین اور طہارت لاحقہ کے موجب ہین تو کچھ منافات نرہی اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہو کہ ایک وضو چند نمازون کے واسطے کافی ہو اور اگر قیام کو

سبب طہارت کا قرار دیجیے تو لازم آتا ہو کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو واجب ہو اور قولہ تعالی (اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا الآیۃ) کا مطلب یہ ہو کہ جب تم ارادہ کرو

نماز کا اور با وضو نہو تو وضو کرومن شاء مزید التوضیح فلیرجع الی المطولات واعلم ان اثر الخلاف انما یظہر فی نحو التعالیق اور اسکو دریافت کر کہ طہارت کے سبب
مین اختلاف کا اثر ظاہر نہین ہوتا ہو مگر تعلیقات کی مانند مین ہم تعلیق یہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال آئندہ سے معلوم ہوگا نحو ان وجب
علیک طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس تعلیق مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجھپر طہارت واجب ہوگی تو تجھپر طلاق ہو ہم تو ہر قائل کے نزدیک جب سبب
طہارت کا متحقق ہوگا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث اور جنبت سے سرخسی کے نزدیک اور قیام الی الصلوۃ
سے ظاہریون کے نزدیک اور وجوب نماز سے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہوگی دون الاثم للاجماع علی عدمہ بالتاخیر عن الحدث ذکرہ فی التوشیح
اس اختلاف کا ثمرہ گناہ مین ظاہر نہوگا کیونکہ سب کا اتفاق ہو گناہ کے نہونے مین بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل کے حدث سے ایسا ذکر کیا ہو توشیح
مین وبہ اندفع ما فی السراج من اثبات الثمرۃ من جہۃ الاثم بل وجوبہا موسع بدخول الوقت کالصلوۃ فاذا ضاق الوقت صار الوجوب فیہما مضیقا اور توشیح
کے کلام مذکور سے دفع ہوگیا وہ جو سراج وہاج مین ہو ثمرہ اختلاف کا ثابت کرنا گناہ مین بلکہ وجوب طہارت وسعت کے ساتھ ہو وقت کے آنے سے جیسے نماز
کے ادا کرنے مین وسعت ہو پھر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز مین وجوب تنگی کے ساتھ ہوگا یعنے جب وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجایش
نرہیگی وشرائطہا ثلث عشرۃ علی ما فی الاشباہ اور طہارت کی شرطین تیرہ ہین بنا بر اُس بیان کے جو اشباہ مین ہو ہم شرائط جمع ہو شریطہ کی اور شریطہ معنی شرط ہو اور
شرط وہ ہو جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اُسکے وجود سے مشروط کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسع از انجملہ وجوب طہارت کی
نو شرطین ہین ہم شرائط وجوب کی اُنکو کہتے ہین کہ جب وہ شرطین مجتمع ہون تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو وشرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی
شرطین چار ہین م شرائط صحت اُنکو کہتے ہین کہ طہارت بدون اُن شرطون کے صحیح نہو اور یہ لازم نہین کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو دیکھو
لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اُسکی طہارت صحیح ہوگی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہین ونظمہا شیخ مشایخنا العلامۃ علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال ؎ شرط الوجوب
العقل والاسلام ﷺ وقدرۃ ماء والاحتلام ﷺ اور اُن شرائط کو نظم کیا ہمارے استادون کے اُستاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو یون کہا کہ وجوب
طہارت کی شرط عقل ہو اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا م تو مجنون پر اور کافر پر اور مقطوع الیدین والرجلین
پر اور فاقد الطہورین پر یعنی جسکو پانی اور خاک پاک نملے اور صغیر پر طہارت واجب نہین ؎ وحدث ونفی حیض وعدم ﷺ نفاسہا وضیق وقت قد ہجم ﷺ اور وجود حدث کا
صغر ہو یا کبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جبکہ ہجوم کر آئے یہ نو شرطین ہین وجوب طہارت کی م تو متوضی غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر
اور وقت صلوۃ کے وسعت مین طہارت واجب نہین ؎ وشرط صحۃ عموم البشرۃ ﷺ بمائہ الطہور ثم فی المرۃ ﷺ فقد نفاسہا وحیضہا وان ﷺ یزول کل مانع عن البدن
اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر مطہر پانی کا گذرنا پھر دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق مین منقطع ہونا اُسکے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط
صحت کی وہ رہونا مانع طہارت کا بدن سے چنانچہ آنکھ کا کیچڑ یا موم بدن پر چپکا ہو م طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض ونفاس وجوب طہارت کی بھی شرطین ہین اور
صحت طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف ہو تو وجوب ہو خطاب کی وجہ سے اور صحت ہو ادائے واجب کی وجہ سے وجعلہا البعض اربعۃ اور بعضے عالمون نے طہارت کی
شرطون کو چار قسم ٹھہرایا ہو شرط وجودہا الحسی ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہو یعنے وہ شرط کہ طہارت بدون اُسکے خارج مین محسوس اور مشاہد نہو سو اسمین تین
شرطین ہین وجود المزیل والمزال عنہ والقدرۃ علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اُس چیز کا جو نجاست کو زائل کردے چنانچہ پانی مثلاً دوسرے ہونا اُس چیز کا جس سے
نجاست دور کیجائے چنانچہ بدن اور کپڑا مثلاً تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنے مزیل نجاست کو استعمال کرسکنا وشرط وجودہا الشرعی دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی
کی شرط ہو یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر نہو بدون اُسکے کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور ہونا ہو مزیل کا
مشروع الاستعمال اُسی طرح کی مشروع ہین چنانچہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہو خلاصہ یہ کہ جس مزیل کو جس مزال عنہ

شے بعضے شریعت میں معتبر کیا ہے یعنی جس سے وہاں طہارت حاصل ہوگی اور جو چیز مثلاً شک ہونے سے نہیں وہ طہارت اور وہ شے پاک ہوگی جیسے کپڑا اور بدن
وہ ہیں وشرط وجوبہا التکلیف بالماء ش تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنے عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہے یہ دو شرطیں ہیں عقل
بلوغ اسلام حدث وشرط صحتہا صدورہا من اہلہا فی محلہا مع فقد مانعہا ش چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا اس کا طاہر کرنے والی چیز کا اہل تطہیر کے
محل میں مانع تطہیر کے نہونے کے ساتھ اہل تطہیر سے مراد یہ ہے کہ حائض اور نفساء نہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہے اور عدم مانع سے مراد یہ ہے کہ نہ ہو درمیان
میں ناقض وکذا فی الطحطاوی ونظم الشرنبلالی ش کلم شروط للوضوء وجبت ۞ مقسمة فی اربع وثمان ۞ اور بعض مذکورین نے شرائط طہارت کو نظم کیا اور کہا اور مطلب
یہ ہے وضو کی ضروری شرطوں کو جو منقسم ہیں چار اور آٹھ یعنے بارہ شرطیں ہیں سے کسی شرط وجود حس منہا ثلثة ۞ سلامة اعضاء وقدرة وامکان مستعمل
للماء الطہور ومعانیہا ش اسے وجود حس کی تین شرطیں ہیں ایک تو اعضا کا سلامت ہونا جسکو سابق نظم میں وجود المزال عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت
کا ہونا مستعمل پانی کے استعمال کرنے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہے شرطیں مذکورین کے ساتھ جسکو نظم میں مزیل تعبیر کیا تھا ش وشرط وجود الشرعی ثلاثة
اطلاق ماء مع طہارتہ ومع طہوریتہ ایضا فقربیان ۞ اور وجود شرعی کی شرط کو لے غور اور تامل سے سو وہ مطلق پانی ہونا اسکے پاک ہونے کے ساتھ
اور اسکے پاک کر دینے کے بھی ساتھ سو ظفریاب ہوا اس بیان سے حاصل مطلب یہ ہے وجود شرعی طہارت کی تین شرطیں ہیں ایک تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے
اسکا پاک ہونا تیسرے اسکا مطہر ہونا یعنے پاک کرنے والا ان شرطوں کو نظم میں کہا ان المزیل شرع الاستعمال فی نظم کے ضمن میں تعبیر کیا پانی مطلق وہ ہے جو بدون
اضافت کے بولا جاوے اسکے مقابل پانی مقید ہے جو اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہے چنانچہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنے تربوز کا پانی سو پانی مقید سے وضو
وغسل درست نہیں چنانچہ آگے معلوم ہوگا ش وشرط وجوب وجوہا اسلام بالغ ۞ مع الحدث التمییز بالعقل یا معانی ۞ اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے
جوان کا حدث کے ساتھ اور تمیز کرنا عقل سے اے مخاطب فوائد کے قصد کرنے والے ہم یعنے وجوب طہارت کی چار شرطیں ہیں اسلام بلوغ عقل حدث
دریافت کرنا چاہیے کہ بعض نسخے درمختار میں بجائے یا معانی کے یا بان مکتوب ہے سو غلط ہے صحیح نہیں وزن کے برہم ہونے سے اور طحطاوی اور حلبی درالمختار کے
محشیون نے یا معانی کی تصریح کی ہے اور اسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہے طحطاوی نے کہا تو معانی اسم فاعل ہے اعنی یعنے عنایہ کا اور حلبی نے اسکو عنی سے تفسیر کیا ہے
ش وشرط لتصحیح الوضوء زوال مائع ۞ یعید الیصال الماء من ادران ۞ کشمع ورمص ثم تحلیل ال ۞ وضوء نواقض عظیم ذی الشان ۞ پہلے شرط زائل ہونا اس میل
کچیل کا کہ پانی کو بدن پر نہ پہونچنے دے چنانچہ موم اور آنکھ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہ ہے (واہ کیا فصیح ہے) کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے اے مخاطب بڑوں کے
شے سے وزید علیہ فیہا ایضا تقاطر ۞ مع انفسالات لیس ہذا الذی الثانی ۞ اور ان دونوں شرطوں پر دھونے کے ساتھ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہے یہ شرط
امام ثانی یعنے ابو یوسف رح کے نزدیک نہیں ہے مگر تقاطر کا قول معتمد ہے ہم مذہب حنفی کی کتابوں میں امام بولتے ہیں امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو اور
ثانی کہتے ہیں قاضی ابو یوسف یعقوب رح کو جو بڑے شاگرد ہیں امام کے اور ثالث کہتے ہیں محمد بن حسن رح شیبانی کو جو دوسرے درجے کے شاگرد ہیں امام کے
اور شیخین رح بولتے ہیں امام اور ابو یوسف رح کو اور طرفین کہتے ہیں امام رح اور محمد رح کو اور صاحبین رح کہتے ہیں ابو یوسف رح اور محمد رح کو اس اصطلاح کو
یاد رکھنا چاہیے وصفتہا فرض للصلوۃ اور صفت طہارت کی یہ ہے کہ وضو فرض ہے نماز کے لیے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل وواجب للطواف اور واجب ہے کعبہ
معظمہ کے طواف کے واسطے قیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکة اور بعضوں نے کہا اور وضو واجب ہے مصحف کے چھونے کے واسطے اس قول کی
وجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہیں ش یعنے اس آیت میں کہ (لا یمسہ الا المطہرون) ہاتھ نہیں لگاتے کتاب کو مگر پاک لوگ دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ مطہرین
سے ملائکہ مقربین مراد ہیں اور کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے اور دوسرا قول یہ ہے اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن جو الفاظ سے
مرکب ہے جسپر نقوش دلالت کرتے ہیں اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہیں دو قول ہونے سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہیں ہے یعنے ظنی ہے جس سے فرض

ثابت نہین ہوتا واجب ثابت ہوتا ہے تو جو شخص کہتا ہے کہ مس مصحف کے واسطے طہارت فرض ہے تو مراد اسکی یہ ہے کہ فرض علمی ہے کذا فی الطحطاوی بایضاح وسنۃ للنوم اور
وضو سنت ہے سو رہنے کے وقت ہم فتاوی قاضی خان مین ہے کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہے اور شارح نے اسکو سنت کہا ہے ومندوب فی
نیف وثلثین موضعا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہے تیس اور
کئی مقام مین جنکو مین نے خزائن مین مذکور کیا ہے از انجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور ہر گناہ
کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالمون کے اختلاف سے بچنے کے واسطے ہم وہ شعر خوانی مراد ہے جو حکمتون اور مدح نبوی سے خالی ہے اور بعضون کے نزدیک
اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہے بظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی رح کے نزدیک
وضو کا ناقض ہے لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہین تو اگر ہاتھ وہان لگ جائے تو مستحب یہ ہے کہ پھر وضو کرے تا کہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب
دلائل الاسرار نے کہا مین نے خزائن کی طرف رجوع کیا وہان فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہے لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یون نقل
کیا ہے کہ مستحب ہے سونے کے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اسکے اٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت
مین وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کے وقت اور غصہ کرنے کے سبب سے اور قرآن اور حدیث
کے پڑھنے کے واسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لیے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی زیارت کے واسطے اور وقوف عرفات اور سعی کے واسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لیئے انکی تعظیم کی جہت سے انتہے
اور نہر الفائق مین ہے اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق ذکر کے واسطے اور ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر
وضو نہو سکے تو تیمم ہی کر لے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ مین ہے تو شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس اور کئی مقام ہین جنمین وضو مستحب ہے
انتہے ما فی دلائل الاسرار ورکنہا غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دھونا ہے اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا ہم بحر الرائق مین ہے کہ طہارت کے ارکان
حدث اصغر مین تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر مین سارے بدن کو دھونا اور نجاست مین سارے بدن کا دھونا اور نجاست
حقیقی مین جو نظر آتی ہے تو اسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اسکی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھو کر خشک کرنا ہی
سو شارح کے بیان مین یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونون رکن طہارت کے نہین ہین بلکہ طہارت کی شرطین ہین
کذا فی الطحطاوی وآلتہا ماء وتراب ونحوہما اور طہارت کا ہتھیار یعنے جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہے اور مانند اسکے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا
چنانچہ آگے اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیہ ہے ہم پوری آیت یون ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ
فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء
فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنے اے ایمان والو جب تم نماز کو
تو دھو لو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیون تک اور مل لو اپنے سرون کو اور پاؤن کو ٹخنون تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنے غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح
پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم مین سے آیا ہے جائے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتون کو یعنے انسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی تو قصد کرو زمین
پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہان سے اللہ نہین چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہے کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہے تمپر شاید
کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ طہارت ہے صغری اور کبری یعنے وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہے وہی مدنیۃ اجماعا اور وہ آیت مدنی ہے
یعنے مدینہ منورہ مین نازل ہوئی بہ اتفاق مفسرین ہم یہ آیت سورہ مائدہ مین ہے اور وہ سورت قرآن مین پیچھے نازل ہوئی ہے سیوطی نے اتقان مین کہا

[illegible]

کی ہوتی ہو جو ہجرت کے پہلے نازل ہوئی اگرچہ مدینہ میں اسکے نزول ہوا ہو اور آیت جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ میں اسکے نزول ہوا ہو

قولہ فی تحریر نوائد فی الحصار دی و جمیع اہل السیر ان الوضوء والغسل فرضا بمکۃ فرض الصلوۃ بتعلیم جبرئیل علیہ السلام الخ یعنی تمام اہل سیر نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت اور احوال کے بیان کرنے والوں نے اتفاق کیا ہو اسپر کہ وضو اور غسل مکہ معظمہ میں فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم

سے قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یصل قط الا بوضوء الخ یعنی اتفاق کیا ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہیں پڑھی

یہ جواب ہو اُس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو کے ہجرت سے پہلے بدلیل ہذا وضوئی ووضوء الانبیاء

من قبلی بلکہ وضو کرنا شریعت ہو جو پہلے لوگوں کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ

یہ میرا وضو ہو اور ان پیغمبروں کا جو مجھ سے پہلے تھے وقد تقرر فی الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قصہ اللہ تعالی ورسولہ من غیر انکار ولم

یظہر نسخہ اور البتہ اصول علم کے علم میں یہ مقرر ثابت ہو چکا ہو کہ اگلوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہو یعنی اہل اسلام کو بھی اسپر عمل کرنا چاہیئے

بشرطیکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور اسکے رسول نے حدیث میں اسکا بیان کر دیا ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند نہ کیا ہو اسکو اور نہ اسکا منسوخ

ہونا ظاہر ہوا ہو جیسے شریعت سابقہ کا بیان قرآن میں بقولہ تعالی وکتبنا علیہم ان النفس بالنفس اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث میں

چنانچہ صوم عاشورہ کا بیان کرنا چاہیئے کہ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہو تقریر اسکی یہ ہو کہ جب فرض ہو چکا مکہ معظمہ میں نماز کے ساتھ جبرئیل

علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ غیر منسوخ بھی ہو تو مدت کے بعد مدینہ منورہ میں آیت وضو کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہو اسکا جواب

شارح نے اگلے قول میں دیا فقال فائدۃ نزول الآیۃ تقریر الحکم الثابت وقطع اختلاف العلماء الذی ہو رحمۃ تو فائدہ نزول آیت وضو کا جو ثابت کر دینا ہو

اُس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ موقوف ہونا عالموں کے اختلاف کا جو رحمت ہو امت کے واسطے ہم چونکہ وضو جزو عبادت مستقل نہیں بلکہ تابع

نماز ہو تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکریں اور اسکی شرائط اور ارکان کی مراعات میں تساہل کریں بطول عہد اور انقراض ناقلین کی وجہ سے

برخلاف اسکے جبکہ اثبات وضو کا اس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے میں اور ہر زبان پر باقی ہو تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نرہی اور علما کا اختلاف ہو آیت

مذکورہ کے عدد فرائض میں سو بعضے عالم کہتے ہیں کہ فرض چار ہیں اور بعضے زیادہ کہتے ہیں اور بعضے لاستم کو جماع پر حمل کرتے ہیں اور بعضے لفظ ہاتھ لگانے پر

اور جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہو اُسمین اختلاف ہو کہ کل عضو کا مسح مراد ہو یا چوتھائی کا یا اُس سے بھی کم ادنی اطلاق پر اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ

کتاب میں مذکور ہو چکا کیونکہ وقد اشتملت علی سبعۃ امور حکما مبسوطۃ فی تیمم الضیاء عن فوائد الہدایۃ یعنی تاکیدا فائدہ نزول آیت طہارت کے نزول میں حالانکہ وہ

آیت شامل ہو ستر اور کئی حکموں پر جو ضیاء کے باب التیمم میں فوائد ہدایہ سے مشروحاً مذکور ہیں وعلی ثمانیۃ امور کلہا مثنی اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے

آٹھ چیزوں پر کہ ہر ایک اُنمین دو دو ہیں یعنی ہر واحد میں دو شی ہیں تو سب سولہ ہوئے طہارتین الوضوء والغسل شامل ہو دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہو

ومطہرین الماء والصعید اور دو پاک کرنے والیوں پر کہ پانی اور خاک ہو وحکمین الغسل والمسح اور دو حکموں پر کہ دھونا اور مسح کرنا ہو وموجبین الحدث

والجنابۃ اور طہارت کے دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہو ومبیحین المرض والسفر اور تیمم کے دو مباح کر دینے والوں پر کہ بیماری ہو اور مسافری

ودلیلین التفصیلی فی الوضوء والاجمال فی الغسل اور دو دلیلوں پر دلیل تفصیلی وضو میں اور دلیل اجمالی غسل میں ہو وضو میں دھونے اور مسح کرنے کے

اعضا میں مفصل بتایا اور غسل میں اسی قدر مجمل فرمایا کہ فاطہروا یعنی طہارت کرو اعضا کی تفصیل نفرمائی وکنایتین الغائط والملامسۃ اور دو کنایہ

کہ غائط اور ملامسۃ ہو جم کنایہ وہ لفظ ہو کہ معنی مراد پر صریحا دلالت نکرے سو غائط لغت میں پست مکان کو کہتے ہیں یہاں قضاء حاجت بشری مراد ہو

اسلیئے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کی طرف جاتے اور ملامست لغت میں ہاتھ لگانے کو بولتے ہیں یہاں مراد جماع سے ہو

۵۵ اور بعضے کہتے ہیں کہ نفس موقوف نفس کا

اسلیے کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہو تو وہ بوس وکنار سے شروع کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وکرامتین تطہیر الذنوب واتمام النعمۃ ای بموتہ شہید لحدیث من دام
علی الوضوء مات شہیدا ذکرہ فی الجوہرۃ اور دو بزرگیون پر یعنے حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک تو
گناہون سے پاک کر دینا فی قولہ تعالی لیطہرکم ۔ اور نعمت کو پورا کر دینا فی قولہ تعالی لیتم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہو اُسکے شہید ہو کر مرنے سے اس حدیث کی دلیل سے
کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہو جوہرہ مین جو قدوری کی شرح ہو وانما قال آمنوا بالغیبۃ دون آمنتم لیعم کل من آمن الی یوم القیمۃ
قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علے ان فی الآیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے نہ آمنتم مخاطب کے صیغہ سے مگر اسواسطے کہ خطاب
شامل رہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جائے قیامت تک یون کہا ہو ضیا مین اور شاید کہ یہ قول اسپر مبنی ہو کہ آیت وضو مین التفات ہو حاضر سے
غائب کی طرف اور قول محقق اسکے مخالف ہو ہم التفات اُسکو کہتے ہین کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جائے اور حاضر کے موقع پر غائب سو
بعضے عالم یا ایہا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھتے ہین اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہو اور آمنتم حاضر کا صیغہ ہو اور حق منادی کا مخاطب
ہونے کی وجہ سے یہ ہو کہ اسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہ ہو کہ یہان التفات نہین ہو اسلیے کہ آمنوا صلہ ہو الذین کا اور موصولات بمنزلہ
غائب کے ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہو موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہو مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہ ہو کہ صنعت التفات ہوتی
کہ حاضر کے محل مین غائب کا صیغہ ہوتا سو یہان غائب کا صیغہ اپنے محل مین ہو واتی فی الوضوء باذا التحقیقیۃ وفی الجنابۃ بان التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ
من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالی وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لایا جو محقق اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہو اور جنابت
مین ان کا لفظ لایا جو مشکوک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہو تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوۃ امور لازمہ سے ہو اور جنابت امور عارضہ سے
ہم اذا اور ان شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقینی ہو یا امید قوی ہو تو وہان اذا کا لفظ بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنی تردد ہو
ہونے اور نہونے مین تو وہان ان کا لفظ بولتے ہین جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ وضو مین حق تعالی نے اذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا اسواسطے
کہ نماز کے واسطے اُٹھنا امور لازمہ سے ہو اور بنظر دیانت مسلم غائب الوجود ہو کہ رات دن مین پانچ بار نماز فرض ہو اسواسطے کہ اذا کا لفظ جو اثبات
پر دلالت کرتا ہو مذکور کیا اور جنابت مین ان کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل الوجود ہو اور امور عارضہ متردد سے ہو کہ ہو یا نہو اس وجہ
سے کہ ان کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہو ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنۃ وفرض
والحدث شرط للثانی لا الاول فیکون الغسل علی الغسل والتیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورا علی نور اور حق تعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم مین
نہ وضو مین تا معلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہو بدون حدث کے اور فرض ہو حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہو نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہو نہ سنت
وضو کی تو ایک غسل پر دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہو ہم طحطاوی نے کہا شارح
کے کلام سے نکلتا ہو کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض اسمین خلل یہ ہو کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہو اور چند مواضع مین سنت اور اسی طرح تیمم کہ وضو کے
قائم مقام ہوتا ہو یعنی عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کے وقت اور مسجد مین جانے کے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہوا **ارکان الوضوء**
اربعۃ وضو کے رکن چار ہین ہم لغت مین رکن کہتے ہین ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضوء ماخوذ ہو وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہو اور وضوء بالضم مصدر ہو
اور بالفتح وہ پانی ہو جس سے وضو کرتے ہین اور اصطلاح شرع مین وضو عبارت ہو اعضاء ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے سے عبر بالارکان لانہ افید
مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفون کے مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہو ہم اسلیے کہ رکن اخص ہو فرض سے اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابون مین
فرض الوضوء مذکور ہو وہان فرض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہو اسلیے خاص ہوا کہ رکن اُس فرض کو کہتے ہین جو ماہیت

یہ نہ فرمایا کہ ... سے فرض ہونا ثابت ہو فرض سے کہ ... اور ثابت ہے کو بیٹے رکن اور شرط دونوں کو فرض کہتے ہیں ... ان ... ہ

بالفرض القطعی ... باطل ... مغسول ... اور ... سلامت ... جیسے کہ ... معترض ... بیان ... کی کہ ... نہ

... تعبیر فرض ... اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہو تو اعتراض وارد ہوتا ہو ... کرنا ... مشتمل ہیں کیونکہ قطعی نہیں ... ثابت

... اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہو تو غسل مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہو اسواسطے کہ ... وضو ... عملی ... جب ... شرح

... الحی ... معترض ... جواب ... کیا ہو ... خلاف ... ذکر کیا ہو ... شرح ... ایک یہ جواب ہو کہ قطعی فرض

مراد ہو اور ... جواب ہو کہ ... فرض قطعی ہو کہ قرآن مجید سے ثابت ہو اگرچہ اسکی مقدار میں اختلاف ہو کذا فی الطحطاوی ... رکن ... فرض

ہو ... الماہیۃ ... الشرط ... بالفرض ... معلوم کرنا چاہیے کہ رکن وہ فرض ہو جو ماہیت میں داخل ہو اور شرط تو وہ فرض ہو جو ماہیت ... ثابت

... ہو تو فرض رکن اور شرط دونوں سے عام ہو یعنی دونوں کو شامل ہو ... ترتیب ... میں ... ہو اور فرض لغت میں قطع ... معنی

کے واسطے آتا ہو کذا فی الطحطاوی عن نہایۃ ... اور مجملہ معانی فرض کے قطع اور تقدیر ... بمعنی ... جاحد ... کا

... اور فرض قطعی وہ عمل ہو جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو ... اسکے منکر کا فر ہو جاتا ہو ... اسکا منکر منسوب بکفر ہو جاتا ہو چنانچہ نفس مسح سر اور تعیین مقدار

... فرض قطعی کو ... اعتقادی بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ عمل کے ساتھ اسکے اعتقاد بھی فرض ہو ... ہو ... فرض اصطلاح شرع میں وہ ہو

جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جسمین کچھ شبہ نہیں چنانچہ قرآن مجید اور حدیث متواتر ... قرآن اور حدیث میں ... ذکر کیا ہو اور چنانچہ اجماع ...

... آحاد منقول ہو اور چنانچہ قیاس ... علیہ ... اور ... الفائق میں ہو کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہیں ایک تو وہ ہو جسکا ثبوت بھی قطعی اور دلالت مراد بھی

قطعی چنانچہ نصوص متواترہ دوسری یہ کہ ثبوت تو اسکا قطعی ہو مگر دلالت مراد ظنی ہو چنانچہ آیات ... دلیل کو ... ہو تیسری وہ ہو کہ جسکا ثبوت

ظنی ہو اور ... دلالت قطعی چنانچہ وہ اخبار احاد جنکا مفہوم قطعی ہو چوتھی وہ ہو جسکا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہین تو فقیہوں نے اول قسم سے فرض ثابت کیا

اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ... اور واجب سے ... ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہو ... جہت

... متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونوں قسموں سے قوی تر ہو اور فرض کی دو قسموں سے ضعیف تر ہو ... علی ... الفوت ...

... الاجتہادی فی الفروض ... بلکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہین فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہو کہ جسکے فوت ہو جانے سے عمل کی صحت فوت

ہو جائے چنانچہ فرضون کی وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہو تو فرض عملی کا منکر کافر نہوگا یا اسکو منسوب بکفر کرینگے ہم شارح نے اپنے بیان سے ارشاد کیا

کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہو اور فرض عملی پر مجازی اسواسطے کہ ... الاطلاق وہی متبادر ہو اور متبادر معنی حقیقی کا علاقہ ہو فرض عملی اسواسطے

ہو کہ عمل کرنا اسپر فرض ہو اعتقاد فرض نہیں اسلیے کہ آدمی کا اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہین اور فرض کی مقدار اجتہادی چنانچہ

مسح چہارم سر کا اور دھونے میں داخل ہونا کہنیون اور ٹخنون کا کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان

فی الاصح یعنی فرض وضو کا چہرہ کا دھونا ہو یعنے پانی کا بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض میں ہو ٹپکنے کا کمتر رتبہ یہ ہو کہ دو بوند ٹپکین

... قول میں ... غسل ... غین لغت میں میل کے دور کرنے کو کہتے ہیں جس چیز سے ہو اسپر پانی بہا کر اور غسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو بولتے ہین

اور اُس پانی کو بھی کہتے ہین جس سے نہاتے ہین اور غسل بکسر غین خطمی وغیرہ کو کہتے ہین جس سے سر دھویا جاتا ہو جب پانی بہانا دھونے کی حقیقت میں

داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہا اسطرح کہ تیل کے مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایۃ میں جائز نہوگا اور اگر ... سے وضو کیا اور ... نہوا تو جائز نہین ... مصنف

شیخ برہان الدین ... ہو کذا فی الطحطاوی مرۃ لان الامر لا یقتضی التکرار ایک بار دھونا فرض ہو اسواسطے کہ ... امر تکرار کرنے کا مقتضی نہین ... ہم ... یعنی

امتثال امر ایکبار کرنے سے ادا ہو گیا بار بار کرنا ضرور نہین وانداز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کا ہے ایکبار اعضاء وضو کو دھویا ہی اور گاہے دو دو بار اور گاہے
تین تین بار چنانچہ کتب احادیث مین مذکور ہی اور یہ نہایت رتبہ ہی تطہیر کا تین بار سے زیادہ کرنا اسراف ہی وہو مشتق من المواجہۃ والاشتقاق الثلاثی من المزید اذا کان
فی المعنی شائع کاشتقاق الرعد من الارتعاد والیم من التیمم اور وہ یعنی وجہ کا لفظ مشتق یعنے نکلا ہی مواجہ سے اور اشتقاق ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جبکہ مزید مشہور تر ہو
مجرد سے رائج اور مشہور ہی جیسے اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور یم کا تیمم سے ہم ارتعاد بمعنی اضطراب مشہور ہی اسواسطے کہا کہ رعد ارتعاد سے نکلا ہی کیونکہ رعد بھی ابر مین مضطرب
رہتا ہی اور تیمم بمعنی قصد کے مشہور ہی لہذا یم بمعنی دریا کہا کہ تیمم سے مشتق ہی اسواسطے کہ دریا مقصود وخلائق ہی کذا فی الحلبی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے کہ وجہ ثلاثی
مجرد ہی اور مواجہۃ ثلاثی مزید ہی اور مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ اشتقاق صغیر کی شرط ہی اور اشتقاق کبیر کی اور اشتقاق اکبر کی یہ شرط نہین بلکہ فقط
تناسب ہونا لفظ اور معنی مین کافی ہی برخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہان تناسب حروف اور ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغائر صفتی شرط ہی اور اشتقاق کبیر مین ثلاثی
مجرد کا مشتق ہونا مزید سے جائز ہی جیسے جن بمعنی دیو کا اشتقاق اجتنان بمعنی استتار سے اسواسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہی تو
جائز ہی کہ مزید اشہر ہو کثرت استعمال سے اور اشتقاق اکبر مین مخرج حروف کی مناسبت کا ہونا کافی ہی چنانچہ نعق کو کہتے ہین کہ نہق سے مشتق ہی انتہی ملخصاً من مبدء سطح جبہتہ
ای المتوضی بقرینۃ المقام الی اسفل ذقنہ ای منبت اسنانہ السفلی طولا کان علیہ شعر اولا چہرے کا دھونا فرض ہی پیشانی متوضی کی سطح کے سرے سے اُسکی ٹھڈی تک
یعنے جہان نیچے کے دانت جمتے ہین یہ حد ہی باعتبار طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہون یا نہون وہان کا دھونا فرض ہی شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا
مقام وضو کے قرینہ سے عدل عن قولہم من قصاص شعرہ الجاری علی الغالب الی المطرد لیعم الاغم والاصلع والانزع مصنف رح نے اور مصنفون کے من قصاص شعرہ
کے قول سے جو جاری تھا بنابر غالب حال کے عدول کیا اُس قول مذکور کی طرف جو شامل ہی سب آدمیون کو تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل رہے ہم تفصیل
اس اجمال کی یہ ہی کہ ہدایہ اور کنز وغیرہما مین وجہ کی حد مین من قصاص شعر کا لفظ واقع ہی یعنے سر کے بال جمنے تک نہایت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہی سو
اُسپر اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہی اغم وہ ہی جسکے بال سر سے اُتر کے پیشانی پر جمے ہون اور اصلع وہ ہی جسکے مقدم سر پر بال نہون اور انزع وہ ہی جسکی
پیشانی کے دونون جانبین بال سے خالی ہون تو ہدایہ وغیرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہی اصلع اور انزع کو سر کا دھونا اور اغم کی پیشانی کا دھونے سے ساقط ہونا لہذا
مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور ابتدا سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہ حد شامل رہے یعنی اغم پر پیشانی کے بال دھونا فرض ہوگا اور اصلع اور
انزع کو پیشانی کے اوپر لازم نہ آویگا وما بین شحمتی الاذنین عرضا اور دونون کانون کے دونون لو کے مابین بنابر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے
اُس نرمہ گوش تک عرض مین چہرہ کی حد ہی وحینئذ فیجب غسل المآقی وما یظہر من الشفۃ عند انضمامہا اور جبکہ چہرہ کی طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو واجب
ہوگا یعنے فرض ہوگا کویون کا دھونا اور اُسقدر لب کا کہ جتنا کھلا رہتا ہی منھ بند ہونے کے وقت ہم اکثر نسخون مین مآقی مذکور ہی جو جمع ہی ماق اور موق کی یعنی
گوشۂ چشم جسکو ہندی مین کویا کہتے ہین اور یہی نسخہ مناسب مقام ہی اور بعضے نسخہ مین ملاقی کا لفظ ہی اور حلبی اور طحطاوی محشیون نے ملاقی کا لفظ لیا ہی
اور اُس سے ڈاڑھی مراد لی جو ملاقی وجہ ہی مین کہتا ہون مآقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہی اسواسطے کہ ڈاڑھی تو بالاستقلال آگے متن مین مذکور ہوگی واللہ اعلم
وما بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد وبہ یفتی اور واجب ہی دھونا اُس سفیدی کا جو ڈاڑھی اور کان کے بیچ مین ہی بسبب داخل ہونے اُس جگہ کے
چہرہ کی حد مذکور مین اور یہی قول مفتی بہ ہی ہم عذار عبارت ہی ڈاڑھی کے خط سے یعنی اُسکا کنارہ قاموس مین تصریح ہی کہ عذار نام ہی ڈاڑھی کے دونون جانبون
کا مترجم نے سہولیت فہم کے واسطے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہی کہ اُس جگہ کا دھونا وضو مین فرض ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک ڈاڑھی
والے کو اُسکا دھونا فرض نہین لیکن عورت اور امرد اور کھوسے کو اُسکا دھونا بالاتفاق فرض ہی کذا فی الطحطاوی لاغسل باطن العینین والانف والفم
واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب وونیم ذباب للحرج اور فرض نہین آنکھون اور ناک اور منھ کے اندر کا دھونا اور بھون اور ڈاڑھی اور مونچھ کے بالون کی

ثبوت کا اور کمی بیشی کو دیکھو وضو کا فرض نہیں ہے بوجہ مشقت کے سبب سے پاؤں کی ہڈیوں کو دھونا اس وقت فرض نہیں جیسا کہ بال کی جڑ کے نیچے کا
اگر ہاتھ کاٹا گیا اور اگر ہاتھ کہنیوں سمیت کٹ گیا تو ہڈیوں کا بھی دھونا فرض ہو گا چنانچہ بیان ہو چکا ہے **غسل الیدین** لفظ فرادی اور تثنیہ اس فرض ہاتھ اور
والرجلین یعنی دونوں پاؤں مع الکعبین دونوں ٹخنوں سمیت ایک ایک مرتبہ اور دوسرا فرض وضو کا دھونا ہے دونوں ہاتھوں کا اور تیسرا فرض وضو کا دھونا ہے اُن
دونوں پاؤں کا جو ظاہر ہیں سالم ہیں اسواسطے کہ زخمی پاؤں اور جو موزے کے اندر چھپے ہیں تو انکے واسطے مسح کرنا ہے اور ہر ایک نے ہاتھ پاؤں
ہیں اور وہی کا لفظ ساقط کیا اسواسطے کہ فرض ہونے میں جدا جدا کر دینے کی قید نہیں ہے اگر دونوں ہاتھوں یا دونوں پاؤں کو پانی کے اندر ساتھ
ڈال دیا تو فرض ہے اور اجر کی یہ تعریف ہے صاحب درر کی طرف سے کہ اگر غسل الیدین فرادی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے ہاتھ سے دھونا
چاہیے کذا فی الطحطاوی مرۃ لما مر ہاتھ پاؤں کا ایکبار دھونا فرض ہے پہلے گذشتہ یعنی مرتبتی کہ ذکر کیا نہیں **مع المرفقین والکعبین** علی المذہب ہاتھوں کا
دھونا فرض ہے دونوں کہنیوں کے ساتھ اور پاؤں دونوں ٹخنوں کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے ماخذ کر دہ الی الثابت بعبارۃ الغسل ہے وہ یعنی دلالۃ
بدلالتہ وعن البحث فی الی وفی القرآن فی ارجلکم قال فی البحر ولا طائل تحتہ بعد انعقاد الاجماع علی ذلک اور بہ جوفذ کی کہ یہ ان علماء نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی
عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا دھونا ثابت ہے اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پاؤں کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہے اور وہ بحث کہ لفظ الی
میں اور ارجلکم کے دونوں قراءتوں میں مذکور ہے بحر الرائق میں کہا کہ اس ذکر میں کچھ فائدہ نہیں بعد منعقد ہو جانے اجماع کے دونوں ہاتھوں کے دھونے پر کہنیوں سمیت
اور دونوں پاؤں کے دھونے پر ٹخنوں سمیت عبارۃ النص اُس مفہوم صریح کو کہتے ہیں جسکے واسطے کلام ہے اور دلالۃ النص کو کہتے ہیں جو نص سے مفہوم
ہوتا ہے بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا دھونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہے کہ مقابلہ جمع کا جمع سے قسمت علی الآحاد کو
یعنی مقابلہ یہ چاہتا ہے کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک ہو پہنچے اور لفظ الی میں یہ بحث ہے کہ غایت مغیا میں یعنی ابتدائی کہ اُسکے ماقبل کے حکم میں داخل ہے یا نہیں اور دونوں
قراءتیں اور ترجیح قرائن سے ہوتی ہے وغیرہ ذالک اور ارجلکم میں دو قراءتیں ہیں یعنی لام کا زیر اور زبر بلا شبہ متواتر ہیں اور ترجیح میں القرأتین یا تو تخییر بین الغسل والمسح کا
مقتضی ہے چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قراءت یعنی دھونا اُس حالت پر محمول ہے جبکہ پاؤں میں موزہ نہو اور زیر کی قراءت یعنی مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہے چنانچہ
بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اسمین یہ ہے کہ زیر کی قراءت کا ظاہر بالاجماع متروک ہے کیونکہ جو مسح کرنے کا قائل ہے وہ دونوں ٹخنوں کو مسح کی غایت قرار نہیں
دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے میں ساقط الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت تھے اور
حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت کا فعل اُن لوگوں کو یقین کا موجب تھا جنھوں نے حضرت کو دیکھا اور ہم کو تو ثابت نہیں ہو سکتا تھا
مرتبہ یقین بدون متواتر ہونے کے اور جبکہ تواتر پایا گیا تو اب ہمارے حق میں اجماع منجبر ہو گا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی منقولاً **ومسح ربع الرأس** مرۃ فوق الاذنین
ولو باصابۃ مطر او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الا ان یتقاطر اور چوتھا فرض وضو کا چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے دونوں کانوں کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہو گیا ہو بارش
کے پانی لگ جانے سے یا اُس تراوت سے جو ہاتھ میں باقی رہے کسی عضو کے دھونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اُس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہے مگر یہ کہ پانی ٹپکتا
ہے اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہے کہ ٹپکتا ہنوز موجود ہے تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہے مسح لغت میں ہاتھ پھیرنا ہے کسی چیز پر اور شرع میں
عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار میں تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور یہی روایت
مشہور ہے اسیلئے اکثر فقہ کے متون معتبرہ میں یہی روایت ماخوذ ہے دوسری روایت ہے مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ میں مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہے
اور تحقیق یہ ہے کہ ناصیہ کم ہے چہارم سے تیسری روایت میں انگلیوں کی مقدار ہے بدائع میں کہا کہ یہ اصول کی روایت ہے ظہیریہ میں کہا کہ اسی پر فتوی ہے لیکن خلاصہ میں
ذکر کیا کہ محمد سے روایت ہے لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ محمد سے ظاہر الروایۃ ہے امام سے ظاہر الروایۃ نہیں کذا فی النہر الفائق مختصراً اور جو تم نے بیان کیا ہے

لم یجز الا ان یکون مع الکف او بالابہام والسبابۃ مع ما بینہما اور اگر ایکبار دو انگلیون کو سر پر کھینچا تو مسح جائز نہو گا مگر یہ کہ انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی لگائے تو مسح درست ہو گا یا کھینچا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو اُنکے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہو گا ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہو والا اسقدر سے چہارم سر ثابت نہین ہوتا مگر یہ کہ مدا ور وضع مین تفرقہ کیا جائے یعنی کھینچنے سے چہارم سر ہو سکتا ہے نہ رکھدینے سے او بمیاہ یا چند بار جدید پانیون سے مسح کرے تو درست ہے ہم یہ مسئلہ دونون روایتون پر متفرع ہو سکتا ہے یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہے اور اگر زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو ربع اس روایت پر متفرع ہے ولو ادخل راسہ الاناء او خفیہ او جبیرتہ وہو محدث اجزاہ ولم یصر الماء مستعملاً وان نوی اتفاقاً علی الصحیح کما فی البحر عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے برتن مین داخل کیا یا اپنے دو تون موزون کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اسکو وضو نہین ہے تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہے اور اس فعل سے برتن کا پانی مستعمل ہو جائیگا بالاتفاق اگر اُسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہے ہم یعنے محمد رحمہ کے نزدیک اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے مگر یہ پانی مستعمل نہوا اسلیے کہ مستعمل ہونے مین پانی کا بہنا شرط ہے نہ پانی کا لگجانا سو یہان پانی کا لگجانا صادق آیا نہ بہنا کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل جمیع اللحیۃ فرض یعنے عملیاً ایضاً علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عدا ہذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام ڈاڑھی کا یعنی بقدر محاذات ذقن دھونا بھی فرض ہے بنابر اُس مذہب کے جسکو محقق عالمون نے صحیح کہا ہے اور جسکا فتویٰ دیا ہے اور اسی قول پر امام اعظم رحمہ نے آخر کار رجوع کیا ہے اور اس روایت کے سوا اور روایتین سب متروک ہین چنانچہ بدائع مین مذکور ہے شارح نے کہا یہان فرض سے مراد فرض عملی ہے نہ فرض اعتقادی ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا چونکہ دھونا ڈاڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا مین نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن مین اور تعجب ہے اصحاب متون سے مذہب مرجوع عنہ کے ذکر کرنے مین اور مذہب مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دینے مین باوجودیکہ ڈاڑھی کا دھونا داخل ہے وجہ کی اُس حد مین جو انھون نے اپنی کتابون مین بیان کی ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ ڈاڑھی مین روایات متروکہ غیر معتمد چھ ہین ایک روایت تمام ڈاڑھی کا مسح ۲ چوتھائی کا مسح ۳ تہائی کا مسح ۴ چوتھائی کا دھونا ۵ تہائی کا دھونا ۶ نہ دھونا نہ مسح کرنا انتہی نہر الفائق مین کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہے کہ جسقدر ڈاڑھی ملاقی بشرہ ہے یعنی جتنی کھال سے ملی ہے اُسکا مسح فرض ہے قاضی خان نے اسکی ترجیح دی ہے جامع صغیر کی شرح مین ثم لاخلاف ان المسترسل لایجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن پھر اسمین اختلاف نہین کہ ٹھڈھی سے لٹکتی ڈاڑھی کا نہ دھونا واجب ہے نہ اُسکا مسح کرنا بلکہ اُسکا مسح کرنا مسنون ہے ہم منتقی مین ہے کہ مسترسل سے مراد یہ ہے کہ دائرہ وجہ سے چھوٹی ہوئی ہو اور منیہ مین صریحاً مذکور ہے کہ لحیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہے کذا فی الطحطاوی وان الخفیفۃ التی تری بشرتہا یلزم غسل ماتحتہا کذا فی النہر اور اسمین اختلاف نہین کہ جو ایسی ہلکی ڈاڑھی ہو جسکے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اُسکے تحت کا دھونا لازم ہے ایسا ہی نہر الفائق مین ہم تو خلاف سابق کا محل لحیہ کثیفہ ہے وفی البرہان یجب غسل بشرۃ لم یسترہا الشعر کحاجب وشارب وعنفقۃ فی المختار اور برہان مین ہے کہ اُس کھال کا دھونا واجب ہے جسکو بالون نے نہین چھپایا مانند بھوون اور مونچھ اور عنفقہ کے قول مختار مین ہم جو بال لب اور ٹھڈھی کے درمیان مین اُگتے ہین عنفقہ کہتے ہین اور بعضے اہل ہند اسکو بچی بولتے ہین ولا یعاد الوضوء بل ولا بل المحل بحلق راسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور ڈاڑھی کے مونڈنے سے بلکہ اُسکی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہین اگرچہ وہ خشک نکلے کما لا یعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ جیسے مونچھ اور بھوون کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے اور کھال اُکھاڑنے سے اُس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہین اور نہ وضو کرنا وکذا لو کان علی اعضاء وضوئہ قرحۃ کالدملۃ وعلیہا جلدۃ رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علیہا ثم نزعہا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ماتحتہا الخ تاملم بالنزع علی الاشبہ لعدم البدلیۃ بخلاف نزع الخف اور اسی طرح اگر وضو کے اعضاء پر زخم ہو چنانچہ پھوڑا اور اُسپر باریک کھال ہو پھر اُسنے وضو کیا اور اُس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ ڈالا تو اُس شخص پر لازم نہو گا دھونا کھال کے ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنابر اُس قول کے جو اشبہ بحق ہے عدم بدلیت سے یعنے دوسری بار دھونا اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کھال اپنے ماتحت کی بدلا نہتی برخلاف موزہ اُتارنے کے کہ پانون کا دھونا لازم ہو گا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہے پانون دھونیکا

جن ناخنوں کے نیچے میل ہو کہ بعضون کے نزدیک اگر کھال تو پہنچے سے وضو تو ان کا دھونا لازم ہے اور اگر وہ دبا اور کوئی چیز ان سے تحت ہے تو وضو کیونکہ
اگر کچھ نہیں بچھا تو وہان کا دھونا لازم نہیں اور اشبہ یہ ہے کہ دونوں صورتون مین دھونا لازم نہیں ہے تو شارح کو یون کہنا اولی تھا وان لم یتلمز بالسریۃ
ای الا شبہ یعنی دھونا لازم نہین اگرچہ وہ وضو نہ پہنچے ست قول اشبہ پر اسواسطے کہ دونو صورتون مین تو اختلاف نہین عدم لزوم مین کذا فی الطحطاوی محشیہ ... ما
بنالوالمسح ثم حتہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پہ مسح ہو گیا پھر موزہ کو کھرچا یا چھیلا یعنی باوجود اسکے مسح تمام ہے دوسری بار
مسح کرنا لازم نہین فروع یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا ہے شارح رحمہ اللہ کی عادت ہے اس کتاب مین کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر
چند مسائل کو ملحق کرتا ہے تاکہ لوگون کو فائدہ حاصل ہو فی ید اشقاق غسلہا ان قدر والا امرہ الاثر کہ متوسط کے ہاتھ میں اشقاق ہے یعنی پھٹ گیا ہے تو اسکو
دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اسکا مسح کرنا بھی چھوڑ دے اور اسکے آس پاس دھووے کذا فی
العالمگیری ولو بیدہ ولا یقدر علی الماء تیمم اور اگر اسکے ہاتھ مین اشقاق ہو اور وہ پانی پر قادر نہو تو تیمم کرے یعنی اگر دونوں ہاتھ پھٹے ہون اور پانی کا
استعمال نکر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہوگا تو اس ہاتھ سے دھونا لازم ہوگا ہر چند شارح نے ظاہرا ایک ہاتھ کو ذکر کیا مگر مراد
دونون ہاتھ ہین اسواسطے کہ مفرد مضاف عام ہو جاتا ہے تو دونون ہاتھون کو شامل ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل القطع اور اگر ہاتھ
کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کچھ کہنی باقی ہے اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اُن ہاتھ اور پاؤن سے دھونا ساقط ہو گیا ولو خلق
یدان ورجلان علی منکب بہما غسلہا ولو باحدہما فی الاصلیۃ فیغسلہا اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھ اور دو پاؤن مخلوق ہوے یعنی ایک کہنی کے اوپر سے دو ہاتھ
اور ٹخنہ کے اوپر سے دو پاؤن پھوٹ نکلے تو اگر دونون سے کام کرتا ہو تو دونون کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہے تو اُسی کو دھووے
یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہے اُسکا دھونا لازم نہین اور اسیطرح اگر دو نون پاؤن سے چلتا ہو تو دونون کو دھووے والا بیکار زائد کا دھونا لازم نہین کذا الزائدۃ
ان نبتت فی محل الفرض اور اسی طرح اُس زائد ہاتھ یا پاؤن کو دھووے جو جاے فرض کے مقام میں یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے سے پاؤن پیدا ہو
تو اُسکا بھی دھونا لازم ہوگا کاصبع وکف زائدتین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دھونا لازم ہے والا فما حاذی منہا محل الفرض غسلہ وما لا فلا لکن یندب مجتبی
اور اگر زائد ہاتھ یا پاؤن محل فرض مین نہین جا بلکہ اوپر سے جاتا ہے تو جتنا نہین سے محل فرض کے سامنے ہو اُسکو دھووے اور جو فرض کے مقابل نہو تو اُسکا دھونا فرض
نہین ہے لیکن مستحب ہے یہ مذکور ہے مجتبیٰ مین جو شرح ہے قدوری کی وسننہ اور وضو کی سنتین افاد انہ لا واجب للوضوء ولا للغسل الا القدر منسنت شئے ونفو
اور غسل مین فرض کے بعد سنتون کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل مین کوئی واجب نہین اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اُسکو سنتون سے پہلے
فرض کے پیچھے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہے تو صناعت تصنیف اُسکے تقدیم کی مقتضی ہے وجمعہا لان کل منہ مستقلۃ بدلیل وحکم اور سنت
سنت کو بصیغہ جمع لایا اسلیے کہ ہر سنت جداگانہ ہے دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے ہم یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے یعنے وضو کی آیت اور سنتون کے
دلائل احادیث جداگانہ ہین اور ہر سنت کا حکم بھی یعنے ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہے بایں معنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا اُسکا ثواب ملیگا
بخلاف فرض کے یعنی اگر وضو کے فروض سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچھ ثواب نہ ہوگا وحکمہا ما یؤجر علی فعلہ ویلام علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنے اثر مترتب اور
اُسکا ثمرہ یہ ہے کہ ثواب دیا جائیگا اُسکے کرنے پر اور ملامت کیجائیگی اُسکے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہوگا عذاب نہوگا کذا فی البحر وکثیر ما یعرفون بلا نہ
محل الواقع انظار ہم اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی بثمرہ سنت بیان کرتے ہین یعنی سنت کی ماہیت یون بیان کرتے ہین کہ سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے
اور نہ کرنے مین عتاب ہے اسلیے کہ اُنکے افکار کا یہی جائے انداز ہے یعنے منظور نظر فقہا بیان کرنا ہے ثمرہ اعمال کا لہذا اکثر وہ تعریف شے مین اُسکا حکم اور ثمرہ بیان
کرتے ہین ہر چند کہ حکم شے کا اُس شے کی حقیقت مین داخل نہین وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او بفعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ لم یثبت انقلہا

اور شمنی نے اُسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب
ہو نہ مستحب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہین شامل ہی شارح اس استدراک مین صاحب نہر کا تابع ہی ما لانکہ
سُنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقولہ ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی الموکدۃ مواظبۃ مع ترک ولو حکماً اور سنت موکدہ کی تعریف مین شرط ہی
آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی سے
مراد عدم انکار ہی تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیر رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
ہمیشہ اعتکاف کیا اور گاہے ترک نہین کیا اور یہ اسکا مقتضی ہی کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہرگاہ کہ اعتکاف نکرنے والون پر انکار نفرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلہ
ترک کے ٹھہر گیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت مین داخل ہو گی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین امت پر
تراویح فرض نہو جاے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن شان الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہ ہی کہ اُنکا مذکور تعریفات مین نہو ہم اسواسطے
کہ تعریف ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت خارج
نہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہی اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین ہوا ورد علیہ فی البحر المباح بناءً علی ان المنصور من ان الاصل
فی الاشیاء التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اُس قول کے جو منصور اور موید ہی دلائل سے وہ قول یہ ہی کہ اصل اشیا مین
توقف کرنا ہی یعنے بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہی ہم اسمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا توقف اول قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا
اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہ رح کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہی اکثر حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی
یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہو گی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیراً ما یلہجون
بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیاء مین اباحت ہی تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت
اصل سے ثابت ہی نہ شارع سے ہم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہین اول تعریف یہ ہی (السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل
المواظبۃ) یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین جاری ہی بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا
دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہی وہ یہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لا مع الترک ہی تو یہ دلیل سنت
موکدہ کی اور اگر ترک ہی احیاناً تو یہ دلیل ہی سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہی تو یہ دلیل ہی وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصراً شیخ الاسلام
عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو مذکور کر کے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہرزادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہ ہی (السنۃ ما فعلہ علیہ السلام
علے سبیل المواظبۃ ویوجر باتیانہا ویلام علی ترکہا) یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکے کرنے مین ثواب
دیا جایگا اور نہ کرنے مین ملامت ہو گی البدایۃ بالنیۃ ای نیۃ عبادۃ لا تصح الا بالطہارۃ کوضوء او رفع حدث او امتثال امر سنت ہی وضو کا شروع کرنا نیت
کے ساتھ یعنے اُس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا
ہم لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد
فعل مین منہیات بھی داخل ہین اسواسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہی نفس کا فتح القدیر مین ہی کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہی اسلیے کہ
حدث چند قسم ہی تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وضو کی یون نیت کرے (نویت ان اتوضأ للصلوۃ تقرباً الی اللہ
تعالی) یعنی مین نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لیے اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرنے کو وضو صراحۃ بنیہا لیس بعبادۃ اور فقیہون نے اسکی تصریح کر دی ہی کہ وضو بدون

نیت کے عبادات ہی نہین ہم جب وضو بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اسپر ثواب نہ ملیگا اسواسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہے جیسے حدیث انما الاعمال
بالنیات ہی طحطاوی نے مسعود شیخ الاسلام سے نقل کیا ہی کہ ہمنے کتب مذہب کو شرح مین مرآ کہ بدون نیت کے عمل نہین ہوتا لیکن اداے فرض ہوجاتا ہے
موقوف نہین اسواسطے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہی بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونون طرح حاصل ہوجاتی ہی کیونکہ پانی طہور ہی
خلاصہ یہ ہی کہ وضو بلا نیت سے نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہوگا ویا گنہگار ہوگا اور وضو کرنیوالا نیت کے نہ کرنے سے گنہگار ہوگا یا نہین خلاف ہے
ہی کہ سنت موکدہ کا تارک گنہگار ہی یا نہین اور بحر الرائق مین اس اختلاف کو یون جمع کیا ہی کہ اگر سنت موکدہ کے ترک کرنے پر عادت کرلیگا تو گنہگار ہوگا ورنہ
نہین تو گنہگار نہین کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون بعد اعتیاد مین اگرچہ گناہ نہین لیکن بلا شبہہ طاعت اور ثواب ہی چنانچہ نیت کی تعریف اسپر دلیل ہے وہو قصد
الی الوضوء المامور بہ دلی التوضی لیبر صار ونیتہ فرض کو تیمم اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنا فرض وضو مین اسکا شرع مین حکم ہی اور گدھے کے جھوٹے پانی سے اور شربت
کھجور سے وضو کرنے مین فرض ہی جیسے تیمم مین نیت فرض ہی اور کھجور کے شربت سے وضو کو جائز ہونا ضعیف قول ہی اور معتمد قول یہ ہی کہ اس سے وضو جائز نہین
کذا فی الطحطاوی وہاتی وقتہا عند غسل الوجہ اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنیکا وقت وضو مین چہرہ دھونے کے ساتھ ہی وفی الاشباہ ینبغی ان تکون عند غسل الیدین فی ذریۃ
لینال ثواب السنن اور اشباہ مین ہی کہ لایق یون ہی کہ پہلے مستحب ہی کذا فی الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتھون کے دھونے کے وقت پہنچون تک تاکہ سب
سنتون کا ثواب پاوے قلت لکن فی القہستانی ومحلہا قبل سائر السنن کما فی التحفۃ فالسن عندنا قبیل غسل الوجہ کما الفرض عند الشافعی انتہی مین کہتا ہون
لیکن قہستانی شرح نقایہ مین ہی اور نیت کا محل نیت کے سوا ہی سب سنتون سے پہلے چنانچہ تحفہ مین مصرح ہی تو مسنون نہین نیت کرنا ہمارے نزدیک
منہ دھونے سے پہلے جسطرح شافعی رح کے نزدیک فرض ہی انتہی مافی القہستانی مع ما قال استاذ الکل یہ ہی کہ اشباہ مین اپنی تجویز مذکور ہی روایت نہین اور
قہستانی مین روایت ہی تحفہ سے دوسری بات یہ ہی کہ قہستانی کے کلام سے تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہی اور اشباہ مین یہ بات نہین وفیہا ستہ
سوالات مشہورۃ نظمہا العراقی فقال سبع سوالات لذی الفہم اتت ۔ تحکی لکل عالم فی النیۃ ۔ حقیقۃ حکم محل وزمن ۔ وشرطہا والقصد والکیفیۃ ۔ اور
نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے نظم کیا ہی سو یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لیے آئے ہین مذکور ہوتے ہین نیت کے باب مین ہر عالم
کے واسطے ایک سوال ہی نیت کے حق مین ۲ نیت کے حکم مین ۳ اسکے محل مین ۴ اسکے زمانے مین ۵ اسکی شرط مین ۶ اسکے قصد مین ۷ اسکی کیفیت مین ہم
پہلے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کی حقیقت مین قصد طاعت اور تقرب الی اللہ ہی فعل کرنے کے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کا حکم یہ ہی کہ
وضو غیر ماموربہ مین نیت کرنا مسنون ہی اور وضو ماموربہ مین اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہی
جسکا حکم ہو چکا
تیسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کا محل دل ہی اور زبان سے نیت کرنا بدعت ہی سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر تا ور نہو اسکو زبان سے کہنا
مستحسن ہی کذا نقل الحلبی عن البحر چوتھے سوال کا جواب یہ کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سے پہلے ہی اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اس سے
پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بنا نہو پانچوین سوال کا جواب یہ کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہی چھٹے سوال کا جواب یہ کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت
نیت کی امتیاز کرنا ہی عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہ کہ کیفیت نیت کی یہ کہ عبادت کا
قصد کرے اسکو جانکر کہ یہ کون عبادت ہی یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل کا
عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی والبداءۃ بالتسمیۃ قولا اور سنت ہی وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا شارح نے
بیان اور غسل یدین مین بدایت کا لفظ مقدر رکھا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینون مین بدایت اور ابتدا مطلوب ہی اور ان مین کچھ منافات اور
تناقض نہین اسواسطے کہ نیت کا محل دل ہی اور تسمیہ کا محل زبان ہی اور دھونا متعلق ہاتھون سے ہی اور اسی وضع منافی کی طرف شارح نے قولا کے

لفظ سے اشارہ کردیا کذا فی الطحطاوی وتحصل بکل ذکر اور تسمیہ مذکور یعنے خدا کا نام حاصل ہوتا ہے ہر ذکر سے یعنی لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا تشہد وغیر ذلک سے لکن الوارد عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علے دین الاسلام لکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یوں روایت ہے کہ بسم اللہ العظیم والحمد للہ علے دین الاسلام کہے ہم طحطاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ مین سلف سے منقول ہے بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہے مین کہتا ہون یہ اکمل کا عجز ہے یہ بیان نکیا کہ کسی امام نے ائمہ معتبرین سے اسکو مرفوع کیا سو مین کہتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہے طبرانی نے معجم اوسط مین بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضات فقل بسم اللہ والحمد للہ فان حفظتک لاتزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہہ بسم اللہ والحمد للہ اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیان لکھا کرینگے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے وبوسی نے کہا افضل یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور تعوذ کرے ابتداء وضو مین اور بسم اللہ کہے اور مجتبیٰ مین ہے کہ یون کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام آمین آثار وارد ہین مین کہتا ہون ان علماء کبار کو دیکھکر کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہین اور اسکے مخرج کو نہین بیان کرتے ہین اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہین اور یہ آفت پڑی ہے تقلید سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ تقلید سے مراد یہان یہ ہے کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہے نقل احادیث مین بلا بیان مخرج وبلا ذکر صحت وضعف اور یہ مطلب نہین کہ مطلق تقلید معیوب ہے اسلیے کہ علامہ عینی خود مقلد ہے امام اعظم رح کا وقبل الاستنجاء وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہے استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم اسواسطے کہ قبل از استنجا ملحق بوضو ہے طہارت ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتدا ہے طہارت کی کذا فی الغایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا کے جانے کے وقت فرماتے تھے اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال انکشاف وفی محل نجاسۃ فیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے مکان مین خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل مین نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لاتحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتداء طہارت مین خدا کا نام لینا بھول گیا پھر اسنے درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا ہم سنت اسواسطے حاصل نہوئی کہ اسکا محل تھا ابتدا مین سو فوت ہوا اور وجہ استحباب یہ ہے تاکہ وضو خالی نہ رہے نام خدا سے واما الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات ویقول بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کھانے کے درمیان مین خدا کا نام لینے سے تو سنت حاصل ہوگی باقی طعام مین نہ انمین جو گذر گیا اور بھولنے والے کو چاہیے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ہم شمائل ترمذی مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہ اول طعام مین سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہے شارح کے کلام سے جو اُسنے فتح القدیر سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی والبدایۃ بغسل الیدین الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہ اور سنت ہے پاک دونون ہاتھون کے تین بار دھونے سے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی قید اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتھون کا دھونا فرض ہے بعضون کے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہے اور بعضون کے نزدیک بعد استنجا کرنے کے سنت ہے مجتبیٰ مین کہا کہ اکثر کا قول یہ ہے کہ قبل اور بعد دونون حالت مین سنت ہے اور قاضیخان نے اسکی تصحیح کی ہے تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہے اور بعد اسکے بدایت اضافی ہے کذا فی الطحطاوی وقید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی ہم یعنی ہدایہ یا حدیث مین جو ہاتھون کا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہے سو اتفاقی قید ہے احتراز مقصود نہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مین غسل یدین کی تقدیم مذکور ہے بلا تقیید نوم کذا فی الطحطاوی بخاری مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہما الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب تم سے کوئی جاگے اپنی نیند سے تو چاہیے کہ اپنے دونون ہاتھ دھوئے برتن مین ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اسکا ہاتھ رات کو کہان رہا یعنے نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولذا لم یقل قبل ادخالہما الاناء لئلا یتوہم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اسی واسطے مصنف نے

یون کہ اگر ہاتھ دھونا سنت ہو تو ہاتھ مین نجاست ہونے کا احتمال ہو کہ ہاتھ دھونے کی سنیت حاجت کے وقت کے ساتھ خاص ہو یعنی اگر یون کہتے
تو گمان ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتھون کا دھونا سنت نہین حاجت سے مراد توہم نجاست ہو اور صورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا سنت نہین ہو اگر
ایسا نہین بلکہ سنت ہے وہ قول ہے جسے اکثر فقہا نے ... ہو کہ ہاتھ دھونا سنت ہے لیکن اگر نجاست کا توہم ہو مثلاً کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا بدن پر
نجاست ہو تو دھونا سنت ... مع توہم نجاست مین یعنی جتنا ہو کر سوئے ہین یا سوتے مین سنت غیر موکدہ ہو اور نجاست کی حالت مین تو دھونا
فرض ہوگا تو ... یہ قول یعنی غسل یدیہ کا مسنون ہونا نص ... بغیر نجاست ہو اور سنت ... وہ ہو جو موکدہ اور غیر موکدہ دونون کو شامل ہو لہٰذا
فی البحر ... الانتباہ ... اور خیال کی قید اس واسطے نہ لگائی کہ ... مفہوم مخالف ثابت ہوتے ہین ... ہو مفہوم کی طرف ...
(المفہوم ... یعنی جو لفظ سے سمجھا جاوے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہو کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم
صفت یا شرط کے بیان سے ہو چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا جسکو آزاد مسلمان عورتون سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ مسلمان لونڈیون سے نکاح کرے
امام شافعی ... اس سے سمجھے کہ استطاعت والے کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہین امام اعظم ... کہتے ہین کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہین ہوسکتا بخلاف
اکثر فائدہ النصوص کذا فی النہر بخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنی کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیون کے نزدیک حجت اور دلیل نہین ہین
اس واسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہو جنپر صریحاً نصوص دلالت کرتے ہون اور اکثر کی قید اس واسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص مین معتبر ہو چنانچہ
قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفیہ من الحج المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقاً اور نہر الفائق کی کتاب الحج مین ہو کہ مفہوم مخالف معتبر ہو روایات مین بالاتفاق یعنی
امام اعظم اور انکے اصحاب سے جو روایات کتابون مین منقول ہین انکے اکثر مفہومات معتبر ہین خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق ومنہ اقوال الصحابۃ قال ... التقیید
بانہ ... بالرای لا ... انتہی اور اسی قسم سے صحابہ کرام کے اقوال ہین کہ انکا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہو نہر الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہ ہو کہ اقوال صحابہ
مین قید لگائی جائے اور اک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ سمجھا جائے انتہی ما فی النہر یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہو کہ اسمین عقل کی مجال ہو سکتی ہو تو اسکا مفہوم
بھی حجت ہو اور اگر ایسا قول ہو کہ عقل اور قیاس کا اسمین دخل نہین تو اسکا مفہوم بھی معتبر نہین اس واسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہو گیا اور نص کا مفہوم معتبر نہین
کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حدود النہایۃ المفہوم معتبر فی نص العقوبۃ کما فی قولہ تعالیٰ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی مین نہایہ کی کتاب الحدود
سے منقول ہو کہ مفہوم معتبر ہو عقوبت اور عذاب کے نص مین چنانچہ حقتعالیٰ کے اس قول مین کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اسدن یعنی قیامت کے دن محجوب
اور مستور ہونگے یعنی دیدار خدا سے محروم رہینگے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کی دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب واما اعتبارہ فی الروایۃ
فالکثری لا الکلی اور روایت فقہ مین تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہو ہر مقام مین نہین الی الرسغین بالسین مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما البوع ففی الرجل
قال ... ونظم علی الابہام کوع وما یلی لخنصرہ الکرسوع والرسغ ما وسط ... ونظم علی ابہام رجل ملقب ... بوع فخذ بالعلم واحذر من الغلط ... ابتدا ... یدیہ ...
پہنچون تک سنت ہو رسغ بضم را مہملہ وسکون سین مہملہ جوڑ ہو ہتھیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہو وہ تو پانون مین ہو چنانچہ کسی شاعر
نے کہا ہو اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہو اسکا نام کوع ہو اور جو ہڈی کہ چھنگلی سے ملی ہو وہ کرسوع اور جو کہ ان دونون ہڈیون کے درمیان جوڑ ہو اسکا نام
رسغ ہو اور جو ہڈی کہ پانون کے انگوٹھے سے ملی ہو اسکا لقب بوع ہو سو اے مخاطب علم کو اور پرہیز کر غلطی سے ثم ان لم یکن رفع الاناء ادخل اصابع الیسرٰی
مضمومۃ وصب علی الیمنی ... پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو اپنے بائین ہاتھ کی انگلیان ملا کر برتن مین ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھ پر
ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع ہو یعنی پھر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایان ہاتھ دھووے ... بحر الرائق مین پورا بیان یون ہو کہ ہاتھون کے دھونے کا
طریقہ یہ ہو کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ اٹھانا اسکا ممکن ہو تو اسمین ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائین ہاتھ سے اسکو اٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار

اسکو دھووے پھر برتن کو داہنے ہاتھ مین لے اور بائین ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اسکو دھووے پھر اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح
نے کہا اور بڑے برتن مین انگلیان ملا کر اسوقت ڈالے جبکہ وہان چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہوچکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا
برتن مین نیند سے جاگنے والے کو حدیث مین منع ہے اسکا جواب یہ ہے کہ منع اُس صورت مین ہے جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اُسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو
اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو ادخال کف ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان اراد الاغتراف
لا اور اگر ہتھیلی کو پانی مین ڈالا اگر دھونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہوجائیگا اور اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہوگا یعنی ضرورت کی وجہ سے اگرچہ
طلب استعمال یعنی قربت اور رفع حدث متحقق ہو کذا فی البحر م دھونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہے کف سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام پانی
مستعمل نہوگا اور قصداً اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گھرے برتن مین سو اُسکے لینے کو ہاتھ ڈالا کہنی تک
تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولو لم یمکنہ الاغتراف بشیٔ ویداہ نجستان تیمم وصلی ولم یعد اور اگر پانی لینا بڑے برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اُسکے دونون
ہاتھ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے م توضیح اسکی مضمرات مین اسطرح ہے کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہون تو دوسرے
شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اُسکے ہاتھ دھولادے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی مین ڈالے اور دوسرا اُسکا سرا ہاتھ مین پکڑے رہے
پھر پانی سے نکالکر اُسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایان ہاتھ دھووے یا دانتون سے کپڑا پکڑکے دونون ہاتھ ساتھ ہی دھووے تین بار اور
اگر کپڑا نہو تو منھ سے پانی لیکر دونون ہاتھ دھووے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہین وہو
سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ **تنوب عن الفرض** اور وہ یعنے بندوست تک ہاتھون کا دھونا ایسی سنت ہے کہ قائم مقام ہوتا ہے فرض کے جیسے
الحمد پڑھنا ایسا واجب ہے کہ قائم مقام ہوجاتا ہے فرض کے یعنی اُس محل کا دھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہوگیا جیسے قرآن کا پڑھنا
کہ نماز مین فرض ہے الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہے ادا ہوجاتا ہے وسن غسلہا ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے ساتھ انکا بھی دھونا مسنون ہے یعنے
اگرچہ بندوست تک دھونے سے سنت اور فرض دونون ادا ہوگئے لیکن کہنیون تک ہاتھ دھونے کے ساتھ انکا بھی دھونا دوسری بار سنت ہے
بحرالرائق مین مذکور ہے کہ غسل یدین مین تین قول ہین ایک قول یہ ہے کہ وہ فرض ہے اور تقدیم اسکی سنت ہے اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ مین اسکو
پسند کیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے ہوجاتا ہے الحمد کے مانند اور اسکو کافی مین پسند کیا ہے اور تیسرا قول سرخسی کا ہے کہ وہ سنت
ہے قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو اُنکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا یہی صحیح ہے میرے نزدیک اور مشایخ کے ظاہر کلام سے
قول اول مذہب معلوم ہوتا ہے انتہی مختصراً طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام مین خلط ہے دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہے کہ غسل یدین سنت ہے اور قائم
مقام ہے فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہے بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہے اور شارح کے موافق نہر الفائق مین ذخائر اشرفیہ
سے منقول ہے **والسواک** سنۃ موکدۃ کما فی الجوہرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا اور مسواک کرنا سنت موکدہ ہے چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہے کلی کرنے کے
وقت سنت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ کلی سے پہلے سنت ہے م مسواک کرنے کی تاکیدات اور اسکے فضائل احادیث مین بکثرت ہین ازانجملہ وہ حدیث
صحیح ہے جو امام مالک کے موطا مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین اُنکو مسواک کرنے
کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین اُنکو مسواک
کرنے کا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ آنحضرت نے فرمایا
کہ اس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اُس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد چند ہے یعنے ستر درجے زائد ہے ثواب مین

کذا فی العینی وجوّزہ عند نا اور مسواک وضو کی سنت ہے نماز کی نہیں ان سے نزدیک ہم اور امام شافعیؒ کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے اور ثمرہ اختلاف
ظاہر ہوتا ہے اس شخص کے حق میں جسنے مسواک والے ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں تو ہمارے نزدیک ان سب نمازوں کا ثواب ستر درجہ مسواک سے
بڑھ جاتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک اسقدر ہر نماز میں ثواب نہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نکرے کذا فی البحر اور اذا نسیہ فیندب للصلوۃ کما
وضو کی سنت ہے مگر جبکہ وضو میں مسواک کرنا بھول گیا تو اب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب ہے جو کہ امام یعنی شافعیؒ کے واسطے مسواک کرنا بھول گیا پھر سرکے
وقت یاد آیا تو اب مسواک کر لینا مستحب ہے تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر الطحاوی نے کہا کہ صاحب نہر کی تجویز ہو روایت مذہب شیخ
تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا کما یندب لاصفرار سن وتغیر رائحۃ وقراءۃ قرآن جیسے مستحب ہے مسواک کرنا دانتون کی زردی اور بدبو کے دور کرنے کے سبب
اور قرآن شریف کے پڑھنے کے لیے ہم استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہے ارادہ نماز اور وضو اور قرأت قرآن اور نیند سے جاگنے کے وقت اور سونے سے پہلے اسواسطے
کہ امام اعظمؒ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہے تو سب احوال میں برابر ہیں چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع
روایت کی ہے کہ چار چیزیں انبیاء مرسلین کی سنت میں ختنہ کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی العینی واقلہ ثلث فی الاعالی وثلث فی الاسافل
اور ادنے درجہ مسواک کا تین بار پھیرنا ہے اوپر کے دانتون میں اور تین بار نیچے کے دانتون میں ہم اوپر کے دانتون میں ابتداء دہنی طرف سے کرے پھر بائیں طرف
اور اسیطرح نیچے کے دانتون میں کرنا چاہیے کذا فی البحر عینی میں ہے کہ مسواک کرنے کی کچھ حد نہیں یہانتک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دل کو
اطمینان حاصل ہو بمیاہ ثلثۃ تین پانی سے ہم یہ پانی مضمضہ کے پانی کے سواے ہیں اسطرح کہ مسواک کو تین بار دھوئے اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا
کذا فی الطحطاوی وندب امساکہ بیمناہ اور مستحب ہے پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ میں ہم مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور
انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر رہیں اسیطرح مروی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی من النہر وکونہ لینا
مستویا بلا عقد فی غلظ خنصر وطول شبر اور مستحب ہے ہونا مسواک کا نرم سیدھی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بھر لمبی ہم انار اور بانس کے سوا ہر لکڑی
کی مسواک درست ہے کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے عینی نے طبرانی اور سط سے حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہے مبارک درخت سے
منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور وہ میری مسواک ہے اور مجھسے اگلے انبیاء کی مسواک ہے عرضنا لا طولا اور مسواک کرے دانتون کے عرض میں نہ طول
میں ہم اسواسطے کہ طول میں مسواک کرنے سے مسوڑھے زخمی ہو جاتے ہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ
والسلام مسواک عرض میں کرتے تھے نہ طول میں اور ابو داؤد کی سنن میں حدیث ہے کہ جب تم مسواک کرو تو عرض میں مسواک کیا کرو اسئلے ولا مضطجعا فانہ
یورث کبر الطحال اور مسواک نکرے لیٹکر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھجاتی ہے ولا یقبضہ فانہ یورث الباسور اور اسکو مٹھی بھر نہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے
بواسیر پیدا ہوتی ہے ولا یمصہ فانہ یورث العمی اور نہ چوسے مسواک کو کہ اس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے ثم یغسلہ والا فیستاک الشیطان بہ اور مسواک کر کے
پھر مسواک کو دھو ڈالا کرے نہیں تو شیطان اُس سے مسواک کریگا ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نہ کیجیے
نہیں تو شیطان اُسپر سوار ہوگا ولا یضعہ بل ینصبہ والا فخطر الجنون قہستانی اور مسواک کو پڑی نہ رکھے بلکہ کھڑی کرے نہیں تو جنون کا خوف ہے یہ سب کہا ہے
قہستانی نے ویکرہ بمؤذ ویحرم بذی سم اور مکروہ ہے مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہے زہردار لکڑی سے ومن منافعہ انہ شفاء
لما دون الموت ومذکر للشہادۃ عندہ اور منجملہ منافع مسواک کے یہ ہے کہ وہ شفا ہے ہر مرض کی سواے موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہے موت
کے نزدیک ہم نہر الفائق میں ہے کہ مسواک کے منافع ۳۰ ہیں ادنی منافع اذیٰ ہے یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلیٰ تذکیر ہے شہادت کے مرنے کے وقت اور
ابو سعود میں ہے کہ مسواک مسوڑھون کو مضبوط کرتی ہے اور بصارت کو تیز اور پیری میں دیر کرتی ہے اور پل صراط کے چلنے میں سرعت بخشتی ہے کذا فی الطحطاوی

وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ اور جسوقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نہ رہے ہون تو کھردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام مسواک کے ہوجاتی ہی یعنی تحصیل ثواب مین کذا فی النہر وغیرہ ہم سنن احمد مین مروی ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دھویا اور دونون ہتھیلیون کو تین بار اور کلی کی پھر بعضی انگلی اپنے منھ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ جیسے صنوبر اور بطم[1] کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہی مسواک کے باوجود قادر ہونے کے مسواک پر ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ عورت کو مواظبت کرنا مسواک پر مضعفت[2] ہی اسکے دانتون کا تو اسکو اسکا فعل مستحب ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ و لذا عبر بالغسل او للاختصار اور منھ کے اندر کا دھونا سنت ہی یعنی تمام داخل منھ کا دھونا اور اسی واسطے یعنے تمام مراد ہونے کے لیے مصنف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سے استیعاب پر دلالت[3] کرتا ہی یا اختصار کے واسطے یہ عبارت اختیار کی ہی ہم اکثر کتب فقہ مین والمضمضۃ[4] والاستنشاق مذکور ہی لیکن مصنف نے موافق کنز اور درر کے بجاے اُس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت استیعاب کے واسطے یا اختصار کے لیے ہر چند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہی مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہی کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی ہی تو اختصار ثابت ہوا بمیاہٍ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہی تین پانیون سے جدا جدا والانف بلوغ الماء المارن بمیاہٍ اور ناک کے اندر کا دھونا سنت ہی نرم ناک تک تین بار پانی پہونچا کر ہم امام شافعی رح کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہی اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل انکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظم رح کے نزدیک احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہی لیکن سنت یہ ہی کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاے چنانچہ ابو داؤد اور طبرانی مین طلحہ بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہی اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین اُسکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین مشروحاً مذکور ہی خوف طوالت سے مترجم بیان مذکور نہ کرسکا وہما سنتان موکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت موکدہ ہین ہم تو انکا ترک کرنا گناہ ہی مذہب صحیح پر اسلیے کہ سنت موکدہ بمنزلۂ واجب کے ہی اور جن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کی حکایت کی ہی وہ بائیس صحابۂ کرام ہین مضمضہ اور استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۲ صحابیون سے نام بنام مع تصریح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہی شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علی خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتون پر شامل ہین ایک تو ترتیب یعنے پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونون کو داہنے ہاتھ سے کرنا ہم لیکن ناک کا جھاڑنا بائین ہاتھ سے چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچوین مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بانسے تک پانی پہونچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہی اُسکو جو روزہ دار نہین اسلیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہی ہم اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیون کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق مین مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہما اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہی اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ اسکا منھ سے اور بو اسکی ناک سے معلوم ہوجاتی ہی ہم وضو کے واسطے پاک اور پاک کرنے والا پانی ضرور ہی اور ناپاک پانی وہ ہی جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدل جاے ولو عندہ ما یکفی للغسل مرۃ معہما وثلثا بدونہما غسل مرۃ اور اگر وضو کرنے والے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو ایکبار اعضا کو دھو سکے اور جو انکو نکرے تو تین بار اعضا کو دھو سکے تو ایکبار اعضا کو دھووے اور مضمضہ اور استنشاق کرے یعنے تین بار دھونے سے مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر موکد ہین ہم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہین اور سب ناقلین صحابۂ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو مین

۵ اور کون ... کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا ۱۲

المقتصد اور تھوڑا پانی کو ذکر کیا ہے اور ایکبار دھونا وضو میں آپ کے فعل سے ثابت ہے اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ بدون اُسکے حق تعالی نماز کو قبول نہیں فرماتا
کذا فی الطحطاوی من الحلبی والاقتصار علی غسل بعضہ وترک باقیہ ابدا او وکسا لا اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے ناک
میں تو اسکو کفایت کرتا ہے اور اسکے برعکس نہیں یعنی اگر ناک میں ڈالا پھر باقی پانی سے کلی کی تو کافی نہیں ہے اسواسطے کہ پانی اس صورت میں مستعمل ہو گیا اسواسطے
کہ پانی ناک میں نہیں تھم سکتا اور منھ میں تھم رہتا ہے تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہیں ہو جاتا اور ناک سے پانی بہ آتا ہے لہذا باقی مستعمل ہو جاتا ہے
کذا فی الطحطاوی وفیہ محل بحث فی مجمع الانہر الاولی تم قہستانی اور متوضی کیا اپنی انگلی اپنے منھ یا ناک میں ڈالے یا نہ ڈالے جواب بہتر یہ ہے کہ ان ڈالے
کذا فی القہستانی **وتخلیل اللحیۃ** لغیر المحرم بعد التثلیث ویجعل ظہر کفہ الی عنقہ اور سنت ہے ڈاڑھی کو خلال کرنا غیر محرم کو تین بار منھ دھونے کے بعد اور خلال
کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کی طرف کرے سنن ابو داود میں انس رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے ایک کف
مبارک میں پانی لیتے تھے اور تحت الحنک داخل کرتے تھے اور اس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسیطرح میرے رب نے فرمایا مجھ کو معلوم ہو
کہ تخلیل ریش میں چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ واجب ہے یہ قول ہے سعید بن جبیر کا دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے یہ مذہب ہے ابو یوسف اور شافعی کا اور روایت ہے
محمد سے غیر مطلوب میں کہا کہ سنت کا قول بھی صحیح ہے تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہے مالک کا جائز کا
مطلب یہ ہے کہ اسکا کرنے والا منسوب بہ بدعت نہیں اور مبسوط میں ہے کہ تخلیل ریش ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک مستحب ہے صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی البنایۃ شرح الہدایۃ
ہے کیفیت تخلیل بطور سنت کے یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں ڈاڑھی کے بالوں میں نیچے سے ڈالے اوپر کیطرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتھ کی سامنے ہو بعضے کہتے ہیں **وتخلیل الاصابع**
الیدین بالتشبیک والرجلین بخنصر یدہ الیسری بادیا بخنصر رجلہ الیمنی اور سنت ہے انگلیوں کا خلال کرنا دونوں ہاتھوں کا خلال بطریق تشبیک ہے یعنی ایک ہاتھ کی
انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہیں اور دونوں پاؤں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے ابتدا کرے داہنے پاؤں کی چھنگلی سے
اور ختم کرے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر اور بحر الرائق میں ہے کہ تخلیل پاؤں کی سفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کی طرف لاوے انتہی عینی نے کہا اس کیفیت کی
کچھ اصل نہیں ابو داود اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو کرتے تو اصابع یدین کو اپنی چھنگلی سے
تو حدیث بابت خنصر کی مقتضی ہے انتہی ترمذی نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونوں ہاتھوں
کو اور دونوں پاؤں کو ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے نہر الفائق میں ہے ابن ماجہ کی روایت میں تخلیل بالخنصر آیا ہے لیکن بائیں چھنگلی یا سفل سے نہ اللہ اعلم
انتہی وہذا بعد دخول الماء خلالہا فلو منضمۃ فرض اور یہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونے کے بعد ہے انگلیوں کے اندر تو اگر انگلیاں ملی ہوں تو انکے مابین کا
دھونا فرض ہے ہم فتح القدیر میں ہے کہ جب وہاں پانی نہ پہونچا تو دھونا وہاں کا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل وضو میں ہے اور غسل در حقیقت ہے کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وتثلیث الغسل للمستوعب والاعبرۃ للغرفات اور تین بار پورا دھونا ہر عضو مغسول کا سنت ہے اور چلووں کا اعتبار نہیں بدون استیعاب کے ہم یعنی تین بار
تکرار غسل سنت ہے پہلا دھونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت موکدہ ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں منقول ہے سراج سے اور ہر بار کے غسل میں استیعاب یعنی پورا
دھونا سنت ہے تین چلو کا اعتبار نہیں تو اگر اول بار چلو ڈالے اور کچھ خشک باقی رہا پھر دوسری بار تھوڑا دھویا پھر تیسری بار تمام عضو پورا ہو گیا تو یہ تین بار کا دھونا
نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بمرۃ اذا اعتاد ہ اثم اور اگر ایکبار دھونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کر لیگا تو گنہگار ہوگا ہم گناہ کی وجہ یہ ہے کہ اُسنے سنت مشہور کے
ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اُسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے ہونے کا معتقد نہو ولو زاد لطمانینۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا باس بہ اور
اگر تین بار سے زیادہ دھویا دل کی تسکین کے واسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھ مضائقہ نہیں زیادت میں ہم در صورت شک خاطر تین کیواسطے
تین بار سے زیادہ دھونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا اور حاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہیں کذا فی الحلیۃ بہ شیخ الاسلام

عینی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لاباس بہ ہی بدلیل حدیث ابن عمرؓ کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ جسنے وضو کیا وضو پر اسکے واسطے حق تعالی دس نیکیان لکھیگا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہر چند بعضون نے اسکو ضعیف کہا ہی لیکن دفع ضعف کا جواب شافی بھی موجود ہی شرح عینی مین وحدیث فقد تعدی محمول علے الاعتقاد اور وہ حدیث جسمین فقد تعدی فرمایا ہی وہ اعتقاد پر محمول ہی بحر الرائق مین حدیث مذکور یون مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہی کہ اللہ تعالی نماز کو بدون اسکے قبول نہین کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی اس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہی اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہی سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اُسنے حد سے تجاوز کیا در صورت زیادت اور ظلم کیا در صورت کمی بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہی ہی کہ زیادت سے گنہگار نہوگا مگر جبکہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین مین کہتا ہون کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی بہت سے اگرچہ فقط تین بار دھونے کے مسنون ہونے کا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا ولعل کراہتہم تکرارہ فی مجلس تنزیہیۃ بل فی القہستانی معزیا للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتامل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس مین مکروہ بکراہت تنزیہی ہی یعنی ترک اولی ہی گناہ نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہی کہ اسراف جاری پانی مین جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہین ہی سو اسکو تامل کر م یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہی اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق مین ہی تو فقہانے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ کہا ہی جواب دیا کہ کراہت تنزیہی ہی جسکو لاباس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بھی ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقاً زیادت کو جائز رکھا طحطاوی نے کہا خلاصہ مین ہی کہ تکرار وضو ایک مجلس مین جائز ہی اور سراج مین ہی کہ مکروہ ہی نہر الفائق مین ہی کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہی اور سراج کی کراہت چند بار کرنے پر محمول ہی چنانچہ سراج مین چند بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہی انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجے چنانچہ حلبی محشی نے کہا ہی تو بلا شبہا اسراف ہی اور اسراف مکروہ تحریمی ہی نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہی اور شارح کا کلام سابق عام ہی اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری مین اسراف جائز ہی سو ضعیف قول ہی بلکہ وہ مکروہ ہی مطلقاً بلا حاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی ما فی الطحطاوی ملخصا پس قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہین کہ صریح حدیث کے مخالف ہی اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو فرمایا کہ پانی مین اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی مین بھی اسراف ہی فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی مین بھی اسراف ہی اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح سفر السعادت للدہلوی ومسح کل راسہ مرۃ مستوعبۃ اور سنت ہی اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون ہاتھ پھر جاوین اندک بھی باقی نہ رہے ہم صحیحین مین عبد اللہ بن زید سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتھون سے سو دونون ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا مین عبد اللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت مین مروی ہی کہ مسح کیا مقدم سر تا اینکہ دونون ہاتھون کو قفا تک لیگئے گدی پھر دونون ہاتھون کو پھیر لائے اُس مکان تک جہان سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح کی اس حدیث مین مذکور ہی یہی مشہور ہی اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہین کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر تر کیفیت مسح کی یہ ہی کہ دونون ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکھے اور انکو قفا تک کھینچ لیجاے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہوجاے پھر دو انگلیون سے دونون کانون کا مسح کرے اور اسطرح سے پانی مستعمل نہین ہوجاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہ جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علحدہ رکھے اسکی تضعیف کی ہی بحر الرائق مین فلو ترکہ وداوم علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگیا یعنی اسواسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہی واذنیہ معا ولو بمائہ اور سنت ہی دونون کانون کا ساتھی مسح کرنا یعنی یہان تقدیم مین مستحب نہین اگرچہ کانون کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا

یعنی امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح کے واسطے نیا پانی لینا مسنون ہے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ دونون کان سر مین سے ہین تو سر کے پانی سے کانون کا مسح ہو جاتا ہے یہ حدیث صحیح ہے کئی صحابیون سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہین لیکن ابن عباس کی حدیث جو
ابن قطان مین ہے ابن قطان نے اسکو صحیح اور بزار نے اسکو حسن کہا ہے اور اگر کوئی دوسرا پانی لیتا ہے تو حرج نہین اگر مسح سر کے بعد ہاتھ کی تری جاتی رہے تو نیا پانی لے کر مسح کرے واسطے لینا ضرور ہے والترتیب المذکور فی النص اور سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرآنی مین مذکور ہے یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونون ہاتھ کہنیون تک پھر مسح سر کا
پھر دونون پاؤن دھونا ٹخنون تک ورد الشافعی رضی اللہ عنہ یعنی رد ہے جو طالب بالدلیل ہو اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور اسکے دلیل میں حدیث ہے
عدم جواز ... مین بعد دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم افتراض پر اثبات دلیل کی حاجت نہین کیونکہ وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اسلئے ... سے دلیل کا سوال
ہو والولاء بکسر الواو وغسل المتأخر قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ فمضی لطلبه لا بأس به اور سنت ہے ولاء بکسر واو یعنی پے در پے دھونا اور عبارت ہے عضو ثانی
کے دھونے سے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جیسا کہ ہوا گرم اور تیز ہے تو کچھ مضائقہ نہین یا مثلاً
کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا سو وہ اسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے در پے کی سنت فوت نہوگی اس عذر سے عدم موالاۃ مین جو اوپر کہا اعتدال ہوا اور
اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہو کی اعتبار وضو مین تو یہ پے در پے نہین
پے در پے کی سنت ادا ہونے کو وشلہ الغسل والتیمم اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہے کہ انکے افعال بھی پے در پے مسنون ہین اور اگر کسی عذر سے تابع فوت ہو جائے
تو کچھ ڈر نہین طحطاوی نے کہا تیمم مین بحث ہے کیونکہ انہون خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہین وعند مالک فرض اور امام مالک کے نزدیک موالات یعنی پے در پے
پے در پے کرنا فرض ہے ومن السنن الدلک وترک اللطم او جه بالماء وغسل فرجها الخارج اور منجملہ سنتون کے عضو مغسول کا ملنا اور پانی کا اسراف
چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منھ پر پانی سخت نہ مارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہے حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ دہن کے مانند ہے تو جیسے
دہن یعنی منھ کا دھونا وضو مین مسنون ہے اور غسل مین واجب ہے اسی طرح شرمگاہ کا دھونا ہے اور ظاہر اشرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا مین مسنون ہے نہ وضو
کرنے کے وقت لیکن بظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتین مذکور کین اور شارح نے چار زیادہ کین کتب فقہ مین کم و بیش مذکور
کرتے ہین بعضے استحباب کو سنن مین اور بعضے سنن کو مستحبات مین شمار کرتے ہین تحفہ مین اکیس سنتین وضو کی مذکور ہین اسطرح کہ استنجا کرنا ڈھیلون سے اور نیت
اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین آداب سے تھا اور آپ کے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تراویح
کے مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونون مین ترتیب اور ہر ایک کے واسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور استنشاق مین مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت مین اور مسواک کرنا
مضمضہ کے وقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیون کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پاؤن مین اور
تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانون کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے آب
جدید سے اور تخلیل ریش ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور مسح گردن مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک سنت ہے اور بعضون کے نزدیک ادب کذا فی الہنی وتحبه ویسمی مندوبا
وادبا وفضیلة وہو ما فعله علیه الصلوة والسلام مرة وترکه اخری وما احبه السلف اور وضو کے مستحب تمامین اور مسح رقبہ ہین اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی
کہتے ہین اور مستحب وہ عمل ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا ہم اصولیون کے نزدیک
مستحب اور مندوب ایک چیز ہین اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہے گاہے ترک کیا اور مندوب وہ ہے جسکو ایک دو بار کیا
جواز کی تعلیم کیواسطے ایسا ہے شرح نقایہ مین لیکن اس تعریف مین قصور ہے اسواسطے کہ جس فعل مین شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہے اور محدثین
مندوب کی وہ تعریف کی ہے جو بیان مستحب کی تعریف ہے کذا فی البحر نہر الفائق مین کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے

اصولیون کا اسی وجہ سے تحریر مین کہا ہو کہ جسپر مواظبت نہین ہو وہ مندوب اور مستحب ہو اگرچہ اُسکو نہ کیا ہو ترغیب کے بعد انتہی التیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہی داہنی طرف سے شروع کرنا ہاتھ پانون کے دھونے مین م صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتے پہننے مین اور بالون کی کنگھی کرنے مین اور سب کامون مین اور بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پانون سے شروع کرے اور جب اُتارے تو بائین پانون سے شروع کرے تا کہ داہنا پانون جوتے پہننے مین اول ہو اور اُتارنے مین آخر ہو اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنے پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائین پانون سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہو و لہذا باتفاق علما داہنے کی تقدیم مستحب ہو ہر ایک اُس امر مین جو از قسم تکریم کی ہو چنانچہ وضو مین اور غسل مین اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد کے داخل ہونے مین اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور مونچھ کترنے اور بغل کے بال اُکھاڑنے اور سر کے مونڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پھیرنے مین اور بیت الخلا سے نکلنے مین اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے دینے اور لینے مین اور سوائے انکے جو اس قسم کے افعال ہین اور بائین کی تقدیم ہو امور مذکورہ کے مخالف کامون مین چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اُتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایۃ ولو مسحا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی بصورت موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے مین تیامن مستحب ہو لا الاذنین والخدین فیلغز ای عضوین لا یستحب التیامن فیہما تیامن مستحب نہین دونون کانون کے مسح مین اور دونون رخسارون کے دھونے مین تو اسی وجہ سے پہیلی کیطرح پوچھتے ہین کہ وہ دو عضو کون ہین جنمین داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہین م عنقریب شارح مذکور کرگیا ہو کہ دونون کانون کا مسح ساتھ ہی سنت ہو اور اگر ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ مین زخم ہو کہ ساتھ ہی دونون کانون کا مسح نہین کرسکتا تو اب البتہ داہنے کان کو تقدیم ہو کذا فی العالمگیریۃ ومسح الرقبۃ بظہر یدیہ اور مستحب ہو گردن کا مسح کرنا اپنے دونون ہاتھون کی پیٹھ سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہین لا الحلقوم لانہ بدعۃ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہو م بدعت جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہو نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی ومن ادابہ عبر بمن لان لہ آدابا آخر اوصلہا فی الفتح الی نیف وعشرین واوصلہا فی الخزائن الی نیف وستین استقبال القبلۃ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے وقت قبلہ رو بیٹھنا ہو شارح نے کہا مصنف من کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہو لایا اسواسطے کہ آداب وضو سوائے متن کے اور بھی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور کئی تک پہونچایا ہو اور خزائن الاسرار مین (جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی) ساٹھ اور کئی آداب تک نوبت پہونچائی م ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے آٹھ زیادہ کیے اور طحطاوی محشی نے سوائے انکے چودہ بڑھائے تو سب سینتیس مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہ ہین حالت استنجا مین اُس انگوٹھی کا اُتار رکھنا جسپر اللہ تعالی یا اُسکے رسول کریم کا نام پاک ہو اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور آفتابہ وضو کو بائین طرف رکھنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کے مانند ہو اُسکو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے مین آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اُسکے سر پر اور وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتھ رکھنا اور وضو مین جلدی اور شتابی نکرنا ایسا مذکور ہو فتاوی عالمگیری مین اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر رکھنا اور استنشاق کے وقت بائین ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور بھون اور مونچھ کے نیچے پانی پہونچانا اور چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھ پانون کا دھونا انگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہو معراج الدرایہ مین کذا فی الطحطاوی ودلک اعضائہ فی المرۃ الاولی اور مستحب ہو اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے مین م مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا اور خلاصہ مین کہا ہو کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہو خصوصا موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہو لہذا شارح نے دلک اعضا کو سنتون مین شمار کیا کذا فی الطحطاوی وادخال خنصرہ المبلولۃ صماخ اذنیہ عند مسحہما اور مستحب ہو اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے سوراخ مین اُنکے مسح کرنے کے وقت وتقدیمہ علی الوقت لغیر المعذور اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور جسکا پیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہو اُسکے حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین

اور یہ ہی مسائل ثلثہ المستثنٰے من قاعدۃ فرض افضل من النفل یعنی وضو قبل الوقت مندوب وبعدہ فرض اور یہی آتا ہے وضو کا مسئلہ یک زوائن
تینوں مسئلوں سے جو مستثنیٰ ہیں اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہے نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہے اور وقت آنے کے بعد فرض ہے اور قاعدہ
مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہیں اسواسطے کہ انمین نفل یعنی مستحب افضل ہے فرض سے الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظارہ والواجب دوسرا مسئلہ یہ ہے
کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہے وہ افضل ہے مفلس کی مہلت دینے سے کہ وہ واجب ہے یعنی مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہے بموجب اس آیت کے (و
ان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ) یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو اسکو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہان چھوڑ دینا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت دینے
سے جو واجب ہے الثالثۃ الابتداء بالسلام سنۃ افضل من ردہ وہو فرض تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے سو افضل ہے سلام کے جواب دینے سے اور
حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہے و نظمہ من قال سے الفرض افضل من تطوع عابد حتی ولو قد جاء منہ باکثر الا التطہر قبل وقت وابتداء للسلام کذاک
ابراء معسر اور مسائل ثلثہ کو نظم مین بیان کیا ہے جس شاعر نے یون کہا ہے کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اسنے زیادہ تر کیا ہو فرض سے مگر طہارت
کرنا وقت سے پہلے اور ابتداء سلام اسی طرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہے وقت آنے کے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے و تحریک خاتمہ الواسع
اور مستحب ہے کشادہ انگوٹھی کا گھمانا اور پھیرنا وضو کے وقت ومثلہ القرط اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کے وقت اسکا بھی پھیرنا مستحب ہے تاکہ پانی سوراخ کے
اندر پہونچ جاوے وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض اور اسی طرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہے اگر اسکے نیچے پانی کا پہونچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہونچنا
معلوم نہو تو اسکی تحریک فرض ہے نہ مستحب و عدم الاستعانۃ لغیرہ الا لعذر اور غیر سے مدد نہ چاہنا وضو مین مستحب ہے مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہین ہے
عذر یہ کہ برتن بھاری ہے اٹھ نہین سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار اور ضعیف ہے کذا فی الطحطاوی واما استعانتہ علیہ الصلوۃ والسلام بالمغیرۃ فلتعلیم الجواز اور رسول
کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو مین مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف
استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب دیا کہ یہ امر تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شارع کو تعلیم افضل اور مستحب ہے کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث مین ہے
کہ مین حضرت کے ساتھ سفر مین تھا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین سے ہاتھ نہ نکل سکا آپ نے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا سو مین نے پانی
ڈالا آپ نے وضو کیا اور موزون پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کی وجہ سے استعانت تھی اور بعضون
نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی و عدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ اور مستحب ہے وضو مین نہ بولنا آدمیون کی سی بات کا مگر اس حاجت کیواسطے بولنا
خلاف استحباب نہین جو بدون بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہے وضو کرنے کو اونچے مکان پر بیٹھنا مستعمل پانی سے
بچنے کو اگرچہ صحیح قول مین مستعمل پانی طاہر ہے لیکن اختلاف سے بچنے مین احتیاط ہے وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ عن التقاطر وہی اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب
فتح القدیر کی عبارت یون ہے کہ بچانا کپڑون کا تقاطر سے مستحب ہے اور یہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتون کو شامل ہے اسواسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے
مکان پر ہوتا ہے اور چھینٹون سے نہین بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیۃ القلب وفعل اللسان اور مستحب ہے جمع کرنا دل کی نیت مین اور زبان کے لفظ
مین یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہون رفع حدث یا استباحت صلوۃ یا امتثال امر کیواسطے ہذہ رتبۃ وسطی بین من سن التلفظ بالنیۃ ومن
کرہہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہے دو قول مین ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہے زبانی نیت کرنے کو چنانچہ امام شافعی
اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہے کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول نہین ہم یعنی استحباب رتبہ ہے سنت
کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کا متوسط رتبہ ٹھہرا و خیر الامور اوسطہا والتسمیۃ کما مر عند غسل کل عضو وکذا المسح اور
بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دھونے کے وقت مستحب ہے اور اسی طرح مسح کرنے کے وقت ہم ابتداء وضو مین بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر عضو کے

اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اور پڑھنا کلمۂ شہادت کا ... ابو سعید خدری سے یون روایت ہے کہ جو وضو کرے پھر کہے
سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک تو لکھا جاوے گا ورق مین پھر مہر ہوگی اور نہ توڑی جاوے گی قیامت کے دن تک یہ روایت صحیح
اور وقف مین اختلاف ہے تخریج نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور نووی نے جواب دیا اور شرح مہذب مین مرفوع اور موقوف ہونے کی تضعیف
کی سو غلط ہے اسلئے کہ موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی الحرز شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ مین نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت
لکھی کہ مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے اللہم اغفر لی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی وان
یشرب بعدہ من فضل وضوئہ کماء زمزم مستقبل القبلۃ قائما او قاعدا اور مستحب ہے وضو کے بعد وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کی مانند قبلہ رو کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر
ویباح ... اور مکروہ ہے کھڑے ہوکر پینا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہے اسواسطے کہ یہ طب کی راہ سے مضرت ہے دین کی راہ سے کذا
فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا ناکل علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے وقت مین کھاتے تھے چلنے کی حالت مین اور پیتے تھے کھڑے ہوئے امام شافعی نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کھانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوئے جائز ہے و در شرح
للمسافر شربہ ماشیا اور اجازت ہے مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے ومن الآداب تعاہد موقیہ وکعبیہ وعرقوبیہ واخمصیہ اور مستحبات سے ہے خبرگیری اپنی دونون آنکھون کے
کویون کی اور دونون ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کے اندر کی یعنی وضو کے اندر ان مقامون مین پانی پہونچانا اور فتح القدیر مین مستحب ہے
اسواسطے کہ ان کے پیچھے ہونے کے سبب سے ان مقامات مین کبھی تھوڑی سی خشکی باقی رہجاتی ہے واسطے حدیث صحیح بخاری ومسلم مین وارد ہے کہ ویل للاعقاب من النار یعنی خرابی ہے
ایڑیون کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون مین خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے واطالۃ غرتہ وتحجیلہ اور مستحب ہے دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤن کے دھونے کا
یعنی اعضاء مغسولہ کے حدود معینہ سے زیادہ دھونا مستحب ہے صحیحین اور نسائی مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت بلائی جاوے گی
آویگی وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑھانا وہ کرے اور دوسری روایت مین ہے کہ ابو ہریرہ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دھویا اور دونون ہاتھون کو دھویا
یہانتک کہ قریب تھا کہ دونون مونڈھون تک پہونچا پھر دونون پاؤن دھوئے پنڈلیون تک پھر حدیث مذکور پڑھی غرہ کہتے ہین گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل کہتے ہین
اسکے ہاتھ پاؤن کی سفیدی کو اور یہ زینت ہے گھوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ اور تحجیل استعارہ ہے انسان کے واسطے وضو کے آثار مین کذا فی تیسیر یعنی منہ
اور ہاتھ پاؤن روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حد معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ٹھہرا طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعۃ سے نقل کیا کہ دونون ہاتھون کا دھونا نصف
بازو تک اور پاؤن کا دھونا نصف ساق تک مستحب ہے وغسل رجلیہ بیسارہ اور مستحب ہے دونون پاؤن کا دھونا بائین ہاتھ سے وبلہما عند ابتداء الوضوء فی الشتاء
اور مستحب ہے دونون پاؤن کا پانی سے چپڑنا ابتداء وضو مین جاڑے کے موسم مین فتاوی عالمگیری مین بدائع سے تعمیم اعضاء مذکور ہے اسطرح کہ ...
کہا کہ لائق یون ہے کہ جاڑے مین اعضا کو پانی سے چپڑے تیل ملنے کی طرح پھر اسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ جاڑے مین پانی عضو پر خوب نہین پھیلتا ہے کذا فی الطحطاوی
والتمسح بمندیل اور مستحب ہے اعضا کو پونچھنا رومال سے ہم نیز موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہے ایسا ہے فتح القدیر مین اور عالمگیری مین ہے کہ باقی اعضاء وضو کو
نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا ہو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہے اور معراج مین ہے کہ لائق یہ ہے کہ مبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا
کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے مین علما کا اختلاف ہے سو ہمارا مذہب یہ ہے کہ لا باس ہے یعنی کچھ مضائقہ نہین اور ترک افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک
صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہین لیکن اسکا ترک مستحب ہے اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہے اور سرما مین سردی کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو
ناسخ اور منسوخ مین عدم تمسح کی حدیث روایت کی ہے اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے پونچھنے کی روایت کی ہے سو دونون حدیثین
ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرا وعدم نفض یدہ اور مستحب ہے ہاتھ کا نہ جھاڑنا اسواسطے کہ جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی

وقراءۃ سورۃ القدر اور مستحب ہی سورۂ انا انزلناہ کا پڑھنا وضو کے بعد شارح فیہ نے اسپر بہت ثواب ذکر کیا ہو کذا فی الطحطاوی وصلوٰۃ رکعتین فی غیر وقت کراہۃ اور مستحب ہی بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوائے وقت کراہت کے ہم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہین صحیح مسلم وغیرہ مین عقبہ بن عامر سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونون رکعتون پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اُسکے واسطے جنت واجب ہو گئی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنی حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہی و مکروہہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء تنزیہا اور مکروہ تنزیہی ہی چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم و بیش کرنا کمی کی صورت یہ ہی کہ غسل اعضا مین تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہی تین بار سے زیادہ دھونا لیکن تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت درست ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہم بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین حدیث صحیح ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مُد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات مین کم و بیش بھی آیا ہی اور صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مُد دو رطل کا اور رطل بیس استار کا ہی استار کا ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پانی وضو کا کم خرچ کرتے اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت مین وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو مین تعدی اور تجاوز حد سے کرین اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک شیطان ہی نام اُسکا ولہان ہی تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ وشرحہ آب چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہی تو مد اور من شرعی لکھنؤ کے سیر کے حساب سے تخمیناً تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنؤ کا پختہ سیر ۹۶ روپیہ کا ہی اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہی تین سیر دو سے زائد کا عادت ہو گئی ہی پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی مین متحیر ہوتے ہین اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کرین اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہی اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیئے تاکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب ہو تحریماً لو بماء النہر والمملوک لہ پانی مین اسراف مکروہ تحریمی ہی اگر نہر کے پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ہم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہین حرام سے قریب ہی اور محمد رح کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہی بعینہ اما الموقوف علی من یطہر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والون پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہی مدرسون کا پانی سو اسمین تو اسراف کرنا حرام ہی بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہی اما بماء واحد فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہی یا مسنون چنانچہ منح الغفار مین زیلعی سے منقول ہی ہم ہدایہ مین اسکو مشروع کہا ہی اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہی اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہی انتہی ومن منہیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے عورت کے وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہم اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہی کہ اکثر عورتون کو نجاست سے محافظت کم ہوتی ہی اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہی وضو کرنا ناپاک مکان مین اسلیئے کہ وضو کے پانی کی کچھ حرمت ہی ہم طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہی کہ وہان نجاست کی چھینٹون کے پڑنے کا خوف ہی او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہی وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد برتن کے اندر وضو جائز ہی او فی موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہی مسجد کے اُس مکان مین جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ اس ملک مین مسجد کے لب فرش وضو کے واسطے بنائے ہین والقاء النخامۃ والامتخاط فی الماء اور مکروہ ہی تھوکنا اور سنکنا پانی مین یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہی اسواسطے کہ انکے ترک کرنے کو مستحبات مین شمار کیا ہی وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والی کا زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہی اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہی ہم نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہی اور بکسر جیم اُسکا نام ہی جو ناپاک ہو تو یہ عام تر ہی تو متن مین دونون طرح ہو سکتا ہی مگر فتحہ جیم کا الیق ہی کہ تکلف سے دور ہی اور لغت کی راہ سے دونون مین کچھ فرق نہین چنانچہ نہر الفائق مین ہی

ف مقدار صاع و مد حساب وزن سے

ف نواقض وضو

فیہ منقصۃ واقول اسکی یہ واسطے کہ خروج نجاست کا مردہ سے ناقض اُسکے وضو کا نہیں بلکہ وقت نجاست کو دھونا چاہیئے کذا فی الظہیریۃ وفی منیۃ اذا ولد انہ تحت ثیاب عادتہ
چیز ہو چنانچہ بول اور براز یا عادت کی چیز نہ ہو چنانچہ خون کا نکلنا بیچ سبیلین اور ابو بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یعنی الی ما یطہر لیعنی کہا شمول انی
یلحقہ حکم التطہیر یعنی وضو ہو یعنی نکلنا نجاست کا اس مقام تک جس سے جو طاہر کیا جاتا ہو یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہو وضو یا غسل میں ثم المراد بالخروج
من السبیلین مجرد الظہور یعنی پھر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہے بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر ہوئی
خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگر سیلان نہ ہو ہم مطلب میں ہے کہ حد خروج کی انتقال ہے باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے مگر بسبب سیلان
کرنے کے وقت نجاست سے اسلئے خروج کی تعبیر سیلان سے کی برخلاف اُسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر تو وہ وضو کی ناقض ہے اگرچہ سائل نہ ہوئی
اسواسطے کہ راہ سبیلین نجاست کا مکان نہیں ہے پس جب نجاست آتی ہے اپنے مکان اصلی سے منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا اس راستے سے معلوم ہوا تو ظہور کو
خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر لما فسرہ وفی غیرہما عین السیلان اور سبیلین کے سوا میں خروج بعینہ سیلان ہے یعنی یہاں نکلنا ہم سیلان ہے یعنی بہنے
کا مدعی ہے کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہاں سے ڈھلکے ایسا بیان کیا ہے ابو یوسف نے اسواسطے کہ جتنا سا قطرہ یعنی سر زخم سے ڈھلنا پایا جائیگا تو اپنے
مکان سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جبتک خون سر زخم کے محاذی اور سامنے ہے وہی اُسکا مکان اصلی ہے اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غیر سبیلین میں خروج
عین سیلان ہے کذا فی الدرر اما الحاصل سبیلین میں خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہے اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین میں یعنی زخم وغیرہ میں خروج
ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال انتقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور
قابلیت رکھتا ہو تو ناقض ہوگا اسلئے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ اگر خون نکلنے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہے اور
جو ایسا نہیں وہ ناقض نہیں یعنی اگر بہنے کے لائق نہیں وہ وضو کو نہیں توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہیں توڑتا وہ خون
جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو میں لازم ہے نہ غسل میں یہ تفریع ہے قول یلحقہ حکم التطہیر کی وکمع
وعرق الاعرق مدمن الخمر فانہ نقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہیں توڑتا اسلئے کہ نجس نہیں مگر دائم الخمر کا پسینا تو وضو
کا ناقض ہے بنابر اُس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتے میں اور ہمکو اسمیں گفتگو ہے ہم تامل کلام شارح یہ ہے کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب ہے
تو اعتماد کے لائق نہیں کذا فی الطحطاوی **وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاۃ من دبر** اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا پاک چیز کا مقعد سے چنانچہ
ہوا یا کیڑا یا پتھری ہم ریح اگرچہ ناپاک نہیں قول صحیح میں چنانچہ زاہدی وغیرہ میں ہے مگر وضو کی ناقض ہے نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور پتھری
وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہے چنانچہ درر میں تصحیح ہے کذا فی المنح لاخروج ذلک من جرح ناقض وضو نہیں نکلنا
ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہیں نکلنا ریح کا اُس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہیں ہے
اما المفضاۃ فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہے فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضوں نے کہا واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر
بدبو ہے ریح میں تو واجب ہے وضو اور نہیں تو نہیں ہم مفضاۃ وہ عورت ہے جسکی دونوں راہیں ایک ہو گئیں درمیان کا پردہ پھٹ کر و ذکر لانہ اختلاج اور ناقض وضو نہیں
ذکر کی ریح اسواسطے کہ یہ اختلاج ہے یعنی عضو کا پھڑکنا ہے درحقیقت خروج ریح نہیں ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ فرج اور ذکر
کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہیں کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں اٹھی اور ریح ناقض نہیں ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہ وجہ نہیں ہے کہ ریح خود نجس ہے
حتی لو خرج ریح من الدبر وہو یعلم انہ لم یکن من الاسفل فہو اختلاج فلا ینقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہے کہ نیچے
سے نہیں اتری تو وہ بھی اختلاج ہے درحقیقت خروج نہیں تو ناقض وضو نہو گا کذا فی المنح عن الخلاصۃ وانما قید بالریح لان خروج الدودۃ

ع
یعنی نہ بہنے ... سے ثابت کرتا ہے ... سبب ... کی ... حکم ... ہونا ... تدبیر سے ... کے ... ١٢

والحصاۃ منہما ناقض اجماعا کما فی الجوہرۃ اور مصنف نے ریح کی قید نہین لگائی اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی
بالاتفاق چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی ہم اسی طرح خانیہ مین مصرح ہی اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہی لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہو
خلاف نقل کیا ہی اور اسیطرح شارح وقایہ نے کذا فی النہر ولا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا لحم سقط منہ لطہارتہا وعدم
السیلان فیما علیہا وہو مناط النقض اور وضو کو نہین توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا مُنھ سے اور اسی طرح ناقض وضو نہین وہ
گوشت جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونون پر ہی اور سیلان یہی مدار ہی وضو توڑنے کا
یعنی غیر سبیلین میں جو زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہی گوشت سے اور گوشت پاک ہی برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہی اور گوشت
کی طہارت اُس شخص کے حق مین ہی اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہی مگر اُسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک کہ اگر اُسکو
وہ لیے رہیگا تو نماز اُسکی فاسد نہو گی تو حلبی کا یہ اشکال ساقط ہو گیا کہ گوشت یعنے ساقط گوشت نجس ہی نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصر والخارج
بنفسہ سیان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ
وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح درایۃ فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا دابنے
اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونون برابر ہین وضو توڑنے کے حکم مین بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہی اسکے مصنف یعنی بزازی نے کہا
اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہی یعنی خروج اخراج کو لازم ہی تو نکلنا فصد کے مانند ہو گیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہی باوجود اخراج کے اور فتح القدیر
مین کافی سے منقول ہی کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہی اور اسپر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہی اور قنیہ اور جامع الفتوی مین ہی کہ یہی قول اشبہ ہی
اور اشبہ کا مطلب یہ ہی کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہی اُس قول سے جو منصوص ہی روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہی
ادراک عقلی کی راہ سے تو بموجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتویٰ ہو گا ہم مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہی اور حسن جلبی کے
حاشیہ شرح وقایہ مین بھی قول تتمہ اور خلاصہ اور کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہی حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے
قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہی اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر مین تفرقہ ثابت کیا ہی لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین
احتیاط ہی اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کے مصنف اسکو ناقض نہین کہتے وینقضہ قئ ملا فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قے ہی مُنھ بھر کے
اسطرح پر کہ بہت تکلف سے مُنھ کے اندر تھم سکے ہم اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ مُنھ بھر کے قے وہ ہی جسکے روکنے پر قدرت ہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بلکسر
ای صفراء او علق ای سوداء قے مذکور ناقض ہی صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم وتشدید را عبارت ہی صفرا سے یعنے زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام
عبارت ہی سودا سے ہم قاموس مین ہی کہ علق بالتحریک خون ہی مطلق یا نہایت سُرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہی خون بستہ کی
قید اسلیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہی اگرچہ مُنھ بھر کے قے نہو انتہی قولہ شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہی اسواسطے کہ خون
بستہ نہین ہوتا مگر احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہی تو علق خون حقیقی نہ رہا سودا ہو گیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الراس فغیر ناقض اور جو خون
بستہ کہ سر سے اُترا وہ تو وضو کو نہین توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر یا قے ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہونچ گیا
اگرچہ اُسمین نہ ٹھہرا فوراً اگر پڑا ناقض ہی وضو کا ہم اور حسن کا قول یہ ہی کہ اگر طعام اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہین مجتبیٰ مین اسکو مختار کہا ہی اور معراج
الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہی تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہی کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ
ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قے مذکور نجس مغلظ ہی اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قے کی ہو دودھ پی کر فوراً یہی قول صحیح ہی بسبب

نہ ہونے نجاست معدہ کے ایسا ہی کیا ہو جس نے معنی کہا کہ اور پانی نہ ہو وہ جو فوراً قے ہو گیا وہ ناپاک ہو گئی ہے پیٹ کی نجاست سے متصل ہونا ہو معمولی اور
وضو ناقص ہے اتفاقاً اور اگر کثیر ہو فی نفسہ اور [illegible] پانی یا دودھ مریں یعنی طعام اور شراب کے معدہ میں پہنچا ہو [illegible] تک نہیں پہنچا ورنہ
تو وضو کو توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کچوے یا پیٹ سے کیڑوں کی قے [illegible] نہیں بسبب پاک ہونے کے انکی ذات میں [illegible]
کہ نجاست [illegible] تو منہ بھر کے نہیں کذا فی [illegible] مطلقاً [illegible] جیسے مُوئے آدمی کی رال ناقص نہیں [illegible]
پاک ہے [illegible] آدمی کا منہ [illegible] رال مطلقاً پاک ہو خواہ سر سے اترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبو دار ہو یا نہو اور اسی [illegible] مقابل [illegible]
ابو نصر [illegible] کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بدبو دار ہو وہ قے کے مانند ہے اور جو سر سے اترے وہ پاک ہے [illegible] رال پاک ہے [illegible] کی ہو اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی الطحطاوی بخلاف [illegible] فانہ نجس [illegible] مراد بول [illegible] نقض الطہارۃ بالاعادۃ [illegible] بخلاف میت کی رال کے اسواسطے کہ
وہ نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کے قے اگرچہ وہ ناقص نہو قلت کی وجہ سے بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب کے اپنی اصل میں نہ پیٹ کی نجاست
کی ملاقات سے برخلاف اور چیزوں کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات انکی ناپاک نہیں **لا ینقضہ قی من بلغم علی المعتمد اصلاً** نہیں توڑتی
وضو کو بلغم کی قے مطلقاً بنا بر قول معتمد کے ہم بلغم خواہ سر سے اترا خواہ پیٹ سے چڑھا منہ بھر کے ہو یا کم مخلوط بطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سے مخلوط ہو ایسا ہی مجمع
اور شرح مین اور شارح کا قول علی المعتمد اس بلغم کی طرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا اسلیے کہ جو بلغم سر سے اترا اسمین اتفاق ہے علی الصحیح کذا فی الطحطاوی **الا مخلوطاً بطعام**
فیعتبر الغالب مگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقص وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہے تو ناقص ہے ہم بہتر یہ تھا
کہ شارح طعام کی پوری دہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تا کہ اس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکے منہ کو بھر دے لہذا
صاحب بحر نے غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد مین منہ کو بھر دے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی **ولو استویا فکل علحدۃ** اور اگر بلغم اور
طعام دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام بقدر پوری دہن کے ہے تو ناقص ہے اور نہیں تو ناقص نہیں **وینقضہ دم مائع من جوف**
او فم غلب علی بزاق حکما للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہو گیا تھوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے **او ساواہ احتیاطا**
یا خون برابر ہے تھوک کے تو بھی ناقص ہوگا احتیاط کی راہ سے ہم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہے کہ تھوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی
یہ ہے کہ تھوک زرد ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والبحر **ولا ینقضہ المغلوب بالبزاق** اور وہ خون وضو کو نہیں توڑتا جو تھوک سے کم ہے **والقیح کالدم** اور پیپ خون کے
مانند ہے وضو توڑنے کے حکم میں یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہے یا برابر ہے تو ناقص ہے اور اگر کم ہے تو ناقص نہیں **والاختلاط بالمخاط کالبزاق** اور خون و پیپ کا
رینٹ سے ملنا تھوک کے ملنے کے برابر ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقص ہے اور مغلوب ناقص نہیں **وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضواً وامتلأت**
من الدم ومثلہا القراد ان کان کبیرا لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسی طرح وضو کو توڑتا ہے وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے
بھر گیا اور چیچڑی جونک کے برابر ہے وضو توڑنے میں بشرطیکہ بڑی چیچڑی سے دم مسفوح یعنی روان خون نکلتا ہے جونک کے مانند کذا فی الخانیۃ **والا کالبقۃ والقراد**
کذلک لا ینقض کبعوض وذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی ہو کہ اس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقص وضو نہیں مچھر اور
مکھی کے کاٹنے کے مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا خون سائل کے نہونے سے **وفی القہستانی لا ینقض مالم یتجاوز الورم**
اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقص نہیں جبتک ورم سے تجاوز نکرے ہم بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ سر زخم ورم کر گیا پھر اس سے
پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقص نہوگا جبتک ورم سے تجاوز نکرے اسواسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہیں تو تجاوز نہوا اس موضع کی طرف جسکو
تطہیر کا حکم لاحق ہے طحطاوی نے کہا یہ حکم اس صورت کو مخصوص ہے جہاں دھونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دھونا ورم کا واجب ہوگا اسلئے

قولہ تو اس صورت مین تجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹیگا کما لا یخفی ولو شد باربا طان نفذ البلل للخارج نقض اور اگر زخم کو پٹی سے باندھا اگر تراوت باہر کی طرف توڑ آئی تو وضو کی ناقض ہے م فتح القدیر مین ہے اسکا مطلب یون سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہے کہ اگر پٹی نہو تی تو بہتا اسواسطے کہ اگر قیمیں زخم پر پھرے سو تر ہوجاوے ناپاک نہین ہوتا جبتک ویسا نہو کیونکہ وہ حدث نہین کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القی ویجعل کقے واحد لاتحاد السبب

یعنے زخم بہتا نہو ۱۲

وہو الغثیان عند محمد وہو الاصح لان الاصل اضافۃ الاحکام لا سبابہا الا لمانع کما بسط فی الکافی اور متفرق قے کو جو منہ بھر کے نہین اکٹھا سے جمع کیجیے اور ایک قے اسکو ٹھہرائے مسبب کے متحد ہونے سے اور سبب قے کا متلی ہے محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی قے آئی اور مجموع کرنے سے بھری دہن کو پہونچی ہے تو وضو کی ناقض ہے محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا انکے اسباب کی طرف اصل ہے مگر یہ کہ اسباب کیطرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اسے سبب کیطرف نسبت نہو گی چنانچہ اسکی تشریح کافی مین ہے م مانع کی مثال چنانچہ سجدۂ تلاوت ہے جبکہ اسکا سبب مکرر ہو مجلس واحد مین کیونکہ اگر یہان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہے اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہے سجدہ کا اور غیر اصح قول ہے ابو یوسف کا یعنے جمع متفرق کے واسطے انکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے وہ کل مالیس بحدث اصلا بقرینۃ زیادۃ الباء کقی قلیل ودم لو ترک لم یسل لیس بنجس عند الثانی اور جو چیز حدث نہین یعنی ناقض وضو کی نہین کسی طرح سے چنانچہ تھوڑی قے اور خون جو اسکو چھوڑ دیے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہین ابو یوسف رح کے نزدیک شارح نے کہا حدث مین اصلا کی قید یعنے لگائی با جارہ کے زائد ہونے کے قرینہ سے م اسواسطے کہ با جارہ کی زیادت خبر کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہے علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اُس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہے وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلاً معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق مین حدث نہین لیکن وہ ناپاک ہے اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق مین حدث ہے تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نہ رہا اس کلیہ کے تحت مین بالجملہ کلیہ مذکور صحیح ہے کہ جو کسی وجہ سے ناقض وضو نہین وہ ناپاک نہین اور اسکا عکس درست نہین یعنی جو نجس نہین وہ حدث نہین اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہین مگر حدث ہین یعنی ناقض وضو ہین کذا فی الطحطاوی ودر رمین ہے کہ قے قلیل اسواسطے نجس نہین کہ اعلائے معدہ سے خارج ہوتی ہے اور وہ نجاست کا مکان نہین ہے اور قلیل خون غیر مسفوح ہے یعنی سائل نہین تو بفحوائے آیۂ کریمہ (او دما مسفوحا) حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور آدمی

یا خون بہتا ہوا ۱۲

کا غیر مسفوح خون جو حرام ہے تو وہ مبنی ہے اسکے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہے اگرچہ وہ حرام ہے وہو الصحیح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہے زخمیون کی آسانی کے واسطے برخلاف محمد رح کے یعنی اُنکے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہے وفی الجوہرۃ یفتی بقول محمد رح لو المصاب مائعا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح مین ہے کہ محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاے اگر سائل چیز مین قلیل قے یا خون ملگیا یعنی اگر پانی وغیرہ مین تھوڑا خون ملگیا تو اُسکو ناپاک جانیے اور اگر کپڑے وغیرہ خشک چیز مین لگے تو اُسکو پاک سمجھیے وینقضہ حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہے حکم شرع کی راہ سے م شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کردیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکتہ ای قوتہ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ من الارض وہ نیند ناقض وضو ہے جو آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہے زائل کردے اسطرح پر کہ اسکی مقعد زمین سے ملجاے م صحیح قول یہ ہے کہ نوم فی نفسہ ناقض نہین بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہے اسلیے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شے سے خالی نہین اور جو ثابت ہے عادت سے وہ متیقن کے مانند ہے وہو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ او قفاہ او وجہہ اور نوم ناقض سوتا ہے ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پٹ یعنی یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہے قوت ماسکہ کے زائل ہوجانے سے والا ای وان لم یزل مسکتہ لا ینقض وان تعمد فی الصلوۃ او غیرہا علی المختار اور اگر ویسی نیند نہین یعنے اسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہین اگرچہ آدمی قصدًا سوگیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین

چنانچہ قول مختار کے موافق اسی میں ہے وضو کی علت نیند ہے اور غیر مختار ابو یوسف کا قول ہے کہ جب نماز میں عمداً سو رہیگا تو وضو نہ رہیگا کذا فی شرح المنیۃ دلیل و تنقیحہ
قد ضبط ولو مستندا الی ما لو ازیل لسقط علی المذہب نوم جیسا ناقض ہے جیسے دونوں سرین پر ٹیک کر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سو گیا ہو کہ اگر وہ اسکو
ہٹا لیجیے تو سونے والا گر پڑے بنا بر روایت مذہب کے موافق شارح نے نیند کی ان قسموں کی اب تفصیل شروع کی جنسے وضو نہیں ٹوٹتا ہے یعنی سونے
کی جو شکلیں مذکور ہوئیں ان کو ناقض میں شمار کیا ہے اور اسکے شارحوں نے کہا کہ طحاوی نے اسکو اختیار کیا ہے جو مبسوط کی اصل روایت میں نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر وہ شخص
مستقر نہ ہو تو ناقض ہے اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر و ساجدا علی الہیئۃ المسنونۃ ولو فی غیر الصلوۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبی یا سونا سجدہ
کرنے میں سنت کے طور پر اگرچہ نماز کے سوا میں اسطرح سو گیا ہو وضو نہیں جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے اور سجدہ مسنون کی صفت یہ ہے کہ پیٹ اسکا رانوں
سے اور بازو بغل و پہلو سے علیحدہ ہوں اسواسطے کہ اسطرح میں تماسک باقی ہے اور استطلاق منعدم ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر نماز میں ہو تب کا سجدہ ناقض نہیں اور غیر نماز
میں سجدہ مسنونہ ناقض نہیں کذا فی الطحطاوی اور بحر میں ہے اور اسیطرح قیام اور رکوع کی حالت میں سونا وضو کا ناقض نہیں اور متورکا یا سرین پر سونا اسطرح
کہ دونوں پانوں ایک جانب کو پھیلائے اور دونوں سرین زمین پر رہ جائے او محتبیا اور اسی سبب سے رکبتیہ یا سونا اوکڑو بیٹھکر اسطرح کہ دونوں پنڈلیاں چھاتی سے
ملا دیں کپڑا لپیٹ کر یا دونوں ہاتھوں سے تھام کر اور سر گھٹنوں پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گھٹنوں پر ہو تو بطریق اولیٰ ناقض نہیں او شبہ المنکب یا سونا
اوندھے کے مانند اسطرح کہ دونوں سرین رکھے ایڑیوں پر اور پیٹ رانوں پر اور جھک گیا او مشابہ اسکے ایسا ذکر کیا بحر الرائق میں اور یہی مشہور ہے کذا فی الطحطاوی
او فی محمل او سرج او اکاف یا سونا عماری میں یا زین یا پالان پر ہو طحطاوی نے خلاصہ سے نقل کیا کہ محمل میں کھڑے یا بیٹھے سونا ناقض نہیں انتہی خانیہ میں ہے
کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان میں سو گیا وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ مفاصل ڈھیلے نہیں ہوتے اور اگر دونوں سرین کو ایڑیوں پر رکھکر سو گیا جسطرح کہ کرتا ہے
تو اسپر وضو نہیں ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور بعضوں نے کہا کہ امام محمد کے نزدیک بھی ولو الدابۃ عریانا فان حال الہبوط نقض والا لا اور جو سوار ہو اس
حال میں کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہو تو اگر اوتار پر ہو یعنے بلندی سے نشیب کو آتا ہو تو ناقض وضو ہے ورنہ ناقض نہیں ہے اسلیے کہ نیچے اترنے پر سوار آگے جھکتا ہے
تو سرین اٹھ جاتے ہیں تو تماسک جو مانع خروج ریح تھا باقی نہ رہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے میں یہ بات نہیں تو وضو قائم رہیگا ولو نام قاعدا یتمایل
فسقط ان انتبہ حین سقط فلا نقض یعنی جو ناعس نعیم اکثر قیل سندہ اور جو بیٹھے سو رہا تھا جھوم جھوم کر جھککر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض وضو نہیں
اسی قول پر فتویٰ ہے جیسے وضو نہیں ٹوٹتا اونگھنے کا جو سمجھا جاتا ہے اکثر ان باتوں کو جو اسکے پاس ہو رہی ہیں کذا فی النہر خانیہ میں ہے
کہ اگر چار زانو سو یا کسی چیز پر ٹیک کر شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ ناقض نہوگا انتہی ما فی الخانیہ حاصل مقام یہ ہے کہ اگر استرخا حاصل نہیں ہوا
اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہے چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیرہ کا من المذکورات میں تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہیں والعتہ
لا ینقض اور اختلال عقلی اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہیں ہے عتہ بفتح اول و سکون ثانی آفت ہے موجب اختلال عقل اسطرح پر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر
ہو جاتا ہے مگر وہ کسی کو نہیں مارتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق میں اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہے
اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہیں جیسے طفل عاقل کی عبادت صحیح ہے گو وہ مکلف نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا کنوم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جیسے انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام کی نیند وضو کو نہیں توڑتی ہے قنیہ میں مصرح ہے کہ ناقض وضو نہونا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہے واسطے صحیحین میں وارد ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سوئے یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ میری آنکھیں
سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور اسپر اعتراض نہیں لگتا اس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس میں حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تھا اسواسطے کہ دل
مبارک جاگتا تھا احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہیں آنکھ کا یہ کام ہے سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور

فقہا کی کتابوں میں علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہ ہی کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی حکم ہی تو اسوقت میں حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ
والسلام کا وضو کرنا امتوں کی تشریع کے واسطے تھا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنیٰ ہین کذا فی الطحطاوی وہل ینقض اغماؤہم وغشیہم ظاہر کلام المبسوط نعم
اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہی یا نہیں جواب اسکا ظاہر کلام مبسوط سے یہ ہی کہ ہان ناقض ہی ہم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہی
جس سے قوت ضعیف ہوجاتی ہی اور عقل زائل نہیں ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہی برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہی اور غشی یہ ہی کہ قوت محرکہ اور حساسہ
معطل ہوجاوے بسبب قلب ضعیف ہوجانے کے گرسنگی وغیرہ سے چنانچہ قہستانی میں ہی تو غشی نوم کے برابر ہی زوال اختیار اور فوت قدرت میں بلکہ نوم سے زائد ہی
اسواسطے کہ نائم جگانے سے ہوشیار ہوجاتا ہی اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہی اُسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وینقضہ اغماء ومنہ
الغشی اور وضو کو توڑتا ہی اغما اور اُسکی قسم سے ہی غشی یعنے اغما اور غشی دونون ناقض ہین وجنون اور جنون یعنے دیوانگی ناقض وضو ہی جنون عبارت ہی
زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہی باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہوجاتا ہی لہذا انبیا
علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہیں اور اغما صحیح ہی اسواسطے کہ عقل اسمین مغلوب ہی نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر یدخل فی مشیتہ تمایل ولو باکل الحشیشۃ
اور ناقض وضو ہی وہ نشا کہ مست اپنی چال میں ادھر اُدھر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کھانے سے نشا حاصل ہوا ہو ہم نشا اور مستی عبارت ہی اُس
سرور سے جو عقل پر غالب ہوجاوے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہیں کر سکتا مگر اُسکی عقل زائل نہیں ہو جاتی اسی واسطے وہ خطاب
شرع کے لائق باقی رہتا ہی یہی قول تحقیق ہی اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہی اور باوجود زوال عقل کے اُسکا مکلف ہونا بطریق زجر (نشہ لانے والی ۱۲)
اور توبیخ کے ہی کذا فی الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنے ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہی بشروط آئندہ ہم قیاس اسکو چاہتا ہی کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج
نجس نہیں اور یہی مذہب ہی شافعی رح اور مالک رح اور احمد وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہی جو چھ صحابیون سے مرفوع مروی ہی ازانجملہ ایک طریق ہی
جو معجم طبرانی میں ابو العالیہ ابو موسیٰ اشعری رض سے راوی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے کہ ایک کم نظر آدمی آیا اور اُس گڑھے میں گر پڑا جو مسجد میں تھا اُس
بہت لوگ جو نماز میں تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والون کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کریں اور بیہقی نے خلافیات میں مانند اسکے روایت
کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام
نہیں کیا میں کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا اسواسطے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہی اور عجب ہی
احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ اُنکا مذہب یہ ہی کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان اُنھون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا
کذا فی العینی مختصراً او تمام البیان فیہ ہی مایسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہی جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہی جسکو آپ آدمی سُنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا
حکم یہ ہی کہ وہ وضو کا ناقض نہین نماز کا مبطل ہی اور تبسم وہ ہنسی ہی جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاوین اُسکا حکم یہ ہی کہ نہ وضو اُس سے جاتا ہی نہ نماز
بالغ ولو امرأۃ سہواً یقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہی اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ونائم بل صلاتہما بہ یفتی تو لڑکے اور
سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتویٰ ہی یُصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہی قہقہہ اُس جاگتے جوان کا جو نماز
پڑھتا ہی خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہی یا نمازی کا حکم رکھتا ہی بانی کے مانند بانی وہ شخص ہی جسکا وضو نماز میں ٹوٹا پھر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے
کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرونگا سو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مار کے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضیخان بطہارۃ صغریٰ ولو تیمما اصالۃ مستقلۃ
نماز پڑھتا ہو اُس طہارت صغریٰ کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہی نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو ہم طہارت صغریٰ عبارت ہی وضو اور تیمم سے اور طہارت کبریٰ عبارت ہی
غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن میں حاصل ہو ہم اور اگر اول وضو کرکے غسل کریگا

جو کچھ بے وضو ہو تو نماز باطل ہے کذا فی البحر الرائق و فی الفتح میں ہے فی الخلاصۃ و التجنیس و الشرح الوقایہ محقق ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا کذا فی الدر المختار والشرح الطحطاوی شرح منیۃ اور فتح اور نصر اللہ میں لکھا ہے

وضو نہیں ٹوٹتا اسکو اچھا کہا اور ہنسنے والے کو مفسد و شیخ کے ہنسنے سے نماز فاسد شرح منیہ میں کہا ہے اور یہی قول بہتر ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا سجود کی علت باقی

مذکور ہو سکی نماز سے ہنسا اور سے یعنی نماز کامل سے اور رکوع سجود والی نماز ہو یا جنازہ کی وسجود سے قائم مقام ہو جیسا مثلاً اشارہ مقیم معذور کا یا سواری پر نماز

اور جیسے قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور جب وہ باطل ہوئی اور جو عند السلام عمداً فانہا تبطل الوضوء لا الصلوۃ کذا ذکرہ صدر

فی الشرنبلالیہ اگرچہ سلام کے وقت عمداً قہقہہ کیا اسواسطے کہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہے نماز کو برخلاف حدث کے چنانچہ شرنبلالیہ نے شرح وہبانیہ میں لکھا

کہا ہے کہ عمداً کی قید اسواسطے لگائی تا خروج بصنعہ متحقق ہو تو اس سے نماز باطل نہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کے جز آخر میں قہقہہ پایا گیا ولو قہقہہ

الامام او احدث عمداً ثم قہقہ المؤتم ولو مسبوقاً فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا حدث کیا پھر مقتدی نے قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا

وضو نہیں ٹوٹتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصداً سے نماز باطل ہو گئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہیں

بخلاف ما اذا تکلم عمداً فی الاصح برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہو امام کے عمداً کلام کرنے کے بعد قول اصح میں یعنی اگر امام نے قصداً کلام کیا پھر

مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول میں مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور کلام میں یہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا نہ مفسد اسواسطے کہ کلام سے

نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہیں ہو گئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہذا وضو نہ رہا برخلاف قہقہہ امام یا عمداً

حدث کے کہ اُسنے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل

الامتحان لو نسی المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلوۃ انتقض لا بعدہ لبطلانہا بالقیام الیہا اور آزمائش کے مسئلوں سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ اگر بالفرض مثلاً

مسح کرنا سر یا موزے کا بھول گیا پھر اُسنے قہقہہ مارا نماز میں شروع کرنے سے پہلے تو اُسکا وضو ٹوٹ گیا یعنے اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اور اسواسطے

کہ پانی کا وضو کے واسطے آنا جانا نماز میں داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہیں ٹوٹتا بسبب باطل ہو جانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے کیونکہ

نسیان مسح سے طہارت نہوئی تو بے طہارت نماز پڑھنے سے نماز باطل ہو گئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا یعنے اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزماوے کہ اُسکو

علم اس مسئلہ کا ہے یا نہیں تو یوں پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہو اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہو حالانکہ بر

العکس ہے کذا فی الطحطاوی **ومباشرۃ فاحشۃ** بتماس الفرجین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد

اور ناقض وضو ہے کھلی مباشرت دونوں شرمگاہوں کے بھڑ جانے سے اگرچہ یہ امر دو عورتوں میں واقع ہو یا دو مردوں میں استادگی کے ساتھ جانبین یعنی

لگانے والا اور جسکے لگا یا دونوں کے وضو کی ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکور دین مذی کی تراوت نہو بنا بر معتمد قول کے یہ قول شیخین کا ہے اور محمد نے کہا کہ مباشرت

فاحشہ ناقض نہیں جبتک کچھ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہے لیکن یہ تصحیح معتمد نہیں اسلیئے کہ تحفہ میں تصریح کی چنانچہ اسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ

شیخین کا قول صحیح ہے اور یہی قول متون فقہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر میں کہتا ہوں فتاوی عالمگیری میں جو بیان ہے کہ محمد رح کے قول پر فتوی اور

نصاب سے تصحیح اسکی نقل کی ہے وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونے سے لائق اعتماد کے نہیں قنیہ میں ہے کہ عورت کے وضو ٹوٹنے میں انتشار آلہ مرد

معتبر نہیں کذا فی العالمگیریۃ لا ینقضہ مس ذکر لکن یغسل یدہ ندباً نہیں توڑتا وضو کو ذکر کا چھونا لیکن مستحب ہے کہ ہاتھ دھو ڈالے عم بسرہ بنت صفوان

کی حدیث میں مس ذکر سے نقض وضو مذکور ہے اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث میں جسکو سوائے ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے نقض وضو مذکور نہیں

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اصح اور احسن ہے اور یحیی بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وامرأۃ وامرد اور ناقض

وضو نہیں عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا صرف امام شافعی رح کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالی (او لامستم النساء) ہماری دلیل یہ ہے کہ

ہ ...
[margin note, partly illegible:] ... مس ذکر ... حدیث ... وضو ... ۱۲

لمس جب مقارن ہو عورتون سے تو جماع مراد ہوتا ہی اور صحیح مسلم مین حضرت عائشہ رضہ کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پانون کا نماز کے اندر ثابت ہی
اور صحیحین مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہٹاتا عائشہ صدیقہ رضہ کے پانون کا نماز مین ثابت ہی لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط
مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہی تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصًا امام کے حق مین یعنی اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور
مخالف سب نماز پڑھتے ہین تو مقتدیون کی رعایت کرنا خوب بات ہی لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ فی مذہبہ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا اپنے
مذہب مین لازم نہ آوے ہم شارح نے استدراک کیا اُس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو رعایت مقتدیون کے مذہب کی مستحب ہی خواہ
اس مسئلے مین یا اسکے غیر مین والا اس مسئلے مین تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہین کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کما لا ینقض لو خرج من
اذنہ ونحوہا کعینہ وثدیہ قیح ونحوہ کصدید وماء سرۃ وعینہ لا بوجع جیسے وضو نہین ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اُسکے چنانچہ اُسکی آنکھ یا پستان
سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اُسکے مانند چنانچہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا بدون درد کے وان خرج
بہ ای بوجع نقض لانہ دلیل الجرح اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہی ہم بحر الرائق مین
کہا کہ پانی مین یہ تفصیل البتہ خوب ہی اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہین ہوتا نہر الفائق مین اسکا جواب دیا کہ ممکن ہی کہ زخم چنگا ہو کر پیپ نکلا ہو اور
درد کا نہونا یہی صحت کی علامت ہی فتاوی عالمگیری مین ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوائی کا فتوی نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ اسطرح
ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج مین مذکور ہی تو صاحب بحر کا شبہہ لائق التفات کے نہین رہا فدمع من بعینہ رمد او عمش ناقض فان استمر صار ذا عذر مجتبیٰ
والناس عنہ غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہی تو آنسو اُس شخص کا جسکی آنکھ اُٹھنے آئی اور دُکھتی ہی یا ایسی چوندھی اور چیپڑی
کہ اکثر پانی بہا کرتا ہی ناقض وضو ہی اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض مین معلوم ہوگا ایسا مذکور ہی مجتبیٰ مین اور
لوگ اِس مسئلے کے حکم سے غافل ہین یعنے اس آنسو کو ناقض وضو نہین جانتے ہین ہم فقہا نے کہا ہی جسکی آنکھ سے رمد یا عمش سے آنسو جاری ہو اسکو ہر وقت
درد ١٢ چوندھا پن ١٢
نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہی کہ یہ استحباب کا امر ہی صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہی بقرینہ مرض اسیطرح فتح القدیر
مین ہی اور مجتبیٰ مین اسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو حشی احلیلہ بقطنۃ وابتل الطرف
الظاہر ہذا لو القطنۃ عالیۃ او محاذیۃ لراس الاحلیل وان تسفلت عنہ لا ینقض جیسے ناقض وضو ہی اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ مین روئی بھر دی ہو
اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اُس صورت مین ہی کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے
نیچی ہی اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور اسی طرح کا حکم ہی مقعد اور
فرج داخلی کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہی تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہی ہم نیۃ المصلی مین ہی کہ اگر
روئی یا کپڑا فرج خارج مین ہی اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹا نافذ ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لا ینقض اور اگر روئی وغیرہ کی
اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہین ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنے گر پڑی تو اگر تر ہی تو وضو ٹوٹا
اور اگر تر نہین تو نہین ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یغیبہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر انگلی مقعد مین داخل کی اور ساری انگلی غائب نہین کی
یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہین ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہا عند الاستنجاء بطل وضوءہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی
سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اُسکا باطل ہو گیا ہم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے
متعلق ہی اور بطلان صوم ادخال حالت استنجا سے متعلق ہی اسواسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا

کرنے مین آنتی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا ثابت نہ ہوا تو صوم باطل ہو گیا کذا فی الطحطاوی بعضون نے نقل ونشرہ دھیان نہین کیا تو شارح پر
اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہ کیا کہ امام لا کہ شارح کا مطلب یہ ہو کہ انگلی نہ تر کرنے سے روزہ باطل
ہونا ہو کہ صوم اور داخل حالت آنا ہے صوم باطل ہوتا ہے فروع مسائل ہے شارح کے ہم فرعات ہے فرع کی اور فرع کہتے ہین ہر شے کے اوپر کو اور قوم شے
شریعت کو تو نوبت سے مسائل مالیہ اور شرائیہ مراد ہین بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت یہ ہو کہ لفظ فروع اُن مسائل کو جو دقت سے فرعت ہوتے
یا مستغرب مین ذکر کرتے ہین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع منفرد ہے اور عجیب اکثر بیان کرتا ہو اور کئی ہے
تنبیہ بعض کلام مین مناسب مقام یستحب للرجل ان یحتشی ان رابہ الشیطان ویجب ان کان لا ینقطع الا بہ قدر ما یفسد مرد کو مستحب ہو کہ احلیل مین روئی
وغیرہ رکھنا اگر شیطان اسکو شک مین ڈالتا ہو قطرہ آنے کے وسوسہ سے اور واجب ہو بقدر نماز پڑھنے کے اگر نہ منقطع ہوتا ہو بدون روئی رکھنے کے
کذا فی فتح القدیر طہارت سے حاصل ہو علامہ طحطاوی نے کہا جب کسی شخص نے وضو کیا اور جب نہایا پیشاب کے بعد جیسے اپنے ذکر پر تری اور تراوت دیکھی
اور اسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہو یا پیشاب ہو تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور
اسکو نجاست کا یقین نہین ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اسکا دھیان نہ کرے جبتک اسکے پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہو اور جو مبتلا ہوا ہے وسواس کا
اسکو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک دے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الخانیہ باسوری خرج دبرہ ان ادخلہ بیدہ انتقض
وضوؤہ وان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اسکو اپنے ہاتھ سے اندر کر دیا تو اسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن
اگر کچھ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو خرج بعض الدودۃ فدخلت اور اسی طرح اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہین
من لہ ذکران فالذی لا یخرج منہ البول المعتاد بمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو منہ ہون تو جس سرے سے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے
ہو یعنی اس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ شے سائل نہوگی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہین الخنثی غیر المشکل فرجہ الآخر کالجرح
جو خنثی کہ مشکل نہین اسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہو تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہو فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ وضو
ٹوٹیگا دونون فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اسکا حال ظاہر ہو گیا ہو یا نہو نہر الفائق مین زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہو
کذا فی الطحطاوی والمشکل ینتقض وضوءہ بکل اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہو ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح م خنثی مشکل
اسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان انکر الوضوء للصلوۃ نعم ولغیرہا لا سوال
وضو کا منکر کافر ہو یا نہین جواب اگر اسنے وضو کا انکار کیا نماز کے واسطے تو ہان وہ کافر ہوا اور غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہین ہوگا ہم نماز
کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اسنے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الخ اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے
وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اسکی آیت مین اختلاف ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا شک فی بعض وضوئہ اعادہ ما شک فیہ لو فی
خلالہ لم یکن الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ کیا یا نہین کیا
اسکو پھر کرے اگر اثناء وضو کرنے مین شک ہوا ہو اور شک کا ہونا اسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنی اگر اثناء وضو مین شک نہین پڑا بلکہ
بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو مین ہو یا بعد وضو ان صورتون مین اعادہ
نکرے اور شک کی طرف التفات نہ کرے اور آپ کو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو علم انہ لم یغسل عضواً وشک فی تعیینہ غسل رجلہ الیسری
لانہ آخر العمل اور اگر اسکو بالیقین معلوم ہو کہ اسنے ایک عضو کو نہین دھویا اور شک پڑا اسکو عضو کے معین کرنے مین کہ ہاتھ ہو یا پاؤن تو

بائین پاؤن کو دھووے اسواسطے کہ وہ پچھلا عمل ہی وضو مین تو نسیان کی طرف وہی اقرب ہی باقی رہی یہ بات کہ اگر پچھلے پاؤن کے دھونے کا یقین ہو صورت
مذکورہ مین تو ظاہر اُسکے ماقبل عضو کا اعتبار ہوگا ذ ہکذا کما فی الطحطاوی ولو تیقن بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کر چکنے
کا یقین ہو اور وضو کے ٹوٹنے مین شک پڑے یا اسکے بالعکس یعنے وضو ٹوٹنے کا یقین ہی اور طہارت کرنے مین شک پڑے تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے
یعنی پہلی صورت مین طہارت کا اعتبار کرے اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سے نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز ہی
اور شک نہایت قوی ضعیف سے کیونکر ٹل سکے ولو تیقنہما وشک فی السابق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہو اور سابق مین شک پڑے یعنی
یہ یاد نہین رہا کہ اول طہارت تھی یا حدث تو وہ شخص شرعاً با طہارت ہی اسواسطے کہ غالباً طہارت بعد حدث کے ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی ومثلہ المتیمم اور متوضی
کے حکم مین تیمم کرنے والا ہو یعنی اگر تیمم کا یقین حاصل ہی اور بے وضو ہونے مین شک واقع ہوا ہی یا حدث کا یقین ہی اور تیمم مین شک ہی یقین پر عمل کرے
اور جو دونون کا یقین ہی اور تقدم اور تاخر مین شک ہی تو یہ شخص با تیمم ہی ولو شک فی نجاسۃ ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر و تمامہ فی الاشباہ ۱۲
جو شک پڑے پانی یا کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑے کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے مین شک واقع ہو
اس شک کا کچھ اعتبار نہین پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ ونظائر مین
ہی الیقین لا یزول بالشک کے قاعدہ مین ہم مجتبی مین ہی کہ خون اور پیپ اور زرداب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پھنسی اور آنکھ اور کان کا پانی بیماری کی جہت
سے سب برابر ہین بنا بر قول اصح کے جو ناقض وضو نہین چنانچہ قلیل قے یا خون وہ طاہر ہی مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا ملوث ہو گیا تو جواز نماز کا
مانع نہین جیسے اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون بلا سیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہین مانع نماز نہین عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر
فتوی ہی ینابیع مین ہی کہ تیل ڈالا احلیل مین پھر وہ نکل آیا وضو نہین ٹوٹا امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین محیط مین ہی کہ وضو کیا پھر ذکر سے تراوت سائل دیکھی تو پھر
سوراخ ذکر ۱۲
وضو کرے اور اگر معلوم نہو کہ وہ کیا ہی تو التفات نہ کرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہی اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کے واسطے اور اگر دقیق
چیز دماغ تک پہونچی ناک کے سُڑکنے سے یا اسکے اندر ٹپکانے سے پھر وہ ناک سے اتر آئی تو ناقض وضو نہین اسواسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی
چبھائی ہاتھ مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سرے سے زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبد اللہ اُسکو سائل جانکر نقض وضو کی طرف مائل ہی جسنے روٹی یا پھل کھایا
اور اُسمین خون کا اثر دیکھا مسوڑون سے تو چاہیے کہ وہان انگلی رکھے اگر انگلی مین خون کا اثر پاوے تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ہاتھ رکھنے
سے نپایا تو وضو قائم ہی الکل من العینی شرح الہدایۃ و فرض الغسل ارادبہ ما یعم العملی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ اور استنشاق اور باقی
بدن کا دھونا ہی شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اُسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہی چنانچہ وضو مین گذر گیا ہم یعنی فرض سے یہان وہ معنی مراد ہی
جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونون کو شامل ہی فرض عملی وہ ہی جسکے فوت ہو جانے سے جواز فوت ہو جاوے وجہ ارادہ یہ ہی کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی
نہین ہین کیونکہ امام شافعی اُن دونون کو غسل مین مسنون کہتے ہین کذا فی الحلبی و بالغسل المفروض کما فی الجوہرۃ اور غسل سے مراد مفروض غسل ہی
چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی المنح وظاہرہ عدم شرطیۃ غسل فمہ وانفہ فی المسنون کذا فی البحر یعنے عدم فرضیتہما فیہ
والا فہما شرطان فی تحصیل السنۃ اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ منہ ناک کا دھونا غسل مسنون مین شرط نہین ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین مراد صاحب
بحر کی یہ ہی کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہ مراد نکیجے تو صحیح نہین اسواسطے کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون
شرط ہین غسل کل فمہ غسل مین فرض ہی سارے منہ کے اندر دھونا ہم شارح نے بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کے واسطے ہی اور مراد کل فم اور کل انف کے
دھونے سے مضمضہ اور استنشاق ہی ویکفی الشرب عبا لان المج لیس بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منہ بھر کے کفایت کرتا ہی

[illegible] فرضیت [illegible] صحیح ہے قول [illegible] پانی [illegible]

[illegible] یہاں تک [illegible] اسلیئے کہ چوٹے مین سارے بدن کے اندر پانی پہنچانے [illegible] شرح منیہ میں قول [illegible]

[illegible] فرضیت ساقط [illegible] باتفاق خارج ہو [illegible] مطلب ہے [illegible] کذا فی [illegible] والنف [illegible]

[illegible] امام مالک [illegible] فرض ہی [illegible] پانی پہنچانا [illegible]

[illegible] تمام [illegible] کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی و [illegible] استنشاق کے بعد تمام بدن کا دھونا فرض ہے

[illegible] باطن سب کو شامل ہے [illegible] داخل [illegible] سبب [illegible] دھونا [illegible]

[illegible] آنکھ کے دھویا کرتے تھے [illegible] دھونا [illegible] کے اندر

[illegible] المختار [illegible] من القلب الی الالیتہ [illegible] والعنق والید والرجل [illegible] لیکن

[illegible] سر [illegible] گردن اور ہاتھ اور پاؤن بدن سے

[illegible] داخل [illegible] تعریف سے [illegible] بدن کا اطلاق [illegible] کیا اسواسطے کہ یہان [illegible]

[illegible] لانہ تتمہ فیکون مستحبا لا شرطا فافہم الا [illegible] غسل مین بدن کا ملنا فرض نہین اسواسطے کہ ملنا کامل کرنے والا ہے دھونے کا

[illegible] شرط اسواسطے کہ کمال اور تتمہ شی کا اس شی کے وجود کے بعد ہوتا ہے برخلاف امام مالک کے کہ امام مالک اور ابو یوسف کی ایک روایت

مین ملنا غسل مین فرض ہے اور آپ عبارت ہے اعضاء مغسولہ پر ہاتھ پھیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پہونچ گیا بدون ہاتھ لگانے کے

تو فرض ادا ہو گیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہین ہوا و یجب ای یفترض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن و سُرۃ و شارب و حاجب

واثناء لحیتہ و شعر راس ولو متلبدا لما فی فاطہروا من المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دھونا ایکبار ہر اس محل کا بدن سے جسکا دھونا بدون مشقت کے ہو سکتا ہے

چنانچہ کان اور ناف اور مونچھ اور بھون اور ڈاڑھی اور سر کے بالون کے اندر کا دھونا اگرچہ سر کے بال گوندھنے سے باہم چپکے ہون اسواسطے کہ فاطہروا کے لفظ مین مبالغہ

نکلتا ہے یعنی حق تعالی نے فرمایا و ان کنتم جنبا فاطہروا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دھونا جہانتک

ہو سکے بلا حرج اسکو دھوؤ و لذا [illegible] اور استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلیئے کہ فم ایک وجہ سے داخل بدن ہے اور ایک وجہ سے خارج

بدن ہے باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کے وقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال نگلنے اور داخل ہونے کسی چیز کے اسکے منہ مین تو وضو مین

[illegible] داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے کہ غسل مین مبالغہ کا صیغہ یعنی فاطہروا وارد ہے اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہے اور وجہ عبارت ہے

سے و فرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہے عورت کو فرج خارج کا دھونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منہ کے مانند ہے کہ من وجہ داخل ہے

اور من وجہ خارج فرض نہین فرج داخل کا دھونا اسواسطے کہ وہ اندر بدن کے داخل ہے اور اندر کا دھونا ساقط ہے ولا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتی اور عورت انگلی

کو اپنی شرمگاہ مین داخل نکرے اسی کا فتوی ہے یعنی غسل مین یہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دھونا واجب نہین لا یجب غسل ما فیہ حرج

کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہین غسل مین دھونا وہان کا جسمین مشقت اور تکلیف ہے چنانچہ آنکھ کا دھونا اگرچہ آنکھ مین ناپاک سرمہ لگا یا ہو و ثقب

انضم و داخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل قلفہ کا دھونا واجب نہین ہے جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہو گیا وہان پانی پہونچانا واجب نہین حرج کی جہت سے

قلفہ بضم قاف و سکون لام وہ کھال ہے جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہے بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دھونا مستحب ہے

یہی قول صحیح ہے ایسا کہا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت بیان کی ہے تو اشکال ساقط ہو گیا ہم یعنی جب حرج کو علت

قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ اگر داخل قلفہ کا غسل مین دھونا واجب نہین باوجود صیغۂ مبالغہ فاطہروا کے تو اسکو داخل بدن کا حکم دیا تو اسمین پیشاب کے قطرے آنے سے کیون وضو ٹوٹتا ہے قول صحیح پر سقوط اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہے نہ اسواسطے کہ یہ ظاہر بدن نہین ہے وفی المسعودی ان امکن فتح القلفۃ بلا مشقۃ یجب والا لا اور مسعودی مین ہے کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکے تو اندر کا دھونا واجب ہے ورنہ واجب نہین ہم اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہے اسواسطے کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہے تو جہان حرج نہین وہان دھونا بھی ساقط نہین کذا فی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتہا ای شعر المرأۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہے ترکرنا اور بھگونا عورت کی گوندھی چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالون کا دھونا عورت پر فرض نہین جڑون کا تر کر دینا کفایت کرتا ہے تکلیف اور مشقت کی وجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت کے گوندھے بال ہین ہم صحیح مسلم مین حضرت ام سلمہ رض سے روایت ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کر کے باندھتی ہون کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اسکو کھولا کرون فرمایا نہین تجکو تین بار دونون ہاتھون مین پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے پھر اپنے اوپر پانی بہا اور پاک ہونا اور ابوداؤد مین ثوبان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھول ڈالے اور بالون کو دھوئے یہانتک کہ بالون کی جڑ تک پہونچے اور عورت پر تو بالون کا کھولنا ضرور نہین اسکو تو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے کذا فی التیسیر اما المنقوض فیفرض غسل کلہ اتفاقا اور عورت کو کھلے بالون کا تو بالکل دھونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان فقط جڑون کا ترکرنا کافی نہوگا ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا مطلقا ہو الصحیح اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ نہ بھیگے تو چوٹی کا کھولنا واجب ہے ہر طرح سے یہی قول صحیح ہے ہم ہر طرح کھولنا واجب ہے خواہ اسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ بالون کا نچوڑنا دھونے کے بعد ضرور ہے خواہ بال گوندھے ہون یا کھلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرہا غسل راسہا ترکتہ اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا دھونا چھوڑ دے یعنی درصورت ضرر سر کا دھونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہے سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھووے پاک ہو جاوے گی وقیل تمسحہ اور بعضون نے کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہے ولا تمنع زوجہا وسیجی فی التیمم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے مسائل مین ہم یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہین پہونچتا ہے اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اسکے دفع ضرر کا علاج یہ ہے کہ بقول اول غسل اور مسح دونون کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرتہ فینقضہا وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ کفایت نہین کرتا ہے مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا تو واجب یعنی فرض ہے اسکا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور بدنمائی کے ممکن ہے برخلاف عورت کے ہم علوی یعنی سادات مرتضوی[له] اور ترکیون کی عادت ہے بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اسواسطے انکو بالخصوص ذکر کیا ولا یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ اور طہارت کا مانع نہین مکھی اور مچھر کا وہ گو جسکے نیچے پانی نہین پہونچا اسواسطے کہ اس سے بچنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی وحناء ولو جرمہ بہ یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہے اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسی کا فتوی ہے ہم لیکن اگر مہندی کا جرم ہوگا تو اسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضرور ہے اور اگر نہ پہونچیگا تو طہارت حاصل نہوگی واسطے البحر الرائق مین کہا ہے کہ اگر عورت نے اپنے سر مین خوشبو چپکائی ہو اسطرح کہ پانی بالون کی جڑون مین نہ پہونچتا ہو تو اسپر واجب ہے اسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا دہن ودسومۃ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہے اور اسی طرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہے یعنی درن اور وسخ دونون ایک معنی مین ہین وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون برابر ہین قول اصح مین ہم اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے نہ گنوار کے حق مین اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہے تو پانی نفوذ نہین کرتا طحطاوی نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف نحو عجین برخلاف گوندھے آٹے کے مانند کہ وہ طہارت کا مانع ہے

[له] سادات مرتضوی وہ کہلاتے ہین جو حضرت علی رض کی اولاد ہین سواے حضرت فاطمہ رض کے ۱۲

[illegible] ... پانی بہ جانا ... پانی [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... طہارت کی [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... فتوی ہے کیونکہ [illegible] عورتیں ہندوستان کی [illegible] ... [illegible]

طہارت نہیں اور [illegible] ... طہارت ہو [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... طہارت کا [illegible] ... دانتوں کے اندر رہ جاتا ہے یا پوٹ دانت کے اندر [illegible] اس قول کا [illegible]

اور بعض [illegible] ... قول صحیح ہے [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... پانی [illegible] ... کرنا ہے [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... اسکو نکال کے پانی [illegible] ... [illegible] اور اگر غسل کرنے

والے [illegible] ... تو واجب ہے کہ [illegible] ... کان کی بالی کا [illegible] ... اور پانی کا [illegible]

اور [illegible] ... پانی پہونچ جانے کا گمان حاصل ہو ولو لم یکن ثقب ... فدخل الماء فیہ ... عند مروره [illegible]

اجزاہ اور [illegible] ... سوراخ میں [illegible] پانی پہونچ گیا ... کان پر پانی بہنے کے وقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہے [illegible]

[illegible] ... اور کان میں پانی داخل ہو گیا ... تو کفایت کرتا ہے انگلی وغیرہ داخل کرنا [illegible] ... الا یدخل ... ولو

[illegible] ... اور اگر سوراخ میں پانی گیا تو قصدا داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور لکڑی اور [illegible]

[illegible] ... پانی داخل ہونے کے لیے تکلف نکرے اور پانی پہونچنے میں اسکے گمان کا غلبہ معتبر ہے جب اپنی انگل میں آگیا کہ پانی وہان پہونچ گیا

ہو کہ [illegible] ... فروع مسائل [illegible] ... ثم تذکر ... لعدم صحۃ شروعہ

[illegible] ... یا کچھ بدن کا دہونا بھول گیا پھر اُسنے نماز پڑھی پھر اسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اُسکا اعادہ نکرے شروع نماز کے

صحیح نہونے سے [illegible] ... پاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نٹھہرا تو نماز [illegible] ... اعادہ بھی لازم ہوگا ... غسل ... رجال [illegible]

وان [illegible] ... پر غسل کرنا واجب ہے اور وہاں لوگ ہیں تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اسکو دیکھیں ... صورت میں ہے کہ پردہ وہان نہیں

ہو سکتا اور نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہے اور جو قصدا اسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا ... بین رجال اور رجال ونساء ... [illegible]

فقط اور عورت درمیان مردوں کے یا درمیان مردوں اور عورتوں کے نہانے میں تاخیر کرے اور تاخیر نکرے فقط عورتوں میں ... کہ نظر کرنا

جنس کا ہمجنس کی طرف خفیف تر ہے بخلاف غیر جنس کے ... فی الرجل بین رجال ... ابن الشحنۃ اور اختلاف ہے اُس

مرد کے غسل کرنے میں جو درمیان مردوں اور عورتوں کے یا فقط درمیان عورتوں کے واقع ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو شرحا

بیان کیا ہے ... کلام شارح ... مقتضی ہے کہ یہ مسئلہ مذہب میں منصوص ہے اور اسمیں اختلاف واقع ہے حالانکہ ایسا نہیں اسلیے کہ شارح وہبانیہ

نے تصریح کی ہے کہ نہیں اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہیں ہوا مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ مرد عورتوں میں یا مردوں اور عورتوں میں غسل کو تاخیر کرے

اور خنثی کو کسی صورت میں کشف عورت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ... تیمم ... المار اور عورت کو چاہیے کہ تیمم

کرے اور نماز پڑھے اسواسطے کہ عورت مردوں میں شرعا پانی کے استعمال سے عاجز ہے ... الفرق ... اور پانی سے

استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جاسے خواہ مرد یا عورت مردوں یا عورتوں میں یا دونوں میں ہو اور فرق غسل اور استنجا ... چھپانا ... فرق ہے

کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلاً صحیح نہین منیہ اور اُسکی شرح مین ہے کہ کشف عورت نہ کرے کسی کے سامنے اسواسطے کہ حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلون پر کفایت کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وسننہ کسنن الوضوء سوی الترتیب اور غسل کی سنتین وضو کی سنتون کے مانند ہین چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سوا ترتیب کے یعنے اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکسان نہین وآدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالباً مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہین سوائے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہے ہم منجملہ مستحبات غسل اعضا کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ مین ڈالنا پانی پہونچانے کے بعد اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچے مکان مین بیٹھکر نہانا تاکہ چھینٹین بدن پر نہ پڑین اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا اور غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہین یعنے منہ پر پانی زور سے مارنا اور بقدر ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وقالوا لو مکث فی ماء جار او حوض کبیر او مطر قدر الوضوء والغسل فقد اکمل السنۃ اور فقہانے کہا ہے کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ مین بقدر مدت وضو اور غسل کرنے کے ٹھہرا تو البتہ اُسنے پوری سنت ادا کی یعنے وہ سنت جو اُسکے لائق ہے کامل ہو گی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہو گئی مگر تلفظ نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البداءۃ بغسل یدیہ وفرجہ وان لم یکن بہ خبث اتباعاً للحدیث اور سنت ہے غسل مین دونون ہاتھون اور شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وخبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع اور شروع کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اُسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم یتوضأ اطلقہ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیہ ولو فی مجمع الماء لما ان المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہین تو اُسکا فرد کامل مراد ہوتا ہے تو یہان پورا وضو مراد ٹھہرا تو دونون قدمون کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ نہاتا ہے پانی جمع ہونے کے مقام مین اسواسطے کہ مذہب معتمد ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے ہم جب وضو کامل مراد ہوا تو اسمین اشارہ ہے کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ تمیع سنن اور مستحبات وضو کے بجا لاوے ایسا کہا ہے صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشائخ کا قول ہے اور یہی صحیح تر ہے مذہب شافعی مین اور بعضون نے کہا تاخیر کرے مطلقاً اور بعضون نے کہا اگر وہان پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ مین کذا فی الطحطاوی علے انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد انفصالہ عن کل البدن لانہ فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہے کہ پانی مستعمل نہین ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہے ہم تجزی حدث مین دو روایتین ہین ایکدروایت یہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنے جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور دوسری روایت یہ ہے کہ حدث متجزی نہین یعنے بعضے اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جبتک سارا بدن نہ دھویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہے عدم تجزی حدث پر منح الغفار مین کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونون قدم کو لگا ہے وہ مستعمل نہین ہے اسواسطے کہ تمام بدن غسل مین ایک عضو کے مانند ہے یہانتک کہ غسل مین تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہے انتہی فحینئذ لا حاجۃ الی غسلہما ثانیاً تو اسوقت مین جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہین ہے تو دونون قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہین ہم مگر بطریق پاکیزگی اور فضیلت کے دھونا بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ مین ہے اور اُسکو مجتبے مین صحیح کہا ہے وہ محمول ہے ماء مستعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہین لیکن ہمنے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل کی معتمد فی المذہب ہے کذا فی المنح ملتقطاً الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جبکہ اُسکے بدن پہ نجاست حقیقی ہو تو قدمون کو دوسری بار دھو ڈالے ازالہ نجاست کے واسطے نہ ازالہ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہو گیا کذا فی الطحطاوی ولعل القائلین بتاخیر غسلہما انما استحبوہ لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء شاید کہ وہ فقہا جو پانون دھونے کی تاخیر کے قائل ہین فقط اسی واسطے تاخیر کو

[illegible] جنابت میں کافی نہیں [illegible] اور بعضون نے [illegible] وضو [illegible] مستحب وضو [illegible] بغسل [illegible]
ہے اور اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نہ کرے سو بہتر ہے کہ ایک غسل کے واسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہیں [illegible]
الغسل ولاختلاف المجلس [illegible] مستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدل گئی تو ہم حنفیون کے مذہب پر
دونون وضوؤن میں نماز کو فصل [illegible] شافعیون کے قول کے مانند تو یہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے [illegible] صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہو چکا کہ وضو پر
وضو نور علی نور ہے اگرچہ مجلس بدلی ہو اور [illegible] تیسری بار وضو کرنا ہے چنانچہ اسکی تحقیق صاحب بحر کے کلام سے وضو کے
مسائل میں مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی ثم تفیض الماء [illegible] ثلثا مستوعبا [illegible] للوضوء والصاع للغسل [illegible] پھر وضو کے
بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار [illegible] تمام اعضا پر پانی پہونچا کر اسنے پانی سے وضو اور غسل کرے جسقدر مقرر ہے اور زیادہ [illegible]
اور غسل کے واسطے اور دو آٹھ رطل پانی ہے جو غسل کے واسطے ایک صاع پانی معین ہے اور وضو کے واسطے ایک مد اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور ہر مد دو
رطل کا اور رطل سے مراد بغدادی رطل ہے جو ۱۳۰ درم کا ہوتا ہے اسواسطے کہ فقہا نے صاع کا اندازہ کیا ہے کہ ایک ہزار چالیس ۱۰۴۰ درم بھر مونگ یا مسور سماوے
کذا فی الطحطاوی مکروہات وضو کے ترجمہ میں مذکور ہو چکا کہ لکھنؤ کے حساب سے تخمیناً تین پاؤ کا مد ہوتا ہے اور صاع تین سیر پختہ کا صحیحین اور نسائی میں امام
محمد باقر سے مروی ہے کہ ہم جابر کے پاس تھے سو لوگون نے غسل سے سوال کیا تو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجکو کفایت کرتا ہے تو ایک مرد نے کہا کہ مجکو اسقدر
کافی نہین تو جابر نے کہا اُس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا کہ بال تجسے زیادہ تر تھے اور وہ تجسے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی تیسیر
وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضون نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہے مگر شارح نے بصیغہ تمریض تضعیف قول کی طرف اشارہ کیا اور شرنبلالی
نے اپنے متن میں اسی قول پر اعتماد کیا ہے بحر الرائق میں کہا کہ تقدیر مذکور لازم نہین یہانتک کہ اگر پورا غسل کرے صاع سے کم پانی میں تو کافی ہے اور
اگر کفایت نکرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیون کے طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہیں ایسا مذکور ہے بدائع میں اور نووی شافعی نے عدم
لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لا اسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مضیع وقد قدمناہ عن القہستانی اور جواہر میں ہے کہ جاری پانی میں
اسراف نہین ہے اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہین ہوتا ہے اور ہمنے اس مسئلے کو مقدم ذکر کیا ہے قہستانی سے نقل کر کے مگر یہ قول ضعیف ہے چنانچہ اسکی تضعیف
مسائل وضو میں شرح مذکور ہو چکی یاد دلا [illegible] بمنکبہ الایمن ثم الایسر ثم براسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندباً وقیل یثنی بالراس وقیل یبدا بالراس
وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قال فی البحر وبہ یضعف تصحیح الدرر غسل مین پانی بہاوے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈہے سے پھر اسکے بعد
بائین مونڈہے سے پھر اپنے سر سے پھر باقی بدن پر ملنے کے ساتھ استحباب کی رو سے اور بعضون نے کہا کہ اول داہنے مونڈہے پر پانی بہاوے پھر
دوسری بار سر پر اور بعضون نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے بحر الرائق کے مصنف نے کہا
اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہے یعنے درر میں جو ملا خسرو نے تاخیر سر کی تصحیح کی ہے
سو وہ ضعیف قول ہے ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہے جو امام محمد کی کتب خمسہ میں مروی ہے یعنے مبسوط جسکو اصل بھی کہتے ہیں اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات
اور سیر اور حاکم شہید کی دو کتابیں یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہیں کتب خمسہ مذکورہ میں وہ بھی ظاہر الروایۃ ہیں اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ
عنہا سے صحاح ستہ میں مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے واسطے پانی لائی سو حضرت نے دونون ہاتھ دو بار یا تین بار دھوئے
پھر آپ نے دونون ہاتھ ڈالے برتن میں پھر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائین ہاتھ سے اسکو دھویا پھر بایان ہاتھ زمین پر خوب رگڑا پھر وضو کیا نماز کے سا وضو پھر
تین بار سر پر پانی ڈالا پھر باقی بدن دھویا پھر اس مقام سے علیحدہ ہوئے پھر دونون پانون دھوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اور تیسیر الوصول الی جامع الاصول

مین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دھوتے پھر نماز کے
مانند وضو کرتے پھر انگلیان پانی مین ڈالتے اور اُنسے بالون کی جڑون مین خلال کرتے یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پہونچ جانے کا ظن حاصل ہوتا تب اُسپر تین بار
پانی بہاتے پھر باقی بدن کو دھوتے پھر دونون پانون دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہ رض سے یہ ہو کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ
مین لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے بائین طرف سے انتہی پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور ختم
غسل کا پانون پر اور یہی مذکور ہی ہدایہ مین تو اسی کو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیے واللہ اعلم وصح نقل بلة عضو الی عضو اخر فیہ بشرط التقاطر اور غسل مین صحیح ہو
ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر لیجانا بشرط ٹپکنے کے ہم یعنی نقل مین یہ شرط ہو کہ دوسرے عضو پر جا کر ٹپکے تاکہ دھونا اُسکا ثابت ہو نہ چیڑنا مصنف نے اپنی شرح مین
یہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد ناجیہ سے نقل کیا ہو لا فی الوضوء لما مر ان البدن کالعضو الواحد نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو مین
صحیح نہین اسواسطے کہ یہ مذکور ہو گیا ہو کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہو یعنی برخلاف وضو کے کہ اُسمین چار عضو جدا جدا ہین و فرض الغسل عند خروج
منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہو نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفرض اتفاقا لانہ فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو
بالاتفاق غسل مفروض نہین اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہو یعنے شرع مین اُسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت
ثابت ہوتی ہو دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیہ منفصل عن مقرہ ہو صلب الرجل وترائب
المرأة وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہو اور عورت کی چھاتی کی ہڈیان ومنیہ ابیض اور مرد کی منی سفید ہو یعنی اور گاڑھی
جسکے نکلنے سے آلہ سست ہو جاتا ہو ومنہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہو یعنی پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منہا اعادت الغسل لا الصلوٰۃ والا لا
تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہو یعنے زرد اور رقیق ہو تو غسل کا اعادہ کرے نہ اُس نماز کا جو
غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہو عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل
نکرے ہم عادہ غسل کا امام محمد رح کے معتمد قول پر ہو کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اُسوقت ادا ہوئی جبکہ منی در حکم باطن کے
تھی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اُسکے کذا فی الطحطاوی بشہوۃ اے لذۃ ولو حکما کمحتلم غسل فرض ہوتا ہو اُس منی سے جو شہوت یعنے لذت کے
ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ہم احتلام والے کو حقیقی لذت نہین ہوتی کیونکہ اُسکا ادراک مفقود ہو در مین
ہو کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اُٹھانے سے اور مانند اُسکے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل
منی المرأة لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت مین دفق کا لفظ جو بمعنی اچھلنے اور کودنے کے ہو ذکر نہ کیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے
اسواسطے کہ اچھل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر نہین ہم ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور ہی لیکن چونکہ امام رح اور محمد رح کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے مین
دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین دلوالجی سے
نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنے کودکر نہین نکلتی اُسکی چھاتی سے شرمگاہ مین اُتر آتی ہو طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اُسمین
دفق نہین ہوتا اور اُسمین خارج کی طرف دفع کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُسکی منی خارج کی طرف مندفع ہو جاتی ہو واما اسناده
الیہ ایضا فی قولہ تعالی خلق من ماء دافق الایہ فیحتمل التغلیب اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالے کے اس قول مین کہ خلق من ماء
دافق الخ سو اُسمین تو صنعت تغلیب کا احتمال ہو ہم یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہو کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا
کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہو پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہندگی ہوتی ہو شارح نے اسکا جواب دیا

کر یہان تغلیب کا احتمال ہو یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا ہو کیونکہ حقیقت مین مرد کی منی کی وہ صورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سے مراد مرد اور عورت کی منی ہی تو منی اور ہی اور شمنی نے دوسرا جواب یون دیا ہو کہ دفق سے مراد اتر نا ہو منی کا اپنے مکان سے اور یہ قول بہ شناسب دونون کی منی مین ثابت ہو مستدل یہ ہو کہ تہستانی تعالا تھی جلپی غیر منسب تامل تب آیت مین تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل دینے والا عورت کی منی کے موافق ہونے پر اس آیت سے چنانچہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اتی جلپی کی پیروی کرکے ٹھیک بات پر نہین اسکو غور کرے امام اسواسطے کہ جب دلیل مین داخل ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کی وجہ سے تنالیہ یہ ہو کہ استدلال ہوتا ہو ومجاز پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہو ولانہ لیس بشرط عند ہما خلافا للثانی و لذا قال و ان لم تخرج من راس الذکر بہا اور مصنف نے اسواسطے دفق کا لفظ ذکر نہ کیا کہ دفق امام رہ اور محمد رہ کے نزدیک شرط نہین برخلاف ابو یوسف رہ کے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سرذکر سے شہوت کے ساتھ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہوتے وقت شہوت شرط ہو گو احلیل سے نکلنے کے وقت شہوت نہ رہی ہو تم دریافت کرنا چاہیئے کہ دفق مصدر ہو متعدی اور دفوق بہ لازم نہین آتا ہو کذا فی النہر تو متعدی یعنی دفق بشدت ہو اور باتفاق طرفین کے نزدیک سرذکر سے نکلنے کے وقت دفق شرط نہین اور دفق لازم بمعنی دفوق یعنے خروج اپنے محل سے یعنی سرذکر سے تو یہ طرفین اور ابو یوسف رہ کے نزدیک شرط ہو یعنی غسل واجب ہونیکا جبتک منی سرذکر سے خارج ہو تو کلام شارح مین دفق متعدی کی نفی ہو نہ دفق لازم کی کذا فی الطحطاوی و شرط ابو یوسف اور سرذکر سے نکلنے کے وقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف رہ نے شرط کہا ہو اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہو چند مواضع مین چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اسنے ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہو نہ ابو یوسف رہ کے نزدیک یا شہوت سے نظر کی اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پھر اسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہو نہ ابو یوسف رہ کے نزدیک و بقولہ یفتی لو ضیف خاف ریبۃ او استحیی کما فی المستصفی اور ابو یوسف رہ کے قول پر فتوی دیا جاتا ہو اس مہمان کے حق مین کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی سے یا شرمایا چنانچہ مستصفی مین ہو یعنی مہمان کو احتلام ہوا اور اسنے سرذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونے کے بعد منی خارج ہوئی یہ حرکت بدگمانی کے ڈر سے کی کہ میزبان کو شبہ نہ پڑے تو بوجب فتوی غسل اسپر واجب نہین اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سوا مین طرفین کے قول پر فتوی ہو چنانچہ بحرالرائق مین سراج سے مصرح ہو و فی القہستانی والتاتارخانیۃ معزیا للنوازل و بقول ابی یوسف ناخذ لانہ ایسر علی المسلمین قلت ولا سیما فی الشتاء و السفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ مین نوازل سے منقول ہی کہ ابو یوسف رہ کے قول کو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ وہ مسلمانون پر آسان تر ہی مین کہتا ہون خصوصا موسم سرما اور سفر مین ہم یعنے ابو یوسف کا قول مطلقا ماخوذ ہی گذشتہ نمازون مین اور آئندہ مین اور شوری شرح مسعودی مین یون ہو کہ ابو یوسف رہ کے قول پر فتوی ہو گذشتہ نمازون میں جو بدگمانی کے خوف سے پڑھین اور طرفین کے قول پر فتوی ہو صلوات مستقبلہ مین کیونکہ انمین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قول کی تصحیح واقع ہوئی ہو کذا فی الطحطاوی و فی الخانیۃ خرج منی بعد البول و ذکرہ منتشر لزمہ الغسل قال فی البحر محملہ ان وجد الشہوۃ وہو تقیید قولہم بعدم الغسل بخروجہ بعد البول اور خانیہ مین ہو کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ ذکر کا استادہ ہو تو غسل کرنا اسپر لازم ہوا بحرالرائق مین کہا کہ یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہو جو استادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنے استادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہو فقہا کے اس مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہین ہم کتب فقہ مین مصرح ہو کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہین تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہو صاحب بحر نے کہا اور اسپر دلیل تجنیس کی یہ تعلیل ہو کہ حالت استادگی مین خروج

اور انفصال سب دونون پائے گئے بطریق دفق اور شہوت سے کذا فی الطحطاوی وعند ایلاج حشفۃ ہی بافوق ختان آدمی احتراز عن الجنی یعنی اذا لم تنزل و
اذا لم یظہر لہا فی صورۃ الادمی کما فی البحر اور غسل فرض ہی آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کے وقت آلہ تناسل مین حشفہ اُسکا نام ہی جو ختنہ کرنے کے مقام
سے اوپر ہی جسکو سپاری کہتے ہین آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہی جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اُسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہوا ور
جبکہ عورت کو انزال نہو چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ عورت پر غسل نہین جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہی خواب مین آتا ہی بار ہا اور مجکو وہ لذت
حاصل ہوتی ہی جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہی تو اُسپر غسل نہین بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہی گویا وہ احتلام ہی اور اگر جن آدمی
کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہی کذا فی البحر او ایلاج قدرہا من مقطوعہا یا وقت
داخل کرنے بقدر حشفہ کے اُس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہی ولو لم یبق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولم ارہ اور جو بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ مین کہا
کہ کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نرہا اور مین نے اُسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا مین نے جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہین چنانچہ وجوب غسل اور حلال ہونا
مطلقہ کا اور جماع کی قسم مین حانث ہونا یا نہونا اس صورت مین باقی نہ رہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقلید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہی کہ اُسکے ساتھ کچھ حکم
متعلق نرہا اور عند السوال اسی کا فتوی دیا جاوے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمی حی یجامع مثلہ یعنی مخرزہ غسل فرض ہوتا ہی حشفہ داخل کرنے سے
ایک راہ مین دو راہون سے یہ کہ قُبل اور دبر ہی اُس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہوسکتا ہی اور قیود ثلثہ مین سے ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے
احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کی قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ہم اور مجرد غائب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل ہسکے واجب ہونے
پر بہت احادیث دلیل ہین از انجملہ ابو ہریرہؓ کی حدیث ہی صحیح بخاری اور مسلم مین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخون مین
اور چھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہوگیا مسلم کی روایت مین اتنا زیادہ ہی اگرچہ اُسکو انزال نہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہی کہ انما
الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہی چنانچہ جامع ترمذی مین عبد اللہ بن عباسؓ سے بتصریح مروی ہی کذا فی العینی علیہما ای الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونون پر
غسل فرض ہی یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونون مکلف ہون یعنی عاقل بالغ مسلمان ہون ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونون مین سے
ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہی ودع المراہق لکن یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل غسل فرض نہین مراہق پر لیکن وہ نماز
پڑھنے سے روکا جائیگا یہانتک کہ نہاوے اسلئے کہ مراہق وہ صغیر ہی کہ ہنوز بالغ نہین قریب باحتلام ہی ویؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا
امر کیا جائے ادب سکھانے کو تا طہارت کی اُسکو عادت ہو جیسے نماز کا اُسکو امر کیا جاتا ہی ہم دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہی صغیر پر
نہین لیکن عادت پڑھنے کے واسطے اُسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وصلیۃ لم ینزل منیا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہی
بالاجماع اگرچہ اُسنے منی نہین ٹپکائی ہم عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ یہی مذہب ہی ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہی یعنی لو فی دبر غیرہ
اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنی دبر مین حشفہ داخل کرنے سے اُسوقت غسل فرض ہوتا ہی کہ غیر شخص کی دبر مین داخل کرے اور اگر اپنی دبر
مین حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق مین عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہی بدون انزال کے ہم نہر الفائق مین کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہی مگر بانزال اسواسطے
کہ وہ اولی ہی صغیرہ اور میتہ سے تصور لذت مین ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لاغسل علیہ بالایلاج فی قُبل او دُبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی حشفۃ
و سبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ اُسپر غسل واجب نہین حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر مین اور نہ اُس شخص پر جو خنثی مشکل
سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہی اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اُس قبل اور دبر مین ہی جو بلاشبہہ محقق اور ثابت ہین ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل
کرنے سے احد السبیلین مین مکلف پر غسل واجب ہوتا ہی خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج

ف بیٹھنا پانی کا پانی سے
ارادہ فرض کہ غسل
انزال سے ہوتا ہی ۱۲

مشکوۃ فی الوجود ہی اور مصنف نے عدم تحقق الوجود مین ہونیکے سبب اس صورت مین غسل واجب نہین کہا اور وہ صورت ہر اور اسکا ذکر مصنف نے مع تحقق غسل
کے جنبیہ ہی غسل کرنیکے بعد وہ اس عورت دوسرے شخص کی منی مین کہ اسکے داخل کیا تو غسل دونون پر نہین کرتا ہے دو قران مین ہون اور دونون قریب مین دفن
ہونا منقیہ کے شمول ہونے مین غسل نہین کرتا ہے دو مرد ہے اور منی نہ ہو جنبی کا حکم تھا کی تقیید سے معلوم ہوگیا کہ خنثی مشکل کی مہ مین اگر ذکر ہو تو اسکو
ہو فالی ہو تو فاعل اور مفعول دونون پر غسل واجب ہوگا اور مصلین سے مراد ذکر و فرج ہی اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل کی ثابت الوجود ہو تو شک کو ترک کرنا سے
یہ بات کہ الاقی الاسلام فی خنثی تحقیق توجہ ہو کذا فی الطحطاوی و حسب روایت مستیقظ فرج رویۃ المستیقظ ان وجد علیہا المذی ضیا او منیا او ودیا وان
لم یتذکر الاحتلام اور غسل نہین ہر نزدیک دیکھنے مستیقظ جیسے سو کر جاگنے والے کے منی کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اسکو یاد نہو شارح نے
کہا مستیقظ کی تقیید سے سونے والے اور مغشی وسکی ہی ہو دیکھنا نکل گیا اسلیے کہ بعد ہوشیار ہونے کے مثلا اگر صاحب غشی مذی دیکھے تو دونون پر غسل نہین
بخلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہ ہر کہ نیند طبیعت کے استرخاء اور راحت پانے کے سبب سے تو مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا احتیاط کی راہ سے کہ شاید مجرا کی گرمی
یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہوگئی ہو سونے والے اور صاحب غشی مین یہ سبب متحقق نہین یعنی مستی اور غشی راحت کا سبب نہین مذی کی قید اسواسطے نکالی کہ اگر مست
ہو اور بعد افاقہ منی دیکھینگے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم کرنا چاہیے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتون کا محتمل ہر اسواسطے کہ یا اسکو یقین ہر کہ وہ
منی یا مذی یا ودی ہر یا اسکو شک ہر منی اور مذی مین یا منی اور ودی مین یا مذی اور ودی مین اور ان چھ صورتون مین سے ہر صورت کے ساتھ احتلام
یاد ہر یا نہین تو غسل واجب ہر بالاتفاق جب منی کا یقین ہو احتلام یاد ہو یا نہو یا منی کا یقین ہو احتلام کے یاد ہونے کے ساتھ یا شک ہر منی یا مذی مین
یا منی یا ودی مین یا مذی یا ودی مین اور احتلام یاد ہر ان تینون صورتون مین بھی غسل واجب ہر اور جبکہ ودی کا یقین ہو تو غسل واجب نہین احتلام یاد ہو
یا نہو یا شک ہر مذی یا ودی مین اور احتلام مین یقین ہر مذی کا اور احتلام یاد نہین اور مصنف نے ان صورتون مین سے چار صورتون کو ذکر کیا اسلیے
کہ تمام جزئیات کا بیان کرنا لازم نہین علی الخصوص نادرۃ الوجود کو کذا فی الطحطاوی مختصر امذی سفید پتلا پانی ہر جو حالت انتشار مین عورت کی ملاعبت
کے ساتھ نکلتا ہر اور ودی گاڑھا پانی سفید ہر جو پیشاب کے بعد اور غسل جماعی کے بعد خارج ہوتا ہر احتلام لغت مین خواب دیکھنے کو کہتے ہین اور استعمال مین
خواب جماعی کو بولتے ہین جسکے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہر الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی او کان ذکرہ منتشرا قبیل النوم فلا غسل علیہ اتفاقا مگر
جبکہ مستیقظ کو بالیقین معلوم ہو کہ وہ مذی ہر بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا فی الطحطاوی یا اسکو شک ہر کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہر یا اسکا ذکر استادہ تھا سونے سے
پہلے تو اسپر غسل نہین بالاتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تھا سونے سے پہلے تو وہ رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد تو وہ ہی استادگی
کی آثار ہوگی تو اسپر غسل لازم نہ آویگا لیکن اگر اسکو منی ہونے کا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے کے وقت اسکا ذکر ساکن یعنی استادہ
نہو تو اس رطوبت کو منی قرار دیوینگے اور اسکو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائی نے کہا یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہر اور لوگ اس سے غافل ہین تو اسکا یاد رکھنا
ضرور ہر کذا فی الخانیۃ کالودی جیسے ودی کے دیکھنے مین غسل نہین بالاتفاق احتلام یاد ہو یا نہو لکن فی الجواہر الا اذا نام مضطجعا او تیقن انہ منی او تذکر
حلما فعلیہ الغسل والناس عنہ غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیہ اشباہ و نظائر مین یہ ہر کہ انتشار قبل النوم مین غسل نہین مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر سویا یا اسکو
منی ہونے کا یقین ہوگیا یا اسکو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اسکو منی یا مذی کے ہونے مین شک واقع ہر کذا فی الطحطاوی تو ان تینون صورتون
مین اسپر غسل واجب ہر اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین لا یفرض ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر بللا اجماعا غسل
فرض نہین بالاتفاق اگر احتلام یاد ہو اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خوب یاد ہو اور حالانکہ شرمگاہ پر رطوبت کو نہین دیکھا اجماع اتفاق سے
مراد بیان شیخین اور محمد رح کا اتفاق ہر اور خلاف نہین مگر عورت مین کذا فی الطحطاوی ذکر کی قید اتفاقی ہر تو یہی حکم ہر اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو

نہ دیکھیگا وکذا المرأۃ مثل الرجل علی المذہب اور اسی طرح عورت کا حکم ہو مرد کے مانند بنا بر معتمد مذہب کے اپنی بدن دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے عورت پر غسل نہین جیسے مرد پر غسل نہین طحطاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہر سب کے نزدیک اور وہ جو محمد رح سے روایت ہر عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہین شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہم اُس روایت کو نہین لیتے ہین انتہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہر جو بخاری اور مسلم مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہر کہ ام سلیم ابوطلحہ کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجکو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہین کرتا حق سے کیا عورت پر غسل ہر جبکہ اُسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی کو دیکھے یعنے جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہر اگر کوئی کہے کہ تمھارے مذہب مین مفہوم شرط کا اعتبار نہین ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہر تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہ نہین کہ عدم شرط کو عدم حکم مین اثر ہو انتہی مانی المنح ملخصا ولو وجد بین الزوجین ماء ولا ممیز ولا تذکر ولا نام قبلہما غیرہما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی بستر پر جسپر سوتے تھے جب بیدار ہوے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہین جس سے مرد یا عورت کی منی ممتاز ہو اور نہ دونون کو احتلام یاد ہر اور نہ ان دونون سے پہلے کوئی اور شخص اُس بستر پر سویا تھا تو دونون پر نہانا واجب ہر احتیاطا کذا فی الخانیہ اور وجہ تمیز کی یہ ہر کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہر اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع ہوتی ہر اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاوے اُسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اُسپر غسل لازم ہوگا اور جو اس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہر اکسی پر زوجین سے غسل واجب نہوگا کذا فی البحر بحثا ادخل حشفۃ او قدرہا ملفوفۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب حشفہ کپڑے مین لپیٹا ہوا قبل یا دبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع الحشفہ نے اسی طرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا کذا فی المنح اور اگر لذت اور گرمی نہین پائی تو غسل واجب نہین بنا بر اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہر غسل کے واجب ہونے مین دونون صورتون مین لذت حاصل ہو یا نہو کذا فی البحر و عند انقطاع حیض ونفاس ہذا وما قبلہ من اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب عندہ لا بہ بل بوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل کما مر اور غسل فرض ہر حیض ونفاس کے منقطع ہونے کے وقت شارح نے کہا یہ یعنی انقطاع حیض و نفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہوچکا یعنی خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہر طرف شرط کے یعنی غسل واجب ہر خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہر بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اُس فعل کے جو بدون غسل کے حلال نہین جیسا کہ تلاوت قرآن مثلا جیسا کہ مسائل وضو مین گذر گیا ام یعنے فقہ کی جن کتابون مین خروج منی وغیرہ کو غسل کا سبب کہا ہر تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہر کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہین ہین بلکہ غسل کی شروط ہین اور غسل کا سبب تو فی الحقیقۃ وجوب صلوۃ ہر یا ارادہ تلاوت قرآن مثلا لا عند مذی او ودی غسل فرض نہین مذی اور ودی کے نکلنے کے وقت اور مستیقظ کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہر تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منہ ومن البول جمیعا علی الظاہر بلکہ وضو لازم ہر ودی اور بول دونون سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم اور اسکا نظیر رعاف بعد البول ہر یا بول بعد الرعاف تو اگر قسم کھائی وضو نکریگا رعاف سے پھر اُسکو رعاف ہوئی پھر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونون سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث ہوگا اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہر ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہوگیا اسکے پانچ جواب بحر الرائق مین مذکور ہین از انجملہ ایک جواب یہ ہر کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اُسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور از انجملہ یہ ہر کہ جسنے وضو کیا بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور از انجملہ وہ جواب ہر جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصرا

ولا عند ادخال الاصبع ونحوه کالذکر غیر الآدمی والذکر المقطوع والمیت وفی الاصبع تامل والذی یلیق من تحرز غسل فی الدبر او القبل من الغناء اور نہ فرض نہیں ہوتا وقت داخل کرنے انگلی اور اُسکے مانند کے چنانچہ آدمی کے سوا کسی جانور کا ذکر اور کٹا ذکر اور میت اور اُس صغیرہ کا ذکر جسکو شہوت نہیں ہوتی اور وہ چیز آلت کے مانند بنائی جاتی ہے لکڑی وغیرہ سے یعنی ہر کام صورتین شہوت رانی کی واسطے بنائی ہین جنکو اہل ہند مہورکتے ہین تو ان اشیاء کے قبل یا دبر مین داخل کرنے سے غسل لازم نہیں بنا بر قول مختار کے ہم و بہرمین تو ترجیح متفق ہو مگر قبل مین ترجیح مختلف ہو اسواسطے کہ شیخ الاسلام ابو سعود نے نوح آفندی کے کلام سے نقل کیا ہو کہ ادخال قبل مین وجوب غسل کا مختار ہو جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہو اسواسطے کہ عورتون مین شہوت غالب ہوتی ہو تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی ولا عند وطی بہیمۃ او میتۃ او صغیرۃ غیر مشتہاۃ اور فرض نہین نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اُس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہین ہم یہ محترز ہو اُس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے دو سبیلین مین ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہو زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل شہوت کے قید سے صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہو گئی بان تصیر مفضاۃ بالوطی صغیرہ غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح پر ہو کہ جماع کرنے سے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونون راہین یعنی قبل اور دبر ایک ہو جاوین وان غابت الحشفۃ جانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہین اگرچہ حشفہ اندر چھپ جاوے ولا ینقض الوضوء فلا یلزم الا غسل الذکر قہستانی عن النظم اور ایسے جماع سے وضو نہین ٹوٹتا تو سوا آلت دھو ڈالنے کے کوئی چیز لازم نہین آتی ایسا نقل کیا ہو قہستانی نے نظم سے وینبغی ان رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ فتنبہ اور آگے آویگا کہ رطوبت فرج کی پاک ہو امام کے نزدیک تو ہوشیار ہو جا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دھونا صاحبین کے قول پر ہو نہ امام کے قول پر اور یہ اختلاف فرج داخل مین ہو اسواسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہو اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اسکا دھونا وضو مین سنت ہو اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دھونا فرض ہوتا کذا فی الحلبی بلا انزال لقصور الشہوۃ اشیاء مذکورہ مین بدون انزال کے غسل لازم نہین لذت کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہم یہ علت ہو اشیاء ما تقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہو مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے پھر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہین اما ہو فیحال علیہ اور انزال ہونے کے ساتھ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جائیگا یعنی اسوقت مین انزال ہی منظور الیہ ہو مقصود فی الوجوب ہوگا جیسے محال علیہ مقصود بالمطالبہ ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی کما لا غسل لو اتی عذراء ولم یزل عذرتہا النظم فتکون البکارۃ فانہا تمنع التقاء الختانین الا اذا حبلت لانزالہا وتعید ما صلت قبل الغسل کذا قالوا چنانچہ غسل لازم نہین جو باکرہ سے جماع کیا اور اُسکی بکارت قائم رہی اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہون کے ملنے سے یعنی فرج مین دخول حشفہ سے مانع ہو مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہو گئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنے اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہین ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے ان نمازون کو پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہو علماء مذہب نے شارح نے کما عذرہ البخر مین وسکون ذال معجمہ بکارت ہو بکارت سے ہم اعادہ نماز کی یہ وجہ ہو کہ حمل کے بعد ظاہر ہو گیا کہ اُسنے بدون طہارت کے نماز پڑھی وفیہ نظر لان خروج منیہا من فرجہا الداخل شرط لوجوب الغسل علی المفتی بہ ولم یوجد قالہ الحلبی اور قول مذکور سے وجوب غسل مین اعتراض ہو اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہو بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہان پایا نہین گیا ایسا کہا حلبی نے ہم یعنے جبکہ خروج منی کا نہوا تو اُسپر غسل واجب نہین اگرچہ حمل رہ گیا ہو الا اصل باکرہ پر غسل واجب نہین ہوتا مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ قول اصح یہ ہو کہ اُسپر وجوب غسل کا انزال سے اُسوقت ہوتا ہو جبکہ منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف پہونچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلیے کہ ظہور حمل کا علامت ہو مرد کے انزال کی اگرچہ اُسکو معلوم نہو

مین کہتا ہون اور اعتراض مذکور تمام نہو گا گرچہ بکارت خروج منی کی مانع ہو اور حالانکہ برخلاف اسکے ثابت ہے اسواسطے کہ حیض اُسی محل سے خارج ہوتا ہے
وتمامہ فی الطحطاوی ویجب ای یفرض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ اجماعا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فییمم اور واجب ہے
یعنی فرض ہے زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ غسل دین مردہ مسلمان کو سوائے اس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اسکو غسل نہ دیجیے بلکہ
اسکو غسل کے عوض تیمم کروائے ہم شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلے مین بھی وجوب سے
فرض مراد ہے مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہے اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان ذمہ مکلفین
سے اسقاط فرض کا نہو گا بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہو گا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح
نے یغسلوا مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف وتشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہے کہ بالتخفیف کا لفظ بعد
لفظ میت کے ہو گا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہو گئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ میت بالتخفیف وہ ہے جو مرگیا اور میت بالتشدید وہ ہے جو
زندہ ہے آگے مریگا کما یجب علی من اسلم جنبا او حائضا او نفساء ولو بعد الانقطاع علی الاصح کذا فی الشرنبلالیۃ من البرہان وعللہ ابن الکمال ببقاء
الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہے نہانا اُس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہوجانے
کے بعد اسلام قبول کیا بنابر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہے حدث
حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہو گا بدون غسل کے او بلغ لا بالسن بل بانزال او حیض او ولدت ولم تر دما او اصابت کل بدنہ
نجاسۃ او بعضہ وخفی مکانہا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنی اور اُسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے
تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہو گا ہم اور اگر بلوغ عمر کے
حساب سے ہو گا تو غسل واجب نہین مستحب ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہے فی الاصح الرجح للجمیع
غسل لازم ہے صحیح تر قول مین شارح نے کہا اسح ہونا سب پانچون صورتون کی طرف راجع ہے وفی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی المجنون اذا افاق
قلت وہو مخالف لما یاتی متنا الا ان یحمل انہ رأے منیا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کی طرف منسوب ہے کہ قول مختار وجوب غسل کا ہے اُس مجنون پر جو ہوش
مین آگیا مین کہتا ہون یہ قول مخالف ہے اس قول کے جو متن مین آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اسپر محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے
بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نہ رہا وہل السکران والمغمی علیہ کذلک یراجع اور کیا مست
اور صاحب غشی کا حکم اسی طرح مجنون کے مانند ہے ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے
ہم بحر الرائق مین مذکور ہے کہ مست جب ہوش مین آیا اور اُسنے مذی کو دیکھا تو اُسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولی اُسپر غسل لازم نہوگا اور
صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی والا بان اسلم طاہرا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر دیسا نہین
یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک ہونے سے مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہے فرض نہین وسن لصلوۃ جمعۃ ولصلوۃ
عید ہو الصحیح کما فی غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہے جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہے چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین ہے
ہم ابو یوسف رح کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہے اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہے اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اُس
شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن کے نزدیک
ادا ہوئی کذا فی المنح وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعا اور خانیہ مین ہے کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین بالاتفاق ابو یوسف

اور سنت ہی امام حسن کے نزدیک سبب اعتبار غسل کی یہ وجہ بحر الرائق میں بیان کی کہ غسل اسواسطے شروع ہوا کہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جسکی ابتداء میں حقیقت ہوتی ہی اور روایات متاخرین نہیں ہو نماز جمعہ کے بعد نہانا سنت ہی اور حسن کے نزدیک کو غسل دن کے سبب سے ہی نہ نماز کے سبب سے یقین یہ شرط ہی کہ غسل نماز سے پہلے ہوا اور بعض ان کے نزدیک اتفاقی مذکور کی ہی بات صحیح نہیں اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہی کہ اگر غسل کرنے کے بعد نماز پڑھے حسن کے نزدیک سنت ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً و یکفی غسل واحد لعید و جمعة اجتمعا مع جنابة اور کفایت کرتا ہی ایکبار غسل کرنا عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع ہوئے ہوں یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہی تو ایک بار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہی کذا فی البحر من باب الحدث کما لفرضی جنابة و حیض جیسے جنابت اور حیض دونوں فرضوں کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہی اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہی کہ انقطاع حیض کے بعد جنابت یا احتلام واقع ہوا و لا جل احرام اور غسل سنت ہی احرام حج یا عمرہ کے واسطے و فی جبل عرفة بعد الزوال اور غسل سنت ہی عرفات کے پہاڑ میں دوپہر ڈھلنے کے بعد شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کر کے اشارہ کیا غسل عرفہ اسوقت سنت ہی جبکہ داخل عرفات ہو ابن امیر حاج نے کہا کہ یہ غسل فقط دن کیواسطے نہیں بلکہ ظاہر وقوف عرفات کے واسطے ہی کذا فی الطحطاوی و ندب لمجنون افاق اور غسل کرنا مستحب ہی اُس دیوانہ کے واسطے جو ہوش میں آگیا اما غسل تین قسم پر ہی فرض سنت مستحب فرض غسل چھ قسم ہی انزال منی سے بشہوت دوسرے ادخال حشفہ سے تیسرے انقطاع حیض سے چوتھے انقطاع نفاس سے پانچویں غسل میت چھٹے سارے بدن میں نجاست لگنے سے یا بعض بدن میں اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار ہیں نماز جمعہ کے واسطے اور عید کی نماز کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا المجنون سے و کذا المغمی علیه کما فی غرر الاذکار اور اسیطرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہی افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ غرر الاذکار میں مذکور ہی و قبل السکران کذلک فلم اره اور کہا مست کا بھی اسی طرح کا حکم ہی میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا تمام شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہو گئی و عند حجامة اور غسل مستحب ہی پچھنے لگانے کے وقت یعنی پچھنے لگانے کے بعد و فی لیلة براءة اور غسل مستحب ہی شب برات میں یعنے شعبان کی پندرھویں رات میں اُس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب بیداری کے لیے اسواسطے کہ اسمیں ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہی اور مومنون کے واسطے براءة من النار اور براءة من الذنوب حاصل ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی و عرفة اور غسل مستحب ہی شب عرفہ یعنی نویں رات ذی الحجہ میں و قدر اذا رآها اور غسل مستحب ہی شب قدر میں جبکہ اسکو دیکھے یعنے جبکہ اسکو جانتا ہو بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح میں ہی کہ غسل مستحب ہی جبکہ شب قدر کو یقینا دیکھے یا اُن احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر میں وارد ہیں کذا فی الطحطاوی حم اکثر احادیث صحاح میں عشرہ اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں طلب کرنا شب قدر کا وارد ہی علی الخصوص اکیسویں اور تیئیسویں اور ستائیسویں واللہ اعلم و عند الوقوف بمزدلفة غداة یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہی نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کے صبح کو وہاں ٹھہرنے کے واسطے حم مزدلفہ ایک مکان ہی عرفات اور منیٰ کے درمیان و عند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرة و کذا لبقیة الرمی اور غسل مستحب ہی نزدیک داخل ہونے منیٰ کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھریاں مارنے کے واسطے اور اسی طرح باقی سنگساری کے واسطے یعنے یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری جو ہوتی ہی تو ہر روز کا نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہی و عند دخول مکة لطواف الزیارة اور غسل مستحب ہی نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے طواف الزیارۃ کے واسطے تا کہ فرض ادا ہو ساتھ اکمل طہارتین کے اور اسی طرح ہر بار اُس مکان مقدس کے دخول میں بلا شک غسل مستحب ہی حرمت مکان کی تعظیم کے واسطے کذا فی امداد الفتاح و لصلوة کسوف و خسوف اور غسل مستحب ہی سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے حم کسوف اور خسوف نشانیاں ہیں بندوں کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہی نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح و استسقاء و فزع و ظلمة و ریح شدید اور واسطے طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندھی میں غسل کرنا مستحب ہی تا کہ با کمل طہارتین التجا الی اللہ تعالی دفع مصیبت کے واسطے حاصل ہو

کذا فی امداد الفتاح وکذا لدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس ولمن لبس ثوبا جدیدا او غسل میتا اور اسی طرح غسل مستحب ہے مدینہ منورہ کے داخل ہونے میں حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کے واسطے اور آدمیوں کے مجمع میں جانے کے واسطے غسل مستحب ہے تا کہ لوگوں کو میل اور پسینہ کی بدبو سے
تکلیف نہو اور جسکو غسل مستحب ہے جو نیا کپڑا پہنے یا مردہ نہلاوے م ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی میں منصوص ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ
صاحب بحر نے کہا کہ یہ نووی شافعی کا قول ہے جنے اپنے علما کے قول میں نہیں دیکھا کذا فی الطحطاوی او یراد قتلہ یا اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جسکے قتل کا ارادہ کیا
جاتا ہے یعنی قتل اسکا خواہ بحد یا قصاص یا بظلم ہو بہر صورت غسل مستحب ہے تا کہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی ولتائب من ذنب
اور گناہ سے توبہ کرنے والے کو غسل مستحب ہے تا کہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہیں بدون
طہارت باطنی کے ولقادم من سفر اور غسل مستحب ہے سفر سے آنے والے کو ولمستحاضۃ انقطع دمہا اور اس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہے جسکا خون بند ہو گیا
کہ شاید مستحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی وثمن ماء اغتسالہا ووضوئہا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لابد لہا منہ فصار
کالشرب فاجرۃ الحمام علیہ اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر میں ہے اسواسطے کہ عورت
کو غسل اور وضو کا پانی ضرور ہے پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہے م حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہیں اور یہ جو
خلاصہ میں تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہے اور مالدار کا نہیں سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان الاغتسال
لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل
کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہرا ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہیں م اسواسطے کہ یہ ضروریات سے نہیں ہے
بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہے اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سر کا تیل اور مشاطہ کی اجرت واجب نہیں زوج پر کذا فی الطحطاوی ویحرم بالحدث الاکبر
دخول مسجد لا مصلی عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس
من الصلوۃ فیہا فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہیں داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور
صوفیوں کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف وغیرہ نے حیض میں اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ جب اہل مدرسہ لوگوں
کو اسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہوں تو وہ مدرسہ مسجد ہے م تو مدرسہ مذکورہ میں مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فنا مسجد در حکم مسجد ہے جواز اقتدا میں اگرچہ
صفوف متصل نہوں نہ دخول کے حرام ہونے میں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ بحیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول
مسجد کا حرام ہے اگرچہ دخل[لہ] گذران ہو خلافا للامام الشافعی مگر عبور کرنا مسجد میں جائز ہے ضرورت سے اسطرح پر کہ سوائے مسجد کے اور طرف سے نکلنا
اسکو ممکن نہیں م ضرورت کی یہ صورت ہے کہ اسکے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور غیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر میں لگائی ہے اور خوب قید ہے اگرچہ اطلاق
مشائخ کے مخالف ہے صاحب بحر نے کہا اسمیں یہ قید لگانا بھی لائق ہے کہ دوسری طرف دروازہ نہیں کر سکتا اور اس گھر کے سوائے اور مکان کے رہنے پر
قادر نہیں کذا فی النہر ولو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا ولا یصلی ولا یقرا اور اگر کسی شخص کو مسجد میں احتلام ہوا تو اگر
مسجد سے جلد نکلا تو اسکو تیمم کرنا مستحب ہے اور اگر مسجد میں ٹھہرا رہا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہے اور اس تیمم سے
نہ نماز پڑھے نہ قرآن م اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہیں کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہیں اور اباحت نماز کے واسطے تو تیمم شرط ہے کہ عبادت مقصودہ
کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی ویحرم بہ تلاوۃ قرآن ولو دون آیۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہے تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم
پڑھے بنا بر قول مختار کے م حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ

[لہ] یعنی گذران مسجد کو گذرگاہ بنانا گذرنے کے لیے

لحتی صلی اللہ علیہ وسلم یقرؤنا القرآن ولا یحجبہ شیئا من القرآن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو قرآن پڑھاتے تھے مگر جنب کچھ قرآن کو روکنا اطلاق
آیت اور کم آیت دونوں کو شامل ہے اور یہی قول کرخی کا ہے اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور دونوں نے
اپنے فتاوی میں صحیح کہا ہے اور اسی طرح شمس الائمہ حلوانی اور کرمانی میں ہے اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے اور تصحیح کے ساتھ اس دلیل سے
کہ احادیث میں قلیل اور کثیر کی تفصیل نہیں اور طحاوی کی روایت میں آیت سے کم قرآن کو پڑھنا مباح ہے اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح کہا اور
فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں اور زاہدی نے اکثر مشائخ کی طرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا کہ ایسی مثل کمتر از
آیت میں صحیح منع ہے لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہے اسواسطے کہ احادیث میں تفصیل نہیں اور تعلیل نص کے مقابلہ میں مردود ہے اسواسطے کہ لفظ
شیئا کا جیسا کہ کافی میں ہے نکرہ ہے سیاق نفی میں تو اُسنے عموم کا فائدہ دیا اور کمتر از آیت بھی قرآن ہے تو اسکی بھی قراءت ممنوع ٹھہری پوری آیت کے
مانند کذا فی منح الغفار لقصد وفلو قصد الدعاء والثناء او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل فی الاصح قرآن کو ارادہ کر کے جنب وغیرہ کو تلاوت
کرنا حرام ہے تو اگر آیات قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اس طرح
حلال ہے صحیح تر قول میں ہم عیون میں ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ کو پڑھا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنمیں دعا کے معنی ہیں اور تلاوت کا قصد نہ کیا تو لا بأس
بہ انتہی اور اسی کو حلوانی نے مختار کہا ہے اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ میں اسکا فتوی نہیں دیتا اگرچہ امام سے مروی ہے
کذا فی الطحطاوی حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ یہانتک کہ فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ میں تو مکروہ نہیں یعنی قرآن کا
پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ میں جائز نہیں لیکن اگر بعد سبحانک اللہم کے سورۂ فاتحہ بقصد ثنا پڑھیگا تو جائز ہے یہ تفریع ہے لو قصد الثناء پر الا اذا
قرأ المصلی قاصدا الثناء فانہا تجزیہ لانہا فی محلہا فلا یتغیر حکمہا بالقصد مگر جبکہ نماز گزار اپنی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھے ثنا کی نیت کر کے تو وہ قراءت اسکو
کافی ہے اسواسطے کہ قراءت فاتحہ اپنے مناسب مقام میں ہے تو اُسکا حکم نہ بدلیگا اُسکے قصد کرنے ثنا سے ہم یہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہے اور تقدیر کلام
یون ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ مکروہ نہیں اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اس صورت میں خارج نہیں اور یہ جواب ہے
اس سوال مقدر کا کہ اگر سورۂ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہیئے فاتحہ پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل میں کفایت نکرے حالانکہ
وہ کافی ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل میں سورۂ فاتحہ اپنے محل پر ہے تو اب ثنا کا قصد کرنا اسکے حکم کو بدل نہیں سکتا کذا فی الطحطاوی
عن النہر یعنی اور نماز جنازہ میں فاتحہ خوانی بے محل تھی تو ان قصد ثنا نے حکم کو بدل دیا ومس مصحف مستدرک ہے بعدہ وہو رأیتہ ساقطا
من نسخ الشرح وکانہ سقط لانہ ذکرہ فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام ہے چھونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد ہے حاجت ہے اسکی
کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہے اور وہ اور ما قبل اسکا یعنی مس مصحف اور تلاوت قرآن مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے اور شاید کہ مصنف کا ساقط
کرنا شرح سے اسواسطے ہے کہ اسکو حیض کے مسائل میں مصنف نے ذکر کیا ہے ویحرم بہ طواف لوجوب الطہارۃ فیہ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا
طواف کرنا حرام ہے بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف میں ہم صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کو حالت حیض میں طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہے طواف
کی حرمت کا فتح القدیر میں کہا کہ اس تعلیل پر اقتصار اولے نہیں بلکہ طواف میں طہارت واجب ہے تو اگر دخول مسجد نہ ہوتی تو بھی طواف جنب پر
حرام ہوتا کذا فی المنح ویحرم بہ ای بالاکبر وبالاصغر مس مصحف ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدار اور حرام ہوتا ہے حدث اکبر اور حدث اصغر
سے چھونا مصحف کا مصحف سے بیان مراد وہ چیز ہے جسمین قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو جیسا کہ روپیہ اور دیوار ہم جنب اور محدث کو مصحف مجید

کا چھونا حرام ہی اگرچہ خط فارسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر مین ہی تجنیس سے اور حرمت مین موضع کتابت اور
غیر موضع کتابت دونون برابر ہین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہی اور محل خلاف مصحف مجید مین اور غیر مصحف مین اگر آیت لکھی ہو
تو اُسین حرام نہین مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وہل مس نحو التورٰیة کذلک ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اسکے جیسا کچھ انجیل اور
زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہی یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ انکا چھونا حرام نہین عم اسی طرح نہر الفائق مین مذکور ہی اور قہستانی
مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ توریت وغیرہ مین بجان تحریف اور تبدیل واقع نہین ہوئی اُسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی الا بغلاف
متجاف غیر مشرز او بصرة بہ یفتی مگر جدا گانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہین مس مصحف حرام نہین یا درم کی تھیلی کے ساتھ اُس درم کا چھونا
جسپر آیت لکھی حرام نہین اسی کا فتوی ہی وحرم غلاف جدا گانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف ملصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ
چھونا جائز ہی اور چولی کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہی سراج مین اور کافی مین چولی کے ساتھ بھی چھونے کو اصح کہا ہی تو یہان دونون قولون کی
تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہی تو بموجب کافی کے جائز ہی اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسی کو اصح کہا ہی
اور خلاصہ مین ہی کہ اسی پر اکثر مشایخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی عن النہر وحل قلبہ بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا
لکڑی سے حلال ہی واختلفوا فی مسہ بغیر اعضاء الطہارة وبما غسل منہا وفی القراءة بعد المضمضة والمنع اصح اور علما نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے
مین غیر اعضاء طہارت سے اور انمین سے جسکو دھو لیا اور جنب کے قرآن پڑھنے مین کلی کرنے کے بعد اور جائز نکہنا صحیح تر قول ہی ہم اعضاء طہارت سے
اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث اکبر مین تمام اعضاء طہارت کے ہین ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابة
لا تحل العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ مین نہین گھس جاتی کما لا تکرہ ادعیة
ای تحریما جیسے دعاؤن کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولے وہو
مرجع کراہة التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف
اولے ہی اور خلاف اولی مآل کار ہی کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ مین ہی اور خلاف اولی مین
تو اصلا کراہت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہین چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اُس تختی کو جسپر
قرآن لکھا ہی ولا بأس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ بحر للضرورة اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہین بالغ باوضو کو مصحف کے دینے مین بے وضو
لڑکے کو اور مصحف کے منگانے مین اُس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہی مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن
مین جیسے نقش پتھر مین ہم چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہی اُنپر اور تا بلوغ تاخیر کرنے مین حفظ قرآن کی تقلیل ہی تو بسبب ضرورت سے
اُنکو مس مصحف اور اُسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابة قرآن والصحیفة او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد وینبغی ان
یقال ان وضع علی الصحیفة ما یحول بینہا وبین یدہ یوخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی اور مکروہ نہین بے وضو کو لکھنا قرآن کا
اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہی زمین پر ہو ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف قول محمد رح کے اور یون کہنا مناسب ہی کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جاے
جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف رح کا قول لیا جاے اور اگر یہ نہین ہی تو محمد رح کا قول لیا جاسے ایسا کہا ہی حلبی نے ہم اور
دوسری وجہ توفیق یہ ہی کہ ابو یوسف رح کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہی اور محمد رح کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد رح احب الی ان
لا یکتب یعنے میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہی کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراءة توریة وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ وما بدل

نہ چھوئے اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہی پڑھنا توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطے کہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جن الفاظ میں تبدیل اور تحریف
واقع ہوئی ہیود اور نصاریٰ کی جہت سے وہ معلوم نہیں ۔ مخصوص ہم نے اسے پڑھنے میں تفسیر سے اس قول پر فتویٰ منقول ہے کذا فی الفتح وجزم العینی فی شرح
المجمع بالحرمۃ اور عینی نے شرح مجمع میں حرمت قرأت پر یقین کیا ۔ وخص البٰی نہ بالمبدل اور دو القافی میں حرمت قرأت کو خاص کیا اسکے ساتھ جس میں
تبدیل اور تحریف نہیں ہوئی لا قرأۃ قنوت کہ مکروہ نہیں جنب وغیرہ کو پڑھنا قنوت کا اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الفتح اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی
ہے تنزیہی ولا اکلہ وشربہ بعد غسل ید وفم اور مکروہ نہیں جنب وغیرہ کو کھانا اور پینا ہاتھ اور منہ دھونے کے بعد ولا معاودۃ اہلہ قبل اغتسال الا اذا
احتلم لم یأت اہلہ اور مکروہ نہیں جنب کو پھر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سے ہوئی ہو تو بدون نہانے کے
اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے ہم یہ روایت فتح القدیر میں ملتقی سے منقول ہے وقال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید الندب لا نفی الجواز المفاد من کلامہ
حلبی نے کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہیں کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو مفہوم ہوتا ہے فتح القدیر کے کلام سے انتہیٰ
سے کہا کہ یہ طرز شارح کا مناسب نہیں اسواسطے کہ تفسیر کا مسئلہ پہلے مذکور نہیں کردیا والتفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ فانہ رخص مسہا بالید لا التفسیر
کما فی الدرر عن مجمع الفتاویٰ اور تفسیر مصحف کے مانند ہے نہ شرعی کتابیں اسواسطے کہ بدون طہارت کے شرعی کتابوں میں ہاتھ لگانے کی رخصت دی گئی ہے
نہ تفسیر میں ہاتھ لگانے کی چنانچہ درر میں مجمع الفتاویٰ سے منقول ہے ہم شرعی کتابوں سے مراد چنانچہ حدیث اور فقہ کی کتابیں وفی السراج استحب
ان لا یاخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج میں کہا کہ مستحب یہ ہے کہ شرعی کتابوں کو آستین سے بھی نہ پکڑے تعظیم کی وجہ سے ہم یہ قول مخالف
نہیں ہے قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب نفی وجوب کے مخالف نہیں لکن فی الاشباہ ومن قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا
مس الکتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الاکثر التفسیر او قرآنا ولو قیل بہ اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنہ یخالف ما مر فتدبر لیکن اشباہ میں منجملہ
مسائل اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام یکجا ہو تو حرام ہی غالب ہوجاتا ہے اور البتہ ہمارے عالموں نے تفسیر کی کتابوں کا چھونا محدث کے واسطے
جائز رکھا اور تفصیل نہیں کی تفسیر کے زیادہ ہونے میں یا قرآن میں یعنے یہ نہیں کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قرآن سے تو جائز ہے اور اگر قرآن
کے الفاظ زیادہ ہوں تفسیر سے تو جائز نہیں اور اگر اس تفصیل کے قائل ہوں جیسے غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہے میں کہتا ہوں کہ اشباہ کا
قول مخالف ہے متن کے جو گذر گیا تو اے مخاطب اسمیں تامل کر ہم خلاصہ یہ ہے کہ اہل مذہب کی وہ عبارتیں مطلق ہیں منع اور جواز میں اور ظاہر اشباہ کا یہ
دلالت کرتا ہے کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماتن نے جو دُرر کے قول پر اعتماد کیا ہے قابل اعتماد کے نہیں بسبب مخالف اجماع
کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے نقل کیا کہ کتب تفسیر میں موضع قرآن کا چھونا جائز نہیں اور اسکے سوا کا چھونا درست ہے بر خلاف
مصحف کے کہ اسکا بالکل چھونا بے طہارت درست نہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ مکروہ ہے چھونا کتب تفسیر اور فقہ اور سنن کا اسواسطے کہ یہ کتابیں آیات
قرآنی سے خالی نہیں اور منیۃ المصلی میں ہے کہ مکروہ ہے یعنے محدث وغیرہ کو چھونا تفسیر اور فقہ کی کتابوں کا بھی انتہیٰ تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ عالموں کا
کلام تفسیر میں کراہت کی وجہ سے ہے نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب درر کا یہ کلام لا التفسیر اسپر محمول ہے کہ تفسیر کا چھونا مرخص نہیں بلکہ
مکروہ ہے اور یہ مطلب نہیں کہ انکا چھونا حرام ہے جیسا کہ ماتن سمجھا ہے اسواسطے کہ اسمیں حرمت کی تصریح نہیں میں کہتا ہوں سب عبارتوں سے بہتر وہ
عبارت ہے جو کہ جوہرہ اور سراج میں ہے اسواسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہے کذا فی الطحطاوی منتقرا فروع مسائل ملحقہ شارح نے المصحف
اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہوجائے یا نہایت باریک خط ہو کہ اسمیں پڑھا نجائے تو دفن کیا جائے مسلمان میت
کی طرح یعنے بطور لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جائے مصحف کے چھونے سے وجوزہ محمد اذا اغتسل اور کافر کو اسکا چھونا محمد

بن حسن نے جائز کہا ہو جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ظاہر یہ قول معتمد نہین کہ شیخین کے مخالف ہو کذا فی الطحطاوی ولا باس بتعلیم القرآن والفقہ عسے
ان یہتدی اور مضائقہ نہین کافر کو قرآن اور فقہ کے سکہانے مین شاید کہ راہ راست پر آجاے یعنے مسلمان ہو ہم معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو توقع
ہدایت جائز ہو تو اس زمانہ مین جو بعضے نام کے مسلمان نصاری کو قرآن پڑھاتے ہین نوکری کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہو اسواسطے
کہ نصاری مسلمانون کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین حق تعالیٰ
اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بے غیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع المصحف تحت رأسہ الا للحفظ والمقلمۃ
علی الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہو مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہو اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہو
مگر لکھنے کے واسطے جائز ہو یعنے کتابت کی حالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ
مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم کلام یعنے عقائد کی کتابین پھر اُنکے اوپر فقہ کی کتابین پھر احادیث
اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین ہم لغت کی کتابین نحو کے مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہو اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ فوق الکل ہو
تکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہو پگھلانا اور گلانا اُس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہو مگر جبکہ درم توڑا جاے تو اب درست ہو
ہم توڑنے سے حروف متفرق ہو گئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہو تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہو کذا فی
الطحطاوی رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جداگانہ غلاف مین ہو یعنے تعویذ پر مڑھا ہو تو اُسکا لیجانا پاخانہ
مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہو ہم علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہو کہ عالمون کا اجماع ہو اسپر کہ تعویذ اور
افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہو ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اُسکے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان مین ہو یا
اُس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہ کہ یہ عقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہو اور قرطبی نے کہا کہ رقیہ یعنے
افسون تین قسم ہو ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم نہین تو اُس سے پرہیز کرنا واجب ہو کہ مبادا اُسمین شرک ہو دوسری قسم یہ ہو کہ بکلام الٰہی
اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہو پھر اگر احادیث مین منقول ہو تو وہ مستحب ہو تیسری قسم یہ کہ اسمار ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر
مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور نہ اسکا شرع مین حکم ہو تو اسکا ترک کرنا بہتر ہو مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ
حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا یجوز رمی براتۃ القلم الجدید ولا ترمی براتۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد
وکناستہ ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہو نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جاے مستعمل قلم کا تراشا اُسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے
جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ ڈالا جاے ایسے مقام مین کہ مخل ہو اُسکی تعظیم کا ہم لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم سے
اسمار ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسمار مبارک لکھے جاتے ہین علاوہ یہ ہو کہ حروف کو بذاتہ خود احترام ہو اور قلم جدید کے تراشے
مین یہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالیٰ والرسول فیجوز محوہ لیلف فیہ شیء
اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اُس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہو اور اگر اُسمین اللہ تعالیٰ
اور رسول کریم کا نام ہو تو اُسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہو ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرفون کا مٹانا لعاب دہن
سے جائز ہو ہم بعض کی قید سے اللہ تعالیٰ کا نام پاک اور قرآن خارج ہو گیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہو وقد ورد النہی فی محو اسم اللہ
بالبزاق اور البتہ نہی وارد ہو اللہ تعالیٰ کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالیٰ

مجتبیٰ در حرمت کتب

تعویذ کی نسبت درست ہو

مسجد کا کوڑا پھینکنا بے تعظیم جگہ مین درست نہین

[illegible]

[illegible]

[illegible] مستور ہو [illegible] قریب [illegible] بہتر نہیں [illegible] اور [illegible]

[illegible] سوا [illegible] وغیرہ [illegible] اور [illegible] آرائش [illegible]

[illegible] مطلق [illegible] اور [illegible] بہتر [illegible] اور [illegible]

[illegible] کے اقوال ہیں اور بعضوں نے [illegible] زیادہ [illegible] بیان [illegible]

اور قبلہ کی کتاب [illegible] ہیں [illegible] اور [illegible] ہو کراہت کو [illegible]

[illegible] اور حفاظت کرنے سے [illegible] لکھا ہو [illegible] یا نہیں [illegible] آرائش [illegible] البحر الرائق [illegible]

اور [illegible] کنگھیوں اور جانماز مسجد کی دیواروں پر لکھا [illegible] نوشتہ کے مانند ہو یا نہیں جواب [illegible] باب الوتر والنوافل سے

پہلے شامی نے فروع میں لکھا ہو کہ مسجد کی دیواروں پر لکھنا لائق نہیں اور مذاہب میں ہو کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیواروں پر خوب نہیں بسبب کتابت

اور پاؤں پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاہ

یہ باب ہو پانیوں کے مسائل میں ہم اب اسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہو اصطلاح میں باب طہارت ہو ان مسائل نجاست جیسے احکام

ماقبل اور مابعد سے جداگانہ ہیں اور وہ مترجم کیا باب اور شامل نہیں کذا فی النہر مجمع ما بالمد وتفتیہ واصلہ موہ قلبت الواو الفا والہاء ہمزۃ میاہ جمع ہو ما کی

ساتھ مد کے یعنے جسمیں الف کے بعد ہمزہ ہو اور گاہے اسکو بے ہمزہ بھی بولتے ہیں اصل ما کی موہ ہو واو کو الف سے بدلا اور ہا ہوز کو ہمزہ سے وہ جسم

لطیف سیال ہو حیات کل نام اور پانی جسم لطیف ہو یعنی غائبا بصارت کی حاجب نہیں اور بہنے والا ہو جس سے ہر ایک چیز کی زندگی ہو یعنی حیوان اور

نبات کی یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق وہو ماتبادر عند الاطلاق مطلق حدث یعنے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہو مطلق پانی سے اور

مطلق پانی وہ ہو جو شتابی ذہن میں آجاوے جبکہ پانی کا لفظ بولا جاسے بدون اضافت کے ہم منح الغفار میں ہو کہ مطلق پانی وہ ہو جو باقی ہو اپنے

پیدایشی اوصاف پر اور اسمیں نجاست نہیں ملی اور نہ کوئی اور چیز اسپر غالب ہو گئی آتی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہو کماء سماء

واودیۃ وعیون وآبار وبحار وثلج مذاب بحیث یتقاطر وبرد وجمد وندی مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور ندیوں کا اور چشموں کا اور کنوؤں

اور دریاؤں کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولے اور جمے یعنے پالا اور اوس ہم آسمان کے پانی میں اگرچہ اضافت ہو مگر یہ اضافت تشریفی ہو برخلاف

مقید پانی کے اسواسطے کہ اسمیں قید لازم ہو یعنی بدون قید وہ نہیں بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی کذا فی البحر اور اسی طرح تربوز کا پانی

اودیہ جمع ہو وادی کی اور وادی لغت میں اس کشادگی کا نام ہو جو پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان ہو اور یہاں مراد جنگل کا پانی ہو جو بارش کے

پانی سے سائل ہو کر جمع ہو جاے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی میں اسکو رود کہتے ہیں ہذا التقسیم باعتبار ما یشاہد والا فالکل من السماء لقولہ

تعالی الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء الآیۃ والنکرۃ ولو مثبتۃ فی مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم پانیوں کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہو اور

اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجیے تو سب پانی حقیقت میں آسمان سے اترے ہیں حق تعالے کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے

آسمان سے پانی اتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ مثبت ہو احسان جتانے کے مقام میں عام ہو جاتا ہو ہم اسم نکرہ اسکو کہتے ہیں جو معین

باب المیاہ [illegible]

چیز کے واسطے موضوع ہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہے یعنے اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہے لیکن
اثبات مین نکرہ ہر جگہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام ہوتا ہے سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہے لفظ ماء کا کہ نکرہ مثبت ہے
سب پانیون کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہے **و ماء زمزم** بلا کراہۃ وعن احمد یکرہ اور چاہ زمزم
کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہے ہرچند زمزم کنوون مین داخل تھا
لیکن ماتن نے اسکو بالخصوص ذکر کیا اسکی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب سے **و بماء قصد تشمیسہ بلا کراہۃ** اور اس پانی سے طہارت
درست ہے جو قصداً دھوپ مین رکھا گیا بدون کراہت کے وکراہتہ عند الشافعیۃ طبیۃ اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک
طب کی راہ سے ہے اسواسطے کہ مورث برص ہے وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ اور مکروہ سمجھا ہے احمد بن حنبل نے اس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا
ویرفع بماء ینعقد بہ ملح لا بماء ملح حاصل بذوبان ملح لبقاء الاول علی طبیعتہ الاصلیۃ وانقلاب الثانی الی طبیعۃ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہے اس
پانی سے کہ جمتا ہے اس سے نمک یعنی اسمین جمکر نمک ہو جانے کی استعداد ہے نہ اس پانی سے جو نمک گھل کر پانی ہو جاتا ہے بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے
اپنی اصلی پیدایشی طبیعت پر اور بسبب بدل جانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کی طرف ہم تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا جیسے
سونے اور چاندی محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہے اور سردی مین پگھلتا ہے برخلاف اور پانی کے **و لا بعصیر نبات ای معتصر من شجر او**
ثمر لانہ مقید اور نہ روئیدگی کے پانی سے یعنے جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہے
یعنے ازالہ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہے نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہ ہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اس سے جائز نہین تیمم کرنا چاہیے کذا فی البحر
بخلاف ما یقطر من الکرم ای الفواکہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان برخلاف اس پانی کے جو انگور کے درخت
یا پھلون سے خود بخود ٹپکتا ہے بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہے حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر ہے
چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے ہم جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکا یا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا
پھل سے خود بخود ٹپکا اسمین اختلاف ہے ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا عدم جواز بہت
کتابون مین مصرح ہے اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور شرح منیہ مین ہے کہ عدم جواز اشبہ ہے تو یہی قول اولیٰ ٹھہرا
کمال امتزاج کی وجہ سے واعتمدہ القہستانی فقال واعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدابوغۃ والبطیخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر اور عدم جواز پر
اعتماد کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہے اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی
جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہے اور انگور کے پانی کے مانند ہے دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہے شربت
خرما کا ہم حلبی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدۂ خلیل علیہ الصلوۃ والسلام
نے مجھسے کہا کہ وہان کے لوگ زمین سے جڑین نکالتے ہین اور پانی مین رکھتے ہین وہ پانی سرخ ہو جاتا ہے اس سے کھال کی دباغت کرتے ہین اسکو دابوغہ بولتے
ہین انتہی مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دربوقہ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکھا ہے ظاہر ایہی مناسب مقام ہے شاید کہ دابوغہ معرب ہو دربوقہ کا
واللہ اعلم **و لا بماء مغلوب بشیٔ طاہر** اور طہارت جائز نہین اس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے ملجانے سے ہم مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور
اصل خلقت سے خارج ہو گیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہے چنانچہ آگے آویگا دریافت کرکہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہیے

[margin note:] لہ شیخ فاضل ... اور سونا چاندی پگھلا کر پانی ہو جاتا ہے حالانکہ وہ پانی نہین ہے اسی طرح نمک پگھلا ہوا ... لہ شامی نے بعض محشین سے نقل کیا ہے کہ تربوز کو دابوقہ ... کہتے ہین ...

اس سے حقیقت حال معلوم ہو [illegible] ہے تو پانی [illegible] شرح [illegible]
شارح اُس کی [illegible] بیان [illegible] طبیعت [illegible]
[illegible] طبیعت [illegible] وزال الطبع بالطبخ او بغلبۃ الممتزج [illegible] غالب ہو [illegible] پانی [illegible]
اختلاط کے سبب سے [illegible]
[illegible] پانی [illegible]
حاصل ہوتا ہے پانی کے [illegible] پانی [illegible]
صاف کرنے کے واسطے ہو چنانچہ اشنان اور صابون [illegible] غسل میت کے واسطے پکاتے ہیں [illegible] طہارت کا [illegible]
اور میلان اُسکا باقی نہ رہے تو اب اُس پانی سے وضو و غسل جائز نہیں دوسری قسم پکانے کی [illegible] صاف کرنے کے واسطے نہیں چنانچہ شوربا
[illegible] طہارت ہے اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہے یہ دوسری صورت ہے کمال اختلاط کی [illegible]
مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانے والی کے سبب سے ہے اور اگر وہ چیز ملجانے والی جامد ہے تو اُسکا غالب ہونا پانی پر پانی کے گاڑھے ہونے
سے ہے تا وقتیکہ پانی کا نام زائل نہ ہو گیا ہو چنانچہ شربت خرما کا ہم یہ دوسری طرح ہے پاک چیز کے غالب ہونے کی پانی پر [illegible] شربت خرما [illegible]
کہ خرما پانی میں تر کرتے ہیں پانی میٹھا ہو جاتا ہے اسکو خرما کا شربت کہتے ہیں پانی نہیں بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہو گیا نام کے جاتے
رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نہ رہا اُس سے وضو کرنا جائز نہیں خانیہ میں ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم رح کا پچھلا قول ہے
ولو بما تغیر اکثر اوصافہ اور اگر ملجانے والی چیز پانی میں سائل اور رقیق ہے تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہے تو غلبہ اُسکا ثابت ہوتا ہے
پانی کے اکثر اوصاف کے بدل جانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانے والی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع ہوا
سائل کی تین صورتیں ہیں یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہے پانی کی تین صفتیں ہیں
ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو سرکہ پانی کی تینوں صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی میں ملا اور اسکی دو صفت میں تغیر ہوا یعنے رنگ اور مزہ میں یا
مزہ اور بو میں یا رنگ اور بو میں تو غلبہ اُسکا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقا کلیہن فباحدہا یا سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہے اور بعضے سے مخالف ہے
جیسے کہ دودھ کہ بو ہونے میں پانی کے موافق ہے اور مزے اور رنگ میں مخالف ہے تو غلبہ اُسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہے تو اگر دودھ کا رنگ
یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اسی طرح تربوز کا پانی مزے میں پانی کے مخالف ہے تو اسمیں غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی
کہا اگر شارح او شابہا ببعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضی نسخہ میں فباحدہما بصیغہ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہیں او مماثلا کالمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر
من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کے برابر اور مانند ہے سب تینوں صفات میں چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اُسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہے
تو اگر مطلق پانی وزن میں نصف سے زیادہ ہے تو طہارت کرنا اُس تمام مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن میں کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہیں ہے
مستعمل کی طہارت بنابر قول مفتی بہ متقدم کے ہے اور یہی حکم ہے عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نہ رہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کے برابر ہو نہ زیادہ نہ کم تو یہ
ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں بدائع میں ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اُسکا حکم مغلوب پانی کے برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر و نہر و الملتقی والملاقی اور یہ یعنی جو حکم
مذکور ہوا آب مستعمل میں وہ عام ہے اُس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی میں اور اسکے ساتھ مل گیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جس میں کوئی شخص جنب یا محدث غوطہ مارا
کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونوں صورتوں میں اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت جائز ہے ورنہ جائز نہیں کفی الفساقی یجوز التوضی [illegible]

تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضون مین جائز ہی جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہ قاعدہ ہی بنابر
اُس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار مین مذکور ہی ہم یہ تفریع ہی اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہی اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہین
بحر الرائق مین کہا اور اسپر دلیل وہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوے مین جسکو اُنکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے
اُنسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ سے جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اُسین مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اُسمین نیا پانی نازل ہوتا ہی اُسین وضو کرنا جائز ہی یا نہین
تو جواب دیا کہ جب اُس حوض مین سوائے پانی مذکور کے اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اُسمین نجاست پڑیگی تو وہ ناپاک ہو جائیگا
صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملقی اور
ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اُسکی طرف رجوع کر غور و تامل کے ساتھ ہم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہی کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہو جاتا
اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اُسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ جب
تجھکو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اُس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب مستعمل جب ڈالا جاے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق
غالب ہی تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنے صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین اور یون فرق
کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی تو من جہۃ
الحکم دونون صورتون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنے چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہی جبتک اُسکا گمان غالب نہو کہ آب مستعمل
اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہی از بسکہ ملقی اور ملاقی مین کچھ فرق ظاہر نہین اسی واسطے شارح نے اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ
کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر فان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب و جائز ہی
دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے اُن اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو گو کہ اُسمین مر گیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بھڑ اور بچھو
اور بق یعنی مچھر اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہی وفی المجتبیٰ الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ومنہ یعلم حکم بق وقراد وحلم اور مجتبیٰ مین صحیح تر حکم ہی
جونک کا جسنے خون کو چوسا اور قلیل پانی مین مر گئی یہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنے ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھر اور چھوٹی چچڑی اور
بڑی چچڑی کا یعنی اگر مچھر اور چچڑی خون پی کر قلیل پانی مین مر جاے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح
مین اسلیے کہ جونک اور مچھر مین خون ذاتی نہین مستعار ہی کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ دود القز وماؤہ وبزرہ وخرؤہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ اور وہبانیہ مین ہی
کہ ریشم کا کیڑا اور اُسکا جوشیدہ پانی اور اُسکے انڈے اور بیچال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی ہم پانی سے وہ پانی مراد ہی جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائے
جاتے ہین ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء او خنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور
مر گیا ہو جسکی پیدائش کا مکان پانی ہی چنانچہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو ہم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کر کے دو مسئلہ بیان
ٹھہرائے ایک اُس جانور کا جسمین خون سائل نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور کنز کی طرح یون نہ کہا کہ موت مالا دم لہ اسواسطے کہ کنز پر اعتراض
لگتا ہی اُس جانور کا جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور وہین رہتا ہی اور اُسمین خون سائل ہی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اُنکی موت مین پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف
نے دونون صورتون کو جمع کر دیا بحر رائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشائخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ پانی کا کتا
اور پانی کا سور جب پانی مین مر جاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا کذا فی الطحطاوی الا بریا لہ دم
سائل وہو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم الا اگر جنگلی مینڈک مین خون سائل ہوتا ہی اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان مین

ملہ شامی نے فتاوی سے نقل کیا کہ بق کھٹمل اور کھٹمل کو کہتے ہین اور بق الخشب سے مراد کھٹمل ۱۲

پیدا ہو نہیں ہوتا ہو جیسے مانند قورباغہ کی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہو جاتا ہو صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہو جاتا ہو اگر اُسمین
خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا وکذا الحکم لو مات ماؤہ خارجہ و اُلقی فیہ فی الاصح لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ
لا شربہ لحرمۃ لحمہ اور یہی حکم ہو جیسے پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مرگیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین
مینڈک کے مانند جانور ریزہ ریزہ ہو گیا تو وضو اس سے جائز ہو پینا اُسکا جائز نہین اُسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کے مانند وہ جانور ہو جو ناپاک نہین
اگرچہ کھانا حرام ہو وتنجیس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط و اوز و زرد ناپاک ہوتا ہو تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اُس جانور کے مرنے سے
جو پانی مین رہتا ہو خشکی مین پیدا ہوتا ہو جیسا بط اور بطخ بلاد اور بعضی پانی کی چڑیون مین تصحیح مختلف ہو لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہو لہذا ماتن نے
اسی پر اعتماد کیا کذا فی المنح وحکم سائر المائعات کالماء فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل چیزون کا حکم پانی کے مانند ہو صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست
سے قلیل فاسد ہوتا ہو نہ کثیر حتی لو وقع بول فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد یہانتک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اُس حوض مین جسمین دہ در دہ رس ہو کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنی
ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ القہستانی وغیرہ اور اگر پانوں کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری
رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد کے ایسا ذکر کیا ہو قہستانی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پانوں سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر
پانوں کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب روان کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا وبتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح ینجس
الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزہ اور بو ہو ناپاک ہو جاتا ہو بہت پانی اور اسی طرح رس ہم شارح نے کثیر کا
لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع ہو اور کثیر اُسکا فاعل ہو سو یہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہ ہو کہ قولہ وبتغیر عطف ہو بموت مائی پر تو وہ
متعلق ہو تنجیس بموت مائی کا جسکو شارح مضارع سمجھتا ہو وہ جار مجرور ہو یعنی بائے جارہ ہو نہ یائے تحتانیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہو تنجیس کا تو مطلب یہ ہو کہ ناپاک
ہو جاتا ہو پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہ خلل ہو کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز
نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو جاریا اجماعا ایک صفت کا بدلنا نجاست
سے پانی کو نجس کرتا ہو اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہو کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے بدل گیا
اس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسی طرح منقول ہو ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی شافعی نے
بھی شرح مہذب مین اسی طرح نقل کیا ہو اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہو عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہو جاتا ہو نہ کثیر لیکن حد قلیل اور
کثیر مین اختلاف ہو چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والمنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہو جاتا ہو نجاست کے واقع
ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہ مذہب ہو کہ وقوع نجاست سے قلیل پانی مین
نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اُسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہو کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہو امام مالک کے نزدیک نہ قلیل
کذا فی البحر لا لو تغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اُسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز تو اگر اُسکی گندگی
معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شک فالاصل الطہارۃ اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے
ہو یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہو تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیئے لوگون سے اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی المنح والتوضی
من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہو نہر سے معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہو اسلام مین اہل سنت کے مخالف مین
اصول اور فروع حنفی مین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین یعنے اُنکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوتا ہو اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الرائق مین

فتح القدیر سے نقل کیا کہ اُنکے مخالف اس صورت مین ہی جبکہ معتزلہ موجود ہون اور جہان وہ لوگ نہین تو وہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہی حوض سے وکذا
یجوز بجارٍ خالطه طاهرٌ جامدٌ مطلقاً کاشنان وزعفران اور اسی طرح طہارت جائز ہی اُس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہوگئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح
کی چنانچہ اشنان اور زعفران م طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہین خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو چنانچہ مٹی اور چونہ یا بالقصد تنظیف تخلیط ہوئی
چنانچہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز ہی چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیة ان امکن الصبغ به لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق مین
قنیہ سے منقول ہی کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہین جیسے شربت خرما سے جائز نہین وفاکهة وورق
شجر وان غیر کل اوصافه فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کے پتون کے پانی مین ملجانے سے طہارت جائز ہی اگرچہ پتی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے
ہون صحیح تر قول مین م نہایہ مین ہی اُستادون سے منقول ہی کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضون سے جنمین درختون کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود تغیر ہوجانے
تمام اوصاف کے اور کوئی کسی کو منع نہین کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہی کہ اگر اُس پانی کی رنگت ہتھیلی مین اُٹھانے سے معلوم ہو
تو اُس سے وضو درست نہین اُسکا پینا درست ہی ان بقیت رقته ای واسمه کما مر بشرطیکہ اُس پانی کا پتلا پن اور نام اُسکا باقی رہا چنانچہ گذر گیا آب مغلوب
کے بیان مین م اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اُس صورت مین کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اُس سے وضو جائز نہین کیونکہ عربی زبان مین اُسکا نام
صبغ ہو گیا چنانچہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجارٍ وقعت فیه نجاسة اور طہارت جائز ہی اُس بہتے پانی سے جسمین نجاست پڑی م خواہ نجاست نظر
آتی ہو پانی مین یا نظر نہ آتی ہو آب جاری مین سے ناپاک نہین ہوتا خود محل وقوع نجاست سے وضو درست ہی ابو یوسف رح کے نزدیک اور یہی مختار ہی
مشائخ بخارا کا نصاب مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی والجاری هو ما یعد جاریًا عرفًا اور جاری پانی وہ ہی جسکو روان اور بہتا عرف مین
شمار کرتے ہین وقیل ما یذهب بتبنة والاول اظهر والثانی اشهر اور بعضون نے کہا جاری پانی وہ ہی جو تنکے کو بہا لیجائے اور پہلا قول ظاہر تر ہی اور دوسرا قول
مشہور تر ہی کذا فی البحر وان وصلیة لم یکن جریانه بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہین ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہو صحیح تر قول مین یعنی
اگرچہ مبدا اور منشا اُسکا چشمہ یا جبل یا مینہ نہو م عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہی اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہی
کہ جاری ہونے مین پانی کی مدد ضرور ہی چنانچہ چشمہ اور کنوان یہی قول مختار ہی تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہی کذا فی الطحطاوی فلو سُدَّ النهر
من فوق فتوضأ رجل بما یجری بلا مدد جاز لانه جارٍ تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقًا پانی نہین رستا ہی پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے
جو بہتا ہی بدون مدد کے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہی وکذا لو حفر نهرًا من حوض صغیر او صب رفیقه الماء فی طرف میزاب وتوضأ فیه وعند طرفه الآخر
اناء یجمع الماء جاز توضیه به ثانیا وثم وتمامه فی البحر اور اسی طرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اُسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے
پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی مین اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہی جسمین وہ
روان پانی جمع ہوتا جاتا ہی تو دوسری بار اُسی پانی سے وضو کرنا جائز ہی اور پھر تیسری بار اسی طرح اور پھر چوتھی بار اسی طرح پانی بہا کر وضو جائز ہی اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی م یعنے حوض صغیر سے پانی بہا یا نہر مین اور بہنے کی حالت مین وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان مین سو دوسرے
آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت مین پھر وہ پانی جمع ہوگیا اور مکان مین پھر اور آدمی نے
اسی طرح کیا تو سب شخصون کا وضو درست ہی اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت مین وضو کیا اور جاری پانی نجس نہین ہوتا جب تک متغیر
نہو جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہی یعنے پاک کرنے والا ہی اسواسطے کہ اُسکا استعمال جاری ہونے کی حالت مین
ہوا ہی اور جاری پانی مستعمل نہین ہوتا استعمال کرنے سے اسی طرح منقول ہی شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہی آب مستعمل

[illegible] سے نجس ہو جاتا ہے [illegible] آب مستعمل [illegible] [illegible] [illegible] و بال [illegible] [illegible]
[illegible] آب جاری میں وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا جبتک [illegible] کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جانب نشیب میں وضو کیا تو جائز ہے جبتک کہ جانب نشیب میں اسکا اثر معلوم نہ ہو [illegible]
کی مثال [illegible] کیا کہ نجاست [illegible] اور [illegible] میں کچھ فرق نہیں وہو الاظہر اولٰی اور صحیح اور [illegible] نجاست کا اثر [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] و فی المخزن [illegible] الطعم واللون والریح [illegible] من المضمرات من [illegible] [illegible]
ظاہر کلام مصنف کو [illegible] اسکے غیرہ خون کو شامل ہے یعنے آب جاری میں بدون ظہور اثر کے نجاست نہیں ہوتی نجس [illegible] اور اسی [illegible]
کی ترجیح دی ہے محقق کمال نے اور انکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور اسی کو قوی کہا ہے نہر الفائق میں اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے شرح
منح الغفار میں اور قہستانی میں مضمرات سے اور نصاب سے منقول ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وقیل ان جرت علیہا نصفہ فما فوقہ لم یجزہ وما دونہ [illegible] اور قول
دوسرا یہ ہے کہ اگر پانی جاری ہو اور [illegible] کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اس سے طہارت جائز نہیں اور یہ قول زیادہ تر احتیاط والا ہے اور اکثر فتاوی میں یہی
مذکور ہے والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارک اور فقہا نے آب جاری کے ساتھ ملا یا ہے حمام کے حوض کو [illegible] [illegible]
بشرطیکہ حوض میں اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا لینا [illegible] ہو اسطرح پر کہ بین الغرفتین سطح پانی کا ساکن [illegible] ہو تو [illegible] یا [illegible]
ہاتھ اس حوض میں ڈالا جاوے گا تو وہ ناپاک نہو گا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر کحوض صغیر یدخلہ الماء من جانب ویخرج من آخر یجوز التوضی من کل الجوانب
مطلقا یہ یفتی اُس چھوٹے حوض کے مانند جسمیں پانی داخل ہوتا ہو ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہو دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہے اسکی ہر طرف سے
اسی کا فتوی ہے عام ہر طرح یعنے وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہو تو وقوع نجاست سے ناپاک ہو گا
کذا فی البحر ~~بحث~~ معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہے آب مستعمل کی نجاست پر اور مفتی بہ قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہے تو وضو مطلقا درست ہے
کیونکہ مستعمل مغلوب ہے اور مطہر غالب ولکن [illegible] فی شرح المجمع و فی المحیط الماربۃ بہ یفتی قہستانی معزیا للتتمۃ اور مانند اس چشمہ کے کہ [illegible] [illegible] ہے اس میں سے پانی
جوش مار کے نکلتا ہے اسکے ہر طرف سے وضو جائز ہے اسی کا فتوی دیا گیا ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کی طرف منسوب کیا ہے [illegible] کی قید اسواسطے لگائی کہ یہی تو
محل نزاع ہے اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہے تو بالاتفاق وضو جائز ہے وجہ اختلاف یہ ہے کہ چھوٹے حوض یا چشمہ میں آب مستعمل جلد نکلجاتا ہے اور بڑے
حوض میں گوشوں میں ٹھہرجاتا ہے اور یہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے اور فتوی اسکے برخلاف ہے و کذا یجوز براکد کثیر کذا اے وقع فیہ
نجس لم یر اثرہ ولو فی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر اور اسی طرح وضو جائز ہے اس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسی طرح کا ہے یعنے جسمیں ایسی نجاست پڑی جسکا کچھ
اثر نمودار نہیں اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع میں وضو کیا اسی قول کا فتوی ہے بحر الرائق میں ہم اور بعضوں نے یہ اختیار کیا کہ اگر کل کرے سوا گر کل میں
یہ آوے کہ نجاست خالص نہیں ہوئی تو وضو کرے یعنے موقع نجاست میں ورنہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح تر ہے اور کرخی وغیرہ سے تجنیس کی
ترجیح دی ہے بدائع میں کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چھوڑ کر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور [illegible] [illegible]
کہا کہ غیر مرئی نجاست میں موضع وقوع نجاست سے وضو کرے وہو الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہے مگر فتوی اسی پر ہے جو شارح نے
ذکر کیا یعنی اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہے فتح القدیر میں ہے کہ اسی قول کی تصحیح لائق ہے اور ایسا ہی [illegible] نہر الفائق میں [illegible]
والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رای المبتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوصہ ای وصول النجاسۃ الی الجانب الآخر جاز والا لا ہذا
ظاہر الروایۃ عن الامام والیہ رجع محمد وہو الاصح کما فی الغایۃ وغیرہا وحقق فی البحر انہ المذہب [illegible] [illegible] آب بستہ غیر جاری کی مقدار میں جو ناپاک

نہین ہوجاتا بلاظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہی مبتلی بہ کی یعنے اُس شخص کی جسکو طہارت اکے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اسکے گمان مین عدم پہونچنا
یعنے نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہی اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اگر یہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہی طہارت
اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم رح سے اور اسی قول کی طرف محمد رح نے جنسے دہ دردہ کا قول منقول ہی رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ
غایۃ البیان وغیرہ مین ہی اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اُسی پر عمل کرنا چاہیے ہم بحر الرائق مین دش روایات سے اُسکو مذہب ثابت
کیا ہی پھر یون کہا ہی کہ یہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علماء متاخرین نے دہ دردہ کو آب کثیر قرار دیا ہی وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد رح نے اگرچہ اسکی
تقدیر کی ہی مگر اس سے رجوع کیا ہی اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہ تقدیر لازم نہین مگر انھین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا
تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہ امر مختلف ہی جو جسکے دل مین پڑے اُسپر وہ عمل کرے اور یہ امر اُن امور سے نہین ہی جسمین عامی پر مجتہد کی
تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تھا اور اُسکی تصحیح اکثر کتب
معتمدہ مین واقع تھی لہذا ہمنے اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ دردہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علمای متقدمین کا
مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسپر فتوی ٹھہرایا ہی تو جو مذہب مین صحیح قول ہی اسی پر عمل کرنا متعین ہی انتہی وان تقدیر
بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیہ ورد ما اجاب بہ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق مین یہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ دردہ کا اصل معتمد علیہ کی
طرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اُسکو رد کیا امام صدر الشریعۃ نے دہ دردہ کی یہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو
کنوان کھودے تو اُسکا حق کنوئین کے گرداگرد چالیس گز ہی تو اُسکے گرد چارون طرف سے۔ اگر ہوے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بربالوعہ یعنی نجاست ڈالنے
کا کنواں کھودیگا تو روکا جائیگا اسواسطے کہ پہلے کنوئین کی طرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کھودیگا تو روکا نجائیگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ دردہ
کو عدم سرایت مین اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی ازانجملہ ایک وجہ یہ ہی کہ حریم چاہ کا دش گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول تو یہ ہی کہ
اُسکا حریم ہر طرف سے چالیس گز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین بمراتب سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا علامہ
عینی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ دردہ کی سند ہو سکتی ہی بیان اُسکا یہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو
تو وہ کثیر ہی جب اُسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت درہشت تھی اور باہر سے دہ دردہ تھی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دوازدہ دردوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مسافت ہشت
درہشت تھی اور دلیل اسپر ابوداود سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اسکا چھ گز تھا اور مین نے وہان پوچھا کہ زمان سابق سے
اسمین کچھ تغیر ہوا ہی جواب دیا کہ نہین پھر جب اسکا عرض چھ گز کا ہوا تو طول اسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو
کنے کہ اسکا دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اُسکی ہشت درہشت یا زیادہ ٹھہریگی تو محمد رح نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات
مین احتیاط لازم ہی لہذا انکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ دردہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لارای لہ من العوام فلذا
افتی بہ المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ای مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ دردہ کا ضبط اور بندوبست کی بات ہی خصوصا عوام لوگون کے حق مین جنکو
ظن غالب اور تجویز حاصل نہین تو اسی واسطے علماء کبار متاخرین نے دہ دردہ کا فتوی دیا ہم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب
نہر دونون کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھکو اسکا یقین حاصل ہوجاے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اُسکو قابل التفات کے نجانا کذا فی
الطحطاوی ای فی المربع باربعین وفی المدور بستۃ وثلثین فی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین چالیس گز ہو اور
حوض مدور مین ۳۶ گز ہو اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورتون مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی علم یعنی خوض

پانی مین دہ دردہ کی مقدار کسی اصل سے ماخوذ نہین ۱۲

ہو جب پانی حوض کا اتنا ہو کہ نجاست کے گرنے سے دوسری طرف تک اثر نہ پہنچے تو وہ پاک ہے اور جب حوض اتنا ہو کہ ایک طرف نجاست گرے تو دوسری طرف تک پہنچے تو وہ دہ در دہ نہیں ہے

سے داخل کرے دو پانی تک پہونچے یا نہیں اور مراد پانی کا طول و عرض ہے نہ عمق اور جو کچھ ذکر کیا گیا ہے یہی ظاہر الروایۃ ہے اور غیر ظاہر میں

گز مقرر ہیں کہ دہ در دہ ہو اور یہی زیادہ اختیار کیا گیا ہے اور اگر حوض مثلث ہو یعنی تین کونے کا ہو تو ہر طرف سے پندرہ گز ہو اور شارح

نے بیان کیا ہے اور دس گز کی حاجت نہیں مساحت پانی کی سطح کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی اور بدائع میں ہے کہ معتبر ذراع کرباس ہے

مساحت اور پیمائش وغیرہ میں جس سے پانی ناپتے ہیں اور ان کی تعریف واقع ہوئی اور یہی قول مناسب ہے اور یہی ہدایہ اور تجنیس میں ذراع کرباس کو

اختیار کیا ہے مراد یہ ہے کہ مساحت کا گز ہاتھ یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑا ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہے

اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ مساحت کا گز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کے شمار کے موافق ہے اور طول اور عرض کفتہ ہے کہ بلغ عشرا فی عشر

جائز ہے اور اگر حوض یا خندق کا طول بہت ہو اور عرض نہیں لیکن اگر اس کو ایک مساحت کیجیے تو دہ در دہ یعنی سو گز تک پہونچتا ہے تو وضو کرنا اس سے

جائز ہے خلق اللہ کی آسانی کے واسطے کذا فی النہر و لو اعلاہ عشرا واسفلہ اقل جاز حتی یبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ در دہ ہو اور نیچے سے کم دہ در دہ

سے تو وضو اس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہے یہاں تک کہ پانی کم ہو کر نیچے پہنچے یعنی جب کمتر تک پانی پہنچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز

ہوگا و لو بعکسہ فوقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر اور جو اسکے برعکس ہو یعنی حوض اوپر سے تنگ ہو دہ در دہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر دہ در دہ کے ہو

اسمیں نجاست پڑی تو وضو جائز نہیں جب تک کہ اوپر کا پانی گھٹ کر دہ در دہ کو نہ پہنچے یعنی جب وہاں پہونچیگا تو اب وضو کرنا اس سے جائز ہوگا کذا فی النہر

عن السراج الہندی و لو جمد ماؤہ فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانہ کالقصعۃ و ان متصلا لا لانہ کالمسقف اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے

جم کر تختے کے مانند ہو گیا پھر اسمیں سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہے آب بستہ سے تو وضو جائز ہے اس واسطے کہ وہ پانی اسکے مانند ہے جسپر چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ در دہ

سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہے تو وضو اس سوراخ سے جائز نہیں اس واسطے کہ وہ طاس اور لگن کے مانند ہے یعنے وہ پانی قلیل ہے جیسے

طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ وضو اس سے جائز نہیں مگر اسوقت جائز ہے جبکہ نقب دہ در دہ

ہو حتی لو ولغ فیہ کلب تنجس یہاں تک کہ اگر کتے نے اسمیں پانی پیا یعنی اس نقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہے پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لا لو وقع فیہ

فمات لتسفلہ ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اسمیں گر پڑا اور مر گیا اسکے تہ نشین ہونے کی وجہ سے یعنی اسفل میں تو پانی کثیر ہے کتے کے تہ نشین ہونے سے

ناپاک ہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب

مین پاک ہو جاتا ہے ناپاک پانی کا اسکے جاری ہونے کے ساتھ ہی ہم یعنے اگر ناپاک حوض یا تالاب میں پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو

بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہو گیا اور قول ضعیف یہ ہے کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ سہ چند پانی نکلیگا تب

پاک ہوگا اور یہ مطلب شارح کا نہیں کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بنا کر اسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو بحر الرائق میں کہا طہارت کا حکم اسوقت ہوگا

جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحطاوی و کذا البیر و حوض الحمام ہذا اور یہی حکم ہے کنوئیں اور حمام کے حوض کا یاد رکھو ہمارے

اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہو گیا اسکے جاری ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوان

لبالب ہو کر جاری ہو گیا دوسری صورت یہ ہے کہ چشمہ چاہ نے جوش مارا اور مانند سے بطریق کاریز کے بہا و فی القہستانی والمختار ذراع الکرباس وہو سبع قبضات

فقط فیکون ثمانیا فی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات فی ثلث اصابع علی القول المفتی بہ بالعشر دلو حکما لیعم ما طول بلا عرض فی الاصح وکذا بیر عمقہا عشر فی

الاصح اور قہستانی میں ہے اور مختار اور پسندیدہ مذہب میں کپڑے ناپنے کا گز ہے اور وہ فقط سات مٹھی کا ہے تو دہ در دہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہے

ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مٹھی اور تین انگلیوں کا ہی یہ قول ہی بنا بر فتوی متاخرین کے دہ دردہ کے کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو یہ اسواسطے
بہنے کہا تاکہ دہ دردہ شامل ہو جاے اُس حوض طویل کو جسمین طول ہی بدون عرض کے صحیح تر قول مین اور اسی طرح شامل رہے اُس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراو دس گز
کا ہی صحیح تر قول مین ہم طول بلا عرض مین اختلاف ہی ایک قول ہی کہ اگر اُسکا پانی بقدر دہ دردہ کے ہی تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا
اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح کی ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس ہو جاتا ہی قاضی خان نے اسکو عامہ مشایخ کی طرف نسبت کیا ہی او رفتح القدیر
مین اسی کو اختیار کیا ہی اور قاسم نے اسکو صحیح کہا ہی تو دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو ماؤہا بقدر العشر لم یحبس کما فی المنیۃ اور اسوقت مین یعنی جبکہ
عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اُسکا پانی دہ دردہ کے برابر ہی تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی مین ہی ہم یہ قول ضعیف ہی چنانچہ شارح عنقریب
اسپر آگاہ کریگا وحینئذ فعمق خمس اصابع تقریبا ثلثۃ آلاف وثلث مائۃ واثنا عشر منا من الماء الصافی ولیسعہ غدیر کل ضلع منہ طولا وعرضا وعمقا ذرعان وثلثۃ ارباع
ذراع ونصف اصبع تقریبا کل ذراع ربع وعشرون اصبعا انتہی اور اسوقت مین یعنے جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کے مانند ہوا تو پانچ انگلیون کا عمق
دہ دردہ کے حوض مین ۳۳۱۲ سیر صاف پانی کا ہی اور گنجائش کرتا ہی اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق مین دو گز اور پون گز اور
آدھی انگلی ہی تخمینا ہر گز ۲۴ انگلی کا اب تمام ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق احدہ فتبصر مین کہتا ہون اور قہستانی کے
اس کلام مین کلام ہی یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو ای مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق مین
فتح القدیر سے منقول ہی کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہی کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب
جوانب مین بلاشک وصول غالب ہی اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہی نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصا فائدہ بڑا تالاب ہی کہ ایام گرما مین
خشک ہو جاتا ہی اور چوپائے اسمین لید کرتے ہین پھر اسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی کے داخل ہونے کے مکان مین تو سب
پانی نجس ہی اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ ناپاک نہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب
مین نہین پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان مین جو دہ دردہ ہی پھر وہان سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہی اور جو برف اس سے جمے وہ بھی طاہر ہی
جبتک کہ اسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسی طرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اسمین نجاست پڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ دردہ ہو گیا
نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہی کذا فی الخانیۃ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء بالمد زال طبعہ وہو السیلان والارواء والانبات بسبب
طبخ کمرق وماء باقلاء الا بما قصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اُس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اسکی پیدائشی
صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہی زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اُس چیز کے ساتھ
جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہی چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہی اگر اسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا او
بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اُس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث
کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہی چار مقام مین اول استعمال کے سبب سے سو مصنف نے اسکو بیان کیا بقولہ لقربۃ اور رفع حدث
مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین سو مصنف نے اُسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو اسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع
مستعمل کے حکم مین سو اُسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے باتفاق شیخین رح و محمد رح کے استعمال ثابت ہی خواہ فقط قربت ہو یا قربت رفع
حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہ صورت ہی کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے
اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہی کہ محدث یعنے بے وضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالہ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت

جسکے ثواب ملتا ہو اور محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہے اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قربت بھی سبب ہے اور ازالہ حدث بھی لیکن اسقاط فرض
بھی بعض مشایخ نے اسکو سبب زیادہ کیا ہے یعنی استعمال پانی کو اور صاحب نہر یا فتح نے عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے نہیں اور جو وضو کرے ثواب
کی نیت سے یعنی وضو کی عادت باقی رہے چنانچہ اسکو مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کرکے جاے نماز پر بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نجھوٹے
وہ پانی بھی مستعمل ہے تقرب کے سبب سے اُس مستعمل سے بھی وضو جائز نہیں اور غسل میت یا جو استعمال پانی کو میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہے اگر اُسکے
بدن پر نجاست نہو وہ ہو الاصح اور دوسرا قول یہ ہے کہ نجس ہے نجاست حبس تو اُسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہے اور محمد نے جو غسالہ میت
کو مطلقا نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ غالبا نجاست سے خالی نہیں ہوتا کذا فی البحر او بید للاکل و منہ بیدا استنجیا استعمال ہو ہاتھ کے دہونے سے کھانے کے واسطے
یا کھانے سے فراغت کرکے ادا سنت کے قصد سے ہم حدیث میں وارد ہے کہ کھانے کی برکت ہے پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے
ہاتھ دہوئے ثواب حاصل ہوا یا پانی مستعمل ہوگیا اور اگر یہ نیت نہیں چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھوئے تب پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہی
نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی او لاجل رفع حدث ولو مع قربۃ کوضوء محدث ولو للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ الحدث
قربت کے ساتھ مجتمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اُسے سرد ہونے کے واسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہاں
دو سبب استعمال کے جمع ہو گئے یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہر صورت پانی مستعمل
ٹھہرا فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا اور اگر با وضو شخص نے وضو کیا سرد ہونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا مٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ
سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہ تفریع ہے اُس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہے قربت یا ازالہ حدث سے سو ان صورتوں میں کوئی سبب
استعمال کا نہیں قربت تو اسواسطے نہیں کہ نیت ان میں نہیں کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہیں ہوتا اور ازالہ حدث بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شخص با وضو ہے اگر کوئی کہے کہ
تعلیم سنت منصوص ہے بلاشبہہ ثواب ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیم قربت نہوا اسکا جواب یہ ہے کہ قربت تو فقط تعلیم میں ہے نہ پانی کے استعمال میں ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس
تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہیں رہی کذا یاد ولو زاد علی الثلث بلا نیۃ قربۃ چنانچہ پانی مستعمل نہیں ہوتا تین بار دہونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی
بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہیں ہوتا و تغسل نحو فخذ او ثوب طاہر او دابۃ تؤکل اور جیسے پانی مستعمل نہیں ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال
چوپایے کے دھونے سے ہم مثل ران سے مراد اعضاء غیر وضو ہیں یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنا بر قول صحیح کے کما فی البحر اسواسطے کہ
اسمین نہ قربت ہے نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہے او لاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام
بحر الرائق میں ہے کہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے تین چیزوں میں سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اسکے ساتھ
ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول فتح کا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پانوں نقاری میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اُس صورت
میں نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت یا پانی کی نفقط فرض ساقط ہوگیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنے برخلاف اور کتابوں
کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اُس تقدیر میں تام ہوگا جبکہ اسقاط میں ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہی اسکا جواب یہ ہے کہ فرض
ساقط ہو جاتا ہے مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہیں تو ثواب نہیں ثواب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحطاوی یہ دال الاصل
فی الاستعمال الکمال یہی یعنے فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہے پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کر دیا ہے کمال الدین محقق نے ہم یعنے رفع حدث میں
حقیقۃ اور قربت میں حکما اسقاط فرض موجود ہے اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہے دوسری بار کذا فی الطحطاوی بان یغسل بعض اعضائہ لو
دخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ کرفع کوز فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا اسقاط فرض کا اسطرح ہے کہ دھووے محدث اپنے بعض

اعضا کو یا اپنا ہاتھ پانوں ڈالے مٹکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اسکے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مٹکے مین گر گیا ہی تو البتہ اس صورت مین پانی مستعمل ہو جائیگا
فرض کے ساتھ ساقط ہو جانے کی وجہ سے بالاتفاق یعنے اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دھوویگا تو کافی ہی م یہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونون کو
شامل ہی لیکن محیط مین ابو یوسف رحہ سے مشہور روایت یہ ہی کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے مین مشروط ہی اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہوگا اور
ادخال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہی بغیر پانی لینے کے یہ صورت ہی کہ مٹی یا خمیر ہاتھ مین بھرا تھا اسکے دھونے کے واسطے ہاتھ مٹکے مین ڈالا تو معلوم
ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت کے سبب سے اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوے مین اترنا ڈول
نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد ان فقہا کا اتفاق ہی جو تجزی حدث کے قائل ہین اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی وان
لم یزل حدث عضوہ او جنابتہ بالم تیمم لعدم تجزیہما زوالًا و ثبوتًا علی المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اسکی جنابت زائل نہوگی جبتک کہ اسقاط فرض کا
پورا نہوگا بسبب نہ متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر م یعنی زوال حدث و جنابت کا اور انکا ثابت ہونا تجزی
یعنے پارہ پارہ نہین تو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا تقاضا تھا سے اسکا مقتضی ہی
کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھ واجب نہو اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہی ایسا ہی بحر الرائق مین شیخ قاسم نے
حواشی مجمع مین کہا کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہی اول معنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعًا ممنوع ہونا اس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور یہ تجزی
نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی معنی نجاست حکمیہ اور یہ متجزی ہی ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ کے ازالے
سے ہی قاسم نے کہا کہ یہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یزاد او سنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاوے لفظ
او سنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کر م یعنے یون کہنا چاہیے او لاسقاط فرض او سنۃ تو مطلب ٹھہریگا
کہ یا مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین کہ وہ تو
قربت مین داخل ہی اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یعنے وجہ ہی تامل کی جسکی طرف شارح
نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضوٍ وان لم یستقر فی شیءٍ علے المذہب ان سب صورتون مین پانی مستعمل ہو جاتا ہی اسوقت جب کہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ
کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر ورجح للحرج اور قول ضعیف یہ ہی کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کونڈا یا
کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہی حرج کے سبب سے م یعنے اگر بمجرد انفصال کے عضو سے
استعمال ثابت ہی تو اسمین مشقت ہی اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہی اس صورت مین کہ جب پانی
عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہی پھر وہ اگر کسی آدمی کے عضو پر اور اسپر بہا دون اسکے کہ لیوے اپنی ہتھیلی مین ایا ہو تو اول قول
پر اسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وَرُدَّ بان ما یصیب منہ یل ثوبِ المتوضی وثیابہ عفوٌ اتفاقًا وان کثر اور وہ ترجیح مردود ہی اسطرح
سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑون کو لگ جاتا ہی وہ معاف ہی باتفاق شیخین اور محمد رحہ کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو یعنے جب
معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا م محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہی تو انکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور نہ شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین وہ نجس ہی
مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہی وہو طاہرٌ ولو من جنب علی الظاہر اور مستعمل پانی پاک ہی اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر
شارح عراقی نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ طہارت محمد رح کا قول ہی اور امام رحہ سے بھی مروی ہی اور تیسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس
مغلظ ہی اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہی کہ نجس مخفف ہی اور اسکو ابو یوسف رح نے امام سے روایت کیا اور اسی پر انکا عمل ہی لیکن علمانے طہارت

اِن روایت کو صحیح کہا ہے بیانیہ کہ مجتبیٰ میں ہے کہ یہ امام و ہر سہ کتبیوں سے صحیح روایات ہیں کہ وہ پانی ہر غیر طاہر ہے اور حسن کی روایت غیر اسلام سے کہا کہ
نہ طاہر ہی مختار ہے ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہے محمد رحمہ کی تمام کتابوں میں جو مروی ہیں ہمارے علما سے اور اسی کو محققین اور اشہر نے اختیار کیا ہے اور مجتبیٰ
میں ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابوں میں جو طاہر ہونے پر فتویٰ مذکور ہے بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی مجتبیٰ سے کہا یہی قول ہے
احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی رحمہ میں بھی قول صحیح ہے اور روایت ہے امام مالک سے نووی شافعی رحمہ نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف و خلف کا قول ہے
میں کہتا ہوں شرح وہبانیہ میں ہے بیانہ مستقذرا بنی علی روایۃ نجاستہ نہ ہو یا لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے گھناؤنے کی وجہ سے اور اسکی نجاست
کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے وعلّلہ انہ لیس بمطہر للحدث بل للخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی اثر مترتب یہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا
نہیں یعنی وضو اور غسل کے لائق نہیں بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقیہ کا پاک کرنیوالا ہے کہ مجتبیٰ اور شرح ارشاد میں ہے کہ ازالہ نجاست کا مستعمل
پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی المنح قوله و مع اختلاف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او لتبرد مستنجیا بالماء الا بعض علیہ وقیل نجس ولم ینو دلو کذلک والاصح
انه طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہوا اس محدث کے حکم میں جس نے غوطہ مارا کنوئیں میں ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنے
کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کر کے اور اسکے بدن پر نجاست نہیں اور نہ اس نے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور
کنوئیں کا پانی مستعمل ہے اسواسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا مشروط ہے یعنے جب شخص کنوئیں سے نکلا تو انفصال پایا گیا اور محدث حدث اکبر کو بھی
شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئیں میں گھسے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ
اسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونوں طاہر کے مانند ہیں اسواسطے کہ وہ خارج نہیں ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ
اور خلاصہ میں ہے اور کنوئیں سے وہ مراد ہے جو دہ در دہ سے کم ہے ڈول نکالنے اور سرد ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ مار لیگا نہانے کے قصد سے تو پانی
بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلوں سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسی طرح
اگر اسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید بھینا اور خلاصہ میں مذکور ہے بحر الرائق میں کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال
کے قائم مقام ہے تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ٹھہریگا اور راجح کے مقابل غیر راجح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونوں ناپاک ہیں اور یہ امام سے روایت ہے اور
دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہ روایت ہے ابو یوسف سے اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول
اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہیں چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلاخلاف کذا فی الطحطاوی مختصرا
والمراد ان المتصل باعضائہ والمنفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہے کہ جو پانی کہ شخص کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل ہے تمام
پانی کنوئیں کا مستعمل ہے بنا بر اس قول کے جو گذر گیا ہے یعنی ایسی صورت میں اجزا کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب ہے اور نہایت کم ہے کنوئیں کے
باقی پانی سے وکل اہاب ومنہ المثانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ولو بشمس وہو یحتملہا طہر اسواسطے یہ قید ضائعہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جاوے
یعنے پکایا جاوے اگرچہ دھوپ میں ڈالکر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بناکر اس
سے وضو کرے شارح نے کہا کلا اور مثانہ اور اوجھڑی ہے اور قہستانی نے کہا تو بجائے کل اہاب دبغ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز
کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ مثانے اور چھکنے اور اوجھڑی سب کو شامل ہو ہر چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہیں اسکا پاک ہونا یہ متعلق بہ کتاب الصید ہے
اور اس میں نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہے پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث میں اسکو ذکر کیا اور دباغت
دو قسم ہے حقیقی اور حکمی حقیقی وہ ہے جو پھٹکری یا ببول کے پتے وغیرہ سے ہو وہ پانی پہونچنے سے ناپاک نہیں ہوتی بالاتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

دھوپ سے خشک ہوا نہیں پانی پہونچنے سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہو کہ وہ ناپاک ہوجاویگی دوسری روایت یہ ہو کہ ناپاک نہوگی وما اکلہا فسلا
وعلیہ الفتوی اور جو چمڑا دغیرہ دباغت پذیر نہیں وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوے ہو فلا یطہر جلد حیۃ صغیرۃ ذکرہ الزیلعی اما قمیصہا فطاہر تو پاک نہوگی دباغت
سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہو زیلعی نے لیکن سانپ کی کینچلی تو پاک ہو وفارۃ اور پاک نہیں ہوتی چوہے کی کھال یعنی عدم احتمال دباغت سے
کما انہ لا یطہر بذکاۃ لتقییدہا بما یحتمل جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہیں ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح میں احتمال اور لیاقت
کی قید ہو یعنے دباغت سے پاک ہوجاتی ہو وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہو اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کھال طاہر ہوجاتی ہو جو ذبح کرنے کے
لائق ہو خلا جلد خنزیر فلا یطہر وقدم لانہ المقام للاہانۃ مگر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہو سور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہیں ہوتی اور سور کو پہلے
ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہو یعنے نجاست کا تو یہاں ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضائے بلاغت ہو وآدمی فلا یدبغ
لکرامتہ اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہیں دیجاتی اُسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہم بعضوں کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہیں
ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہیں اور بعضوں نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک ہوجاتی ہو دباغت سے لیکن اُسکا استعمال جائز نہیں اور یہی
منقول ہو مذہب میں شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہو ولو دبغ طہر وان حرم استعمالہ حتے لو طحن عظمہ فی دقیق لم یوکل فی الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کھال
دباغت کیجاوے تو پاک ہوگی اگرچہ اُسکا استعمال کرنا حرام ہو یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے میں تو اُس آٹے کو نہ کھاوے صحیح تر قول میں اُسکی تعظیم کی
وجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنے دباغت سے اور یہی قول
معتمد ہو جبکہ سب کھالوں کی طہارت سے سور اور آدمی کو استثنا کر لیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہیں وما ای اہاب
طہر بہ بدباغ طہر بذکاۃ علے المذہب لا یطہر لحمہ وعلی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ہذا اصح ما یفتے بہ وان قال فی الفیض الفتوی علے طہارتہ اور جو
کھال کہ پاک ہوتی ہو دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہو جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہیں ہوتا اُسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر
وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہو اقوال مفتے بہ میں یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہو اگرچہ فیض میں کہا ہو کہ گوشت کی طہارت پر فتوے ہو ہم
معراج الدرایہ میں کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہو افعل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کی قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہو مگر عدم طہارت
زیادہ تر صحیح ہو کذا فی الطحطاوی وہل یشترط لطہارۃ جلدہ کون ذکوتہ شرعیۃ بان تکون من الاہل فے المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظہر
لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا کلا ذبح وان صحح الثانی صححہ الزاہدی فی القنیۃ والمجتبے واقرہ فی البحر سوال اور کیا شرط ہو اُسکے کھال
کے پاک ہونے میں بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہو اہل سے یعنے مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے مقام میں بسم اللہ
کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہو کہ ہاں ذبح شرعی شرط ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ شرط نہیں اور پہلا قول ظاہر تر ہو اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اس
مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمدا ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہو اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی میں تصحیح کی ہو اور بحر الرائق میں اس
تصحیح کو ثابت رکھا ہو ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب میں مسطور ہو کذا فی النہر زاہدی امام مشہور ہو قنیہ اور مجتبے کا مصنف ہو قنیہ فتاوی
اور مجتبی شرح ہو قدوری کے زاہدی عقائد میں معتزلی مذہب ہو اور فروع میں حنفی ہو **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا تخریج من دار الحرب لسنجاب
ان علم دبغہ بطاہر فطاہر او نجس فنجس وان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے نکلتا ہو اور دار الاسلام میں آتا ہو چنانچہ سنجاب اگر اسکی
دباغت پاک چیز سے معلوم ہوجاوے تو وہ چمڑا پاک ہو یعنے اُسکو پہن کر نماز درست ہو اور اگر اُسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی سے معلوم
ہو تو وہ ناپاک ہو اور اگر شک واقع ہو یعنے معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوگی یا ناپاک سے تو اُسکا دھونا بہتر ہو یعنے واجب نہیں دشرح المنیۃ

کیونکہ یہ چیزین عصب اور بال مردار جانور کے پاک ہین سوائے سور کے مذہب درست یہی ہے بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث مین اسواسطے بیان کی گئی
معلوم ہو کہ ان کے پانی مین واقع ہونے سے پانی ناپاک نہین ہوتا ہے جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولی پاک ہین
اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اسکے ناپاک ہین ابو یوسف رح کے نزدیک اگر قلیل پانی مین واقع ہون ناپاک ہو گا کذا فی التحفۃ وہی
وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر عصب یعنی پٹھے مین دو روایتین ہین صراج وہاج مین کہا کہ
اسکی نجاست صحیح ہے کہ صاحب فتح القدیر بدایع کا تابع ہوا اسکی نجاست مین اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور درر مین اسی پر یقین کیا ہے کذا فی النہر
وہذا اذا لم یکن علیہا دسومۃ اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے یعنے بال اور ہڈی اور پٹھے اور سم اور سینگ اسوقت پاک ہین
جبکہ انپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہو گی تو ناپاک ہین یہ ناپاکی ذاتی نہین بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے کذا فی الایضاح والمیتۃ والتبیین علی الراجح
اور اسی طرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہین سمائی یعنی جاندار کے بدن مین دو چیزین بے جان ہین چنانچہ بال اور پر اور چونچ
یا ڈنک کہ پنیر مایہ یعنے جسکا اور مردار کا دودھ بنا بر قول راجح کے ہے الانفحۃ بکسر ہمزہ و فتح فا دودھ ہے جو شیرخوار بچے کے پیٹ مین ہوتا ہے یعنے پنیر مایہ جسکے
ڈالنے سے دودھ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہے اور بستہ دھونے
سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر مذبوح جانور سے خارج ہو تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اکھاڑا
نہین پاک ہے یعنے اکھاڑے بال ناپاک ہین اور اسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے نہ نجاست کی وجہ سے وعظمہ وسنہ مطلقا علی المذہب اور آدمی کی
ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہین مذہب درست پر مطلقا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہے آدمی
کے کان مین سو بدایع مین ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ مین ہے کہ ناپاک نہین وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ
مین ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہو گئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اسی شخص کے حق مین جسکا وہ جز ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو مراد منفصل سے
مراد وہ عضو ہے جسمین جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے سے پاک نہ ٹھہرینگے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسی کے حق مین پاک ہے یعنے بالخصوص نماز مین
اسکا حل درست ہے نہ پانی وغیرہ مین اسواسطے کہ پانی فاسد ہو گا اسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ونفسد الماء بوقوع قدر الظفر
من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہو جاتا ہے قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے یعنے آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا
پانی مین گرا اور زیادہ شمار مین آیا پانی ناپاک ہو گا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہو گا اسواسطے
کہ ناخن عصب یعنے پٹھا ہے کذا فی البحر ودم سمک طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہے اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت مین خون نہین ہے اسواسطے کہ جب
خشک ہوتا ہے تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی المنح واعلم انہ لیس الکلب نجس العین عند الامام وعلیہ الفتوے وان رجح بعضہم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور
اسکو جان رکھو کہ کتا نجس العین نہین یعنی اسکی نجاست ذاتی نہین خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوے ہے اگرچہ بعضے علمانے چنانچہ
زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کرنا
شرعا درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کے مانند بحر الرائق مین ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز اسکی
نہین وہ پاک ہے اور گوشت اسکا ناپاک ہے فیباع ویوجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلے و دلوا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اسکے تلف
کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ماء البئر ولا الثوب بانتفاضہ ولا
بعضہ ما لم یر اور اگر کتا کنوین مین سے زندہ نکالا گیا اور اسکا منہ پانی مین نہ لگا تو کنوین کا پانی ناپاک نہو گا اور نہ کپڑا ناپاک ہو گا جھٹکنے سے کتے کی

چھیٹون سے اور نہ اسکے کاٹنے سے جبتک اسکی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہو ہم کہتے اگر کنوئین مین کتا منھ ڈالکیا یا کاٹنے مین اسکی رال بدن پر لگی
تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سے اور گوشت اسکا ناپاک ہے ولا صلوۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اسکی جو نماز
پڑھنے مین کتے کو لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو ہم کہتے اسواسطے کہ ظاہر اُسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے تقوید ولو کبیرا اشارہ
کیا کہ یہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی کو شرط الحلوانی شد فمہ اور شمس الائمہ حلوانی نے کہتے کہ منھ بند کر لینا شرط کیا ہے
یعنے حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اسکا منھ بند ہو تا کہ اُسکا لعاب مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا
پاک ہے نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم ہے تو اُسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کا
کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے مین اور اسکے بال کے پاک
ہونے مین م بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اُسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہے اسکا جواب یہ ہے کہ طہارت
مین اسکی مستلزم نہین کہ اُسکا ہر جز پاک ہو پس خوردہ اسکا اسوجہ سے ناپاک ہے کہ اسکے ساتھ لعاب اُسکا مختلط ہے اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت
ناپاک ہے دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال فیوکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے ماکول ہے ہر حالت مین یعنے خواہ غذا مین خواہ دوا مین
خواہ ضرورت ہو یا نہو م طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہے مگر اسکا کھانا حلال نہین
وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقًا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی الطیبۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہے مطلقًا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد
ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے کے ہر ایک مشک اور زباد کے م یعنے ہر چند مشک اصل مین
خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہے لیکن اب مستحیل بخوشبو ہو گیا حقیقت اسکی بدل گئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ مشک پانی
لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہے اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافہ مین ہے اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزا معجمہ وبا موحدہ بروزن سحاب خوشبودار
چیز ہے یعنے ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور میل ہے کہ اسکے دُم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہو جاتا ہے اُسکو کرٹکے کھرچ لیتے ہین قاموس مین ہے کہ جسنے زباد کی
تفسیر جانور کی اُسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کھانا حلال
ہے جیسے بکری اور اونٹ اُسکا پیشاب نجس ہے بہ نجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اُسکو پاک کہا ہے ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی لا لغیرہ عند ابی حنیفۃ
اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوا دوا کے امام ابو حنیفہ رہ کے نزدیک م اور محمد رہ کے نزدیک مطلقا جائز ہے
اور ابو یوسف رہ کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف
ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف
ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ درست نہین ہے جیسا کہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنے کتاب الرضاع مین
اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دیجاتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہے اور کوئی
دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے م خانیہ مین ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام
ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے نے تمہارے واسطے شفا نہین ٹھہرائی اُس چیز مین جو تم پر
حرام کی یہ حضرت نے ان چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہے اور جنمین شفا ہے اسکے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو
شراب کا پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کے

بے وضو ہی قدم ہی ہیں ہے کہ جب خون آدمی کے ناک سے بہے ... کرتے مرجانے کا خوف ہو اور تیمم ... سے حیات معلوم ہو
اگر ذقن کا کتاب یا سورہ فاتحہ اس خون سے لکھے واسطے ... تجھے سے خون بند ہو تو ایک قول میں رخصت نہیں ہے اور دوسرے قول میں رخصت ہے
جیسے شراب پینے کی رخصت ہے پیاسے کو واسطے دوا کے نہایت کی گرنگی میں اور یہی فتوی ہے کذا فی منح المصنف مختصراً فصل فی البیر یہ فصل ہے کنوئین
کے مسائل میں اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم تشمع فلو شمع فتبہ فی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہیں
اگرچہ نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کہ محل قطع موم سے بند نہیں سو اگر محل قطع موم سے بند ہو گا تو اسکا گرنا
ایسا ہوگا جیسے چوہے کے گرنے سے نکالا جاتا ہیں یعنی ... قول ہے بعدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور
ہونگے اور نجاست مخففہ کو اسواسطے ذکر کیا کہ پانی میں نجاست مغلظہ اور مخففہ کیسان ہے کچھ فرق نہیں فی بیر دون القدر الکثیر سے یہ امر نجاست مذکور
گری اس کنوئیں میں جو کم ہے مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ ہم سابق میں یہ مذکور ہو چکا کہ آب کثیر میں مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہے اور متاخرین کے فتوے پر
دہ دردہ کثیر ہے تو اگر کنواں دہ دردہ ہو تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہ ہوگا تا وقتیکہ اسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہ ہو ولا اعتبار للعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار
نہیں کنوئیں کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنے کثرت میں طول اور عرض کا اعتبار ہے نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہو گا
کذا فی البحر او مات فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقا کسقط یا مرا کنوئیں میں یا
مرا کنوئیں سے باہر اور ڈالا گیا اسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہے خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو کہ نہلایا گیا
ان دونوں کے کنوئیں میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے لیکن کافر مردہ تو کنوئیں کو ناپاک کرتا ہے ہر طرح یعنے مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط حمل کا
بچہ ناپاک کر دیتا ہے حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار اور روان خون والا جو کہ آبی نہیں بدلیل گذشتہ ہم مذکور ہو چکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہیں ہوتا
اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور دریائی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا ثم
ذکرہ الوانی جانور دموی مر کے پھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہو گیا اگرچہ کنوئیں کے باہر پھٹ گیا پھر اسمین گرا ایسا ذکر کیا ہے علامہ وانی محشی درر نے
ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جائے کنوئیں کا وہ سب پانی جو اسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت
ایسا ذکر کیا ہے ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہوگا تو اسقدر کا نکالنا لازم نہو گا بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح
الماء الی حد لا یملاء نصف الدلو یطہر الکل تبعا پانی نکالا جائے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جبکہ اسکا نکالنا نہو سکے چنانچہ لکڑی کا گرا یا ناپاک
کپڑا کہ غائب ہو گیا تو اسقدر پانی نکالے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزیں پاک ہو جاوینگی کنوئیں پاک ہونے کے ساتھ ہم یعنے ڈول اور رسی اور
گھرنی اور کنوئیں کے گرد مٹی اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزوں کی نجاست کنوئیں کے ناپاک ہو جانے کے سبب سے تھی تو اسکے پاک
ہو جانے سے یہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب سرکہ بنجائے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہو جاتا ہے محل کی طہارت سے کذا
فی البحر ولو نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہو گیا تو اسی قدر نکالا جائے جتنا باقی تھا
قول صحیح میں کذا فی الخلاصہ یعنی اسواسطے کہ سوا اتصال پانی نکالنا شرط نہیں تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہیں قید بالموت لانہ لو خرج حیا ولیس
بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیء الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئیں کے پانی نکالنے میں موت
حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہیں مانند سور کے اور اسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہے
تو کچھ پانی نکالا نجاویگا مگر اسوقت جبکہ اسکا منہ پانی میں داخل ہو تو اسوقت اسکے جھوٹے کا اعتبار ہوگا اگر اس حیوان کا جھوٹا ناپاک ہے تو سارا پانی

نکالا جائیگا اور اگر پاک ہریا مکروہ یا مشکوک تو کچھ بھی نکالنا واجب نہیں یہی قول صحیح ہے م نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ مرے
یا نہ مرے منھ اسکا پانی مین داخل ہوا یا نہوا اور شارح نے نجاست حکمی کو جو بیان کیا تو شاید کہ یہ قول آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے کذا فی الطحطاوی نعم ینذب
عشرۃ فی المشکوک لاجل الطھوریۃ کما فی الخانیۃ ہان مستحب ہے دس ڈول کا نکال دینا مشکوک میں مطہر ہونے کے واسطے چنانچہ خانیہ میں ہے م اور بعضوں نے
مزید احتیاط کے واسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب کہا ہے چنانچہ عالمگیری وغیرہ میں ہے زاد فی التاتارخانیۃ وعشرین فی الفارۃ واربعین فی سنور ودجاجۃ مخلاۃ
کادمی محدث تاتارخانیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ مستحب ہے ۲۰ ڈول نکالنا چوہے میں اور ۴۰ بلی اور کوچہ گرد مرغی میں جیسے بے وضو اور بے غسل آدمی کے کوئین میں
گرنے اور زندہ نکلنے میں ۴۰ ڈول کا نکالنا مستحب ہے م ہذا وانلم تکن الفارۃ ہاربۃ من ہرۃ ولا الہرۃ من کلب ولا الشاۃ من سبع فان کان نزح کلہ مطلقا کما فی
الظہیریۃ پھر یہ حکم یعنی سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اس صورت میں ہے جبکہ چوہا بھاگا نہو بلی سے اور نہ بلی کتے سے اور
نہ بکری درندے سے ورنہ اگر ہر ایک بھاگ کر کنوئین میں گرا ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقاً یعنے پانی میں اسکا منھ داخل ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ ظہیریہ
میں ہے م جانور گریختہ خوف سے پیشاب کر دیتا ہے یہ وجہ ہے تمام پانی نکالنے کی لکن فی النہر عن المجتبی الفتوی علی خلافہ لان فی بولہا شکا لیکن نہر الفائق
میں مجتبی سے منقول ہے کہ فتوے اسکے خلاف پر ہے یعنے پانی نکالنا واجب نہیں اسواسطے کہ پیشاب کے وجود میں شک ہے یعنے اور شک سے کوئی چیز ثابت
نہیں ہوتی فان تعذر نزح کلہا لکونہا معینا فبقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کوئین کے
چشمہ دار تو اسقدر پانی نکالا جاسے جتنا اسمین تھا ابتدا اخراج کے وقت ایسا کہا ہے حلبی نے م یعنے زائد کا نکالنا لازم نہیں اور شارح نے ابن کمال سے پہلے
وقت و قوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہے یوخذ فی ذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائۃ وہذا ایسر وذاک احوط عمل
کرنا چاہیے اسمین یعنے پانی کی مقدار میں اُن متقی دو مردون کے قول پر جنکو پانی کی خوب اٹکل ہے اسی قول پر فتوے ہے یعنے جب اُنکے اندازے کے موافق
پانی نکل چکا کنواں پاک ہوگیا اور دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ چشمہ دار کنوئین میں دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوے ہے اور دوسرا قول آسان ہے
اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہے م دوسرا قول محمد رح سے مروی ہے اور جبکہ اُنھون نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئین ۳۰۰ ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہ
فتویٰ دیا لیکن یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ نجاست کے سبب سے حکم شرع یہ ہے کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہو جانے میں بلا دلیل
سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ سے مخالف اسکے منقول ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فاذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا متفسخ ولا متمعط
فان کان کادمی وکذا سقط اسخلۃ وجدی واوز کبیر نزح کلہ پھر جبکہ کنوئین سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہیں اور نہ پھٹا اور نہ اسکے
بال جھڑے ہیں تو اگر جانور آدمی کے برابر ہے جسمیت میں اور اسکے مانند ہے ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بطا تو تمام پانی نکالا جاوے
وان کان کحمامۃ وہرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کے مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جائین وجوب کی راہ سے
اور ساٹھ ڈول تک نکالنا ہے استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ فعشرون الی ثلثین کما مر اور اگر جانور ہے گنجشک اور چوہے کے مانند تو ۲۰ ڈول نکالے
جائین ۳۰ ڈول تک جسطرح مذکور ہو چکا یعنے ۲۰ کا نکالنا واجب ہے اور ۳۰ کا مستحب وہذا التعمیم المعین وغیرہا بخلاف نحو صہریج وجب حیث یہراق الماء
کلہ لتخصیص الآبار بالآثار بحر ونہر اور یہ حکم شمار ی ڈول نکالنے کا شامل ہے چشمہ دار کنوئین اور غیر چشمہ دار کو برخلاف حوض اور مٹھور کے اسواسطے کہ اسکا تمام
پانی بہا دیا جاویگا اگر اسمین جانور گرکے مرجاوے اسواسطے کہ کنوون کا ناپاک ہونا پھر انکا چند ڈول کے نکالنے سے پاک ہو جانا بالخصوص ثابت ہوا ہے
صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر م یعنے کنوون کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہے تو حوض اور مٹھور کو غیر چشمہ دار کنوئین کے ساتھ
ملحق نہیں کر سکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز وبحثہ فی الشرح مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی میں کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کے مانند ہے متن

ہین ونقل عن القنیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر اور مصنف نے نقل کیا قنیہ سے کہ رکیہ کا حکم کنوئین کے مانند ہے اور رکیہ بروزن عطیہ کنوئین کو کہتے ہین تو تشبیہ نہین
ہو سکتی مگر یہ کہ رکیہ سے مراد حوض ہو جیسے گڑھا ہو چنانچہ قاموس مین ہے کہ یہی معنی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی تو ظاہر اً رکیہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہے جسکا یہاں ذکر ہے
کہتے ہین والدہ المظفر وعن الفوائد ان الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر وحیثذ فالصہریج والزیر الکبیر کذا منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحریر ۱ اور مصنف نے
فوائد سے نقل کیا کہ جو مٹکا پانی کی آدھی سے زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کے مانند ہے اور بنابر قول فوائد کے تو حوض مجمع الماء اور بہت بڑی
مٹکی بڑے کنوئین کے مانند قدر واجب ڈول نکالنے مین ہیے سو اس مخاطب غنیمت جان اس تحریر کو بیان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی مین ہے
بدلو وسط وہو دلو تلک البئر بیعنی یا چالیس ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہے جو اس کنوئین کا ڈول ہو
یعنی جس ڈول سے اسکا پانی بھرا جاتا ہے فان لم یکن فما یسع صاعاً ہے اگر اس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اس ڈول کا اعتبار ہے جسمین ایک صاع پانی سمائے
اور صاع آٹھ رطل ہے اور لکھنؤ کے سیر سے تخمیناً تین سیر صاع ہوتا ہے وغیرہ کتب مین ہے اور اسکے سوائے یعنی جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اسکا حساب کر لیا جاوے
صاع والے ڈول سے یعنی اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۴۰ ڈول کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہے ظاہر ہونے کو خلاف ہے مذہب مین اسواسطے
کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہو گیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیے وقیل لا الا الترتیب الہ اور
کفایت کرتا ہے ڈول کے شمار مین بھرنا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنی اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد ان قل اور کفایت کرتا ہے نکالنا اسقدر
پانی کا جو کنوئین مین موجود ہے اگرچہ ڈولون کے شمار سے کم ہو یعنی ۲۰ ڈول مثلاً نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط ۱۰ ڈول پانی تھا تو اسی قدر کے
نکالنے سے پاک ہو گیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہو گیا تو کچھ نکالنا واجب نہین وجریان بعضہ اور کفایت کرتا ہے کنوئین کے تھوڑے پانی
کا بہنا کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اسمین دو چشمہ ہین ایک سے پانی نکلتا ہے اور دوسرے سے بہتا ہے اور دوسری صورت یہ کہ
اسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہو جاویگا اسلیے کہ طہارت کا سبب یعنی جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک
حوض جاری ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے وغور انہ قدر الواجب اور کفایت کرتا ہے طہارت مین کنوئین کے اسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا
واجب تھا اگر اسفل خشک ہو گیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہوگا اور اگر خشک نہین ہوا تو صحیح تر یہ ہے کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الجثۃ کفارۃ فی الحکم اور جو جانور کہ جثے مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہے وہ چوہے کے مانند حکم مین ہے یعنی
اسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہے کما انہ ما بین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہے وہ
مرغی کے برابر ہے حکم مین تو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہے اسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملاویا بالطریق دلالت النص کے م دلالت النص اسکو کہتے ہین
کہ صریحاً مذکور نہین مگر بطریق اولی اسکو سمجھ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہووے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہے اسمین بطریق اولی ۴۰ واجب ہونگے
اسواسطے کہ اسکو بڑے جانور کے مانند کہنا دلیل سے ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ مع ہرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی
کے ساتھ ہم سراج وہاج مین ہے کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑے تو اگر دونون زندہ نکلے تو کچھ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے
تو ۴۰ ڈول نکالنا واجب ہے یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی ہے یا اسنے پیشاب کر دیا تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی
عن النہر ونحو الہرتین کشاۃ اتفاقاً اور دو بلیون کے مانند بکری کے برابر ہے حکم مین بالاتفاق یعنی تمام پانی نکالنا چاہیے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہون
کے مانند ایک چوہے کے مانند ہے حکم مین یعنی ۲۰ ڈول نکالنا چاہیے والثلث الی الخمس کہرۃ اور تین چوہے پانچ چوہے تک بلی کے مانند ہین ۴۰ ڈول
نکالنے مین والست کشاۃ علے الظاہر اور چھ چوہے بکری کے مانند ہین تمام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہے اور اسکو محمد رحمہ اللہ

لیا ہے کذا فی البحر ویحکم بنجاستہا مغلظۃ من وقت الوقوع ان علم اور کنوئیں کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہے جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم
ہو والا فمذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نہ گیا ہو یعنی اور
نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وہذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہ حکم یعنی کنوئیں کا ناپاک ہونا ایک رات
اور دن سے وضو اور غسل کے حق میں ہے اور اُس آٹے کے حق میں ہے جو گوندھا گیا اس پانی سے تو وہ کھلایا جاوے کتوں کو اور بعضوں نے کہا کہ شافعی مذہب
کے ہاتھ بیچا جاوے یعنی اسواسطے کہ شافعی کے مذہب میں یہ پانی ناپاک نہیں اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے اسواکے
حق میں چنانچہ کپڑا دھونے کے حق میں تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہاں ایک رات دن کا اعتبار نہو گا الحاصل وضو اور غسل میں حکم نجاست
کا بطریق استناد کے ہے اور انکے ماسوا میں بطریق اقتصار کے وہذا لو تطہر من حدث او غسل من خبث والا لم یلزم شئی اجماعاً جوہرہ اور یہ حکم یعنے وضو اور غسل
میں ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے میں بطریق اقتصار کے اسوقت ہے کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے
دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنے وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے
کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہیں اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنے طہارت سابقہ اور رافع میں شک ہے اسواسطے کہ پانی
کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سے باطل نہیں ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اسمیں تو رافع بالیقین ثابت ہے یعنی حدث اصغر
یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل میں شک ہے کذا فی الطحطاوی ومذ ثلثۃ ایام بلیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحساناً اور تین رات دن سے نجاست کا حکم
کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے م استحسان عبارت ہے احسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضوں نے کہا عبارت ہے قیاس کے
ترک کرنے اور اس امر کے لینے سے جو لوگوں کو آسان تر ہے اور بعضوں نے کہا عبارت ہے احکام میں آسانی طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتوں کا یہ ہے کہ
استحسان سختی کا چھوڑنا ہے اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ استحسان اس قیاس
کو کہتے ہیں جسکی وجہ مخفی ہے لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق میں ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ پانی میں حیوان دموی کا واقع ہونا اسکی موت کا سبب
ظاہر ہے تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلاشک وجود دیر زمانہ وقوع کا سابق ہے تو انتفاخ میں تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر
میں ایک دن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمہم شئی قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان
کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگوں کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہو گی بعضوں نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہے م صاحبین کا قول یہی
قیاس ہے اسواسطے کہ یقین یعنے طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ میں زائل نہیں ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئیں سے
باہر مرا ہو پھر اسکو سخت ہوا نے یا چڑیا نے کنوئیں میں ڈال دیا ہو نہر الفائق میں ہے کہ غایۃ البیان میں کہا کہ امام کا قول احوط ہے اور صاحبین کا
قول لوگوں کو آسان تر ہے فتاوی عتابی میں ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہے کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اسواسطے کہ امام کی دلیل
کی اکثر کتب میں ترجیح واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہیں فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیاً او بولاً او دماً اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے میں منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے
احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے م نوادر بن رستم میں امام سے منقول ہے کہ خون میں نماز کا اعادہ نہیں اور اسی کو محیط میں اختیار کیا ہے کذا فی النہر
ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ فان لا ثقب فیہا اعاد وقد وضع القطن والا فثلثۃ ایام
ان منتفخۃ او ناسفۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ میں مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ میں سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بھرنے کے

استناد اور انتقار کی تفصیل جلد چہارم میں مذکور ہو

وقت سے اور اگر جیب مین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگرچہ وہ پھولا یا خشک ہوا اور اگرچہ پھولا یا خشک نہو تو ایک دن کی نماز پھیرے ہم و لی بعرنٹ
کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ جیب اسکو پہنے یا ہو کذا فی التحفہ وہی دونون ترجیح ذیبول نذرہ فی با تا مع نفیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین
چوہے کے پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض ولا بخرء حمامة وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونها عنہا اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور گنجشک
کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین اور اسی طرح کا حکم ہر پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوئون کی انسے نہین ہو سکتی ولا بنتاخر
بول کروس ابرہ وغبار نجس للعفو عنہما اور نہ ان پیشاب کے چھینٹے سے جسکی چھینٹین نہایت صغیر ہین جیسا کہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے
اسواسطے کہ یہ دونون معاف ہین وبعر ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی نکالنا لازم ہو کما یعفی
لو وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فورا قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہے اگر دو مینگنیان پڑ گئین دودھ کے برتن مین دوہنے کے وقت پھر
پھینک دین اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینک گئین ہم یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کے وقت مینگنی گرنے کی عادت
ہے تو سواے اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعر اتفاقی لان الخرء کذلک کذلک ذکرہ فی الفیض وغیرہ اور دو مینگنیون کا ذکر کرنا مصنف
کا اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض وغیرہ ولذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر
والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد وکما فی الہدایہ وغیرہا لان اباحنیفة لا یقدر شیئا بالرأی اور اسی واسطے یعنے اسلیے کہ دو سے زیادہ مینگنیان بھی عفو ہین مصنف
نے بیان کیا کہا گیا ہے کہ تھوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکے بالعکس ہے یعنے جنکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہے جیسا کہ ہدایہ
وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ رح کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے نہین ٹھہرایا کرتے ہم معراج الدرایہ مین کہا کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور
غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہ ہے کہ جو ہر ڈول مین مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیان ہون تو کثیر ہے والا قلیل اور
تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے والا قلیل فرع مسئلہ لحقہ شارح کا البعد بین البیر والبالوعة بقدر ما لا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئین اور نجاست کے کنوئین
اور گڑھے مین اسقدر دور ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو ہم جب پانی کا اثر یعنے رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنوان پاک ہے
اگرچہ دونون مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سور بمسائر اسم
فاعل من اسار ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹے کی طہارت اور نجاست مین جنکو آدمی یا جانور چھوڑ دے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اسلیے کہ جھوٹی چیز مین اس
جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ سؤر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اسار فعل ماضی سے جسکے معنی ابقی کے ہیں ہم جب مصنف نے پانی کے فساد اور عدم فساد کے
بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنے انکا جھوٹھا اور سؤر بضم سین وسکون ہمزہ العین یعنے جھوٹھا
اسکو کہتے ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین پانی باقی رہے پھر تقسیم طعام وغیرہ کو بھی سؤر بولتے ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے
جاندار کے گوشت سے تو اسی کو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور نہ کراہت مین کذا فی الطحطاوی فسؤر آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا او امرأة
تو جھوٹھا آدمی کا مطلقا اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے ہم کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
کافرون کو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم یکرہ سؤرہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز یعنی ہان مکروہ ہے جھوٹھا عورت
کا مرد کو اور مرد کا جھوٹھا عورت کو یعنے اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبی
ہم یعنے یہ کراہت استلذاذ کی وجہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد ہو اور خلوق اپنے سر یا اسکے حلق
لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہے تو حمامی امرد کی نسبت بالطریق اولی مکروہ ہو گی اور اسی طرح ہاتھ پانون کا دبوانا امرد سے دانگول محمود منہ

الفرس فی الاصح ومثلہ ما لا دم لہ اور اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جسکا گوشت کھانا حلال ہے اور اسی قسم سے گھوڑا صحیح تر قول میں اور اسی کے مانند ہے وہ
جانور جسمیں دم مسفوح نہیں م گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کی وجہ سے ہے کہ جہاد کا آلہ ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ
نہیں طاہر الفم قید الکل طاہر طہور بلا کراہۃ طاہر الفم سب کی قید ہے یعنے آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمیں خون سائل نہیں جبکہ اُنکے منھ پاک
ہوں نجاست سے تو انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہے اور غیر کا پاک کرنے والا ہے احداث[1] اور اخباث سے بلا کراہت مطلقاً یعنے مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے
وسور خنزیر وکلب وسباع بہائم ومنہ الہرۃ البریۃ وشارب خمر فور شربہا اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپائے درندوں کا ناپاک ہے
اور درندوں میں جنگلی بلی داخل ہے اور شراب پینے والے کا جھوٹھا شراب پینے کے وقت فوراً ناپاک ہے م چوپائے درندے چنانچہ شیر اور چیتا
اور بھیڑیا شراب خوار میں فورا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اتنا توقف کیا کہ رال نے منھ اُسکا دھو گیا پھر اُسنے پانی پیا تو اب اسکا جھوٹھا ناپاک
نہیں ولو شاربہ طویلا لا یستوعبہ اللسان تنجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی موچھ اسقدر دراز ہے کہ اُسپر زبان نہیں پہونچتی تو اُسکا جھوٹھا ہر صورت
ناپاک ہے[2] اگرچہ بعد مدت کے اُسنے پانی پیا ہو وہرۃ فور اکل فارۃ تنجس مغلظا اور بلی کا جھوٹھا چوہے کھانے کے وقت فوراً نجس مغلظہ ہے م اور
اگر بلی نے چوہا کھانے کے بعد زبان سے اپنے منھ کو چاٹا یہانتک کہ اُسکا پاک ہو جانا مظنون ہوا تو اب اُسکا جھوٹھا پاک ہے کذا فی الطحطاوی وسور ہرۃ
ودجاجۃ مخلاۃ وابل وبقر جلالۃ فالاحسن ترک دجاجۃ لیعم الابل والبقر قہستانی وسباع طیر لم یعلم ربہا طہارۃ منقارہا وسواکن البیوت طاہر
للضرورۃ مکروہ تنزیہا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا کاکلہ لفقیر اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گاے بیل نجاست خور کا اور
ان درندوں پرند کا شکرے پالنے والوں کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم نہیں اور جھوٹھا گھروں کے رہنے والے جانوروں کا پاک ہے ضرورت کی وجہ
سے مکروہ تنزیہی ہے صحیح تر قول میں اگر سوا اُسکے اور پانی ملے اور اگر اُنکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہیں اصلا جیسے
اُنکے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہیں قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گاے اور بیل کو شامل ہو جاتا
یعنے اسواسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہے تو اُسمیں مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہیں م سباع طیر سے مراد چنانچہ باز اور شکرہ اور شاہین ہے
چونکہ انکا گوشت حرام ہے تو قیاس یہ تھا کہ اُنکا جھوٹھا بھی نجس ہو تا وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہیں اور وہ خشک ہڈی ہے پاک لیکن غالبا
مردار خور ہیں تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوے تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور محبوس ہوں اور اُنکے پالنے والے کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم
تو اُنکے جھوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہیں یہ روایت ہے ابو یوسف رح سے اسکو پسند کیا ہے متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہے ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہے کہ
قیاس چاہتا تھا کہ انکا جھوٹھا نجس ہو انکے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست اُنکی ساقط ہو گئی طواف کی علت سے جو حدیث میں بلی کے حق میں وارد ہوئی
کراہت ثابت ہے نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وسور حمار اہلی لو ذکرا فی الاصح وقیل امہ حمارۃ اور جھوٹھا پالو گدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول میں
اور اس خچر کا جسکی ماں گدھی ہے مشکوک ہے م مقابل اصح بعضوں کا قول ہے کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہے اسواسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہے اصح کی وجہ یہ ہے
کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہیں تو اسکا اعتبار نہیں فلو فرسا او بقرۃ فطاہر کمتولد من حمار وحشی وبقرۃ ولا عبرۃ لغلبۃ الشبہ لتصریحہم بحل اکل ذئب ولدتہ
شاۃ اعتبارا للام وجواز الاکل یستلزم طہارۃ السور کما لا یخفی تو اگر خچر کی ماں گھوڑی یا گاے ہو تو اُسکا جھوٹھا پاک ہے جیسے اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے
جو پیدا ہوا گورخر اور گاے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہیں بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس بھیڑیے کے حلال ہونے میں جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا
ماں کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہے جھوٹے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں م یہ رد ہے ملا مسکین شارح کنز پر کہ اُسنے مشابہت
کا اعتبار کیا ہے وما نقلہ المصنف عن الاشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا غریب اور جو مصنف نے اپنی شرح میں اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہے ہمارے

[1] احداث یعنی حکمی نجاستیں اور اخباث یعنے حقیقی نجاستیں ۱۲

[2] وجہ ناپاکی کی یہ ہے کہ موچھ درازی کے سبب سے بلا تصفیہ اول پانی میں بھیگی اور ناپاک ہے ۱۲

جاننا چاہیئے کہ شک کا کراہت اور ... بعض ... یہ بات ہے کہ مصنف نے فرمایا کہ جیسے کہ اشباہ سے یون نقل کیا ہے
کہ جس حیوان کا ... ہو ... یہ قول ... اس قول میں عدم اعتبار اس قول کی وجہ ہے کہ ان ... تحقیق میں شیخ ...
قول ہے کذا فی ... گدھے کا ... طہارت ... اور خچر کے جھوٹے ... میں شک ہے اور ...
پاک ہونے میں شک نہیں ... کا جھوٹا پانی ... اجزا کا اعتبار ... کہ نصف سے کم ہو تو وضو اس سے جائز ہے ...
آب ... میں اجزا کا اعتبار ... ضرورت میں ... ہوا ہے کہ ... مکانات میں باندھا جاتا ہے ... پانی پیتا ہے ...
... نجاست میں ... گدھے کی ضرورت ... کیونکہ وہ دونون ... گھر میں آمد و رفت رکھتے ہیں
بخلاف گدھے کے اور اگر ... ضرورت ثابت نہوتی جیسا کہ ... اور سباع تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری
وجہ سے ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونون ساقط ہو گئیں تعارض کی وجہ سے کذا فی الجوہرۃ النیرۃ ... اور گدھے کا جھوٹا پانی ناپاک چیز کو
پاک کرتا ہے یا نہیں اسمین دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ پاک کر دیتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پاک نہیں کرتا کذا فی المضمرات ... والغسل ... والتیمم ... جمع
بینہما احتیاطا الی الصلوۃ واحدۃ لا فی حالۃ واحدۃ ... مطلقا جب گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہو تو اس سے وضو کرے یا نہا دے اور تیمم بھی کرے
یعنے دونون کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز میں نہ ایک حالت میں اس شرط سے کہ آب مطلق غیر مشکوک کو نہ پاوے ثم ... واحد میں جمع بین الوضوء والتیمم
احتیاط ہے نہ ادا ... واحد میں تو اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر وضو توڑا اور اسنے تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑھی تو جائز ہے یہی قول صحیح ہے
اگرچہ ادا ... واحد میں جمع نہ کیا کذا فی ... اور وضو اور تیمم میں جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول میں ... تیمم ...
اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر گدھے کا جھوٹا پانی گرا دیا تو اسپر تیمم کرنا اور وہی نماز پھر پڑھنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر
ہونے کے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اسوقت ہے جبکہ پانی مطہر نہ ہو لہذا پانی گرانے سے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اسکا مطہر ہونا محتمل ہے
... التیمم ... المذہب الصحیح ... لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ ... اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیئے شربت ... کی طہارت پر یعنے فقط تیمم
متعین ہے وضو اس سے جائز نہیں بنا بر قول صحیح ٹہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہیں
اور نبیذ خرما اس سے عبارت ہے کہ خرمے پانی میں ڈالے جائیں اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہے تو امام کا اول قول یہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہے یعنے تیمم کرنا
چاہیئے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیئے اور محمد رح کے نزدیک جمع بین الوضوء والتیمم ہے اور نبیذ خرما جبکہ گاڑھا اور نشہ لانیوالا ہو جاوے تو بالاتفاق وضو جائز
نہیں شرح مجمع اور بحر الرائق میں ہے کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہے اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا ہے کہ تیمم کرے اس سے وضو نہ کرے یہی مذہب مختار ہے کذا فی
المنح ... وحکم العرق ... پسینہ ... کے مانند ہے حکم میں اسواسطے کہ جھوٹا مخلوط ہوتا ہے لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہیں گوشت
سے تو ہر حیوان کا پسینہ اسکے جھوٹے کے ساتھ معتبر ہے طہارت اور نجاست اور کراہت میں کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذہب کما
فی المستصفی تو گدھے کا پسینہ جبکہ پانی میں ٹپکا تو پانی مشکوک ہو گیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفی میں مذکور ہے وفی المحیط عرق الحمار عفو فی الثوب والبدن اور
محیط میں ہے کہ ... وغیرہ ... نجاست ... پسینہ معاف ہے کپڑے اور بدن میں یعنے ہرچند نجس ہے مگر عفو ہے اور ظاہر تقیید اسپر دال ہے کہ پانی میں معاف
نہیں وفی الخانیۃ انہ طاہر علی الظاہر اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسکا پسینہ پاک ہے ظاہر مذہب پر یعنی نجس معفو نہیں بلکہ ظاہر اسکے پڑنے سے پانی بھی ... واللہ اعلم

باب التیمم

یہ باب تیمم کے احکام میں ... مشتمل ... باب ... مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے میں مذکور کیا قرآن مجید کی پیروی سے کہ قرآن مجید میں

تیمم دو مقام مین مذکور ہے سورہ نسا اور سورہ مائدہ مین سو حق تعالے نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی وہو من خصائص
ہذہ الامۃ بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہے بلا شبہہ یعنے اگلی امتون کو اسکا حکم نہ تھا حق تعالے نے زیادہ رحمت سے ہم خاکسارون کے حق
مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک وہو لغۃ القصد وشرعا قصد صعید شرط القصد لانہ النیۃ مطہر تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہے اور شرع کی اصطلاح
مین تیمم قصد کرنا ہے پاک کرنے والی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہے نیت سے اور نیت تیمم مین فرض ہے م یہ تعریف تیمم کی مقبول نہین
اسلیے کہ قصد تیمم مین شرط ہے نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہے کہ تیمم نام ہے چہرہ اور دونون ہاتھون کے مسح کرنے کا پاک مٹی پر مارکے بشرط نیت
کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہے اور قصد شرط ہے کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہین خرج الارض المتنجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک
مٹی جبکہ وہ خشک ہو جاوے تیمم کی تعریف سے خارج ہو گئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کے مانند پاک ہے مگر پاک کرنے والی نہین ہے کہ تیمم اسپر درست ہو لیکن
نماز اسپر درست ہے واستعمالہ حقیقۃ او حکما لیعم التیمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃ ہو خواہ حکما تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہے م یہ جواب ہے سوال
مقدر کا تقریر اسکی یہ ہے کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہے اور حالانکہ اسمین استعمال نہین جواب دیا کہ اسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ
مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اسکا استعمال ایک خاص طور پر م طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہے وہ یہ ہے کہ دونون ہاتھ مٹی پہ مارے پھر انکو جھاڑے
پھر انسے چہرے کو ملے اسطرح پر کہ کچھ باقی نہ رہے پھر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے پھر انسے دونون ہاتھ کہنیون تک ملے کذا فی المنح ہذا التقیید ان الضربتین
رکن وہو الاصح الاحوط یہ یعنی طور خاص نے اسکا فائدہ دیا کہ دو بار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہے اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہے م بعضون نے
ضربتین کو شرط کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ رکن ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے التیمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین ولہذا ابو شجاع نے کہا کہ اگر
بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اس مٹی سے مسح کرنا جائز نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہے اور یہی مختار ہے شمس الائمہ کا اگرچہ
اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہے کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یصلی بہ تیمم کرنا بہ صفت خاص چاہیے عبادت کے ادا
کرنے کے واسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہو گیا اسلیے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہین م اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہے اس عبادت
مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ورکنہ شیئان الضربتان والاستیعاب
اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا وشروطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلث اصابع فاکثر
والصعید وکونہ مطہرا وفقد الماء اور تیمم کی چھ شرطین ہین ایک نیت ۲- مسح ۳- تین یا زیادہ انگلیون سے مسح کرنا ۴- مٹی ۵- مٹی کا مطہر ہونا ۶- پانی
کا نہ پانا م فقدان آب عام ہے حقیقی ہو چنانچہ اسوقت پانی کا اصلا نہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سے پانی کا استعمال نہ کرسکنا وسننہ ثمانیۃ الضرب
بباطن کفیہ واقبالہما وادبارہما ونفضہما وتفریج اصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھ ہین اول باطن کفین یعنے دو ہتھیلیون کو اندر
کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲ ہتھیلیون کو مٹی پر رکھ کر آگے کھینچنا ۳- انکو مٹی پر رکھے ہوئے پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴- انکو جھاڑنا ۵- مٹی پر
رکھنے کے وقت انگلیون کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار انکے مابین مین آجاوے ۶- بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷- ترتیب یعنے اول منھ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ
پھر بائین ہاتھ کو ۸- پے در پے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام
فزدتہ وضممت سنۃ الثانیۃ فی بیت آخر وغیرت شطر بیتہ الاول فقلت سوا الاسلام شرط عذر وضرب ونیۃ ومسح وتیمم صعید مطہر وسننہ یسمی ببطن و
فرجن ولنفض ورتب وآل اقبل وتدبر اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شرطین مین اسلام کو زیادہ کیا مصنف کہتے ہین کہ مین نے بھی اسکو زیادہ کیا
اور تیمم کی آٹھ سنتون کو دوسری بیت مین ملا دیا اور انکی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا م مین نے یون کہا ہے اور اسلام شرط ہے تیمم کے وقت

[illegible] تیمم کی یعنے پانی کا دور یا بیماری اور ضرب لگنی اور نیت اور مسح کرنا اور سارے اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا اور [illegible]
[illegible] تیمم کرنیوالے [illegible] اور باطن لگنی سے ضرب کرنا اور آستینوں کو کشادہ رکھنا اور ہتھیلیوں کو جھاڑنا اور ترتیب کے ساتھ تیمم کرنا
[illegible] تیمم کرنا [illegible] ہاتھ کرنا اور پیچھے سے آگے کو [illegible] اور منجملہ شروط تیمم کے جنسے اہل تصانیف نے غفلت کی [illegible] اور نفس
پانی کا ہونا مانع ہے چنانچہ دوم اور جنبیا کا اعضا تیمم پر ہونا کذا فی الطحطاوی من تجز مبتدا اخبرہ تیمم عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوٰۃ تفوت
الی خلف اپنا در وقتیا فی المصر یعنی جو شخص کہ عاجز ہو اس آب مطلق کے استعمال سے جو کافی ہو اسکی طہارت کو اس نماز کے واسطے جو فوت ہوتی ہو اپنا خلیفہ
چھوڑ کر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہو ایک میل اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے ما من تجز مبتدا ہو اور تیمم اسکی خبر ہو جوائے آوئیگا یہ سطر کے اجل
ام آب مطلق اور کافی کی قید اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہو اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے میں نماز کی مانع ہو
کفایت کرتا ہو تو اس سے کپڑا دھووے اور وضو کے عوض تیمم کرے سب کے نزدیک اور اگر وضو کرے نجس کپڑے سے نماز پڑھیگا تو نماز ادا ہوگی مگر گنہگار ہوگا چنانچہ
بحر الرائق میں ہو خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑ کر فوت ہوتی ہو وہ پنجگانہ نماز ہو جسکا خلیفہ قضا ہو اور نماز جمعہ ہو جسکا خلیفہ ظہر ہو اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہیں وہ
نماز جنازہ اور عیدین ہو تو نماز جنازہ اور عیدین کے واسطے تیمم کرنا درست ہو اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے مقیم شہر کو اسواسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب
ہو پھر جہاں یہ شرط متحقق ہو وہیں تیمم جائز ہو سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہ مسئلہ اسرار میں مصرح ہو خانیہ میں ہو کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم میں برابر ہو و مساحتہ فی
الطحطاوی اربعۃ آلاف ذراع و ہو اربع و عشرون اصبعا و ہی ست شعرات ظہر البطن و ہو ست شعرات بغل یعنی میل چار ہزار گز ہو اور گز ۲۴ انگل کا ہو اور
انگلی چھ جو کی ہو اسطرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو خچر کے چھ بال ان کا ہو او لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن او قول حاذق مسلم ولو بتحرک
یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہو یا دراز ہو جاتی ہو بظن غالب یا طبیب کامل مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت
مرض اور دراز ہونا حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر میں وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز ہوگی یا دراز کھینچیگی یا طبیب حاذق
مسلم یہی بتادے تو تیمم کرنا جائز ہو اسی طرح اگر بیمار کے پاس پانی نہیں ہو اور اسکے پانوں میں سخت پھوڑا یا نہروا ہو اور وہ یہ ظن غالب جانتا ہو کہ میں اٹھکر
پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہوگی تو اب بھی تیمم اسکو جائز ہو او لم یجد من یوضیہ یا بیمار نے نہ پایا اسکو جو اسکو وضو کرا دے اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہیں
رکھتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پھر اگر بیمار وضو کرانے والے کو پاوے اگر دستور کے موافق مزدوری دے کر
ملتا ہو اور اسکو مزدوری دینے کی طاقت ہو تو ایسا بیمار تیمم نہ کرے ظاہر مذہب میں چنانچہ بحر الرائق میں ہو وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضی صاحبہ و عبدہ
ولی مالکہ یجب اور بحر الرائق میں ہو کہ زوجین میں سے ایک پر وضو کرانا دوسرے کا یا خبر گیری اسکی واجب نہیں اور لونڈی غلام میں واجب ہو یعنے
مالک مملوک کی خبر گیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ حمام ولا ما یدفیہ یا عاجز ہو اس سردی سے
جو جنابت والے کو ہلاک کرتی ہو یا بیمار کرتی ہو اگرچہ جنب شہر میں ہو جبکہ اسکے پاس حمام میں نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والے
کو گرم کردے یعنے پانی گرم کرنے کا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے
وضو کو چھوڑ کر تیمم کرنا جائز نہیں صحیح قول میں مصفی میں اسپر اجماع نقل کیا ہو اسواسطے کہ یہ تو فقط وہم ہو کیونکہ وضو میں پانی سے تندرست کی بیماری
نہیں ہوتی عادت میں کذا فی البحر و ما قیل انہ فی زماننا یتحیل بالعدۃ فیما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے
وہ ہمارے زمانے میں حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہو جسکی شرع شریف نے اجازت نہیں
دی یعنے جو مفلس ہو وہ معذور ہو تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہیں نعم الکان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیۃ و الا لا ہاں اگر اس شخص کا

مال اسوقت موجود نہو تو اسکو لازم نہیں خرید کرنا و عادۃً پاس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر مثل مال ہو تو خرید لازم نہیں وہ معذور ہے تیمم کرلے وخوف عدو حیۃ او نار علی نفسہ ولو من فاسق او حبس غریم او مالہ ولو امانۃ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر آدمی چنانچہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو بد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہے یا خوف ہو قرض خواہ کے گرفتار کرلینے سے یا خوف ہو اپنے مال پر اگرچہ اسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ثم اگر مدیون مفلس ہے تو خوف حبس کا البتہ عذر ہے اور اگر مقدور والا ہے تو عذر نہیں اسواسطے کہ وہ ظالم ہے ادائے قرض میں دیر لگانے سے ثم ان نشاء الخوف بسبب وعید عبد اعاد الصلوٰۃ والا لا لانہ سماوی پھر اگر خوف ہوا ہے بندے کے ڈرانے سے تو تیمم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہیں ہے تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہے یعنے خدا کی طرف سے ہے کذا فی البحر بحثا ثم خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جبکہ مالک نے کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کر دونگا یا قتل کر دونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے محبوس کے مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت مانع وجوب اعادہ میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی او عطش ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالا او مآلا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتے یا رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو جب پانی کی دفع عطش کے واسطے حاجت ہو وہ بمنزلہ معدوم کے ہے خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی تشنا ہو یا اجنبی تو ان صورتوں میں باوجود پانی کے تیمم جائز ہے وکذا العجین او ازالۃ نجس کما یجئ اور تشنگی کے مانند ہے آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال عطش دوابہ بتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایوں کی تشنگی کے خوف کو مقید کیا ہے تعذر حفظ غسالی کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنے وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہسکتا ہو تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ انکی دفع تشنگی غسالہ مذکورہ سے ممکن ہے اور اگر برتن نہو تو جانور کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذہ قہرا وقتالہ اور سراج میں ہے کہ مضطر کو یعنے جو شخص کہ پیاس کے مارے مرتا ہو تو اسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجتمند نہو حالا وہی مقدم ہے غیر سے کذا فی البحر فان قتل رب الماء فہدر پھر اگر لڑائی میں پانی کا مالک مارا گیا تو اسکا خون رائگان ہے یعنے نہ اسمیں قصاص ہے نہ خون بہا نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن بقود او دیۃ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنے اگر قتل عمد ہے تو قصاص ہے اور اگر شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہے تو عاقلہ پر دیت ہے اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او لعدم آلۃ طاہرۃ یستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے بسبب نہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاوے ہم یعنے جب کنوئیں میں پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہولی کنوئیں کا وجود اور عدم برابر ہے اور اگر ڈول ناپاک ہو تو بھی اسکا وجود اور عدم برابر ہے تیمم جائز ہے لم یخرج لعلہ شاشا تیمم جائز نہیں اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو اور اسی کے مانند رومال اور کپڑا ہے یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہے اگرچہ چند بار وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورتمیں تیمم جائز نہیں وان نقص بادلائہ او شقہ نصفین قدر قیمۃ الماء تیمم جائز نہیں اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئیں میں لٹکانے یا اسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور خراب ہو جاوے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً کچے رنگ کی پگڑی ہے کہ پانی میں ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہے یا دوپٹہ وغیرہ ہے کہ نصفا نصف پھاڑنے سے پانی تک پہونچتا ہے تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اسقدر ہے جسقدر سے پانی خرید ہوسکتا ہے تو تیمم جائز نہیں پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر اسکی قیمت سے زیادہ تر نقصان لازم آتا ہو تو تیمم جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب میں منصوص نہیں ہے بلکہ شافعی مذہب میں مذکور ہے توشیح میں کہا ہے کہ یہ سب ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہے کما لو وجد من ینزل الیہ باجر چنانچہ اگر پاوے اس شخص کو جو کنوئیں میں اترے اور پانی لادے مزدوری کے بدلے یعنے اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہے اور تیمم جائز نہیں اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہے کذا فی البحر تیمم لہذہ

وعدہ محمد جائز ہوگا کہ تیمم کرے ان سب عذرون سے یعنی سیل جو کہ پانی و دشمن ہوا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلۂ آب کشی ہو ہر واحد
سبب مستقل ہو جواز تیمم کی مثل کو تیمم لعدم الماء او مرض مبیحا للتیمم لم تبطل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی فتصیر
الاولی کان لم یکن جامع الفصولین فیصیر تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہ ملنے سے پھر اسکو ایسی بیماری ہوگئی جسکے سبب سے تیمم کرنا اسکو مباح
ہوگیا تو اس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہوا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنیکو مانع ہوگا تو اور پہلے رخصت
اسطرح ہو جائیگی گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا مذکور ہے جامع الفصولین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رخصت سے مراد یہان تیمم ہے اور اسباب سے مراد عدم
اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مستوعبا وجہہ
تو ترک نہ ہو ادا ہوگا لم یجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے یہانتک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حاجب مین النخرین کو مسح کرنے
سے چھوڑ دیا تو تیمم جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ویدیہ فینزع الخاتم والسوار او یحرک بہ یعنی مع مرفقیہ فیمسحہ الاقطع اور پورا مسح کرے اپنے دونون ہاتھون کا
تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ سب سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اسکو حرکت دے یعنی اپنے مقام سے ہٹا دے اسی کا فتوے ہے یعنی وضو
کی طرح یہان فقط حرکت دینا کافی نہین بدون مسح کرنے تحت کے ہاتھون کا مسح کرے دو کہنیون کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہے اور کچھ کہنی باقی ہے تو اسکا بھی مسح
کرے بضربتین ولو من غیرہ تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مارکے اگرچہ ضربتین تیمم کی غیر سے صادر ہون یعنی اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرا دیوے اسکو بھی ضربتین
کافی ہین اسطرح کہ ایک بار سے اسکے چہرے کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو حاکم اور طبرانی
اور دارقطنی نے جابر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین) یعنی اہل حدیث اس
حدیث کو ضعیف کہتے ہین لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہین معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم مین احادیث مختلف اور متعارض
ہین بعضی حدیث مین ضربتین ہے اور بعضی مین ضربہ واحدہ اور بعضی مین مطلق ضرب اور بعضی مین کفین اور بعضی مین یدین الی المرفقین اور بعضی مین یدین
مطلق اور لیا احادیث ضربتین اور مرفقین کو چنانچہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب بہ احتیاط اور عمل بہ احادیث طرفین ہے اسواسطے کہ ضربتین مین ضربہ داخل ہے
اور مسح ذراعین تا مرفقین مین مسح تا کفین داخل ہے بدون العکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی وبالقیوم مقامہا کما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک راسہ
او ادخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جاز والشرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یہ تعمیم ہے اسواسطے کی کہ خلاصہ وغیرہ
مین ہے کہ اگر تیمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا یعنی سر کو چہرے کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام مین داخل کردیا تیمم کی
نیت سے تو جائز ہے اور جواز شرط کی شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنے والے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب ہو یا غیر ضرب کذا فی البحر تو اس تقریر سے معلوم ہوا
کہ ضرب تیمم کا رکن نہین معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابون مین ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنی مبسوط مین وضع مذکور ہے نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا
کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہین اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہین تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع
ہوا یا بعد اسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر مین ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین فقط مسح مامور ہے اور یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ التیمم
ضربتان تو یا اعم من المسحتین مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام مین فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی ولو جنبا او حائضا
طہرت لعادتہا او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہوگئی اپنی عادت کے موافق یا زچہ ہو تو جنب کو تیمم جائز ہے عمار یاسر کی حدیث
کی دلیل سے جو صحاح ستہ مین صراحۃً مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تیمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچہ بالاتفاق جنب
ہین جواز تیمم مین کذا فی النہر بطاہر من جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع ای غبار تیمم کرے ایسی پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے اگرچہ اسپر گرد

ح [illegible] ایک بار [illegible] دونون ہاتھون کے لیے کہنیون تک ۱۲

اور غبار نہو ہم زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہی جو آگ سے پگھلے اور نہ راکھ ہو جاے جلکر چنانچہ پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریتا اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک مین یعنے سیندھا لون مین دو روائتین ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ تجنیس مین ہی تو دو جست اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہی جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سے ہی اسپر تیمم کرنا جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یدخل بین اصابعہ لم یحتج الی الضربۃ الثالثۃ للتخلیل تو اگر غبار داخل نہو دونون انگلیون کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کے خلال کرنے کے واسطے حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہین کہ اصلا خلال نہ کرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ منیہ اور اسکی شرح مین ہی اور یہی ظاہر الروایہ ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار انگلیون مین داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب بالکف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد رحمہ سے روایت یہ ہی کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی لو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ہان اگر دوسرے کو تیمم کرا دے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری بار داہنے ہاتھ کے واسطے اور تیسری بار بائین ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قہستانی شارح نقایہ نے وبہ مطلقا یجز عن التراب اولا انہ تراب دقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہی مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہی فلا یجوز بلولؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر لا بمرجان ایضا لشبہہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علی ما حررہ المصنف تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہوا اسواسطے کہ اسکی پیدائش ہی سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا ان درختون مین ہی جو سمندر کی تہ مین جمتے ہین ایسی تحریر اور تنقیح کی ہی مصنف نے اپنی شرح مین اور یہ رد ہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ انہنے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اسکے سہو حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایہ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہر یہ سہو نہین اسواسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہی پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ اسکو اجزاء ارض سے سمجھتے ہین کذا فی الطحطاوی ومختار او لا منطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہین اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاے جیسے چاندی اور کانچ ومترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاے چنانچہ درختا الا رماد الحجر فیجوز کحجر مدقوق او مغسول او حائط مطین او مجصص او اوان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہی جیسے جائز ہی کٹے پتھر یا دھوئے صاف پتھر سے یعنے اگرچہ اسپر غبار نہو اور جائز ہی کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنون سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہین ہم تو ظرف چینی سے تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اسپر کانچ کا روغن ہوتا ہی ہان اگر جنس ارض سے انپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہی چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور پنشا بولتے ہین اگر اسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی تو اس سے تیمم جائز نہین چنانچہ متن مین مذکور ہی کہ غالب چیز کا حکم ہی لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تاکہ بدشکل نہو جاے بھبوت ملکر بدون ضرورت کے ہم یعنے گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہی اور اگر کر لگا تو جائز ہی ولو اجیبہ بہ آنکہ اگر مسافر گارے کی جگہ مین ہو اور صعید یعنے خشک مٹی نہ پاوے تو اپنا کپڑا جھاڑ کر تیمم کرے اگر اسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے مین گیلی مٹی لگا دے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز لتراب علیہا جیسے جائز ہی تیمم کانی چیزون سے جو اپنے اصلی مکانون مین ہین یعنے جب تک انکو خاک سے جدا نہین کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کھان کا تو تیمم انپر جائز ہی بسبب اس مٹی کے جو اسپر لپٹی ہی کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز اور معدن مین جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اسپر دونون ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر ظاہر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہین وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ لحظۃ وجوخۃ فلیحفظ اور مثل

عادت کے جو نکیسے بچہ جیسے تیمم جائز نہین منقطہ ہون اور بات سے تو اُسکو دیکھنا چاہیئے کہ جو جب ہے کذا فی النہر ہم نقلی وے مالسیم بی متیہ
تعمید متعقول ہو کہ نہ سے تیمم کرنے کی صورت ہو کہ اپنے دونون ہاتھ اوسے کپڑے یا نمدے یا نمدے مین اور مانند اُسکے اسباب ظاہرہ مین جنپر غبار ہو جسکسکم
غبار ہاتک کے ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا اسباب جھاڑے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اٹھا دے غبار مین جو اسکے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے
والحکم للغالب لو اختلط التراب بغیرہ کالذہب والفضۃ والرصاص وکحل اور حکم ہر غالب چیز کا یعنے غالب چیز کا اعتبار ہر اگر مٹی ملی ہو دوسری
چیز سے جسپر تیمم جائز نہین جیسے سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہو گئے ہون ہم شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع
ہو اور مصنف نے اسکو بحر الرائق من المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمین محیط سے یہ تفصیل مذکور ہر کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے
اگر وہ مسبوک یعنے گداختہ ہون تو جائز نہین اور اگر گداختہ نہین اور مختلط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہو تو جائز ہر اور یہ اسمین مذکور نہین کہ جب گداختہ
ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور ظاہر یہی ہر کہ تیمم جائز ہر سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند اُنکے جبتک کہ وہ زمین پر ہین اور اُنسے کوئی
چیز نہین بنائی گئی اور بعد اسکے اختلاط تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی والارض المحترقۃ فلو الغلبۃ للتراب جاز والا لا خانیہ اور جلی مٹی راکھ سے ملے
تو اگر مٹی غالب ہو راکھ سے تو تیمم جائز ہر اور اگر غالب نہین یعنے مغلوب یا برابر ہر تو تیمم جائز نہین کذا فی الخانیہ ہم یعنے زمین پر کا جھاڑ یا جل گیا
اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہر اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہانتک کہ سیاہ ہو گئی تو اس سے تیمم جائز ہر اسواسطے کہ احتراق سے
مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید غلبہ تراب سے معلوم ہو گیا برابر کا حکم یعنے اگر مٹی برابر ہر
دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ مٹی غالب نہین وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عندنا لا ضروری
اور تیمم جائز ہر نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کے واسطے اور تیمم جائز ہر غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدلا ہر
وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدلا ہم یعنے جبکہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہر اور اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہر باوجود آب اور یہ نہین کہ وہ نماز
کو مباح کر دیتا ہر باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہر اور مبیح نماز ہر حالانکہ حدث حقیقۃً موجود ہر تو اُنکے نزدیک قبل
وقت کے جائز نہین اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہین اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ
ای کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہر نماز جنازہ کی فوت ہو جانے کے خوف سے یعنے تکبیرون کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا
جنب یا حائض ہو ہم اور اگر فوت ہونے کا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا واقف ہو اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اُسکا انتظار ہوگا تو اُسکو
تیمم جائز نہین اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات مین شریک ہوگا تو بھی اُسکو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اُسکو ممکن ہر کذا فی
البحر عن البدائع ولو جی باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو
اگر اس تیمم کو مابین ان دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہو گئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے
بالاتفاق اور جو مابین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہین شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہر کذا فی البحر عن المصفی وفوت عید
بفراغ امام او زوال شمس اور جائز ہر تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے ہم یہ حکم ہر کل نماز عید کے
فوت ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بنا بعد شروعہ متوضیا وسبق حدثہ
اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنے وضو کرکے نماز جنازہ یا
عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہر کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہو جاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہر خلافا للصاحبین کذا

فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول میں یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونوں کو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لا الی بدل اسواسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت میں خوف ہی فوت ہونے کا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اسکا بدلا نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اسکے فوت ہوجانے کے ڈر سے تیمم جائز ہی فجاز لکسوف وسنن رواتب ولو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہی سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے اور موکدہ سنتوں کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے م یہ بحث ہی حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو کہ پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہوچکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کرچکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے میں وقت فوت ہوتا ہی تو تیمم کرکے سنتیں پڑھے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہی کہ پانی میل بھر سے کم ہی خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اسکے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم کرکے فجر کی سنتیں پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرلیگا ولنوم وسلام ورده وان لم تجز الصلوۃ بہ اور جائز ہی تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں م اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہیں کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکماً ضرور ہی اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال نہیں بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا الکل مالا یشترط لہ الطہارۃ لما فی المبتغی او جاز لدخول مسجد مع وجود الماء او للنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق میں کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہی یعنے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جسکے لیے طہارت شرط نہیں بدلیل اس قول کے جو مبتغی میں یوں ہی اور جائز ہی تیمم مسجد میں جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد میں سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہی یعنے اسپر رد نہیں کیا لکن نے النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق میں ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہوگئی م یعنے جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ رہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہی لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا جنب کا مسلم نہیں اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ پانی مسجد کے باہر ہی یا اندر اگر باہر ہی تو وہ باطل ہی کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد میں باوجود ہونے پانی کے خارج میں بہ اتفاق ہمارے علماء کے جائز نہیں اور اگر مسجد کے اندر ہی اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہی بدلیل قولہ والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی وقلت وفی المنیۃ وشرحہا تیممہ لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیء بل ہو عدم لانہ لیس بعبادۃ یخاف فوتہا میں کہتا ہوں اور منیۃ المصلی اور اسکی شرح میں ہی کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی کے کوئی چیز نہیں بلکہ وہ معدوم یعنے کرنا نہ کرنے کے برابر ہی اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہیں ہی جسکے فوت ہوجانے کا ڈر ہو م یہ تائید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام مبتغی کے مخالف نہیں ہی لکن نے القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء لسجدۃ التلاوۃ لیکن قہستانی میں مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے م یہ استدراک ہی منیۃ المصلی کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہو اسکے واسطے تیمم جائز نہیں یعنے سجدہ تلاوت میں طہارت شرط ہی اور اسکے فوت ہونے کا خوف نہیں باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف مصادم ہی قاعدہ کے کیونکہ سجدہ تلاوت میں طہارت مشروط ہی اور فوت ہوتی ہی خلیفہ اپنا چھوڑ کر لکن سیجیء تقییدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع میں آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدہ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنے یہ سفر میں درست ہی نہ حضر میں م اس مسئلہ کی گفتگو فروع میں مذکور ہی گی ثم رائیت نے الشرعۃ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابو بکر بخاری

الی شہر فعندہ الا سلام اور اسکی شرح مین جو منیۃ سے مردو وفیہ نوح جواب الی کے کلام کی تائید کرتا ہی کہ جسمین طہارت شرط ہو ویسے چیز تیمم جائز ہی باوجود پانی کے تو فی
خلاف ظاہر الروایۃ جائز ہی حنیت شرط و جود الماء دون لم تجز الصلوٰۃ بہ علی ما صاحب بحر نے کہا کہ یہ ظاہر الروایۃ جائز ہی تیمم کا کہ قرآن پڑھنے کے واسطے باوجود پانی
کے اگرچہ اس تیمم سے نماز جائز نہین ہم اکثر نسخون مین ظاہر الروایۃ ہی اور ایک نسخہ مطبوعہ مصر مین ظاہر المذہب ہی قلت بل الحشی بل اکثر ما قرینا اقتصار بعض
ہم فی کل ما لا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء مین کہتا ہون بلکہ دیکھی چیز یا اکثر کے واسطے تیمم مذکور جائز ہی اسواسطے کہ یہ قاعدہ مذکور کیا کہ تیمم جائز ہی ہر ایک
اس عمل کے واسطے جسمین طہارت شرط نہین اگرچہ پانی موجود ہو واما ما اشترط فیہ الماء کتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء اتفاقا قوله فان تعالی ثم قال ان اول او
جنبا فقط الثانی اور جس فعل کے واسطے طہارت شرط ہی سو وہان تو پانی کا ہونا تیمم کے واسطے شرط ہی چنانچہ مصحف کے چھونے کے واسطے تیمم کرنا سو وہ
جائز نہین پانی کے پانے والے کو اور اگر قرآن پڑھنے کے واسطے ہی سو اگر بے وضو ہی تو وہ اول کے مانند ہی یعنی باوجود پانی کے اسکو تیمم جائز ہی یا کہ وہ شخص
جنب ہی تو پانی کے مانند ہی یعنی پانی کے ہوتے اسکو تیمم درست نہین دقالوا لو تیمم لدخول مسجد او لقراءۃ ولو من مصحف او مسہ او کتابتہ او تعلیمہ او لزیارۃ
قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز الصلوٰۃ بہ عند العامۃ بخلاف صلوٰۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوے
شیخنا خیر الدین رملی اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کے واسطے یا قرآن پڑھنے کے واسطے اگرچہ مصحف دیکھکر پڑھے یا مصحف کے چھونے کو یا اسکے لکھنے کو
یا اسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لیے یا بیمار پرسی کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کے واسطے یا مسلمان ہونے کو یا سلام کرنے کو یا سلام کے
جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین اکثر علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے واسطے
تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہی بشرطیکہ پانی موجود نہو یہ ہمارے استاد خیر الدین رملی کے فتاوے مین مذکور ہی قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک
فتامل مین کہتا ہون فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہ ہی کہ اسکو اسکا کرنا جائز ہی یعنے تیمم کرنا سجدۂ تلاوت کے واسطے درست ہی سو لیے مخاطب تامل کر م حلبی محشی نے
کہا کہ ہمنے تامل کیا سو اسکو صحیح پایا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہ مراد ہی کہ سجدۂ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہی تو یہ
بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہ مراد ہی کہ پانی نہونے کے وقت جائز ہی تو اسکا جواز بالاتفاق ہی تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین انتہی کلامہ لا یتیمم لفوت
جمعۃ و وقت ولو وتر لفواتہا الی بدل تیمم نہ کرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر کا وقت ہو بسبب فوت ہونے ان نمازون کے اپنا
بدلا چھوڑ کر یعنے جمعہ کا بدلا ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدلا قضا ہی برخلاف جنازہ اور عید کے اسواسطے کہ انکی قضا نہین وقیل یتیمم لفوت الوقت اور قول
ضعیف یہ ہی کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہو جانے کے ڈر سے م قنیہ مین کہا کہ یہ روایت ہمارے مشائخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا از انجملہ یہ ہی
کہ اگر چھت پر ہو رات کو اور کوٹھری کے اندر پانی ہی اور اندھیرے مین اسکے اندر جانے سے ڈرتا ہی تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر
قال الحلبی فالاحوط ان یتیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورت مین احوط یہ ہی کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے پھر وضو کر کے اس
نماز کا اعادہ کرے یعنے قضا پڑھے ویجب ای الفرض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب ہی یعنے فرض ہی
تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانے کے یعنے ۳۰۰ گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے م تیر پرتاب
۴۰۰ گز ہین ۴۰۰ گز تک کذا فی النخ شرح نہایہ مین برہان سے منقول ہی کہ جسطرح پانی کا گمان ہو فقط اسی طرف اس قدر تلاش کرنا چاہیے
نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہ ہی کہ ہر جانب سے جدھر گمان ہو ادھر تلاش کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع الاصح طلبہ
قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ پانی کا تلاش کرنا اس قدر ہو کہ ضرر نہ پہونچے تلاش مین اسکی ذات کو اور اسکے
سفر کے ساتھیون کو انتظار کرنے سے یعنے اگر ایک کو بھی ان مین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہی ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل

تلاش فرض ہے اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن میں اور ظن غالب میں
یہ فرق ہے کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جمے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اسکا نام ظن و گمان ہے اور جبکہ احد الطرفین
دل میں جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اسکا نام اکبر ظن اور غالب الرای ہے میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعید ہے اسکی
طلب واجب نہیں قرب پانی کی علامت یہ ہے کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیاں گھومتی ہوں کذا فی الطحطاوی والا یغلب ظنہ قربہ لا یجب بل یندب
ان رجا والا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونے کا اسکو ظن غالب نہو یعنے شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی
کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہیں ولو صلی بتیمم ومن یسئله ثم اخبره بالماء اعاد والا لا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہاں
وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ہم
بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہے طرفین کے
نزدیک مطلقاً خواہ بعد اسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وشرط له ای للتیمم فی حق جواز الصلوۃ نیۃ عبادۃ اور مشروط
ہے تیمم کے واسطے نماز جائز ہونے کے حق میں عبادت کی نیت کرنا ہم جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سوائے چنانچہ سلام یا جواب سلام کے واسطے
فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہے اور عبادت کی نیت مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہے کذا فی البحر ولو صلوۃ جنازۃ او
سجدۃ تلاوۃ لا شکر فی الاصح اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت کا نہ سجدۂ شکر کا امام کے صحیح تر قول میں یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کی نیت
سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہے اور اگر سجدۂ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ وہ عبادت نہیں امام کے نزدیک
حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ سجدۂ تلاوت کے باب میں مذکور ہوگا تو جب عبادت ہوا تو اس تیمم
سے نماز صحیح ہوگی مقصودۃ تیمم کے واسطے اس عبادت کی نیت مشروط ہے جو مقصود بالذات ہو یعنے دوسری عبادت کا وسیلہ نہو خرج دخول مسجد ومس
مصحف عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنے دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز ادا
قرآن پڑھنے کے وسیلے ہیں اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ عبادت تو اعتکاف ہے اور دخول مسجد اسکا
تابع ہے تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قرات کی نیت سے تیمم کرنے میں تفصیل صحیح ہے چنانچہ بدائع میں ہے کہ اگر جنب نے قرات کے واسطے تیمم کیا تو اسکو اور نماز میں
پڑھنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی لا تصح ای لا تحل لیتیمم قراءۃ القرآن للجنب بدون طہارۃ تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہے جو صحیح نہیں یعنے
حلال نہیں بدون طہارت کے لا تصح کی تفسیر لا تحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہوجاوے ہم زیلعی اور سراج وہاج وغیرہ
میں مطلق مذکور ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہیں لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی میں کہا کہ اطلاق صحیح نہیں تفصیل
حق یہ ہے یعنے اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نماز میں پڑھنا درست ہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ شرط یہ ہے کہ منوی عبادت مقصودہ
ہو یا عبادت مقصودہ کا جزو ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنے نماز کا جزو ہے لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو
تو شرط اخیر یعنے عدم حلۃ فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہیں بلکہ بے وضو ہے
تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوئی کذا فی المنح شارح نے لا تصح کی تفسیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف خرج السلام
ورده وشرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہوگیا یعنے سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہیں لیکن بدون طہارت
کے بھی صحیح ہیں تو انکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں فلغا تیمم کافر لا وضوءہ لانہ لیس باہل للنیۃ فما یفتقر الیہا لا یصح منہ جب تیمم میں نیت مخصوصہ

تیمم جو بدلی ہو کہ اُسکو ہر ایک نماز کی نیت شرط ہے اور وضو کرنا اُسکا اسلیے کہ کچھ فرضیت کرنے کی رغبت نہیں رکھتا تو یہ نہین کہہ سکتے کہ نیت کی طرف حاجت رکھتا ہو وہ کہ قربت صحیح ہو تو ہم اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب ہوتا ہے اور کہ قربت حاصل کرنے میں ایسا نفس ہے تحقیق ہونا ولہذا اگر کافر وضو صحیح ہو کیونکہ اُسمین نیت کی حاجت نہیں تو کافر بعد اسلام کے وضو سابق سے نماز پڑھ سکتا ہے اور تیمم سابق سے صحیح نہیں جنب بنیۃ الوضوء بجنبی اور صحیح ہے جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کو فتوی ہے یعنی وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہو جاتا ہے وندب لراجیہ رجاء قویا آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اُسکو وقت مستحب کے آخر وقت مین نماز پڑھنا مندوب اور مستحب ہے کذا فی المنح عن الواقعات ولو لم یؤخر وتیمم وصلی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل والا لا اور اگر تاخیر نہ کی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے اگرچہ درمیان اُس شخص کے اور پانی کے میل بھر کی مسافت اور اگر اس قدر سے مسافت کم ہو تو جائز نہیں صح من لیس فی العمران بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ وہو مما ینسی عادۃ لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اُس شخص نے جو آبادی میں نہیں اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے میں ہے اور کجاوہ اُس قسم سے ہے کہ اُس چیز کے بھول جانے کی عادت ہے تو اسپر نماز کا اعادہ نہیں ہم آبادی میں نہونا عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی میں ہو اور اسطرح نماز پڑھے تو اعادہ واجب ہے اور جیسے مسافر کی قید لگائی ہے تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقا اور اگر پانی ختم ہو جانے کا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھ کر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہرہ او فی مقدمہ راکبا او مؤخرہ سائقا ونسی ثوبہ وصلی عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ او توضأ بماء نجس او صلی محدثا ثم ذکر اعاد واجب بالاتفاق چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اسکی پیٹھ یا اُسکے سامنے تھا سواری کی حالت میں یا اونٹ کے پیچھے جبکہ وہ اُسکا ہانکنے والا ہو یا ایک شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے میں یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اُسکے پاس وہ چیز ہے جس سے ازالہ نجاست ہو سکتا تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پھر اُسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بے وضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھر پڑھے بالاتفاق ہم لبعض صدور تون مین حکایت اجماع مین کلام ہے کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے ۔ ولو اعتبر بالظاہر ۔۔۔ ولو دلالۃ بان استہلک تیمم تحقیق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایہ کے واجب ہے کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اُسکے ساتھ ہو پھر اگر وہ پانی دے اگرچہ بدلالت حال کی راہ سے ہو اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کرے اور باقی طہارت کو کافی نہ رہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہو جانے اُسکو عاجزی کے ہم رفیق کی قید باعتبار عادت کے ہے اسلیے کہ جو نماز کے وقت موجود ہو اُس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق فان لم یعطہ الا بثمن مثلہ ولیس یسیر دلہ ذلک فاضل عن حاجتہ لا یتیمم اور اگر وہ شخص پانی نہ دے مگر بعوض اُس ثمن کے جو اُس قدر پانی کا معمولی ہو ۔۔۔ اور اُسکے پاس وہ موجود ہو اُسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نکرے بلکہ پانی خریدکرکے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ہم غبن یسیر وہ ہے جو ۔۔۔ سے کم ہو یہ معلوم ہوتا ہے غبن فاحش کی تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وہو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان او لم یکن لہ ذلک تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی کو اکثر ثمن سے یعنی ثمن فاحش کے ساتھ دے اور غبن فاحش وہ چند ہے پانی کی قیمت کا اُس مکان میں یا اُس شخص کے پاس اسقدر ثمن نہیں تو تیمم کرے ہم غبن فاحش سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اُسکے جان کی حرمت کے مانند ہے اور جان میں ضرر ساقط ہے اسی طرح مال میں کذا فی البحر و المستصفی ۔۔۔ علی القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاء لنفسہ اور پیاس کے واسطے تو واجب ہے خرید کرنا مقدور والے پر ضعاف قیمت کے بدلے اپنی جان کے زندہ رکھنے کی غرض سے اسلیے کہ حفظ جان کا مقدم ہے مال کے حفظ پر ۔۔۔ فی الاشباہ ۔۔۔ جو اشباہ مین مذکور ہے یہ ہم موافق مذکورہ کی تفصیل یہان ضرور نہ تھی لہذا بخوف تطویل اُسکو ذکر نہ کیا وقیل طلبہ الماء لا التیمم ۔۔۔ ظاہر الروایۃ عن اصحابنا

لانہ مبذول عادۃ کما فی البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نہ کرے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے
اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا وہ دینے اور خرچ کرنے کی چیز ہی عادت مین چنانچہ بحر الرائق مین مبسوط سے منقول ہی م اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اُسکے
دینے مین بخل کی عادت نہو تو اسکے مانگنے مین کچھ ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا
ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وعلیہ فیجب طلب الدلو والرشا اور بنا بر اُسکے چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہی مبذول ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا
واجب ہی یعنی انمین بھی بخل کی عادت نہین وکذا الانتظار لو قال حتی استقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہی اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے
مالک نے ٹھہر جا یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکلجاوے م اور دوسرا قول یہ ہی کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان
فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا
گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کرنے والا نماز مین ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ نہ دے تو تیمم اسکا باقی ہی پھر اگر اُسنے
بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اُسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہو گئی کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء والا لا وجب
الطلب والا لا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہی کہ اگر پانی یا ڈول اور رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہی ورنہ واجب نہین م یہ روایت مخالف ہی
ظاہر الروایۃ مین جو متن مین مذکور ہو چکی اور محیط کے مانند وافی مین بھی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی
مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض یؤخرہا عندہ اور بندیوان پانے والا پانی اور مٹی پاک کرنے والون کا اسطرح پر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک
مکان مین اور اُسکو ممکن نہین پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسی طرح بندیوان کے مانند وہ شخص ہی جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہی بیماری کے سبب سے
نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک م تاخیر کرے یعنی اُسپر نماز حرام ہی ایسا نقل کیا ہی نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی النہر اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے
پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز پڑھے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہی وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی
قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مشابہ بنجاوے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان
نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہو کر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند م یعنے اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کھانے کے
رمضان شریف مین یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اسپر امساک واجب ہی روزہ دارون کے مشابہ بنکر پھر اس روزہ کا اعادہ
واجب ہی کذا فی الطحطاوی بہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اُسی صاحبین کے قول پر فتوی ہی اور اُسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہی چنانچہ
فیض مین ہی وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا یتیمم ولا یعید علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض مین ہی کہ
جسکے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کٹے ہوے ہین جبکہ اُسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر م
اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھ شل یعنے خشک ہو گئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون
ہاتھ کٹے ہون وہ ما بقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی وبہذا ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ وقد مر فی صلوۃ
المرض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہو گیا کہ قصداً نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہین کر دیتا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا
اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا صلوۃ المریض کے باب مین فروع مسائل ملحقہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا محبوس نے
تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہی تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہی تو نہ پھیرے م یعنے مقیم محبوس پر اعادہ ہی نہ مسافر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ لگیا اور سفر مین غالب بے آبی ہی تو عدم متحقق ہو گیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

ہو اسواسطے کے غرض ست اور نفل موثر نہین تو اسکے منافی نہین کذا فی العالمگیریہ ولہ تیمم لسجدۃ التلاوۃ ولو فی السفر مع وجود الماء سوال سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم کرسکتا ہے یا نہین جواب اگر وہ شخص سفر مین ہو تو تیمم کرسکتا ہے اور اگر سفر مین نہین تو نہ کرسکے مگر اسصورت مین کہ پانی موجود نہو اور اسوجہ سے مین ہو تیمم
درست ہے کہ مطلقاً درست نہین نہ سفر مین نہ اقامت مین اور اگر پانی موجود نہین تو مطلقاً درست ہے کذا فی البحر الرائق لا یتیمم بالمسبل للشرب الا اذا کان کثیرا
فیستدل انہ للوضوء ایضا جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہے جس مین وہ تیمم کرنے کا مانع نہین جبتک کہ بہت نہو اگر کثیر ہو گا تو معلوم ہوگا قرینہ سے
کہ وضو کے واسطے بھی ہے اور پینے کے واسطے جو پانی ایوان مین وقف ہوتا ہے تو وہ تیمم کا مانع نہین اسواسطے کہ وضو کا پانی تھوڑا ہے بہت ہووے اور
کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا تعین نہ ہو اور جبکہ تعین ہو کہ فقط پینے کے واسطے ہے تو وضو حرام ہے اسواسطے کہ وقف کی شرط
شارع کے نص کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی ولیشرب ما راد الوضوء اور وہ پانی جو وضو کے واسطے وقف اور سبیل ہے اسکا پینا درست ہے الجنب اولی بماء مباح من
حائض ومحدث ومیت جنابت والا مقدما اور اولی تر ہے مباح پانی کے استعمال کرنے مین حائض اور بے وضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے کہ جنابت اشد ہے
اسکا ازالہ اہم ہے ولو لاحدہم فہو اولی اور اگر وہ پانی ان مین سے کسی ایک شخص کی ملک ہے تو وہ شخص مقدم ہے کیونکہ وہ مالک ہے ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اور اگر وہ پانی
تینون مین مشترک ہے تو اسکا صرف کرنا غسل میت کے واسطے اولی ہے یا رہ تیمم جماعۃ من محل واحد یعنی کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہے اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہین
ہوتی یہانتک کہ اگر تیمم کرنے والون کے ہاتھون کی مٹی ایک جگہ جمع ہے تو اُس سے بھی تیمم درست ہے کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ
بالغلبۃ او یہبہ ثم یستعیدہ جواز تدبیر جائز ہونے تیمم کی اُس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہے اور اُسکو پیاس کا خوف نہین یہ ہے کہ زمزم کے ساتھ اس چیز کو
ملاوے جو اُس سے غالب ہوجاوے یا برابر جیسا کچھ گلاب وغیرہ کو مخلوط کردے یا اُسکو ہبہ کردے اسطرح پر کہ مانع ہو رجوع فی الہبہ کے مع عدم خوف تشنگی کی اسواسطے
قید لگائی کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہے بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی مین مشغول ہے اور ظاہر ہبہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہین کہ ہبہ ناجائز
فائدہ ندرہا واللہ اعلم وناقضہ ناقض الاصل ولو غسلا اور تیمم کا توڑنے والا وہ ہے جو تیمم کی اصل کا ناقض ہے یعنے تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہے اگرچہ وہ اصل غسل ہو
یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہے وہ اس تیمم کی ناقض ہے جو خلیفہ ہے وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہے وہ اُس تیمم کی بھی ناقض ہے جو بدلا ہے غسل کا مصنف نے اپنی شرح
مین کہا کہ کنز اور وقایہ مین یون کہا ہے کہ تیمم کا ناقض وہ ہے جو وضو کا ناقض ہے اور شرح نقایہ مین کہا کہ ناقضہ ناقض الاصل وضوا کان او غسلا اور یہی کہنا بہتر ہے
اسواسطے کہ جو ناقض ہے غسل کا وہ ناقض ہے وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا ناقض غسل کا نہین ہے کیونکہ حدث ناقض وضو ہے پر وہ غسل کا ناقض نہین تو یہ کلیہ نہ ٹھہرا کہ ناقض
وضو کا ہر تیمم کا ناقض ہے انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لا جنبا تو اگر جنابت کے واسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہوگیا نہ جنب یعنی اسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ہم
دریافت کرکہ متن مذکور تین صورت مین شامل ہے ایک یہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہو تو اُسکا ناقض وہ ہے جو اُسکی اصل یعنے وضو کا ناقض ہے دوسری صورت یہ کہ اگر تیمم جنابت سے
ہو تو اُسکا ناقض وہ ہے جو غسل کا ناقض ہے تیسری صورت یہ ہے کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنے جنابت کے واسطے ساتھ تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو یہ اسان
تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنے باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ اسنے مسکوت عنہ
پر تفریع کی دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فیتوضا وینزع خفیہ جبکہ وہ محدث ہوگیا نہ جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے
دونون موزے اُتارکے پاؤن دھووے مع یعنی جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے اُنکو اُتارے چنانچہ زیلعی مین ہے موزہ اسواسطے اُتارے
کہ موزہ جنابت کا مانع نہین چنانچہ باب المسح علی الخفین مین مذکور ہوگا کذا فی الحلبی ثم یمسح علیہما ما لم یمر بالماء یعنی پھر وضو کے بعد ہمیشہ موزے پر
مسح کرتا رہے جبتک اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کے واسطے کفایت کرتا ہے کیونکہ اگر اسقدر پانی پر گذرے گا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا جسم
تجاوز کرے بعد جنابت کے واسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اُسکے بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پاوے

تو موزون پر مسح نکرے بلکہ اُنکو اُتارے اور پانون کو دھووے کیونکہ جنابت پانون مین سرایت کر گئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا فی
الطحطاوی فمع سے عبارۃ صدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی ان مع العسر یسرا فافہم تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت مین بمعنی بعد کے ہی جسطرح ان
مع العسر یسرا مین مع بمعنی بعد ہی یعنے دشوازی کے بعد آسانی ہی سو اُسکو سمجھ لے ای مخاطب ہم شرح وقایہ مین اول باب تیمم مین صدر الشریعۃ کی عبارت
اسطرح ہی (اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء) یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اُسپر وضو واجب ہی تو اُسکا مطلب یہ ہی
کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہی اسواسطے کہ جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہین چنانچہ قہستانی مین یون مصرح ہی
کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اُسکے کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اسپر واجب نہین پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کی طرف
مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اسوقت اُسپر وضو کرنا واجب ہی کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی
اور اسی طرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہی وَقُدْرَةٌ عَلٰی مَاءٍ وَلَوْ اِبَاحَةً فِی الصَّلٰوۃِ اور ناقض تیمم ہی
قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز مین ہم یعنے اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کرکے نماز شروع کی اور عین نماز مین کسی شخص نے
اُسپر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑکر وضو کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح مین کہا کہ رویت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ
مریض پانی کو دیکھتا ہی اور پھر بھی تیمم کرتا ہی اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کاف لطہرہ ولو مرّۃ مرّۃ قدرت اسقدر
پانی کی ناقض ہی جو کافی ہو اسکی طہارت کو یعنے وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دھونا ممکن ہو فَضَلَ عَنْ حَاجَتِہٖ کعطش وعجن وغسل نجس مانع
ولمعۃ جنابۃ لان المشغول بالحاجۃ وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اُس پانی کی ناقض ہی جو اُسکی حاجت سے زائد ہی چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندھنے اور
نجاست سے مانع نماز کے دھونے سے اور اُس عضو کے دھونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہی
اور وضو یا غسل کو کفایت نہین کرتا ہی وہ نہونے کے برابر ہی لَا رِدَّۃٌ نہ ارتداد یعنے تیمم کا ناقض نہین مرتد ہو جانا یعنے اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہو گیا
پھر توبہ کی تو وہ تیمم باقی ہی نماز اُس سے جائز ہی وکذا ینقضہ کل ما یمنع وجودہ التیمم اذا وجد بعدہ لان ما جاز بعذر بطل بزوالہ اور اسی طرح توڑتی ہی
تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہی جبکہ وہ تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہو جاتی ہی اُسکے زائل ہو جانے
سے فلو تیمم لمرض بطل بہرئہ او لبرد بطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہی بیماری کے جاتے رہنے سے یا تیمم کیا تھا سردی
کے سبب سے تو باطل ہوتا ہی سردی کے زوال سے والحاصل ان کل ما یمنع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جس چیز کا وجود
مانع ہی تیمم کا اُسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہی ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ متن کا کلام ہی تو اُسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اسکی یون ہی
کہ تیمم جائز نہین ابتدا مین پانی کے ہوتے اور بعد اسکے اگر پانی میل سے کم ہی سو اگر وہ متیمم تھا پھر پانی حاضر ہوا یا متیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہو گیا تو تیمم ٹوٹ گیا
اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہوتے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہین ٹوٹتا انتہی وما لا یمنع وجودہ فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک
التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہین ابتدا مین تو اُسکا موجود ہونا بعد اُسکے تیمم کو توڑتا ہی ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہی ولو
قال وکذا زوال ما اباح التیمم لکان اظہر واخصر اور اگر مصنف یون کہتا اور اسی طرح ناقض تیمم کا ہی زائل ہونا اُس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کر دیا تو
ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لا یخفی لظہورہ واختصارہ وعلیہ لو تیمم لبعد میل فسار فانتقص انتقض فلیحفظ اور بنابر قاعدہ
مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی کے دور ہونے سے پھر متیمم پانی کی طرف چلا سو میل سے کم ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اسواسطے ٹوٹ گیا
کہ تیمم کی اباحت ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل نہ رہا تیمم ٹوٹ گیا اور موجب متن کے یہ وجہ ہی نقض تیمم کی اتنی میل کا وجود تیمم کا مانع ہی

جو جنب ہو اور پانی پاوے اسکے جنب سے تو تیمم ٹوٹ گیا اور مر ونا عس بتیمم من حدث ونائم غیر متمکن تیمم عن جنابۃ لانہ کالانتباہ کسی شخص اونگہ نیند اسے
اونگھتے ہوئے تیمم کیا حدث سے یا جنابت سے تو حکم اسکا وہی ہے جو جنب ہو جنابت سے پانی پر یعنی عبارت کو کوئی ہو جاگتے شخص کے اندر تیمم ہو گیا اسپر گذرنے سے
الا انتباہ وہو الروایۃ المصححۃ المختارۃ المفتی بہا اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کے تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے
پس یہ اور فتوے دینے کے واسطے ہے تو اب یہ مسئلہ اختلافی نہ رہا اتفاقی ہو گیا لو تیمم ولقربہ ماء لا یعلم بہ کذا فی البحر وغیرہ والتقود المنقشۃ جیسے تیمم صحیح
... قادر ایک شخص نے تیمم کیا اور اسکے نزدیک پانی ہے اور وہ اسکو نہیں جانتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق وغیرہ میں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح
میں ثابت رکھا ہے تیمم لو کان اکثرہ اواکثر اعضاء الوضوء عددا وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنے آدھے سے
زیادہ وضو کے اعضا شمار کی راہ سے اور غسل میں پیمائش کی راہ سے زخمی ہوں یا بدن میں چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے
اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہے تو اگر سر اور چہرہ اور دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اور پاؤں میں زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضا زخمی اکثر مجروح ہوں
یا صحیح اور یہی قول مختار ہے کذا فی البحر اور غسل میں پیمائش کا اعتبار کرنا یہ صاحب بحر کی تجویز ہے اور صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے کذا فی الطحطاوی
ولعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس میں یعنے اکثر اعضا صحیح ہوں اور اقل مجروح تو دھووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو یعنے محل جراحت
پر مسح کرے اور اگر تاب نہو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ کپڑا باندھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا غسل
الصحیح من اعضاء الوضوء ولا رایۃ فی الغسل اور اسی طرح اگر اعضا صحیح اور برابر ہوں تو اعضا صحیح وضو کو دھووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل
میں درصورت مساوات کوئی روایت نہیں ہے اور اسمیں مشایخ کا اختلاف ہے اور دھونا اور مسح کرنا احوط قول ہے چنانچہ متن میں ہے کذا فی الحلبی ویمسح
الباقی منہا وہو الاصح لانہ احوط فکان اولے درصورت مساوات صحیح کو دھووے اور باقی اعضا مجروحہ کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے
کہ اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول بہتر ٹھہرا وصحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ میں تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما تیمم
لو الجرح بیدیہ وان وجد من یوضیہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اسکے دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اگرچہ پاوے اس شخص کو جو اسکو وضو کرا وے برخلاف
صاحبین کے ہم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض ہے منیہ کی شرح ابن امیر حاج میں مذکور ہے کہ جبکہ یہ
حال ہو کہ صحیح عضو کے دھونے سے مجروح عضو کو پانی پہونچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما ای تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونوں میں
یعنے تیمم اور دھونے میں ہم یہاں غسل بالضم مراد نہیں بلکہ بالفتح مراد ہے تاکہ غسل اور وضو دونوں کو شامل ہے اور وضو میں یا تیمم اور غسل میں اسواسطے
جمع کرنا جائز نہیں کہ بدل اور مبدل میں جمع کرنا شرع سے ثابت نہیں کما لا یجمع بین حیض وحبل او استحاضۃ او نفاس چنانچہ اجتماع نہیں درمیان حیض
اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے
ولا زکوۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع ہے زکوۃ اور عشر میں یا زکوۃ اور خراج میں یا زکوۃ اور فطرہ میں ہم اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کی صورت
یہ ہے کہ عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ میں تجارت کی نیت کی اور ایک سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوۃ نہیں اور حلبی محشی منشا اسکی یہ صورت
مذکور کی ہے کہ زمین کا خراج ادا کیا پھر اسمیں تجارت کی نیت کی اور سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوۃ نہیں اور اجتماع زکوۃ اور فطرہ کی یہ صورت ہے
کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام میں اسپر سال گذرا تو انمیں مولی پر زکوۃ ہے اور فطرہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہیں
خراج کے ساتھ اسواسطے کہ زمین یا عشری ہے یا خراجی عشری پر خراج نہیں اور خراجی پر عشر نہیں ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہیں فدیہ اور
صوم میں اسواسطے کہ جسپر روزہ رکھنا لازم ہے اسپر فدیہ دینا نہیں اور جسکو فدیہ دینا چاہیے چنانچہ شیخ فانی اسپر روزہ نہیں منتقضا طحطاوی نے کہا

یہان سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنے اجتماع نہین درمیان قصاص اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہے قتل عمد مین اور اسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہے شبہ عمد اور خطا اور اُسکے جاری مجرا مین اور انمین قصاص نہین انتہی ما فی الطحطاوی اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہے او قصاص او دیۃ یعنے جمع نہین درمیان قصاص او دیت کے واللہ اعلم ولا الضمان والقطع او الاجر والاجتماع نہین تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنے جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اُسپر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہے اُسکے واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہے اُسپر تاوان نہین ولا جلد مع رجم او نفی اور نہ درہ مارنا سنگساری اور تغریب کے ساتھ یعنے اخراج از وطن ہم واسطے کنوارے کی حد درے ہین اور بیاہے کی حد سنگساری اور درہ مارنا تغریب کے ساتھ مجتمع نہین ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے کذا فی الطحطاوی ولا مہر ومتعۃ او حد او ضمان افضائہا او سو بہا من جماعۃ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر مین اور حد مین اور عورت کی ضمان افضا یا اسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہے تو نصف مہر واجب ہے اور اگر مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہے یہان متعہ سے کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہے اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہے کہ اگر وطی صحیح یا شبہہ سے ہے تو مہر واجب ہے اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہے تو حد ہے اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہے کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹ کر ایک ہوگئین تو یہان زوج پر ضمان ہے نہ مہر اور اسی طرح اگر اسکے جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان ہے نہ مہر ولا مہر مثل و تسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہے اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ و میراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنے وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہ مما یجی فی محلہ ان شاء اللہ تعالی اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین عدم الاجتماع ہین جنکا ذکر آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالے نے چاہا من بہ وجع راس لا یستطیع معہ مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا درد ہے کہ اُسکے ساتھ مسح نہین کرسکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اسکو دھو سکتا ہے نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے ذکور ہے کہ وہ شخص تیمم کرے یعنے وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوے دیا ہے کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہے ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کھپاچون کی پٹی ہے تو اُسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا ہم اور وجوب مسح کا قول اظہر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علے الجبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسی طرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہے تو سر کو مسح کرے اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اُسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہین اور یہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹھیرایا گیا گویا اُسکے سر ہی نہین جسطرح سے فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہے

باب المسح علے الخفین

یہ باب ہے دونون موزون پر مسح کرنے کا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہے قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علے الشئی اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہے کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہے تراوت کے پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین شروط آئیندہ دیکھو ہون اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہے مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اُسکا نام ہے جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو پھر زیادہ تر کو بنا ہو چمڑے اور اسکے مانند اور چیز سے شرطا مشیہ

قربت جماع ساوطی کرنا ۱۲

[illegible]

نہ ہووے الاول کونہ ساترا لمحل فرض الغسل من القدم مع الکعب او یکون نقصانہ اقل من الخرق المانع مسح موزے کی تین چیزین شرط ہین پہلے شرط ہونا
موزے کا ڈھکنے والا اُس مقام کو جسکا دھونا وضو مین فرض ہی یعنے قدم کا ٹخنون سمیت ساتھ یا ہو کمی اُسکی کمتر اس سوراخ سے جو مانع ہی مسح کو یعنے اگر پانون کی چھوٹی
تین انگلیون سے موزہ کمتر پھٹا ہو تو مسح جائز ہی اور نقصان مانع مسح کا نہین بیان ہو چکا الخ والاان یشتمر قدر ثلث اصابع ومع جائز او مسح بول پر
اگر وہ آگے یا گلے پیچھے سے بندھا ہو مگر یہ کہ تین انگلیون کے پانون کھلا ہو تو اب مسح جائز نہین ہم بول مشرکی زبان مین وہ جراب ہی چمڑے کی
قائم رہے اور دونون ٹخنون کی طرف کشوف ہو وہ نہ ہو اس ملک مین چمڑے کے موزے ٹخنون سے نیچے دوختہ نہین ہوتے اور گٹھنے
سے کس لیتے ہین وجوز مشائخ سمرقند شد الفتاوی اور سمرقند کے عالمون نے لینا زربول مشتق کا کپڑے سے جائز کہا ہی یعنے اگر موزہ مشقوق کر
کپڑے سے باندھ لے تو مسح کرنے کو کافی ہی ہم یہ قول ضعیف ہی اور اہل بخارا کا قول ترک جائز نہین مگر جبکہ تخمین اور سخت چیز سے ہو جسمین پانی سرایت
نکرے اُسکو سی لے چنانچہ پایتابہ وغیرہ وکذا فی المحیط والثانی کونہ مشغولا بالرجل یمنع سرایۃ الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پانون
کے ساتھ یعنے تمام موزے مین پانون بھرا ہو موزہ خالی نہ رہا ہو تا کہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح علی الزائد ولم القدم قدمہ الیہ لم یجز تو اگر
موزہ کشادہ اور لمبا ہو پھر اُسپر مسح کیا اور پیر جاتا کہ اس زائد کی طرف پانون نہین پہونچا تو مسح جائز نہو ام فتاوے عالمگیری مین سراج سے منقول ہی
اور تتمہ مین مسح کرنا اُس موزہ کا جو خالی ہی قدم سے تو اگر اُسنے پانون کو خالی مقام مین کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہی اور اگر وہان سے پانون ہٹا دے تو مسح کو
اعادہ کرے انتہی اور حلبی نے اپنے اُستادون سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یضر رؤیۃ رجلہ من اعلاہ اور مسح مین ضرر نہین
کرتا نظر پڑنا اپنے پانون کا اوپر سے یعنے اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچہ مضائقہ نہین والثالث کونہ مما یمکن متابعۃ المشی المعتاد فیہ فرسخا فاکثر
اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہی اُس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اُسمین عادت کے موافق تین کوس پھر زیادہ اسقدر اور فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ مین ہی
اور محیط مین یا مکان سفر ہند کو رہی فلم یجز من زجاج او خشب او حدید تو جائز نہین مسح اس موزے پر جو بنا ہی کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنے اسواسطے کہ
اُسکو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وہو جائز فالغسل افضل الا للتہمۃ فہو افضل اور وہ یعنے موزے کا مسح جائز ہی نہ فرض اور واجب
تو پانون کا دھونا افضل ہی مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کے وجہ سے تو مسح کرنا ہی افضل ہی ہم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے
کا جائز نہین بل ینبغی وجوبہ علی من لیس معہ الا ما یکفیہ او خاف فوت وقت او وقوف عرفۃ بحر بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اتنا
کہ مسح کو کفایت کرتا ہی یا ڈر رہا وقت کے فوت ہونے سے اگر پانون دھووے یا ڈر وقوف عرفات کے فوت ہونے سے کذا فی البحر یہ تجویز ہی صاحب بحر کی کتب
تنقیحیہ کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین وفی القہستانی انہ رخصۃ مسقطۃ للعزیمۃ ولہذا الوصب الماء فی خفیہ بنیۃ الغسل ینبغی ان یصیر اثما اور
قہستانی کی شرح نقایہ مین ہی کہ البتہ مسح رخصت ہی عزیمت کی ساقط کرنے والی اور اسی واسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزون مین دھونے کی نیت سے تو چاہیے کہ
گنہگار ہو ہم رخصت وہ ہی جو عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہی حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین ہوا الاصح فی التعریف تو مسح ایسی رخصت ہی کہ
(اجازت) مشروعیت عزیمت کی مسقط ہی یعنے اُسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نہ رہا برخلاف رخصت ترفیہ کے کہ اُسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی ہی جیسا روزہ
(آرام دینا) رکھنا سفر مین کذا فی البحر بسنۃ مشہورۃ مسح موزے کا جائز ہی سنت مشہورہ سے یعنے احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہور وہ ہی جسکے راوی دو سے زیادہ ہون
ہر طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہونچین امام اعظم رح نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہانتک کہ مسح کا ثبوت مجھپر دن کے مانند روشن ہو گیا
یعنے کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنکرہ مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہی ہم امام اعظم رح سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل الشیخین
وحب الختنین واعتقاد المسح علی الخفین وعلی رای الثانی کافر اور ابو یوسف رح کے نزدیک منکر کافر ہی اسواسطے کہ اُنکے نزدیک حدیث مشہور حدیث متواتر کے

(۲) ... ابو بکر صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کو اور محبت رکھنا حضرت عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے اور اعتقاد کرنا موزون پر مسح کو جائز ہونے کا ۱۲

حکم مین ہی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی اور تحفہ مین ہی کہ ثبوت مسح کا اجماع
سے بلکہ تواتر سے ہی راوی اُسکے صحابیون سے زیادہ تر ہین اسی سے از انجملہ عشرہ مبشرہ ہین کذا فی القہستانی ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین مذکور کیا کہ امام طحاوی نے
معانی الآثار کی شرح مین ۷۶ صحابیون کی روایت احادیث کی مذکور کی ہی مع المخرجین وقیل بالکتاب ورد بانہ غیر مغیا بالکعبین اجماعا فالجر للجوار اور قول ضعیف
یہ ہی کہ ثبوت مسح موزے کا قرآن مجید سے ہی اور یہ قول رد کیا گیا ہی اسطرح کہ مسح موزے کی نہایت دونون ٹخنے نہین بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کے وجہ
سے ہی ہم ارجلکم کے لام مین دو قرائتین نصب اور جر کی ہین بعضون نے کہا چونکہ دونون قرارت مین تعارض واقع ہوا تو جر کی قرارت کو موزہ پہنے پر محمول کیا
اور نصب کی قرارت کو جبکہ موزہ پانون مین نہو اس قول کا رد یون ہی کہ اگر جر کی قرارت سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنے ٹخنون تک
مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہی حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہین اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہی کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہی
تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنے برؤسکم کے پاس تو اُسکو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہ قول مشہور ہی جحر ضب خرب لمحدث ظاہرہ عدم جوازہ
للمجدد الوضوء الا ان یقال لما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہی بے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہی تازہ وضو کرنے والے
کے حق مین مگر اسکا یون جواب دیا جاے کہ ہر گاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کے مانند ہو گیا لا لجنب
وحائض جائز نہین مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنے جسپر غسل واجب ہی خباثت یا حیض یا نفاس سے اُسکو مسح جائز نہین اسواسطے کہ اُسکو تمام بدن
کا دھونا لازم ہی اور مسح مین یہ بات حاصل نہین نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی مین صفوان ابن عسال سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم
کرتے تھے جبکہ ہم سفر مین ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اُتارین تین دن اور تین رات مگر خباثت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی
طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف رح کے قول پر مبنی ہی اسواسطے کہ اقل حیض اُنکے نزدیک دو دن اور اکثر ثالث کا ہی تو سفر مین اُسکی تصویر
ہو سکتی ہی برخلاف طرفین کے انتہی بحر والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اُسکی تصویر لازم نہین یعنے حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہین
کیونکہ اُسکی طرف کچھ حاجت نہین اور عدم لزوم تصویر اُسکے امکان کا منافی نہین کذا فی الطحطاوی چونکہ خباثت کی حالت مین وضو کرنا ضرور نہین تاکہ مسح موزے
کا جائز نہو لہذا اُسکے فرض صورت مین تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہین وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات
عقلی اور دفع دخل مذکور مین یہ خلل ہی کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنے تصور عقلی کی محتاج ہی ہم یہ بحث ہی قہستانی کی نفی مین شرعی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ
نفی عقلی سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اُسکی نفی مین اثبات عقلی کی حاجت نہین اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہی مگر اسمین یہ خلل ہی کہ
اسمین بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہی تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شی کی فرع ہی اُسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا مثبت نہین اور مسح جنب کی صورت
کفایہ مین یون مذکور ہی کہ وضو کیا اور مجلد جراب کا پہنا پھر جنب ہو گیا تو اُسکو جائز نہین کہ جرابون کو باندھ کر تمام بدن کو دھووے لیٹ کرا اور جرابون پر
مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور ہدایۃ العینی مین اسکی تصویر منتقی سے یون مذکور ہی کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت
کرتا ہی نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پاؤن دھووے اور مسح نہ کرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم ظاہرہ جواز مسح مغتسل جمعۃ ونحوہم
ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہی جمعہ کے اور اسکے مانند کے نہانے والے کو ہم یعنی ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے
والے کو مسح کرنا جائز ہی کیونکہ یہ غسل واجب نہین ولیس کذلک علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہین بنا بر اس مضمون کے جو مبسوط مین ہی ولا یبعد ان یحمل فی حکم المغتسل
جمعہ وغیرہ کو جنب کے حکم مین ٹھہرانا کچھ بعید نہین فالاحسن للمتوضی لا المغتسل تو بہتر عبارت للمتوضی لا المغتسل ہی یعنے بجاے لمحدث لا لجنب کے للمتوضی لا المغتسل کہنا
بہتر ہی یعنے مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہی نہ نہانے والے کو ہم طحطاوی نے کہا یہ بحث اور احسنیت قہستانی کی ہی والسنۃ ان یخط خطوطا باصابع

یہ طریقہ فعلیہ اور سنت یہ ہے کہ مسح کرنے میں ہاتھ کی انگلیوں سے خطوط دے یعنی تھوڑا سا انگلیوں کو کھول کر مدا من قبل الاصابع رفعہ صنوعبا الی اصل الساق مسح شروع کرے پاؤن کی انگلیوں کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا ہو کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسطرح ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیان رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائین ہاتھ کی انگلیان بائین موزے کے سرے پر انگلیون کی طرف سے پھر جبکہ انگلیان وہان ٹھہرین تو کھینچے پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے کہ ٹخنون کا دھونا فرض ہے اور انکا مسح کرنا سنت ہے اور اگر انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہے اسی طرح مروی ہے محمد بن حسن رحمہ سے اور مسح فرض ہے ہاتھ کی تین انگلیون کے برابر صحیح قول پر اور یہ فرض عملی ہے اور تین انگلیون کے برابر ہر قدم پر فرض ہے اور باقی کا اندر سے مسح کرنا مستحب ہے اور اگر موضع مسح پر پانی لگ جائے تو کافی ہے اور اسی طرح اگر گھاس پر چلے اگرچہ گھاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی وہ محل علی ظاہر خفیہ من رؤس اصابعہ الی معقد الشراک اور مسح کرنے کا مقام دونون موزون کا ظاہر ہے انگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنی جہان تسمہ بندھا ہوتا ہے حلبی میں طحطاوی سے لکہا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہے اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہے ظاہر موزے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر باطن یا جوانب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ زیلعی میں ہے انتہی فی الطحطاوی ویستحب الجمع بین ظاہر و باطن ظاہر اور مسح میں مستحب ہے جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہے باطن سے موزے کا تلوہ مراد ہے نہ داخل موزے کا لہذا باطن کو موصوف بظاہر کیا ہے شارح اس مقام میں صاحب نہر کا تابع ہوا ہے اور بحرالرائق میں محیط سے منقول ہے کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہیں اور محیط کے سوا اور کتابون میں استحباب کی نفی ہے اور اعلیٰ اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہے انتہی فی الطحطاوی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اس تضعیف کا جواب مشرح ذکر کیا ہے اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب ہے انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے علی مرتضیٰ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنے میں ظاہر سے مقدم تھا حالانکہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزون کے ظاہر پر اسکو ابو داؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ جو صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ باطن موزے پر مسح جائز نہین اگر یہ مراد ہے کہ باطن پر اقتصار جائز نہین تو مسلم ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہین تو مسلم نہین کما ذکرنا انتہی مافی العینی مختصرا من شاء مزید التوضیح فلیرجع الیہ او جرموقیہ ولو فوق خف او لفافۃ یا جائز ہے مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ پہنے ہون موزہ کے اوپر یا پاؤن کے لپٹنے کپڑے پر جرموق بضم جیم چمڑا ہے جسکو موزے پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق میں ہے کہ موق اور جرموق فارسی ہے معرب اسکو موزے پر پہنتے ہین اسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی شرح الغفار مین ہے کہ جرموق جو موزے پر پہنا جاتا ہے اسکی حفاظت کے واسطے سو اگر جرموق چمڑے اور اسکے مانند کا ہے تو اسپر مسح جائز ہے خواہ اسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہے تو اگر تنہا اسکو پہنا ہے تو مسح اسپر جائز نہین اور اسی طرح اگر اسکو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہین ہان مگر جبکہ تری اسکی اندر کے موزے پر پہونچے تو جائز ہے انتہی مختصرا ولا اعتبار بما فی فتاوی الشاذی لانہ رجل مجہول لا یقلد فیما خالف النقول اور کچھ اعتبار نہین اس قول کا جو فتاوی شاذی میں ہے اسواسطے کہ شاذی مرد مجہول غیر مشہور ہے تو اسکی پیروی نہ کیجائے اس مسئلہ میں جو منقولات مذہب کے مخالف ہے فتاوی شاذی میں ہے کہ جو کرباس مجرد تحت الخف پہنا جاتا ہے وہ موزے پر مسح کرنے کا مانع ہے کیونکہ وہ فاصل یعنی پاؤن کو اپنے موزے سے جدا کرتا ہے انتہی لیکن اسکے مخالف کافی میں یون ہے کہ اگر موزے پارہ گی کے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہے انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ ٹھہرا تو کرباس یعنی کپڑا بطریق اولیٰ فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع مین ہے اور مانند اسکے غایۃ البیان مین صاحب بحر نے کہا یہی حق ہے کذا فی المنح مختصرا او جوربیہ ذلو من غزل او شعر او الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان ینفذ الی الخف قدر الغرض یا مسح کرے

جرابون پر اگرچہ وہ ہون سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہی کہ اُنکو پہن کے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہری
رہین بدون باندھنے کے اور اسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اُنمین نہ چھنے مگر اسوقت مسح جائز ہی کہ پانی نفوذ کرکے اسکے نیچے کے موزے تک پہونچ جاوے
بقدر فرض کے ہم ہرچند شفوف لغت مین بمعنی رقت ثوب ہی لیکن یہان مراد پانی کا نفوذ ہی بدلیل استثنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی مختصراً
ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اُتارے دونون جرموق موزون پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزون پر ولو نزع احدہما مسح الخف والجرموق
الباقی اور اگر ایک جرموق اُتارے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرموق کو یعنے اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونون کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ
تحتہا ومسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا ہاتھ دونون جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزون کو مسح کیا تو جائز نہین یعنے اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق
خارج ہی نہ خف داخل والمنعلین بسکون نون ما جعل علی اسفلہ جلدۃ اور منعل جرابون پر مسح جائز ہی منعل بسکون نون وہ جراب ہی جسکے نیچے چمڑا لگایا گیا
یعنے اسکے تلوے پر فقط چمڑا ہی نہ ٹخنون پر والمجلدین اور چمڑا مڑھی جرابون پہ مسح جائز ہی نہر الفائق مین ہی جراب مجلد وہ ہی جسکے اوپر اور نیچے
چمڑا مڑھا ہو مرۃ مسح کرنا ہی ایک بار یعنے دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہی کذا فی النہر ولو امراۃ او خنثی مسح جائز ہی اگرچہ ہو محدث عورت یا خنثے
ملبوسین علی طہر مسح جائز ہی اس حالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنی گئی ہین طہارت پر فلو احدث ومسح بخفیہ او لم یمسح فلبس جرموقیہ
لا یمسح علیہ تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اُسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا نہ کیا پھر اُسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نہ کرے یعنے اسواسطے کہ جرموق
کو اُسنے طہارت پر نہین پہنا بلکہ موزون پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ اُنکو طہارت پر پہنا ہی کذا فی الطحطاوی تام خرج الناقص حقیقۃ
کلمعۃ او معنی کالمتیمم والمعذور موزے ملبوس ہون طہر تام یعنے پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہوگئی ناقص
حقیقی چنانچہ اعضاء وضو مین سے قدرے خشک رہگیا اور ناقص معنوی چنانچہ تیمم کرنے والے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہ ہی کہ پانی کے
نہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد
اسکے پانی پایا تو اسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہی کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح کرتا ہی یعنے
معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہی مسح جائز ہی بعد ظہر کے عصر کے
وقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضو کامل الا اذا توضا ولبس علی الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح
سالم کے مانند ہی جواز یعنے اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہی تو تا بقاے مدت مسح اسکو تندرست کے مانند جائز ہی عند الحدث طہر تام چاہیے
وضو ٹوٹنے کے وقت یعنے مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضرور نہین بلکہ حدث کے وقت ضرور ہی فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء
فابتل قدماہ ثم تم وضوءہ ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونون پانون اُسکے تر ہوگئے پھر اُسنے باقی
اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اسکا وضو ٹوٹا تو اسکو مسح کرنا جائز ہی یعنی اسواسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہی اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہو ہم اسیطرح اگر اُسنے
دونون پاؤن کو دھویا پھر موزون کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پانون نہ دھوئے پھر ایک پانون دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پانون دھویا اور دوسرا
موزہ پہنا ان صورتون مین بھی مسح جائز ہی بدلیل مذکور یوما ولیلۃ للمقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا للمسافر مسح کرنا جائز ہی مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو
تین رات دن وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہی یعنے ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے
ٹوٹنے سے ہی نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم گاہے مسح کرتا ہی چھ نماز مین ہم صورت اسکی یہ ہی
کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک باوضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

۵۷ موزہ پہننے والا ۱۲

دین ولی وقت مین کہ انی تحفۃ فی وقت تنقض ان من سنۃ اور تعبی آدمی تو وہ نہیں ہوا اگر چار نمازیں گذر گئیں تو قضا کی خف مبس انحف فقط امسح یعنی فقط
قضا و امدت چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا تیمم ہونے سے پہلے پھر بعد صبح ہونے کے ناز پڑھی پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا اور پیر
شخص نے وضو کی گئی ناز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہیں اسواسطے کہ حدث واقع ہوا اسکے آخر نماز مین کذا فی القتح فی یضہ ولو سفر عزب شتا بیاہ تکیو یخطے
انفصا مسح کر لینا اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز فوت ہوگی مدت گذرنے کے ساتھ اور یہ مفسد نماز ہو کیونکہ خطے عاہتہ تو
التنفس اور برتع موزہ قضا مین العدم الحرج جائز نہیں مسح کرنا اگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب نہونے مشقت اور تکلیف کے امر
دوسری وجہ عدم جواز کی یہ ہو کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزے پر نہیں ہو سکتا و فرضہ عملا قدر ثلث
اصابع الید اصغرہا طولا وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیون کے برابر ہو طول اور عرض مین ہر
پانوں سے نہ موزے سے مم یعنی فرض مسح اسی قدر ہو خواہ ابتدا مسح کی پانوں کی انگلیون سے ہو خواہ پنڈلی سے خواہ دہنے بائیں سے اور مسنون
مسح یہ ہو کہ جو پہلے بیان ہوچکا کہ انگلیون سے ہو پنڈلی تک ہر پانوں کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پانوں پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر
دو انگلی کے تو فرض ادا نہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پانوں سے اور اسپر وہان مسح کیا جو پانوں کے محاذی نہیں تو بھی فرض ادا نہوگا فقط
بیدالاصبع جب فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہوں نے مسح مین ایک انگلی کو کھینچنا منع کیا ہو یعنے اگر ایک انگلی کو ایکبار تر کر کے بقدر تین
انگلی کے مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدے جدے مقام پر مسح کیا تو جائز ہو کذا فی البحر فلو مسح برؤس
اصابعہ وجافی اصولہا لم یجز سو اگر انگلیون کے سرون پر مسح کیا اور انگلیون کی جڑون کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہوا یعنے اسواسطے کہ مستعمل پانی
سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ المصنف مگر یہ کہ انگلیون کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہوگیا تو مسح
جائز ہو ایسا کہا ہو مصنف نے اپنی شرح مین مم اسواسطے کہ فرض حاصل ہوگیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی الذخیرۃ ان کان
متقاطرا جاز والا لا پھر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہو کہ اگر انگلیون کے سرون سے پانی ٹپکتا ہو تو مسح جائز ہو یعنے اسواسطے کہ فرض حاصل ہوا
غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہیں ہو تو مسح جائز نہیں ولو قطع قدمہ ان بقی من ظہرہ قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبہ اور اگر ایک آدمی کا
پانوں کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنے تین انگشت کے باقی ہو تو موزون پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہیں تو دونون پانون کو
دھووے مانند اس شخص کے جسکا پانوں ٹخنون سے کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سے سو اسکو بھی مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ مسح کا محل باقی نہیں رہا کر
غسل کا محل باقی ہو ولو لہ رجل واحدۃ مسحہا اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانوں ہو مید التسی یا ایک پانوں ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پانون
کو یعنی اسکے موزے کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہو مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبون کے مم ہر چند
غصب کرنا گناہ کبیرہ ہو لیکن ماسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعا جسطرح جائز ہو دھونا مغصوب پانوں کا بالاتفاق مم اطلاق غصب کا
اسپر مسامحہ ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ کسی شخص کا پانوں بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کر کے اسنے پانوں دھویا کذا فی
الطحطاوی والخرق الکبیر بموحدۃ او مثلثۃ وہو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بکمالہا ومقطوعہا یعتبر باصابع مماثلہ کمجہ اور موزے کا بڑا پھٹا
سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی پوری تین انگلیون کی برابر مانع ہو مسح کرنے کا اور جس شخص کی سب انگلیان کٹی ہین تو اسکے مثل دوسرے شخص کی انگلیون کا
اعتبار کیا جاویگا شارح نے کہا لفظ کبیر کا با موحدہ یا ثا مثلثہ دونون سے ہو سکتا ہو طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ با موحدہ کی روایت صحیح ہو
اگرچہ ثا مثلثہ بھی بتاویل متصور ہو الا ان یکون فوقہ خف آخر او جرموق فیمسح علیہ مگر یہ کہ پھٹے موزے پر دوسرا درست موزہ دیا جو موق تو اسپر مسح کرلے

اسواسطے کہ اعلی کا اعتبار ہے نہ اسفل کا وہذا لو الخرق علے غیر اصابعہ وعقبہ ویری ما تحتہ اور یہ یعنے اصابع مین صغیر کا اعتبار کرنا اسوقت ہے کہ سوراخ اور دریدگی اسکی انگلیون اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پانون نظر آتا ہو فلو علیہا اعتبر الثلث ولو کبارا اور اگر دریدگی انگلیون پر ہو تو عدم جواز مسح مین تین انگلیون کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی انگلیان ہون یعنے تو اس صورت مین صغیر کا اعتبار نہین تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی انگلی منکشف ہوجاے اور وہ بقدر تین چھوٹی انگلیون کے ہو تو مسح اسپر جائز ہے اور اگر ان دونون کے بیچ کی انگلی بھی کھلجاے تو مسح جائز نہوگا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر بدو اکثرہ اور اگر دریدگی ایڑی پر ہے تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہے یعنے آدھی ایڑی سے اگر زیادہ کھلی ہوئی ہے تو مسح جائز نہین ہے قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور ظاہر متون مین ہر مقام مین تین انگلیون کا اعتبار ہے اور اسی قول کو کمال الدین صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدر اسقدر جو مسح کا مانع ہے پیادہ پا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہین اگرچہ بہت پھٹا ہے ہم حلبی نے کہا کہ زمین سے پانون اٹھانے کے وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہین کما لو انشقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ اسکا استر تو مسح کا مانع نہین خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے مین کذا فی الطحطاوی ویجمع الخروق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے جاتے ہین ایک موزے مین نہ دونون موزون مین یعنے اگر ایک موزے مین کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہے تو اسکو جمع کرکے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت کے ہے تو مسح جائز نہین والا جائز ہے اور اگر ایک موزے مین بقدر دو انگشت کے پھٹا ہے اور دوسرے موزے مین بقدر ایک انگشت کے تو دونون پر مسح جائز ہے بشرط ان یقع فرضہ علے الخف نفسہ لا علی ما ظہر من خرق ایسیر مسح جائز ہے دونون موزون پر اس شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اس مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہے واقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی لا ینقض الماضوی قہستانی اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہے واسطے منع کرنے مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہے کذا فی القہستانی ہم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنے کا ارادہ ہے اور استقبالی مسح وہ ہے جو آگے ہوگا اور مسح ماضی کی یہ صورت ہے کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ اسقدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت وہذان ما ینقض التیمم یمنع ویرفع کنجاستہ وانکشاف حتے انعقادہ کما سیجئ فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ مذکور ہوچکا باب تیمم مین کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہے جیسا کہ پانی کا موجود ہونا اور اسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتدا تیمم کا مانع ہے اور دور کرنے والا ہے تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتداء صلوٰۃ کی مانع ہے اور صلوٰۃ موجودہ کی رافع ہے یہان تک کہ انعقاد صلوٰۃ یعنے تحریمہ کا مانع ہے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہے کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہے اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہے ما تدخل فیہ المسلۃ لا ما دونہ الحاقا لہ بمواضع الخرز کمتر سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہے وہ ہے جسمین ٹانٹ وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہوا نہ وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہے بوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنے جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو ہین لائق شمار کے نہین اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہین بخلاف نجاستہ متفرقہ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقا برخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبوے محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیان اسواسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہین مطلقا یعنے ایک مقام مین ہون یا چند مقامات مین ہم نجاست متفرقہ موزون مین ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان مین یا مجموع مین اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اسکی پیٹھ اور پچھران مین تو یہ جمع کیا جاویگا نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبو بھی متفرق اکثر اعضا مین جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے ہوجائیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشم کی بوٹیان بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مردکو اسکا پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق اذنی الضحیۃ

ف یہ لفافت سے اسی کی خبر ماتدخل ہے جو چند سطر بعد آویگی ۱۲ منہ

بالاجماع کما یعلم من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن باختصار حتے زعم بعضہم انہ خرق الاجماع فتنبہ لیکن جبکہ ایڑی کا ٹلجانا اپنے محل سے
قصد سے نہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اُسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہین ٹوٹتا ہی بالاتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہی یہ قول نہایہ کی
طرف منسوب ہوتا ہی اور اسی طرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا مگر اختصار عبارت کے ساتھ یہان تک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہی کہ قہستانی نے
اجماع کو پھاڑا یعنے مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اسکا قول اجماع کے مخالف نہین ہی وینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو ادخل الماء
خفیہ صححہ غیر واحد اور موزے مین اکثر پانون کے دھوجانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہی اگر اُسنے اپنے موزون مین پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون
نے صحیح کیا ہی م حلبی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر پانی خود موزے مین داخل ہوگیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وہو الاظہر کما فی البحر
عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث الی الرجل فلا یقع ہذا غسلا معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نہر فیغسلہما ثانیا بعد المدۃ او النزع کما
اور بعضون نے کہا کہ موزے مین پانی کے داخل ہونے سے مسح نہین ٹوٹتا ہی اگرچہ پانی زانو تک پہونچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہی چنانچہ بحر الرائق مین
سراج سے منقول ہی اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزے سے منع کرتا ہی حدث کے پہونچنے کو پانون تک تو اسطرح کا دھوجانا معتبر دھونا نہ ٹھہریگا تو بطلان
مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہی تو دونون قدمون کو مدت اور اُتارنے کے بعد دوسری بار دھوویگا چنانچہ مذکور ہوچکا وبقی من نواقضہ
الخرق وخروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض مین سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق مین نماز کے وقت کا نکلجانا **مسح مقیم** بعد حدثہ
سافر قبل تمام یوم ولیلۃ فلو بعدہ نزع مسح ثلثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اُسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہوجانے سے پہلے تو وہ
تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہوجانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اُتارے م تین دن مسح کرے یعنے مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح پر
کہ مجموع تین دن ہوجاوین اور یہ مراد نہین کہ سفر سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضی مدۃ مقیم نزع والا اتمہا
لانہ صار مقیما اور اگر مسافر مقیم ہوگیا مدت مقیم یعنے ایک رات دن کے بعد تو موزہ اُتارے اور پانون دھوے اور اگر ایک رات دن نہین گذرا تو مقیم کی
مدت کو پورا کرلے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہوگیا وحکم مسح جبیرۃ ہی عیدان یجبر بہا الکسر وخرقۃ قرحۃ وموضع فصد وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ
ولو برأسہ کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے چھپانے کا حکم فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اُسکے چنانچہ زخم کی پٹی اگرچہ زخم سر مین ہو اُسکے
ماتحت کے دھونے کے مانند ہی یعنے بدل نہین ہی شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان ہین جنسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہی فیکون فرضا یعنے عملیا لثبوتہ بظنی
وہذا قولہما والیہ رجع الامام وخلاصۃ وعلیہ الفتوی شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض
عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور حکم یہ یعنے مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہی اور اسی کی طرف امام نے آخر
کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ مین ہی اور اسی فرض پر فتوی ہی چنانچہ مجمع کی شرح مین ہی م جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہی کہ علی مرتضی رض کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد
یا خیبر مین ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مسح علے الجبائر کا امر فرمایا اگرچہ حدیث ضعیف ہی لیکن تعدد طرق سے قوی ہوگئی
ہی امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کے قائل ہوئے وقدمنا ان لفظ الفتوی آکد من التصحیح من المختار والاصح والصحیح اور ہمنے دیباچہ
کتاب مین پہلے ذکر کردیا ہی کہ فتوے کا لفظ تصحیح مین موکد تر ہی مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے م یعنے ہرچند بعضون نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہی
لیکن فرضیت مین فتوے کا لفظ واقع ہوا ہی تو فرضیت موکدہ تر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ ذکر منہا ثلثۃ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے
کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہی مسح موزے کی کئی وجہون سے اُنہین سے مصنف نے تیرہ وجہون کو یہان ذکر کیا ہی فقال فلا یتوقت لانہ کالغسل حتے
یؤم الاصحاء سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنے مدت معین نہین اسواسطے کہ وہ دھونے کے مانند ہی تا اینکہ مسح کرنے والا تندرستون کی

واجب کرتا ہے یعنے اس واسطے کہ وہ صاحب عذر نہیں کذا فی التبیین ولو ربطها باخرى او سقطت العليا لم يجب اعادة المسح بل يندب اور اگر ایک جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہو گئی تو دوسری پر مسح کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے ويجمع مسح جبيرة رجل مع غسل اخرى اور جمع کیا جاتا ہے ایک پاؤن کی پٹی کا مسح دوسرے پاؤن کے دھونے کے ساتھ یعنے اگر مسح جبیرہ کا جمع ہو گا ساتھ غسل کے تو جمع ہوتا جیسے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں کذا فی الدرر لا مسح خفها جمع نہین کیا جاتا جبیرہ کے موزے کا مسح دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنے اگر دونون قدم پر جبیرہ ہو سوانے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کیا تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا بل ينبغي ان يجمع مسح خفيه بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہے مگر صورت اسکی یہ ہے کہ اگر ایک پاؤن پر جبیرہ ہے سوا اسکا مسح کیا اور دوسرے پاؤن کو دھویا پھر دونون قدم پہ موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز ہے اسواسطے کہ جمع متقدم بیان نہین ہے یعنے اصل اور بدل مین بیان اجتماع نہین کذا فی الطحطاوی ويجوز اي يصح مسحها ولو شدت بلا وضوء وغسل دفعا للحرج اور جائز ہے یعنے مسح جبیرہ کا صحیح ہے اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ويترك المسح كالغسل ان ضر والا لا يترك اور ترک کیا جاتا ہے جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہان کا متروک ہے اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہ ہو تو ترک نہ کیا جائے مراد ضرر سے مراد وہ ضرر ہے جو اعتبار کے لائق ہے نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ حل ادنے ضرر سے خالی نہین اور یہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی وهو اي مسحها مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہے ساتھ عاجز ہونے کے مسح کرنے نفس موضع سے یعنے عضو کو جب مسح نہ کر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے اور عاجزی کی صورت یہ ہے کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جسکا کھولنا ضرر کرتا ہے کذا فی الدرر فان قدر عليه فلا مسح عليها سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہیں ہے محیط مین ہے کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط سے غافل ہین کذا فی الدرر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فلو ضر مسحها فان ضر سقط اصلا حاصل کلام یہ ہے کہ دھونا محل مکسورہ کا لازم ہے اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنے اگر سرد پانی سے دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے دھونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کا مسح کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنے دھونا لازم رہا نہ مسح کرنا ونحو مفتصد وجرح يمسح على كل عصابته مع فرجتها في الاصح ان ضره الماء او حلها اور مسح کرے فصد یعنے دلالا اور زخمی اور جو کچھ اسکی مانند ہے ساری پٹی پر مع اس مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونون طرف کشادہ ہے صحیح تر قول مین اگر اسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا مضر ہو مصنف استیعاب مسح مین صاحب کنز کا تابع ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہے یہ ہے کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہے اور گرہ کے پاس کشادگی کا مسح کرنا کافی ہے ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول صحیح ہے یعنے غسل مین جو دہان کے دھونے کو فرض کہا ہے سو صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ومنه ان لا يمكنه ربطها بنفسه ولا يجد من يربطها اور منجملہ ضرر کے یہ ہے کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا ممکن نہین اور نہ اس شخص کو پاتا ہے جو پٹی کو باندھ دے انكسر ظفره فجعل عليه دواء او وضعه على شقوق رجله اجرى الماء عليه ان قدر والا مسحه والا ترکہ ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سوا اسنے اسپر دوا رکھی یا پاؤن کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو مین اسپر پانی کو بہا دے اگر ہو سکے اور اگر نادر ہو تو اسکو مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے یعنے تو دھونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہو گیا عذر سے والمسح يبطله سقوطها عن برء والا لا اور مسح کو باطل کرتا ہے گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہین ہوتا برخلاف مسح موزہ کے فان سقطت في الصلوة استانفها پھر اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہو گئی تو نماز کو پھر شروع کرے وكذا الحكم لو سقط الدواء او برء موضعها وان لم يسقط مجتبى اور اسی طرح حکم تفصیل ہے اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچھا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہین گری کذا فی المجتبی مترجم کہتا ہے کہ اگر دوا صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہو گیا تو نماز کو دہرائے

شروع کرے وینبغی تقییدہ بما اذا لم یضرہ ازالتہا فان ضرہ فلا بحر اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیئے اس صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اُتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو
باطل نہین کذا فی البحر م یعنے پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اسوقت مسح باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کھول ڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی
نہایت چپکی ہو گوشت سے اور اسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہی تو اس صورت مین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح
علیہا وعلے توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق م توابع جبیرہ جیسا
اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہی ولا یشترط فی مسحہا استیعاب و تکرار فی الاصح فیکفی مسح
اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدھے سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہو
اسی قول پر فتوی ہو م یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہی اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی
اسی قول پر ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف مسح موزہ
کے کہ اسمین ایک قول مین نیت شرط ہی اور راجح قول یہ ہی کہ موزے کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی نسخ المتن ربما عنہ المصنف فی شرحہ اور جو عبارت
متن کے نسخون مین ہی مصنف نے اسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین م یعنے شرح منح الغفار مین ومسح نحو مفتصد وجریح سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا
تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تھا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض نہ لگتا

باب الحیض

یہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین عنون بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض
کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اس باب مین حیض و نفاس و استحاضہ
تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہی برخلاف نفاس کے
کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہی نہ ہر عورت کو ہو لغۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ
بسبب الدم المذکور دہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے اور اصطلاح شرع مین بنا بر اس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے
شرعی رکنا ہی خون مذکور کے سبب سے یعنے جن عبادات مین طہارت شرط ہی چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد انمین شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار
کیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنا بر اس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہی منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے
رحم یعنے بچہ دان سے جاری ہوتا ہی خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکلگیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹ
جانے سے نکلتا ہی اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ رحم کی قید سے خارج ہو گیا ومنہ ما تراہ صغیرۃ وآئسۃ ومشکل اور منجملہ
استحاضہ وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہی اور وہ بڈھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی مشکل دیکھے قول مختار یہ ہی کہ
۵۵ برس کی عورت آئسہ ہی کذا فی الاکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہو گیا حیض کی تعریف سے اسواسطے
کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحوا لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونے کا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تھا
حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کھا لینے سے وہ درخت گیہون تھا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہی رحم سے
یعنی فرج داخل کے کنارے کے برابر ہو جائے جس سے منع کیا گیا ۱۲ یہی قول معتمد ہی اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرہ اختلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے
وضو کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اسکے بعد معلوم کرتا ۱۲ تو محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سار روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنے جبکہ خون کنارہ فرج کے
معلوم کرتا ۱۲

معتادہ نہ ہوا اور اگر معتادہ ہو تو بالاتفاق حیض بالاقدام ثابت ہوگا کذا فی الفتح وہی من شروط تقدم نصاب الطہر و لو حکما و حیض کی شرط مقدم ہونا ہے نصاب طہر یعنے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہو مثل طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو اور مدت استحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ خاہر ہو یکسا اگر خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکما ہو رہ عدم النقص من اقلہ اور شرط حیض کی کم نہونا کہ اسکے

مدت حیض سے یعنی تین دن سے معاوانہ بعد الثانیۃ اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہو وقت ثبوتہ بالبروز فیہ تترک الصلوۃ و لو مبتدأۃ فی الاصح لان الاصل الصحۃ و الحیض دم صحۃ یعنی اور حیض کے ثابت ہونے کا وقت اسکے خارج ہونے سے ہو اسوقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلے پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول مین اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہو اور حیض صحت کا خون ہو کذا فی المنح مع غیر ارجح یہ قول ہو کہ جسے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور ارجح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہو کہ جب اُسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو پھر دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے کہ صحت اجسام اصلی ہو اور مرض مقتضی استحاضہ عارضی ہو تو مقتضا اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ و اقلہ ثلثۃ ایام بلیالیہا الثلث

اور کم مدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھ خواہ اُنھین دنون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان العدد و المقدر بالساعات الفلکیۃ لا للاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہو جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنے نجومی گھڑیون سے کیا گیا نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنے یہ مراد نہین کہ اُنھین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہو ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہو اسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت زمانی رات یا دن کے بارھوین حصے کا نام ہو اسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسیطرح ساعت لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہو زمانہ کے ہر ایک جزء سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہو حیض نہین کیونکہ اقل مدت اسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونے کے بعد خون منقطع ہو تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی بتصرف فلا یلزم کونہا لیالی تلک الایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے تو راتون کو اُنھین دنون کی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہو دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ مطلقاً تین راتین لازم ہین جسطرح یہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے و کذا قولہ و اکثرہ عشرۃ بعشر لیالی کذا رواہ الدار قطنی و غیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہو کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھ مطلقاً خواہ اُنھین دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہو اقل اور اکثر مدت کو دار قطنی وغیرہ نے ہم یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو تو مرتبہ حسن کو پہونچکر لائق احتجاج کے ہو گئی کذا فی النہر و الناقص عن اقلہ و الزائد علی اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ و جاوز اکثرہا و ما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد و آیسۃ علی ظاہر المذہب و حامل و لو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہو اور جو اکثر مدت حیض سے یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہو یا زائد ہو حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس کی کم عمر کی لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈھی عورت دیکھے جسکو حیض سے نا امیدی ہو گئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہو ہم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہو اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی مثلاً عادت ہو اور اسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارھوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہو اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہو گیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی و اقل الطہر بین الحیضتین او النفاس و الحیض

خمسة عشر یوما ولیالیھا اجماعا اور کمتر مدت طہر کی یعنے پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ دن اور راتین ہاتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت مین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہوگئی ہو کذا فی الطحطاوی ولا حد لاکثرہ وان استغرق العمر اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کر جاے ہم استغراق طہر کی تین صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ عورت بالغہ ہوجاے عمر کی وجہ سے اور تمام عمر اُسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اسکی عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اُسکے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہوجاے اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہی تیسری یہ کہ ایسا خون دیکھے جو حیض ہو سکتا ہی پھر دائمی انقطاع ہوجاے اسکا حکم بھی پہلی صورت کے مانند ہی مگر یہ کہ اُسکی عدت منقضی نہوگی مگر حیض سے اگر حیض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اُسکی عدت منقضی ہوگی ابتدا از سن ایاس سے چنانچہ باب عدة مین مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج الی نصب عادة لھا اذا استمر بھا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنے کی احتیاج کے وقت جبکہ اُسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہو جاے یعنے سیلان دائمی مین اللبالہ کثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فیحد لاجل العدة بشھرین بہ یفتی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائے جاوینگے یہی قول مفتی بہ ہی ہم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہی اور یہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہی یہ مبتداۃ مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتدا جوانی سے برابر خون جاری ہوگیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتدا از دیت سے خواہ عشرہ اولی ہو یا عشرہ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداۃ کو اُسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اُسکی عدت اُنسٹھ دن مین منقضی ہوگی تین حیض تیس دن کے اور دو طہر ایک طہر بیس دن کا اور دوسرا اُنیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۸۹ یا ۹۰ دن مین تین حیض تو تیس دن کے اور تین طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دو طہر اُنتالیس دن کے یا ایک طہر اُنیس دن کا اور دو طہر بیس بیس دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین عدت منقضی ہوگی ۹۹ یا ۱۰۰ دن مین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وعم کلامہ المبتداۃ والمعتادة ومن نسیت عادتھا اور مصنف کا کلام نصب عادت مین شامل ہی مبتداۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بھولی اور اس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی ہم یہ کلام فی نفسہ صحیح ہی اگرچہ کثیر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہ کلام الا عند نصب عادة لھا اذا استمر بھا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بھی صادق آتا ہی وتسمی المحیرة والمضللة اور جو کہ حیض کی عادت بھول گئی اسکو محیرہ اور مضللہ کہتے ہین ہم محیرہ اور مضللہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہین یعنے وہ عورت اپنے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہی یا یہ کہ اُسنے فقہا کو حیران کر رکھا ہی اور اسکو ناسیہ بھی کہتے ہین رسالہ اور متحیرہ بھی بولتے ہین واضلالھا اما بعدد او بمکان او بھما کما بسط فی البحر والحاوی اور اسکا گم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا بھولنا ہی کہ کے دن حیض آتا تھا یا مکان کا بھولنا ہی یعنے شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بھولنا ہی یعنے نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ بحر الرائق اور حاوی مین شرح مذکور ہی وحاصلہ انھا تتحری اور حاصل اس بیان شرح کا یہ ہی کہ بھولنے والی اٹکل دوڑاوے اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنون کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کر کے نماز پڑھا کرے اور جن دنون کو حیض سمجھے اُنہین نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہی کہ جب اُسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسی طرح دل نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو اُسکا حکم شارح بیان کرتا ہی ومتی ترددت بین حیض ودخول فیہ وطہر توضأت لکل صلوٰة اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جس دن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہی اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر مفروض اور واجب کے پڑھے اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے وتمامہ فی الطحطاوی

ان الفاظ کی تفسیر رسالۂ نسیم کی ۱۲

(نسیم)

وان نوی الدخول فیہ مس آیۃ سنۃ و ما کرہ وہ ہو ہوش اور ظہر میں عدد ظہر کے داخل ہونے یعنے حیض سے خلیہ ہوئے میں تو بہتر ہے کہ وہ نسل کرے
اسواسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی ہو اور دخل ہونا و تیرا غیرہ کرے تو صبا ہوا گا اور چھوڑنے نماز نیز ہو کہ وہ مسجد کے باہر کے اور جماع کو نیتے وہ ن حرام
اپنے ورتہ او نشوہ کے شاید حیض میں جماع واقع ہو موصل حیض مختص سے کہا کہ یہ دوسری صورت سے متعلق ہو نقصوم ہو ونسیان کی نقص ستر ین یوما من حیث
ابتد لیلا او نہا سے رمضان میں روزہ رکھے پھر دو دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیداری سے پہلی رات کو اسواسطے کہ اکثر ساعات سے شہر
ہوا تو رات یقینا ہو گا انکا روزہ رمضان میں سوا دس دن کے فاسد ہوا ور دس دن قضا کے فاسد ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے
احتمال سے تو بیس دن تک قضا کرنے میں دس روزے بالیقین طہر میں واقع ہوئے والا ثانیہ وعشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنے اگر ابتدا حیض دن سے
جانتی ہو تو بیس دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن میں ختم ہو گا گیارھویں دن تو گیارہ روزے اسکے فاسد ہوئے اور اسی قدر قضا کے
کذا فی الحلبی تو بیس دن کی قضا میں گیارہ روزے بالیقین طہر میں واقع ہونگے وتطوف لرکن ثم تعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارت کہتے
ہیں پھر اسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ میں طہارۃ واجب ہو اور شاید کہ وہ طواف حیض میں واقع ہوا ہو ولتصدر ثلا تعید
اور طواف الصدر کرے یعنے کعبہ سے رخصت ہونے کا طواف اور اسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہو وتعتد للطلاق بسبعۃ اشہر
علی المفتی بہ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے مفتے بہ قول پر یعنے مسئلہ اور اسی طرح ممتادۃ ستمرۃ الدم لقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے
کذا فی الحلبی اسلیے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق میں گذرا کہ اکثر طہر اسکا دو مہینے کا ہو وما تراہ من لون کالکدرۃ والتربیۃ
فی مدۃ المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ میں جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہو مع جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور
سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولے حیض ہو گا سوی بیاض خالص قیل ہو شئی یشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہیں ہو بعضوں
نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہو سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہو لیکن تحقیق یہ ہو کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض
مراد ہو کذا فی نہر الفائق ولو المرئی طہرا متخللا بین الدمین فیہا حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونوں کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہو یعنے حیض کے دس
دن کی مدت میں اول خون نظر آیا اور آخر میں بھی نمود ہوا اور درمیان میں خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر تخلل بین الدمین بھی حیض میں داخل ہو لان العبرۃ لاولہ وآخرہ
وعلیہ المتون فلیحفظ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اسکے اول اور آخر کا اعتبار ہو اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے جیسے
وجوب زکوۃ میں ابتدا اور انتہاء سال میں نصاب کا ہونا کافی ہو اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض میں مدت کے اول اور آخر کا
اعتبار ہو درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہو شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار
کیا ہو لیکن اصحاب شروح نے اسکی تصحیح نہیں کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہیں کیونکہ یہاں خون اثناء مدت میں منقطع ہو اور زکوۃ میں بقاء جزو نصاب
اثناء سال میں مشروط ہو صاحب نہر الفائق نے اسکو یوں رد کیا ہو کہ یہ قیاس نہیں ہو نصاب پر بلکہ اسکا نظیر بیان کیا ہو ثم ذکر احکامہ بقولہ یمنع صلوۃ مطلقا
ولو سجدۃ شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہو نماز کو مطلقا یعنے خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ
شکر کا ہو وصوما وجماعا اور حیض مانع ہو روزہ اور جماع کو وتقضیہ لزوما دونہا للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے بضرورت نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت
کے کہ نماز ہر سال ہر روز فرض ہو اور روزہ سال بھر میں ایک مہینا تو قضاء صوم میں حرج نہیں اور نماز کی قضا میں دقت ہو ولو شرعت تطوعا فیہما
فحاضت قضتہما خلافا لما زعمہ صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہو گئی تو نماز روزہ دونوں قضا کرے برخلاف
اس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہو کذا فی البحر یعنے شارح وقایہ نے کہا ہو کہ روزہ قضا کرے نہ نماز وفی الفیض لو نامت طاہرۃ وقامت

حائضة حکم بحیضہا مذ قامت اور نفیس مین ہو کہ اگر عورت سوئی پاک اور اُٹھی حیض کی حالت مین تو اُسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اُٹھی ہم یہ حکم
نظر باحتیاط ہی تو اگر عشا کے وقت بدون نماز پڑھے سوگئی اور صبح کو اُٹھی تو عشا کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہی
ولطاہرۃ مذ نامت احتیاطاً ائسکے بالعکس مین یعنے سوئی حائض اور اُٹھی طاہر تو اسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے ہم بعضون نے
کہا قولہ احتیاطاً عکس کی علت ہی مین کہتا ہون کہ وہ دونون صورتون کی علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اسپر دلیل بحرالرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے
گدی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اُٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سوا اُسنے تراوٹ دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے
سے پہلے اسکو پاک قرار دینے کی وجہ سے پہلی صورت مین گدی رکھنے کے وقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت مین گدی کے جدا کرنے کے
وقت سے نظر باحتیاط دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی **ویمنع حل دخول المسجد** اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اس سے معلوم
ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین نجاوے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہی اور اسی طرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکے پیٹ مین ریح گھومی وہ اُسکے خارج
کرنے کو باہر مسجد کے نکلجاوے یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد مین کسی کو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کرکے وہین
ٹھہرا رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہی اور اگر خوف سے وہین ٹھہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً **و حل الطواف** ولو بعد دخولہا المسجد وشروعہا
فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف مین شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو **و قربان ماتحت الازار**
یعنے مابین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہی حیض تہ بند کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت
بدون شہوت کے ہو یعنے جماع کرنا اور ان وہان لگانا اور بدون شہوۃ کے ہاتھ لگانا سب حرام ہی ہم یہ حرمت استمتاع ماتحت الازار کی درصورت عدم حیلولت
کے ہی اور اگر بدون جماع کے استمتاع ماتحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنے کپڑا درمیان مین حائل ہو تو جائز ہی اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا
پکانا اور اُسکے آٹے اور پانی چھوئے کو استعمال کرنا مکروہ نہین اور حائض کے بچھونے سے علحدہ رہنا لائق نہین کہ یہ یہودیون کا فعل ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وحل ماعداہ مطلقاً اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہی مطلقاً ہم ماسوائے قربت مذکورہ نظر ماتحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر
کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کا کذا فی الحلبی وہل یحل النظر ومباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت
کی ماتحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ اسمین تردد ہی ہم شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے
متردد ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے مین کچھ تردد نہین اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہین وہ داخل ہی اس قول کے تحت مین وحل ماعداہ مطلقاً
کذا فی الطحطاوی **و قراءۃ قرآن** بقصدہ اور حیض منع کرتا ہی قرآن پڑھنے کو قرآن کی نیت سے ہم حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم
یہی قول ہی کرخی کا اور اکثر کتب مین اسی کی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بہ قصد ثنا یا افتتاح امر یا بقصد دعا تو اصح روایت مین ممنوع نہین اور
بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑھنا مباح ہی مطلقاً اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک اُسکا خلاف اولےٰ ہی کذا
فی الطحطاوی **و مسہ** ولو مکتوباً بالفارسیۃ فی الاصح اور حیض منع کرتا ہی قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط مین لکھا ہو صحیح تر قول مین ہم
مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہین خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درم یا دیوار پر مصحف کا مس کسی طرح جائز نہین نہ حوض کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی
برخلاف غیر مصحف کہ اُسمین مکتوب کا مس جائز نہین اور غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر **الا بغلافہ المنفصل** کما مر مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہی
چنانچہ گذرا یعنے جزدان کے ساتھ چھونا درست ہی چولی کے ساتھ درست نہین ہم قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور ہین جنمین تبدیل اور تحریف واقع
نہین ہوئی فقہا نے کہا ہی کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چھونا حائض کو مکروہ ہی کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہین اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی

کو جیسے خریطہ جو علیحدہ ہو یا جزدان ہو کذا فی النہر وکذا یمنع مس کتب فیہا آیۃ اور اسی طرح نہ کتاب قرآن کے اُٹھانے کو جیسے اُس سے جدا ہو
ورق کہ لکھا ہو اسمیں قرآن یعنی آیت قرآنی مکتوب ہو اور اگر آیت سے کم لکھا ہو تو اسکا چھونا مکروہ نہیں کذا فی الخلاصۃ ومن من التوراۃ والانجیل ولا باس
للحائض والجنب بقرأۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللّٰہ تعالیٰ والتسبیح وزیارۃ القبور ودخول مصلے عید اور کچھ مضائقہ نہیں حائض اور جنب کو دعائیں
کے پڑھنے اور چھونے اور اُٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور سبحان اللہ کہنے اور قبروں کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے میں ہم اسی طرح
نقیہ میں اشارہ ہے کہ جنب اور حائض کو ان چیزوں میں وضو کر لینا مستحب ہے والاکل والشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کھانے پینے میں کلی کر لینے اور ہاتھ
دھونے کے بعد یعنی کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا پینا مکروہ نہیں حائض کو بوجہ لفظ لا باس کا خلاف اولیٰ پر جو مرجع ہے کراہت تنزیہی کا والا فہو مکروہ
کرنا بدلیل قول شارح وان قبلہا فیکرہ کذا فی الشرح وان قبلہا فیکرہ یجنب لا حائض الم تخاطب بغسل ذکرہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے کھانا
پینا جنب کو مکروہ ہے نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانے کا حکم نہ ہو یعنی طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ہم جنب اور حائض میں فرق یہ ہے کہ جنب
کا منہ دھونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہے تو پانی مستعمل ہو گا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہر چند یہ تعلیل طعام میں جاری نہیں برخلاف حائض کہ اُسکا حدث مرتفع
نہیں ہوتا قبل از انقطاع حیض ولا یکرہ تحریما مس قرآن بکم عند الجمہور تیسیرا وصحح فی الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط اور مکروہ تحریمی نہیں چھونا قرآن کا
آستین سے اکثر عالموں کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ میں اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا اور اُسمیں زیادہ تر احتیاط ہے ہم آستین سے مراد وہ کپڑا جو چھونے والے
کے بدن سے متصل ہو ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہے عورت سے جماع کرنا جبکہ اسکا حیض منقطع ہو لیا
حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہے یعنی جبکہ دس رات دن کے بعد حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس
عورت کا جماع درست ہے اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہے وان انقطع لدون اقلہ توضأ وتصلی آخر
الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر میں یعنی رات دن سے کم مدت میں بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت میں
ہم یہاں غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہیں ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت میں جماع کا حکم بیان نہیں کیا لیکن اُسکا حلال ہونا اگلے مسئلے
سے ظاہر ہوتا ہے یعنی جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہیں تو یہاں بطریق اولیٰ حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا
لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت میں بند ہو گیا تو جماع حلال نہیں اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم
احتیاطا اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے ہم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہے جبکہ پوری عادت کے بعد حیض
منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہے کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع
ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اُسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اسپر غسل کرنا واجب نہیں کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں
کذا فی البحر والا لا یحل حتی تغتسل او تتیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہیں یہانتک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے
موافق یعنی اگر آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اسکو تیمم درست ہو گا نہر الفائق میں ہے کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اُسکا حلال نہیں بالاجماع بنابر قول
اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنی من آخر وقت الصلوٰۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت فی وقت العید لا بد ان یمضی
وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جائے جو گنجائش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ باندھنے کی یعنی نماز کے
آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہیے بسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنی وجوب نماز کا ثابت نہیں بدون خروج وقت
کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کے وقت تو ضرور ہے کہ ظہر کا وقت گذر جائے چنانچہ سراج وہاج میں مذکور ہے ہم تو مراد یہ ہے کہ ایسے وقت میں پاک ہو

کہ خروج وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہیں کہ نماز کے اول وقت میں پاک ہو اور اسقدر زمانہ گذر جاے
جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہیں ہر چند مصنف کی عبارت عام ہی لیکن مراد یہی ہی جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کرکے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس
کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق میں ہی نہ قرآن پڑھنے کے حق میں کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی ور دین ہی لا اگر حیض
بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم میں خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے وقت
بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت میں تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداۃ ہو خواہ معتادہ انتہی۔ ہل تعتبر التحریمۃ فی الصوم الا صح لا
اور کیا صوم میں بھی تحریمہ معتبر ہی یا نہیں جواب یہ ہی کہ صحیح تر قول میں معتبر نہیں یعنے اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اسقدر زمانہ شرط ہی رات
کا جسمیں نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم میں کچھ فرق نہیں سوائے تحریمہ کے تو نماز میں تحریمہ معتبر ہی اور صوم میں معتبر نہیں وہی من الطہر مطلقا
اور وہ یعنے تحریمہ طہر اور پاکی میں داخل ہی نہ حیض میں ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثرہ والا
فمن الحیض فیقضی مطلقا ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط لئلا تزید ایامہ علی عشرۃ فلیحفظ اور اسی طرح غسل بھی طہر میں داخل ہی اگر
حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہیں تو وہ حیض میں داخل ہی تو عورت نماز قضا کرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تاکہ حیض
کے ایام دس سے زیادہ نہو جاویں سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر اکثر مدت میں انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض میں شمار نہو گا ورنہ ایام حیض کے دس
سے زیادہ ٹھہر ینگے اور یہ شرع سے ثابت نہیں ووطیہا یکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حیض سے کافر ٹھہراتا ہی اسکے حلال سمجھنے والے کو چنانچہ اس
تکفیر پر ایک نے نہیں بہت فقہا نے یقین کیا ہی از انجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند
الجمہور مجتبی اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہی اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی اعم حلال عورت کی دبر مراد ہو اور غلام وغیرہ کی دبر میں ظاہرا
یہ تکفیر کا خلاف جاری نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجئ فی المرتد انہ لا یفتے
بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضوں نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کا فر کہنا نچاہیے دونوں مسئلوں میں اور یہی قول صحیح ہی
کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہی اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہی یعنی حیض اور براز کی نجاست کے وجہ سے اور اسلیے کہ باب المرتدین
آویگا کہ فتوی نہیں دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر میں عالموں کا خلاف واقع ہی اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوے
نہیں بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہی جبکہ اسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہی یا حرام لعینہ احاد سے تو اسکی حلت
کا معتقد کافر نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض میں گناہ کبیرہ ہی اگر دانستہ ہو اپنے
اختیار سے حرمت کو جان بوجھ کر لا جاہلا او مکرہا او ناسیا گناہ کبیرہ نہیں اگر اسکی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی کے جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع
کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہی ویندب تصدقہ بدینار او نصفہ اور مستحب ہی اسکو صدقہ دینا ایک دینار
یا نصف دینار کا اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہی اصحاب سنن کی ابن عباسؓ سے ایک روایت یوں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
نے حائض سے جماع کیا اول خون میں اور حالانکہ خون سرخ ہی تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون میں جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہی تو نصف
دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہی وہل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا
اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہی ضیاء میں کہا کہ ظاہرا عورت پر یہ حکم نہیں ہی ودم استحاضۃ حکمہ کرعاف دائم وقتا کاملا اور استحاضہ کے خون کا
حکم نکسیر دائمی کے مانند ہی کہ نماز کے پورے وقت میں جاری ہی ہم خون استحاضہ چھ قسم ہی ایک وہ ہی جو اقل حیض سے کم ہو ۲- یہ کہ اگر حیض سے زیادہ ہو

ہو۔ یہ کہ حیض حبیاکہ قت سے زیادہ ہوا اور بیہ کہ حیض دس روز کا ہر چہ مہینے مین ہو۔ یہ کہ نفاس حبیاکہ قت سے زیادہ ہوا اور اُسکے نفاس ہر دن کو برر ہے۔ یہ کہ حیض ونفاس کی عادت سے زیادہ ہوا اور دونون کی اکثر مدت سے تجاوز کرجاے او ر حاملہ کو خون کذا فی الحموی اور آئسہ اور صغیرہ اور بالغہ ... کو خون ... شمع کے بر کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہے کہ اُسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے خون مین بو ہوتی ہے کذا فی الحموی عن ابو السعود صوم اور صلوٰۃ و دم الفذا و جماعاً تحی بیت ترعن و ضحی و ان قطر الدم ... خون استحاضہ منع ہین صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کو منع ہین بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ... حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہوا صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی النحو والنفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ وشرعاً دم فلوثم تره بل تكون نفساء المختار ثم يخرج من رحم اور نفاس لغت عرب مین عورت کا جننا ہے اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے تو وہ نفساء یعنے زچہ ٹھہرے گی یا نہین جواب یہ ہے کہ ان معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچہ ہے تو اُسپر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہین کذا فی البحر فلو ولدته من سرتها ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت له احكام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف مین زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچہ ہے اور اگر خون وہان سے جاری نہین ہوا تو وہ عورت زچہ نہو گی زخم والی ٹھہرے گی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام مولود کے یہ ہین کہ اُسکی مان کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھہرے گی اور اُسکی طلاق اگر ولادت پر معلق ہوگی تو اُسکے پیدا ہونے سے واقع ہو گی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقب ولد او اكثره ولو متقطعا عضوا عضوا النفاس ثابت ہوتا ہے پورا لڑکا پیدا ہونے یا اکثر یعنے نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر کٹ کٹ کر ٹکڑے ہو کر نکلا ہو لا اقله فتتوضا ان قدرت او تيمم وتومي بصلوة ولا تؤخر فما عذر الصحيح القادر اور نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے یعنے اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچہ نہین تو اب وہ اس حالت مین وضو کرے اگر وہ قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر کرے تو اب کون عذر باقی ہے تاخیر یا ترک نماز کا جسکے بھلے تندرست شخص کو یعنے جب ایسی سخت حالت مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست توانا مرد کو کہان عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یون نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے ٹھیکرے رکھے یا گڑھا کھود لے اور پھر نماز پڑھے تاکہ لڑکے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحكمه كالحيض في كل شي الا في سبعة ذكرتها في الخزائن وشرحي للملتقى اور نفاس کا حکم حیض کے مانند ہے ہر چیز مین مگر سات چیزون مین جنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہے ہم وہ سات چیزین یہ ہین بلوغ اور استبراء اور عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہین اور اکثر نفاس ۴۰ دن کا ہوتا ہے اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق بدعت مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی منها انه لا حد لاقله منجملہ اُن سات چیزون کے ایک چیز یہ ہے کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہین الا اذا احتيج اليه لعدة كقوله اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتي فقدره الامام بخمسة وعشرين يوما مع ثلث حيض والثاني باحد عشر والثالث بساعة اقل نفاس کی حد نہین مگر جبکہ عدت کے واسطے اسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اُسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھکو طلاق ہے سو اس عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم رح نے اقل مدت نفاس کی اس صورت مین ۲۵ دن کی ٹھہرائی ہے تین حیضون کے ساتھ اور ابو یوسف رح نے گیارہ دن کی اور محمد رح نے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہے ہم یہان امام کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵ دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام رح کے نزدیک اُسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے ما بین اور تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور ما بین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف رح کے نزدیک ادنی مدت تصدیق کی ۶۵ دن ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور اُنکے ما بین دو طہر ۳۰ دن کے اور محمد رح کے نزدیک ادنی مدت

... ہو کہ پیدا ہو اس کے بعد ہو گا اور عدت کی مدت ... کہا کہ ... تو طلاق ... اور کہا کہ میری عدت منقضی ہو گئی تو سوا ... نفاس کے ... کی ... ہو گی ... حیض پر طلاق کی ... ہوتی ... عدت ... ۱۲

تصدیق کی ۴۵ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور مابین کے طہر کے ۳۰ دن کذا فی الطحطاوی و اکثرہا اربعون
یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہین اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہی
اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہی ہم اکثر حیض دس دن کا ہی تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہار چند ہونے کی یہ وجہ ہی کہ چہار مہینے کے بعد
بچے مین جان پڑتی ہی تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہی اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہو کر نکلتا ہی واللہ اعلم والزائد علے اکثرہ
استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنے ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہی اگر وہ عورت مبتداۃ ہی یعنے پہلے پہل جنی ہی اسکی عادت مقرر نہین ہوئی
اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہی اور خون ۴۵ دن جاری رہا
تو ۳۰ دن نفاس کے ہین اور باقی استحاضہ ہی وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہی یعنے اگر مبتداۃ مین دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو
زائد استحاضہ ہی اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علے اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان
ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہو گیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہی اور حیض مین تمام حیض ہی اگر ہر ایک
نفاس اور حیض کے بعد پورے طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہی یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت
کے موافق نفاس اور حیض ہی اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہی حیض کی صورت یہ ہی کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ مین مثلاً پانچ دن کی سو اسکو
چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہی پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور
اگر ۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کی صورت یہ ہی کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۴۱ دن خون آیا
[ایک روز ۱۲]
پھر ۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائد یہ ۱۵ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہی اور بدل جاتی ہی ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہی اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح مین ہی
ہم مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبارا ایکطرح پر آنا اثبات
اور انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہی اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین ہوتی بدون دوبارہ کے والنفاس
لام توامین من الاول ہا ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی ماں نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہی توامین وہ دو
بچے ہین جنکے مابین مین آدھے برس سے کم زمانہ ہی یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین
الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچون کا ہی اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہو گیا ہو صحیح تر
قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول مین کچھ اعتبار نہین مصنف نے
اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہی تو وہ ولد اول کا نفاس ہی پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے
بعد استحاضہ ہی تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر وفاقا لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی
ہونا پچھلے بچے سے ہی بالاتفاق بسبب متعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید
او رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہو گئی جیسے
ہاتھ یا پانون یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی حکم شرع مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط کے ہی
اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق مین ہی کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہی لفظاً و معنیً اسواسطے کہ سقط لازم ہی

کو مفعول نہیں آتا اور نفس وہ ہو جو مقصود ہو اور ولد تو خود آپ گر جاتا ہے اگر کوئی گرا دے فقط والسقط ان ظہر بعض خلقہ ولد فتصیر بہ نفساء والامۃ ام ولد ویحنث بہ المعلق وتنقضی
بہ العدۃ تو جبکہ ساقط ولد ہو تو عورت اُسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاوے گی اور مرد اُسکے سبب سے اپنے تعلیق میں قسم توڑنے والا ہوگا
اور اس سے عدت منقضی ہو جاویگی مثلاً لونڈی کا اسقاط ہو تو وہ ام ولد ہو جاوے گی جبکہ اُسکا مولی دعویٰ کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہے اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ طلاق یا عتاق
وغیرہ کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور عدت کی مدت آخر ہوگی خواہ وہ حاملہ ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر مرگیا ہو
الذی فی المطاد و فان لم یظہر شیء منہ فلیس بشیء یعنی اگر حمل ساقط ہو تو کچھ اعضا سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہیں یعنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہیں فالمرئی
حیض ان دام ثلاثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اُسکے بعد دیکھا جاوے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اُسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنے پندرہ دن کا والا استحاضۃ
اور اگر ایسا نہیں یعنے تین دن جاری نہ رہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہیں ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے ولو لم یدر حالہ
لا یدر ایام حملہا ودام الدم تدع الصلوۃ ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اُسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہیں مثلاً
اندھیرے میں گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنوں کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے یقینی دنوں میں پھر نہاوے
پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند ولا یحد ایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن ما لا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغت وانقطع دمہا حکم بایاسہا اور محدود
نہیں ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنے ناامیدی یہ ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر میں حیض نہ آتا ہو
پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اُسکا بند ہوگیا تو اُسکے ایاس کا حکم ہوگا امام حلبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہے اور حکم ایاس کا فائدہ ہے کہ اسکی
عدت مہینوں سے ٹھہر گئی اگر اثنائے عدت میں خون نمود نہوا فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر جو خون کہ دیکھا اُسنے
انقطاع کے بعد وہ حیض ہے تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینوں سے اور نکاح فاسد ہو جاوینگے مع طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہے اور ایاس میں تین
مہینوں سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر
نکاح واقع ہوا وہ جائز نہیں وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا مجتبی وغیرہ تیسیر اور بعضوں نے کہا کہ ایاس کی مدت ۵۰ برس کے ساتھ
محدود ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتوے ہے ہمارے زمانہ میں چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہے آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الضیاء
وعلیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ میں ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی ہے ضیا میں کہا اور اسی قول پر اعتماد ہے وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ
فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوی
جوہرہ وغیرہا وتحققہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنے ۵۰ یا ۵۵ برس کے بعد وہ حیض نہیں ہے ظاہر مذہب میں مگر جبکہ
خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینوں سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہے نہ بعد
تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ میں ہے اور ہم
آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ میں وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح واستحاضۃ
او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنے معذور وہ شخص ہے جسکو سلسل بول کی بیماری ہے یعنے
جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہے اسطرح کہ اسکو روک نہیں سکتا یا کہ اسکا پیٹ چلتا ہے یعنے دست آتے ہیں یا ریح نہیں تھمتی یا استحاضہ ہے یا اسکی آنکھ میں
جوش ہے یعنے درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہے کیچڑ بہتا ہے یا گوشہ چشم میں ناسور ہے اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان
اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہے مع جوش چشم اور ناسور وغیرہ میں آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہے عذر کی ان استوعب عذرہ

تمام وقت صلوٰۃ وھو ونعم ان لا یجد فیہ وقتا بما یتوضأ ویصلی فیہ خالیا عن الحدث فشرطہ کہ یہ ہے کہ نماز فرض کے تمام وقت کو عذر گھیرے یعنی نماز کے سارے وقت میں ایسا زمانہ نہ پائے جس میں وضو کرے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہو کر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم الخ یہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا انقطاع بوجہ عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے اور استیعاب حکمی کی یہ صورت کہ اتنا تھوڑا انقطاع قلیل ہو کہ جس میں ادائے نماز اس سے خالی ہو کر نہ ہو سکے کذا فی الطحطاوی وعن ہذا شرط العذر فی حق الابتداء اور یہ یعنی استیعاب عذر کا نماز کے تمام وقت میں شرط ہے معذور ہونے کے حق میں یعنی ثبوت عذر اور اس کی ابتدا ہونا ہے وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت اور عذر کے باقی رہنے کے حق میں عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جز میں کافی ہے اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنی ایک بار کا وجود کافی ہے برخلاف استیعاب وفی حق الزوال یشترط استیعاب الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق میں استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت میں حقیقۃ شرط ہے اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے عدم انقطاع حقیقی تمام وقت میں اسواسطے کہ اثر معلوم ہو ورنہ اگر انقطاع کامل نہ ہو سکا اب وہ دوسرے وقت میں موجود تو وہ پھر صاحب عذر رہیگا اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا الغسل لوقت کل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہے ہر نماز فرض کے وقت نہ وضو کا آگے بیان آتا ہے کہ اور وہ اس کے یعنی بدن اور مکان کا حکم وضو سے مراد طہارت ہے خواہ وضو ہو خواہ تیمم سے اور فتوی اسی پر ہے اگر یہ حالت ہو کہ جو کپڑا دھویا جائے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہو جائے تو اب کپڑا دھونا لازم نہیں اور اسی طرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی لدلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض میں وقت کیواسطے ہے چنانچہ قرآن مجید میں لدلوک الشمس کا لام وقت کے واسطے ہے یعنی نماز کو قائم کر سورج کے ڈھلنے کے وقت چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیے نکلتا تھا اگرچہ ایک وقت میں چند فرض ہوں لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا بیان وقت کیواسطے ہے ثم یصلی فیہ فرضا ونفلا فیجل الواجب بالاولی پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولی جائز ہے یعنی جب نفل با وجود کم درجہ ہونے جائز ہے تو واجب بطریق اولی جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل بالخروج ما لم یطرأ حدث آخر او یسیل پھر جب وقت گیا تو وضو باطل ہو گیا یعنی اگلا حدث ظاہر ہو گیا یعنی ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے خروج وقت سبب نہیں تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہو جانے کے وقت پھر وہ انقطاع دائم رہا اوقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہ ہوگا وقت کے خارج ہونے سے جب تک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہ ہو یا عذر سابق جاری نہ ہو اس صورت میں خروج وقت سے اسواسطے وضو باطل نہ ہوا کہ سیلان عذر کے وقت وضو نہیں کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کمسألۃ مسح خفہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے یعنی اگر عذر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہیں اور اگر انقطاع عذر میں وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کے مانند ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وافاد انہ لو توضأ بعد الطلوع ولو لعید او ضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت کے قید نے اسکا فایدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید الضحی کا وضو ہو تو وضو باطل نہ ہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہو جانے سے یعنی یہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہے سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہے اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض کا وقت نہیں تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہ ہوگا وان سال علی ثوبہ فوق درہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوٰۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہو المختار للفتوی اور اگر معذور کے کپڑے پر درم سے زیادہ نجاست روان ہوئی تو اسکو اسکا نہ دھونا جائز ہے جو اس طرح ہو کہ اگر اسکو دھووے تو کپڑا نجس ہو جاوے نماز کے فراغت ہونے سے پہلے اور اگر ناپاک نہ ہو فارغ ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہیں یہی قول پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا

اور جس نے وضو کیا درد سے یا بہتے خون سے حدث کی وجہ سے تو وہ نہیں ٹوٹتا ہے پہلے کو کیونکہ وہ پاک ہو جاتا ہے تو اسکو ترک فرض جانتا ہے جس صورت میں اسکی بہتی ہوئی چیز بند ہو گئی
آپ سکون نہیں پاتا ہے نماز کے واسطے اور وہ پاک ہے پھر جب بہا ہے تو اسکے خون کی نجاست اس سے قبل نماز کے پاک ہو جاتا ہے تو جب اسکو ترک
بیٹا تو جب جانتا ہے تو نماز اس سے مراد نماز ہے اور تمام نماز پڑھی کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذرہ ولم
یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہیں رہتی وقت میں مگر دو شرطوں سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ اسکو

اور حدث غیر عذری ہوا ہو اگر فرضی طہارت حدث اخر بدوں ولو توضأ من حدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من
ابتدائی ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ یعنی جب وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اسکا عذر سابق بند ہے پھر اسکا عذر روان ہوا یا وضو
کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اسی وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ جو کہ
جو دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اسکی باقی نہیں رہی ہم پہلی صورت میں انتقاض وضو عذر سے اسواسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے
ہوا تھا بلا وجہ سے واقع ہوا تھا اچھی طرح اور اسکی شرح میں ہے اور اگر دونون نتھنے یا دونون زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہو گیا تو اسکا
وضو باقی ہے جبتک کہ وضو نماز کا باقی ہے کذا فی البحر فروع مسائل متفرقہ کے یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوتہ مومیا واجب ہے تھامنا اور
روکنا اپنے عذر کا یا اسکا کم کر دینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہو سکے یعنی اگر عذر رہ سکتا ہو تو اسکو تھامنا
نہین تو کم کر دے بحر الرائق میں ہے کہ جب معذور قادر ہو رد سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھ کر پڑھے تو سیلان بند ہو تو رد کرنا واجب
ہے یعنی فرض ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہے اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان ہے حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبرده لا
یبقے صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نہ رہیگا یعنی تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض بخلاف حیض والی عورت
کے یعنے اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ میں اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ وہ معذور کے مانند ہے
اور بعضون نے کہا کہ حائض کے مانند طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات میں داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس
بول لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچھے اس شخص کے جسکا پیشاب نہیں تھمتا اسواسطے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدث
اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی میں ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہے نجاستون اور ناپاکیون کے احکام میں جب نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اسکے پاک کرنے کا بیان شروع ہوا اور
حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہیں برخلاف
نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول انجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب میں شامل ہے پاک حقیقی
اور حکمی کو اور عرف میں اول یعنے حقیقی کو خاص ہے ہم نجس بفتح جیم مخصوص نجاست ذاتیہ ہے اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون میں مستعمل ہے تو
وہ عام ہے مثلا تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون کہینگے اور جس کپڑے میں نجاست لگ گئی اسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اسکو نجس
بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہے اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے
فرض ہے اگر بمقدار مانع صلوۃ ہو اور اسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت
شدید تر ہے اگر کشف عورت لوگون میں کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح میں مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصرا یجوز رفع

نجاستہ حقیقیۃ عن محلہا ولو انا راد ا کولا علم محلہا او لا بماء و لو مستعملاً بہ یفتی جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اُسکے مقام سے یعنی جہان وہ لگی ہے اگرچہ محل
نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا لکڑی خواہ محل اُسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دھوکر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتوی دیا گیا ہے م طحطاوی
مین خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہے سو اُسنے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار
ہے و بکل مائع طاہر قالع للنجاستہ ینعصر بالعصر کخل و ماء ورد حتے الریق فتطہر اصبع وثدی تنجس بالحس ثلثا اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست
اُکھاڑنے والی چیز سے کہ نچڑ جاوے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہانتک کہ منھ کی رال بھی تو جو اُنگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے
چاٹنے سے م گلاب اور سرکہ کے مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیر
خوار کی قے سے پھر اسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نحو لبن کزیت لانہ غیر قالع برخلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست
کو نہین دور کرتا بسبب اپنی چکنائی کے سبب سے وما قیل ان اللبن و بول ما یوکل مزیل فخلاف المختار اور یہ جو بعضون نے کہا ہے کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب
نجاست کا دور کرنے والا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے م یہ قول غیر مختار ابو یوسف رح کا قول ہے و یطہر خف و نحوہ کنعل تنجس بذی جرم ہو کل ما یری بعد
الجفاف ولو من غیرہا کخمر و بول اصابہ تراب بہ یفتی بدلک یزول بہ اثرہا اور موزہ اور اُسکے مانند چنانچہ جوتا ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے
ایسے رگڑنے سے کہ اثر اسکا اس سے دور ہو جاوے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ
شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسی کا فتوی دیا جاتا ہے م موزہ کی قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہین ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے
سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہین آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائیگا اثر سے مراد
اوصاف ثلثہ ہین یعنے رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی والا
جرم لہا کبول فیغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو تو موزہ اور مانند اُسکے دھویا جاوے یعنے تین بار خشک کرنے کے ساتھ ایسا ہی بحر الرائق مین لیکن حلبی مین قہستانی
سے منقول ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ تین بار اُسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاوے و یطہر صیقل لا مسام لہ کمراۃ و ظفر و عظم و زجاج و انیۃ مدہونۃ
و خراطی و صفائح فضۃ غیر منقوشۃ بمسح یزول بہ اثرہا مطلقاً بہ یفتی اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنے گھونٹ والا جسمین مسام نہین چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی
اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالی چینی اور خرادی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے پتر پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نرہے
خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی کا فتوی دیا جاتا ہے م پونچھنا صیقلی چیز کا قول متقدمین مطہر ہے خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست
تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی و تطہر ارض بخلاف نحو بساط بیبسہا ای جفافہا و لو بریح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اُسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت
ہوا سے خشکی حاصل ہو برخلاف فرش اور اُسکے مانند کے کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے م اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک
نہو گی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکتی ہو تو اتنا پانی اُسپر ڈالے کہ اُسکے پاک ہو جانے کا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اُسکے
اسفل مین گڑھا کھودے اور زمین پر پانی ڈالے جب گڑھے مین پانی جمع ہو تو اُسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اُسکا دھونا ممکن نہین بلکہ
اُسکو کھود کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور کچی زمین ہو تو اُسپر پانی ڈالے پھر اُسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اُسکا خشک کر لے
تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اُسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نہ رہے پھر اُسکو چھوڑے کہ خشک ہو جاوے تو پاک ہو جاویگی کذا فی
الطحطاوی عن السراج و الخلاصۃ و المحیط و ذہاب اثرہا کلون و ریح لاجل صلوۃ علیہا لا لتیمم بہا اور نجاست کا اثر جانا زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے
ہے نہ اس سے تیمم کرنے کے لیے م نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ لان المشروط لہا الطہارۃ و لہ طہوریۃ اسواسطے کہ نماز کے لیے

جیسے کہ پاک ہوتا ہے چنانچہ مذکور ہوا اور تیمم کے واسطے وہ ہوتا ہے جو خود پاک ہو اور حکم اجر یعنی پکی اینٹ مفروش کا حکم زمین کا ہے اور جو پتھر اور کھونٹی زمین
سے ارض کذا ای کا رض للشمس وتجفاف اور حکم پکی اینٹ مفروش اور زمین کے اندر ہو جیسا چنانچہ اینٹ فرش کی اور بانس وغیرہ گھاس کی
اور اسی طرح درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہو اسی طرح ظاہر یعنے زمین کے مانند ہے کہ پاک ہو جاتی ہیں یہ سب چیزیں نجاست کے خشک ہو جانے سے
شرح تنویر الابصار یعنی چٹائی بانس کی اور ترجمہ یعنی ... جو زمین پر بانس یا نرکل کا اور بنا ہوا یعنی وہ جو تستر وغیرہ اور جو چیز زمین پر
ہوتی ہیں جیسے چٹیان کھڑی کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی کان فانما ... بالتبع لہا اور اسی طرح ... خشک ہونے سے پاک
ہو جاتی ہیں وہ چیز جو زمین پر ثابت اور قائم ہو چنانچہ دیوار اس واسطے کہ اسکے متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اسنے زمین کا حکم پیدا کیا منفصل
نفصل لاغیر الاحجر خشنا کرحی فکا رض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہو چنانچہ غیر مفروش اینٹ یا زمین پر چھوٹی تو وہ دھونے سے پاک ہوتی ہے نہ اسکے غیر سے
مگر کھردرا پتھر چنانچہ چکی وہ زمین کے مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہے ہم بحر الرائق میں ہے کہ چکنا پتھر بدون دھونے کے پاک نہیں ہوتا ولیشہیر
منی ای محلہ یابس بالفرک ولا یضر بقاء اثرہ ان ظاہر اس مسئلہ کا ان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہو جاتا ہے مل ڈالنے سے
اور اسکے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہیں کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اس طرح پر کہ پانی سے استنجا کیا ہو ہم لیکن اس صورت میں کافی ہے جبکہ سر ذکر طاہر ہو اسطرح
کہ پیشاب کیا اور مخرج سے تجاوز نہوا یا تجاوز کیا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی اور یہ فرع فانزل لم یطہر الا بغسلہ لتلوثہ
بالنجس انتہی ای برطوبۃ الفرج فیکون مفرعا علے قولہما بنجاستہا اما عندہ فہی طاہرۃ کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبی میں ہے کہ ذکر فرج میں داخل
ہوا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دھونے کے بسبب بھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی یعنے ناپاکی ہوئی
فرج کی رطوبت سے تو مجتبی کا قول متفرع ہے صاحبین کے قول پر کہ اسکی رطوبت ناپاک ہے لیکن امام اعظم رہ کے نزدیک تو وہ پاک ہے جیسے بدن کی
باقی رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہیں والا یکن یابسا او لا رأسہا طاہرا فیغسل کسائر النجاسات ولو دما عبیطا علے المشہور اور اگر منی
خشک نہو یا سر حشفہ پاک نہو تو دھوئی جاوے جیسے باقی ناپاک چیزیں دھوئی جاتی ہیں خشک ہوں یا تر اگرچہ تازہ خون ہو موجب قول مشہور کے ہم غیر مشہور
مجتبی کا یہ قول ہے کہ اگر تازہ خون کپڑے میں لگا اور خشک ہو گیا پھر اسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہو گیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بلا فرق
بین منیہ ولو رقیقا لمرض بہ ومنیہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہو گئی ہو اور درمیان
منی عورت کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہے نہ روایت کی راہ سے ہم لو
اسی طرح قہستانی میں بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہے اور فیض میں اسکو صریح بیان کیا ہے جنہوں نے کہا کہ آدمی کی منی میں
خلاف قیاس رخصت وارد ہے تو اسپر غیر آدمی کا قیاس نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا او مبطنا فی الاصح وبدن علی الظاہر
من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح تر قول میں اور درمیان بدن کے بنابر ظاہر مذہب کے ہم
یعنے در صورت طہارت مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر ہم
بل یعود نجسا ببللہ بعد فرکہ المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے پھر ناپاک ہوتا ہے اسمیں جواب
وہ ناپاک نہیں ہوتا معتمد قول میں وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسی طرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہو گیا بدون سائل چیز کے وہ تر
ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہو جاتی ہے ہم مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھا اور خشک ہوا اور جلا وغیر ذالک بحر الرائق میں ہے کہ اصل تصحیح اور اختیار
طہارت کے ہر مسئلہ میں مختلف ہے مگر طہارت کا اعتبار ہر صورت میں اوسطے ہے جیسا کہ اصحاب متون نے اسکی تصریح کی ہے ہر مسئلہ میں وقد صححت

فے الخزائن المطہرات الی نیف وثلثین وغیرت نظم ابن وہبان فقلت اور البتہ مین نے پہونچایا ہی خزائن الاسرار مین مطہرات کو کئی اور تیس تک اور
بدل ڈالا مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا ہے وغسل ومسح والجفاف مطہر ونحت وقلب العین والحفر یذکر اور دھونا
اور پونچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہی اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور کھودنا ذکر ہی مطہرات مین ہم دھونا جیسے مثلاً کپڑے مین اور
پونچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا بدل جانا گدہے اور سور کے نمک ہوجانے مین اور کھودنا زمین مین ظاہر
کرتا ہی ودبغ وتخلیل ذکوٰۃ تخلل وفرک ودلک والدخول التغور اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈالکر اور
ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک منی کا مل ڈالنا اور موزے کا رگڑنا اور حوض نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ
پھر روان ہوجاے اور کنوئین کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دھس جانا ظاہر کرتا ہی وتصرفہ فے البعض ندف ونزحہا ونار وغلے
غسل بعض تقور وتصرف کرنا بعض مین اور روئی کا دھننا اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جلجانا اور ابالنا اور بعض کا
دھونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گڑھا کردینا م تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہی کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہی بیلون کے روندنے سے
تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہوجاتا ہی تو جب اسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا خرچ کرنا عام ہی خواہ کھانے کے واسطے ہو خواہ بیع خواہ ہبہ
خواہ خیرات کے واسطے فتاوے عالمگیری مین ہی کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو دھنے سے پاک ہوجاویگی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور اسکے
مانند جیسے گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اسمین پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جلگیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہی تو ایک
طرف کے دھونے سے پاک ہوجاتا ہی اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہی اور اسمین چوہا گرکے مرگیا تو چوہے کو اور اسکے گردپیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گڑھا
نجاسے تو باقی چیز پاک ہوگئی ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی للبلوے کتنور رش بماء نجس لاباس بالخبز فیہ اور پاک ہوجاتا ہی ناپاک تیل اسکو صابون
بناڈالنے سے اسی قول پر فتوے ہی بوجہ بلوی کے یعنی اس سے بچاؤ دشوار ہی جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اسمین روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہین
کطین تنجس فجعل منہ کوز بعد جعلہ فے النار یطہران لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ ناپاک ہوگئی سو اسکا کوزہ بنایا گیا
آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہوجاتا ہی اگر اسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم یہ حلبی شارح ہی منیۃ المصلی کا
اور دوسرا حلبی ابراہیم ہی درمختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے نجاست بقدر درہم کے معاف
کردی ہی اگرچہ اسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہی تو بقدر درم کے نجاست کا دھونا واجب ہی ہم عفو سے مراد یہ ہی کہ قدر درم کی نجاست کے ساتھ نماز
صحیح ہی بدون اسکے دھونے کے اور یہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کرچکا تو اسکے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا
جائز ہی کذا فی الطحطاوی وما دونہ تنزیہا فیسن اور مکروہ تنزیہی ہی درم سے کم نجاست تو اسکا دھونا مسنون ہی نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہی پھر اگر
درم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کرچکا تو تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دھونا افضل ہی پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی
ملسکتا ہو اور دوسری جماعت پاسکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دھونا افضل ہی ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درم سے زیادہ نجاست
نماز کو باطل کرتی ہی تو اسکا دھونا فرض ہی والعبرۃ لوقت الصلوٰۃ لا لاصابۃ علے الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کے وقت کا ہی نہ نجاست
لگ جانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق مین ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل
الاصابع فی رقیقہ من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنی درم بوزن ایک مثقال کے ہی یعنے ۲۰ قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی قعر
کف دست کے ہی تپلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہی انگلیون کے جوڑون کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گو ہم نجاست غلیظہ ایک درم

معاف ہے بعضوں نے درم کے وزن کا اعتبار کیا ہے اور بعضوں نے مساحت کا ہندوانی نے دونوں قولوں میں توفیق دی یعنی گاڑھی نجاست میں
تو درم کے وزن کا اعتبار ہے اور پتلی میں مساحت درم کا اعتبار ہے بدائع میں کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہے اور زاہدی نے
نے اسی کو صحیح کہا ہے امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمیں دو نص متعارض نہوں صاحبین نے کہا اور اُسکے ساتھ مجتہدین صاحبین کے نزدیک
کا اسمیں اختلاف ہو ... نجاست غلیظہ امام کے نزدیک یہ ہے جسمیں دو نص متعارض ہوں صاحبین نے کہا اور کسکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور خفیفہ کی
تعریف میں ... اسکے اعتبار سے بلوی یعنی حرج واقع ہو و کذا فی الطحطاوی مختصراً و کذا کل ما خرج منہ موجباً لوضوء او غسل مغلظ او اسیطرح جو چیز
آدمی ... غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہے جیسا کہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قے منہ بھر کے اور خون حیض
کا ... سمیں کچھ کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ باوجود یکہ ناقض وضو ہے یہ ظاہر ہے و بول غیر ماکول و لو من صغیر لم یطعم الا
بول ... اور جیسا کہ جانور غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیرخوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگادڑ کا پیشاب اور اسکی بیٹ پاک ہے
وکذا ... فتوی ... کما فی التاتارخانیہ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب پاک ہے یعنی معاف ہے بسبب نہ ہو سکنے بچاؤ کے اس سے اور
اسی پر فتوی ہے ... نے کہا یہ معافی کپڑوں اور طعام میں ہے نہ پانی میں بزازیہ اور فتاوی قاضیخان میں چوہے کی نجاست کو
ظاہر الروایہ ... ظاہر الروایہ پر فتوے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی و تحقیق فی آخر الکتاب ان خرئہا لا تفسد ما لم یظہر اثرہ اور آخر کتاب میں آویگا کہ چوہے کی
مینگنی ناپاک نہیں کرتی جبتک اُسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو مثلاً روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کھا لے کہ وہ
پاک ہے کذا فی البحر و فی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو و علیہ الفتوے اور اشباہ میں ہے کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنوں کے سوا معاف ہے اور اسی پر
فتوی ہے و دم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید او ما علیہ او ما بقی فی لحم مہزول و عروق و کبد و طحال و قلب و ما لم یسیل و دم سمک و قمل و برغوث و
بق اور نجاست غلیظہ ہے خون رواں تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہے جبتک اُسکے جسم پر ہے اور جو خون کہ دبلے گوشت اور رگوں اور کلیجی اور تلی اور
دل میں باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہیں اور مچھلی اور جوں اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہیں مگر جو خون کہ کلیجی وغیرہ میں باقی
رہتا ہے وہ جاری نہیں تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھ حاجت نہیں زاد فی السراج و کتان وہی کما فی القاموس کرمان و دویبہ حمراء لساعۃ
اور سراج وہاج میں ہے اور خون کتان ہر وزن رمان کا چنانچہ قاموس میں ہے چھوٹا سا کیڑا ہے سرخ رنگ بسیار گزندہ مگر شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہو واللہ اعلم
فالمستثنی اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنی ہیں کہ وہ ناپاک نہیں و خمر و فی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ و التخفیف و الطہارۃ و رجح فی البحر
الاول و فی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہے اور باقی مسکر شرابوں میں تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف
ہیں بحر الرائق میں اول یعنی تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہے اور نہر الفائق میں بیچ کے تخفیف کی ترجیح ہے مگر صاحب نہر نے منیہ کے اس مسئلہ سے
استدلال کیا ہے کہ اگر نماز پڑھے اور اسکے کپڑے میں شراب مسکر سے کثیر فاحش نہیں تو قول اصح میں وہ کافی ہے حلبی نے کہا یہ نص ہے تخفیف نجاست میں
تو صاحب نہر ہی کا قول ہے اسواسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہے اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہے و خرء کل طیر لا یذرق فی الہواء کبط
اہلی و دجاج اور نجاست غلیظہ جیسے بیخال ہر ایک اُس پرندہ کی جو ہوا میں نہیں اڑتا جیسا کہ خانگی بط اور مرغی واما ما یذرق فیہ فان ماکولا فطاہر والا فمخففۃ لیکن
جو پرندہ کہ ہوا میں اڑا کرتا ہے تو اگر وہ حلال ہے جیسے کبوتر اور گنجشک تو اسکی بیٹ پاک ہے اور اگر حرام ہے تو اسکی بیخال ناپاک بنجاست خفیفہ ہے جیسا کہ باز اور شکرا اور
چیل لیکن انکی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہے کذا فی الطحطاوی و روث و خثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید
اور گوبر مگر بحر الرائق میں ہے کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب میں روث یعنی لید کہتے ہیں اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنی گوبر کہتے ہیں اور فضلہ اونٹ کو بعر یعنی مینگنی اور فضلہ

انسان کو نانا یعنی گوہ بدستے ہین افاد بہا نجاستہ خرا کل حیوان غیر الطیور مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاستہ کو جتا دیا سوائے
چڑیون کے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تغلیظ نجاست پر آگاہ کردیا جیہ افادہ یہ ہوکہ تغلیظ نجاست حلال جانور کے فضلے مین ثابت ہوئی تو حرام جانور مین بھی ثابت
ہوگی بلکہ بطریق اولی کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجس نجاست خفیفہ ہین ہم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہے کہ اور درندے
جانورون کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے مین امام اور صاحبین کا اتفاق ہے تو اختلاف نہین مگر لید اور گوبر مین کذا فی الطحطاوی وفی النہر ملا لیہ قولہما ظہر اوہ
نہر ملا لیہ مین ہے کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہے نجاست اور طہارت مین تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہے اور عموم لوے کے سبب سے
بھی کہ راہین اس سے پر رہتی ہین برخلاف حمار وغیرہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اسکو سوک جاتی ہے کذا فی الزیلعی وطہرہما محمد آخرا للبلوی وبہ قال مالک ومحمد بن
حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال مین پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے اور یہی قول ہے امام مالک کا ہم جبکہ امام محمد رح خلیفہ کے ساتھ رے مین داخل ہوئے اور
تکلیف اور مشقت لوگون کی دیکھی کہ راہین اور سرائین اس سے پر ہین تو مجبور ہوکر تخفیف کا پہلا قول ترک کرکے طہارت کے قائل ہوئے ولو اصابہ من نجاستہ غلیظۃ
ونجاستہ خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاوے گی
احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ مین ہے یعنے خفیفہ اس صورت مین بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونون ملکر قدر درم سے زائد ہون تو نماز جائز نہو گی ثم متی اطلقوا
النجاسۃ فظاہرہ التغلیظ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولین تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہے وعفی دون ربع جمیع بدن
وثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کذیل وکم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہے تمام بدن
اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور کرتی ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق مین راجح کہا ہے اس چیز کی چوتھائی تقدیر جسکو
نجاست لگ گئی ہے چنانچہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق مین کہا ہے وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اسی کی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی پر
فتوی ہے حقائق مین نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہے
حلبی نحشی در المختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہے مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاستہ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کم از چہارم کی معافی ہے نجاست
خفیفہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہے گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد رح نے پاک کہا ہے ہم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست
خفیفہ ہے اور امام نے اسکے گوشت کو مکروہ جو کہا ہے تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہے نہ اسواسطے کہ اسکا گوشت ناپاک ہے وخرء طیر من السباع اوغیرہا غیر ماکول
اور چنانچہ نجاست غیر ماکول اللحم چڑیون کی خفیف نجس ہے خواہ وہ چڑیان درندہ ہون مثل باز جرہ یا درندہ نہون وقیل طاہر وصحح اور بعضون نے اسکو پاک کہا ہے
اور اسکی تصحیح بھی بعضون نے کی ہے ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت مین پانی کے غیر مین ظاہر ہوتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
یعنے نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے حلبی نے کہا اگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنوان نجس نہین ہوتا تو یہ مستثنی ہے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا
وعفی دم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہما اور معاف ہے خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے کی اور صحیح مذہب انکے طاہر ہونے کا ہے وبول انتضح
کرؤس الابر اور معاف ہے پیشاب چھینٹین ہوکر لگا سوئیون کے سرون کے مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کے نوک کے برابر ہو اگرچہ سیکڑون ہون وکذا جانبہا الآخر اور
اسی طرح ہر سوزن کے مانند سوئی کی دوسری طرف ہے جدھر سوئی کا ناکا ہوتا ہے وان کثر باصابۃ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹین بہت ہوجاوین پانی
لگانے سے یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا دشوار ہے لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء آکد جوہرہ لیکن اگر پیشاب کی
چھینٹ تھوڑے پانی مین پڑیگی تو اسکو ناپاک کر دیگی صحیح تر قول مین اسواسطے کہ پانی کی طہارت مین زیادہ تر تاکید ہے کذا فی الجوہرہ ہم پانی اس صورت مین
نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو اسطرح کہ گرنے کے وقت پانی مین فرجہ ہوجاوے یا پانی ہلجاوے ورنہ اسکا کچھ اعتبار نہین چنانچہ قہستانی نے تمرتاشی سے

اُسکو کیا ہو جیسے کہ اگر انمین سے ہر ایک کی نجاست کم ہو تو یہ قول ہے کذا فی المجتبی والی الشیخ [illegible] وقتی تمد الدبغ یتعین ان تکون ذالہ بین
النجس اقوی فیبقی اور نجاسیت [illegible] باب کی تحقیق باب [illegible] پھیل گئین اور درہم کے مقدار سے زیادہ ہوگئین تو چاہیے کہ ناپاک تیل کے اندر
[illegible] جیسا کہ تیل پھیل جاتا ہے ہم نے اس صورت مین یہ سبب کرنے کے وقت کے ہے پر نجوا دہو جیسا کہ قہستانی مین ہے کذا فی الطحطاوی
من المجتبی اشمین شارح ونجاستہ [illegible] وقیل بحواب [illegible] ظاہر ہوا ہے قوت سے الا از عند اور کچھ شارع نام بیضے ترجمے رواتہ کیا اور
ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا دھوان اور حمام کی [illegible] اور چھینٹین وضو یا غسل کے پانی کی اسکے قطرات کے مقامات ہوا نہین برتن مین یہ سب معاف
ہین یعنے ضرورت کی وجہ سے ہم اسیح قول یہ ہے کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہو تو اسکے غسالہ ناپاک نہین ہے مگر محدث جو نجس کہا ہے تو اس وجہ سے کہ
غالباً میت کا بدن نجاست سے خالی نہین ہوتا اگر پانی سے [illegible] کیا اور اسکو نہ پونچھا اور ریح کا اخراج ہوا تو اسکی نجاست مین اختلاف ہے لیکن اکثر
علما کے نزدیک وہ ناپاک نہین ہوتا اور نجاست کا دھواں اگر کپڑے مین لگا یا بدن مین اسمین بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہین کرتا کذا
فی الطحطاوی عن الجوہرہ ماء وبالوعہ [illegible] جری علی نجس نجس اذا ورد کلہ او اکثرہ ولو اقلہ لا لکنہ یعتبر او نجاسۃ علے سطح لکن قد منا ان العبرۃ للاثر او رجو
پانی کہ وارد ہو یعنی جاری ہو ناپاک ہو وہ ناپاک ہے بشرطیکہ سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علیحدہ اس سے
گذر گیا تو وہ ناپاک نہین چنانچہ مردار جانور نہر مین پڑا ہو یا نجاست چھت پر ہو اور پانی بہا جاتا ہے تو یہان تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک
ہوگا لیکن ہمنے باب المیاہ مین مقدم ذکر کیا ہے کہ اثر نجاست کا اعتبار ہے یعنے جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے ہم در ودام ہی جریان اور رنگی سے اور
یہان حکم بھی عام ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح ورود کی تفسیر جریان کرتا متن کو عام رہنے دیتا پانی کا گذرنا نجاست پر اسطرح ہے کہ ساری زمین ناپاک ہو جبکہ
کے پاس نجاست پڑی ہو بحر الرائق مین ہے کہ آب باران جبکہ نجاست پر گذرا ناپاک نہین ہوتا جبتک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ تر نہو یا پرنالے
کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی کعکسہ ای اذا ورد ت النجاستہ علے الماء تنجس الماء اجماعا لکن لا یحکم بنجاستہ اذا لاقی المتنجس ما لم ینفصل فیجفف جیسے اسکے
عکس مین ناپاک ہوتا ہے یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے باجماع حنفی وشافعی لیکن اسکے نجاست کا حکم نہین کیا جاتا جبکہ ناپاک چیز
اسکو ملے تاوقتیکہ نجاست سے جدا نہین ہوا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین ہے کہ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پانی ناپاک ہو بسبب نجاست کی اول
ملاقات سے لیکن یہ قیاس بضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہے خواہ نجس کپڑا لگن مین ہو اور پانی اسپر ڈالا جائے یا پانی لگن مین ہو اور ناپاک کپڑا
اسمین ڈالا جائے ہم حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنے محل مین طاہر ہے اور نجس ہے جبکہ وہان سے جدا ہو اور ناپاک کپڑے دھونے مین بہتر یہ ہے کہ کپڑے لگن
مین رکھے بدون پانی کے پھر پانی اسپر ڈالے نہ یون کہ پانی لگن مین اول رکھے پھر ناپاک کپڑا اسمین ڈالے تاکہ امام شافعی کے مخالف نہو اسواسطے کہ انکے
نزدیک پانی مین ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہوجاتا ہے انتہی مختصرا لا یکون نجسا رماد قذر والا لزم نجاستہ الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہین ہوتی نجاست
کی راکھ چنانچہ گوبر اور لید اور گندگی آدمی کی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون مین یعنی جہان لکڑی میسر نہین یا کمیاب مگر ان قیمت ہے
ولا ملح کان حمارا او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہے جو اول گدھا یا سور تھا جو نمکسار مین پڑ کر نمک بنگیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حماۃ لانقلاب العین
یہ نفی ہے اور نہ وہ گندگی ناپاک ہے جو کنوئین مین گری پھر کالی مٹی ہوکر کیچڑ بنگئی بسبب بدلجانے اسکی ذات کے اسی پہ فتوی دیا جاتا ہے ہم انقلاب ذات
تینون مسئلون کی دلیل ہے یعنی گندگی کی راکھ کا اور گدھے اور سور کے نمک کا اور گندگی کی کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہے کہ ذات حقیقۃ بدلگئی اور چیز بنگئی
وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاستہ محلا منہ ونسی المحل مطہر لہ وان وقع الغسل بغیر تحر ہو المختار [illegible] کپڑے یا بدن کا دھونا جسکے ایک
مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بھول گیا ہو اس کپڑے کا پاک کرنیوالا ہے اگرچہ بدون ظن غالب کے دھویا ہو یہی قول مختار ہے ہم درر

اور اسبیجابی کے قول کا بدائع مین سارے کپڑے کے دھونے کو ولجب کہا ہی اور اسبیجابی نے اٹکل کرکے دھونا شرط کیا ہی کذا فی الطحطاوی ثم لو ظہر انہا فی

طرف آخر بل یعید فی الخلاصۃ نعم وفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوۃ التی ہو فیہا پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہی جسکو نہین

دھویا تو دھونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہی کہ ہان دھو دے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے مگر اُس نماز کا جسمین اُسنے نجاست کو

دیکھا م یہ غفلت ہی شارح سے صاحب نہر الفائق کے اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا یہ مسئلہ مغائر ہی مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت مین صریح ہی

ظہیریہ مین یون ہی کہ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہی تو امام کی روایات مختلفہ سے قول مختار یہ ہی کہ اعادہ

نکرے مگر اُس نماز کا جسمین وہ مشغول ہی کذا فی الحلبی کما لو بال حمر علی نحو حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل

او بیع کما مر چنانچہ اگر گدھون نے پیشاب کیا مثلاً اُس گیہون پر جسکو وہ ماندتے ہین یعنے روندکر بھوسے سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بانٹے گئے یا تھوڑے

سے دھوئے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدھون کو خاص کرکے

اسواسطے بیان کیا کہ اُنکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہی حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے

کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین اور اسی طرح وہ گیہون بھی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنے

ہوسکتا ہی کہ جسقدر گیہون بعد تصرف کے باقی رہے ناپاک گیہون انھین مین ہون تو اس صورت مین جدا ہوئے پاک ٹھہرینگے اور یہ بھی ممکن ہی کہ ناپاک

گیہون اُنہین جاتے رہے ہون جو تصرف ہوگئے ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹھہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھہرا نجاست

دھو جانے کے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاسۃ اما عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلث

فی الاصح اور اسی طرح خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتی ہی اُسکے اُکھاڑنے اور بالکل دور کرڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اُسکے اثر کے زائل

ہوجانے سے اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول

نہین کرتی م ثانیۃ البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہی جو خشک ہوجانے سے نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار

نہین اصح یہی ہی کہ ایکبار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہی خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغار مین

تین بار سے زیادہ دھونا اُسوقت ہی جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہ قول ہی کہ بعد زوال عین دو بار دھونا واجب ہی یا تین بار یا ایکبار اسلئے کذا فی الطحطاوی کما

لم یقل بغسلہا لیعم نحو ذلک و فرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اُسکے دھونے کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنے تطہیر فقط دھونے پر منحصر

نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بھی طہارت حاصل ہوتی ہی ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی

ماء حار او صابون ونحوہ اور طہارت مین ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنے جسکا زوال دشوار ہی اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان

مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اُسکے مانند اور چیز کی طرف م مانند اُسکے وہ برتن ہی جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا

تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنے دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہی وہ

جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اُسکے تین بار دھو ڈالنے سے م نجس سے مراد یہان متنجس ہی نہ نجس العین بدلیل مسئلہ چربی

مردار تو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اُسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہی رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولی غسلہ الی ان یصفو

الماء اور بہتر ہی اُسکا دھونا یہانتک کہ دھونے کا پانی صاف بے رنگ نکلے ولا یضر اثر دھن الا دہن ودک میتۃ لانہ عین النجاسۃ حتی لا یدبغ بہ جلد

بل یستصبح بہ فی غیر مسجد اور ضرر نہین کرتا ظاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر طہارت ہی کیونکہ عین

انکی بات پر بیان کیا کہ اس سے تر چیزے کو ہاتھ لگنے سے بچے لیکن مسجد کے سوا اور جگہ اسکے چراغ میں جلانا جائز ہے وطہارۃ محل غیر المرئی بغلبۃ ظن غاسل
طہارتہا والا تستعمل بالعدد دکھائی نہ دینے والی نجاست وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد دکھائی نہ دے اسکا محل پاک ہوتا ہے دھونے والے کے گمان غالب سے اسکے محل کی پاکی
ہوجانے کا یا نہیں اور یہی صحیح ہے یعنے جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہوا تو محل نجاست پاک ہے بشرطیکہ دھونے والا مکلف یعنے
عاقل بالغ مسلمان ہو اور جو دھونے والا مکلف نہیں جیسے صغیر یا مجنون ہو تو اسکے استعمال کرانے والے کے ظن غالب کا اعتبار ہے دھونے کی حالت میں جبکہ نجاست
محل کا گمان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دھونے سے یہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہے چنانچہ کرخی نے اسکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی نے اسکو اختیار
کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقدر بغسل وعصر ثلثا او سبعا فیما یعصر مبالغۃ بحیث لا یقطر اور یہ دھونا وسواس والے کے حق میں اندازہ کیا گیا ہے یعنی
دھونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اس چیز میں جو نچڑ سکتی ہے بحالت مبالغہ اسطرح پر کہ پھر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے ہم از بسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت
اوہام سے حاصل نہیں ہوتا اسکے حق میں یہ اندازہ شرع میں مقرر ہوا فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار کرنا اور فقہاء بخارا کا تین بار دھونے کا صاحب
سراج نے دونوں قولوں میں توفیق کی کہ اگر شخص وسواسی نہیں تو ظن غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دھونا کافی ہے سات بار کا دھونا واجب
نہیں مستحب ہے بخلاف شافعی کے اور اشتراط عصر علے العموم نہیں کیونکہ بعضے برتنوں میں نہیں ہوتا بحر الرائق میں حاوی قدسی سے منقول ہے کہ برتن تین طرح کے
مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی تطہیر چار طرح پر ہے جلانا اور چھیلنا اور پونچھنا اور دھونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہے اور نجاست اسکے اجزا
میں گھس گئی تو جلا یا جاوے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاوے اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہے تو چھیل ڈالا جاوے اور اگر پرانی کا ہے تو دھویا جاوے اور اگر لوہے یا پیتل
یا رانگ یا کانچ کا ہے اور چکنا صیقلدار ہے تو پونچھ ڈالا جاوے اور اگر چکنا نہیں کھردرا ہے تو دھویا جاوے اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر بدن میں نجاست لگی تو تین بار دھوئی
دھویا جاوے اسلیے کہ نچوڑنا متعذر ہے تو پے در پے دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان لو عصرہ غیرہ فقط طہر بالنسبۃ الیہ دون ذاک الغیر اور اگر یہ
حال ہو کہ اگر دھونے والے کے سوا غیر شخص اسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہو گیا دھونے والے کی نسبت نہ غیر شخص کی نسبت ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر شخص
مخاطب ہے بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہ شخص قادر نہ ٹھہریگا ولو لم یبالغ لرقتہ ہل یطہر الاظہر نعم للضرورۃ اور اگر نچوڑنے میں مبالغہ نہ کیا
کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے تو پاک ہوگا یا نہیں ظاہر تر جواب یہ ہے کہ ہاں پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے ہم فتاوی قاضیخان میں عدم طہارت
کو پسند کیا ہے وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا المراد اور ٹھہرایا گیا ہے دھونے میں تین بار کا
خشک ہوجانا یعنے تقاطر کا بند ہونا اسکے غیر میں یعنے جو چیز نچڑ نہیں سکتی اس قسم سے کہ نجاست کو سوکھتی ہے اور اگر سوکھتی نہیں تو ازالہ نجاست سے پاک ہوجاتی ہے
یعنے اسمیں خشک کرنا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا
بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ہو المختار اور یہ سب یعنی تین بار دھونا اور نچوڑنا نچڑنے والی چیز میں اور دھونا تین بار خشکی کے ساتھ اسکے غیر میں اسوقت
ہے جبکہ دھویا جاوے طاش اور طغاری میں لیکن اگر جوہڑ اور تالاب میں دھویا جاوے یا اسپر پانی بہت سا ڈالا جاوے یا اسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک
ہوجاتا ہے مطلقاً بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہے ہم فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا اسقدر کہ زوال نجاست
کا گمان آیا تو وہ پاک ہوگیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویطہر لبن وعسل ودبس ودہن یغلی ثلثا اور پاک
ہوتا ہے دودھ اور شہد اور شیرہ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے ہم ان چیزوں کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلاً شہد کا ایک حصہ پانی اسمیں ڈالکر
جوش دے کہ پانی جل جائے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی ولحم طبخ بخمر یغلی وتبرید ثلثا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب میں
وہ پاک ہوتا ہے تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہے یہ قول ہے ابو یوسف کا اور امام کا قول یہ ہے کہ ہرگز طہارت نہیں کذا فی القہستانی

عن البحر وکذا دجاجۃ ملقاۃ حالۃ غلی الماء للنتف قبل شقہا فتح اور اسی طرح پاک ہوتی ہے تین بار دھونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش میں ڈالی گئی
پر اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح م یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہو گی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے تو بہتر یہ ہے
کہ پہلے گرم پانی میں ڈالنے سے اسکے پیٹ کی آلائش نکال ڈالے اور محل ذبح میں جو خون کہ جما ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی و فی التجنیس حنطۃ طبخت فی خمر
لا تطہر ابدا بہ یفتی اور تجنیس میں ہے کہ جو گیہوں کہ پکایا گیا شراب میں وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اسی کا فتوی ہے م یہ امام کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار
جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے ولو انتفخ من بول نقعت وجففت ثلثا اور جو گیہوں پیشاب میں پھولا وہ پانی میں تین بار خشک کیا جائے
اور سکھایا جاوے ولو عجن خبز بخمر صب فیہ خل حتی یذہب اثرہا فیطہر اور جو گوندا گیا آٹا شراب میں اور روٹی پکی تو اسمیں سرکہ ڈالا جائے یہانتک کہ
شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جائے م یہ روٹی دھونے سے پاک نہیں ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسمیں ڈالی جائے قہستانی فرع
چھری بجھائی گئی ناپاک پانی میں وہ تین بار پاک چیز میں بجھائی جائے گوشت کے شوربے میں نجاست گری جوش کی حالت میں وہ تین بار ابالا جائے
تو پاک ہوا اور اگر جوش کی حالت میں نہیں گری تو تین بار گوشت دھویا جائے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے استنجا کے احکام میں م ایک
نسخہ میں فصل ہے تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ میں فصل فی الاستنجاء ہے الاستنجاء ازالۃ نجس عن سبیل خلا السن ریح وحصاۃ ونوم وفصد استنجا
دور کرنا ہے نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہیں ریح اور پتھر اور نیند سے اور فصد کے خون سے م اسواسطے کہ ریح اور پتھری
اور نیند نجاست نہیں اور خون فصد کا قبل اور دبر سے نہیں جو اسکا ازالہ مسنون ہو وہو سنۃ مؤکدۃ مطلقا اور استنجا سنت مؤکدہ ہے ہر حال میں یعنی خواہ
نجاست حسب عادت ہو یا نہو تر یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلوں سے خواہ ہو وضو کرے یا جنب یا حائض وما قیل من افتراضہ لنحو حیض مجاوزۃ مخرج
فتسامح اور وہ جو کسی نے استنجا فرض ہونا کہا ہے مانند حیض اور مخرج سے بڑھ جانے میں سو قول تحقیقی نہیں م حیض کے مانند جنابت اور نفاس وارکانہ اربعۃ
شخص مستنجی وشیء مستنجی بہ کماء وحجر ونجس خارج من احد السبیلین وکذا لو اصابہ من خارج وان قام من موضعہ علی المعتمد ومخرج دبر او قبل اور ارکان استنجا کے
چار ہیں ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہے چنانچہ پانی اور پتھر تیسرے نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح
مسنون ہے استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگ جائے اگر وہ شخص قضائے حاجت کے مکان سے اٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر چوتھا رکن ہے نجاست نکلنے کا مقام
دبر یا قبل بنحو حجر ماہو عین طاہرۃ قالعۃ لا قیمۃ لہا کمدر متعلق باستنجاء سنت ہے پتھر ایسی چیز سے اس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنے والی ہے جسکی کچھ قیمت نہیں
چنانچہ صاف کرنے والا ڈھیلا م ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہے اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک بدون کرایہ
استنجا جائز نہیں بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہے کہ بدن کو نہایت ڈھیلا کر کے بیٹھے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجا کے کپڑے
سے موضع استنجا کو پونچھ ڈالے اور کپڑوں کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونوں ہاتھوں کو دھووے کذا فی الطحطاوی
لانہ ہو المقصود فیختار الابلغ والاسلم عن التلویث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہے تو استنجا کرنے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے
والی اور نہایت سلامت رکھنے والی ہو آلودہ کرنے سے ولا یتقید باقبال وادبار شتاء وصیفا اور استنجا مقید نہیں اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی میں
م اقبال یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے ڈھیلا لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہے یہ مسنون نہیں کہ مرد جاڑے میں پہلا
ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا اول کے مانند اور گرمی میں اسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم میں اول اقبال کرے
یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضیخان کا ہے اور قرطبی اور شمنی نے اسکو اختیار کیا ہے ولیس العدد ثلثا بمسنون فیہ بل مستحب اور تین ڈھیلوں کا شمار
استنجا میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہے م استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہے خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلوں کو ذکر

جیسے کہ احادیث مین ہر بنا بر غالب عادت کے یعنی غالبا استنجا سے پاکی حاصل ہوتی ہر وغسل بالماء الی ان یقع فی قلبہ انہ طہر ما لم یکن موسوسا فیقدر
بثلث کہ مرد اور پانی سے دھونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالے کے دل مین یہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا پاک ہو گیا بجز اسکے کہ وہمی ہو جسکو
وسواس نہین ہوتا اسی کے حق مین تین بار کا دھونا ٹھہرایا ہے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ مین کذا ذکرہ الحلبی بلا کشف عورۃ عند احد پانی سے دھونا
ڈھیلون کے بعد بدون شرمگاہ کھولنے کے کسیکے روبرو یعنی اس شخص کے روبرو جس سے چھپانا ضروری ہر عمدہ مرتبہ یہ ہر کہ ڈھیلون کے بعد پانی سے
دھوئے پھر اسکے بعد فقط پانی پر اتفاق کرنا پھر اسکے بعد فقط ڈھیلون پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما مع کشف العورۃ اور کشف عورت کے ساتھ جو دھونے کو
ایسے چنانچہ فسق کی مضمون سے پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف لہ صار فاسقا تو اگر دھونے کے واسطے بدن کھولا تو گنہگار ہو جاویگا کما فی البحر الرائق مین ہر کذا یا
صورت مین ڈھیلون پر کفایت کرے پانی سے استنجا کرے نہین تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہین لا لو کشف لاغتسال او تغوط کما بحثہ ابن
گنہگار نہ ہوگا اگر غسل واجب یا پاخانے کے واسطے شرمگاہ کھولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے بیان کیا ہر سنۃ
یعنی سراج ڈھیلون کے بعد پانی سے دھونا سنت ہر ہر زمانہ مین اسی کا فتوی ہر کذا فی السراج یعنی ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے مین
یکسان سنت ہر اور قول ضعیف یہ ہر کہ ہمارے زمانے مین سنت ہر صحابہ کرام کے وقت مین مستحب تھا ویجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج نجس
مانع اور واجب یعنی فرض ہر محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست جو نماز کی مانع ہر یعنی اگر قدر درم سے زائد ہر مخرج عام ہر قبل ہو یا دبر
ویعتبر القدر المانع لصلاۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست اور
موضع استنجا مین معتبر ہر اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہو وہ شرعا ساقط الاعتبار ہر اگرچہ وہان کثرت ہو یعنی درم سے زیادہ ہو ولہذا اس نجاست کے
ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہین ہم قدر درم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہر کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت
تحریمی ہر نہین تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہر کیونکہ استنجا سنت ہر کذا فی الطحطاوی وکرہ تحریما بعظم وطعام وروث یابس کعذرۃ یابسۃ وحجر استنجی
بہ الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہر استنجا کرنا ہڈی اور کھانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہر آدمی کے خشک گوہ سے اور اس ڈھیلے سے جس سے ایکبار
استنجا کیا گیا مگر اسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہین استنجا کرنا مکروہ نہین وآجر وخزف وزجاج وشیء محترم کخرقۃ دیباج ویمین لا عذر
بیسراہ اور مکروہ تحریمی ہر پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت مین کہ اسکے بائین ہاتھ
مین کچھ عذر نہین ہم اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے مین جراحت موضع کا ضرر ہر اور محترم چیز سے اسکی بے تعظیمی ہر اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس کرنا منہی
عنہ ہر تو چاہیے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائین ہاتھ سے کپڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہو سکے تو داہنے ہاتھ مین ڈھیلا لے اور اسکو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو اسپر
رگڑے بائین ہاتھ سے کذا فی البحر فلو شلتا ولم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پھر اگر بایان ہاتھ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نہ پاوے اور نہ اس شخص کو جو پانی
ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے ہم اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جس سے شرعا پردہ نہین تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے ولو شلتا سقط اصلا
کمریض ومریضۃ لم یجدا من یحل جماعہ اور اگر دونون ہاتھ لنجے ہون تو استنجا بالکل ساقط ہو گیا یعنی ڈھیلون سے بھی اور پانی سے بھی اس بیمار مرد اور عورت
کے مانند جنھون نے اس شخص کو نہ پایا جسکا جماع کرنا حلال ہر کہ انسے بھی استنجا مطلقا ساقط ہر یعنی اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج
میسر ہو تو انسے استنجا کروالے وفحم وعلف حیوان وحق غیر وکل ما ینتفع بہ اور مکروہ تحریمی ہر استنجا کرنا کوئلے سے اور جانورون کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے
چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو اس سے چنانچہ کاغذ اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہر کذا فی
الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاہ مع الکراہۃ لحصول الانقاء پھر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہر کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہونے

صفائی کے ہم قہستانی مین نظم سے منقول ہے یون کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلون سے استنجا کرے پھر اگر نپاوے تو تیسرے کرے پھر اگر اسکو بھی نپاوے تو چوتھی پھر خاک
سے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کہ بموجب حدیث کے مورث فقر ہی ہے اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہے کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اسکا
موضع دھووے پھر بنصر کو اونچا کرے اور دھووے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کرکے دھووے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو صحیح قول مین اور بعضون نے کہا ہے تک
دھووے کہ وہان سے چکنائی دور ہو کر کھرا ہو جاوے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دھووے پھر مرد کیطرح دھووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے گر
ٹھنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہے آب گرم سے کذا فی الطحطاوی فیہ نظر لما مر انہ سنۃ لا غیر فینبغی
ان لا یکون مقیدا لہا بالنہی عنہ اور مصنف کے اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہے خلل ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہے پھر اور تو لائق یہ ہے کہ نہو
تو مہی قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے ہم صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ ہے نجاست کا اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین
بلکہ اس جہت سے کہ وہ مزیل ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ اس شئ مخصوص سے ازالہ ممنوع ہے اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کے مکان مین سنت پڑھنے سے سنت
ادا ہو گی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کما کرہ تحریما استقبال قبلۃ واستدبارہا لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہے قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کرنے
یا ہگنے کے واسطے ہم قبلہ کسی جہت مین ہو اسکا استقبال اور ادبار ممنوع ہے اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ مشرق مغرب کی طرف بول براز کے واسطے بیٹھا کرو تو اسکے
حق مین ہے جنکا قبلہ مشرق اور مغرب کی طرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہے فلو للاستنجاء لم یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال یا استدبار
قبلہ ہو تو مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہے کیونکہ ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیان لاطلاق النہی اور استقبال و استدبار
قبلہ مکروہ ہے اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین
کراہت ثابت ہے فلو جلس مستقبلا لہا غافلا ثم ذکرہ انحرف ندبا لحدیث الطبری من جلس یبول قبالۃ القبلۃ فذکرہا فانحرف عنہا اجلالا لہا لم یقم من مجلسہ حتی
یغفر لہ سو اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اسکو یاد آیا تو پھر جاوے اسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے
پھر اسکو یاد پڑا سو پھر گیا اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہوگا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امکنہ والا فلا باس
اگر ممکن ہو قبلہ کی طرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم انحراف سے وکذا یکرہ ہذہ تعم التحریمیۃ والتنزیہیۃ للمرأۃ امساک صغیر لبول او غائط
نحو القبلۃ اور اسی طرح عورت کو مکروہ ہے تھامنا صغیر کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے قبلہ کی طرف شارح نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل ہین کراہت تحریمی
اور تنزیہی دونون کو وکذا مد رجلیہ الیہا اور اسی طرح پانو پھیلانا قبلہ کی طرف مکروہ ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہے واستقبال شمس وقمر
لہما ای لاجل بول او غائط اور مکروہ ہے سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے وبول وغائط فی ماء ولو جاریا فی الاصح وفی البحر انہا
فی الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیہیۃ اور مکروہ ہے بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول مین اور بحر الرائق مین ہے کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی
ہے اور آب روان مین کراہت تنزیہی ہے ہم طحطاوی نے کہا مگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور جہاز سے اترنا ممکن نہو وعلی طرف نہر او بئر او حوض
او عین او تحت شجرۃ مثمرۃ او فی زرع او فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ ہے بول یا براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلے درخت
کے نیچے یا کھیت مین یا اس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین انمین بیٹھکر ہم یہ سب کراہت تحریمی ہے کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہے کذا فی الطحطاوی
انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہو کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اسکے نیچے بول اور براز مکروہ نہین وبجنب مسجد ومصلی عید وفی مقابر وبین دواب
وفی طریق الناس اور مکروہ ہے مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چارپایون کے درمیان اور لوگون کی راہ مین ہم قبرستان مین وجہ
کراہت یہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر یہ کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہے کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث

بول ہو اُسمین پیشاب حرام ہے تو بول و براز بطریق اولی ممنوع ہونگا کذا فی الشمنی و فی ... وحجر فارۃ او حیۃ او نملۃ و ثقب ... روزن یا ایسے سوراخ
مین اور جو سوراخ سانپ یا چیونٹی کے بل مین اور ہر ہر سوراخ مین اور الشمنی و فی موضع یجب علیہ الوضوء ویقعد فیہ و یجنب طریق او قافلۃ و خیمۃ و یستقبل الفرض و الارض
اسلام الخلیفۃ الممنوع میں اضافہ یاد و کیا ہے اور مکروہ ہے اس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر بیٹھکر بلند زمین
کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہے بیٹھنے وضو کی نجاست کی وجہ سے و الشمنی علیہ اور مکروہ ہے بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اس پر ناخوش ہوتا ہے اور بول و براز
کے وقت خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد للہ نکہے اور چھینکنے والے کو دعا کرے اور سلام کا جواب دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور
بول و براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھنکھارے اور چپ و راست نہ دیکھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کی طرف سر
اٹھاوے اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر حادث ہوتا ہے چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ نماز کے کپڑے وہان لیجاوے اگر
میسر ہو نہیں تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگنے سے اور آب مستعمل سے اور سر برہنہ نجاوے اور وہان داخل ہونے کے وقت کہے اللّٰہمّ انّی اعوذ بک من الخبث
والخبائث و اعوذ بک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم اور وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے بایان
پانون اول بڑھاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونون پانون کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پانون پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے
الحمد للّٰہ الذی دفع عنی الاذی و عافانی کذا فی الطحطاوی و ان یبول قائما او مضطجعا او متجردا عن ثوبہ بلا عذر اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹے یا
کپڑون سے برہنہ ہوکر بدون عذر کے ہم بلا عذر کی قید سب سے متعلق ہے اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے
کھڑے پیشاب کیا بیٹھنے کے درد کی وجہ سے کذا فی البحر او یبول فی موضع یتوضا او یغتسل فیہ لحدیث لا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ
یا مکروہ ہے پیشاب کرنا اس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہے یا اسمین غسل کرتا ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون میں سے
اپنے غسل خانہ مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے فروع مسائل لتحفہ شارح کے یجب الاستبراء المنبی و یتحقق وسوم علے نشفۃ الابراء واجب یعنی
فرض ہے استبراء یعنے پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھنکھار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث مین وارد ہے کہ خوب پاکیزگی
حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبراء عبارت ہے ازالہ خارج سے تا انکہ منقطع ہوجاے کذا فی الطحطاوی و یختلف بطباع
الناس اور استبرا مختلف ہوتا ہے لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھنکھارنے وغیرہ سے
و مع طہارۃ المغسول تطہر الید اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہے یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اسکے ساتھ پاک ہوگیا اسکے
علیحدہ دھونے کی حاجت نہین خواہ محل دھونے کا استنجا ہے یا سواے اسکے و یشترط ازالۃ الرائحۃ عنہا و عن المخرج الا اذا عجز والناس عنہا غافلون اور طہارت
مین شرط ہے دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہے بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہے اور لوگ
اس شرط سے غافل اور بے خبر مین ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی
استنجی المتوضی ان علی وجہ السنۃ بان ارخی انتقض والا لا وضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو
ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نہ کیا تو وضو نہ ٹوٹا اما ادنی ملے نجاسۃ ان ظہر عینہا تنجس والا لا سویا چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی
بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے عوض مین اثر کا لفظ وارد ہوا اور یہی بہتر ہے
لہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا تنجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر مین پھر آدمی کے کپڑے
پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنے رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین لف طاہر فی ثوب مبتل بما ان بحیث لو عصر قطر

ع
زمین مین دب ...
آنکھ مین ... پیشاب ...
اور آدمی ...
اور ...
سے اور ...
نجاست ... بدن ...
... سبب
شیطان ... اور دسکا
... اس ...
کرنے سے ... تکلیف
دور کی اور مجھکو راحت
عنایت کی ۱۲

نجس والا اپاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو نم ہوگیا ہو پانی سے اگر پاک کپڑا اسقدر تر ہو کہ جو اُسکو نچوڑ لیے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہوگیا اور اگر ایسا نہین تو
ناپاک نہین اگرچہ نم ہوگیا ہو ولو لف فی مبتل ببحو بول ان ظہر نداوۃ نجس والا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہوگیا ہو
پیشاب کے مانند نجس العین سے تو اگر اُسکی تراوت یا اثر اُسکا ظاہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہوگیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہین تو ناپاک نہین فارۃ وجدت
فی خمر فرمیت فتخلل ان تفسخت فنجس والا اچوہا نکلا شراب مین سو پھینکا گیا پھر وہ شراب سرکہ بنگئی اگرچہ پھٹا پھوٹا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہین تو ناپاک
نہین م تفسخ سے اجزا چوہے کے شراب مین ملگئے تو شراب کے منقلب ہوجانے سے چوہے کے اجزا نجسہ منقلب بطہارت نہین ہوسکتے وقع خمر فی خل
ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ وان کوزا حل فی الحال شراب گری سرکہ مین اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کھانا حلال نہین مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب
کوزہ بھر ہو تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہے م وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک قطرہ مین نہ مزہ ہے نہ بو جس سے انقلاب عین پر استدلال کیجیے تو کچھ توقف کرنا چاہیے اور
اگر کوزہ بھر شراب سرکہ مین گری اور اُسکا مزہ اور بو باقی نہ رہا تو صاف معلوم ہوگیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہوگئی کذا فی الحلبی فارۃ وجدت فی قمقمۃ ولم یدر
ماتت فیہا ام فی جرۃ ام فی بئر یحیل علی قمقمۃ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گھڑے مین یا کنوئین مین تو اُسکا مرنا لوٹے مین
محمول ہوگا یعنی اسواسطے کہ حادث کی اضافت اُسکی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثلث قرب من سمن وعسل ودبس اخذ من کل حصۃ و
خلط فوجد فیہ فارۃ تضعہا فی الشمس فان خرج منہا الدہن فسمن والا فان بقی بحال الجمد فالعسل او سلطحا فالدبس تین مشکین مین گھی اور شہد اور شیرہ خرما
تھی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اُسمین مردہ چوہا نکلا تو اے مخاطب تو اُس چوہے کو آفتاب مین رکھ پھر اگر اُس چوہے سے چکنائی نکلے تو
گھی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہین نکلی تو اگر بحال آب بستہ جما ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہے یا اُتھڑا چپ چپا تا رہا تو شیرہ خرما ناپاک ہے یعنے اسلیے کہ دھوپ سے
گھی پگھل جاتا ہے اور شہد سمٹتا ہے اور شیرہ خرما نرم ہوجاتا ہے یعمل بخبر الحرمۃ فی الذبیحۃ وبخبر الحل فی ماء وطعام عمل کیا جاے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین
اور حلت کی خبر پر پانی اور کھانے مین م یعنے ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو چیزین متعارض مسموع ہوئین یعنے ایک متقی کہتا ہے
کہ یہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ مین اُسکو حرام سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ ذبیحہ مین اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور
طعام مین اصل حلت ہے تو دونون خبرون کو ساقط الاعتبار کرکے اصل پر عمل کرنا چاہیے تحری فی ثیاب اقلہا طاہر تحری کرے یعنے سوچے اور اٹکل دوڑاوے
پاک کے دریافت کرنے مین اُن کپڑون مین جو آدھے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین م جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹھہرا تو اُسی مین نماز
پڑھا کرے نقض تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ہان اگر اسمین نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا سوچ کر اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وفی اوان اکثرہا
طاہر لا اقلہا بل یحکم بالاغلب الا لضرورۃ شرب اور سوچ کرے پانی کے اُن برتنون مین جنمین اکثر یعنے آدھے سے زیادہ پاک ہین نہ اُن برتنون مین جو
آدھے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیے یعنی سب کو ناپاک جانیے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بھی سوچ پر عمل کرے یحرم اکل لحم انتن
لا نحو سمن ولبن حرام ہے کھانا اُس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گھی اور دودھ ایسی سڑی چیز کا م طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گھی ضرر نہین کرتا یعنی برخلاف
سڑے گوشت کے شعیر فی بعر او روث صلب یوکل بعد غسلہ وفی خثی لا جو نکلے سوکھی مینگنی یا لید مین تو دھونے کے بعد کھائے جاوین اور اگر گوبر مین
نکلے تو نکھائے جاوین مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ پتا ہر جانور کا اُسکے پیشاب کے مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اُسکے سرگین کے مانند ہے یعنی جو بول
ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے وہ اُسکے پتے کو بھی طاہر کہتا ہے حکم العصیر حکم الماء پھل اور گھاس کے رس کا حکم پانی کے مانند ہے یعنے جیسے نجاست حقیقی
پانی سے دور ہوتی ہے ویسے ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی وہ بھی اگر دہ در دہ ہو تو ناپاک نہوگا رطوبۃ الفرج
طاہرۃ خلافا لہما عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک العبرۃ للطاہر من تراب وماء اختلطا بہ یفتی اعتبار پاک کا ہے مٹی یا پانی سے

آلہ یا ہم مخلوط ہو گئی اسی واسطے جو بعض پانی اور مٹی سے جو گارا بنا اگر زمین سے آیا بھی پاک ہو تو وہ پاک ہو یہ قول ضعیف ہو بحر الرائق مین ہو کہ جب کہ ان دونون
پانی سے یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہو کہ گارا ناپاک ہو دونون مین کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہو تا فیون اور فقیہ ابو لیث کا اور خلاصہ مین جو طہارت کی ترجیح
ہی ہو کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بنگئی وہ بظاہر افہم نہین اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہو کہ جن کھانون کو پانی یا گھی نجس ہو وہ پاک ہون کیونکہ ترکیب
سے اور چیز ہو گئی وعلی ہذا سب مرکبات جبکہ انکے بعض مفردات ناپاک ہون حالانکہ یہ خلاف الفساد ہو کذا فی الحلبی مشی فی حمام ونحوہ لا تنجس مالم یعلم انہ غسالۃ
نجس پیادہ پا چلا حمام اور اُسکے مانند اور مکان مین چنانچہ غسل خانہ مین تو ناپاک نہوگا جبتک یہ معلوم نہو جاے کہ جو پانی پانون مین لگا وہ نجاست کا
دھوون ہو مراد یہ ہو کہ برہنہ پانون چلا تو بدون پانون دھوئے نماز جائز ہو اور احتیاط یہ ہو کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا ینبغی اخذ الماء من الانبوبۃ
لانہ ینبغ الماء ربما یکدر پانی لینا اس نالی سے جسکا پانی حوض مین گرتا ہو بچنا چاہیے اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا شاید کہ ہاتھ مین نجاست
ہو تو پانی بہنے سے حوض مین نجاست واقع ہوگی یا مستعمل اُسمین گریگا تو ناپاک ہوگا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر اعلے
سبیل الاولویۃ کے ہو یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہو انتکبیر الی الحمام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار مقلوب الکنایۃ علے الصباح حمام مین غسل کے واسطے
جانا مروت کے افعال سے نہین ہو یعنے بے شرمی ہو اسواسطے کہ اسمین مقلوب کنایہ کا اظہار ہو مقلوب کنایہ نیک ہو یعنی جماع یعنے لوگون کے سامنے حمام مین
جانا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہو رات کے جماع کا اور یہ بے شرمی ہو طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ شارح بجاے مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب
ناک ہو یعنی جماع ثیاب الفسقۃ واہل الذمۃ طاہرۃ فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہین ہم یعنے انکے مستعمل کپڑون مین نماز درست ہو تا وقتیکہ
نجاست کا یقین نہو اور تجنیس مین ہو کہ ذمیون کے پاجامون مین نماز مکروہ ہو حلبی نے کہا شاید اسوجہ سے کہ وہ استبرا اور استنجا نہین کرتے دیباج اہل فارس
نجس لجعلہم فیہ البول لبریقہ اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہو اُسمین پیشاب ڈالنے کی وجہ سے چمک کیواسطے ہم فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہو
لہذا اُسکو ناپاک کہا اسی طرح جبین اگر نیچے کپڑے مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہوا اُسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہین اسواسطے
کہ کپڑون مین اصل حلت ہو رای فی ثوب غیرہ نجسا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہا وجب والا فالامر بالمعروف علی ہذا ایک شخص نے دوسرے کے
کپڑے مین نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہو یعنی درم سے زیادہ ہو اگر اُسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اُسکو خبر کریگا تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا
واجب ہو یعنی فرض ہو اور اگر اُسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہین تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہو ہم یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص
عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہو ورنہ فرض نہین اور یہ بھی امر بالمعروف مین شرط ہو کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہ ہو ورنہ وہ شخص مختار ہو چاہے کرے چاہے
نکرے اور نہی عن المنکر مین یہ بھی ہو کہ خود مرتکب نہوتا ہو اُس فعل کا جو منہی عنہ ہے اعظم ہو اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہو اگرچہ اُسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہین
کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا اور وہ اول ما یسأل عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوٰۃ جانماز کا لیے رہنا ہمارے زمانہ مین بہتر ہو
احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہو کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہوگی ہم شارح رحمۃ اللہ علیہ کے
حسن بیان کو غور کرنا چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوٰۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب ہو نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شروع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہو اصل مقصد مین کہ نماز ہو بعد بیان کرنے وسیلہ
کہ طہارت ہو وہلم تخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہین رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہو کبھی منسوخ نہین ہوئی ولما صارت قربۃ
بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لانہ بل من فروعہ اور جبکہ شریعت محمدی مین نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے ایمان کے

کتاب الصلوٰۃ

اجزاسے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہے م یعنی چونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطۂ استقبال قبلہ عبادت ہے بلا واسطہ عبادت نہین لہذا نماز ایمان مین داخل نہین بلکہ اسکی شاخ ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اسکے حکم کے یعنی اسکے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان مین داخل ہے اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے جمیع ارشادات قطعیہ نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وہی لغۃ الدعاء فنقلت شرعًا الی الافعال المعلومۃ وہو الظاہر لوجود الدعاء فی الامی والاخرس اور نماز لغت عرب مین بمعنی دعا ہے پھر شرع مین منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر ہے القسم بسبب موجود ہونے نماز کے بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز مین م شارح نے اشارہ کیا کہ صلوٰۃ منقول شرعی ہے اور منقول شرعی ہے جسمین معنی وضعی باقی نہوا در جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ دعا مین حقیقت ہے افعال مخصوصہ کو صلوٰۃ اسواسطے کہا کہ انمین دعا بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی ہی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع نماز یعنے پنجگانہ نماز فرض عین ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر باجماع اہل اسلام م اجتماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہ اجتماع حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہے کسی نے نہین پڑھی اور اذان اور اقامت اور شروع نماز مین اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہے اور نماز مین اللّٰہم ربنا ولک الحمد کہنا اور نماز مین گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج مین بیان کیا ہے اور بعضون نے کہا کہ عشا کی نماز اول حضرت موسی علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ مین ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسی علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسی علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہمپر فرض ہے انتہی مختصرا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت قرآن مجید کی کہ اقیموا الصلوٰۃ یعنے اے مسلمانون قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ بسنۃ ونصف وکانت قبلہ صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا شمنی نماز فرض ہوئی معراج مین شب شنبہ رمضان شریف کی سترھوین تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے دو نمازین تھین ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اسکے ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی م یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف مین ذکر کیا سو ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ معراج رجب مین ہوئی تھی اور یہی لوگون مین مشہور ہے اور امام نووی نے سیر روضہ مین اسی کو ذکر کیا ہے وان وجب ضرب ابن عشر علیہا بید لا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوٰۃ وہم ابناء سبع واضربوہم وہم ابناء عشر نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہے دس برس والے لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال مین کہ وہ سات برس کے ہون اور انکو مارو جبکہ وہ دس برس کے ہون م ہرچند حدیث مین مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت مین وارد ہے اور صغیر محل جنایت نہین لہذا اسکی ضرب ہاتھ پر محمول ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اسکو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑجاوے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار ضرب متوسط سلیم مارنا چاہیے قلت والصوم کالصلوٰۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یومر بالصوم والصلوٰۃ وینہی عن شرب الخمر لیالف الخیر ویترک الشر مین کہتا ہون اور روزہ نماز کے مانند ہے حکم کرنے اور مارنے مین بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم مین زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر مین ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اسکو نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے م مراد یہ ہے کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوٰۃ اور شراب کی کچھ خصوصیت نہین ویکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہوجاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنے قرآن احادیث اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جسمین کچھ احتمال نہین منح الغفار مین ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے وتارکہا عمدا مجانۃ ای تکاسلا

ف
کہ پروردگار
زبر تاس
الکی سبارت

دمن مجس حتی یصلی وقیل یحبس حتی الموت وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل لصلوۃ واحدۃ وعند احمد وقیل یکفر اور نماز کو
قصداً چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے کفر کا مرتکب قید کیا جائے یہان تک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہر حق العبد کے سبب سے
تو خدا کے حق مین محبس کرنا بدرجہ اولیٰ ہر اور بعض امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوۃ مارا جاے یہانتک کہ اسکا خون جاری ہو اور امام شافعی کے
نزدیک تارک الصلوۃ قتل کیا جاتا ہر ایک نماز کے چھوڑنے سے یہ قتل حد کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہر کہ قتل ہر کفر کی راہ سے ہم اسی طرح رمضان کا
تارک الصوم صاحب الحبس ہر اور شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی متفق تارک الصلوۃ شکا سل لازم القتل ہر مگر کسی کے نزدیک وہ کافر نہین
سواے امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ویحکم باسلام فاعلہا بشروط اربعۃ ان یصلی فے الوقت مع جماعۃ موتماً متما اور حکم کیا جاتا ہر نماز پڑھنے والے کے
مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھ یہ کہ نماز پڑھے بیچ وقت مین جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے ہم اسطرح نماز پڑھنا امت محمدی
مین مخصوص ہر لہذا اسکے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہر فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اسمین نفس کا
احتمال ہر یا اعتقاد و فرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونون کو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے کہ اقتدا
اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہر برخلاف امام ہونے کے کہ اسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہر تو جماعت ثابت نہو گی اور اتمام صلوۃ سے مراد یہ ہر
کہ اسکو فاسد نکرے کذا فی الطحطاوی وکذا لو اذن فے الوقت او سجد للتلاوۃ وزکی السائمۃ صار مسلماً اور اسی طرح اگر اسنے وقت نماز مین اذان دی یا تلاوت
قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے جانورون کی زکوۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا ہم اسواسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لا لو صلی فی غیر الوقت
او منفرداً او اماماً او افسدہا او فعل بقیۃ العبادات لانہا لا تختص بشریعتنا مسلمان نٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہو کر
نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر ڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات اسنے کیے اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص نہین ہم
باقی عبادات چنانچہ زکوۃ اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر حج کرنا اور قرآن کا پڑھنا
بھی اس امت کی خصوصیات سے ہر تو اسکو بھی مستثنیٰ کرنا چاہیے کذا فی النہر ونظمہا صاحب النہر فقال سے وکافر فے الوقت صلی باقتدا ٭ متمماً صلوتہ
لا مفسداً ٭ او اذن ایضاً معلناً او زکی ٭ سوائماً کان سجدۃ تزکی ٭ فمسلم لا بالصلوۃ منفرد ٭ ولا الزکوۃ والصیام الحج زد ٭ اور خصوصیات مذکورہ
اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہر اور کافر نے عین وقت مین نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان
بھی دی آشکارا یا چرندے جانورون کی زکوۃ ادا کی مانند سجدۂ تلاوت کرنے کے پاک ہو کر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے
سے اور نہ اور اموال کی زکوۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وہی عبادۃ بدنیۃ محضۃ فلا نیابۃ فیہا اصلاً اے بالنفس
کما صحت فی الحج ولا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدیۃ للفانی لانہا انما تجوز باذن الشارع ولم یوجد اور وہ یعنے نماز صرف بدن کی عبادت ہر تو اسمین نیابت
نہین کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج مین صحیح ہر نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے مین درست ہر فدیہ دے کر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت فدیہ
تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہر سو وہ اذن نماز مین پایا نہین گیا ہم نماز محض عبادت بدنی ہر یعنے مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب
ہر اور حج نفل مین دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہر اور حج فرض مین بشرط عجز دائمی صحیح ہر اور صوم کے فدیہ مین بھی عجز دائمی تا موت
شرط ہر شیخ الغفار مین ہر کہ نماز مین نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہر سو وہ عبادات بدنیہ مین جان
اور اعضا کی محنت کشی مین افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہر اور نائب کے کرنے سے منیب کے نفس پر مشقت متحقق نہین ہوتی تو نیابت مطلقاً جائز
نہین عجز مین نہ قدرت مین انتہی سببہا ترادف النعم ثم الخطاب ثم الوقت نماز کا سبب پے در پے ہونا ہر احسانات ربانی کا پھر حکم قرآنی پھر وقت نماز کا تمام سبب عبارت ہر

مفضی الی الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ میں تواتر نعمات ہی پھر حکم قرآن مجید کا چنانچہ (اقیموا الصلوٰۃ وان الصلوٰۃ کانت
علی المؤمنین کتابا موقوتا) پھر سبب ظاہری وقت ہی اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہی اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہی سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی
ای الجزء الاول منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما ای جزء من الوقت یتصل بہ الاداء والا یتصل الاداء بالجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر وقت سبب کے
یعنے اسکا پہلا جز سبب ہی اگر اُسکے ساتھ اداے نماز متصل ہو اور اگر جزء اول میں نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جزء سے اداے نماز کا اتصال ہوگا وہی جز
سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جزء سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا جز سبب ہوگا ہم خلاصہ مقام یہ ہی کہ وجوب نماز میں وسعت ہی تو جزء اول اور ثانی
اور ثالث کی تاخیر سے مثلا گنہگار نہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان یہ ہی کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہی جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہی کذا فی
الطحطاوی ولو ناقصا حتی تجب علی مجنون ومغمی علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جز سبب ہی اگرچہ
ناقص ہو چنانچہ عصر میں دھوپ کا زرد ہو جانا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونوں ہوش میں آگئے پچھلے جزء میں اور حیض والی اور نفاس
والی عورت پر کہ دونوں پاک ہوگئیں اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جزء اخیر میں مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت میں نماز پڑھی ہو جزء
اخیر سے مراد وہ جزء ہی جو تکبیر تحریمہ کی گنجایش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جسمیں اللہ اکبر کہنا نہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت
باقی ہی تو اُسوقت کی نماز اُنپر واجب ہوگی اور نہیں تو نہیں اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہی اور نماز مرتد کی صورت یہ ہی کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر میں
مثلا اُسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر ظہر کے آخر وقت میں اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی
الطحطاوی مختصرا وبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل حتی یلزمہ القضاء فی کامل ہو الصحیح اور بعد نکل جانے وقت کے
مضاف ہوتا ہی سبب جمیع وقت کی طرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال بھی اصل ہی تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم
ہوگا کامل وقت میں نہ ناقص میں یہی قول صحیح ہی ہم تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل یا دوپہر آخر وقت عصر میں غروب سے پہلے تو اُسوقت قضا نکرے اسواسطے
کہ وہ ناقص وقت ہی و وقت صلوٰۃ الفجر قدمہ لانہ لاخلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اُسکے دونوں طرفوں
میں یعنی اُسکے اول اور آخر میں خلاف نہیں اتفاق ہی امت کا برخلاف ظہر وغیرہ کے ہم اور یہ جو بعضوں نے اول فجر میں اختلاف کیا ہی کہ اول صبح ہی انتشار ہی اُسکا
اور آخر وقت قدرے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہی یا تیر انداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد کے نہیں کذا
فی الطحطاوی ولاول من صلاہ آدم واول الخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اُسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے پہلے ہی واجب
ہونیکی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج میں فرض ہوئی تو اُس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر شب
معراج میں ۵۰ نمازیں فرض ہوئیں پھر کم ہوئیں یہانتک کہ پانچ ٹھہر گئیں پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہیں بدلتی تمکو پانچ وقت کی نماز میں ۵۰ وقت
کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ وقدم محمد الظہر لانہ اولہا ظہورا وبیانا اور امام محمد بن
حسن شیبانی نے جامع صغیر میں ظہر کو اول مذکور کیا ہی اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ سے پہلی ہی باعتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ہم یہ قول
مبنی ہی اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اسمیں دو روایتیں ہیں دوسری
یہ ہی روایت ہی کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض نبینا صلے اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء
اور پوشیدہ نہیں موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسیواسطے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نہ کی شب معراج کی صبح کو ہم
یہ جواب ہی سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز سے اول ٹھہری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب

اور کچھ بھی بات کو خصوصیت جواب ہے کیونکہ اتنے ادا نماز کی ممنوع نہ تھا ... بعد وقت کے ادا کیا واجب نہیں ہوا یہ سوال وارد ہوتا ہے ... صحت پر ...
اگر کوئی کہے تو جواب یہ ہے کہ نیت ہوگی ... وجوب اداسکے ہر جواب دینگے کہ ہمین کچھ شبہ نہیں اس بات مین کہ جو شخص وقت وجوب مین مسلم ہو اور
مرتبہ ہونے کے بعد ... ہوا اسپر وجوب ثابت ہوگا ... امام کیفیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم ہل کان یتعبد قبل البعثۃ بشرع
احد اختلف ... من قال نعم ... من المشائخ الساداق من شریعۃ ابراہیم وغیرہ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی
نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہیں جواب یہ ہے کہ ... بعضون کے نزدیک یہ ہے کہ کسی شریعت خاص پر عمل نکرتے تھے بلکہ اسپر عمل کرتے تھے جو کشف
صادق سے آپکو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے ... اور صحیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا
غار مین جسکو حرا کہتے ہیں کذا فی الجرم ابن اسحق وغیرہ نے ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہرسال ایک مہینے حرا مین تشریف لیجاتے تھے عبادت
کرنے کو بعضون نے کہا عبادت آپکی فکر تھی اور بعضون نے کہا فکر تھی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **من اول طلوع الفجر الثانی** وہو
البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل نماز فجر کا وقت ہے ابتدا طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ یعنی فجر ثانی سفیدی ہے پھیلی کنارہ آسمان مین عرض یعنی
چوڑی نہ لنبی ہو فجر دو قسم ہے اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہے جسکو حدیث مین فرمایا جیسے بھیڑئے کی دم وہ سفیدی ہے کہ سیاہی وہان ہوجاتی ہے
لہذا اسکو صبح کاذب کہتے ہین اسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہے اور صائم کو سحر کھانا درست ہے صبح کی نماز اسوقت جائز نہین اور فجر ثانی افق مین
معترض اور منتشر یعنی داہنے اور بائین پھیلی اور چوڑی ہوتی ہے دمبدم اسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اسکو صبح صادق بولتے ہین وہی وقت ہے
ابتدا نماز فجر کا اسوقت صائم کو سحر کھانا درست نہین **الی قبیل طلوع ذکاء** بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہے آفتاب کے
نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکاء بالضم والمعجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہے چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز مین اصل ہے
اور مشہور لہذا اسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہے اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اس حدیث کو بہت صحابیون نے روایت
کیا ہے از انجملہ ابن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ اور عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسی
اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہین رضی اللہ عنہم سو ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا انسے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت کہ سایہ اصلی مثل تسمہ کے یعنی بند نعلین کے
مانند تھا پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اسکے برابر تھا پھر مغرب پڑھی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا وقت آیا پھر عشا پڑھی جبکہ شفق ڈوبا
پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اسی چیز کے برابر ہوگیا کل کے عصر کے وقت
پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر شے کا اسکے دوچند تھا پھر مغرب پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشا پڑھی جبکہ تہائی رات گئی پھر صبح پڑھی جبکہ زمین روشن
ہوگئی پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا ای محمد یہ وقت ہے تجھسے پہلے انبیا کا اور وقت ہے بیچ ان دونون وقتون کے ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے اپنی مستدرک مین اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے کذا فی البنایہ
شرح الہدایۃ للعینی **ووقت الظہر من زوالہا** ای میل ذکاء عن کبد السماء **الی بلوغ الظل** مثلیہ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنی آفتاب
کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شے کے سایہ کے دوچند پہونچنے تک ہے ظہر کے اول وقت مین خلاف نہین آخر وقت مین اختلاف ہے امام اعظم کے
نزدیک مثلین تک ہے یعنی دونا سایہ ہونے تک محمد کی روایت مین بدائع مین کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہے اور محیط مین ہے کہ امام ہی کا قول
صحیح ہے اور محبوبی نے اسی کو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعہ نے اسی کو ترجیح دی اور غیاثیہ مین کہا وہو المختار اور شرح مجمع مین کہا کہ

اصحاب متون نے اسی کو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعنہ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ
ناخذ وفی غرر الاذکار وہو الماخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبرئیل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے
ایک مثل کی روایت ہے یعنے حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اس چیز کے ہو گیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہے اور
زفر اور تینوں اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہین اور غرر الاذکار مین ہے کہ
یہی قول لیا گیا ہے یعنی اسی پر عمل ہے اور برہان مین ہے کہ یہی قول ظاہر تر ہے جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل باب مواقیت مین نص
صریح ہے اور فیض مین ہے کہ اسی پر لوگون کا آج عمل ہے اور اسی کا فتوی ہے م بحر الرائق مین ہے کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہین کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہے
تصحیحات متقدمہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وہاج مین ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاطا اسمین ہے کہ ظہر کی نماز مثل تک تاخیر نکرے اور عصر کی نماز
نہ پڑھے جبتک مثلین تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونون نمازین اپنے وقتون پر بالاتفاق ادا ہون کذا فی الطحطاوی سوی فیئ یکون للاشیاء قبیل الزوال
سوا اس سایہ کے جو سب چیز دن کا ہوتا ہے زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا م یعنے ٹھیک دوپہر مین آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہے
وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہے مثل اور مثلین کے حساب مین داخل نہین اسی سایہ کو فیئ بروزن شیئ اور سایہ اصلی کہتے ہین طحطاوی نے کہا فیئ الزوال
کو اسواسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواضع مین ایام سرما مین اور گاہے دونا ہوتا ہے تو اگر مثل کو اعتبار کیجیے ذی الظل کے
پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جاے نہ امام کے نزدیک یہ حال ہے وہان کے لوگون کا جنکے سرون پر آفتاب سامنے نہین آتا لیکن
جن لوگون کے سرون کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہان مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہے یعنی اسواسطے کہ وہان سایہ اصلی منعدم ہوتا ہے ویختلف
باختلاف الزمان والمکان اور فیئ الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے زمان اور مکان کے اختلاف سے م یعنے سرما مین سایہ اصلی بڑا ہوتا ہے اور گرما مین چھوٹا
اور جو ملک معدل النہار اور خط استوا سے قریب ہین وہان سایہ چھوٹا ہے اور جو بعید ہین وہان بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض میل کلی کے اندر ہے وہان سایہ اصلی
ایک دن بالکل منعدم ہوتا ہے یعنی جبکہ آفتاب نقطۂ سرطان مین داخل ہوا اور سال بھر مین یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی
سے کم ہوتا ہے وہان کا سایہ اصلی سال مین دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام
ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نپاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے
اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہے اسی شخص کے قدم سے انگوٹھے کی طرف سے م یہ کلام محذوف پر مرتب ہے اور معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ
کی عبارت سے اسمین یون ہے کہ زوال کی شناخت مین چند روایت ہین انمین صحیح تر یہ ہے یعنے ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین مین چاشت
کے وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہو جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہین ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادتی اور نقصان
سے تو یہ وقت ہے ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فیئ الزوال اور سایہ اصلی ہے اور جبکہ سایہ فیئ الزوال کے خط سے بڑھا اور لمبا ہوا تو
معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھلگیا چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور مجتبی مین ہے کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نملے فیئ الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے
قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہین اور جمع بین القولین یون ہو سکتا ہے کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے
ہوتا ہے اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھے کیطرف سے انتہی اور محمد سے وہ قول منقول ہے جو اس سے بھی زیادہ تر آسان ہے وہ یہ ہے کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر
آفتاب ابروے راست پر آیا تو ڈھلگیا کذا فی الطحطاوی مصنف عینی یون ہے کہ جب آفتاب بائین طرف سے ڈھلا تو بھی زوال کا وقت ہے انتہی م مین اور یہ سایہ کا
اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہے کما فی حاشیۃ العینی عن السراج ووقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے ہے آفتاب کے ڈوبنے تک

لئے جو بیٹھے تھے وہی نے کہا ہی یہ قول منسوخ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ آفتاب کے غروب ہونے کے بعد پھر عصر کا وقت لوٹ آیا ... اگر وقت
آفتاب ڈوب گیا تھا پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کر گیا یا نہیں جواب یہ ہے کہ اس وقت پڑھ لیگا ... ہے جیسے صاحب نہر کی حدیث میں ہے
کہ قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ کی گود میں سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تو فرمایا الٰہی
الٰہی علی تیرے اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہاں تک کہ انہوں نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہ واقعہ
خیبر میں ہوا تھا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہے از انجملہ طبرانی نے سند حسن سے اسکو روایت
کیا ہے اور بعضے اسکو موضوع کہا چنانچہ ابن جوزی نے اسے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہیں کذا فی الطحطاوی ودر المنتقیٰ ...
اور یہی عصر کی نماز وسطیٰ ہے بنابر مذہب صحیح کے جو قرآن مجید میں فرمایا (حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ) یعنے محافظت کرو نمازوں پر اور نماز وسطیٰ
پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطیٰ کی تعیین میں بیس قول ہیں جو دیباچہ اور اسکی شرح میں مذکور ہیں از انجملہ ایک قول یہ ہے جو شارح نے ذکر کیا
واللہ اعلم ووقت المغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرۃ عندہما وبہ قالت الثلثۃ والیہ رجع الامام لما فی شروح المجمع وغیرہا فکان ہو المذہب
اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہی شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہے صاحبین کے
نزدیک اور یہی کہا ہے تینوں اماموں نے اور اسی قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحوں میں مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول
صحیح مذہب ٹھہریگا امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق میں ہوتی ہے اور یہی قول ہے صدیق اکبر اور انس اور معاذ اور عائشہ رضی اللہ عنہم
اور ایک روایت ہے ابن عباس اور ابوہریرہ سے اور یہی مذہب عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہے
مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابوداؤد میں حدیث ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہے جبکہ افق سیاہ ہوجاوے ابن حبان نے اسکو اپنی
صحیح میں روایت کیا ہے اور ابوداؤد اور نسائی اور امام احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ تیسری
تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر میں امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا امام کی روایت سے ثابت ہے نہ درایت
سے اول تو اسواسطے کہ امام کی ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہاں تک ہے کہ افق غائب ہوجاتا ہے
غائب ہونا افق یعنی کنارہ سے آسمان کا اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری میں کہا تو ثابت
ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح تر ہے انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہیں مگر امام اعظم رح کے قول پر اور اسکو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے
قول کو لینا نہ چاہیے الا بضرورت ضعیف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ میں اور معراج میں ہے کہ
صاحبین کا قول اوسع ہے اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہ جو درر میں ہے کہ یہاں صاحبین کے قول پر فتوی ہے نوح افندی نے اسکو یوں رد کیا ہے کہ اسپر اعتماد
جائز نہیں اور امام کے قول پر صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہیں مگر بموجب ضعیف دلیل کے بالضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے جالا ان
چاروں امور سے کوئی متحقق نہیں تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ میں لازم ٹھہرا انتہی وفیہ ان السائل
خلاصہ اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہوں اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جسپر چاہے عمل کرے اسکے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد کیلئے
ہے اور جو مجتہد نہیں تو اصح یہ ہے کہ امام ہی کے قول پر فتوی دے چنانچہ سراجیہ میں مصرح ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہے اور بعضوں کے
نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نہ چاہیے از انجملہ صاحب ہدایہ ہیں اُنہے تجنیس میں کہا کہ میرے نزدیک واجب یہ ہے کہ امام کے قول پر ہر حال
میں فتوی دیا جائے کذا فی الطحطاوی لمحشاۃ ووقت العشاء والوتر منہ الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق سے ہے صبح تک ولکن لا یقدم الوتر علیہا للترتیب

ناسیا لوجوب الترتیب لانہما فرضان عند الامام ولیکن صحیح نہین عشا پر وتر کا مقدم کرنا اگر بھولکر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون
فرض ہین امام کے نزدیک ہم لیکن عشا فرض قطعی ہی اور وتر فرض عملی ہی اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہی والدلائل فی المبسوطات وفاقد
وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانیوالا عشا اور وتر کے وقت کے جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار
مین فجر طلوع کرتی ہی شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین ہم قاموس مین ہی کہ بلغار ایک شہر ہی ملک صقالیہ کے نہایت مین جانب شمال کے شدید البرد
اور یہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سو سہو ہے اور ٹھیک یہ ہی کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح مین کو ہی
یعنی اول صیف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہی راس سرطان مین تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہی اور ایک ساعت یعنے گھنٹہ بھر غروب
ہوتا ہی عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانیوالا عشا اور وتر کا مکلف
اُن دونون کا یعنی اُسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہی تو اندازہ کرے اُن دونون نمازون کے واسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پیچھے عشا اور
وتر ہوتی تھی اُسیقدر مدت کے بعد دونون کو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی
نیت نکرے وقت اداء کے نہونیکے سبب سے اسی کا فتوی دیا ہی برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اسکو کہتے ہین جسکا وقت ہوا اور فوت
ہوجاے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنۃ فی الغازہ وصححہ فزعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار
کیا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکی پیروی کی ہی اپنے الغاز (چیستان ۱۲) مین سو اسی کی تصحیح کی ہی تو مصنف اس متن نے اسی
قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اسکے بعد بصیغہ تمریض ذکر کر کے کلام شارح
نے اسمین تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکے ضعیف ہونیکی تصریح کی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما
اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا نہ پانیوالا مکلف اُن دونون نمازون کا نہین اُنکے سبب کے نہونیکی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت
ہی اور انتفاء سبب مستلزم انتفاء مسبب ہی وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہی متون ثلثہ یعنے کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر
مین وبہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اسکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی مین ہی
کہ برہان الائمہ کے وقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہی یا نہین تو جواب یہ لکھا کہ تمپر واجب
نہین اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسی کا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم مین
سیف السنۃ بقالی سے بھی استفتا ہوا تو اُنھون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اُنکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا اُنکے پاس خوارزم مین کہ مجمع مین ان سے
سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہی وہ کافر ہی یا نہین تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا
کہ تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونون پانون ٹخنون سمیت کاٹے گئے اُسکے وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب
دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسی طرح پانچوین نماز بھی فرض نہین اُسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی
کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اُنکے موافق ہوگئے کذا فی المنح ورجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی
ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو کی ہی اور نہین مانا اُس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی ہم
خلاصہ کلام محقق یہ ہی کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب
خفی نفس الامری کی علامت ہی فرق صریح ہی علاوہ اسکے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوۃ خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہی

اور اسی طرح حدیث صحیح مسلم دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین مین کتنا رہیگا فرمایا چالیس دن ایک دن سال
کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمہارے دنون کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کے
برابر ہوگا کیا ہمکو ایک دن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہین اسکے واسطے اندازہ کر لینا انتہی تو اسدن مین سو سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہونگی قبل ایک مثل
کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہی کلام اکمال خلاصہ جواب جلبی یہ ہے کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اسی طرح وجوب کے واسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئے ہین
کہ بدون انکے وجوب نہین پایا جاتا ہے تو اگر صلوات خمسہ کو حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہے تو مسلم ہے اور تمکو مفید نہین اور اگر ہر روز و مکلف کا عموم مطلق
مراد ہے تو باطل ہے اسلیے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلاً تو اسپر اسدن فقط چار نمازین واجب ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہے
تو اسپر غیر کو قیاس نہین کر سکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولا فیما عدہ حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلاً قبل
الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران مین کہتا ہون اور کمال الدین کو مساعدت نہین کرتی دجال کی حدیث
اسواسطے کہ اگرچہ دجال کے دن مین سو ظہر سے مثلاً زیادہ تر واجب ہوئے زوال آفتاب سے پہلے ہمارے اس مسئلہ کے مانند وہ دن نہین اسواسطے کہ یوم
دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہے زمانہ مفقود نہین اور بلغار کی عشاء اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون امر مفقود ہین یعنے نہ علامت عشا
کی موجود ہے اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہے کہ مغرب اور عشاء اور صبح کے اوقات کے برابر ہو بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بقدر مغرب اور صبح کے
زمانہ ہوتا ہے مین کہتا ہون شارح کا یہ کلام مسلم نہین اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہے تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن
بھی اپنی رات کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا ہے تو اسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بمنزلہ الیوم دجال کے ہوگیا مین کہتا ہون انکا حاصل وجوب اور عدم
وجوب عشاء مین دونون قولون کی تصحیح ثابت ہے مگر یہ کہ دلیل تقدیر کی مرجح ہے اور مجکو بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ جملہ ایام گرما مین شفق سرخ کے غائب
ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے اور وہان کے لوگ صوم مین رات کی مدت مین ایکبار یا دوبار کھاتے ہین قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے بھی دور کے
رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندھیرا نہین ہوتا اور بعضے اور بلاد مین ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے وہان روشنی نہین مگر چراغ کی فسبحان العلیم
بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہے
شروع کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور ختم کرنا روشنی مین یہی قول مختار ہے اسطرح پر کہ ۴۰ آیت کو ادائے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونون رکعتون مین پڑھے
پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو وہم فساد کی صورت یہ ہے کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھے یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا وقیل یوخر
جدا لان الفساد موہوم اور قول ضعیف یہ ہے کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہوجانا نماز کا امر موہوم ہے م بحر الرائق مین ہے لیکن اسقدر تاخیر کرے
کہ طلوع آفتاب مین شک واقع ہو الا الحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمراۃ مطلقاً اگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑھنا مستحب نہین تو وہان اندھیرے مین
نماز افضل ہے جیسے عورت کو مطلقاً خواہ حج مین یا غیر حج مین اندھیرے مین نماز بہتر ہے اسواسطے کہ بنا حال نسوان پر پردہ داری مین ہے سو وہ اندھیرے مین حاصل ہوتی ہے
وفی غیر الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازون مین عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہے یعنے جب مردون کی جماعت ہوچکے تب
عورت مسجد مین نماز پڑھے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقاً کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہے دیر
کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوارون کے سایہ مین چلے مسجد جانے کے وقت مطلقاً ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقاً کی تفسیر یہ ہے کہ تاخیر مذکور مین شرط نہین
شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا م صیف کی قید مین اشارہ ہے کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہے اور تاخیر کی
حد یہ ہے کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ خزانہ مین ہے کہ وقت مکروہ وہ ہے جو اختلاف کی حد مین داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شے کا اسکے برابر ہو تو اختلاف مین

داخل ہوا اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہی اسواسطے کہ مصر کی دیوارون کا سایہ انکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی و
تأخیر الجوہرۃ وغیرہا من اشتراط ذلک منظور فیہ اور جو کہ جوہرہ وغیرہ مین ہی شرط ہونا تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا جو مسلم نہین ہی اور
وجمعۃ کظہر اصلا واستحبابا فی الزمانین لانہا خلفہ اور جمعہ ظہر کے مانند ہی اصل اور استحباب کی راہ سے دونون موسم گرمی اور جاڑے مین اسواسطے کہ
جمعہ خلیفہ ہی ظہر کا مم یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہی وہی جمعہ کا ہی اور جیسے صیف مین ظہر کی تاخیر مستحب ہی اور تعجیل اور ایام مین ویسا ہی جمعہ مین ہی اور اشباہ مین ہی
کہ جمعہ کو سرد وقت مین پڑھنا مسنون نہین سو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہی ظہر کا سو احد القولین ہی اور دوسرا قول مشہور یہ ہی کہ جمعہ
فرض مستقل ہی ظہر سے زیادہ تر موکد ہی کذا فی الطحطاوی وتاخیر عصر صیفا وشتاء توسعۃ للنوافل اور مستحب ہی تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے مین نوافل کی گنجایش
کے واسطے م ابوداؤد مین حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر مالم یتغیر ذکاء
بان لا تحار العین فیہا فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہی جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اسطرح پر کہ آنکھ قرص آفتاب مین حیران نہو صحیح تر قول مین م مراد یہ ہی کہ آفتاب
کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اس سے حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہین اسلیے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہی اور قول ضعیف یہ ہی
کہ شعاع دیوارون پر بدل جاے اور بعضون نے کہا قرص آفتاب متغیر ہوجاے کذا فی الطحطاوی عن السراج وتاخیر عشاء الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ وغیرہا
بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلہا اور مستحب ہی دیر کر کے پڑھنا عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا مین اس تاخیر کو مقید کیا ہی جاڑون کے ساتھ اور گرمیون مین تو
جلد پڑھنا عشا کا مستحب ہی یعنی اس خوف سے کہ عشا کا وقت خارج نہوجاے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہی فان اخرہا الی مازاد علی
النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ اما الیہ فمباح پھر اگر عشا کی تاخیر کی یہانتک کہ آدھی رات سے زیادہ ہوگئی تو یہ تاخیر مکروہ ہی تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات
تک تو تاخیر مباح ہی م نصف شب سے زیادہ تر تاخیر مکروہ تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطے مستحب ہی تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو
اور نامۂ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائین مٹ جاوین حقتعالی نے فرمایا (ان الحسنات یذہبن السیئات) نیکیان
برائیون کو دفع کرتی ہین اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہی فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو کرنا مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین چنانچہ قرآن
پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہی کلام بعد فجر ہونے کے پھر نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہین
کذا فی الطحطاوی و اخر العصر الی اصفرار ذکاء اور عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہوجانے تک تو مکروہ ہی فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لا یکرہ پھر اگر عصر
شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہین و اخر المغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتہا کرہ ای التاخیر لا الفعل
لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تارون کے جھمک جانے تک یعنے انکے بکثرت نمود ہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہی نہ نماز پڑھنا اسوقت کا اسواسطے
کہ نماز خوانی کا تو حکم ہی وہ کیونکر مکروہ ہوسکے تحریما الا بعذر کسفر وکونہ علی اکل تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب
تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہی مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہین م کراہت تحریمی تینون مسئلون سے متعلق ہی کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ
مین اسکی تصریح کردی وتاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہی اسکو جو اسوقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا
ہو والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہی فان افاق فانہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سونے کے بعد
جاگا تو امر مستحب فوت ہوگیا م ظاہرا غیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہین ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اسکو مطلقا تعجیل افضل ہی
کذا فی الطحطاوی والمستحب تعجیل ظہر شتاء اور مستحب ہی جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے مین م شتاء وہ زمانہ ہی جسمین سردی شدید ہو اور صیف وہ ہی جسمین
گرمی سخت ہو اور بعضون نے کہا کہ شتاء وہ ہی جسمین دو چیز کی حاجت ہو تاپنے کی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہی جسمین دونون چیزونکی حاجت نہو اور ربیع اور خریف

دو چیزیں ... مستحب ہے ... ان چیزوں میں کذا فی الطحطاوی من المغرب ... والصیف ... موسم سرما کے ساتھ ... اور
موسم گرما کے ساتھ ... اور یہ بحث صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ شرنبلالی نے جمع الروایات سے نقل کیا کہ ... اور عشا کی
تعجیل ... مستحب ہے ... نقل کی ہے ... بحث کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی اور تعجیل عصر و عشا ابر کے دن میں اور مستحب ہے تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے
دن میں بھی اسواسطے کہ تاخیر عصر میں احتمال ہے کہ مکروہ وقت تک آجانے کا اور عشا کی تاخیر میں تقلیل جماعت کا احتمال ہے بارش ہونے اور کیچڑ کے خوف سے
اور تعجیل مغرب مطلقاً اور جلدی پڑھنا مغرب کا ہر موسم سرما اور صیف میں مستحب ہے اور اطلاق سے یہ مراد نہیں کہ ابر ہو یا نہ ہو تعجیل مغرب کا مستحب ہے اسواسطے کہ ابر
کے دن تاخیر مغرب کی مصرح ہے اور تاخیر بقدر تعیین کروہ ہے یا اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے کروہ تنزیہی ہے اور تاخیر بغیر عذر یا سفر ... عصر اور عشا کے سوا
اور باقی دنوں میں ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہے یعنی فجر اور ظہر اور مغرب میں تاخیر ابر کے دن میں افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت میں کراہت نہیں
تو تاخیر مضر نہیں اور مغرب کی تعجیل میں یہ خوف ہے کہ قبل از غروب نماز واقع ہو وہ فی دیار کثیر شتاؤہا و قلیل ... ما تیہ او قاتہا یعنی تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر
انکے سوا کا ابر کے دن ان ملکوں میں ہے جنمیں جاڑا اکثرت ہوتا ہے اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے جیسا کہ بخارا وغیرہ اور ماوراء النہر کے ملک میں
اما فی دیارنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے ملک میں یعنی مصر اور شام میں تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقاً اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما
اور ابراد ظہر صیف الی آخر ما تقدم یہ بحث ہے عینی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوۃ تعجیلا و تاخیرا اور اذان کا حکم
نماز کے مانند ہے تعجیل اور تاخیر میں تفصیل سابق کے موافق ذکرہ بحر بحثا وکل بالا یجوز کروہ صلوٰۃ مطلقاً ولو قضاء او واجبۃ او نافلۃ او علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو
لا شکر فتیۃ مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے مطلقاً نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شکع
نے کہا شکر کا سجدہ اسوقت مکروہ نہیں کذا فی القنیہ اور جو چیز جائز نہیں وہ مکروہ ہے تم یہ جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ ہے کہ مصنف نے مکروہ میں مطلق نماز کو
جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہے نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارح غیر جائز کو کروہ رکھتا ہے خواہ
غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل میں مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہ قول
مختار ہے کہ جبتک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طلوع میں داخل ہے اسمیں نماز حلال نہیں پھر جب عاجز ہوا اسکے نظر کرنے سے تو نماز حلال ہو گئی یہی تفسیر تصحیح
کی مناسب ہے جیسا کہ سابق میں گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک اصلا کما فی
القنیہ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے اور ادا جو کہ بعضوں کے نزدیک جائز ہے وہ بالکل چھوڑ دینے سے
اولے ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے ... سے یہاں امام شافعی رح مراد ہیں کذا فی الطحطاوی واستواء الا النفل یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی
الاشباہ ونقل الحلبی من الحاوی ان علیہا الفتوی اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان میں یعنے ٹھیک دوپہر کو مگر روز
جمعہ کے نفل مکروہ نہیں ابو یوسف رح کے قول مرجح معتمد پر جیسا کہ اشباہ میں ہے اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر
فتوے ہے وغروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ لادائہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز کروہ تحریمی
ہے آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اسکا پڑھنا اسوقت مکروہ نہیں بسبب اسکے ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب
ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اسمیں متعارض ہیں تو ساقط الادا ہو گئیں جیسا کہ شرح وقایہ میں صدر الشریعہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ... کہ
دن کی عصر جائز ہے یعنے کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہیں وجوب ناقص کی وجہ یہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہے یعنے تغیر آفتاب کا
وقت اور وہ ناقص ہے یعنے عبادت کفار کا وقت ہے برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل

ہوجاویگی وقت ادا کے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہی کہ جماعۂ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک
رکعت قبل غروب کے پائی اُسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اُسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث مین
اور اُس حدیث مین جسمین اوقات ثلٰثہ مین نماز ممنوع ہی تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہی
تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہی
نفل اوقات ثلٰثہ مین شروع کرنے سے یعنے تو اُسکا قطع کرنا اور اُسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہی ہم جبکا نماز نام ہی اگرچہ مجازاً اُسکو نماز بولتے ہین وہ تین
قسم ہی فرض واجب نفل اول قسم علمی ہی اور قطعی تو فرض علمی وتر ہی اور فرض قطعی کفایہ ہی اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہی اور فرض عین نماز پنجگانہ اور
جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہی اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہی یعنے جو خدا کے واجب کر دینے سے ہو یا واجب لغیرہ ہی یعنے جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کر لیا
ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدۂ تلاوت ہی اور واجب لغیرہ سجدہ سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُسنے فاسد کر دیا
اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہی یا غیر موکدہ اور اسکو دریافت کر کہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہی
اور نوع ثانی ما بین فجر اور آفتاب کے اور ما بین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول مین جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہین ہوتی
مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو انھین اوقات مین فاسد کیا اور نماز اُس جنازہ کی جو انھین وقتون مین آیا اور سجدۂ تلاوت
اُس آیت کا جو انھین مین پڑھی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد ہوتی ہین یہ چھ نماز ین کراہت کے ساتھ تو اُنکو قطع کرنا اور کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہی
مگر اُسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہوجاتی ہین سواے نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اُنکا انعقاد کراہت
کے ساتھ ہوتا ہی تو اُسکا قطع اور قضا کامل وقت مین واجب ہی کذا فی الحلبی لاینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ
جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادی ناقصا اوقات ثلٰثہ مین منعقد نہین ہوتا ہی فرض اور جو فرض کے ساتھ
ملحق ہی چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلے
بسبب اُسکے واجب ہونے کے کامل ہوکر تو ادا نہوگا ناقص ہوکر فلو وجبتا فیہا لم یکرہ فعلہما اے تحریما اور اگر سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ انھین اوقات مین
واجب ہوئی تو اُنکا فعل مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین ہم تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہی وفی التحفۃ الافضل ان لا تؤخر الجنازۃ
اور تحفہ مین ہی کہ بہتر یہ ہی کہ اوقات ثلٰثہ مین جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ہم صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہی کذا فی الطحطاوی و
صح مع الکراہۃ تطوع بدا بہ فیہا ونذر اداہ فیہا وقد نذرہ فیہا وقضاء تطوع بدا بہ فیہا فافسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہی کراہت کے ساتھ
وہ نفل جسکو شروع کیا انھین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا انھین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی انھین مین کی اور اس نفل کی قضا
جسکو انھین اوقات مین شروع کیا پھر اُسکو فاسد کر دیا وجہ صحت نقصان وجوب ہی ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر پھر
معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہی کامل وقت مین چنانچہ بحر الرائق مین ہی وفیہ عن البغیۃ الصلوٰۃ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
افضل من قراءۃ القرآن وکانہ لانہا من ارکان الصلوٰۃ فالاولی ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق مین بغیہ سے منقول ہی کہ اوقات مذکورہ مین نبی
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہی قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہی کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہی پس جو نماز کا رکن ہی اُسکا
ترک اولیٰ ہی ہم بغیہ بالضم وبالکسر بمعنی مطلوب ہی اور یہان کتاب کا نام ہی جو قنیہ کا مختصر ہی کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان
واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور ورکعتی طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ

ولو سنۃ الفجر بعد صلوٰۃ الفجر و صلوٰۃ عصر اور بعد فجر و عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہی اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہٖ نہین بلکہ واجب لغیرہٖ ہو واجب لغیرہٖ وہ ہی جسکا وجوب عبد کے فعل پر موقوف ہو جیسا نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتین اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت مین پھر اسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو ہم یہ رد ہی اُس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع کرکے قطع کرے پھر اسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہی کہ جس نفل کو فاسد کیا اسکی قضا اُس وقت مین مکروہ ہی علاوہ اسکے قطع کے واسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہی نفل مین قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہ ہی کہ دوسری پڑھ لے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئی اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہین ہو سکتی صحیح تر قول مین کذا فی الطحطاوی ولو المجموعۃ بعرفۃ نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہی اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات مین کذا فی النہر عن المعراج والقنیۃ لا یکرہ قضاء فائتۃ ولو وترا او لا سجدۃ تلاوۃ و صلوٰۃ جنازۃ مکروہ نہین قضا فوت ہوگئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے ہو کذا الحکم من کراھۃ نفل وواجب لغیرہٖ لا فرض وواجب لعینہٖ بعد طلوع فجر سوی سنتہ لشغل الوقت بہ تقدیراً اور اسیطرح حکم ہی مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہٖ کا نہ فرض اور واجب لعینہٖ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سوائے سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اُسوقت یعنے فجر کی نماز فجر کے ساتھ تقدیراً یعنے شارع نے اُسوقت مین نوافل اور واجب کی گنجائش نہین رکھی سوائے سنت فجر کے ہم کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہی جو ام المومنین حفصہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہین پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو رکعت سنت سے زیادہ نہین پڑھتے تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور مجتبیٰ مین ہی کہ سنت فجر مین خفیف قرات چاہیے بدلیل قول ابن عمرؓ کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ دونون رکعتون مین (قل یا ایہا الکافرون) اور (قل ہو اللہ) پڑھتے تھے کذا فی العینی حتے لو نوی تطوعاً کان سنۃ الفجر بلا تعیین یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاویگی بدون تعیین کرنے کے ہم یہ مبنی ہی اس قول راجح پر کہ تعیین نیت مشروط نہین سنت اور مستحب مین بلکہ اسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہی کذا فی الطحطاوی و قبل صلوٰۃ مغرب الکراہۃ تاخیرہ الا یسیراً اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہٖ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہین ہم قضاء فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت اُسوقت بلا کراہت جائز ہی اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ افضلیت کا بیان ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ موکد تر ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر و عند خروج امام من الحجرۃ او قیامہ للصعود ان لم یکن لہ حجرۃ لخطبۃ ای خطبۃ کانت و ہی اثنا عشر الی تمام صلوٰتہ اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہٖ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے کے واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین مین آویگا کہ سب خطبے بارہ ہین یعنی خطبہ جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید الضحی اور تین خطبہ حج کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف بخلاف فائتۃ فانہ لا یکرہ برخلاف نماز فائتہ کہ اسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہین و قیدہ المصنف فی الجمعۃ بواجبۃ الترتیب والا فیکرہ و بہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایۃ و صدر الشریعۃ اور مصنف نے فائتہ مین باب الجمعہ مین لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہین تو اسکی قضا خطبہ کے وقت مکروہ ہی اور اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہی نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونون کلام مین ہم صاحب نہایہ کہتا ہی کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہین اور شرح وقایہ مین صدر الشریعہ کا یہ قول ہی کہ مکروہ ہی تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہی اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر و کذا یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہبہ لحدیث اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ اور اسی طرح نفل مکروہ ہی

نماز فرض کی اقامت کے وقت بدلیل اس حدیث کے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے
ہم مذہب امام کی اقامت ہے م مفہوم کلام شارح یہ ہے کہ مخالف مذہب کے اقامت میں نفل مکروہ نہیں خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت
کرتا ہے یا معلوم نہو اور بحر الرائق میں یوں ہے کہ جب مراعات معلوم ہو تو اقتدا مکروہ نہیں اور یہ مستلزم کراہت نفل ہے کذا فی الطحطاوی الا سنۃ الفجر ان لم
یخف فوت الجماعۃ ولو بادراک تشہدہا فان خاف ترکہا اصلاً اقامت فرض میں نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہیں اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا
خوف نہو اگرچہ حصول اسکے التحیات کے پاجانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتوں کو ترک کرے اصل سے یعنی انکو قضا بھی نکرے قبل طلوع
کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام کا
اعتبار کیا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنے بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت
کے ساتھ پاویگا کذا فی الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضاء سنت فجر کے واسطے مذکور کیے ہیں سو مردود ہیں مقبول نہیں م ان جملہ حیلہ ہے کہ سنت
کو شروع کرے پھر قطع کردے تو اب سنت واجب ہو گئی تو اسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت میں شروع کرے پھر فرض میں شروع کرے بدون قطع
کے پھر اسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہے کہ شروع کسی امر کا کرنا قطع کے واسطے شرعاً قبیح ہے اور دونوں حیلوں میں قطع ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ انہیں
واجب لغیرہ کو فجر کے وقت میں ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسی طرح مکروہ ہے نفل وغیرہ سوائے
وقتی فرض کے وقت کی تنگی کے وقت م مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ ٹھہریں اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہے
کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یوں کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنے غیر
وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت وقبل صلوۃ العیدین مطلقاً اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنے مسجد میں
بھی اور گھر میں بھی وبعدہا بالمسجد لا ببیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد میں نفل مکروہ ہے نہ گھر میں صحیح تر قول میں م یہ رد ہے اس قول کا کہ گھر
میں نفل مکروہ نہیں نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہیں نہ گھر میں نہ مسجد میں کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع
بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہے نفل مابین دو نمازوں کے جو ملائی جاتی ہیں عرفہ اور مزدلفہ میں م یعنے عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہیں اور
مزدلفہ میں مغرب اور عشا پڑھتے ہیں عشا کے وقت سو ان دو دو نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے وکذا بعدہما اور اسی طرح نفل مکروہ ہے
عرفات کی دو نمازوں کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا عند قولہ ولو بالجمع بعرفۃ م ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازوں کی طرف راجع ہے فقط نہ مزدلفہ کی نمازوں
کی طرف بھی اگرچہ کلام شارح اسکا بھی موہم ہے اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازوں کے بعد نفل مکروہ نہیں کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح
اور مکروہ ہے نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہے اس کھانے کے حاضر ہونے
کے وقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہے م بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائناً ما کان اور طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے باز رکھے
اور نماز کے خشوع وخضوع میں خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنے ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہے نماز مکروہ ہے اور حضور دل اہل دل کے
نزدیک فرض ہے حدیث میں وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہیں مگر بقدر حضور دل تو گاہے نماز کا دسواں حصہ اسکو ملتا ہے یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی
فہذہ نیف وثلثون وقتا تو یہ چند اور تیس وقت ہیں جنمیں نماز مکروہ ہے یعنے طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل
نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور دونوں خطبوں کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت میں اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اسکے بعد

میں اور حدیث الفجر کی ثابت ہے اور منقول ہے حسب مدینہ کے اور انہیں جنت القدیسہ کے عرفات میں اور اسی میں جمع تاخیر کے مزدلفہ میں اور موافقت بول کے حجت
اور موافقت ہر ایک وقت اور دونوں کی موافقت کے وقت اور موافقت پڑھنے کے وقت اور اس امام کے حضور کے وقت جسکی طرف طبیعت مشتاق ہو
اور اس چیز کے حضور کے وقت جو دل کو مشغول کرے اور عشا پڑھنا آدھی رات کے بعد اور تاخیر مغرب کی تارون کے چمکنے تک اور اگر عرفہ کی نمازوں کے بعد کا اور
اوقات مستحبہ کے مقابل کا اعتبار کیجیے چنانچہ قبل اسفار کا صبح میں اور مقابل ابراد کا صیف میں تو انہیں زیادہ ہو جاوینگی **فائدہ** طلوع اور استوا اور
غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان کے سبب سے ہے یعنی عبادت کفار کے وقت میں اور انکے سوا اور اوقات میں وجہ کراہت نقصان وقت نہیں

بلکہ اور وجوہ میں کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ فی داخل الکعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر
اور اسی طرح اوقات مذکورہ کے اندر نماز مکروہ ہے چند مکانوں میں چنانچہ کعبہ معظمہ پر اور راہ میں اور گھورے کی جگہ اور جہاں جانور ذبح ہوتے ہیں اور قبرستان میں
اور غسل خانہ میں اور حمام میں اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بکری اور گائے بیل کے گھاٹ پر یعنی جہاں پانی پی کر اسکے پاس جو پائے بیٹھتے ہیں

زاد فی الکافی ومرابض دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وارض مغصوبۃ او للغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ وصحراء بلا سترۃ نماز کافی میں اتنا
زیادہ کہا اور نماز مکروہ ہے چوپایوں کے بندھنے کے مقاموں میں اور گھوڑوں کے اصطبل میں اور اس چکی کے پاس جسکو بیل یا گدھے گھماتے ہیں اور
پاخانہ میں اور انکی چھتوں پر اور نالہ بہنے کے مقام میں یا چھینی ہوئی زمین میں یا بیگانی زمین میں بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو اور جنگل میں بدون سترہ یعنی
جگہ چلنے والے کیواسطے کوئی چیز اوٹ نہو وکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہے سونا نماز عشاء سے پہلے مراد اسکے حق میں محمول ہے جسکو نماز کے واسطے جاگنے کا اعتماد
نہو کذا فی البحر والکلام المباح بعدہا اور مکروہ ہے مباح کلام کرنا عشاء کے بعد مباح کلام سے مراد وہ کلام ہے جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام
سے کراہت لازم نہیں آتی چنانچہ قرآن پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھ کذا فی البحر

وبعد طلوع الفجر الی ادائہ ثم لا باس بمشیہ لحاجتہ وقیل یکرہ الی طلوع ذکاء وقیل الی ارتفاعہا فیض اور مکروہ ہے بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے
فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہیں چلنے پھرنے میں اپنی حاجت کے لیے اور بعضوں نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب مکروہ
ہے یعنے وہی کلام جسکی طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضوں نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہے کذا فی الفیض م اور سنت فجر کے بعد
کلام کرنے سے سنت باطل نہیں ہو جاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا **و لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر**
سفر ومطر خلافا للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نمازوں کا ایک فرض کے وقت میں جائز نہیں سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعی کے
کہ انکے نزدیک سفر اور مطر کے عذر سے جمع کرنا درست ہے م بخاری اور مسلم میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ انکی قسم جسکے سوائے کوئی معبود حق نہیں
کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہیں پڑھی مگر اسکے وقت میں لیکن دو نمازوں کو جمع کیا ظہر اور عصر کو عرفات میں اور مغرب اور عشاء کو
مزدلفہ میں کذا فی النہر وما رواہ محمول علے الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوتین کی احادیث کی روایت کی ہے وہ جمع فعلی پر
محمول ہے نہ جمع وقتی پر م جمع فعلی کی صورت یہ ہے کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلاً عصر کی تعجیل کی تو درحقیقت یہ جمع حقیقی نہیں بلکہ
صوری اور ظاہری ہے اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہے وہ قرب خروج پر محمول ہے چنانچہ نے قولہ تعالے فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن ہے
قارب بلوغ الاجل چنانچہ زیلعی میں ہے اور اس حل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغرب کو سفر میں آخر وقت تک تاخیر کرے تو اسمیں کراہت نہیں کذا
فی الطحطاوی فان جمع فسد لو قدم الفرض علے وقتہ پس اگر دو فرضوں کو جمع کیا ایک وقت میں تو وہ فرض فاسد ہے جسکو اسکے وقت پر مقدم
کیا یعنے اگر ظہر کے وقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہو گئی وحرم لو عکس ای اخرہ عنہ وان صح بطریق القضاء اور حرام ہے تاخیر اگر اسکے برعکس کیا

یعنے فرض کی تاخیر کی وقت سے چنانچہ مغرب عشا کے ساتھ ملا کر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہی بطریق قضا کے الا لحاج بعرفۃ ومزدلفۃ کما سیجیٔ
مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفات مین اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ مین ثابت ہی چنانچہ کتاب الحج مین آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور
کچھ مضائقہ نہین اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے مین ضرورت کے وقت یعنے اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین
الصلوٰتین مین مثلاً تقلید کرے تو جائز ہی علے الخصوص سفر حجاز مین کہ وہان اہل قافلہ نہین ٹھہرتے اور تنہا رہنے مین جان ومال کا خوف ہی طحطاوی
نے کہا کہ ظاہرا ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہین اور یہ ایک قول ہی مذہب مین اور دوسرا قول مختار یہ ہی
کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہی اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو چنانچہ خطبہ اس کتاب مین ہم مذکور کر چکے ہین اور البتہ مسئلہ
تقلید مین چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوے ہین دونون قولون پر انتہی ما فی الطحطاوی ولکن یشترط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان
الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید مین شرط ہی کہ لازم پکڑے سب اُن احکام کو جنکو اس عمل کے واسطے اس امام نے واجب ٹھہرایا ہی
اسواسطے کہ ہم آگے مذکور کر چکے ہین کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہی وہ بالاجماع باطل ہی جمع بین الصلوٰتین مین امام شافعی رح کے احکام یہ ہین کہ
اگر جمع تقدیم ہو تو اسمین شرط ہی پہلے نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونون نمازون مین اسقدر جدائی نکرے
جسکو عرف مین جدائی جانتے ہون اور جمع تاخیر مین اسکے سوائے کوئی شرط نہین کہ نیت کرے جمع بین الصلوٰتین پہلی نماز کے وقت خارج ہونے سے
پہلے اور جمع تقدیم افضل ہی مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہی چلنے کی حالت مین اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہی ایسے فعل کا خصوصاً حاجی اور تقلید مین
کچھ ڈر نہین کذا فی النہر الفائق

باب الاذان

یہ باب ہی اذان کے بیان مین ھو اذان بروزن زبان مصدر ہی اور بعضون نے کہا اسم مصدر ہی اسلیے کہ ماضی اسکی اذّن بالتشدید ہی اور مصدر
تاذین آتا ہی ھو لغۃ الاعلام اذان لغت مین بمعنی اعلام ہی یعنے آگاہ وخبردار کرنا وشرعا اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب
علے وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت مین اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہی یعنے نماز کے لیے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ ترتیب
سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نلکھا تھا کہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا
کی اذان مین وقت نہین ہوتا اور خطیب والی اذان مین اگرچہ وقت ہی مگر اسکی آگاہی تو اذان سے پہلے ہو چکی ہم جن لوگون نے دخول وقت کی قید لگائی ہی
تو انھون نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہی اور اس صورت مین اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل رہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی
قید سے یہ اشارہ ہوا کہ فارسی مین اذان درست نہین گو لوگ جان لین کہ اذان ہوتی ہی کذا فی الشامی ناقلا عن السراج سببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ
الاسراء واقامتہ حین امامہ علیہ السلام ثم رؤیا عبد اللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع مین اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان
ہی اور اقامت انکی شب معراج مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کے وقت یعنی جب بیت المقدس مین آپ امام ہوے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کے دو رکعت
نفل مین پھر اسکے بعد خواب مین دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری مین اس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اُترا تھا ہم یہان یہ اعتراض
ہوتا ہی کہ غیر انبیا کے خواب پر بنا احکام شرعی نہین ہوتی پھر عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ثبوت اذان کا
فقط عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے نہین ہوا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داؤد نے مراسیل مین روایت
کی کہ عمرؓ نے جب اذان خواب مین دیکھی اور حضرتؐ کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی مین اسکا حکم ہو چکا اور بلالؓ کی اذان کان مین پہونچی پس سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

باب الاذان

بیان شروع ابتداء مترجم ثانی کے ترجمہ کی

فرمایا گیا اذان مین وہ دن جیسے سنت کرگئی ابن حجر کی شرح بخاری مین ذکر کیا ہے کہ محققین اس بات پر دال ہین کہ اذان کہ مکہ مین قبل ہجرت مشروع
ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثین روایت کی ہین مگر حق یہ ہے کہ ان احادیث مین سے کوئی صحیح نہین اور خبر صحیح یہ ہے کہ مشروع ذات
کا مدینہ پاک مین ہوا جیسا کہ اسلام مین مذکور ہے کذا فی الشامی مراد یہ ہے جبرئیل قبل وقبل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب مضمون نے کہا جبرئیل
تھے اور مضمون نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام سببہ ابقاء دخول الوقت اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہے شامی نے کہا
کہ ابقاء یہ ہے جب کہ مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہے یعنے سبب انکے باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہے کہ جس سبب کے حادث ہونے سے اذان از سر نو لگتی ہے سے وہ
دخول وقت ہے وہو سنۃ للرجال فی مکان عال موکدۃ ہی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردون کے واسطے اونچے مکان مین سنت
موکدہ ہے فرائض پنجگانہ کے لیے سنت موکدہ واجب کے مانند ہے گنہگار ہونے مین اسکے چھوڑ دینے سے امام محمدؒ نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کرین
تو انکا قتال حلال ہے اور ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہین اور وہ سنت کفایہ ہے یعنے شہر مین ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے
کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضاء لانہ سنۃ للصلوۃ حتی یبرد بہ لا للوقت اذان سنت ہے فرائض کے وقت مین اگرچہ فرض قضا ہو اسواسطے کہ اذان نماز کی
سنت ہے نہ وقت کی یہانتک کہ گرمیون کے ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہے یعنے تقدیم وتاخیر مین اذان نماز کی تابع ہے کذا فی الطحطاوی لا یسن لغیرہا
کعید اذان مسنون نہین سوائے فرض نمازون کے لیے مانند عید کے ہم عید کے مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن روا
مین اور وتر ہے چنانچہ امام اعظم کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا مین ادا کیا جاتا ہے تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع
بعضہ قبلہ کالاقامۃ خلافا للثانی فی الفجر تو دوسری بار اذان کہی جائے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوے ہین اقامت کے مانند
برخلاف ابو یوسف رحمہ کے فجر مین یعنے انکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہے ہم اقامت اگر قبل وقت ہو تو اسکا اعادہ بالاتفاق ہے اور اگر
امام حاضر ہوا اقامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہین تو صریحا معلوم ہو گیا کہ اگر اقامت کے بعد
فی الفور نماز نہ پڑھے تو اقامت باطل نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح بتربیع تکبیر فی ابتدائہ وعن الثانی تثنیتہ اذان سنت ہے چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر
کہنے کے ساتھ شروع اذان مین اور ابو یوسفؒ سے ایک روایت مین دو بار تکبیر ہے ہم پہلے اذان مین چار بار اللہ اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز مین دو بار اور دوسری
آواز مین بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازون سے چارون تکبیر کو علیحدہ علیحدہ نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویفتح را الاکبر والعوام یضمونہا ر وضمہ اکبر کی رے
کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اسکو پیش دیتے ہین کذا فی رد ضمہ مضمرات مین ہے کہ موذن کو اختیار ہے چاہے اللہ اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم
اور اگر آتش زدگی مین اللہ اکبر چند بار کرر کرے تو اسم ذات مرفوع ہے ہر بار اور اکبر کا لفظ پچھلی بار کے سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ
کذا فی الطحطاوی عن ابی المسعود لکن فی الطلبۃ معنی قولہ علیہ السلام الاذان جزم ای مقطوع المد فلا یقول آللہ اکبر لانہ استفہام وانہ لحن شرعی لکن طلبہ
مین ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول الاذان جزم کا یہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنے اللہ کے لفظ مین الف کو کشش نہین تو اسکے الف کو بڑھا کر
نہ کہے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا اللہ بڑا ہے اور یون کہنا شرعا غلط ہے ہم جبکہ یہ شرعا غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہے اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی
الطحطاوی اور شامی مین ہے کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہین بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہے اور مقطوع حرکۃ الآخر للوقف
فلا یقف بالرفع فانہ لحن لغوی فتاوی الصغیر فیہ من الباب السادس والثلثین یا حدیث مذکور کا یہ مطلب ہے کہ آخر کی حرکت مقطوع ہے تو وقف کرے پیش کے
کہ وہ لغت عرب مین غلط ہے چنانچہ فتاوی صغیر فیہ کے چھتیسوین باب مین ہے یعنے اذان مین جتنے جملے ہین سب کے آخر حرف پہ وقف کرے حرکت نہ دے لیکن
پھر اللہ اکبر جو اذان مین ہین انمین سے اول اور تیسرے اور پانچوین مین اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ آگے ملا دے اور اگر

بیش سے ملادیگا تو خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی لمخصًا ولا ترجیع فانه مکروہ ملتقی اور اذان مین ترجیع نہین اسلیے کہ ترجیع مکروہ ہی کذا فی الملتقی ہم ترجیع یہ ہی کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر چارون کلمات کو زور سے کہے یہ شافعی مذہب مین سنت ہی اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان مین جو ترجیع حدیث مین مذکور ہی وہ اس بات پر محمول ہی کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ جمیع روایات متفق ہین اسپر کہ بلال اذان مین ترجیع کرتے تھے اسکے سوا طرانی مین ابی محذورہ کی اذان مین بھی ترجیع نہین تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہ ہی کہ اذان اعلام کے لیے مشروع ہی اور آہستہ کہنے سے اعلام نہین ہوتا کذا فی الشامی ولا لحن فیه ای تغنی بغیر کلماته فانه لا یحل فعله وسماعه کالتغنی بالقرآن اور اذان مین یعنے وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کر دے کہ اسکا کرنا اور سننا حلال نہین جیسے قرآن کے تغنی کا فعل اور سماع حلال نہین ہم لحن یہ ہی کہ حروف کے ادا مین اور انکی حرکات اور سکنات مین کمی بیشی واقع ہو جیسا کہ گانے مین ایسا ہوتا ہی اور خطار اذان کو بھی لحن بولتے ہین وبلا تغیر حسن اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہی اذان اور قرآن مین ہم تغنی بلا تغیر خوب ہی اسواسطے کہ تحسین صوت مطلوب ہی اور تحسین صوت کو تغیر لازم نہین کذا فی البحر وقیل لا باس به فی الحیعلتین اور قول ضعیف یہ ہی کہ کچھ ڈر نہین حی علی الصلوٰة اور حی علی الفلاح کی لحن مین ہم قائل اس قول کا حلوانی ہی اور وجہ یہ بیان کی ہی کہ یہ دونون کلمات ذکر نہین اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہی اسطرف کہ اولی یہ ہی کہ انمین بھی لحن نکرے کذا فی الشامی ویترسل فیه بسکتة بین کل کلمتین ویکرہ ترکه ویندب اعادته اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کے اندک سکوت کرکے دو دو کلمے کے درمیان مین اور ترسل یعنے سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہی اور اسکے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریه وملتفت فیه وکذا فیها مطلقا ولو ان المحل منسعًا یمینًا وشمالا فقط لئلا یستدبر القبلة بصلاة وفلاح اور اذان مین منھ پھیرے داہنے اور بائین حی علی الصلوٰة اور حی علی الفلاح کہنے کے ساتھ اور اسی طرح اقامت مین التفات کرے ہر حال مین یعنی جگہ مین وسعت ہو یا نہو اور بعضون نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے التفات فقط داہنے اور بائین ہی تاکہ پشت واقع ہو قبلہ کیطرف ولو وحده او لمولود لانه سنة الاذان مطلقا التفات مذکور ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی سنت ہی ہر طرح ویستدیر فی المنارة لو متسعة ویخرج راسه منها اور موذن گردش کرے اذان کے منارے مین اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اسکے طاقچے سے نکالے لوگون کے خبردار کرنے کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت منارہ اذان کے لیے نہ تھا حضرت بلال رضی مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہ رض کے حکم سے منارہ بنا گیا ویقول ندبا بعد فلاح اذان الفجر الصلوٰة خیر من النوم مرتین لانه وقت نوم اور استحباب کے طریق سے دو بار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰة خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہی نیند سے اسواسطے کہ یہ نیند کا وقت ہی ویجعل ندبا اصبعیه فی صماخ اذنیه فاذانه بدونه حسن وبه احسن اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونون انگلیان اپنے دونون کانون کے سوراخ مین کہ اذان بغیر انگلی رکھنے کے خوب ہی اور انگلی رکھ کر بہت خوب ہی ہم کان مین انگلی رکھنے کا فائدہ یہ ہی کہ اس فعل سے آواز بلند ہوتی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رض کو فرمایا کہ دونون کانون مین انگلیان کر لو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہی کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہین سنتا اس فعل کو دیکھکر آگاہ ہو جاتا ہی کہ اذان ہی والاقامة کالاذان فیما مر اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہین اذان کے مانند ہی احکام مذکورہ مین ہم اذان کے احکام جو متن مین مذکور کیے دس ہین یعنی مسنون ہونا فرائض کیواسطے اور اعادہ اسکا اگر وقت سے پہلے ہو ٩ اور شروع کرنا چار تکبیر سے ٤ اور ترجیع نکرنا ٥ اور لحن نکرنا ٦ اور ٹھہر ٹھہر کے کہنا ٧ اور التفات ٨ اور گردش ٩ اور فجر مین الصلوٰة خیر من النوم کا زیادہ کرنا ١٠ اور کانون مین انگلیان رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوٰة خیر من النوم کے عوض قد قامت الصلوٰة کہنا اور کان مین انگلی نہ رکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا ہو مصنف کو گردش کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن ہی بای الاقامة وکذا الاقامة افضل منه فتح لیکن اقامت اور اسیطرح امامت افضل ہی اذان سے کذا فی الفتح ولا یضع المقیم اصبعیه فی اذنیه لانها اخفض والتفات

لگنے والا ہی دونون انگلیان اپنی کانون مین رکھے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست ہوتی ہی اذان کی آواز سے وکید بھم الحال فی ترجیح فیہما و ترسل فی
لگنے میں جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ کرے مثلاً ایک کلمہ کہنے کے بعد ٹھیرنے والا جو بھی یعنی مثلاً بتعجیل کرے سرعت کرے طور پر وسل اوسی یعنی انتھی جہا و اقامت چھوڑ کر
اذان کے اسکا اعادہ وکرے صحیح تر قول میں ہم لیکن اگر اذان کو جلد جلد کسر کیا ہت کہدیا تو اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہی کیونکہ اذان میں تکرار شریعت ہی بخلاف جمع
کے رد اور تلبیہ میں تکرار شریعت میں ثابت نہیں ہی و یزید بعد فلاح فیہما قدقامت الصلوۃ ابعد فلاح جملہ مرتین اور اقامت کی حی علی الفلاح کے بعد دو بار کہے قدقامت
الصلوۃ ویکرہ التلحین وہ ادنی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینون کے نزدیک اقامت بایک ایک کلمہ ہو و یستقبل غیر الراکب القبلۃ بہما اور سوار کے سوا دوسرا
شخص اذان اور اقامت میں قبلہ رخ ہو جائے ہم جماعت کے واسطے سوار ہو کر اذان کہے سفر کے حال میں سوار کو اپنے واسطے اذان و اقامت دینے میں
وہ استقبال قبلہ شرط نہیں ویکرہ ترکہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ کروہ تنزیہی ہم صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو احسن کہا ہی صاحب بحر نے اس سے ایک اکم
ستفاد کی کروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہما موخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت میں موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کے یعنی اسی
لفظ کا اسی کے محل میں اعادہ کرے مثلاً حی علی الفلاح کو حی علی الصلوۃ سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف اسی میں دونون کلمون کا صحیح طور پر کر دے تمام اذان
کا اعادہ ضرور نہیں ولا یتکلم فیہما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت میں اصلا کلام نہ کرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا ہو یعنی سلام کا جواب نہ دے تو
اپنے دل میں اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہی اور کھنکھارنا بھی کلام میں داخل ہی مگر تحسین صوت کے واسطے جائز ہی کذا فی البحر فان تکلم استانف
اگر اذان اور اقامت میں بولا تو پھر سرے سے شروع کرے و یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ اور موذن اذان اور اقامت میں بلا وے سب
نمازیون کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازون میں جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہو ہم تثویب یعنی اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ ہی کہ بعد اذان تقدیر بیس آیت
پڑھنے کے ٹھہر جائے پھر بلاوے اسطرح کہ الصلوۃ الصلوۃ یا کہے کہ چلو نماز تیار ہی یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے بعد تقدیر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت
کہے کذا فی البحر مگر مغرب میں تثویب نہیں چنانچہ نقایہ کی شرح میں مصرح ہی اور متن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہی و یجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت
الندب اور موذن بیٹھ جائے اذان اور اقامت میں بقدر آنے ہمیشہ آنے والون کے وقت مستحب کی رعایت کر کے ہم جیسے صبح میں اسفار کا اور ظہر صیف میں ابراد
کا لحاظ موذن کو لازم ہی الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار مگر مغرب میں تثویب اور جلوس نہ چاہیے تو موذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین
آیتون کی مقدار ویکرہ الوصل اجماعا اور بلا توقف ملا دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق کروہ ہی ہم بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت میں
توقف کر اسقدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے فائدہ فائدہ لمحقہ شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنۃ سبعمائۃ
واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین احدث فی الکل الا المغرب ثم فیہما مرتین وہو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم پر سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری میں عشا کی نماز میں دوشنبہ کی رات پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازون
مین سوائے مغرب کے پھر مغرب میں بھی دو بار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہی ہم یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی رح کے
حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع میں ہی کہ اسکی ابتدا احدث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ ہجری
میں طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت میں رائج نہیں اور نہ سیوطی کی اس عبارت میں ہی جو نہر الفائق میں منقول ہی انتہی بدعت حسنہ وہ ہی
جو قواعد شریعت کے مخالف نہو ویسن ان یوذن ویقیم لفائتۃ رافعا صوتہ لو بجماعۃ او صحراء لا ببیتہ منفردا اور مسنون ہی اذان دینا اور اقامت کہنا قضا
کی نماز کے واسطے آواز بلند کر کے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل میں نہ اپنے گھر میں اکیلے اگر گھر میں بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان
کہے وکذا یسنان لاولی الفوائت لا الفاسدۃ اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہی چند قضا نمازون میں سے پہلی نماز کیواسطے نہ ناقص نماز کیواسطے یعنی

جسکا اعادہ کیا وقت مین ویخیر فیہ للباقی لو فی مجلس وفعلہ اولی ویقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت مین مختار ہی قضا کی باقی نمازون کے واسطے اگر ایک
مجلس مین ہو اور اگر چند مجالس مین قضا ون کو ادا کرے تو ہر مجلس مین اذان واقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہی اور اقامت کہے
سب نمازون قضا مین اسواسطے کہ جنگ خندق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی
ولا یسن ذلک فیما تصلیہ النساء اداء و قضاء ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہین اُس نماز مین جسکو عورتین پڑھتی
ہین ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہون جیسے لڑکے اور غلامون کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین ہم اگر شارح بجاے ولو جماعۃ کے
ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلیے کہ عورتون کی جماعت مشروع نہین رہی کذا فی الشامی ولا یسنان ایضا لظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور یہی اذان اور اقامت سنت
نہین جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر مین ہم اسواسطے کہ اسمین شبہہ پڑتا ہی مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانون مین اذان جمعہ کے روز مکروہ
نہین ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا و تغلیطا اور نہین مسنون اذان اور اقامت اُس نماز مین فوایت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد
مین اسواسطے کہ اسمین لوگون کی پریشان خاطری اور غلط اندازی ہی یعنے وہ وقت کی اذان سمجھینگے و یکرہ قضاؤہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا بزازیۃ
اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین مکروہ ہی اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہی تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیۃ ہم یہ وجہ جماعت مین ظاہر ہی نہ منفرد مین
اسلیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہی مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہی خواہ جماعت مین ہو خواہ اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق
وعبد اور بلا کراہت جائز ہی اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہی جیسا کہ بحر الرائق مین خلاصہ
سے منقول ہی کہ سوا انکے اور شخص اولی ہی تو انکی اذان مین ترک اولی ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو اذان جماعت کی حلال نہین
مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کے مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہین بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولی اور مستاجر کا لازم آویگا اور
اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہین واعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہی اذان اندھے اور ولد الزنا اور دہقانی کی وانما یستحق ثواب
المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب بحر اور اذان کہنے والا مؤذنون کے ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو
جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر
محتسب یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال کے بیان کیا ہی ویکرہ اذان جنب واقامتہ محدث لا اذانہ علی المذہب
اور مکروہ ہی اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہرا
کراہت تحریمی ہی اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہی کہ وہ لوگون کو نماز کے لیے بلاتا ہی اور خود اسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی واذان امرأۃ وخنثی وفاسق
ولو عالما لکنہ اولی باما متہ واذان من جاہل تقی اور مکروہ ہی اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم اولی ہی
جاہل پرہیزگار سے یعنی جہان سوائے اُس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہی متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے
مست ہو گیا ہو چنانچہ خراسانی اجوائن سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہی وقاعد الا اذا اذن لنفسہ اور بیٹھے ہوئے شخص
کی اذان مکروہ ہی مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہین وراکب الا لمسافر اور سوار کی اذان مکروہ ہی مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین ویعاد اذان
جنب ندبا وقیل وجوبا اور پھر کہی جاے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون
تکرارہا دوبارہ نہی جاے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ مین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنے جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم
ہوا کہ عمدا تکرار اذان درست ہی وکذا یعاد اذان امرأۃ ومجنون ومعتوہ وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتہم لما مر اور اسی طرح اعادہ کیا جاے عورت

ہو دیوانہ اور مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کو نقل کی درست نہ ہو سکی ذکرہ فی تنبیہ تکرار اذان شرعاً ثابت ہے نہ تکرار اقامت و یجب استقبالہما
اذان موذن یعنی یفسد و قریب و یتم جدوا الفتن وذا باب الوضوء یعنی صحت نخو ضاد اور سبب جو شرع سے کہنا اذان اور اقامت کا سبب ہو جانے مؤذن
کے اذان کہنے میں اور ہو جانے مقیم کے اقامت کہنے میں اور سبب اسکے نقص میں آ جانے اور کوتاہ ہو جانے اور رک جانے اور جنبی ہونے کے اور ماذکر ان
امور مثلاً اسی میں اور سبب اٹھ جانے کے وضو کے واسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصہ موذن اور مقیم کا پانچون صورتون میں یکسان
حکم ہے فقط موذن پر استئناف کیا کہ اقامت کہنا موذن ہی کا حق ہے شامی میں ہے کہ اول کی پہلی صورت میں یعنی اثنا اذان و اقامت میں بے وضو
ہو جانے میں موذن اور مقیم کو چاہیے کہ اپنا اذان اور اقامت کے وضو کو جائے کیونکہ جب ابتداء سے وضو پوری اذان کہ سکتا ہے تو اسکو پوری کرنا اولیٰ
تمام ہر سکتا ہے لکن غیر فی السراج مناسب لیکن سراج وہاج میں بالتفصیل بیان کیا تو یہ اگر پانچون صورتون میں شروع سے اذان اور اقامت کو کہنا
مستحب اور مندوب ہے واجب نہیں وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون و معتوہ وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہے مصنف نے نہ صحیح ہونے اذان مجنون اور
مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافر و فاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات میں کہتا ہون اور کافر اور فاسق کی بھی اذان صحیح نہیں بسبب نہ مقبول ہونے
انکے قول کے دین کے کامون میں شامی میں کہا کہ اور گذر چکا کہ فاسق کی اذان کروہ ہے اور یہان شارح نے عدم صحت کو بیان کیا تو یہ برابری فاسق کی
کافر کے ساتھ شارح کیطرف سے مناسب نہوئی و کرہ ترکہما معاً لمسافر ولو منفرداً اور کروہ ہے مسافر کو اذان اور اقامت کا یکبار گی چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو
یہان چار صورتین ہین سو دو صورتین کروہ ہین ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونون کو چھوڑنا دوسرے یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتین کروہ نہین ایک یہ کہ
اذان اور اقامت دونون کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو اذان اور اقامت مین دو فائدے ہین ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نماز مین اُن بندگان
خدا کا جو نظر نہین آتے وکذا ترکہا لا ترکہ لحضور الرفقاء اور اسی طرح مسافر کو کروہ ہے چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب موجود ہونے سب رفیقون کے کہ اذان
تو اعلام کے واسطے مشروع ہے پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہوے تو اعلام کی چندان ضرورت نہین بخلاف مصل ولو بجماعۃ فی بیتہ بمصر او قریۃ لہا مسجد فلا یکرہ
ترکہما اذ اذان الحی یکفیہ برخلاف اس نمازی کے جو اپنے گھر مین شہر کے اندر نماز پڑھتا ہے اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اس گاؤن مین نماز پڑھتا ہے جسمین مسجد ہے
تو وہان اذان یا اقامت کا ترک کرنا کروہ نہین اسواسطے کہ اذان محلہ اسکو کفایت کرتی ہے اور اگر گاؤن میں مسجد نہ ہو مگر انہین اذان و اقامت نہ ہوئی
ہو تو وہان کا نمازی اذان اور اقامت ترک نہ کرے بلکہ اسکا حکم مسافر کا سا ہے اور مصل فی مسجد بعد صلوٰۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعۃ الا فی مسجد
علی طریق فلا بأس بذلک جوہرہ اور برخلاف اس نمازی کے جو مسجد مین نماز پڑھتا ہے اسمین جماعت ہو جانے کے بعد بلکہ مسجد مذکور مین اذان اور اقامت کہنا
اور دوسری جماعت کرنا کروہ ہے مگر راہ کی مسجد مین اسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی الجوہرۃ یعنی راہ کی مسجد مین تکرار جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ درست ہے
فلا بأس کے لفظ سے یہ نکلا کہ اسکا نکرنا اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقاً اقامت کہی اور شخص نے سوائے اذان
کہنے والے کے موذن کی غیبت مین تو مطلقاً کروہ نہین یعنے خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی
موذن کے سامنے تو کروہ ہے اگر اسکو وحشت اور ناخوشی ہو سوم اقامت کہنا موذن کا حق ہے بدلیل حدیث (من اذن فہو یقیم) یعنی جو اذان کہے وہی اقامت
کہے کما کرہ مشیہ فی اقامتہ جیسے کروہ ہے اقامت کہنے مین چلنا ویجب وجوباً وقال الحلوانی ندباً والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنباً اور
واجب ہے جواب دینا زبان سے اسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے یعنی
اذان سنتے ہی مسجد مین جماعت کے لیے حاضر ہو جانا چاہیے لا حائض ونفساء وسامع خطبۃ وفی صلوٰۃ وجنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم وتعلمہ بخلاف
قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض اور زچا اور سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دے نماز مین اور جنازہ مین اور صحبت کرنے مین اور پاخانہ مین اور کھانے

اور علم سکھانے اور علم کے سیکھنے مین برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرکے اذان کا جواب دے **بان یقول بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ**
وہو ما کان عربیا لا لحن فیہ جواب دے اسطرح کہ کہے اپنی زبان سے مؤذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ مؤذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان وہ ہے
جو بطور عرب کے ہو اسمین لحن نہو یعنی تغیر کلمات نہو مراد اذان عربی ہو یعنے مفسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوے ہون سو اب جو اذان بعض لوگ کہتے ہین حروف
اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر وہ حرام ہے اُس اذان کا جواب دینا چاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا و لو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ
مسجد کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الحلبی **الا فی الحیعلتین فیحوقل** جو مؤذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح مین کہ لاحول
ولا قوۃ الا باللہ کہے **و فی الصلوۃ خیر من النوم فیقول صدقت و بررت** اور الصلوۃ خیر من النوم مین یون کہے صدقت و بررت یعنی تو صادق اور نیکو کار ہے
اس کہنے مین کہ نماز نیند سے بہتر ہے و یندب القیام عند سماع الاذان بزازیہ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ و لم یذکر ہل یستمر ام یجلس
قاعدا و یجلس اور بزازی نے یہ ذکر نہین کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے و لو لم یجبہ حتی فرغ لم ارہ و ینبغی تدارکہ ان قصر الفصل اور
اگر سامع نے مؤذن کا جواب نہ دیا یہان تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اُسکا حکم مین نے نہین دیکھا کتاب مین اور مناسب یہ ہے کہ اسکا تدارک کرلے اگر فصل
تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو مراد یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جواب دینے والا مؤذن سے پیشتر کلمات جواب کے نکہے بلکہ ہر کلمے کے
تمام ہونے پر اُسکا جواب کہے کہ حدیث عمر ابن ابی امامہ مین اسکی تصریح موجود ہے اور اس سے ظاہر ایہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہین کذا
فی الشامی و یدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے مراد
دعاء وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو کہو مثل اُس
قول کے جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حق تعالی اُسکے بدلے اُسپر دس بار رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ
ایک مرتبہ ہے بہشت مین کہ وہ لائق نہین مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندون سے اور مین امید رکھتا ہون کہ وہ بندہ مین ہون سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری
شفاعت اُسکے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اسکی شفاعت واجب ہوگی ات سے زیادہ بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی من المواہب و ترجیا اور دعاء وسیلہ
کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ مین جابرؓ سے یون مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر (اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ ات محمد
ن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمود الذی وعدتہ) تو اُسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنے واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی الجامع الاصول اور
بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لا تخلف المیعاد اس دعا مین زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج مین کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجۃ الرفیعۃ کہتے ہین اور تمامی پر یا ارحم
الراحمین تو ان دونون کی کچھ اصل نہین اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی **ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ
الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم** اور اگر اذان کا سننے والا مسجد مین ہو جبکہ اُسنے اذان سُنی تو اُسپر جواب دینا لازم نہین اور اگر مسجد کے باہر ہو تو
جواب دے اُسکی طرف قدم سے چلکر **ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا** و ہذا بناء علی ان الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لا بلسانہ کما ہو قول الحلوانی اور
اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ شرع مین قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ
یہی قول ہے حلوانی کا **فیقطع قراءۃ القرآن لو کان یقرا بمنزلہ و یجیب لو اذان مسجدہ** کما یاتی **و لو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور** اور بموجب اسی قول
کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر مین اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اُسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تاتارخانیہ سے اور اگر
مسجد مین قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے و ہذا متفرع علی قول الحلوانی و الظاہر وجوبہا بلسانہ لظاہر
الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر و اقرہ المصنف و قواہ فی النہر ناقلا عن المحیط و غیرہ بانہ علی الاول لا

النبی علیہ السلام وعلیہ السلام واذا قال لقطها یجیب والاشبہ بغیر الاجابۃ ... اجابت بالقدم کو ذکر کیا ہے اور متفرع ہے حلوانی کے قول پر
اور ظاہر قول پر واجب ہوتا ہے اجابت کرنا زبان سے ... ظاہر ہے کہ جو اس حدیث میں ہے کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اسی قول کے جو موذن
کہتا ہے چنانچہ اسکو شرح میں بیان کیا ہے بحرالرائق میں اور ثابت کی اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہے اور النہر الفائق میں محیط
وغیرہ سے نقل کر کے اسطرح کہا کہ اول قول پر یعنی موجب اجابت زبانی پر اذان کا سننے والا سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرأت
کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہو کسی عمل میں بجز اجابت کے قال وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب بقدمہ
اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان
میں جمعہ کے دن اور جواب اجابت بالقدم کہے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرآنی سے ہم عدم اجابت لسانی
کی یہ وجہ ہے کہ جب خطیب منبر پر چڑھے تو امام کے نزدیک مطلقا کلام مکروہ ہے لیکن باب الجمعہ میں آویگا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ امام کے نزدیک اذکار جائز ہیں حتی خطبہ
شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہے اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التاتارخانیۃ انما یجیب اذان مسجدہ اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جواب نہ دے مگر اپنی مسجد
کی اذان کا میں کہتا ہوں یعنے جواب قدم سے چلکر اپنی مسجد کو مخصوص ہے یہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر پہلے اشارہ کر دیا کما یاتی لکھکر کذا فی الطحطاوی
وسئل ظہیر الدین عمن سمعہ فی وقت من جہات ماذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن میں اذان
سنی کئی طرف سے اسپر کیا واجب ہے کہا کہ اسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنے قدم سے چلکر واجب ہے ویجیب الاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان ویقول عند
قد قامت الصلوۃ اقامہا اللہ وادامہا اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے قد قامت الصلوۃ کے وقت
اقامہا اللہ وادامہا ہم ان الفاظ کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اسقدر زیادتی کے ساتھ ما دامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اہلہا یعنی اللہ تعالی نماز کو
قائم و دائم رکھے جبتک آسمان و زمین ہیں اور مجھکو زمین کے نیکبخت باشندوں میں کرے وقیل لا یجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضوں نے کہا کہ اقامت کا جواب
نہ دے اور اسی قول کا یقین کیا ہے شمنی شارح نقایہ نے ہم یہ نفی اجماع سابق کی مخالف نہیں کیونکہ یہ نفی نفی وجوب پر محمول ہے اور انعقاد اجماع استحباب پر ہے
فروع مسائل متفرقہ تتعلق کے یصلی السنۃ بعد الاقامۃ او حضر الامام بعدہا لا یعیدہا بزازیہ مقیم نے سنت نماز پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت
کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیہ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان تعاد اور لائق یعنے مستحب ہے کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہو جاوے
یا پایا جاوے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاوے درمیان اقامت اور نماز کے چنانچہ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جاوے دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام
فی مصلاہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ موذن اقامت کہتا ہے تو بیٹھ جاوے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جاے نماز پر رئیس المحلۃ لا ینتظر الا اذا کان شریرا
والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جاوے جبتک کہ وہ شریر نہو اور نماز کا وقت فراخ ہے یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہے تو اسکی انتظاری جائز ہے اور اگر وقت
تنگ ہے تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بد ذات ہو ویکرہ لہ ان یوذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجدوں میں ہم یہ کراہت اسوقت ہے جبکہ موذن
پہلی مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقا اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والے کے واسطے ہے ہر طرح یعنی خواہ
عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگوں کو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور اسیطرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو
الافضل کون الامام ہو الموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہے ہم امام ابوحنیفہؒ یہی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انہ علیہ الصلوۃ والسلام اذن فی سفر
بنفسہ واقام وصلی الظہر وقد حققناہ فی الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر میں بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور
ظہر کی نماز پڑھی اور الشارح نے اسکو محقق بیان کیا ہے خزائن الاسرار میں ہم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جبکہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی عن فتاوی [illegible]

اور آپ کا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث مین مروی ہی اور نووی نے اُسپر یقین کیا ہی مگر مسند احمد مین اُسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہی اُسمین یون ہی
کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپکا صرف حکم دینا تھا اور عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہی کذا فی الشامی

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہی نماز کی شرطون کے بیان مین ہم شرط تین قسم ہی شرط عقلی جیسے بسولا بڑھئی کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گھر مین
جانا وجہ کا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی
شرطین ہین نہ نماز کے واجب ہونے کی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہی یعنے مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا اور ازانجملہ عاجز نہونا نماز سے وازانجملہ وقت ہی ثلثہ انواع
شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہی انعقاد نماز کی ہم شرط انعقاد وہ ہی جسکا وجود ضرور ہی ابتدا ء نماز مین ہمیشہ سے موجود ہو کر آخر نماز تک موجود رہے
یا نرہے کذا فی الحلبی کنیۃ و تحریمۃ و وقت و خطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا
انمین نیت تو آخر نماز تک موجود رہسکتی ہی اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین و شرط دوام کطہارۃ و ستر عورۃ و استقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہی دوام نماز کی جیسے طہارت
اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہی جسکا وجود مشروط ہی اول نماز سے آخر تک و شرط بقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتدا ء وہو القراءۃ اور
تیسری قسم شرط ہی باقی رہنے نماز کی بعد موجود ہوجانے نماز کے تو اُسمین آگے ہونا اس شرط کا شرط نہین اور نہ ابتدا ء نماز سے اُسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقاء
نماز کی شرط قرأت ہی ہم شرط بقاء نماز وہ ہی جو اثنا ء نماز مین پائی جاوے بطریق استمرار کے اور قرأت اسیطرح کی ہی کہ اثنا ء نماز مین اُسکا وجود ہوتا ہی استمرار کے طور پر اور یہ
تینون شرطین ایک دوسری مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم و خصوص مطلق ہی شرط دوام خاص ہی اور شرط انعقاد اور بقا عام مثلاً طہارت جو شرط دوام
ہی اگر ابتدا ء نماز مین اُسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہوجاویگی اور اگر حالت بقا ء مین اُسکے وجود کو شروط سمجھین تو شرط بقا ہوگی اور سواے وقت صبح کے
اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہی کہ نہ اُسکا دوام شرط ہی اور نہ بقا اور صرف شرط بقا کی مثال قرأت ہی کہ اثنا ء نماز مین حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہی
گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرأت کہ امام کی قرأت گویا اُسی کی قرأت ہی کذا فی الشامی تبصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے
کہ قرأت بذات خود تو رکن ہی اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہی بسبب پائے جانے قرأت کے تمام ارکان مین تقدیراً یعنی اگرچہ سب ارکان مین قرأت حقیقی موجود
نہین لیکن گویا کہ موجود ہی ہم رکن اسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہی جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف
ہین مگرچونکہ رکن دو طرح کا ہوتا ہی ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہوجاتا ہی جیسے قرأت کہ مقتدی سے ساقط ہوجاتی ہی تو
اس لحاظ سے ایک حالت مین اُسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی تبصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود
قرأت کا سب ارکان مین ضروری ہی اُمّی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ
شرط بفتح اول و سکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز مین پائی جاوے دوسری چیز مین نہو و شرعاً ما یتوقف علیہ الشیء ولا یدخل
فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہی جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اُس چیز مین داخل نہو یعنے اُسکا جزء نہو خارج ہو اُس سے ہم کسی چیز کا متعلق اگر اُسکی ماہیت
مین داخل ہوتا ہی تو رکن کہلاتا ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو دو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہی تو اسکو علت کہتے ہین
جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہی یا نہین اگر ہی تو اسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہی اور اگر موصل نہین تو چیز اُسپر
موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہی نماز کے حق مین اور اگر چیز اُسپر موقوف بھی نہین تو اسکو علامت بولتے ہین تو شارح
کی تعریف سے رکن اور علامت نکلگئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل رہی اسلیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کہتا کہ ولا موثر فیہ ولا موصل الیہ

ای بحیث یتحرک بحرکتہ یعنی وہ چیز اوسکی طرف کسیقدر متصل ہو کذا فی الشامی یعنی شرط ہو اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہو کہ شے موجود ہو جسکے ہونے سے شے وافر ہو لازم ہو وجود ہو اور شرط کے وجود سے شے ہو اگرچہ لازم ہو حتی ستر طہارة بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن یعنی

شرطین نماز کی چہ ہین پہلی شرط پاک ہونا ہر نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہو بسبب داخل ہونے ہاتھ پانون کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے

مرجوم لغت عرب کی راہ سے ہاتھ پانون بدن مین داخل نہتے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پانون کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اردو زبان

مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث ہو حکمیہ طہارت بدن کی شرط ہو دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے ہم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور

حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہو اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ

غلیظ تر اور سخت تر ہو نجاست حقیقی سے ہم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہین برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہو وخبث مانع

کذلک اور طہارت شرط ہو اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہو ہم دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سو مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہو

اور مخففہ زائد از ربع ثوب و ثوبہ وکذا ما یتحرک بحرکتہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہو اور اسیطرح پاک ہونا اس چیز کا جو ہلنے نمازی کے ہلنے سے

ہم یعنے ایسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلا ایک چادر کا آنچل اسکے بدن پر ہو اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہو جو مانع نماز ہو تو اگر نمازی کی

حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہو اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اسکے بدن سے متصل نہین مثلا چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہو اور دوسرے کنارہ پر نماز پڑھتا ہو تو یہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک بنفسہ منع والا لا یا

نمازی اس چیز کا اٹھانے والا گنا جائے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہو بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہو اور اگر لڑکا نمازی

کے تھامنے کا محتاج نہو خود اسکو چمٹا ہو تو نمازی اسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہوگا ہم اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہو

بلکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان سد فمہ تفریع علی الاصح جسطرح مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب

آدمی اور کتا ہو اگر اسکا منہ بندھا ہو صحیح تر قول مین ہم اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ بہے تو بہتر ہو کذا فی الشامی بحر الرائق

مین ہو کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہو جو اندر سے خون ہو گیا تو نماز جائز ہو کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہو برخلاف اس شیشے کے جسمین پیشاب ہو یعنی وہ

مانع نماز ہو ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلی کے مکان کا ہو یعنی جگہ

دونون قدمون کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اٹھالیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ہم موضع قدمین کی طہارت امام

اور صاحبین کے نزدیک شرط ہو بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود مین خلاف ہو مگر صحیح تر یہی قول ہو کہ امام کے نزدیک اسکی طہارت بھی شرط ہو اگر

نمازی کے کپڑون کی اطراف پر نجاست پڑی اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجئ

شرط نہین پاک ہونا دونون ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنی

اسوقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہ سجدہ کا مکان ٹھہرا ہم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہو

ہو اور اسی کی تصحیح کی ہو عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہو اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہو اگر

دونون ہاتھ ہون تو اسکے مکان کی طہارت شرط ہو کذا فی الطحطاوی من الثانی ای الخبث لقولہ تعالی وثیابک فطہر فبدنہ ومکانہ بالاولی

لانہ الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہو ثانی یعنے نجاست حقیقی سے بدلیل قول حقتعالی وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر تو جب کپڑے

پاک کرنے لازم ہوئے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولی لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین یعنی سواے

کہ کپڑون کا جدا ہوجانا متصور ہی بہ خلاف بدن اور مکان کے ہم اظہر یہ ہی کہ آیت کریمہ مین نماز کے ثیاب ملبوسہ مراد ہین اور نجاست سے اُنکا پاک کرنا قول ہی
جمیع فقہا کا اور ارجح تفاسیر کذا فی الطحطاوی والرابع ستر عورتہ ووجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الا لغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور واجب ہونا
ہی اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہی اگرچہ آدمی خالی مکان مین ہو بنابر قول صحیح کے مگر غرض صحیح کے واسطے شرمگاہ
کھولنا جائز ہی چنانچہ دفع بول و براز یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال ہم ستر عورت غیر سے واجب ہی نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہی
کذا فی الزیلعی لیکن ادب نہین تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہی نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے
کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الطحطاوی وله لبس ثوب نجس فی غیر صلوۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حال مین سوائے نماز کے وہی للرجل
ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتیه اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونون گھٹنون کے نیچے تک ہم عورت کا لفظ نکلا ہی عور سے جو
بمعنی نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اُسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بیحیائی ہی کذا فی الطحطاوی اُردو مین عورت
مرد کے مقابل کو کہتے ہین فارسی مین زن اور ہندی مین لگائی اور جورو بولتے ہین ۔ شرط احمد ستر احد منکبیه ایضا اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک
کندھے کا بھی نماز مین شرط کیا ہی وعن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہی کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہی
ہم امام اعظم کے مذہب مین شرمگاہ کی جو یہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق مین ہی نہ صغیر کے حق مین کہ اُسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہی
اور جو انہین حکم زانو کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اُسپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اُس سے نزاع کرنا لائق نہین
اور جو اپنی ران کھولے ہو اُسپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وما ہو عورۃ منه عورۃ من
الامة ولو خنثی او مدبرۃ او مکاتبة او ام ولد مع ظہرہا وبطنہا اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اُتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہی اُسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ
لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو ہم مدبرہ وہ لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا
مال دے تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبہا فتبع لہا اور لونڈی کا پہلو اُسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہی یعنی جسقدر پہلو
پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع ہی اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہی وہ پیٹھ کا تابع ہی یعنے اُسکے پہلو بھی شرمگاہ ہین ولو اعتقہا مصلية ان استترت کما قدرت صحت
والا لا علمت بعتقہ او لا علی المذہب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت مین اگر اُسنے اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز
صحیح ہی اور اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوئی مولی کے آزاد کرنے کو اُسنے جانا ہو یا نہ جانا ہو بنابر مذہب درست کے ہم پردہ سازی سے
اُسقدر مراد ہی جسقدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار مین یہ شرط ہی کہ بعمل قلیل ہو اور قبل از ادائے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز باطل
نہوگی قال ان صلیت صلوۃ صحیحة فانت حرۃ قبلہا فصلت بلا قناع فبمعنی الغاء القبلية لوقوع العتق کما رجحه بالطلاق الدوری مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو
صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہی نماز سے پہلے پس اُسنے بدون اوڑھنی کے نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کر دینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہی چنانچہ فقہا نے قبلیت
کے لغو کرنے کو طلاق دوری مین ترجیح دی ہی ہم یہ مسئلہ روایت مذہب نہین بلکہ صاحب بحر الرائق کی تخریج ہی طلاق دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی
یہ صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو طلاق دوں تو تجھکو تین طلاق ہین قبل از طلاق پھر اُسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقین اس طلاق
سے پہلے واقع ہونگی اور انکا واقع ہونا یہ چاہتا ہی کہ پچھلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہین رہتی تو جب قبلیت کو لغو کر دیا تو ایسا
ہوگیا کہ گویا اُسنے یون کہا کہ اگر مین تجھکو طلاق دون تو تجھکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق اُسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقین تعلیق سے واقع ہونگی
اور تیسری طلاق باطل ہو جاویگی عدم محل کے سبب سے وللحرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا حتی شعرہا النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہی

ہتھیلی چھپانا واجب نہیں ... تک لٹکتے بال بھی عورت ہیں صحیح قول میں اگرچہ جڑ سے جدا ہو گئے ہوں اسواسطے کہ الاولی لہ یہ بال سر پر ہیں
باتفاق عورت ہے الا الوجہ والکفین ... عن ذوی المذہب فی القدمین ... پس تمام بدن عورت ہے کہ چھپانا واجب ہے سوا چہرہ اور دونوں
ہتھیلیاں اور دونوں قدم عورت نہیں قول معتمد پر و پشت کف دست کا چھپانا واجب ہے مذہب درست پر ہے ... پشت کف دست
میں عورت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ دونوں قدم عورت ہیں اور کسی نے انکو صحیح بھی کہا ہے کذا فی الطحطاوی
وصوتہا علی الراجح اور عورت کی آواز عورت نہیں راجح قول پر ہے اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہے بخوف فتنہ حرام ہے اور بعضوں نے کہا کہ ...
کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونوں کلائیاں عورت نہیں مرجوح یعنے ضعیف قول پر ہے یہ ابو یوسف کا قول ہے اور بعضا
شرح منیہ میں اسی کو راجح کہا ہے لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہے کہ کلائیاں عورت ہیں کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال
لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کی جاوے چہرہ کھولنے سے درمیان مردوں کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اسکا عورت ہے بلکہ بخوف فتنہ منع کا
حکم ہے کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبتت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع ہے اگرچہ شہوت کا خوف
نہ ہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت کے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ باب الحظر میں آویگا ولا یجوز
النظر الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور جائز نہیں نظر
کرنا عورت کے چہرہ کو بخوف شہوت سے مانند چہرہ امرد کے یعنے بے ریش لڑکے کے اسواسطے کہ حرام ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت
کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہے اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے
قال فحل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاخفا
نہ ہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہ ہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہ ہو تو نظر کرنا حلال ہے والا حلال نہیں وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ
فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج وہاج میں ہے کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہیں یعنے ڈھکنے کے لائق نہیں پھر جبتک کہ وہ قابل خواہش کے
کے نہیں تو بول و براز کی راہ چھپانے کے لائق ہے پھر عورت غلیظہ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گرد و نواح کے قابل چھپانے کے ہے
پھر دس برس کے بعد جوان کے مانند ہے برہنگی کے چھپانے میں حکم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہے لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن
شیخہ وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ حسب اور اشباہ میں ہے کہ اندر جاوے لڑکا عورتوں میں فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہ اس صورت
میں ہے کہ اسکا بلوغ بجز عمر کے ثابت نہ ہوا اور اگر احتلام وغیرہ سے اسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اسکا عورتوں میں جانا منع ہوگا اور جو
عضو کہ عورت ہے بدن میں ملا ہوا اسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہیں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب
تھا اسلیئے کہ لفظ سنۃ مؤنث ہے ویمنع صحۃ الصلاۃ ... الانعقاد بالکشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہے نماز کو
بابتدا کی انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہے کشف ربع عورت مانع انعقاد
نماز اسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت میں ہو اگرچہ ادائے رکن سے کم مدت ہو اور ادائے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے اور اگر کشف عورت
بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہو جائیگی اگرچہ کمتر ہو ادائے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل
والمرأۃ اور عورت غلیظہ مرد اور عورت میں بول و براز کا محل ہے اور جو مکان کہ ان دونوں کے آس پاس ہے اور عورت خفیفہ وہ ہے جو اسکے سوا ہے وتجمع بالاجزاء
لو فی عضو واحد اور چند جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزا سے اگر ایک عضو میں ہو مراد اجزا سے کسور حسابیہ ہیں مثلاً پانچواں اور چھٹا اور آٹھواں

حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اُسیقدر کھلی ہی تو دونوں کو جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر
جمع کرنے سے اُس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا والا فبالقدر اور اگر عورت مکشوفہ متفرق ایک عضو مین نہین بلکہ چند اعضا مین ہی تو وہ پیمائش
سے جمع کیجائیگی نہ اجزا سے فان بلغ ربع ادناہا کاذن منع سو اگر کھلے اعضا مین سے کمتر عضو کی چہارم کو پیمائش پہونچ جائیگی چنانچہ کان تو یہ کھلجانا
نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولھواں حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونوں کا مجموعہ کان کی چہارم سے زیادہ ہی
اور یہی قول حق ہی برخلاف بحر الرائق کے کہ اُسمین مجموع اعضاء منکشفہ کے چہارم کو معتبر رکھا ہی کذا فی الطحطاوی والشرط سترہا عن غیرہ ولو حکماً کمکان
مظلم اور شرط ہی ڈھکنا برہنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیرے مکان مین یعنے اگرچہ وہ مستور ہی باعتبار حس کے بایمعنی کہ وہ نظر نہین
آتا لیکن وہ حکم شرع مین مستور نہین تو اسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہی کذا فی الحلبی لا سترہا عن نفسہ وبہ یفتی شرط نہین چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے
اُسیکا فتوی دیا ہی فلو رآہا من زیقہ لم تفسد وان کرہ پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی
ہی کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا یصف ما تحتہ اور نہ پانیوالا اُس چھپانیوالی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکردے یعنی جسمین بدن نظر نہ آوے عادم
مبتدا ہی اسکی خبر آگے آتی ہی یعنی یصلی قاعداً ساتر مین یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہی جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہی چنانچہ باریک ململ یا جالی تو
وہ بمنزلہ معدوم کے ہی ولا یضر التصاقہ وتشکلہ اور ضرر نہین کرتا ساتر کے بدن مین چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہو جائیگی ولو
حریراً او طیناً یبقی الی تمام صلوتہ او ماء کدراً اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ہم اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو
حرام ہی اور اسکے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہین لا صافیاً ان وجد غیرہ نہ صاف پانی
اگر اسکے سوا کوئی چیز ساتر پاوے یعنے صاف پانی مین بیٹھ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز ملسکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اسمین نماز واجب ہی بوجہ تھوڑا کھلنے کے
کذا فی الطحطاوی وہل تکفیہ الظلمۃ فی مجمع الانہر بحثاً نعم فی الاضطرار لا الاختیار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے مین نماز کفایت کرتی ہی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر
مین بحث کرکے یون جواب دیا ہی کہ ہان اضطرار مین کافی ہی نہ اختیار مین ہم اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال مین نماز
پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہو بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا
اُسکی شرمگاہ کا ساتر ہی کذا فی الطحطاوی یصلی قاعداً کما فی الصلوٰۃ نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھ کر جیسے نماز مین بیٹھتے ہین یعنے مرد بائین پانوں پر بیٹھے داہنا
پانوں کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وقیل مادا رجلیہ اور بعضوں نے کہا دونوں پانوں پھیلا کر بیٹھے ہم اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھ لے اور راجح پہلا قول ہی
کہ اسمین کثرت استتار ہی باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف پانوں پھیلانے سے جو بہتر نہین کذا فی البحر مومیاً برکوع وسجود بیٹھ کے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا
اشارہ کرکے تاکہ برہنگی نہ کھلے وہو افضل من صلوتہ قائماً برکوع وسجود وقائماً بایماء او برکوع وسجود لان الستر اہم من اداء الارکان اور وہ یعنے برہنہ شخص
کو بیٹھ کے رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہی اسکی نماز سے بیٹھ کر اور رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہوکر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ
کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہی ارکان کے ادا کرنے سے ہم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہی نماز اور غیر نماز مین اور ارکان یعنے قیام اور رکوع اور سجود نماز مین فرض
ہین ولو ابیح لہ ثوب ولو باعارۃ ثبتت قدرتہ ہو الاصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جاوے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت
ہو گیا یہی قول صحیح تر ہی یعنی اگر اس صورت مین برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعد بہ ینتظر ما لم یخف فوت الوقت ہو الاظہر کراجی الماء وثوب وطہارۃ مکان اور
اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہی جیسے انتظار کرے پانی اور
کپڑے اور طہارت مکان کا امیدوار ہم یعنی اگر مکان نجس ہی مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہان سے نکلنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خوف ہو دل

[illegible] سوال وارد کیا ہے جسکا تحقیق کو لازم اور ضرور ہے [illegible] جواب [illegible]

ہے صاحب [illegible] کی مذہب کی روایت میں ولو وجد ما [illegible] [illegible]

او اقل من ربعہ طاہر مذہب صلوٰتہ فیہ [illegible] جو پایا برہنہ شخص وہ ساتر کہ اسکا کل نجاست کی لگنے سے ناپاک ہوا اصلی ناپاک

نہیں اصلی ناپاک جیسے مردار کی کھال جسکی دباغت نہیں ہوئی تو یہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سے تو نماز میں بالاتفاق بلکہ نجاست [illegible]

کے اس سے ستر [illegible] جیسا صاحب [illegible] ذکر کیا ہے [illegible] نے ایسا ساتر پایا جو چوتھائی سے کمتر پاک ہے تو اسکو اسمین نماز پڑھنا مستحب ہے اور

جائز ہے [illegible] ننگا پڑھنا [illegible] جیسا نماز [illegible] اشارہ سے گذر گیا وحتم محمد لبسہ [illegible] فی الاشمر [illegible] قالت الثلثۃ [illegible] بن حسن نے اس ساتر

[illegible] ناپاک ہو یا چہارم سے کمتر [illegible] لازم کیا ہے نہ مستحب [illegible] اس قول کو اچھا سمجھا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو کان ربعہ طاہرا

صلی فیہ حتما اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اسی ساتر میں بالفرض وہ نماز پڑھے اسواسطے کہ چہارم کل کے برابر ہے [illegible]

ہے مثلا محرم کو چوتھائی سرکا منڈانا کل کے برابر ہے اور چوتھائی [illegible] الا اذا لم یجد ما یزیل بہ النجاسۃ او یقللہا [illegible]

اسوقت ہے جبکہ نپاوے اس چیز کو جو نجاست کو دور کرے یا اسکو کم کردے [illegible] اگر [illegible] نجاست پاوے تو ازالہ واجب ہے کذا فی [illegible] تحتم لبس اقل [illegible]

نجاستہ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہے نماز میں پہننا اپنے دونوں ناپاک کپڑوں سے اس کپڑے کا جسکی نجاست کمتر ہو دوسرے سے والضابطۃ

ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤں میں مثلا دو ناپاک کپڑوں میں

سو اگر دونوں برابر ہوں منع نماز میں تو اسکو اختیار ہے چاہے اسکو لے چاہے اسکو اور اگر دونوں مختلف ہیں یعنے ایک بلا کم ہے اور دوسری زیادہ تو

ہلکی کو اختیار کرے مثلا زخمی اگر سجدہ کرتا ہے تو زخم سیلان کرتا ہے اور نہیں تو نہیں وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہے بہ نسبت حدث

کے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختیار میں بھی کر سکتا ہے مثلا سواری پر نماز نفل اشارہ سے درست ہے تو حالت عذر میں ترک سجدہ کا مضائقہ نہیں کذا

فی البحر ولو وجدت الحرۃ البالغۃ ساترا یستر بدنہا مع ربع راسہا یجب سترہا فلو ترکت ستر راسہا اعادت بخلاف المراہقۃ لانہ لما سقط بعذر الرق

فبعذر الصبی اولٰی اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈھکتا ہے اسکے بدن کو اسکے چوتھائی سر کے ساتھ تو بدن اور چہارم سرکا ڈھکنا واجب

ہے یعنی فرض ہے دونوں کا ڈھکنا تو اگر اپنے سر کا ڈھکنا چھوڑیگی تو نماز کا اعادہ کرے برخلاف قریب البلوغ عورت کے یعنے اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے

نماز پڑھیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہیں اسواسطے کہ سر کا ڈھکنا جبکہ ساقط ہو گیا تو لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولی ہے مترجم

کو مثلت بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تھا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈھانکنے کے نہ پڑھے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح ڈھکنا

لونڈی ہونے کی جہت سے ساقط ہوا اسکا ڈھکنا لڑکپن سے ساقط ہو جاوے حالانکہ یہ کلیہ نہیں کذا فی الشامی ولو کان یستر اقل من ربع الراس لا یجب بل یندب

اور اگر ساتر ڈھکتا ہو کمتر چوتھائی سر سے تو اسکو ڈھکنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے لکن قولہ ولو وجد المکلف ما یستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ

ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل یقتضی وجوبہ مطلقا فتامل لیکن مصنف کا یہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چھپا دے تو اسکا

استعمال واجب ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہے وان قل یعنے اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہے ساتر کے

استعمال کو مطلقا خواہ چوتھائی کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کر اے مخاطب ہم یعنی مصنف کے دونوں قولوں میں تناقض ہے پہلا قول یہ ہے کہ چہارم سر سے

کمتر کا ڈھکنا واجب نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ بعض عورت کا ڈھکنا واجب ہے خواہ چہارم ہو یا کمتر حلبی محشی در المختار نے کہا اگر کمال الدین کے کلام کو

سر کے سوا محمول کیجیے اسواسطے کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہے باقی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوٰۃ مراہقہ سر کھلی کی صحیح ہے تو اب تناقض باقی نہ رہیگا وتستر

القبل والدبر اولا اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور جاضرور کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدہما قیل یستر الدبر لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقیل

القبل حکاہما فی البحر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے بعضون نے کہا دبر کو چھپاوے اسواسطے کہ اسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین

فاحش تر اور قبیح تر ہی اور بعضون نے کہا قبل کو چھپاوے یعنے اسلیے کہ وہ قبلہ رخ ہی اور کوئی عضو اسکی آڑ نہین جیسے سرین مقعد کا حجاب ہین کذا

فی الشامی نقل کیا ہی دونون قولون کو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النہر الظاہر ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید انہ لو صلی بالایماء تعین

ستر القبل ثم فخذہ ثم بطن المرأۃ وظہرہا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر اور دونون قولون کا خلاف اولی ہونے مین ہی اور تعلیل

یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین اسکا مقید ہی کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اسکے بعد ران

کا پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہی ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہی نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل

کے بعد ران کو پھر عورت اپنے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل بہ نجاستہ او یقللہا لبعدہ میلا او

لعطش صلی معہا او عاریا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نہ پاوے اس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اسکو کم کر ڈالے بسبب دور رہنے

مزیل کے کوس بھر یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہو کر اور اسپر اعادہ نماز کا نہین وینبغی لزومہا لو العجز عن مزیل وساتر بفعل العباد کما

فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہی اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر سے بندون کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم مین گذر گیا ہم یہ بحث ہی صاحب بحر الرائق کی

اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی ثم ہذا للمسافر ان للمقیم تیشرط طہارۃ الساتر وان لم یملکہ قہستانی پھر معلوم کر کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے

حق مین ہی اسلیے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہی اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے

ساتھ بلا وجہ ہی والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہی بدلیل اجماع واتفاق ہم یعنی اشتراط نیت کی دلیل اجماع ہی نہ آیت

(وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین) اسواسطے کہ عبادت سے یہان توحید مراد ہی تو یہ اخلاص یعنے خلوص ارادہ ونیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا

نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہین ہی کہ انما الاعمال بالنیات اسواسطے کہ اسمین تو نیت کا ثواب مراد ہی اور صحت سے تعرض نہین کذا فی الطحطاوی

وہی الارادۃ المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہی ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر چیزون سے ہم دو چیزین برابر چنانچہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلاً نماز

پڑھنا اور نہ پڑھنا دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا لازم اور محال ہی نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف

ارادہ سے ہوئی اسی ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہی اس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور بعلم مین امر

سے پہلے ہوا ای ارادۃ الصلوۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہی یعنی نیت ہر ارادہ کا

نام نہین بلکہ یہان بارادہ نماز کا مراد ہی خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکون کے مانند نہ شرک خفی ریاکارون کے

طور پر لا مطلق العلم فی الاصح الاتری ان من علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہی ارادہ مذکور سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکھتا کہ جسنے

کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہی ہم غیر اصح عبد الواحد کا یہ قول ہی کہ نیت دانست کا نام ہی حالانکہ دونون کے مفہوم متباین ہین

ارادہ کو علم یعنے دانست لازم ہی اور دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان

وان خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہی جسکو ارادہ لازم ہی تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے

کہ زبانی ذکر کلام ہی نیت نہین ہی ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلاً دل مین ارادہ ہو ظہر کا اور

زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطاء قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین

انکو ثواب حاصل ہوا کہ اس کی عبادت سب اخلاص کے ساتھ ہو

کذا فی القنیۃ والاولی ان یجمع بین عزیمۃ القلب و النیۃ باللسان کیونکہ انسان کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے انکار یا درشوریات کے دفع
کرنے سے تو سبب اسکے زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہی کذا فی التبیین و ہو دوامی عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بداہۃ بلا تامل ای صلوٰۃ
یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ یعنی دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فورا بدون غور اور تامل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے اور اگر بغیر
تامل کرنے کے نہ جانے تو نماز جائز نہیں ہے یہ استحضار فقط نیت کے وقت شرط ہی تمام نماز میں شرط نہیں یعنے اگر اثنائے نماز میں نہ ہوگا تو کچھ حرج نہیں اور
اسمین کسی کا اختلاف نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا والتلفظ عند الارادۃ بہا مستحب ہو المختار اور بارادہ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے
یہی قول مختار ہی ویکون بلفظ الماضی ولو فارسیا لانہ الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قہستانی اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو
زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہی اگرچہ فارسی بولی میں ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہی انشاءات میں یعنے ان الفاظ میں جو ایجاد اشیا میں بولے جاتے
ہین جیسے معاملات میں اور صحیح ہی نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہی کذا فی القہستانی شرح النقایہ اور حال سے صیغہ مضارع کا
مراد ہی جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ ٹھہر یگا نہ وقوع تو عربی میں نیت بلفظ ماضی اس طرح ہی
نویت ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی میں نے نیت کی اور بلفظ حال اسطرح
کہ اریدان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہوں وقیل سنۃ یعنی استحبہ اوسنۃ
علماؤنا اذ لم ینقل عن المصطفیٰ ولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت مؤکدہ دائم العمل ہی
یعنے یہان سنت سے مراد یہ ہی کہ پسند کیا ہی اسکو یا اسکو طریقہ قرار دیا ہی ہمارے عالموں نے سنت شرعی یہان مراد نہین اسلیے کہ زبان سے
نیت کرنا جناب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہین بلکہ بعضے عالمون نے اسکو بدعت
کہا ہی مگر بدعت سے یہان بدعت حسنہ مراد ہی قول معتمد ہی نہ بدعت سیئہ بحر الرائق میں کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہی اطمینان کے سبب سے نہ
اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہی اور زبان کے کہنے سے ارادہ دل کو جمعیت ہو جاتی ہی اسلیے زبان سے کہنا مستحسن ہوا
کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انہ یقول اللہم انی ارید ان اصلی صلوٰۃ کذا فیسرہا لی وتقبلہا منی ویجی فی الحج اور محیط میں ہی کہ نماز کا پڑھنے والا یوں
کہے کہ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہون فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اسکو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے اسکو قبول کر اور عنقریب
اسکا بیان کتاب الحج میں آویگا مگر یہ مثال ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق میں کہا کہ اکثر علما نے کہا ہی کہ یہ نیت حج کے واسطے مخصوص ہے
اسواسطے کہ حج زمانہ دراز میں پورا ہوتا ہی اور اسمین مشقتین بہت ہوتی ہین برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمہا علی التکبیرۃ
ولو قبل الوقت اور جائز ہی مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہو اور نماز کے مانند جمیع عبادات پر تقدیم
نیت کی جائز ہی صحیح قول میں وفی البدائع خرج من منزلہ یرید الجماعۃ فلما انتہی الی الامام کبر ولم تحضرہ النیۃ جاز ومفادہ جواز التقدیم
نیۃ الاقتداء ایضا فلیحفظ اور بدائع میں ہی کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا تو اسنے تکبیر تحریمہ
کی اور نیت اقتدا کی اسکو اسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہی اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہی تو اسکا
یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی میں ہی کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہین مالم یوجد بینہما قاطعہا من عمل غیر لائق بالصلوٰۃ
تقدیم نیت کی جائز ہی جب تک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہین ہی پایا جاوے مگر عمل قاطع نیت
جیسا کہ کھانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی البحر وہو کل ما یمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہی جو بنا نماز کا مانع ہی مگر اگر اثنائے نماز مین

نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ چلا جاوے اور دوسرا وضو کرکے بقیہ نماز پڑھے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور
وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نہین ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہونگے وشرط الشافعی قرانہا
فیندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہی تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا اسواسطے
کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہی اگرچہ ہمارے نزدیک قرآن شرط نہین ولا عبرۃ بنیۃ متاخرۃ عنہا علے المذہب وجوزہ الکرخی الی الرکوع اور اس
نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہی م شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی
نے نہین کی بلکہ علما نے اُنکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہی کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک ویکفی مطلق نیۃ
الصلوۃ وان لم یقل للہ تعالی لنفل وسنۃ راتبۃ وتراویح علے المعتمد اذ تعیینہا بوقوعہا وقت الشروع اور کفایت کرتی ہی مطلق نیت نماز کی
نفل اور سنت مؤکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اُسنے نکہا ہو کہ اللہ تعالی کیواسطے نیت کرتا ہون اسلیے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا تعین
ہونا ثابت ہو جاتا ہی اُنکے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت م یعنے یون کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً
یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہی پھر جبکہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا وقولہ وان لم یقل
للہ بیان ہی اطلاق نیت کا والتعیین احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہی یعنے تعیین مین زیادہ تر احتیاط ہی اسواسطے کہ اطلاق
اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہی کذا فی البحر ولا بد من التعیین عند النیۃ فلو جہل الفرضیۃ لم یجز اور فرض نماز مین متعین کرلینا نیت کے وقت
ضرور ہی تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اسکی جائز نہوگی م ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہی لیکن اُنکا فرض ہونا نہین
جانتا ہی تو اسکی نماز جائز نہین اُسپر قضا کرنا واجب ہی کیونکہ اُسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الطحطاوی ولو علم ولم یمیز الفرض من غیرہ ان
نوی الفرض فی الکل جاز اور اگر اُسنے بعضی نمازون کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازون مین فرض کی
نیت کی تو جائز ہی یعنے بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل ہوگی کذا الامام غیرہ فیما لا سنۃ قبلہا اور اسی طرح نماز جائز ہی اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت
کی فرض کی نیت سے اُس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہی م یعنے جو شخص فرض اور نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے
مغرب اور عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت مؤکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز صحیح ہی اشباہ مین قنیہ سے منقول ہی کہ نمازی چھ قسم ہین پہلی قسم وہ
نمازی ہی جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہی یعنی جانتا ہی کہ فرض وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہی اور سنت وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب
ہی اور نکرنے مین عذاب نہین سو اُسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہی ۲ وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل کو جانتا ہو اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر یہ
نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہی اور سنت کتنی اُسکی بھی نماز درست ہی ۳ وہ نمازی ہی جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو
اُسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہی جو یہ جانتا ہی کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین اُنمین بعض نماز فرض ہی اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور
نفل مین تو اُسکی نماز جائز نہین اسواسطے کہ فرض مین نیت کا معین کرنا شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ اُسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی
نماز کی نیت کی تو درست ہی ۵ وہ نمازی ہی جسنے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہی تو اُسکی نماز جائز ہی ۶ وہ نمازی ہی جو یہ نہین جانتا ہی کہ خدا کی نماز بندون پر
فرض ہی ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہی اُسکی نماز جائز نہین ہی انتہی ملخصاً الفرض انہ ظہر او عصر قرنہ بالیوم او الوقت او لا ہو الاصح یعنے ضرور ہی نیت کی تعیین
فرض کیواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہی یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملا وے یا نملا دے یہی قول صحیح تر ہی م یعنی یون کہنا یا نیت
کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آج کی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون کچھ ضرور نہین فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہی اصح قول مین

سہو ہے کہ وہ وقت نماز میں سے واجب ہے [illegible] ترتیب [illegible] ترتیب کے سجدہ [illegible] فرض [illegible] معین [illegible]

سے الفرض [illegible] سوا نہیں کرتا جیسے

[illegible]

[illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] تعیین [illegible] صورت [illegible] آسان [illegible]

[illegible] پانچویں الحمد کی جو تکبیر واجب ہے [illegible] آسانی کی وجہ اس نیت میں [illegible]

[illegible] من المنیۃ لا الشرنبلالی فی [illegible] آخر الکتاب [illegible] ثانی میں منیۃ المصلی سے منقول ہے کذا فی [illegible]

روایت کا شرط نہیں یہی صحیح قول ہیں اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب میں بعض مسائل شتے میں آوے گا والوتر واجب انہ وتر او نذرا او سجود تلاوۃ او [illegible]

نذر ہے کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا سجدہ ہے تلاوت کا اس وتر کی تعیین ضرور ہے لیکن اسکا واجب یا سنت کہنا

لازم نہیں کیونکہ اسمیں اختلاف ہے اور نذر نماز میں یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو شفا کیواسطے یا اداء کی حاجت کیواسطے میں نے نذر مانی تھی اسواسطے

کہ تعیین نذر کی نہیں ہے بدون ذکر ہونے اسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا الشکر بخلاف سہو اور اسی طرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ شکر کی نیت کو بخلاف

سجدہ سہو کے کہ اسمیں تعیین ضرور نہیں ہم سجدہ شکر اور سجدہ سہو میں شارح سے سہو واقع ہوا یوں کہنا ٹھیک تھا وکذا السہو بخلاف الشکر یعنے اسی طرح ضرور

ہے معین کرنا سجدہ سہو کا نہ سجدہ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور سجدہ شکر کا نفل ہے حالانکہ نفل میں تعیین نیت ضرور نہیں یہ بحث ہے صاحب

نہر النائق کی کہ تعیین نیت سہو میں واجب ہے نہ شکر میں کذا فی الطحطاوی مختصرا دون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطاء فی عددہا ضرور

نہیں معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب میں کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہیں یعنے تعیین رکعات تو ضمنا اسی کیطرف سے حاصل ہو چکی اس میں تو

اختلاف کی بھی گنجائش نہیں تو عدد رکعات میں چوکنا کچھ ضرر نہیں کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہیں تو اسمیں خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہیں تو اگر ظہر میں مثلا

تین رکعت کی اور فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی

یعنی یوں ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں لم یقل ایضا لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوٰۃ الامام ولم یعین الصلوٰۃ صح فی الاصح وان لم

یعلم بہا بجعل نفسہ تبعا لصلوٰۃ الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یوں نہ کہا کہ علاوہ نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے

اسلیے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے اور نماز کو معین نہ کرے تو صحیح تر قول میں اقتدا درست ہو جائیگا گو مقتدی

امام کی نماز کو نجانتا ہو کیونکہ اسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کر دیا ہے تو اسکے لیے نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہیں ہم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوٰۃ

الامام کی جگہ اگر شارح تبعا للامام کہتا تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہے اسلیے مترجم نے دوسری لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوٰۃ الامام وان انتظر تکبیرہ

فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اسکے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول میں اور یہ صورت حکم سابق کے

خلاف ہے بسبب نہونے اقتدا کی نیت کے ہم یعنی اس صورت میں اقتدا درست نہو گا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلیے کہ جب امام کی نیت کی تو اس سے یہ لازم نہیں

آتا کہ اقتدا کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لیے ہوتا ہے اور کبھی عادت کی وجہ سے تو دونوں ہو گئے تو نیت میں شک کی

وجہ سے مقتدی نہو گا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز میں مذہب مختار پر نیت اقتدا

ضرور نہیں اسلیے کہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں ہم یعنی تنہا نہیں پڑھی جاتیں تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا ثابت ہو گی ولو

نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہ نیت کرنا جائز ہے یعنی اگر نماز میں صرف یہ

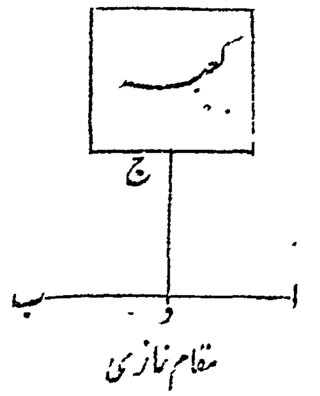
نیت کرے کہ فرض وقت پڑھتا ہون تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل مگر جمعہ کی نماز مین فرض وقت کی جائز نہین اسلیے کہ جمعہ کی نماز عوض ہی اُس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہی نہ جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت کما ہو رای البعض فتح مگر یہ کہ نمازی کے عندیہ اور اعتقاد مین ہو کہ جمعہ فرض وقت ہی ظہر کا بدل نہین چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہی تو اس صورت مین جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت ظہر کی مثلاً نیت کی تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہی اگرچہ جمعہ مین ہو فیض الغفار شرح المختار مین ہی کہ اگر نیت ظہر کے وقت کی جمعہ کے سوا مین کریگا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہی اسلیے شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے ولو فی الجمعۃ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم مین جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہین کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہونے کے ساتھ ہو اسطرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اُسکے نکلنے کو نجانتا ہو تو صحیح تر قول مین درست نہوگی ہم وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہی حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نجانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول مین درست نہوگی اور اشباہ مین جو درستی کا قول منقول ہی وہ اصح کے خلاف ہی کذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء وعکسہ ہو المختار پس بہتر یہ ہی کہ نیت آج کے ظہر کی کرے واسطے اُسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ وقت مین پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے مثل اُسکے عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہی م یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہو تب بھی وہ نماز اُس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اُسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت ادا اُسکا مطلب یہ ہی کہ وقت کے گذرنے پر اگر بے علمی مین ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہی جیسے کوئی قیدی اٹکل سے رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اُسکے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل مین یہ خلل ہی کہ یہ اسوقت بنتی ہی کہ نمازی ادا کی نیت سے پڑھے اور اگر اُسکی نیت کچھ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اُسوقت یہ تعلیل نہ بنے گی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی ومصلی الجنازۃ ینوی الصلوٰۃ للہ تعالیٰ وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اسلیے کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہی م طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونون کی طرف ہی تو یہ خلل رہیگا کہ دعا جنازہ مسنون ہی نہ واجب اسلیے حلبی نے مرجع ضمیر صرف نیت صلوٰۃ قرار دیا ہی جو ینوی الصلوٰۃ سے سمجھا جاتا ہی اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہی کہ نماز جنازہ خود دعا ہی کیونکہ اُسمین قرارت اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہین اور اُسکا مؤید وہ قول ہی جو متن مین مذکور ہی کہ نماز جنازہ امام اعظم اور اُنکے اصحاب کے قول مین درحقیقت دعا ہی نماز فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یون کہے کہ مین نماز پڑھتا ہون اللہ تعالیٰ کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کیواسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہی یا عورت تو وہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون نماز پڑھون امام کے ساتھ جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہی وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہا انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ مین بحث کر کے یہ افادہ کیا ہی کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہی یا اسکا عکس کیا مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہی تو نماز درست نہوگی م وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ میت مثل امام کے ہی اسکی تعیین مین چوک جانا ایسا ہی جیسا امام کی تعیین مین چوکنا تو جیسے امام کی تعیین مین چوکنے سے نماز درست نہین ہوتی ویسے ہی میت کی تعیین مین خطا ہونے سے درست نہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہون پھر معلوم ہوا کہ وہ عمر ہی تو نماز درست نہوگی ہان اگر اشارہ کر کے کہے کہ اس مردہ پر پڑھتا ہون جو زید ہی پھر ظاہر ہو کہ وہ عمرو ہی تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام مین خطا کرنا لغو ہو جاتا ہی کذا فی الشامی انہ لا یضر تعیین عدد الموتی الا اذا بان

تو اقتدا صحیح ہے اور اشباہ میں بھی مذکور ہے بدون کے مسئلہ دونوں صحیح ہے کہ جس صورت میں اقتدا ہو گیا تو نمازی کی تعیین سے
اور یہ سبب بیان نیت امام کے مقتدی کی نیت جنازہ کی اور وہ حقیقت میں ... ہو گی
اور امام کو صرف اپنی نماز کی نیت ... اس صورت میں ... درست
ہو گی کیونکہ غیر معین کی نیت کی ... نیت میں داخل نہیں اسی لیے ... باطل ہو گی ولا امام ینوی صلوٰۃ فقط
اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے اور کسی کے امام ہونے کی نیت نہ کرے اسلیے کہ وہ خاص اپنے حق میں تنہا پڑھنے والے کی طرح ہے جواب یہاں ایک
وہم ہوا ہے کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیے یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو دفع
اور شارح نے اپنے قول میں دفع کیا ولا یشترط لصحۃ الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ لا قبلہ کما بحثہ فی الاشباہ لو ام رجالا
اور شرط نہیں اقتدا کی درستی کے لیے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت میں کہ مردوں کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے
کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہے جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ میں بیان کیا ہے یعنی اقتدا کے صحیح ہونے کے لیے ضروری
نہیں کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت اسوقت ہو جب کوئی امام کی اقتدا کرے پہلے سے
یہ بھی ضرور نہیں اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہے فلا یحنث فی لا یؤم احدا ما لم ینو الامامۃ تو آدمی قسم میں جھوٹا نہ ہوگا اس قسم میں کہ کسی کا امام نہ ہونگا جب تک
کہ امامت کی نیت نہ کریگا ہم شارح نے یہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لیے امام کو نیت امامت کی ضروری نہیں اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک
شخص نے قسم کھائی کہ میں کسی کی امامت نہ کرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اسکے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت میں اسکی قسم نہ ٹوٹیگی
اسلیے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہیں ہوئی اسلیے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی متصرف وان ام نساء
فان اقتدت بہ المرأۃ محاذیۃ لرجل فی غیر صلوٰۃ جنازۃ فلا بد لصحۃ صلوتھا من نیۃ امامتھا لئلا یلزم الفساد بالمحاذاۃ بلا التزام اور اگر نمازی عورتوں کا
امام ہو تو اگر کوئی عورت اسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہو کر جنازہ کی نماز کے سوا میں کریگی تو اس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اسکی امامت کی
نیت ضرور ہو گی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ہم صلوٰۃ جنازہ کو اسلیے استثنا کیا کہ اسکے اندر نیت عورتوں کی
امامت کی بالاتفاق شرط نہیں اور محاذاۃ سے وہ برابری مراد ہے جو ان شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامۃ میں مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت
امامت ہے اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہ ہے کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہو جاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون التزام کے لازم آئیگا
یعنی اگر بالفرض عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گی اور بدون نیت امامت کے اسکا اقتدا صحیح ہو گیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہو جاوے
حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون اسکے لازم پکڑنے کے جائز نہیں اسلیے عورت کی اقتدا کے لیے نیت اسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیۃ
اختلف فیہ فقیل یشترط وقیل لا کجنازۃ اجماعا وکجمعۃ وعید علی الاصح خلاصہ واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہو کر اقتدا نہ کیا تو اس میں اختلاف ہے بعض
نے کہا کہ صحت اقتدا کے لیے نیت امامت کی شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں جیسے جنازہ میں بالاتفاق شرط نہیں اور جیسے جمعہ اور عیدین میں اصح
قول پر شرط نہیں ہم جمعہ اور عید میں اصح کی قید اسواسطے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونوں میں نیت امامت عورت کی شرط ہے کذا فی الطحاوی وعلیہ
ان لم تحاذ احدا تمت صلوتھا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیے اسکی امامت کی نیت شرط نہیں یہ ہے کہ عورت کسیکی محاذی نہ ہوئی یعنی برابر اسکے کھڑی ہو نہ
ہو گی تب تو اسکی نماز پوری ہو جاوے گی اور آگے بڑھ جاویگی یا برابر ہو گی تو اسکا اقتدا باقی نہ رہیگا اور نماز تمام نہ ہو گی ونیۃ استقبال القبلۃ لیست بشرط
مطلقا علی الراجح اور نیت قبلہ کی طرف منہ کرنے کی شرط نہیں ہر حال میں یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل میں ہو یا مسجد میں بنابر قول راجح کے

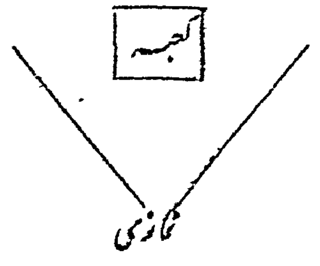
قول قوی یکہ یہ قول ضعیف ہی کہ چونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہی بالاتفاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہین بجز اسکے کہ دل مین نیت کر لے اسلیے دور والے کو نیت قبلہ کیطرف منھ کرنے کی شرط کی گئی فاقیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز متفرع علی المرجوح تو یہ جو کسی نے کہا ہی کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہو گی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہی م یعنے جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہین اُنکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف منھ کرنے کی نیت ہو گی تو درست نہو گی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہو گی اسلیے کہ کعبہ میدان خاص ہو اُسکا نام ہی نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہی جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہی غرضکہ اِن صورتون مین عین کعبہ کیطرف منھ کرنے کی نیت نہین پائی جاتی اسلیے اُنکے نزدیک نماز بھی درست نہو گی اور یہ قول ضعیف ہی اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہو گی اسلیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہو گا کذا فی الشامی ملتقطاً کنیۃ تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کہ وہ بھی شرط نہین فلو ائتم بہ یظنہ زیداً فاذا ہو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہو گا اسلیے کہ اُسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اُسکا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہی کیونکہ اعتبار نیت کا ہی نہ سمجھ کا کذا فی الحلیۃ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت مین اقتدا درست نہین کہ امام کو اُسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنے اقتدا مین امام موجود کی نیت نہ کی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اُسکا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہو گا تو اقتدا درست نہو گا کیونکہ نیت کا اعتبار ہی اور اُسنے امام حاضر کے غیر کے اقتدا کی نیت کی اسلیے صحیح نہو گی الا اذا عرفہ بمکان کالقائم فی المحراب او اشارۃ کہذا الامام الذی ہو زید مگر نام کے ساتھ تعیین مین اُسوقت اقتدا درست ہو گا کہ امام کا پتا درست بتادے مثلاً یون کہے کہ زید جو محراب مین کھڑا ہی یا اشارہ سے اسکو بتادے کہ یہ امام جو زید ہی تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اشارہ کر دینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کہذا الشاب فاذا ہو شیخ فلا یصح ہان اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہو گا مثلاً یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہی تو اقتدا صحیح نہین وبعکسہ یصح لان الشاب یدعی شیخا بعلمہ اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہی یعنی اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہی کیونکہ جوان کو اُسکے علم کی جہت سے شیخ کہا کرتے ہین وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ہو علی مذہبہ فاذا ہو غیرہ لم یجز اور مجتبیٰ مین ہی کہ مقتدی نے نیت کی کہ اسکے پیچھے نماز پڑھتا ہون جو میرے طریق پر ہی اور پھر وہ اُس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہو گا م وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ جب اُسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اُسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیۃ فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی لما کان الاعتبار بالتسمیۃ عندنا لم یختص ثواب الصلوٰۃ فی مسجدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ - چونکہ ہم حنفیون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہی (یعنے اُس صورت مین کہ اشارہ نہو) اسلیے ثواب نماز کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین مخصوص اُس مقدار پر نہو گا جو آپ کے عہد مبارک مین تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہی ہزار نماز دن سے اُسکے سوا دوسری مسجدون مین سوائے مسجد حرام کے تو یہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اُسقدر مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تھی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہی اُس زیادہ کی ہوئی مین بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہو گی اسلیے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہی اور ظاہر ہی کہ جو مسجد اب موجود ہی وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہی تو بڑھی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہو گا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہی جو آپ کے عہد مبارک مین تھی وہ یہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوائے نام لینے کے اشارہ بھی ہی کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہی یعنے میری اس مسجد مین جس سے جگہ خاص جو اُس روز موجود تھی مراد ہی پس بڑھی ہوئی مقدار اُسمین داخل نہو گی اسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہین کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص

[illegible] میں [illegible] مدینہ منورہ کے [illegible] مسجد نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہین وہ اس فضیلت مین داخل نہین کذا فی [illegible] استقبال القبلۃ حقیقۃ او حکما [illegible] شرط نماز کی کعبہ کیطرف منہ کرنا خواہ حقیقت مین ہو یا حکما ہو جیسے عاجز [illegible] کو [illegible] نہین [illegible] قبلہ [illegible] کی جہت سے قبلہ رخ نہین ہوسکتا تو جسطرف کو مرتب وہ اپنا منہ کرسکتے ہین یا قبلہ کا نماز والا اُس سے [illegible] [illegible] قبلۃ [illegible] والشرط [illegible] الکعبۃ [illegible] شرط قبلہ رخ ہونا ہو نہ اسکا طلب کرنا اس لیے شرط صرف اسقدر ہو کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاسے اس مقابلہ کو طلب کرنا شرط نہین یعنی بین اور ت استقبال مین جو طلب نہین ہان جس صورت مین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اسوقت طلب شرط ہو گی کذا فی الشامی من [illegible] لا للابتلاء [illegible] للتوجہ اور کعبہ کیطرف منہ کا ہونا ایک زائد شرط ہو عبادتون کے امتحان کے لیے ساقط ہوجاتی ہو [illegible] سبب [illegible] شرط ہو یعنی عبادت مین مقصود نہین اور امتحان سے یہ مراد ہو کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالی پر جہت کو محال جانتا ہو اسکی اصل پیدائش اسکی مقتضی ہو کہ نماز مین کسی خاص طرف کو منہ نہ کرے اسلیے اللہ تعالی نے مکلف بندون کو ایسی بات کا حکم کیا جو انکی مقتضائے اصل پیدائش کے خلاف ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی حتی لو سجد للکعبۃ نفسہا کفر یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کریگا تو کافر ہوجائیگا یعنی جب کعبہ کیطرف منہ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہو تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتہا بالوحی اصابۃ عینہا [illegible] المعاین وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف والاصح ان من بینہ وبینہا حائل کالغائب واقرہ المصنف قائلا فالمراد بقولی فللمکی مکی یعاین الکعبۃ تو مکہ کے رہنے والے کا قبلہ اور اسیطرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہو عین کعبہ کی سیدھ ہو یہ قول ماتن کا عام ہو کعبہ کے دیکھنے والے یعنی سب اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا بمعنی علے ہو یعنی مکی پر واجب ہو سیدھ باندھنی کعبہ کی مگر بحر الرائق مین ہو کہ یہ قول ضعیف ہو اور صحیح تر قول یہ ہو کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہو یعنی اسکا قبلہ جہت کعبہ ہو نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہو اس قول کو مصنف نے یہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہو جو کعبہ کو دیکھتا ہو وغیرہ ای غیر معاینہا اصابۃ جہتہا اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنی اُس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدھ ہو کعبہ کی جہت کی بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ او لہوائہا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح یعنی چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہوا کعبہ کے باقی رہے اسطرح کہ جو شخص بعض شہرون مین حقیقت مین کعبہ کیطرف کو منہ کیے ہو اسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاسے اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اُس شخص کے داہنے بائین قطع کرے تو یہ خط دوسرا جو کعبہ کے مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی المنح م جہت کے معنون مین شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہوگیا اسلیے تعریف جہت کی ایسی طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہوجاسے ضروری ہو معراج مین جہت کی تعریف یہ لکھی ہو کہ جہت کعبہ وہ طرف ہو کہ جب آدمی اسکی طرف منہ کرسے تو کعبہ کا یا اسکی ہوا کا مقابلہ تحقیقا ہوجاسے یا تقریبا اور مقابلہ تحقیقی سے یہ غرض ہو کہ اگر ایک خط اسکے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جاسے تو وہ کعبہ پر یا اسکی ہوا پر گذرسے اور تقریبی مقابلہ یہ ہو کہ خط مذکور کعبہ یا اسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اُس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اسکی ہوا کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہین ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو ہم تشریح سے لکھتے ہین فرض کرو کہ نقطہ د پر ایک نمازی ہو جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہو تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اسکی ہوا پر نقطہ ج مین ملاقی ہوتا ہو اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی کے داہنے بائین نکالو مثلا اب تو خط اب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر سوائے نقطہ د کے کسی جگہ داہنے یا بائین ہوجائیگا تو وہ تقریبا مقابل کعبہ کا یا اسکی ہوا کا ہوگا اسلیے کہ تھوڑے فاصلہ مین تو ذرا سا داہنے بائین سرکنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہو اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہو تو اُسی کے

مناسب سرکنے سے مقابلہ جاتا ہی تھوڑا سا دہنے بائین ہونے سے نہین جاتا مثلاً چار پانچ کوس سے بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا یعنی اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو اسوقت سب شہر کے لوگون کو ہر جگہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہی تو مقابلہ تحقیقی کے مقام سے اِدھر اُدھر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہین ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین ❊



دوسرا طریق جہت معلوم ہونے کا یہ ہی کہ نمازی کی آنکھون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے جائین کہ وہ ایک دوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ اِن دونون خطون کے درمیان مین واقع ہوگا تو مقابلہ زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اسکی صورت یہ ہی کذا فی الشامی بتصرف



قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر مترجم کہتا ہون کہ یہی معنی ہین دہنے بائین ہٹنے کے درر کی عبارت مین تو اِسکو خوب سمجھ لو اسلئے کہ مطلب دقیق ہی مطلب یہ ہی کہ درر کا یہ مطلب نہین کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اِسصورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ ہی کہ خط جہت پر داہنے بائین ہونے سے مقابلہ بنا رہتا ہی جیسا ہمنے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اُس علامت سے جو قبلہ کو بتائے وھو فی القری والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانون مین مسجدین صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرون مین ستارے ہین جیسے قطب یعنی جس جگہ مسجدین قدیم موجود ہون وہان سمت قبلہ کی اُنسے معلوم ہوسکتی ہی ورنہ قطب وغیرہ ستارون سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرون مین قطب نمازی کے دہنے شانہ پر رہتا ہی تو رات کو ہر جگہ اُس سے سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی والا فمن الاھل العالم بھا ممن لو صاح بہ سمعہ اور نہین تو اُس جگہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جاے اور باشندہ اُنہین سے ہو کہ اگر نمازی اسکو زور سے پکارے تو وہ اسکی پکار سن لے م یعنی اگر نہ مسجدین ہون نہ قطب سے حال کھلے نہ کوئی آلہ مثل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اُس جگہ کے باشندے سے پوچھنا چاہیے اُس سے پوچھنے مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق مین کہا کہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اُس سے معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب مین مفید نہین دوسرے یہ کہ نمازی کی پکار سنے طحطاوی نے کہا کہ من لو صاح بدل پڑا ہی اہل سے والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ لا البناء فھی من الارض السابعۃ الی العرش اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہی نہ اسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہی طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوؤن مین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑھیگا تو اسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہی پس اگر قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہوتی وقبلۃ العاجز عنھا المرض وان وجد موجھا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان جھۃ قدرتہ ولو مضطجعا بایماء لخوف فرار و تیہ عدو اور قبلہ اُس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کر دینے والیکو پاوے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کیطرف ہونے سے عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہوگئی ہون ہر ایک کا قبلہ اسکی قدرت کی جہت ہی یعنی جدھر کو پڑھ سکتا ہو بیٹھے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان ایسی صورت مین بھی حاصل ہی اگرچہ دشمن کے دیکھنے کے خوف سے نماز لیٹے لیٹے اشارہ سے پڑھے م امام کے نزدیک اسلیے کہا کہ صاحبینؒ کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہو سکتا ہو اور دوسرا اسکے پاس موجود ہو تو اسکو جہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہوگئے ہون اسکی مثال بوڑھا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سے قیام وقعود نہین کرسکتا

ہو اس سے قبلہ کی جہت ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ
کھڑے ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو اسپر سے ارکان ساقط ہو جائینگے لیکر اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت میں ساقط
کذا فی البحر ولا یعید لان الطاعۃ بحسب الطاقۃ اور اس نماز کا اعادہ نکرے اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی بندہ آسمانی میں کسی مخلوق کی جہت سے نہیں یعنے
مرض اور پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہیں ہوتی ہے جیسا کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اسلیے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی
الشامی وتحری ہو بذل المجہود لنیل المقصود عاجز عن معرفۃ القبلۃ باتفاق اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ ان امور کے جو پیشتر گذر چکے یعنی مسجد
ہو ستارہ نہ کوئی بتانے والا شارح نے کہا کہ تحری کے معنی ہیں کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور مراد تحری سے یہاں اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ
قبلہ کا بتانے والا معلوم نہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرائے فان ظہر خطاؤہ لم یعد لما مر پس اگر نماز کے بعد اٹکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اسوجہ
سے کہ پیشتر گذر چکا یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے اور اُسنے نماز پڑھنے میں وہ امر کر لیا تھا جو اُسکی طاقت میں تھا وان علم بہ فی صلوٰتہ او تحول رایہ ولو فی سجود
استدار ویبنی اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اُسکی رائے بدلگئی اگرچہ سہو کے سجدوں میں بدلی ہو تو اُسی وقت پھر جاوے اور بنا کرے یعنے اگر نماز کے اندر رائے
بدلگئی کہ قبلہ اسطرف نہیں دوسری طرف ہے تو دوسری طرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرنے کا
مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے یعنی رائے کی غلطی سے پہلے کی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم ہے باقی کو اُسی پر بنا کرے حتی لو صلے
کل رکعۃ لجہۃ جاز ولو بمکۃ او مسجد مظلم یہانتک کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ میں ہو یا کسی مسجد تاریک میں صورت مسئلہ
کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اُسنے ایکطرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت میں اسکی اٹکل دوسری طرف ہوگئی تو دوسری رکعت اُسطرف کو
ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہونیکی یہ صورت ہے کہ مکہ میں مقید ہوا اور ایسا شخص پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل سے
نماز پڑھے اور اسمیں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا یلزمہ قرع الابواب ومس الجدران اور لازم نہیں نمازی کو لوگوں کے دروازے کا کھٹکھٹانا کہ کوئی قبلہ بتا دے
اور دیواروں کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو اٹکل کر لے لوگوں کے پاس قبلہ پوچھتا نہ پھرے
اور نہ دیواروں کو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ اندھیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں
اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمی فسواہ رجل بنی ولم یقتد الرجل بہ اور اگر نمازی اندھا ہے اور اسکو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی
نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اسکو معلوم ہو گیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہیں تھی ولا المتحری تحول اور نہ اُس اٹکل کرنیوالے
کا اقتدا کرے جو ایک طرف کو ترک کر کے نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اسمیں یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اسکو
معلوم نہو تو اقتدا میں کچھ خرابی نہیں ولو ائتم متحر بلا تحر لم یجز ان اخطاء الامام اور اگر کسی تحری کرنے والے کا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی
کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ اشتباہ کی صورت میں بدون تحری کی نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اُسنے
تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رای مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستانف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رائے مسبوق اور لاحق کی بدلگئی یعنے
اُنکی رائے میں قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رائے کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے م مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا
زیادہ رکعت اُسکو نہ ملی ہو اسکو پھرنے کا حکم اسلیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رائے بدل جانے سے پھرنا پڑتا ہے
ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ میں مثلاً وضو کے جانے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر
میں پھر شریک ہو گیا تو اسکا حکم یہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز میں یہ حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اسکو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے خلاف کی

طرف نہین دوسری طرف کو ہر تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہین کرسکتا اسلیے کہ اگر دوسری طرف کو مُنھ پھیرتا ہی تو امام کی مخالفت لازم آتی ہر جو نماز کی مفسد ہر اور
اگر نہین پھیرتا تو جان بوجھکر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہر یہ بھی مفسد نماز ہر تو یہی حال لاحق کا بھی ہر جب نماز کی اصلاح گھومنے سے نہین ہوسکتی اسلیے از سرنو
پڑھے کذا فی الشامی ملخصاً ومن لم یقع تحریہ علی شیئ یصلی لکل جھۃ مرۃ احتیاطاً اور جسکی اٹکل کسی طرف کو نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اُسکے نزدیک برابر ہون تو وہ
ہر طرف کو ایکبار نماز پڑھے بلحاظ احتیاط کے م جب نمازی قبلہ کے لیے چارون طرف اٹکل دوڑا دے اور کسیطرف نہ جمے تو اُسمین تین قول ہین ایک یہ کہ نماز مین تاخیر کرے
جبتک کہ ایکطرف قبلہ اُسکے عندیہ مین ظاہر ہو دوسرے یہ کہ چارون طرف کو ایک ایک نماز پڑھ لے تیسرے یہ کہ اُسکو اختیار ہر چاہیے تاخیر کرے چاہے چار نمازین
پڑھے مگر فتاوے عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہر کہ زیادہ درست دوسرا قول ہر اسلیے شارح نے اُسکو اختیار کیا اور شرح منیہ مین بھی اُسکو احوط کہا ہی
کذا فی الشامی ملخصاً ومن تحول رایہ لجھۃ الاولی استدار اور جس شخص کی راے پہلی طرف کو پھر جاسے وہ اسیطرف کو پھر جاے یعنے کچھ نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی
پھر نماز مین دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اسطرف کو پھر گیا اُسکے بعد پھر اول ہی جانب پر راے آگئی تو اسیطرف کو ہو جاوے اور خلاصہ مین ایک قول یہ ہر کہ
از سر نو پڑھے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کیا ہر اور طحطاوی اور شامی نے بھی اُسکو اوجہ ذکر کیا ہر ومن تذکر ترک سجدۃ من الاولی استانف
اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑھے م صورت اُسکی یہ ہر کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑھی پھر
راے بدلگئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اُسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ اگر سجدۂ مذکور اُس جانب کو ادا کرے
جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہر تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جز ہر اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کیطرف کو ادا کرے
تو جو طرف اب اُسکے نزدیک قبلہ ہر اُس سے پھرنا لازم آتا ہر اسلیے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحرلم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص
کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہو اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑھتا ہو اسلیے کہ اُسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی
در صورت اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تھی اُسکو اُسنے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقاً مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو ہونا
جانے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جھۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقاً بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والے کے کہ وہ از سرنو
پڑھے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اُسنے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز کو پھر سے پڑھے ہر حال مین یعنے خواہ نماز مین جانے کہ ٹھیک قبلہ
کی طرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھ بھی معلوم نہوا اور امام اعظم سے مروی ہر کہ اُس شخص پر خوف کفر ہر کذا فی الشامی لکصل علی انہ محدث او ثوبہ نجس
او الوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز پڑھنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہر یا اُسکا کپڑا ناپاک ہر یا وقت نہین آیا پھر اُسکا خلاف معلوم ہوا
تو اُسکی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہر کہ اُسکے عندیہ مین نماز فاسد ہو چکی ہر تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی
کذا فی الطحطاوی صلی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ فلم تشتبہ ان اصاب جاز بالتحری مع امام وتبین انھم صلوا الی جھات مختلفۃ ومن تیقن منھم
مخالفۃ امامہ فی الجھۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء لا بعدہ فلا یضر لم تجز صلوتہ ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تحری سے
ایک امام کے ساتھ اور ظاہر ہوا کہ اُنھون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑھی تو جس شخص کو اُنمین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض
کہ اُسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی یا امام سے آگے بڑھنے کا یقین ہوا تو اُسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اُسکو مضر نہین
شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک طرف کو پڑھیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون
دریافت کے تحری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کیطرف کو پڑھی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہر تیقن مخالفۃ کا اور تقدم
کا اس سے کچھ علاقہ نہین اسلیے کہ آگے بڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہین خواہ حالت ادا مین آگے بڑھنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطاءہ

بامہ ولہذا کہ فرض الاقتداء بالمخالفت وابن امام کی مخالفت معلوم کرنے والے کی نماز اسلیے نہوگی کہ اسکو اپنے امام کے چوک جانے کا اعتقاد ہو جیسا اپنے شدید بابکو
خطا پر سمجھتا ہو جیسا کہ اسکا اقتدا کیسے صحیح ہو اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی نماز اس وجہ سے نہوگی کہ اُسنے تمام کے فرض کو ترک کیا یعنی اسکو امام کے پیچھے
کھڑا ہونا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اعتقاد وا تم نشر مرتب ہو دون لم یعلم فذالک فصلوته صحیحة اور جس
شخص کو مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم نہو تو اسکی نماز درست ہو کما لو لم یعین الامام بان رای جماعتین یصلیان فائتم بواحد لا بعینه جیسا امام کو
تعین نکرنے سے نماز درست نہین اسطرح کہ دو شخصون کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہو کام ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہو
کہ تشبیہ صحت نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہو تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو تحریمہ صلوٰۃ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے
شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی بیشتر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا النیة عندنا شرط مطلقا نیت ہمارے نزدیک مطلقاً شرط ہو
سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہو الا النیة تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہو کہ اسکو بعض نے رکن بھی کہا ہو کما مر یہی ہو
کہ وہ شرط ہو ولو عقبها بالمشیئة فلو ما تعلیق بالاقوال کالطلاق والعتاق بطل والالا اور اگر الفاظ نیت کہکر انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیزان کامون سے ہوگی
جو زبانی قولون سے متعلق ہین جیسا کہ طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائینگے اور اگر ایسے نہین جو قول سے متعلق ہون جیسے روزہ تو
انکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگے لیس لنا من نیوی خلاف ما یؤدی الا فی قول محمد فی الجمعة وهو ضعیف ہم حنفیون کے نزدیک
ایسا کوئی نہین جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہو اور وہ قول ضعیف ہو صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہو کہ
انکے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک رکعت نہ ملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہ فرماتے ہین
کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت مین نیت تو کچھ اور تھی یعنی جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی
نماز ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہین کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادة ذات الافعال تنسحب نیتها علی کلها قول معتمد یہ
ہو کہ عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت ان سب افعال پر کھنچ جاتی ہو یعنی اسکے ہر فعل و رکن کے لیے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین
کافی ہو جیسے اُس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا اختلاف اسکے اول مین نیت کر لینا کافی ہو فتح فلو افتتح خالصا ثم خالطه الریاء اعتبر السابق شروع کیا
عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا شامی نے کہا کہ اسکی وجہ
شاید یہ ہو کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالیٰ کے لیے ہو اور بعض غیر کے لیے ہان اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر
پڑھیگا تو اُس بنانے اور سنوارنے کا کچھ ثواب نپاویگا والریاء انه لو خلا عن الناس لا یصلی اور ریا کامل یہ ہو کہ اگر نمازی لوگون سے علحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا
فلو مع محیحا وحده فله ثواب اصل الصلوٰة پس اگر لوگون کے ساتھ ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اُسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا
اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہ پائیگا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونون کو شامل ہو کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانه امر موهوم اور نماز یا دوسرے
نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہو تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیون چھوڑا جاے
ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نمود نہین ہو فرضون مین واجب کے ساقط ہونے کے باب مین یعنی ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے
نوازل مین اپنے بعض استاذ کا قول نقل کیا ہو کہ مذہب مستقیم یہ ہو کہ ریا اصل ثواب کو نہین کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہو تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ
نماز پڑھیگا تو اسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا بسبب پائے جانے شرائط و ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظهر ولك دينار فصلى بهذه النية
ینبغی ان تجزیه ولا یستحق الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھکو ایک دینار ملیگا سو اُسنے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اُسکو کافی ہو

اور وہ مستحق دینار کا نہو صرف نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ فرض مین ریا کو دخل نہین اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نہ رہا کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی واجب چیز پر
اجرت کا استحقاق نہین ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلیے کہ باپ کی خدمت اسپر واجب ہے کذا فی الشامی
الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا یفید بل یصلی للہ تعالی فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنون کے راضی کرنیکے لیے مفید نہین بلکہ نماز اللہ تعالے
کیواسطے پڑھے پھر اگر اسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت مین اُسکی نیکیون مین سے لیکر حقدار کو حوالہ کیاجائیگا شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو
ذکر نکیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہین لیکن مختارات النوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہین یعنے اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کیواسطے پڑھتا ہون تاکہ وہ حقدارون
کو مجھسے راضی کردے تو درست نہوگی اسلیے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی جاء انہ یوخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی مین آیا ہے کہ ایک دانگ
کے لیے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا اور دانگ درم کے چھٹے حصّے کو کہتے ہین اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہین کہ جماعت انھین مین
ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنہ کے قریب ہوتا ہے تو اُسکے عوض آخرت مین سات سو فرضون
کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر فرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگون کو نماز مین
پایا اور یہ نجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہین یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہوجائے پھر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اُسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز
نفل ہوجائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضون
کی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی چنانچہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہے
اور حقیقت مین نماز اسی کا نام ہے کہ اسمین رکوع اور سجدہ سب ارکان ہین بخلاف جنازہ کے م قاعدہ کلیہ اس طرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب دو
عبادتون کو ایک نیت کے ساتھ جمع کریگا تو اگر ان دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسی کی ہوجائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو
ہوگی اور کسی مین شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض کی نیت کی یعنے ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت
ابھی نہین ہوا مثلا ظہر کے وقت مین عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اُسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت مین درست نہین اگرچہ نمازی
عرفات مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اہل الترتیب اور اگر دو قضا نمازون کی
نیت کی تو اُسمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو اہل ترتیب اسکو کہتے ہین جسکے ذمہ شروع وقت نماز سے پانچ نمازین متصل باقی نہون
تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی جبتک پہلی کو ادا نکرلے کذا فی الشامی
والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے م وجہ لغو ہونیکی
یہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونون کا ادا ممکن نہین کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علٰحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولیت
ترتیب معتبر نہین رہی کہ اول کی نیت ہوجاتی ہے اسلیے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز
اور ایک وقت کی نماز کی نیت اکٹھی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کرسکے طحطاوی نے کہا کہ وقت
مین گنجایش ہونے کے سوا یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہوجائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کیلیے
ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے
ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کی طرف سے کافی
ہوگی یعنے دونون کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت مین

یا بعد ادا نماز جنازہ وہ دوسری جنازہ پر اور نماز باطل نہیں ہوتی نفل کی نیت سے بیشک دوسری نیت سے تکبیر کہے یعنی ایک
شخص نے فرض شروع کیا پھر نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہوں نفل پڑھتا ہوں تو جبتک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہوگا
اور نیت میں چیز موجود کی قید لگائی اس سے یہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کر لیا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھ کر پھر سے ظہر کی نیت باندھی تو
پہلی رکعت باطل نہوگی کذا فی الطحطاوی وہ یہ کہ فی صلوٰۃ الشروع ہے اور اگر نیچے نماز میں روزہ کی نیت کی تو درست ہے طحطاوی نے
کہا کہ بہتر یہ ہے کہ جب تک دل میں مشغول ہوا سکے اندر دوسری چیز میں مصروف نہ ہو

باب صفۃ الصلوۃ

یہ باب ہے نماز کی کیفیت میں شروع فی المشروط بعد بیان الشروط شروع ہے مشروط کے بیان میں بعد شرطوں کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرطوں کا بیان ہوا اب خود نماز کا
بیان شروع ہوتا ہے ہی لغۃ مصدر وعرفاً کیفیۃ مشتملۃ علی فرض وواجب وسنۃ ومندوب صفت لغت میں مصدر ہے یعنی جسکے معنی ہیں بیان کرنا اس چیز کا
جو موصوف میں ہو اور عرف میں صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ہم یہ تعریف عرفی مطلق صفت کی نہیں بلکہ خاص صفت نماز
کی ہے اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہے کہ بعض اجزا فرض ہیں اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب من فرائضہا
التی لا تصح بدونہا التحریمۃ قائما نماز کے ان فرضوں میں سے جنکے بدون نماز درست نہیں ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام میں اور تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہے مثل
اللہ اکبر تحریم کے معنی ہیں کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسلئے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائض میں یہ قید جو
شارح نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہیں ہوتی یہ ظاہر کرنیوالی صفت ہے کیونکہ فرضوں میں ایسا کوئی نہیں جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ
حالت قیام میں چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونیکے قریب تھا تو نماز صحیح ہوگی اور جھکنے کے قریب تھا تو درست
نہوگی اور اسکو پہلی شرطوں کے ساتھ اسلئے ذکر کیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہے جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وہی شرط فی غیر جنازۃ
الخ اور یہ یعنی اور تکبیر تحریمہ شرط ہے جنازے کے سوا اور نماز میں اور فرض ہے قدرت والے پر یعنی گونگے اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہیں بلکہ جو کہ سکتا ہے اس پر فرض
ہے اسی پر یعنی تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام محمد رحمہ کا جنازے کو اسلئے استثنا کیا کہ اسمیں یہ تکبیر رکن ہے مثل اور تکبیروں کے کذا
فی الشامی فیجوز بناء النفل علی النفل وعلی الفرض وان کرہ جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہے ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہے
ہم یعنی چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہیں تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے کیلئے کھڑا ہو گیا تو دونوں صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب
فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی اور فرض پر بناء نفل اسلئے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہے قوی پر بنا ضعیف کی ہو سکتی ہے اسکا عکس صحیح نہیں اور وجہ کراہت
ان دونوں صورتوں کی یہ ہے کہ اول تو سلام میں تاخیر ہوتی ہے دوسرے ابتدا دوسرے نفل کی تحریمہ سے نہیں ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علی
فرض او نفل علی الظاہر نہیں جائز ہے بناء فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر بموجب ظاہر مذہب کے ہم اسمیں یہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو چاہیے یوں تھا کہ
ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہے اسیطرح اور شرطوں کا حال ہے کہ انمیں خصوصیت خاص نماز کی نہیں پھر تحریمہ
ایک فرض کی دوسری کیلئے کافی کیسے نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ فرضوں میں معین اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ عبادت علیحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونوں
مل کر ایک عبادت ہوجائیں جو خلاف مقصود ہے ولاتصالہا بالارکان روعی لہا الشروط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ مراعات کی گئی ہیں اسکے
لیے شرطیں ہم یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اسکے لیے شرطوں کی رعایت کیوں کی گئی ہے شرطیں تو ارکان میں ہوتی ہیں شارح نے
جواب دیا کہ تکبیر میں طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطوں کی رعایت اسلئے ہے کہ تکبیر متصل ہے قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنی جو شرطیں رکن میں ملحوظ نہیں وہ

بوجہ اتصال تکبیر میں ملحوظ ہوئی ہیں یہ نہیں کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوئی ہوں وقد منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لیے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہے یعنی امام شافعی جو اسکے رکن ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شرطیں نماز کی ہیں وہی تکبیر کے لیے ہیں اُنکے جواب میں زیلعی نے کہا ہے کہ یہ کہاں ہے کہ جو شرطیں نماز کے لیے ضرور ہیں وہی تکبیر کے لیے ہوں مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہو کر نجاست ڈال دی یا شرمگاہ کھولے تحریمہ کی اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپائی تو نماز درست ہو گی حالانکہ نماز میں یہ امور مفسد نماز ہیں تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ میں نہیں ثم رجع لیکن

لقولہ ولئن سلم پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا اپنے اس قول میں کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ میں مان لیجائے تو ہم کہینگے کہ یہ مراعات اسلیے نہیں کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ادا نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اسمیں کلام ہے اسلیے کہ یہ قول بر سبیل فرض و تنزل ہے نہ بطور یقین اور جزم اور رجوع وہ مرا کہلاتا ہے نہ یہ اِلا نعم نے التلویح لقدیم المنع علے التسلیم ادسے اور تلویح میں ہے کہ مراعات شروط کے نکرنے کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے لیکن یہی اچھا ہے کہ تحریمہ میں مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاسے ورنہ جو صورتیں زیلعی نے لکھی ہیں وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید وہی قول معتمد ہو گا اسلیے تلویح کے اس جملے سے اس وہم کو دور کر دیا لکن لقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ احتیاط اسکے خلاف ہے یعنی ہرچند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعات کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کی صورت یہ ہے کہ مراعات شروط کو مان لیا جائے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحرالرائق اور نہرالفائق اور منح الغفار سے یہ ہے کہ عدم مراعات پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان وانما اشترط لہا ما اشترط للصلوۃ لا باعتبار کونہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہ ہے کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کی نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز کا رکن ہے ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لاینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز جسکے بدون نماز نہیں ہوتی کھڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا اپنے دونوں ہاتھ پھیلا تو اُسکے دو گھٹنوں کو نہ پہونچیں یعنی اگر نماز میں خوب سیدھا ہو گا کسیقدر جھکا ہو گا تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ گھٹنوں کو لگا ئین تو فرض ادا نہو گا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القراءۃ فیہ اور مقدار قیام کے فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی منحصر اسکے اندر قرأت کی مقدار پر یعنے قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری صورت یا تین چھوٹی آیتوں کے واجب ہے اور وتر میں اتنا قیام جسمیں سورۂ اعلے اور کافرون اور اخلاص پڑھی جاسے مسنون ہے اور صبح میں طوال المفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز میں جسقدر قرأت فرض یا واجب وغیرہ ہے اسیقدر قیام بھی فرض و واجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتے بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیۃ پس اگر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام صحیح ہو گیا اسلیے کہ جتنا قیام اُسنے رکوع میں پہونچنے تک کیا اُسی قدر کافی ہے کذا فی القنیۃ ہم یعنے رکوع میں جھکنے کے وقت بھی جب تک گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہونچینگے قیام ہی میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اُس شخص کے حق میں ممکن ہے جسپر قرأت نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے یا کہ وہ ادھے قرأت پر اقتصار کرے شلاثم انظر کہ پہلے فی فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہے جیسا نماز نذر سنت فجر صحیح تر قول میں یعنے فجر کی سنتیں بعضوں کے نزدیک واجب ہیں تو اُنکے وجوب کی رعایت سے جو انکو مسنون کہتے ہیں وہ بھی قیام کو فرض کہتے ہیں خلاصہ میں ہے کہ فجر کی سنتیں بدون عذر کے بیٹھ کر جائز نہیں بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے

لقادر علیہ وعلے السجود قیام فرض ہے اُس شخص پر جو قادر ہے قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعداً پھر اگر صرف قیام پر قادر ہے نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اسلیے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں

تو ذبیحہ کو بھی ترک کرے تحقیق ارشاد ہوا ہے اللہ تعالیٰ سے مسئلہ میں اشارہ ہے کہ قرأت بھی کر کے پڑھنا بھی جائز ہے دلالۃ بوجہ ... تو ... اسی قسم کے
اشارہ سے ... پڑھنا مستحب ہے ... تحقیق ... سجدہ کرنے کے ... یہ شخص بھی کو سجدہ سے ... اپنے کو سجدہ و کرنے سے
وضو فوت ہو تو ... سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا کذا فی الخلاصہ و فی تجنیس الناصری من لیسل بولہ او ... بولہ او ... صورت
اور تحقیق من اقراراہ واستلا ... صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہے بیٹھ کر پڑھنا مثلاً کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب
جاری ہو جائے یا چوتھائی ستر کھل جائے یا قرأت سے بالکل عاجز ہو جائے یعنے قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان
کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتوں میں بیٹھ کر پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قرأت یا روزہ اور انکا کوئی بدل نہوگا
اور قیام کو ترک کرنے سے بحیثیت استقلال ہو جائیگا ولو ضعف عن القیام الخروج الی الجماعۃ صلی فی بیتہ قائماً بہ یفتی خلافاً للاشباہ اور اگر جماعت
کے لیے جانا نمازی کو قیام سے عاجز کر دے یعنے جماعت میں جانے سے اتنی طاقت نہیں رہتی کہ پھر کھڑا ہو کر جماعت کا شریک ہو تو اپنے گھر میں کھڑا
ہو کر نماز پڑھے جماعت میں نجاوے اسی کا فتوے ہے اسلیے کہ قیام فرض ہے اور جماعت سنت موکدہ تو اسکے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے
بخلاف قول اشباہ کے جو اشباہ میں مجتبیٰ سے اسکی تصحیح کی ہے کہ جماعت کے لیے جاوے اور بیٹھ کر شریک ہو ومنہا القراءۃ لقادر علیہا کما سیجئ اور ایک
فرض نماز کا قرأت ہے اس شخص کے لیے جو قرأت پر قادر ہو چنانچہ فصل آئندہ میں مذکور ہوگا وہی رکن زائد عند الاکثر اور قرأت رکن زائد ہے اکثر فقہا کے
نزدیک جو رکن کی دو قسمیں ہیں ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہے کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہیں ہوتا مثل قیام کے
اور زائد وہ ہے کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتوں میں ساقط ہو جاتا ہے اور اسکا کوئی قائم مقام بھی نہیں ہوتا جیسے قرأت لسقوطہا
بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنے مقتدی سے قرأت ساقط ہو جاتی ہے اور اسکا خلیفہ کچھ
نہیں ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہیں تو دوسری چیز اُنکا عوض ہوتی ہے مثلاً جس شخص پر سے رکوع اور سجدہ ساقط ہو جاتا ہے تو اشارہ
ان دونوں کا قائم مقام ہوتا ہے ہم یہاں یہ اعتراض ہے کہ رکن وہ ہے جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہو سکتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ رکن ہونا اور حالتیں
ہے اور زائد ہونا دوسری حالت میں یعنے جب ایسی حالت ہو کہ قرأت ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو تب تو اسکو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز
پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قرأت کے نہونے سے نماز ہو جاتی ہے تو اُس وقت اسکو زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدیہ
نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہے یعنے اسطرح جھکنا کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دے تو دونوں زانو کو پکڑ لے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا
جھکانا رکوع میں کافی نہیں اور یہ صورت کھڑے ہو کر رکوع کرنے کی ہے اور اگر بیٹھ کر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیے کذا ذکرہ
ابو السعود ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منہما شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہے اپنی پیشانی اور دونوں قدموں سے اور ایک
انگلی کا لگانا دونوں پاؤں سے شرط ہے سجدہ کے درست ہونے کے لیے یعنے اگر دونوں پاؤں زمین سے بالکل اُٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا
وتکرارہ تعبد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہے حدیث سے ثابت ہے مثل رکعتوں کے شمار کے یعنے سجدہ کے
دوبارہ کرنے کی کوئی وجہ عقلی نہیں صرف متعلق بعبادت ہے اور بعضوں نے کہا کہ دوبار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنے کے لیے ہے اسلئے کہ
ایکبار نکیا ہم دوبار کرتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہیں مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات
کہ نہیں دونوں سے ثابت ہے ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہے والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر ہوتی
ہے یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ شرط ہے اسلیے کہ وہ مشروع ہوا ہے نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہے نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدہ اخیرہ مقصود

بالذات نہیں ذریعہ خروج ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہیں کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہی حالانکہ وہ رکن ہی نہ شرط ثم قعدہ
اخیرہ میں اختلاف ہی بعض کے نزدیک یہ رکن اصلی ہی اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمیں بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب
مگر صحیح یہی ہی کہ فرض ہی اور رکن ہی وصحح فی البدائع انہ رکن زائد یحنث بہ من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع میں تصحیح کی ہی اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ
رکن زائد ہی اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ خدا نماز نہیں پڑھونگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اُٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہی اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک قعدہ نہ ہوچکتا
قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ میں ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر نہیں شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اسکی فرضیت کا منکر ہی اسلیے کہ بعض کے نزدیک
قعدہ اخیرہ واجب ہی اور اگر اسکی اصل مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہوجانا چاہیے کیونکہ اسکا ثبوت حق ہی بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ
بلا شرط موالاۃ وعدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہی مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنے کے یعنی قعدہ
اخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جسمیں جلد جلد صحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکے اور اسقدر بیٹھنے میں پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط
نہیں لما فی الولوالجیۃ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثالثۃ فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستین قدر التشہد صحت والا لا موالات کی شرط اسلیے
نہیں کہ ولوالجیہ میں یہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص چار رکعتیں پڑھ کر ایک لحظہ بیٹھا پھر انکو تین رکعتیں سمجھکر اُٹھا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونوں بار کا
بیٹھنا بقدر التحیات کے ہوگا تو نماز اسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت میں بیٹھنا پیہم نہیں بیچ میں اٹھنا بھی
موجود ہی ومنہا الخروج بصنعہ کفعل المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز سے باہر ہونا نمازی کا ہی اپنے کام سے چنانچہ اسکا کرنا وہ
کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہی ہم مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا ہی
یا لفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہ دوسرا فعل قصدا مخالف نماز کرنا مثل کھانے اور پینے اور باتیں کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے
واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلا قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق
نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا قال الزیلعی وغیرہ وعزاہ المصنف والمجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہ ہی کہ
خروج بصنعہ فرض نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہی اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور مجتبی میں ہی کہ اسی پر
ہیں تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظم رح سے صراحۃ نہیں ثابت ہی کہ فرض ہی بلکہ احمد بن حسین بردعی نے اثنا عشریہ مسئلوں
سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہیں اور جنمیں بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نہیں ہوتی یہ
نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی حالانکہ بردعی کی رائے غلط ہی کیونکہ ان مسائل میں نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہیں کہ خروج بصنعہ نہ پایا
گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہیں جیسے فرض ادا کرا اور ہوجاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا
فی الشامی وبقی من الفروض تمییز المفروض الخ اور باتیں سوا جو فرض مذکور کیے انمیں اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا امام حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سے
یہ غرض ہی کہ جتنی نمازیں اسپر فرض ہیں انکو تمیز کرے اُنسے جو فرض نہیں یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازوں کے فرض ہونے کو نجانتا ہو مگر اسکے
اوقات میں انکو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہ معنی کیے ہیں کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے
یعنے سجدہ اول فرض ہی تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونوں کے بیچ میں سر اٹھاوے اگر بدون سر اٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کرلیگا تو نماز نہوگی وترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو اوپر بیان نہ کیا ترتیب ہی نماز کے
ارکان میں یعنے مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اسکے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر مثلا کوئی

سب کو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یوں کہتا کہ قعدہ یعنی قیام کی رکعت ... یا رکوع کی سجدہ پر یا دو سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پہلے کرا تو ترتیب کے فوت
کرا گیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کذا فی الفتح وہی ہو اتمام الصلوٰۃ تیرہواں فرض جو ان کے بیان سے رہ گیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنی ایسی طرح ادا کرنا کہ کوئی فرض
نہ چھوٹے ہم قہستانی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ما قبل کے ارکان سے موخر کرنا اسکی حاجت نہیں کیونکہ
کہ اتمام کو جب فرض کہا جاتا ہے تب اس سے تمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی آخر چودہواں فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہے
ومتابعتہ لامامہ فی الفروض پانچواں فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضوں کے اندر یعنے ہر رکن میں امام کے ساتھ یا اسکے بعد شریک ہو اس سے پیشتر ادا کرے
ورنہ نماز نہوگی اور فرضوں کی قید اسلیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازوں میں متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وصحۃ صلوٰۃ امامہ
فی رایہ چھٹا فرض یہ ہے کہ اپنے عندیہ میں اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی ذکر یا عورت کو چھو لیا اور اسکے پیچھے کسی حنفی نے
اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اسکے نزدیک یہ دونوں باتیں ناقض وضو نہیں وعدم تقدمہ علیہ ساتواں فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا ہے
امام پر یعنے ایڑیاں امام سے آگے قبلہ کی جانب نہ بڑھیں وعدم مخالفتہ فی الجہۃ آٹھواں فرض جہت میں امام کے مخالف نہونا یعنے اقتدا اور
ادا کے وقت یہ جانتا ہو کہ امام کا منہ اسی طرف ہے ورنہ نماز نہوگی چنانچہ پہلے گذر چکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امراۃ بشرطہما نواں
فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسواں فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرطان دونوں کے یعنے قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت میں
یہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت میں گنجائش ہو اور عورت کے برابر نہونے میں وہ شرط ہے جو امامت کے بیان میں مذکور ہوگی وتعدیل
الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارہواں فرض ارکان نماز میں تعدیل ہے امام ابو یوسف اور باقی تین اماموں شافعی اور مالک اور احمد کے
نزدیک ہم تعدیل لغت میں برابر کرنے کو کہتے ہیں اور شرع میں اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں یعنے ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ
ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وہو المختار واقرہ المصنف وبسطناہ فی الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے
اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار میں مفصل لکھا ہے وشرط فی ادائہا اسے ہذہ الفرائض اور شرط ہے ان فرائض یعنی
ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنے بیداری ہم شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اسکا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے مذکور ہے قلت بہ بلغت ثمانیۃ عشرین
وقد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ للتحریمۃ عشرین شرطا وللغیر ثلاثۃ عشر فقال میں کہتا ہوں کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطیں بیکا اوپر
بیس یعنے اکیس ہوگئیں اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ میں تحریمہ کے لیے بیس شرطیں اور اسکے سوا باقی نماز کے لیے تیرہ شرطیں نظم کی
ہیں چنانچہ کہا ہے شروط التحریم حظیت بجمعہا ... منظمۃ حسناً ... شرطیں ہیں تکبیر تحریمہ کی بحرہ در ہوا میں انکے اکٹھا کردینے سے
حالانکہ وہ شرطیں آراستہ ہیں خوبی سے اور زمانہ بحر چکی ہیں سو دخول الوقت واعتقاد دخولہ ... وستر وطہر والقیام المحرر ... وہ شرطیں یہ ہیں
داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونے کا کیونکہ دخول وقت میں شک کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور
طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تنقیح کیا ہوا یعنے قدرت والے کے لیے اسطرح کھڑا ہونا کہ ہاتھوں سے گھٹنے
نہ پکڑ سکے ... ونیۃ اتباع الامام ونطقہا ... وتعیین فرض او وجوب فینبغی ... اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق میں اور بولنا تکبیر کا ایسی
طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سن سکے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت میں کہ ظہر ہے یا عصر ادا ہے یا قضا پھر نمازی ذکر کرے یعنی اگلے شعر میں جو ذکر کیا
مذکور ہے اسکو منہ سے ادا کرے سو بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ ... وبسملۃ عربا ... بولے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر
اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللھم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہیں اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی

تحریمہ صحیح نہیں چنانچہ شامیہ میں ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آوے گا کہ شروع
کرنا نماز کا سوائے عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہاں فارسی میں قرأت صحیح نہیں ہے ۵ وعن ترک ہاء اللہ والہاء جلالۃ وعن
مد ہمزات وباء اکبر اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر چھوڑنے سے ہاء یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو چھوڑنے ہاء لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونوں ہمزوں
کے مد سے یعنی نہ اللہ کے ہمزہ پر مد ہو نہ اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتوں سے معنی بگڑ جاتے ہیں ۵ وعن فاصل فعل کلام مباین ای عن
سبق تکبیر مثلک بعذرہ اور خالی ہو وہ جملہ بیچ میں آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہ ہوگی
اور خالی ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کر کے کچھ کلام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہ ہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہ ہو کہ اول
اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہ ہوگی اور مثل تیرا اے مخاطب معذور رکھتا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار سے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ میں دیکھے تو ناظم کا عذر
قبول کرے کہ نظم میں تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے ۵ فدونک ہذی مستقبلا القبلۃ لعلک تحظی بالقبول وتشکر پس ان باتوں کو لے سیدھا باندھنے والا قبلہ
کی طرف یعنی شرط اخیر قبلہ رخ ہونا ہے بعذر رو والے کے حق میں تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گذار ہو اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے ایسی نعمت دی یا شکر گزار ہو ناظم
کا کہ شروط متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ۵ فجملتہا العشرون بل زید غیرہا ومن ناظمہا یرجو الجواد فیغفر تو مجموعہ ان شرطوں کا بیس ہوا بلکہ اس کے سوا زیادہ بھی
کی گئی ہیں مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطوں کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بہت جود کرنے والے سے کہ بھی
اسکی مغفرت فرمائیگا ۵ وازکی صلوٰۃ مع سلام للمصطفیٰ وخیرۃ خلق اللہ للدین ینصر اور عمدہ درود و سلام کے ساتھ مخصوص ہے سید دو کائنات حضرت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہیں ۵ والحقنا من بعد ذلک لغیرہا ثلثۃ عشر للمصلین تظہر
اور اضافہ کیا میں نے بعد بیان ان شرطوں کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطوں کو جو نمازیوں کے لیے ظاہر ہوتی ہیں ۵ قیامک فی الفروض مقدار آیۃ
ولقراء فی ثنتین منہ تخیر اور وہ شرطیں یہ ہیں کھڑا ہونا تیرا بقدر ایک آیت کے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہو یعنی واجب اور سنت فجر میں اور فرض کی دو
رکعتوں میں تیری قرأت لیکن تجھکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو میں پڑھ چاہے پچھلی دو میں ۵ وفی رکعات النفل والوتر فرضہا ومن کان مؤتما
عن تلک یحظر اور نفل اور وتر کی سب رکعتوں میں قرأت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اسکے حق میں قرأت مکروہ تحریمی
ہے کیونکہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہے بموجب حدیث کے ہم نفل کی سب رکعتوں میں قرأت اسلیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر
بھی مشابہ سنتوں کے ہے اس اعتبار سے کہ اسکے لیے اذان وتکبیر نہیں ہوتی کذا فی الشامی ۵ وشرط سجود فالقرار لجبہۃ وقرب قعود حد فصل محرر اور
سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہے یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اسکا سر نیچے نہ ہو جاوے جیسا رکھا تھا اسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ
اگر چاول یا سویا وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا جائز نہ ہوگا ہاں اگر غلہ گون میں بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت میں قرار ممکن ہے اسی طرح روئی اور
گدیلے پر درست نہ ہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہو جانا حد فاصل دونوں سجدوں کی شرط ہوئی
ہے یعنی ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہا نے جو ذرا اٹھانے
کو حد ٹھہرایا ہے وہ قول صحیح نہیں ہے ۵ وبعد قیام فالرکوع فسجدۃ وثانیۃ فاصح عنہا تؤخر اور بعد قیام کے فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور ساتواں فرض
ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف فا سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے مؤخر کرنا صحیح ہے یعنی دونوں سجدوں میں ترتیب فرض
نہیں بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے ۵ علی ظہر کف او علی فضل ثوبہ اذا الطہر الارض انجاز فتطہر یعنی جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی
ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے خلاصہ اس شعر کا آٹھویں فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھواں فرض

ہی جو اپنے گہٹون پر ہو تو جائز ہو سجدہ مین جیسی زیادہ کثرت ہو بہت سجدہ کی پالی نظر رستہ ہو کہ شعرہ مفسد ہو نماز کا یعنی سجدہ کرتا تیرا اونچی جگہ مین اور اس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک ہو بہت ادا ہو اور جسکے سجدہ تیرا بیان ہو زمین پر یعنی سجدہ ناشتہ جو زمین سے اونچی جگہ پر سجدہ ادا کرے تو بھیڑ کی بہت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہو اسی طرح اگر کثرت اور بھیڑ کی بہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہو تو بھی معاف ہو کذا فی الشامی سے دار ک افعال الصلوٰۃ و تفصیلہ ہو و منہا وقعیٰ منیک مقررہ ادا کرنا تیرا نماز کے افعال کو سجدہ در مین اور تعیین مفروض کی تحریمہ مقررہ ہو یعنی تمام افعال الصلوٰۃ تحریمہ فی نسخہ شرط تحریمت محترمہ اور ختم کرنا ہو نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منقح ہو شامی نے کہا کہ فی بمعنی ب ہو اور منہا متعلق خروج ہو اور ضمیر صلوٰۃ کی طرف ہو الاختیار اسے الاستیقاظ اور اسے ادا فرض کے لیے اختیار شرط ہو یعنی ہوش مین ہونا اور جاگنا ہو ایک نسخہ مین (و منہا فی ادائہا الاختیار) ہو چونکہ اتن کے قول مین (و شرط فی ادائہا) گذر چکا ہو تو شارح نے تکرار نا فضول جانا لیکن لہٰذا بسبب دور پڑ جانے قول ماتن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہین الوضع او سجد و اباطل النصول اجزاء و تو اگر کوع کیا یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت مین تو اسکا کافی ہوگا بسبب غفلت اور بہول مخالف اختیار کے نہین بلکہ سہو انکے مخالف ہو چنانچہ ماتن کہتا ہو فان اتی بہا او بای منہا ان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بما اتے بہ بل یعیدہ ولو القرأۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا انمین سے ایک کو سونے کی حالت مین اسطرح کہ سونے مین قیام کیا یا قرأت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا تو جو رکن سونے مین ادا کیا وہ معتبر نہوگا بلکہ اسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قرأت یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم قول نمبر اصح قرأت اور قعدہ کے باب مین فقیہ ابو اللیث کا قول ہو کہ انکے نزدیک یہ دونون رکن سونے کی حالت مین بھی معتبر ہوتے ہین کذا فی الشامی و ان لم یعد تفسد لصدورہ لا عن اختیار فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہ غافلون اور اگر جس رکن کو سوتے ہوئے ادا کیا اسکو نہ دہرا دیگا تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب سرزد ہونے اس رکن کے بے اختیاری سے تو اسکا وجود اور عدم برابر ہو گیا اور لوگ اس سے غافل ہین یعنے ایسے ارکان کو دوبارہ نہین پڑھتے جنکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلاتہ لانہ زاد رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ اسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت ترک کو قبول نہین کرتی یعنی سونے مین جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز مین ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہین سکتا کہ قدر غیر معتبر کو ترک کر کے باقی کو صحیح کہا جائے جیسے چار رکعتون کی جگہ کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہین ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہین ہو سکتی او سجد فنام فیہ اجزاء لحصول الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ مین سو گیا تو اسکو کافی ہوگا واسطے پائے جانے سر اٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لیے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہین انکے بیچ مین سو جانا مضر نہین و لہا واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھ واجب ہین جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہین ہوتی ہم شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے قول کو رد کیا جسنے ذکر کیا ہو کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہو مگر باطل نہین ہوتی وجہ رد یہ ہو کہ ائمہ فقہا عبادات مین فاسد اور باطل کو ایک ہی معنے مین بولتے ہین تو پھر اسکے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہو باطل نہین ہوتی البتہ معاملات مین فاسد اور باطل جدا جدا معنی مین مستعمل ہین فاسد اسکو کہتے ہین جس سے کوئی وصف رغوب جو نماز ہے اور باطل وہ ہو جسمین سے کوئی رکن مفقود ہو جائے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز مین واجب ترک ہوا ہو وہ دوبارہ پڑھی جائے بطور وجوب کے دانستگی مین اور بہول مین بشرطیکہ بہول کا سجدہ نہ کیا ہو یعنے اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہین کیا تو دونون صورتون مین اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہو وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اسلیے کہ ترک واجب اگرچہ تحریمی ہو اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گنہگار ہوتا ہو و کذا کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ

اور کبھی ایسے مثلاً بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے مین تصویر ہو اسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہے والمختار انہ جابر للاول لان الفرض لا یتکرر اور
مختار یہ ہے کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنے والا ہے اسلیے کہ فرض مکرر نہین ہوتا اور قول مختار کا مقابل قول ابی الیسر کا ہے کہ دوبارہ کی نماز کو
فرض کہتا ہے نہ اول کو شارح کہتا ہے کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہے جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہے تو وہ نماز فرض نہین ہے کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دین
تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلیے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ اسکے فرض وقت اسکے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اس سے
بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہے تو ایک وقت مین دو فرض جمع ہو جائینگے حالانکہ ایک ہی فرض دوبار ایک وقت مین نہین ہو سکتا کذا فی الشامی تصرفا اس سے
معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دہرا دیوے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار مین جماعت کا شریک ہوگا تو اسکی نماز نہوگی کیونکہ جب امام کی نماز
فرض نہین تو اقتدا فرض والیکا اسکے پیچھے درست نہوگا وہی علی ما ذکرہ اربعۃ عشر اور نماز کے واجبات بموجب اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہین چودہ ہین
یعنے واقع کے اعتبار سے یہ شمار نہین بلکہ اس سے بہت زائد ہین قراءۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسہو بترک اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہے تو نمازی اسکے اکثر کے چھوڑنے
سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے کمتر کے چھوڑنے سے ہم قہستانی مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہے اسلیے
باقی کو بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہین تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبے یسجد بترک آیۃ منہا وہو اولی لیکن مجتبی مین ہے
کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہے طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہے اور مواظبت مفید ہے واجب ہونے
کو قلت وعلیہ فکل آیۃ واجبۃ ککل تکبیرۃ عید وتعدیل رکن واتیان کل مین کہتا ہون اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہے مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھہ
تکبیرون سے اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہے تعدیل قومہ اور جلسہ کے کذا فی الحلبی
اور اتیان کل کے یا یہ معنی ہین کہ واجبات مین سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہے یا یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہے وترکہ تکریرہ کل کما یاتی فلیحفظ
اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے مکرر کرنے کے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ مکرر نکرنا واجب کا واجب ہے مگر الحمد اس سے مستثنے ہے یعنے اگر سورہ کے بعد پھر
الحمد کو مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا وہو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الآیۃ او
الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہے ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورۃ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورہ کے اور
اسکا قائم مقام تین چھوٹی آیتین ہین جیسے یہ تین آیتین سورہ مدثر کی (ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر) اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورۃ کے ہے اگر ایک
آیت یا دو آیتین تین چھوٹی آیتون کے برابر ہون ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم چھوٹی تین آیتون سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض
وہل یکرہ فی الاخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہے فرض کی دو پہلی رکعتون مین اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتون مین مکروہ ہے مذہب مختار یہ ہے کہ مکروہ نہین یعنے
مکروہ تحریمی نہین بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہے نفل کی سب
رکعتون مین اسلیے کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز جداگانہ ہے ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اسپر واجب ہونگی اور جب
تیسری کو اٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانون مین کسی مین فساد ہوگا تو صرف وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہے
وتر کی ہر رکعت مین براہ احتیاط ہم یعنی جب وتر مین آثار سنت ہونیکے ظاہر ہوے کہ نہ اسکے لیے اذان دیجاتی ہے نہ تکبیر کہی جاتی ہے تو احتیاط اسی کی مقتضی ہے کہ قراءت کے
باب مین اسپر سنت کا حکم جاری کیا جاوے کذا فی الشامی وتعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہے معین کرنا قراءت کا فرض کی پہلی
دو رکعتون مین مذہب مشہور کے بموجب ہم فرض سے مراد یہان وہ ہے جو تین رکعتون یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہے اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہین اب
معلوم کرنا چاہیے کہ فرض قراءت کے باب مین تین قول ہین اول یہ ہے کہ قراءت کی جگہ خاص پہلی دو رکعتین ہین بدائع مین اسکی تصحیح کی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ محل

قرأت فرض ہی دو رکعتون مین اور تعیین نہین تو اس صورت مین پہلی دو رکعتون مین واجب ہی اور مذہب مشہور مین ترتیب اول ہی تو اگر پہلی دو رکعتون مین قرأت کے سے
ہین کرنا افضل ہی نہ واجب اور یہ قول ضعیف ہی وتقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ اور واجب ہی مقدم کرنا الحمد کا تمام سورۃ پر اگر دو سورۃ کو رکعت مین
الحمد سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحاوی شامی نے کہا کہ الحمد سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہی جتنی دیر مین ... لیکن اگر ادا ہو تو اگر آواز سے ... پڑھ
سہو لازم نہ ہوگا وکذا ترک تکریرہا قبل سورۃ الاولیین اور اسی طرح واجب ہی کہ نہ پڑھنا الحمد کا پہلی دو رکعتون مین سورۃ سے پہلے دوبارہ اگر سورۃ سے پہلے دوبارہ پڑھ
چکا تو سجدہ سہو واجب ہوگا بسبب تاخیر سورۃ لانے کے اور پہلی رکعتون کی اسلیے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورۃ سے پہلے مکرر پڑھ چکا تو سجدہ سہو لازم نہ آئیگا
ورعایۃ الترتیب بین القرأۃ والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر فی کل رکعۃ کالسجدۃ وذلک الا تثنیۃ بعدد رکعاتہا اور واجب ہی لحاظ رکھنا ترتیب کا درمیان قرأت
اور رکوع کے اور درمیان اُن افعال کے جو ہر رکعت مین مکرر ہوتے ہین جیسے سجدہ ہی اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو اُنمین ترتیب فرض ہی جیسا اوپر
اُنکی ترتیب کا بیان گذر چکا اور ترتیب واجب ہی اُن افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل عدد نماز کی رکعتون کے کہ ترتیب اُنکی صورت مسبوق مین ظاہر ہوتی
مثلاً چار رکعتون مین اگر اسکو ایک رکعت آخر کی ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قرأت والی دو رکعتون کو ادا کریگا اور اگر پہلے بے قرأت والی کو ... ہے کہ اگر سجدہ کی مثال ...
یعنی پھر اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتا حتی لو نسی سجدۃ من الاولی قضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد ثم یسجد للسہو ثم یتشہد یہانتک کہ اگر
ایک سجدہ پہلی رکعت کا بھول گیا تو اسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پھیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر قضا کرے یعنی اسوقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن
اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات اور درود اور دعا پڑھکر سلام پھیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ والتلاویۃ ...
اسلیے پڑھے کہ التحیات مع قعدہ باطل ہوجاتی ہی سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت کیطرف عود کرنے سے ہم سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اسکا جز ہی اور قعدہ کے
باطل ہونے قعدہ کی یہ ہی کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز مین ترتیب شرط ہی یعنی جب کل ارکان ہوچکین اسوقت قعدہ اخیرہ ادا ہوتا ہی جب سجدہ ... ہو
اور قعدہ کے بعد اسکو ادا کیا تو قعدہ مذکور اخیرہ نہوا تو وہ اور اسکا تشہد باطل ٹھہرے اسلیے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل
ہونے کی یہ وجہ ہی کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے اندر واقع ہوا تو اسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہو فیرفع التشہد لا القعدۃ ...
لنفسہ بخلاف باقی السجدتین لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہی نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بعد سر اٹھانے کے سجدہ سہو سے سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی بخلاف
ان دو سجدون کے کہ اُنکے بعد سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی بسبب نہ پائے جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہی ...
شارح کا کی جگہ ... کما للصیغۃ مثنیۃ وتعدیل الارکان اے تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ ... الرکوع ...
اور واجب ہی تعدیل ارکان کی یعنے ساکن کرنا اعضا کا مقدار سبحان اللہ کہنے کے رکوع مین اور سجدہ مین اور اسی طرح واجب ہی تعدیل ...
مین رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ مین بنا بر اُس قول کے کہ پسند کیا ہی اُسکو کمال الدین محقق نے ہم بحر الرائق مین کہا کہ ... المواظبۃ ...
صلے اللہ علیہ وسلم کی اُسپر تو وہ چارون چیزون یعنے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یکسان ہی کذا فی الشامی ...
واجب وتکمیل الواجب سنۃ لیکن مشہور یہ قاعدہ ہی کہ فرض کی تکمیل کرنیوالی چیز واجب ہی اور واجب کی تکمیل کرنیوالی سنت ہی
یعنے چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہی تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہین اُنمین تعدیل واجب ہونی چاہیے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہین اُنمین تو
مسنون ہونی چاہیے ہم یہ شارح کا اعتراض ہی کمال الدین پر حلبی نے اسکا یہ جواب دیا ہی کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی
تو قاعدہ کی مخالفت کچھ مضر نہین کذا فی الشامی وعند الثانی الاربعۃ فرض اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک چارون فرض ہین یعنے فرض
عملی ہین کہ اُنکے نہونے سے نماز درست نہین ہوتی والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح اور واجب ہی اول قعدہ گو نفل مین ہو صحیح تر قول مین ہم

امام محمد نفل مین ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہین اسوجہ سے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہی تو اُسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہ ہی کہ نفلون مین بھی قعدہ اول واجب ہی کیونکہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اُٹھا تو معلوم ہو گیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہین اسلیے فرض نرہا کذا فی الشامی ولذا ترکہ زیادۃ علی التشہد اور اسی طرح واجب ہی قعدہ اول مین التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول مین التحیات تمام کرکے بمقدار اللھم صلی علی محمد کے کوئی چیز پڑھیگا تو واجب فوت ہو جائیگا واراد بالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو یہ شارح نے اسلیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل رکعتون کو ایک تحریمہ سے پڑھیگا تو سوائے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدون کا یہی حکم ہی یعنے واجب ہونگے لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر سبقہ الحدث مقیما فان القعود الاول فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیرہ مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اگر کوئی مسافر امام بے وضو ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اس صورت مین اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہی اور اسکا جواب یہ ہی کہ یہ فرضیت عارضی ہی اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت مین ملا تو بوجہ متابعت امام کے اُسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اُسکے حق مین اخیر نہین والتشہد ان یسجد للسھو بترک بعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح اور واجب ہین دونون تشہد یعنے دونون قعدون مین التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنے اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسیطرح واجب ہی تشہد ہر قعدہ مین صحیح تر قول مین م اور قول ضعیف یہ ہی کہ سوائے اخیر قعدہ کے اور قعدون مین تشہد سنت ہی اس قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تھا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ بحر الرائق مین اسکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی الحلبی افاد تکررہ عشرًا لمن ادرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سہو فسجد معہ وتشہد ثم تذکر سجود تلاوۃ فسجد معہ وتشہد ثم سجد للسھو وتشہد معہ ثم قضے الرکعتین بتشہدین ووقع لہ کذلک وجوب تشہد کی قید ہر قعدہ مین اسلیے لگائی کہ بعض اوقات تشہد دس بار مکرر ہوتا ہی مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدون مین امام کا اقتدا کیا یعنے پہلے قعدہ مین اُسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا تو اُسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اُسکے ساتھ سجدہ کرکے تشہد چہارم پڑھا اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہو گئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دوہرایا اور مقتدی نے اُسکے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشہدون سے پڑھا تو سات تشہد ہوئے اب جو امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنے ان دو رکعتون مین اسکو سہو ہوا تو سجدہ سہو کرکے آٹھوان تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اسکے ذمہ ہو گیا تھا تو اُسکو ادا کرکے نوان تشہد پڑھا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے قعدے اور تشہد بیکار ہو گئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلیے سجدہ سہو کرکے دسوان تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہین خصوصیت تشہد کی نہین قلت ومثل التلاوۃ تذکر الصلبیۃ فلو فرضنا تذکرہا ایضا لہما زید اربع اخر لما مر مین کہتا ہون اور سجدہ تلاوت کی مثل ہی یاد ہونا سجدہ صلبی کا تو اگر ہم فرض کرین اسکا بھی یاد پڑنا امام و مقتدی دونون کو تو چار تشہد اور بڑھ جاوینگے اسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ سہو کرنا پڑیگا م صورت اسکی یہ ہی کہ امام نے صورت مذکورہ بالا مین پانچوین تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اسکو ادا کرکے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے ساتوان تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوئے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز مین بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے ساتھ پڑھ چکا ہی تو اُسکے چودہ تشہد ہوئے اسلیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنے پہلے دس تھے اور اس صورت مین چودہ ہو گئے ولو فرضنا تعدد التلاویۃ والصلبیۃ لہما ایضا زید ست ایضا اور اگر فرض کرین تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیے تو چھ تشہد اور بھی بڑھ جاوینگے م صورت اسکی یہ ہی کہ صورت مفروضہ بالا مین امام کو ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی اور یاد پڑا تو اُسنے اُسکو ادا کرکے آٹھوان تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اُسکو بھی ادا کیا اور نوان تشہد پڑھا اب سب کے بعد سجدہ سہو کیا

اور دو دوان تشہد پڑھا تو اس صورت میں جیسے دس تشہد امام کے ہوئے اسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کو دس تشہد ہونگے جیسے کہ تاکہ اس
صورت میں امام دو سجدہ سہو کرے اور تشہد پڑھکر سجدہ سہو کرے اور تشہد پڑھکر دوسرا سجدہ تلاوت کا کرے اور دوسرا تشہد پڑھکے پھر سجدہ
سہو کرے اور پہلے دس تشہد پڑھنے کو اس تشہد پڑھنے سے تشبیہ ہے کہ نسبت کرنا تو تشہد زیادہ ہونگے شامی نے کہا کہ درمختار کے کئی
نسخوں میں ستا کی جگہ تسع ہے یعنی نو تشہد زیادہ ہونگے ستۃ کی صورت یہ ہے کہ امام نے ساتویں تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اسکو
ادا کرکے ایک تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے دوسرا تشہد پڑھا پھر اور سجدہ صلبی یاد کرکے اسیطرح دو تشہد پڑھے تو چار تشہد ہوئے ایسے سجدہ تلاوت تمام نماز
کا ایک یاد کرکے ادا کیا اور تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کیا اور تشہد پڑھا کیونکہ ایک سجدہ تلاوت ادا کرچکا تھا اسی سے تیرہ تو تیسرہ تشہد ان
میں اس مسابقت سے ہوتے ہیں اور چار پہلے ہوچکے تھے تو ان سب کل تشہد امام کے ہوئے اور اسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کے کل سات
تشہد ہوجائینگے اور جب ان سات پر جو دو وہ پڑھا ہو چھ پہلے ہوچکے تھے شارح کے پہلے قول میں تو کل امام کے تیرہ تشہد ہوگئے اور اسی طرح اور پڑھا مسکو شارح اگلے
قول میں ذکر کیا ہے تو کل تشہد تیرہ ہونگے اور انہیں دس کا جواز شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہے جہان کہا ہے کہ اسکو ضرب دو دو میں جیسا انکا
بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ بعض نسخوں میں ستون ہے وہی صحیح ہے ولو فرضنا اور اگر امام ساجد اور مسجد ہا معہ تفسخ القراءۃ اعادہ لتقضیہما فیزاد ادا آخر
تشہد ہر اور اگر ہم فرض کریں اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کی حالت میں اور مقتدی نے ان دونوں سجدوں کو امام کے ساتھ ادا کیا
تو مقتضائے قواعد یہ ہے کہ مقتدی انکو ادا کرے تو اس صورت میں چار تشہد اور ہوجائینگے سوا اسکو سجدے کے م طحطاوی نے کہا کہ صورت اسکی
یہ ہے کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اول سجدہ میں تھا کہ مقتدی نے اقتدا کیا کہ دونوں سجدہ میں شریک نہوا بلکہ تشہد میں شریک ہوا اور مراد
شارح کے قواعد سے صرف ایک قاعدہ ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز میں کچھ فوت ہوجائے تو وہ فوت ہوئے ارکان کا اعادہ کرے جیسے
لاحق کرے کہ جو کچھ اسکی نماز سے باقی ہے اسکو وہ ادا کرتا ہے لیکن شامی نے کہا کہ یہ صورت اسطرح ہے کہ طحطاوی نے فرض کی نہیں یعنی اسلیے کہ مقتدی پر جو
متابعت امام کی دونوں سجدوں میں واجب تھی مگر اب جو اسنے وہ سجدہ نکیے اور بعد فراغت امام کے دوسری رکعت کو مع اسکے دونوں سجدوں
کے پڑھ لیا تو اسکی نماز میں کسی طرح کا نقصان نہیں رہا چنانچہ تجنیس میں بہ تصریح موجود ہے کہ اگر امام کو سجدہ میں پایا اور اقتدا کر کے سجدہ میں شریک نہوا
بلکہ باقی نماز میں شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑھ لی تو نماز درست ہے پھر ان دونوں سجدوں کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہ ذکر
نہیں کیا کہ ایسی صورت میں مقتدی اس رکعت میں تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہائے معتبر کے کیسے کہا جاوے کہ ان دونوں سجدوں کا ادا
کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہے ہاں اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو میں کیا اور امام کا شریک انہیں ہوا تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد انکو استحسان کی رو سے ادا
کرلے انتہی بتصرف وظم ارمن سے مثلہ و ذلک واللہ اعلم اور میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم م اگر کثرت تشہد کے
لیے شارح اتنا بکھیڑا نہ کرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہوسکتے ہیں چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اسمیں پانسو
تشہد ہوسکتے ہیں تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا و لفظ السلام مرتین فالثانی واجب علی الاصح برہان دون علیکم
وتنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیۃ خلافا للتکملۃ اور واجب ہے لفظ السلام دو بار یعنے دوسرا واجب ہے
صحیح تر قول میں کذا فی البرہان نہیں واجب ہے لفظ علیکم اور ہوچکتا ہے اقتدا پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک
اور اسی پر ہیں شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اسنے دوسرے سلام پر اقتدا کا تمام ہونا صحیح کہا ہے م اتن نے جو لفظ
السلام کہا اسمیں اشارہ ہے کہ اور کوئی لفظ اسکے قائم مقام نہیں ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکے بولنے پر قادر ہو اور دوسرے سلام کو بعضوں نے

مسنون کہا ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتم بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یحجز وہل تنقطع التحریمۃ بالاول ام بالثانی جزم فی الجوہرۃ
والبرہان وغیرہما بالاول وصحح شارح التکملۃ الثانی وعلیہ فیصح الاقتداء قبلہ المعتمد عند الشافعیۃ انہ لو اقتدی بہ بعد شروعہ فی السلام وقبل علیکم لم یصح
القدوۃ ذکرہ الرملی الشافعی ہے نے باب سجود السہو میں اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام
اول پر منقطع ہوجاتی ہو یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونون کے سوا اور کتابون مین تو اول پر یقین کیا ہی یعنے سلام اول پر تحریمہ
تمام ہوجاتی ہو اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہو کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہو اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر درست
ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتبر یہ ہو کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہوگا ذکر
کیا ہو اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب مین ہم شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتم سے آخر تک در المختار کے بعض نسخون مین ہو وقراءۃ قنوت الوتر وہو
مطلق الدعاء وکذا تکبیرۃ قنوتہ اور واجب ہی پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہی یعنے ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہو خصوصیت اللہم انا نستعینک
الخ کی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہو اور اسی طرح واجب ہی قنوت وتر کے لیے اللہ اکبر کہنا ہم بعضون نے اس اللہ اکبر کہنے کو سنت کہا ہی
کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہو کہ اسکے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہی کذا فی الشامی وتکبیرۃ رکوع الثالثۃ زیلعی اور واجب ہی اللہ اکبر کہنا تیسری
رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ہم زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہ ہی نہ سجدہ سہو کے بیان مین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہین یعنے
یہ تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہو وتکبیرات العیدین وکذا احدہا اور واجب ہین تکبیرین دونون عید کی جو چھ بار اللہ اکبر کہنا ہو ہر رکعت مین تین بار
اور اسیطرح واجب ہو انمین سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہی یہ نہین کہ چھوون ملکر واجب ہون طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہین تکبیرین ایام
تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعتہ الثانیۃ کلفظ التکبیر فی افتتاحہ اور واجب ہی تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے
واجب ہو اللہ اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنے اگر سواے اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبہ
وجوبہ فی کل صلوتہ بحر ملخصا لیکن مشابہ ترحق یہ ہو کہ اللہ اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والجہر للامام
والاسرار للکل فیما یجہر فیہ ویسر اور واجب ہو پکار کر پڑھنا امام کو ان نمازون مین کہ پکار کر پڑھا جاتا ہی یعنے صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ مین
اور واجب ہو آہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین ان نمازون مین کہ آہستہ پڑھی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی
وغیرہ وبقی من الواجبات ایتان کل واجب او فرض فی محلہ اور باقی رہے واجبات مین سے واجبات آیندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہی ہر واجب یا فرض کا
اسکے محل مین فلو اتم القراءۃ فمکث متفکرا سہوا ثم رکع او تذکر السورۃ راکعا فضمہا قائما اعاد الرکوع وسجد للسہو تو اگر نمازی قراءت کو تمام کر کے
بھولے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے مین اسکو یاد ہوا سو اسنے سورہ
کو کھڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت مثال ہی فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنے بعد قراءت کے رکوع فورا
فرض تھا تو اسنے رکوع کو اسکے محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال ہو واجب کو اسکی جگہہ سے ٹالنے کی یعنے ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اسمین ایک
رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین ضعف ہی اعاد الرکوع سجد للسہو کہتا تو خوب تھا یعنے اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہی کہ اعادہ رکوع اور
سجدہ سہو دونون مسئلون سے متعلق ہی حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہی اور سجدہ سہو دونون سے وترک تکریر رکوع وتثلیث سجود اور واجب ہی
ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنے اگر ایکبار رکوع کر کے پھر اعادہ اسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہ تین کریگا تو سجدہ سہو
لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیۃ او رابعۃ اور واجب ہی ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت مین قعدہ کریگا

اور چار رکعت والی نماز مین تیسری رکعت پڑھنے کو کھڑا ہو گیا تو سجدہ سہو لازم ہو گا کیونکہ زیادۃ تخلل بین الفرضین ورد واجب ہر ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضون کے بیچ مین ہے شامی نے کہا کہ دو فرضون کی کچھ قید نہین فرض اور واجب کے بیچ مین بھی زیادتی کا یہی حکم ہر مثلاً قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری رکعت کو نہ اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہو گا اور زیادتی میں تاخیر رہتا ہی داخل ہو فوات اتصال الفت ہی اور واجب ہر چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت کروہ تحریمی ہو گی مگر اصح قول مین نماز فاسد نہو گی اور اگر بھول کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہو گا کیونکہ مقتدی پر سہو نہین ہر

و متابعۃ الامام یعنے فی المجتہد فیہ اور واجب ہر امام کی پیروی اُن افعال مین جنمین اختلاف مجتہدین ہر مجتہد فیہ سے یہ مراد ہر کہ جسکی بنا دلیل معتبر شرعی پر ہو جسکی رو سے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دو تو بسے سہو کے سلام سے پیشتر کیے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہر اسی طرح جن امور مین اتفاق ہر انمین متابعت بطریق اولی واجب ہر لا فی المقطوع بنسخہ نہین واجب ہر متابعت اس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہر جیسے نماز جنازہ مین امام نے پانچ تکبیرین کہین تو پانچوین مین اتباع نکرے اسلیے کہ ہر چند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین مگر آخر فعل آپ کا چار تکبیرین تھین تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد او بعدم سنیۃ کقنوت فجر بالیقین ہوا اس فعل کے نہ مسنون ہونے کا تو اسمین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت یعنے اس صورت مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بد دعا ایک مہینے تک اُٹھی پھر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہو گیا تو اسمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ ہو گیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہو سکتی ہر وانما الفسد بمخالفتہ فی الفرض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز صرف فرض مین امام کی مخالفت کرنے سے فاسد ہوتی ہر چنانچہ ہمنے اسکو خزائن الاسرار مین مشرح بیان کیا ہر شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع مین فرض کے ترک سے ہوتا ہر نہ متابعت کے ترک سے مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہر اسلیے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت کے ترک سے نماز فاسد نہین ہوتی قلت فبلغت اصولہا نیفا و اربعین مین کہتا ہون کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہو گئے ہم یعنے چودہ واجب مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۸ شارح نے زائد کیے تو کل ۴۲ ہو گئے اور انکی تفصیل شامی نے یون بیان کی ہر کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب کہا شارح نے چھوٹی آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین بڑھے اسی طرح عیدین کی چھوٹی تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور شارح نے ہر ایک کو علیحدہ کہا تو پانچ انمین زیادہ ہوے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین چارون جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوے تو کل تیرہ[۱۳] ہوے چودھوان[۱۴] نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرھوان[۱۵] ترتیب قرارت اور رکوع مین سولھوان[۱۶] ترتیب عدد رکعات مین سترھوان[۱۷] بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارھوان[۱۸] تکبیر قنوت انیسوان[۱۹] تکبیر قنوت کے رکوع کی بیسوان[۲۰] تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسوان[۲۱] عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان[۲۲] ہر فرض و واجب کو اسکے محل پر ادا کرنا تئیسوان[۲۳] ترک کرنا تکرر رکوع چوبیسوان[۲۴] ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان[۲۵] ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر چھبیسوان[۲۶] ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے ستائیسوان[۲۷] چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان[۲۸] پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین حاجت ضرب اور تفصیل کی نہین اسلیے شارح نے انکو اصول واجبات کہا انتہی و بالبسط اکثر من الف اذا اختبر [illegible] ۳ [illegible] قعدۃ المغرب تشہد او ترک الفرض منہ وزیادۃ فیہ اور علیہ نے ۷ کما مر اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہو جائیگی اسلیے کہ ایک واجب یعنے تشہد ۹ ۳ واجب پیدا کرتا ہر یعنی پانچ واجب مفصلۂ ذیل کے ضرب کرنے سے ۷ تشہدون مین جنکا بیان اوپر گذرا یعنی جہان شارح

نے کہا ہو کہ تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہو انتہی اور وہ پانچ واجب یہ ہین اول قعدہ مغرب دوم اُسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم اُسکے
کلمات کے اثنا مین زیادتی نکرنی پنجم اُسکے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشہد مین ۵ ہے تشہدون سے یہ پانچون واجب ضرور ہونے چاہئین اسلیے
پانچ کو ۷ مین ضرب کیا ۹۰۲ ہوے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورۂ بالا مین سو سے زیادہ سجدہ ہین اور ہر سجدہ مین تین واجب ہین تعدیل اور
دونون ہاتھون کا زمین پر رکھنا اور دونون زانو کا رکھنا ان تین کو سو مین ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہین اور پہلے واجبات مین ملانے سے ۰۰ ۷ کے
قریب ہو جاتے ہین اور جب اس رقم کو بقیہ ۲۴ واجبات مین ضرب کر دیگے تو ۵ ۲ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر ۲۰ فرض مین اور
کچھ اوپر ۴۰ واجبات مین واجب ہو یعنے کچھ اوپر ۶۰ جگہ واجب ہوتا ہو تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶۰ مین ضرب کرو تو ۵ الاکھ سے زائد واجب ہو سکتے ہین حالانکہ ابھی
اور واجبات باقی ہین مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع مین قراءت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہونا وغیرہ پس انہین ضرب دینے سے تعداد
اور بھی بڑھ جائیگی اسلیے شارح نے کہا والتتبع ینفی الحصر فتبصر اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہو حصر کو یعنے تلاش سے معلوم ہوتا ہو کہ لاتعد و لاتحصی
ہین تو اسکو خوب دیکھ بھال لو ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مین اکثر صورتین فرضی اور عقلی ہین کہ کبھی خارج مین نہین پائی جاتی اور انکی تلاش
سے بجز تضییع اوقات اور کچھ فائدہ نہین اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے بہاو تہی کیجاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیے مختصر
ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت مین بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جاے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی
کو دیکھے فیلغز ای واجب یستوجب ۹۰۳ واجبا تو چیستان پوچھی جاتی ہو کہ وہ کونسا واجب ہو جو ۹۰۳ واجبون کا مستوجب ہوتا ہو جس سے ۳۰۹ واجب
لازم آتے ہین ہم جواب اس چیستان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہو مقتدی کے حق مین بتفصیل مذکورۂ بالا وسننہا اور نماز کی سنتین یہ ہین جو لکھے مذکور ہوتی ہین
ترک السنۃ لایوجب فسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہو نہ سجدۂ سہو کا بلکہ اساءت یعنے
برا کرنے کا موجب ہو اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ہم یعنے اگر سنت نادانستگی مین ہو تو کچھ برائی بھی نہوگی اور اگر سنت کو
حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہو کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلیے کہ حق نجاننا حقیر سمجھنا ہو وقالوا الاساءۃ
ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہو کہ اساءت کم ہو بہ نسبت کراہت کے ہم شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہو یعنے اساءت مین ملامت
بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہو اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہو اسلیے کہ تلویح مین ہو کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہو اور نہر الفائق مین ہو کہ حکم
سنت کا یہ ہو کہ اسکے ترک پر ملامت کیجاے اور کسی قدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اساءت کے معنے ترک اولی ہین تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک
ہوئی ثم ہی علی ماذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتین بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہین اور واقع مین زیادہ ہین چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین
للتحریمۃ فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہو اُٹھانا دونون ہاتھون کا تحریمہ کے لیے یعنے تکبیر سے پیشتر اور بعضون نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اور خلاصہ
خلاصہ مین ہو کہ اگر ہاتھ نہ اُٹھانے کا عادی ہوگا تو گناہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گناہگار نہوگا و نشر الاصابع اے ترکہا بحالہا اور سنت ہو
تکبیر کے وقت پھیلا رکھنا انگلیون کا یعنے انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہون نہ بہت پھیلی وان لایطاطی راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہو
تکبیر کے وقت) سینہ سیر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اُسوقت بدعت ہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہراً تمام قیام مین سر جھکانا ایسا ہی ہو وجہر الامام بالتکبیر بقدر
حاجۃ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہو پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اُسکی حاجت کے خبردار کرنے کے لیے
دخول اور انتقال پر یعنے اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیون کو نماز مین داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر ہو جاوے اور
اسیطرح سنت ہو پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے کہا

نہ کرے وہ اُس صورت مین ہو کہ حاجت زیادتی بلند آواز کی ہو یعنی جب ایک صف تو ادر دو تین پیچھے کی صفون مین آواز پہونچانی ہو تو مکروہ
ہو گا بحر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب امام شروع مین اللہ اکبر کہے تو اگر اُسکی نیت صرف لوگون کو خبردار کرنے کی ہو گی تو اُسکی نماز نہوگی اور یہی قصد مکبر کی
ہو گی بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسیطرح کہ جو امام کی آواز دوسرے لوگون کو پہونچاتا ہو وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے
اللہ اکبر کہیگا تو نماز نہ اُسکی ہو گی نہ اُس شخص کی جو اُسکی آواز پر اقتدا کرے بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا تو نماز ہو گی اور بدون حاجت کے پکار
اور پکار کر کہنا مکروہ ہو جیسا العوام والمنفرد یسمع نفسہ اور منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھنے والا اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنے آپ سن لے والثناء والتعوذ
والتسمیۃ والتامین وکونھن سرا اور مسنون ہو سبحانک اللھم پڑھنا اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سبکا
آہستہ ہونا یعنے آہستہ کہنا سنت ہو تعوذ یہ ہو اور ہر ایک کا پڑھنا سنت جداگانہ ہو ووضع یمینہ علی یسارہ وکونہ تحت السرۃ للرجال لقول علی
رضی اللہ عنہ من السنۃ وضعھما تحت السرۃ ولخوف اجتماع الدم فی رؤس الاصابع اور مسنون ہو رکھنا اپنے داہنے ہاتھ کا بائین پر اور مسنون ہو مردون کو
رکھنا انکا ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی مرتضیٰ کے کہ سنت ہو رکھنا دونون ہاتھون کا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہو جانے کے انگلیون کے
پورون مین یعنے حکمت ہاتھون کے کھلے نہ رکھنے مین یہ ہو کہ زیادہ کھڑے رہنے سے انگلیون مین خون نہ اتر آوے وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث
یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ واخذ رکبتیہ بیدیہ فی الرکوع وتفریج اصابعہ للرجل ولا یندب التفریج الا ھنا ولا الضم
الا فی السجود اور مسنون ہو رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہو رکوع سے سر اٹھانا اسطرح پر کہ برابر کھڑا ہو جاوے اور مسنون ہو رکوع مین
تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنے تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہو اور مسنون ہو دونون ٹخنون کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہو سکے اور مسنون ہو پکڑنا اپنے دونون زانو
کا اپنے دونون ہاتھون سے رکوع کے اندر اور مسنون ہو پھیلانا اپنی انگلیون کا مرد کو اور نہین مستحب ہو کشادہ رکھنا انگلیون کا مگر رکوع کے اندر اور
نہ ملا ہوا رکھنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیر السجود وکذا الرفع منہ بحیث یستوی جالسا وکذا التکبیرۃ والتسبیح فیہ ثلاثا ووضع یدیہ ورکبتیہ فی السجود
اور مسنون ہو سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہو سجدہ سے اٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہو سجدہ سے اٹھنے کو تکبیر
کہنا اور مسنون ہو سجدہ مین تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا اور مسنون ہو دونون ہاتھون اور زانوون کا رکھنا سجدہ مین ہم اکثر فقہا نے ہاتھون اور زانون
کا زمین پر رکھنا مسنون کہا ہو اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہو اور فتوی عدم فرضیت پر ہو اور فتح القدیر مین اسکو واجب کہا ہو اسوجہ سے کہ مطابق حدیث
کے ہو اور اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو بحر الرائق مین کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط ہو بسبب اسکے
موافق ہونے کے اصول سے یعنی فی الشامی فلا تلزم طہارۃ مکانھما عندنا تجنیس لازم نہین پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی المجتبیٰ
یعنے جب انکا رکھنا سجدہ مین فرض نہین تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جائینگے تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ ان دونون اعضا کے مکان کی طہارت
کا شرط نہونا روایت ضعیف ہو صحیح یہ ہو کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہو جیسے نجاست کا اٹھانا
الا اذا سجد علی کفہ کما مر مگر جس صورت مین کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا اسوقت پاک ہونا اسکی جگہ کا شرط ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا وافتراش
رجلہ الیسریٰ فی تشہد الرجل اور مسنون ہو بچھانا اپنے بائین پانون کا مرد کے تشہد مین یعنے التحیات پڑھنے مین مرد بائین پانون
کو بچھا لے والجلسۃ بین السجدتین اور مسنون ہو بیٹھنا دونون سجدون کے درمیان مین طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اٹھانا
سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اسمین یہ قید لگائی کہ اسطرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرا ہو لیکن اگر
شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اٹھانا جدا سنت ہو اور جلسہ جدا ووضع یدیہ فیھا علی فخذیہ کالتشہد للتوارث اور مسنون ہو رکھنا اپنے

دونون ہاتھون کا جلسہ مین اپنے دونون زانوون پر جیسے التحیات مین ہاتھون کا رکھنا زانوون پر مسنون ہو بسبب توارث کے یعنے اکابر سے اسی طرح پہونچا ہو طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح لمافی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہو کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہو قلت یاتی معزیا للمنیۃ فافہم مین کہتا ہون اور یہ ذکر منسوب منیہ کی طرف آگے آویگا تو اسکو سمجھ لے ہم شاید فافہم سے یہ اشارہ ہو کہ کلام فقہا سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکلسکتا ہو اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچھ مخالفت ہوتی تو اسکو بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونون پانون کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ تشہد کے ہو کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللہم صل علی محمد اور مسنون ہو درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور فرض کہا ہو امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنے اُنکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہو ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہو مثل طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہو لیکن بحر الرائق مین منقول ہو کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہو تو اس صورت مین شاذ کہنا بلا وجہ ہو کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ الفاظ القرآن والسنۃ لا کلام الناس اور مسنون ہو درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جو دعا کہ اس باب مین مسنون ہو اسکا ذکر فصل آئندہ مین آویگا وبقی تکبیرات الانتقالات سنۃ ثم تکبیرۃ القنوت علی قول اور مسنون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانے کی یعنے رکن کے بدلنے کے لیے اللہ اکبر کہنا مسنون ہو یہان تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے کا قول ضعیف ہو بلکہ وہ واجب ہو جیسا پہلے بیان ہوا والتسبیح للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہو سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا ولک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام اور پھیرنا مُنھ کا داہنے اور بائین سلام کے وقت ہو اور مسنون ہو سلام مین ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتون کی کرنی اور ریت کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی ولہا آداب اور نماز کے کچھ آداب ہین ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہونیکا موجب ہو اور عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب وکراہت کا موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہو ہم نماز مین ادب اسکو کہتے ہین جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور علیہ مین کئی تعریفین ادب کی کرکے آخر کو کہا کہ ظاہرا ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اسکو کہتے ہین جو موکد نہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپ کی سیرت لباس اور نشست وبرخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہدی ہو یعنی سنت موکدہ جیسے اذان اور جماعت ہو کذا فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدمیہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حال سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہو دیکھنا نمازی کا کھڑے ہونیکے وقت اپنے سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کے وقت اپنے دونون پانون کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعود کی حالت مین اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانے کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائین شانہ کیطرف یہ سب آداب ہین واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل ہٹے تو اُنکی طرف دیکھنا

مستحب ہے یعنی کیونکہ اسی سے اسکا رہنا اولیٰ ہے جو مستحب سے بیشک ہو امساک فمہ عند التثاؤب ولو بأخذ شفتہ بسنہ فان لم یقدر غطاہ بظہر

یدہ الیسریٰ وقیل بالیمنی لو قائما والا فبیسراہ مجتبیٰ۔ ومستحب ہے اپنا منہ بند کرنا جمائی لینے کے وقت اگرچہ منہ کو دانت سے پکڑنے سے بند کیا ہو یا اگر نہ بند

ہو سکے تو اسکو اپنے بائین ہاتھ کی پیٹھ سے چھپا دے اور بعضون نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپا دے اور نہین تو بائین کی پیٹھ سے کذا

فی المجتبیٰ مصرح منہ کے بند کرنے کی یہ ہے کہ جمائی لینا نماز مین اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کھڑے ہونے مین داہنا ہاتھ اسلیے کہا کہ حرکت ایک ہاتھ کی ہو

ورنہ بائین ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے مین دونون ہاتھون کو حرکت ہوگی۔ بعض نسخون مین لفظ شفتیہ بصیغہ تثنیہ ہے مگر چونکہ دونون ہونٹ کا دبانا

دفع کے لیے دانت سے دشوار ہے اسلیے تصحیف مفردہ درست ہے کذا فی الشامی فاذا کمّہ ہاتھ کو چھپا رکھے اپنی آستین سے لان التغطیۃ بلا ضرورۃ کرہ ہے ہاتھ آستین

سے منہ اسوقت چھپا رکھے کہ جب بلا ضرورۃ ہاتھ اسے آستین سے منہ بند ہوا اسلیے کہ منہ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر منہ کو دانت سے دبا کر جمائی

رد کل سکتا تھا مگر اسوقت نہ دبا بلکہ ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپا یا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ فائدہ ترکیب جمائی کے دور کرنے کی یہ نسبت مجرب ہے کہ اپنے

دل مین سوچے کہ انبیا علیہم السلام نے جمائی نہین لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنے اسکا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دفع ہوگئی واخراج کفیہ من کمیہ

عند التکبیر للرجل الا لضرورۃ کبرد اور مستحب ہے اپنی دونون آستینون مین سے دونون ہاتھون کا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کے وقت یعنے شروع نماز

مین مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھون کا مستحب نہین رہتا ودفع السعال ما استطاع لانہ بلا عذر مفسد فیجتنبہ اور مستحب ہے رفع کرنا

کھانسی کا اپنے مقدور بھر اسلیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنے جبکہ اس سے حروف پیدا ہون کذا فی العینی تو اس سے اجتناب کرے والقیام للامام

و مؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافا لزفر فعندہ حی علی الصلوٰۃ ابن کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر مین حی علی الفلاح

کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ انکے نزدیک حی علی الصلوٰۃ کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی

درست نہین بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتہی

الیہ الامام علی الاظہر سے علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اسوقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنے صفون کے پیچھے سے

اپنی جگہ جانا چاہے تو جس صف مین امام پہونچے وہی کھڑی ہو جاوے ظاہر قول مین وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے

کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اسوقت کھڑے ہون جب انکی نظر امام پر پڑے الا اذا اقام الامام بنفسہ فی مسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ ظہیریہ

جبکہ امام خود مسجد مین تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہون یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ شارح کو مسجد

الف لام کے ساتھ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا بصیغہ نفی وان خارجہ قام کل صف ینتہی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک

پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو ہمنے بحر الرائق مین نہ پایا بلکہ نہر الفائق مین مذکور ہے وشروع الامام فی الصلوٰۃ

مذ قیل قد قامت الصلوٰۃ ولو اخر حتی اتمہا لا باس بہ اجماعا وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذاہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی

معزیا للخلاصۃ انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوٰۃ کہا جاوے اور اگر نماز کے شروع کرنے مین تاخیر کی یہانتک

کہ موذن نے اقامت تمام کر لی تو اسمین کچھ مضائقہ نہین بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہی درست تر

مذاہب کا ہے جیسا کہ شرح مجمع مین انکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی مین منسوب بخلاصہ یون ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلیے کہ اس

سے نمازیون پر اشتباہ نہ رہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کریگا فرع سلم المقتدی شارح کالوالم یعلم بالمصلی الصلوٰۃ من فرائض

وسنن اجزاہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نہ جانا کہ جو فرض مثلاً ادا کرتا ہے اسمین فرض کیا افعال ہین اور سنت کیا تو یہ نماز اسکو کافی ہوگی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اس طریق پر ہی جو سلف سے منقول چلا آیا ہی واذا اراد الشروع فی الصلوۃ کبر لو قادرا للافتتاح ای قال وجوبا اللہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع نماز کے لیے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنے بر او وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ اکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہو گا ولا یصیر شارعا بالمبتدا فقط کاللہ ولا باکبر فقط ہو المختار اور نماز کا شروع کرنے والا نہو گا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط اللہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع کرنے والا ہو گا یہی قول مختار ہی شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے کی یہ ہی کہ شروع نماز کی شرط پورا جملہ ہی تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نپائی جاویگی فلو قال اللہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک الامام راکعا فقال اللہ قائما واکبر راکعا لم یصح فی الاصح پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنے ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہین کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی نے امام کو رکوع مین پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوے کہا اور اکبر رکوع مین تو دونون صورتونمین اسکا اقتدا درست نہو گا صحیح تر قول مین ہم پہلی صورتمین اقتدا اسلیے صحیح نہوا کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہین ہوا تھا کہ مقتدی نے اسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری صورت مین شرط تحریمہ مفقود ہی یعنے حالت قیام مین پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہوا اسلیے اقتدا بھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہین ویسے ہی مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہو گا کیونکہ اُسنے قصد شریک ہو کر پڑھنے کا کیا تھا یعنے تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کما لو فرغ من اللہ قبل الامام جیسے اقتدا صحیح نہین جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنے امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہین کی کہ مقتدی اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہو گا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافا لمحمد رح اور اگر صرف اسم ذات کو یعنے لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اکبر کے تو صحیح ہی امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود مکرر ہونے کے ضعیف ہی کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہین کذا ذکرہ الحلبی ہم اگر پہلی صورت کو یعنے صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے کو منفرد یا امام کے لیے محمول کرین اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو مکرر نہین ہی بالحذف او بمد احدی الہمزتین مفسد وتعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح اللہ اکبر وجوبا کہے ہمزون کے حذف کرنے کے ساتھ یعنے اللہ اور اکبر کے ہمزون کو بڑھا کر نہ کہے اسلیے کہ کھینچکر پڑھنا ان دو ہمزون مین سے ایک کا مفسد ہی شروع نماز کا اگر نادانستگی مین بڑھا کر پڑھا ہو اور جانکر انکو مد کرنا کفر ہی اور اسیطرح ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول مین مفسد ہی ہم مقابل اُسکا وہ ہی جو حلبی نے شرح منیہ مین ذکر کیا ہی کہ ب کا بڑھانا مفسد نہین کذا فی الطحطاوی ویشترط کونہ قائما فلو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہی اللہ اکبر کہنا کھڑے ہو کر یعنے فرض نماز مین باوجود قدرت کھڑے ہو کر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع مین پایا اور جھکے ہوے اللہ اکبر کہا تو اگر یہ جھکنا قیام سے قریب ہو گا یعنے اسقدر جھکا ہو گا کہ ہاتھون سے گھٹنون کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہو گا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہو گی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ مقتدی نے جو اللہ اکبر کہا اس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہو گی اسلیے کہ تکبیر تحریمہ فرض اور شرط ہی اور رکوع کی تکبیر نفل ہی اور چونکہ یہ نفل فرض کے محل مین واقع ہوئی اسلیے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصرا فروع مسائل الملحقہ شارح کے کر عالم تکبیرا امامہ ان اکبر رائہ انہ کبر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہ نہین جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہی یا نہین تو اگر اسکی رائے غالب یہ ہی کہ مین نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہی تب تو اقتدا درست نہو گا ورنہ جائز ہو گا کذا فی المحیط یعنے اگر گمان غالب یہ ہو گا کہ امام کے ساتھ یا اسکے بعد اللہ اکبر کہا ہی یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے تو اقتدا درست ہو گا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرہ التعجب او متابعۃ المؤذن

م تحیرا لانہ اذا ... اور اللہ اکبر کہنے سے قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور
جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز کی منافی ہین تو اُنسے شروع درست نہوگا ویجزم الراء لقوله صلی اللہ علیہ وسلم الاذان جزم والاقامۃ
جزم والتکبیر جزم م تن وصرف الاذان اور اللہ اکبر کی رکو جزم کیے بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہے
اور اقامت جزم ہے اور اللہ اکبر کہنا جزم ہے کذا فی الشرح اور یہ حدیث باب الاذان مین گذری م اذان جزم ہے یعنی اسکے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہین یہ
حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے وانما یصیر شارعا بالنیۃ عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بہا وحدہا بل بہما اور بات یون ہے کہ شروع
کرنیوالا نیت سے ہوتا ہے اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونون چیزون سے م یعنے چونکہ نیت بھی
صحت نماز کی شرط ہے اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس سے یہ
وہم ہوتا ہے کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلیے ماتن نے تصریح کر دی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی ولا یلزم العاجز عن النطق
کالاخرس والامی تحریک لسانہ وکذا فی حق القراءۃ ہو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہ الا بدلیل فتکفی النیۃ اور جو شخص کہ بولنے سے عاجز ہے جیسے گونگا
اور امی اسکو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسی طرح قراءت کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین یہی صحیح ہے زبان کا ہلانا لازم
نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہے کہ واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلیے نیت کافی ہوگی م یعنی اللہ اکبر کہنا اور قراءت واجب ہے اور
یہ واجب عاجز سے ادا نہین ہو سکتا تو دوسری چیز یعنے زبان ہلانے کو اسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہو اسلیے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی
ہے قلت ینبغی ان یشترط فیہما القیام وعدم تقدیمہا لقیامہا مقام التحریمۃ ولم ارہ لیکن سزاوار یہ ہے کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ
نیت اس صورت مین قائم مقام تحریمہ کی ہے اور مین نے اسکو دیکھا نہین م یعنے چونکہ عاجز کے حق مین نیت کافی ہے تحریمہ کی کچھ ضرورت نہین اس سے
یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہو گئی تو شارح نے بتبعیت مصنف نہر الفائق کے کہا ہے کہ تحریمہ کی شرطین یعنے قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ
ہونا چاہیے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونون
شرطین علحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہو گئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہو گئی
ثم فی الاشباہ فی قاعدۃ التابع تابع فالمفتی بہ لزومہ فی تکبیرۃ وتلبیۃ لا قراءۃ پھر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہے یہ ہے کہ فتوے
اسپر ہے کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قراءت مین م شامی مین محیط سے منقول ہے کہ قراءت فرض قطعی ہے اور
تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ مین بطریق اولے لازم نہو ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ماسا بابہامیہ شحمتی اذنیہ اور اٹھاوے اپنے دونون ہاتھ اللہ اکبر
کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونون انگوٹھون کو دونون کانون کی لو سے م اللہ اکبر سے پہلے
ہاتھون کا اٹھانا منسوب ہے طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہے اور خلاصہ اور محیط وغیرہ مین ہے کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اسیوقت ہاتھون
کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسیوقت اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی
ہین کذا فی الشامی وہو المراد بالمحاذاۃ لانہا لا تتیقن الا بذلک کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہے محاذات سے جو ظاہر الروایۃ ہے اور بعض احادیث
مین وارد ہے اسلیے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانے کے یقینی نہوگی م یعنے بعض احادیث مین جو حذو اذنیہ آیا ہے یعنے دونون کانون کے برابر ہاتھ
اٹھاوے اس سے مراد یہی ہے کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک
اٹھانا مروی ہے اس حالت پر محمول ہے کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونون حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہے کہ ہتھیلیان کو

انگوٹھون کے برابر کرنے سے کانون کی محاذات انگوٹھون سے ہوجاتی ہے کذا فی الشامی بتصرف ویستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اور اپنی دونون ہتھیلیون
کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیون کا رخ دونون رخسارون کی طرف کو رکھے والمرأۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النہر عن السراج
انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگر لونڈی ہو چنانچہ بحرالرائق مین ہے لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام مین یعنے
رفع یدین مین مرد کے برابر ہے اور دوسرے افعال مثلاً رکوع اور سجدہ مین مثل آزاد بی بی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل
کالرجل عورت اپنے ہاتھ اسطرح اُٹھادے کہ اسکی انگلیون کے برابر اُسکے دونون شانون کے ہوجائین اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی
کہ عورت مثل مرد کے ہے ہاتھ اُٹھانے مین مگر اول قول کو ہدایہ مین صحیح کہا ہے وصح شروعہ ایضاً مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم
الخالصۃ لہ تعالے ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ
کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالے کے خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہون مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول مین م تعظیم مین
خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہون دعا اور حاجت پر وہ نکل جائین شامی نے کہا کہ لہ تعالی متعلق بتعظیم سے ہے نہ خالص سے ورنہ
اسکے بعد ولو مشترکۃ نہ نبیگا اور اصح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ مین ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکرا
ومعرفا زاد فی الخلاصۃ والکبار مخففا ومثقلا اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اللہ اکبر اور کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف
لام کے ساتھ خلاصہ مین کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن بمعنی کبیر ہے یعنے ابو یوسف رح
کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہو جائیگا اور الفاظ سے صحیح نہوگا شامی نے کہا کہ
باب مین صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق مین ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری
زبان مین کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص
کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اُسکے فائق ہونے کے اس حدیث سے کہ زبان جنت والونکی عربی ہے اور دری
فارسی ہے اور لفظ دری را مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی م محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہین ہوے اور دری منسوب ہے در کی طرف یعنی دروازہ کی
یہ زبان ان لوگون کی ہے جو بادشاہی دروازون پر رہتے ہین اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی طرف ایک قوم منسوب ہے اُن لوگون کی زبان عربی کے
بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان مین شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا
نمازی کا عربی مین تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ اور اسی خلاف پر ہین خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظم رح کے نزدیک
اور زبانون مین خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائین درست ہین اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت مین درست ہین طحطاوی نے
کہا کہ معتمد امام کا قول ہے واما ما ذکرہ بقولہ وامن اولبی او سمی عند ذبح او شہد عند حاکم او رد سلاما ولم ار لو شمت عاطسا او قرأ عاجزا فجائز اجماعا
اور جو امور کہ نماز کے ذکر مین داخل نہین اور انکو مصنف نے اپنے قول مین ذکر کیا ہے یعنے خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا سلام کیا یا ذبح کے
وقت خدا تعالے کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قراءت پڑھی عربی سے عاجز ہوکر تو یہ سب باتین باتفاق امام اور
صاحبین کے غیر زبان مین جائز ہین شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان مین دیا تو اسکا حکم مین نے نہین دیکھا شامی نے
حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا فقید القراءۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولہما
وعلیہ الفتوی مصنف نے قراءت مین عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلیے کہ صحیح تر ہے رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کی طرف اور

[illegible] بين الفتين القصد [illegible] وكان لمسان لمحيه واللسان مبتسحة لا يجوز فيه اتفاقا وهو الصحيح [illegible]
البتة ولا يلما [illegible] واقتصر الكثير من الشاميين على القرائة لكنه قضية ادريسي نے شروع نماز کی تکبیر کو قرات کے ساتھ [illegible]
غیر زبان مین اسکے تبع ہونے کے لیے بھی قید زبان سے عاجز ہونے کی لگائی ہے تو اس [illegible] کا کوئی صاف جواب بیشتر ایسا [illegible]
معلوم ہوتا ہے کہ شروع کو تاتارخانیہ میں تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہے کہ غیر زبان میں بالاتفاق جائز ہے [illegible]
[illegible] اسکی یہ ہے کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کیطرف رجوع کیا ہے [illegible]
[illegible] پر یہ امر مشتبہ ہو گیا ہے یا شک کہ شمر نبالی پر بھی اسکی سب کتابون میں شبہ ہو گیا ہے [illegible] صاحبین [illegible]
سب ذکر اور تکبیر حرمیہ وغیرہ دوسری زبان مین اسوقت درست ہوتے ہین کہ نمازی عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرات کے سب ذکر [illegible]
باوجود قدرت عربی کے غیر زبان مین جائز ہین تو فقط امام صاحب نے قرات کے باب مین صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے اس وجہ سے کہ قرآن [illegible]
[illegible] عربی منظوم کا نام ہے جو نقل متواتر ہم تک پہونچا ہے تو فارسی وغیرہ مین وہ منقول خاص باقی نرہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اسمین امام صاحب کی [illegible]
[illegible] وہ یہ فرماتے ہین کہ شروع مین مطلوب ذکر اور تعظیم ہے یہ ہر زبان مین حاصل ہو سکتا ہے خصوصیت عربی کی نہین پس [illegible]
قرات کے مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز مین اختیار کیا حالانکہ ایسا نہین کیونکہ تاتارخانیہ [illegible]
کو تلبیہ کے موافق کہا ہے جو بالاتفاق دوسری زبان مین درست ہے اور اس مین یعنی شروع نماز مین قید عاجزی کی نہین لگائی جیسے قرات [illegible]
لگائی ہے تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس فن کی عدم تقلید اس بات کی دلیل ہین کہ صاحبین نے شروع نماز مین امام کا قول اختیار کیا ہے نہ یہ کہ امام
نے صاحبین کا قول لیا ہے جیسا [illegible] کذا فی الشامی بتصرف لا یصح ان اذن بها على الاصح وان علم انه اذان وذكره [illegible]
الزيلعي التعارف نہین صحیح ہے اگر اذان دی غیر عربی مین تو صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانین کہ وہ اذان ہے ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور
زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہے یعنے اذان فارسی مین ہو اور لوگ جان جاوین کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سے
مقصود خبر کرنا نماز کا ہے وہ حاصل نہین ہوا فروع مسائل ملحقہ شارح کے قرء بالفارسية او التورية او الانجيل ان قصة تفسد وان ذكرا لا قرات پڑھے
فارسی مین یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہوگی [illegible] مین کہا کہ فارسی
مین قرات سے نماز فاسد نہین بالاختلاف بشرطیکہ جسقدر قرات سے نماز درست ہوجاے اسقدر عربی مین پڑھ لی ہو اور [illegible] نے کہا کہ صاحبین
کے نزدیک نماز فاسد ہوجاتی ہے فتح القدیر مین ان دونون قول مین یون توفیق کی کہ اگر فارسی مین قصون کی جگہ یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھیگا تو نماز
ہوجائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور اسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قرات سے خالی رہجائیگی اور کسی قدر قرآن
اسکے ساتھ ملادیگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق به فی البحر الشاذ اور بحر الرائق مین فارسی مین قرات پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ
کو ملحق کیا ہے یعنے روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے جیسا فارسی قرات مین مذکور ہوا لکن نے النہر الاوجه انه لا یفسد ولا یجزی [illegible] اتفاق
مین ہے کہ موجہ تر یہ ہے کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہین کرتی اور نہ قرات واجب سے کافی ہوتی ہے جیسا کہ [illegible] قرآن کا [illegible] کہنا
[illegible] وہ بھی مفسد نہین اور نہ مقدار واجب کو کافی ہو مم قرآن مجید کی روایات مشہور سات ہین اور ائمہ قرات [illegible]
مین تو متواتر روایتین دس تک ہو سکتی ہین پس جو روایت کہ ان دس روایتون سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے نہر الفائق مین کہا کہ وجہ [illegible] مفسد
ہونے کی یہ ہے کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے مین شک ہے تو شک سے نماز فاسد نہین بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہین [illegible]

زبان ہی کو کہتے ہین وتجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہی لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ ایک یا دو آیت قلیل ہی اور قلیل معاف ہی نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے لکھنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین ویکرہ کتب التفسیرۃ تحتہ بہا اور مکروہ ہی لکھنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ شریعت مین حکم ہی قرآن کے خالی رکھنے کا غیر قرآن سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی کہ لکھنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اسکے نیچے لکھنا جائز ہی اس سے معلوم ہوا کہ کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہی اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہی جو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہ ہی کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ حاشیہ پر لکھے تا کہ اس کراہت سے بچے ولو شرع بمشوب بحاجتہ کتعوذ وبسملۃ وحوقلۃ واللھم اغفرلی او ذکرہا عند الذبح لم یجز اور اگر نماز کو شروع کیا ان لفظون سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہی گویا کہ یہ کہا کہ الٰہی مجکو پناہ دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بھی برکت کے واسطے ہی گویا یون کہا کہ الٰہی تو میرے واسطے برکت کر اور جیسے لاحول ولا قوۃ الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہ بھی دعا ہی گویا یون کہیگا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور کسیکو یہ طاقت نہین اور جیسے اللھم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہی مغفرت کی پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللھم اغفرلی کو ذبح کے وقت تو ذبح درست نہوگا بخلاف اللھم فقط فانہ یجوز فیہما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللھم کے کہ شروع اور ذبح دونون مین جائز ہی صحیح تر قول مین مثل یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہی باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگون کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہی اور اللھم بمعنی یا اللہ ہی ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغہا بخنصرہ وابہامہ ہو المختار اور رکھے مرد بلیغے بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے اپنی ناف کے پکڑنے والا بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے سے یہی مختار ہی یعنی چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرکے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیان اسپر پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہونچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہی اور وجہ مختار ہونے کی یہ ہی کہ بعض احادیث مین ہاتھ رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی ہی اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونون باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور رکھے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونون پستان کے نیچے شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہی اور بعضون مین علی یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکھنا لکھا ہی نہ پستان پر م خنثی اسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت دونون کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اسکو حکم مردون کا ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اسکا حکم عورتون کا سا ہی اور اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہی کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھے بمجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہی اور اسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہی کہ ثنا پڑھنے کے وقت دونون ہاتھون کو لٹکا رکھے جب سبحانک اللھم الخ سے فارغ ہوجاے تو ہاتھ باندھ لے م کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہلاتا ہی وہو سنۃ قیام اور ہاتھون کا باندھنا سنت ہی قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرات کی سنت ہی اسلیے ثنا مین انکے نزدیک ہاتھون کا لٹکانا اور انکو نہ باندھنا اسوقت تک درست ہی کہ قرات شروع کرے ظاہرہ ان القاعد لا یضع ولم ارہ اور ہاتھون کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ باندھے اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا ثم رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ہو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا کہ مراد قیام سے وہ ہی جو عام ہی حقیقی اور حکمی سے اسلیے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہی یعنی ہاتھ وہ بھی باندھتا ہی تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا

یعنی ہاتھ کا باندھنا ایک سنت ہر ہر قیام میں جیسے نفل میں بھی شیخین اور محمد کے نزدیک ... تمام قیام کہ ہر لہ قرار ہو ذکر مسنون
فیہ حالۃ الثناء و فی القنوت و تکبیرات الجنازۃ یعنی ہاتھ باندھنا اس قیام کی سنت ہر جسمین طول ہو اور اسمین کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جسکے
پڑھنے کا حکم ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس سے یہ نکلا کہ ہاتھ باندھے ثنا پڑھنے کے وقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیروں میں کیونکہ ان
قیاموں میں ذکر مشروع پایا جاتا ہو اور اسیطرح خطبہ پڑھنے کے وقت ہاتھ باندھے یا نہیں کہ وہی ذکر شرعی سے خالی نہیں لا فی قیام بین رکوع
و سجود و لما بین تکبیرات العیدین لعدم الذکر ما لم یطل القیام فیضع سراجیہ یعنی مسنون نہیں ہر ہاتھ باندھنا رکوع و سجدہ کے درمیان کے قیام میں بسبب
نہ ہونے قیام کے یعنی اگرچہ قومہ میں ذکر مسنون سجود کی برکت اور ربنا لک الحمد کہا جاتا ہو مگر چونکہ اس قیام میں طول نہیں تو ہاتھ باندھنا مسنون
نہیں اور نہیں مسنون عیدین کی تکبیروں میں ہاتھ کا باندھنا بسبب نہ ہونے ذکر کے جبتک کہ قیام کو طول نہ دے اور اگر طول دے تو ہاتھ باندھ لے کذا فی السراج
علامہ شامی نے کہا کہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہر کہ صلوٰۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھ کا باندھنا مسنون ہو اسوجہ سے کہ اسمین طول اور ذکر مسنون دونوں ہیں وقرا کما کبر
سبحانک اللهم تارکا وجل ثناؤک الا فی الجنازۃ مقتصرا علیه فلا یضم وجهت وجهی الا فی النافلۃ ولا تفسد بقوله وانا اول المسلمین فی الاصح اور پڑھے بعد تکبیر کہنے کے (سبحانک اللهم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الٰه غیرک) کلمہ وجل ثناؤک چھوڑ کر یعنی بعد وتعالی جدک کے وجل ثناؤک نہ کہے سوا نماز جنازہ کے کہ اسمین اس لفظ کا زیادہ کرنا مسنون
ہو در حالیکہ اکتفا کرنیوالا ہو اسی ثنا پر یعنی اسمین وجہت وجہی نہ ملا دے بجز نماز نفل کے کہ اسمین اسکا ملا دینا ثنا کے ساتھ جائز ہر اور نماز فاسد نہیں ہوتی صحیح تر
قول میں نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین یعنی میں پہلا ہوں سب مسلمانوں کا جسمین کہا کہ اگر جل ثناؤک بھی کہا تو نماز میں کچھ حرج نہ ہوگا اور وجہت
وجہی پوری اسطرح ہر (وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت
وانا اول المسلمین) اسکو نفل نماز میں ثنا کے ساتھ ملا دے اور متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہر کہ تحریمہ سے پیشتر اسکو کہہ لے اور راجح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہر کہ نماز
فاسد ہو جاتی ہر اسلیے کہ انا اول المسلمین اسکی طرف سے جھوٹ ہوتا ہر بحر الرائق میں لکھا کہ احادیث صحیحہ میں اسکا پڑھنا ثابت ہر تو مفسد نماز نہیں ہو سکتا علاوہ اسکے
جھوٹ اسوقت ہو کہ نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہو اسکی غرض تو صرف تعبد تلاوت ہر تو جھوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی ولقطہ الا اذا شرع الامام فی القراۃ سواء کان
مسبوقا او مدرکا وسواء کان امامہ یجہر بالقراۃ اولا فانہ لا یاتی بہ لما فی النہر عن الصغری ادرک الامام فی القیام یثنی ما لم یبدا بالقراۃ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ثنا پڑھے
مگر جب امام قرات پڑھنے لگا ہو تو اسوقت مقتدی ثنا نہ پڑھے خواہ مقتدی کچھ نماز ہو جانے کے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہو اور برابر ہر کہ امام
قرات پکار کر پڑھتا ہو یا نہیں اسلیے کہ نہر الفائق میں صغری سے منقول ہر کہ امام کو مقتدی نے قیام میں پایا تو ثنا پڑھے جبتک کہ امام نے قرات شروع نہ کی ہو طحطاوی
نے حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تھا کہ جب امام آہستہ پڑھنے کی صورت میں قرات شروع کر دے تب بھی ثنا کا پڑھنا جائز ہو اسلیے شارح نے
متن کی عبارت کو قول صحیح کیطرف پھیر دیا قیل فی المخافتۃ یثنی اور بعضوں نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑھنے کی صورت میں ثنا پڑھ لے حلبی نے اس قول کے
ضعیف ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہر کہ جب مقتدی سے امام کے پیچھے قرات ساقط ہو گئی جو فرض تھی تو ثنا جو نفل ہر بطریق اولی ساقط ہونی چاہیے ولو ادرکہ راکعا او ساجدا
ان اکبر رایہ انہ یدرکہ اتی بہ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑھ کر امام سے ملجائیگا تو ثنا پڑھ لے طحطاوی نے شرنبلالی
سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع میں پایا تو تحریمہ کہکے رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ میں پاوے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑھے اور سجدہ میں شریک
ہو اور یہی حال قعدہ کا ہر وکما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذہب اور جب کہ دعا شروع یعنی ثنا کی پڑھ چکے شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کی لفظ سے
بنا بر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑھے بدون اس بات کے کہ ثنا میں اور اسمین تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑھے اور اعوذ باللہ کہے استعیذ باللہ نہ کہے
اگرچہ ہدایہ میں استعیذ لکھا ہر سرا قید للاستفتاح ایضا فہو کالتنازع اعوذ پڑھے آہستہ شارح نے کہا کہ سرا ثنا پڑھنے کی بھی قید ہر یعنی دونوں کو آہستہ پڑھے

تو یہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے ہین فاعل اور مفعول ہونے مین ویسے لفظا سرا و وضعلون تعوذ اور قراءۃ کے اجا
دونون کی قید واقع ہوا ہی تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلیے نکہا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال مین ہوتا اور یہان حال و مفعول
مطلق فعل محذوف کا فالقراءۃ فلو تذکرہ بعد الفاتحۃ ترکہ ولو قیل کما لہا التعوذ ینبغی ان یسأنفہا ذکرہ الحلبی اعوذ پڑہے قرارت کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا نہ پڑھنا
یاد پڑا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے کے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑہے اور چاہیے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑہے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم شامی کہتے
تہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ مین مذکور ہی حلبی نے اسکو بے موقع سمجھ لیا اسلیے ایسا لکھا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ قرارت کو جو فرض ہی چھوڑ کر اعوذ پڑہے جو سنت ہی مجتبیٰ اس
باب مین وہ ہی جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہی کہ اگر تکبیر کے بعد قرارت شروع کردے اور ثنا اور تعوذ کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلیے کہ انکے پڑھنے کا موقع
جاتا رہا ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استاذہ ذخیرہ ای لا یسن فلیحفظ اور اعوذ نہ پڑہے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑہے کذا فی الذخیرہ یعنے اعوذ پڑھنا اسکو
مسنون نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا قرارت قرآن کے لیے مسنون ہی اسلیے اور عبارت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا فیاتی بہ المسبوق عند
قیامہ لقضاء ما فاتہ لقراءتہ لا المقتدی لعدمہا پس اعوذ پڑہے مسبوق جسوقت کھڑا ہو اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑہے اسلیے کہ اسکو باقی نماز مین قرارت
پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑہے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قرارت کے ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءتہ بعدہا اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچھے
پڑہے بوجہ قرارت پڑھنے کے بعد تکبیرون کے م طرفین کے نزدیک اعوذ قرارت کا تابع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع تو انکے نزدیک ثنا کے بعد پڑھنا
چاہیے اس صورت مین تکبیرون سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ مین اسکو اصح کہا ہی مگر قاضی خان اور ہدایہ و کافی وغیرہا کا مختار طرفین کا قول ہی اور ترجیح
منیہ مین کہا کہ اسکو ہم لیتے ہین کذا فی الشامی وکما تعوذ سمی غیر المؤتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ ووضوء سرا فی اول کل رکعۃ ولو جہریۃ اور بفور اعوذ پڑھنے کے
غیر مقتدی یعنے امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو مین مطلق ذکر کافی ہی خصوصیت بسم اللہ کی نہین
بسم اللہ کہے ہر رکعت کے شروع مین آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی قرارت نہین پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع
مین اسلیے بسم اللہ پڑہے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہی اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہی کہ بسم اللہ سری نماز مین پڑہے نہ جہری مین حالانکہ یہ
قول غلط ہی کذا فی الطحطاوی لا تسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا نہین مسنون ہی بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مین مطلق خواہ
پہلی ہی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو اور نہین مکروہ ہی بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونیکی یہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ
سورہ کی آیت ہی تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبیٰ مین تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہی وما صححہ الزاہدی من وجوبہا
ضعفہ فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنے الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہی اسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہی اسوجہ سے کہ مخالف ظاہر مذہب
کے ہی جو متون اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہی اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہ ہی کہ دونون قول ترجیح ہین وہی آیۃ واحدۃ من القرآن کلہ انزلت للفصل
بین السور اور بسم اللہ ایک آیت ہی تمام قرآن مین سے اتری ہی سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لیے مذکور ہی فما فی النمل
بعضہا یعنی جو سورہ نمل مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی وہ آیت کا ٹکڑا ہی بالاتفاق یعنے شروع آیت انہ من سلیمان سے ہی اور انتہا واتونی مسلمین پر ولیست من
الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا جز نہین اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول مین ہم شارح کو مناسب تہا کہ من الفاتحۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تا
حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ انہنے لکھا ہی کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہی اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو انکے
خلاف دفع کرنیکو غیر الاصح کہنا فقہا کا دستور نہین فتحرم علی الجنب ولم تجز الصلوۃ بہا احتیاطا پس بسم اللہ پڑھنا حرام ہی جنبی کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہین
جائز ہی صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے ہم شامی نے کہا کہ احتیاطا دونون مسئلون کی علت ہی یعنے چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانے کے قرآن اسکا جز معلوم ہوتی ہی

اسلیے احتیاطاً اسکو پڑھنا جب کہ حرام ہو اور ماسوا اسکے یہ کہ امام کہ جسکو قرآن نہیں کہتے تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ٹھہرا اسیلیے احتیاطاً آیت ہونی کی
جس سے نماز جائز ہو لیکن قرآنیت قرات یقینی ہو وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا ہو گی وہم یکفر جاحدہ بالشبہۃ اختلاف مالک فیہا اور بسم اللہ کا منکر
کافر نہیں ہو جیسے کہ آمین امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہو یعنی اس شبہہ سے کسی قرآن ہونے اگر آیت کا منکر کافر ہوتا تو کما سمی قرآ المصلی اماماً او منفرداً
الفاتحۃ اور بسم اللہ پڑھتے ہیں نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑھے وقرا بعدہا وجوباً سورۃ او ثلث آیات او کلمۃ تعدیہ
او آیتان تعدل ثلث آیات قصار انتفت کراہۃ التحریم وکرہ الطبی ولا تنتفی التنزیہیۃ الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورۃ
قرآن کی یا تین آیتیں اور اگر ایک آیت یا دو آیتیں برابر ہوں تین چھوٹی آیتوں کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہے اسکو طبی نے اور کراہت
تنزیہی دور نہوگی مگر مسنون قرات سے ہم سورۃ کہنے سے اشارہ ہو اگر الحمد کے بعد فرضوں میں افضل ایک ہی سورۃ کا پڑھنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑھیگا
تب بھی کراہت نہیں اور قرات مسنون یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی
وامن بمد او قصر وامالۃ اور آمین کہے الف کی مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ اور امالہ کے ساتھ ہم آمین مد کے ساتھ بروزن یاسین ہے اور قصر کے ساتھ امین
بروزن قرین ہے اور امالہ کے ساتھ یمین بروزن یہ کہیں ہے ان تینوں طرح سے کہنا جائز ہے ولا تفسد بمد مع تشدید او حذف یاء بل بالقصر مع احدہما او بمد معہما
وہذا مما انفردت بتحریرہ اور نماز فاسد نہیں ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف ی کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور
مد دونوں کے ساتھ اور یہ وہ تنقیح ہے کہ اسمیں میں ہی تنہا ہوں اور کسی نے نہیں بیان کی ہم حاصل یہ ہے کہ آمین کی آٹھ صورتیں شارح نے بیان کیں پانچ سے
نماز فاسد نہیں ہوتی اور تین سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے نہیں ہوتی انمیں سے تین تو اوپر بیان کر دیں مع انکے وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے
ساتھ اور میم کو شدہ پڑھنا یعنی آمّین بروزن ضالین پانچویں صورت الف کو مد پڑھنا اور ی کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن ضامن تو ان پانچوں
صورتوں میں نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ قرآن میں یہ الفاظ یعنے امین اور آمین اور آمن موجود ہیں اور امالہ بھی جائز ہے اور تین صورتیں نماز کی مفسد ہیں
اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید میم یعنی امّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف ی یعنے امن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید اور حذف
دونوں کے ساتھ یعنے آمّن یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں اسلیے مفسد ہیں طبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہگئی یعنے الف کو مقصور پڑھنا تشدید
اور حذف دونوں کے یعنے امّن تو اگر شارح یوں کہتا او بمد او بقصر معہما تو سب آجاتے الامام سراً کالماموم والمنفرد ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ فی
نحو جمعۃ وعید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز سری میں ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی
سے یا بواسطہ سنے مثل جمعہ اور عید میں یعنے انبوہ کثیر کی جماعت میں امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے ہم امام مالک کے نزدیک
آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک امام و مقتدی دونوں پکار کر آمین اسلیے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہیں اور بعضوں نے کہا
مقتدی نماز سری میں آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین سنے کذا فی الشامی واما حدیث اذا امن الامام فامنوا فمن التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ بل
یحصل بتمام الفاتحۃ بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور یہ جو صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا
فرشتوں کے آمین کہنے سے موافق پڑیگا اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو آمین مقتدیوں کا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہے اسلیے امام سے سننے پر
موقوف نہ رہیگا بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہیں سو جسکی آمین
موافق ہوگی فرشتوں کی آمین کے اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے ہم یعنے صحیحین کی حدیث
سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہیں اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہیں حالانکہ یہ حدیث کے

مخالف ہی تو شارح اسکا جواب دیتا ہی کہ حدیث مین آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہی یعنے جگہ آمین کہنے کی مقرر کردی ہی بدلیل دوسری حدیث کے
کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہی کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے سننے پر موقوف نہین بلکہ الحمد کی تامی
معلوم کرنے پر ہی خواہ امام سے سنکر تامی کا علم ہو یا مقتدی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطا ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع پھر قرارت سے فارغ ہوتے ہی رکوع
کے لیے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہ ہی کہ جھکنا اور اللہ اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہون ولا یکرہ وصل القراۃ بتکبیرۃ اور مکروہ نہین قرارت کا ملا دینا
رکوع کے اللہ اکبر مین یعنی آخر حرف قراءت کو لام اللہ اکبر مین ملانا مکروہ نہین مثلاً سورہ نشرح کا خاتمہ فارغب پر ہی تو اگر اسکی بٓ کو اللہ اکبر مین زیر سے ملا کر پڑھیگا تو
مکروہ نہوگا ہم شامی نے تاتارخانیہ سے اس باب مین یہ تفصیل ذکر کی ہی کہ اگر آخر سورہ مین ثنا ہو مثلاً کبرہ تکبیرا تو ایسی صورتمین ملانا بہتر ہی ورنہ جدا کرنا بہتر ہی جیسے
سورہ کوثر کا اخیر کہ اُسکو ملانا بہتر نہین ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحنا لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر قرارت مین سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور
اُسکو جھکنے کی حالت مین پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہی معتمد وہی ہی کہ سب قرارت کو پوری کرکے رکوع
کرے ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے دونون ہاتھون کو دونون زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھون کی انگلیون کو پھیلا دے
تمکن کے لیے یعنی تاکہ گھٹنون کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھون کا رکھنا اور انسے گھٹنون کا پکڑنا اور انگلیون کا کشادہ رکھنا سنت ہی ویسن ان یلصق
کعبیہ وینصب ساقیہ ویبسط ظہرہ ویسوی ظہرہ بعجزہ غیر رافع ولا منکس راسہ اور مسنون ہی رکوع مین اپنے دونون ٹخنون کا ملانا اور دونون پنڈلیون کا سیدھا
کھڑا رکھنا اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کے برابر رکھنا بدون سر کے اُبھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بھی کمر کے برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیون کو کمان کیطرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہین مکروہ ہی اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ یسن کو یضع کے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور زانو کے پکڑنے وغیرہ مسنون
کو شامل ہوتا اور یہ سب سنتین مردون کے حق مین ہین اور عورتین رکوع مین تھوڑا جھکین اور انگلیان نہ پھیلا دین بلکہ ملی رکھین اور ہاتھ گھٹنون پر رکھین یعنی
پکڑنا انکو مسنون نہین اور اپنے گھٹنون کو جھکا لین اور بازوون کو علیحدہ نکرین ویسبح فیہ واقلہ ثلثا فلو ترکہ او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع مین تسبیح کہے اور کمتر
تسبیح تین بار ہی پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا ہم امام احمد کے نزدیک ایکبار تسبیح واجب ہی اور حلبی بھی وجوب کیطرف مائل ہی تو تسبیح
ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قراءۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ اور مکروہ تحریمی ہی رکوع یا قرارت کا
دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز مین ملجاے یعنے اگر امام اُسکو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اس صورتمین طول بقدر
ہی کہ دوسرے مقتدیون پر بار نہو اور لفظ لا باس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہی ولو اراد التقرب الی اللہ تعالی لم یکرہ اتفاقا لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریا فینبغی
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قرارت یا رکوع سے صرف اللہ تعالی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق مگر خاص تقرب الٰہی کی نیت
ہونی کمیاب ہی اور یہ مسئلہ مسمی بہ مسئلہ نمود ہی تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان مما یبتنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع والسجود
قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک رکوعین اور جان لو کہ ارکان مین امام کی پیروی لازم ہونے پر
یہ مسئلہ مبنی ہی کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اُٹھایا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہی یعنی
جسقدر تسبیح رہگئی ہو اُسکو ترک کرکے امام کے ساتھ ہی سر اُٹھاے اور یہی طرح حکم ہی اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحین پوری ہونے سے پیشتر سر
اُٹھا لیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہی یعنی پھر سے رکوع مین چلا جاے اگر نجائیگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہ دو رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا
رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہی نہ جداگانہ مستقل کذا فی الحلبی بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام المؤتم التشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز
بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اُٹھنے کے کہ مقتدی کی التحیات پوری کرنے کے پیشتر مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو

امام کے پیچھے واجب ہونے التحیات کے اور اگر التحیات پوری کر چکا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گا تو جائز ہو گا۔ اس سبب سے
کہ جیسے التحیات واجب ہے متابعت بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کر کے دوسرے کو کرنا با کراہت درست ہو گا کذا فی البحر اور اگر بھی سے کہا کہ نماز درست ہو گی
کراہت تحریمی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل نہ جاتی رہیگی بلکہ اسمین تاخیر واقع ہو گی اور متابعت کرنے سے التحیات کا بقیہ فوت
ہو جائیگا اور پوری تقریر شامی مین ہے ولو سلم والمؤتم فی ادعیۃ التشہد تابعہ لانہا سنۃ والناس عنہا غافلون اور اگر امام سلام پھیرے اور مقتدی تشہد کی
دعائین پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ دعا مسنون ہین واجب نہین کہ انکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ اس امر سے غافل ہین یعنے دعائین پڑھتے
رہتے ہین امام کے ساتھ سلام نہین پھیرتے سنت کے لیے واجب مین تاخیر کرتے ہین شامی نے کہا کہ دعا مین درود بھی داخل ہے ثم یرفع رأسہ
من رکوعہ سمعا پھر رکوع سے اپنا سر اٹھا دے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے نہ جھکے ہوئے نہ سیدھا ہو کر
ولو لحنیۃ لو ابدل النون لاما لفسد ولو الحیۃ مین ہے کہ اگر نون کو لام سے بدلا کر کہا یعنی لمن حمدہ کی جگہ لمل حمدہ کہیگا تو نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ معنی لغو ہو گیا
شامی نے کہا کہ نیۃ الاصلی مین ہے کہ فاسد نہ ہو گی علی شاہد میں نے کہا کہ انکا حکم تو تلے آدمی کا سا ہے یعنے اگر قادر ہو گا صحیح کہنے پر تو فاسد ہو گی ورنہ یقینا نجزم
اوتحریک قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی ہ پر جزم یا حرکت سے اسمین دو قول ہین یعنی جو لوگ اس ہ کو سکوت کے لیے کہتے ہین وہ جزم پر وقف کرتے ہین اور
جو ضمیر کہتے ہین وہ ضمہ اشباع کے ساتھ کہتے ہین کذا فی الشامی ویکتفی بہ الامام وقالا یضم التحمید سرا ویکتفی بالتحمید المؤتم اور کفایت کرے سمع اللہ لمن
حمدہ پر امام اور صاحبین نے کہا کہ ملاوے ربنا ولک الحمد آہستہ سے ملا وے اور کفایت کرے ربنا ولک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث
مین وارد ہوا ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو وفضلہا اللہم ربنا ولک الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللہم فقط اور تحمید کے کلمات میں سے افضل اللہم
ربنا ولک الحمد ہے پھر حذف کرنا واو کا یعنے اللہم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللہم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا ولک الحمد شامی نے کہا کہ اسکے بعد چوتھی صورت
یہ ہے کہ اللہم اور واو دونون محذوف ہون یعنے ربنا لک الحمد اور واو مین اختلاف ہے بعض زائد کہتے ہین اور بعض واو عطف ویجمع بینہما لو منفرد اعلی المعتمد
یسمع رافعا ویحمد مستویا اور ان دونون کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو مذہب معتمد پر یعنے سمع اللہ لمن حمدہ کہے سر اٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہو کر ویقوم
مستویا لما مر من انہ سنۃ او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اسوجہ سے کہ پیشتر گذری کہ یہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض یعنی سنت ہے بقول طرفین اور
واجب ہے بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض ہے بقول امام ابو یوسف رح کے کذا فی الطحطاوی ثم یکبر مع الخرور ویسجد وضعا رکبتیہ اولا
لقربہما من الارض ثم یدیہ الا لعذر ثم وجہہ مقدما انفہ لما مر فکیفیہ اعتبار الآخر الرکعۃ باولہا ضاما اصابع یدیہ لتتوجہ للقبلۃ پھر اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی اور
سجدہ کرے اسطرح کہ اپنے دونون گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہین پھر اپنے دونون ہاتھ رکھے مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنون سے
تو مضائقہ نہین پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اسطرح کہ پہلے ناک ہے اُسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک بہ نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے پیشانی کو رکھے دونون
ہتھیلیون کے بیچ مین ایسے طور پر کہ انگوٹھے کا نون کی لو کے برابر ہو جائین واسطے اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اُسکے اول پر یعنے جیسے شروع رکعت اول مین
تحریمہ کے وقت سر دونون ہتھیلیون کے بیچ مین تھا آخر مین بھی ویسا ہی ہو جاوے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتون کو اول پر قیاس کر لیا جیسین تحریمہ ہے
اور دونون ہاتھون کی انگلیون کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کیطرف متوجہ رہین وبعکس نہوضہ اور عکس کرے سجدہ سے اُٹھنے مین یعنی سجدہ سے سر اٹھانے مین اول پیشانی
اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے وسجد بانفہ ای علی ما صلب منہ وجبہتہ حدہا طولا من الصدغ الی الصدغ وعرضا من اسفل الحاجبین الی القحف اور سجدہ
کرے اپنی ناک سے یعنی ناک کے اُس مقام سے کہ سخت ہے طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ مین اکتفا کرے تو جائز نہو گا بالاتفاق
اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول مین ایک کنپٹی سے دوسری تک اور عرض مین دونون بھوؤن سے لیکر کھوپڑی تک اور جنھون نے

پیشانی کی یہ لکھی ہو کہ بھوؤن کے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہو اور یہ حد واضح تر ہو کذا فی الشامی ووضع اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا
اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہو اور بعضون نے کہا فرض ہو جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہو اگرچہ قلیل ہو حم کہین اختلاف ہو کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا
رکھنا فرض ہو یا کسیقدر کا اور راجح دوسرا قول ہو مگر اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہو مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہو کہ پیشانی کی سب اطراف کا
رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصارہ فی السجود علی احدہما ومنعا الاکتفاء
بالانف بلا عذر والیہ صح رجوعہ وعلیہ الفتوی کما حررناہ فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہو اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور صاحبین نے
منع کیا ہو ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کیطرف صحیح ہوا ہو رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہو کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا
نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اسکی تنقیح کی ہو وفیہ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والالم تجز والناس عنہ غافلون اور شرح ملتقی مین ہو کہ
فرض ہو پانون کی انگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف ورنہ سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین حم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ
مین دونون پانون زمین سے اُٹھ جائینگے تو سجدہ درست نہوگا اور اگر ایک اُٹھ جائیگا تو درست ہوجائیگا اور اسی پر فتوی ہو اور برجندی اور قہستانی
مین ہو کہ قبلہ رخ رکھنا پانون کی انگلیون کا سنت ہو اور اس سنت کا ترک مکروہ ہو کما یکرہ تنزیہا بکور عمامتہ الا لتعذر وان صح عندنا بشرط کونہ علی جبہتہ
کلہا او بعضہا کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہو سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہو بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو
یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہو یعنے اگر پیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اُسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہو نہ یہ کہ سر کے بیچ
پر ہو اسلیئے کہ اُسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہو اما اذا کان الکور علی راسہ فقط وسجد علیہ مقتصرا ای ولم تصب الارض جبہتہ ولا
انفہ علی القول بہ لا یصح لعدم السجود علی محلہ اور جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اُسپر اکتفا کرکے یعنے زمین کو نہ اسکی پیشانی
لگے اور نہ ناک اُس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہو سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہو
تو جب یہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہو وبشرط طہارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین یہ
شرط ہو کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین حم شامی نے کہا کہ زمین کے
حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہو کہ اگر نمازی سجدہ مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمہ او فاضل ثوبہ صح لو المکان الذی یلیہ طاہرا
وکذا طاہر والا لا لعدم سجودہ علی طاہر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچھے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین
یا بچھا ہوا کپڑا پھیلا ہو وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ
کرنے سے بالاتفاق درست ہوجائیگا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہو گو دوبارہ
پاک جگہ پر کرے تو یہ بیان اُسکے مخالف ہو اور یہ جو فرق کیا گیا ہو کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہو اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہو تو یہ وجہ بعید ہو
وکذا حکم کل متصل ولو بعضہ ککفہ فی الاصح وفخذہ ولو بعذر لا رکبتیہ لکن صحح الحلبی انہا کفخذہ اور اسی طرح حکم ہو ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اُسپر
سجدہ صحیح ہو بشرطیکہ اُسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز ہو مثل اُسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اُسکی ران اگر کسی عذر سے
ران پر سجدہ کرے مثلاً پشت کے درد کی وجہ سے نہین صحیح ہو سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہو کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہو یعنے عذر سے
اُسپر سجدہ درست ہو اور بلا عذر دونون پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمہ تراب او حصاۃ او حرارۃ
بردلانہ ترفع اور مکروہ ہو بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلیئے کہ یہ فعل تکبر ہو

[illegible] تو پڑھے تو بھی صحیح ہو اور سجدہ والا کپڑا ترجمہ نماز میں ... اس پر جو کچھ ... آیا اور نماز ... اور کپڑا
[illegible] ہو تو جو کچھ ... نجاست نہ لگے تو پھر مضائقہ نہیں اور اس صورت میں کپڑا اگر وہ کپڑا جو اور اگر نجاست خوف کرے
[illegible] ... عادت ... سے زمین پر کرا اگر بچھا تا اور سجدہ کرنے میں سنگ ... اپنے ... ہو
[illegible] ... سے ... دو کرنے کو ہو تو مکروہ نہیں کہ اس کی حفاظت ... سو کر ... کے
[illegible] کی ... ہو نے کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لیے ہم پہنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک
چھوٹا بوریا ہاتھ کا ساتھ رہتا تھا جس پر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظم سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے کہا
... کہا کہ ... آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے مجھی سے سیکھے ہو اور مجھی کو سکھاتے ہو کیا تم چٹائیوں پر نماز نہیں پڑھتے اسکا
کہ پڑھتے تو ہیں آپ نے فرمایا کہ کسی پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور خرقہ پڑنا جائز نہیں زمین پر آئی بچھی ہوئی چیز پر سجدہ جن بالاجماع کراہت نہیں جو نماز کی
... لو بسط ... جبل ... تحت قدمیہ ... وقرب للتواضع اور اگر نماز کے لیے تپاکر بچھاوے تو دے کے اپنے پاؤن کے
نیچے کرے اور سجدہ دامنکے دامن پر کرے اسلیئے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر دامن کی نجاست کا وسوسہ
ڈالا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وان سجد للزحام علی ظہر … ہو قید احترازی لم … مصل صلوتہ التی ہو فیہا جاز للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سے سجدہ
کرے پشت پر پڑھنے والے اسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہے اسی کے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ
شارح نے کہا کہ پشت کی قید احترازی ہے یا نہیں اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا طحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہے کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث
رانون پر درست ہے لیکن تو قید مذکور اتفاقی ہے وان لم یصلہا بل صلی غیرہا او لم یصل اصلا وکان فرجۃ لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ
اُسکے سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہے مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لیے موجود ہے تو ان صورتوں
میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہوگا وشرط فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبی سجود المسجود علیہ علی الارض فالشروط خمسۃ اور شرط
کیا ہے کفایہ میں سجدہ کرنے والے کے دونوں گھٹنوں کا ہونا زمین پر اور مجتبی میں شرط کیا ہے سجدہ کرنا اُس شخص کا زمین پر جسپر سجدہ کیا جاسے تو کل شرطیں
جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنے اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لیے نہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوم سجدہ کرنے والے اور جسپر سجدہ کیے گئے کا
ایک نماز میں شریک ہونا چہارم سجدہ کرنے والے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا پنجم مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز علی الفخذ ...
... الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی غیر الظہر کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے کہ دوسرا شخص تیسرے کی پشت پر
سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والے کی پشت پر کرے بلکہ ہر ایک کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونوں رانوں پر بعذر
انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہے غرضکہ قہستانی کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنے والے کے لیے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے جلابی سے
نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں تاخیر کرے یہانتک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اُس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت نہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع
القدمین بمقدار اللبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ کی نسبت کہ دو کھڑی اینٹوں کے
برابر اونچی ہو تو اُسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث سے جیسا کہ مذکور ہوا کہ
انبوہ کی حالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹوں کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے المراد لبنۃ بخارا وہی ربع ذراع ...
... ارتفاعہا نصف ذراع ... عشرۃ اصابع ذکرہ الحلبی اور دو اینٹ سے مراد بخارا کی اینٹ ... [illegible]

انگشت ہوتی ہو تو مقدار دونون کی اونچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے مع یہ بلندی ایک بالشت کی ہوتی ہو **مستویا الرأس**
ویظہر عضدیہ فی غیر زحمۃ ویباعد بطنہ عن فخذیہ لیظہر کل عضو بنفسہ بخلاف الصفوف فان المقصود اتحادہم حتی کانہم جسد واحد اور ظاہر کرے اپنے دونون بازؤن کو بدون ازدحام ہونے کی صورت مین اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونون زانوؤن سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جاے یعنے ایک کو دوسرے پر سہارا نہ رہے بخلاف صفون کے کہ اُنکے اندر اپنے بازو چپٹائے رکھے علٰحدہ نکرے اسلیے کہ مقصود صفون سے سب لوگون کا ایک ہو جانا ہو یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہین اور یہ مقصود بازوون کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہو **ومستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ وکرہ ان لم یفعل ذلک** اور متوجہ کرے اپنے پانون کی انگلیون کے سرون کو قبلہ کیطرف اور مکروہ تنزیہی ہو اگر قبلہ رخ نہ کریگا اسلیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہو
کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہو اگر ایک پانون کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اُٹھا لیا امام طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ کراہت تحریمی ہو اسلیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہو تو اُسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا **ویسبح فیہ ثلاثا کما مرّ** اور تسبیح پڑھے یعنے سبحان ربی الاعلٰی کے سجدہ مین تین بار چنانچہ اوپر گذرا رکوع کے بیان مین کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا **والمرأۃ تخفض فلا تبدی عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا** لانہ استر وحررنا فی الخزائن انہا تخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ مین پست ہو یعنی اپنے بازوون کو ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکھے اسلیے کہ یہ امر اسکے لیے زیادہ پردہ کا ہو اور ہمنے خزائن الاسرار مین لکھا ہو کہ عورت مرد کے مخالف ہو پچیس باتون مین مترجم شامی مین اُن مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہو ۱ عورت تحریمہ مین ہاتھ اُٹھاوے اپنے شانون کے برابر ۲ ہاتھ آستینون سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵ رکوع مین تھوڑا جھکے ۶ رکوع مین ہاتھون پر سہارا نہ دے ۷ رکوع مین ہاتھون کی انگلیون کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع مین ہاتھ گھٹنون پر رکھے انکو پکڑے نہین ۹ اپنے گھٹنون کو رکوع مین جھکاے ۱۰ رکوع مین سمٹی رہے ۱۱ سجدہ مین اپنی بغلین نہ کھولے یعنی اسمین بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ مین اپنے دونون ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات مین دونون پانون داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات مین ہاتھون کی انگلیان ملی رکھے ۱۵ جب کوئی امر نماز مین پیش آوے تو تالی بجاوے یعنی مردون کی طرح سبحان اللہ نکہے ۱۶ مرد کی امامت نہ کرے ۱۷ عورتون کی جماعت مکروہ ہو ۱۸ عورتون کی جماعت مین امام عورت بیچ مین کھڑی ہو نہ آگے بڑھکر ۱۹ اسکو مکروہ ہو اُسکا حاضر ہونا جماعت مین ۲۰ مردون کے ساتھ مین عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض نہین لیکن اگر پڑھ لیگی تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہین ۲۳ عورت پر ایام تشریق مین نمازون کے بعد تکبیر واجب نہین ۲۴ عورت کو مستحب نہین کہ نماز فجر خوب اُجالا ہونے کے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری مین پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہو اُنکے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہو کہ عورت پانون کی انگلیون کو سجدہ مین کھڑی نہ رکھے طحطاوی نے دو باتین اور زیادہ کی ہین کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد مین اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتون کی مردون سے صرف نماز مین ہو ورنہ عورت بہت سے مسائل مین مردون سے علٰحدہ ہو جنکا بیان اشباہ کے احکامات مین ہو **ثم یرفع راسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراہۃ ادنٰی ما یطلق علیہ اسم الرفع** کما صححہ فی المحیط لتعلق الرکنیۃ بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اُٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہو سر اُٹھانے مین کراہت تحریمی کے ساتھ اتنا کم سر اُٹھانا جسپر نام اُٹھانے کا بولا جاے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہو محیط مین اتنا اُٹھانا کافی ہو بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنی کے ساتھ مثل تمام ارکان کے یعنے ادنی بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک اُٹھانا رکن ہو اُنکے نزدیک بھی سب ارکن پائے جائینگے **بل لو سجد علی لوح فنزع فسجد بلا رفع اصلا صح** بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اُٹھانیکے تو صحیح ہو

[illegible] ... نبی ... صحیح ... [illegible]

[illegible] ... تب تو سر اٹھانا صحیح ہے ... ہمارے اتفاق ... [illegible] ... سجدہ ...

والرفع منہ محمد علیہ الفتوی ... تو سر اٹھانے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ پورا

ہو جاتا ہے ... اگر کچھ زیادتی کوئی بے وضو ہو جائے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کو اعادہ کرنا چاہیے اور امام ابو یوسف کے

نزدیک ... چاہیے کذا فی البحر ... جیسے سجدہ تلاوت سر اٹھانے سے پورا ہوتا ہے بالاتفاق امام ...

کے کذا فی ... کہا کہ تو فرق ... کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدہ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیوں نہیں ہوتا اور نماز کا سجدہ کیوں ہو جاتا

وجلسۃ بین السجدتین مطمئنا ... قنیہ کو لفظ قنیہ یعنی اور بیٹھے دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان اللہ

کہنے کے اس دلیل کے باعث کہ ... ہو تکلی بیٹھنے یہ جلسہ یا سنت ہے یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر جیسے التحیات میں رکھتے

ہیں کذا فی منیۃ المصلی ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذہب وما ورد

محمول علی النفل اور دونوں سجدوں کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون نہیں اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہیں اور ایسا ہی نہ پڑھے

اور سجدہ میں تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے بموجب معتمد مذہب کے اور جو ذکر یا دعائیں کہ ان مواضع میں وارد ہیں وہ نفل نماز پر محمول ہیں اور دعا دونوں سجدوں کے

درمیان ابو داؤد کی حدیث میں یہ وارد ہے اللھم اغفر لی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہے اللھم ربنا لک الحمد ملء السموات

وملء الارض وملء ما بینہما وملء ما شئت من شیء بعد اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد

روایت کیا ہے اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور بیچ رکوع کی دعا کو مسلم نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللھم لک

رکعت وبک امنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اور اسی حدیث میں دعا سجدہ کو روایت کیا ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے

اللھم لک سجدت وبک امنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین تو شارح کہتا ہے کہ یہ دعائیں نفل پر محمول ہیں یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلوں میں پڑھا کرتے تھے تو نفل نماز میں یہ دعائیں مستحب ہیں نہ فرض میں شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں

کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہیں گو مشائخ نے اسکی تصریح نہیں کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں اور قرات اور تسبیح اور تکبیر اور فرضوں اور نفلوں میں

یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنہوض

علی صدور قدمیہ بلا اعتماد وقعود استراحۃ ولو فعل لا باس بہ اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہے اٹھنے کے لیے اپنے دونوں پاؤں کی چھاتی کے بل بدون زمین پر

سہارا دیے اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر سہارا دیگا تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے مگر شارح کی عبارت سے

استراحت کا بیٹھنا بھی ہو سکتا ہے لیکن کہیں یہ نقل ہے کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہے ویکرہ تقدیم احدی رجلیہ عند النہوض اور مکروہ ہے اٹھنے

کے وقت اپنا ایک پاؤں آگے بڑھانا والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انہ لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیہا ولم یشرع الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہے ان باتوں میں جو

گذر گئیں یعنی ارکان اور واجبات اور سنن میں دونوں یکساں ہیں بجز اسکے کہ دوسری رکعت میں ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار مشروع ہے یعنی

ولا یسن موکدا رفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظرا للسعی اور مسنون نہیں تاکید کے ساتھ اٹھانا اپنے دونوں ہاتھوں کا مگر سات جگہ

میں چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہیں کیونکہ رفع یدین حدیث میں سات جگہ مذکور ہے اور کلام مصنف اور نظم آئندہ میں آٹھ

جگہ ہیں اسلیے شارح نے دونوں میں مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث میں ایک فرمایا ہے اسلیے سات جگہ ہوئیں اور مصنف اور ناظم

نے انکو دو شمار کرکے آٹھ کیا ہے اور سنت مین موکدہ کی قید اسواسطے لگائی تا کہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ مین رفع یدین مستحب ہے وسنت مؤکدۃ ثلثۃ فی الصلوٰۃ تکبیرۃ
افتتاح وقنوت وعید وخمسۃ فی الحج استلام الحجر والصفا والمروۃ وعرفات والجمرات تین تو نماز مین ہین یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید
کی تکبیرون کے لیے اور پانچ حج مین ہین یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات ومزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمرون پر کنکر مارنے
کے وقت ویجمعہا علی ہذا الترتیب بالنثر فقعس صمعج وبالنظم لابن الفصیح ٥ فتح قنوت عید استلم الصفا مع مروۃ عرفات والجمرات ١٠ اور جمع کرتا ہے ان مواضع کو بس
ترتیب مذکور پر نثر مین یہ کلمہ فقعس صمعج یعنے آٹھ حرف ہین جنمین سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم مین ان
جگہون کو ابن فصیح کا شعر جامع ہے فتح یعنے شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنیہ
کالتحریمۃ فی الثلثۃ الاول واما فی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہما نحو الحجر والکعبۃ اور ہاتھون کا اٹھانا
اول کے تین مقامون مین یعنے تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیرون مین اپنے دونون کانون کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول
اور درمیانی جمرون کے کنکر مارنے مین ہاتھون کو اپنے دونون شانون کے برابر اٹھا دے اور ہاتھون کے اندر کیطرف یعنی ہتھیلیان بوسہ مین حجر اسود کیطرف
اور کنکر مارنے مین کعبہ کیطرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اسواسطے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہے گو تین مقامون مین وہ بھی داخل ہے اور جمرۂ اولی اور وسطی کو
اسلیے مخصوص کیا کہ جمرہ اخیرہ کے پاس دعا نہین اسلیے کہ دعا اسی کنکر مارنے کے بعد ہے جسکے بعد کنکر مارنا ہے کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ وعرفات
فیرفعہما کالدعاء والرفع فیہ وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات مین ہاتھون کو اٹھا دے مانند دعا مانگنے کے اور دعا مین ہاتھون کا
اٹھانا اور مینہ کی طلب مین ہاتھ اٹھانا مستحب ہے فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ تو اپنے دونون ہاتھ اپنے سینہ کے
برابر آسمان کیطرف پھیلا دے اسلیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنے جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کریم متعال جس سے
دعا مانگتے ہین وہ اوپر کی جانب ہے کذا فی الطحطاوی اور دونون ہاتھون مین دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحۃ لعذر کبرد یکفی
اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنے ایک طریق دعا کا دعاء تضرع مین جو آگے آتا ہے یعنی خنصر اور بنصر کا
بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ نکرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہ علی وجہہ سنۃ فی الاصح
شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھون کا اپنے منہ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول مین کذا فی الشرنبلالیہ وفی الوتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ یفعل کما مر ودعاء رہبۃ یجعل کفیہ
لوجہہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحتہ ودعاء الخفیۃ ما یفعلہ فی نفسہ اور بحر الرائق کے باب الوتر مین ہے کہ دعا چار طرح کی ہے
اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعاے رغبت مین کرے چنانچہ گذرا یعنی ہاتھون کو آسمان کیطرف پھیلا دے دوسری دعاے رہبت
یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اسمین ہتھیلیون کی پشت اپنے منہ کیطرف کرے جیسے کسی چیز سے زیاد چاہنے والا کرتا ہے شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ظہر کفیہ
اور یہی صواب ہے شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا انتہی اسلیے مترجم نے ترجمہ مین لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعاے تضرع ہے کہ اسمین نہ کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی
چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الہی مین تیرا بندہ عاجز ومسکین ذلیل وحقیر ہون تو ایسی دعا مین اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے
اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعا پوشیدہ ہے جو اپنے دلمین دعا مانگے یعنے اس دعا مین ہاتھ اٹھانا نہین اسلیے
کہ ہاتھ اٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نرہیگی کذا فی الشامی وبعد فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسرے فیجعلہا بین الیتیہ ویجلس علیہا
وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہ فی المنصوبۃ نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونیکے دوسری رکعت کے دونون سجدون سے مرد اپنا بایان
پانون بچھا دے اور اسکو اپنے دونون سرینون کے تلے کرے اور اسپر بیٹھ جاوے اور دہنے پانون کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیون کو کھڑے پانون کی قبلہ کیطرف کرے یہی سنت ہے فرض

اور بعض نے امام محمد سے منقول ہی کہ بچھے پانون کی انگلیون کو بھی قبلہ رخ رکھے جیسے سجدہ مین رکھتی ہین اور نفل مین بہتری قعدہ بیٹھنے کی
کہ اسمین حیثیت قول یہ ہو کہ جیسے چاہے بیٹھے کذا فی البحر ادی ووضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری وبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا جاعلا
اطرافہا عند رکبتیہ ولا یاخذ الرکبۃ ہو الاصح لتتوجہ الی القبلۃ اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایان ہاتھ بائین ران پر اور پھیلا دے ہاتھ کی انگلیان
یعنی تھوڑی سی فرج رکھکر اور کرے انگلیون کے سرے دونون گھٹنون کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہو اسلیے نہ پکڑے تاکہ انگلیان
سب قبلہ رخ رہین کیونکہ پکڑنے کی صورت مین زمین کیطرف متوجہ ہوجائینگی اور ہرچند زانو کو پکڑنا بھی جائز ہو مگر افضل نہ پکڑنا ہی کذا فی الشامی عن الجوہرۃ

ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی کما فی الولوالجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتاخرون

کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام الجد وغیرہم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار
المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہو چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس
اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوون مین ہو مگر قول معتمد وہ ہو جسکی تصحیح کی ہو شارحین نے خصوص متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد
اور انکے سوا اورون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہو ان لوگون نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کیطرف
بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار مین ہو کہ مفتی بہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہو کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیون کو کھلا رکھکر کہا شامی نے
کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہ نہین پایا جاتا کہ اشارہ کرنے مین انگلیان سب کھلی ہون بلکہ غرر الاذکار مین تصریح ہو کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہو سبابہ سے ترپن
کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہین سبابہ کو لا الہ کہنے کے وقت اٹھا دے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور یہی قول ہو امام اعظم
اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہین انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ شرح سے نقل کرنا غلط ہو خلاصہ یہ کہ اس مقام پر حنفیون مین دو ہی
قول ہین ایک یہ کہ تمام التحیات مین اشہد ان لا الہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیان کھلی رکھے اور جب اس کلمے کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی
حرف لا پر سبابہ اٹھا دے اور الا اللہ پر رکھدے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہو اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ مین ثابت ہوا ہو
اور ہمارے تینون اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہو اور یہ جو شارح نے لکھا ہو کہ کھلی انگلیان رکھکر اشارہ کرے اور اس زمانہ کے عوام مین یہی رواج ہو رہا ہو تو مین نے
کسی کو نہین سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بہ تبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین اگلے اور پچھلون کے مخالف ٹھہرا تو

بہتر جمہور علما مین عمل اسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیون کو کھلی رکھکر وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان الصحیح انہ یشیر بمسبحتہ وحدہا

یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ وبقولنا بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی اور شرنبلالیہ
مین برہان سے منقول ہو کہ صحیح یہ ہو کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونون سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے مین انگشت شہادت کو
نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اٹھا دے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور ہمنے جو اس قول مین صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہمنے اس
قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اسکے صحیح نہونے کی یہ وجہ ہو کہ اشارہ نکرنا خلاف ہو عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہمنے اسلیے کہا کہ
اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا اوپر معلوم ہوچکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے
خلاف ہو بلکہ ایسی طرح اشارہ کرنیکا کوئی قائل نہین اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہو یعنی اسلیے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہو اس
نفی اور اثبات کے موافق ہوجاتا ہو جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہو اور یہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلاً عمدہ ہو اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف
پڑتا ہو اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہو کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت مین روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہین

جو کچھ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا اور کتاب الامالی مین منقول ہے کہ امام ابو یوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینون امام اشارہ پر متفق ہو گئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہو گیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کر کے اشارہ نکرے تو وہ قطعا تارک سنت ہوگا وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی مین تحفہ سے منقول ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط مین ہے کہ وہ سنت ہے ہم علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہے کہ متفق ہین ہمارے تینون امامون کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور اسیطرح معدن شرح کنز مین ہے ویقرء تشہد ابن مسعود وجوبا کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ التحیات جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہے اسکو بحرالرائق مین لیکن کلام اورونکا سوائے صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اُس تشہد کے مستحب ہونیکا اور شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہے کہ خلاف افضل ہونے مین ہے اور اسیکے مثل ہے مجمع الانہر مین ہم التحیات کو تشہد اسلیے کہا کہ مشتمل ہے دو شہادتون پر اور عبداللہ ابن مسعود کا تشہد یہ ہے (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) بحرالرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر اُسکے حواشی مین خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز مین واجب ہے لیکن غیر معین واجب ہے نہ خاص اور نہر الفائق مین ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وترون مین دعا قنوت واجب ہے اور الفاظ مخصوصہ اللہم انا نستعینک الخ سنت ہین اور امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر التحیات مین کچھ کمی یا زیادتی کر گیا تو مکروہ ہوگا اسلیے کہ نماز کے ذکر محصور اور معدود ہین اُنسے تجاوز نچاہیے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی ملتفتا ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیاءہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی اور قصد کرے تشہد کے الفاظ سے اُنکے معنی جو بطور انشا کے نمازی کو مقصود ہون یعنی انکا ایجاد اسیوقت تصور کرے اسطرح کہ گویا نمازی اللہ تعالی کو تحیت پہونچاتا ہے اور اپنے نبی اور اپنے نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اُس حال کا ذکر کیا ہے اسکو مجتبی مین ہم یعنی جو قصہ معراج مین واقع ہوا تھا اسکی حکایت کا قصد نکرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوے تو آپکو بیٹھنے کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا (التحیات للہ والصلوات والطیبات) یعنے جیسے کوئی بادشاہون کے پاس جا کر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت پھر مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتین زبانی اور بدنی اور مالی پیشکش کین جناب احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا (السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی یہ ہمارا سلام خاص تمپر ہو ای نبی اور رحمت اور برکتین اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضاے جود وکرم یہ نہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے بے بہرہ رہین عرض کیا (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی سلام خاص ہم سب پر اور اللہ تعالی کے نیک بندون پر ہو علینا مین سب گنہگاران امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت التیام سے محروم نرہے ہو النعم ماقیل ؎ چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان ؛ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ؛ جب ملائکہ مقربین نے یہ جود وکرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ التحیات پڑھنے مین اس قصہ کی حکایت مدنظر نکرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ مین خود اللہ تعالی کے حضور مین تحیت پیش کرتا ہون اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستون پر سلام بھیجتا ہون وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لا حکایۃ سلام اللہ تعالی اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود شخصون یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالی کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چنانچہ مترجم نے جو قصہ مذکور کیا اس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول فیہ انی رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد مین یون فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنی بجاے ان محمدا عبدہ ورسولہ کے انی رسول اللہ کہتے تھے ہم نقل کیا ہے اسکو رافعی نے شافعی لوگون سے مگر حافظ ابن حجر نے اسکو رد کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہین بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسیطرح مروی ہین کہ آپ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہان اگر تشہد سے اذان کی شہادتین مراد ہون تو یہ قول صحیح ہے اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے سفر مین ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری مین سلمۃ بن الاکوع کی حدیث مین بھی مذکور ہے

کہا جب تشہد میں پہنچے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ تو فرمایا کہ نماز کا پورا ہونا ہے اور التحیات میں کچھ [illegible] فی القعدۃ

الاولیٰ [illegible] اور فرض میں التحیات پر کوئی چیز نہ بڑھائے تب بھی سب کے نزدیک ہم [illegible] نے کہا کہ یہ قول شیخین و امام [illegible]

قعدہ اولیٰ میں درود کو [illegible] پر [illegible] کا کہ یہ اتفاق کہ نماز زاد عامہ اگر قعدہ اولیٰ میں [illegible]

[illegible] اور التحیات پڑھنا واجب ہو اور سا بیا و جب علیہ سجود السہو اذا قال اللہم صل علی محمد فقط علی المذہب [illegible]

بل فتح القدیر القیام بعد کہ التحیات میں زیادہ پڑھ دیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا کہ حضرت اللہم صل علی محمد کہا ہو [illegible] سجدہ سہو [illegible]

نہیں ہوتا قیام کے لیے دیر کرنے سے فقط صرف اللہم صل علی محمد اسلئے کہا کہ بعض نے یون کہا کہ جبتک وعلی آل محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور [illegible]

امام نے اور حلبی نے کہا کہ آن پر اکثر ہیں اور یہی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ جبتک تاخیر بقدر ادا کرنے ایک رکن کے نہ ہوگی سجدہ سہو واجب نہ ہوگی [illegible]

اور تاتارخانیہ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر سجدہ سہو واجب نہیں جبتک کہ حمید مجید تک نہ پہونچے [illegible] الا ہو [illegible]

فیترسل للفراغ عند سلام الامام وقیل یتمم وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ اور اگر مقتدی پہلے امام سے تشہد التحیات پڑھ چکے تو چپکا ہو رہے یا [illegible] اور مسبوق قعدہ [illegible]

آہستہ ٹھہر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھنے سے فراغت پاوے اور بعض نے کہا ہے کہ التحیات کو پورا کرے اور چپ ہو رہے اور بعضون نے کہا کہ چپ

رہے کلمہ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ اگر آخر کا ہو تو مسبوق اور مقتدی برابر ہیں [illegible]

الاخیرین بالفاتحۃ فانہا سنۃ علی الظاہر ولو زاد لا باس بہ اور فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دونوں پچھلی رکعتوں کے بعد کی نمازوں میں یعنی تیسری اور چوتھی رکعت میں

اسلئے کہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتوں میں سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر الحمد سے زیادہ نہیں پڑھیگا یعنی سورہ ملا دیگا تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ آگے [illegible]

کہ پچھلی رکعتوں میں قرارت بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے اور الحمد پر اکتفا کرنا سنت ہے واجب نہیں تو اسپر زیادہ ملانا سورہ کا خلاف اولی ہوگا [illegible]

قراءۃ الفاتحۃ وصحح العینی وجوبہا وصحح تلمیذ سکوت قدرہا وفی النہایۃ قدر تسبیحۃ فلا یکون مسیئا بالسکوت علی المذہب لثبوت التخییر عن علی وابن مسعود [illegible]

مختار ہے چاہے الحمد پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپ رہے [illegible]

چپ رہنا بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے یہ نکلا کہ چپ رہنے سے ظاہر روایت کے موجب برا کرنیوالا نہو گا مختار اسلئے ہے کہ اختیار دیا حضرت علی اور

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ہم عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اسکا شامل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ صحیح [illegible] الصارف [illegible]

عن الوجوب اور یہی تخییر پھیرنے والی ہے مواظبت کو واجب ہونے سے ہم یہ جواب اس سوال کا کہ صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر [illegible]

نماز میں پہلی دو رکعتوں میں تو الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور

مواظبت بدون ترک کے دلیل ہے واجب ہونے کی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دو میں واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ دونوں کہتے

تھے کہ نمازی کو پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہیں سکتا تو ان حضرتوں سے [illegible]

ہونا ایسا ہی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا ہو پس یہ تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور میں مواظبت مفید وجوب نہیں اگر مفید وجوب ہوتی تو

اختیار دیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی ولیفعل فی القعود للثانی الافتراش کالاول وتشہد ایضا وصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

قعدہ میں بائیں پاؤں بچھا دے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح افتراش کی قید [illegible]

تاکہ سب احکام سابقہ میں دونوں قعدے یکساں رہتے اور کیفیت درود کی شرح منیہ میں اسطرح مذکور ہے کہ امام محمد سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کیونکر

پڑھیں انھوں نے فرمایا کہ یوں کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی

آل ابراہیم انک حمید مجید) اور یہی طریق درود کا موافق ہی بخاری ومسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی وصح زیادۃ فی العالمین وتکرار انک حمید مجید اور درست ہی زیادہ
کرنا فی العالمین کا یعنے بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم کے ایکبار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابوداؤد کی روایت میں ہی اور پہلے جملہ میں یعنے کما صلیت کے
بعد یہ لفظ احادیث صحیحہ میں ثابت نہیں ہوا کذا فی الشامی اور درست ہی مکرر کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد اور ایکبار کما بارکت کے بعد جیساکہ
اوپر مترجم نے دونون جگہ لکھا ہی وعدم کراہۃ الترحم ولو ابتداء او صحیح ہی نہ مکروہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی میں ہو یعنی اگر بدون اللھم صل علی محمد کے شروع سے اللھم ارحم
محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو مکروہ نہوگا اسیطرح اگر دونون جملہ درود مذکور الصدر پر وارحم محمدا وآل محمد زیادہ کیا تو جائز ہوگا فیض میں کہا کہ اس جملہ کا
ترک کرنا بہتر ہی احتیاطًا اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اسکا بڑھانا بدعت ہی اور اسکی وجہ غالبًا یہ ہی کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی معتبر
طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصرًا وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہی
سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب چلنا ہی پس سیدنا
کہنا بنسبت اسکے چھوڑ دینیکے افضل ہی ذکر کیا ہی اسکو رملی شافعی وغیرہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہی اسلیے مترجم نے اسکو ترجمہ میں نہیں شامل کیا
اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہی اس سے یہ غرض ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین مین تو آپکے لیے سیدنا بڑھانا مطابق نفس الامر
کے اور مقتضاے ادب ہی اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اسمین آٹھ جا سیدنا بڑھاوے کیونکہ چار جا آپ کا نام مبارک ہی اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وما نقل لاتسودونی فی الصلوۃ فکذب وقولہم لاتسیدونی بالیاء لحن ایضاء الصواب بالواو اور یہ جو منقول ہی کہ نماز میں مجکو سید مت کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہی اور بعض نے جو
لاتسیدونی یاے تحتانیہ سے نقل کیا ہی وہ جھوٹ ہونے کے سوا غلط بھی ہی اور صحیح واو سے ہی کیونکہ اسکا مصدر رواوی ہی وخص ابراہیم لسلامہ علینا او لانہ سمانا المسلمین او لان
المطلوب صلوۃ یتخذہ بہا خلیلا اور مخصوص ہوے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ میں بسبب انکے سلام کرنیکے ہم اہل اسلام پر یا اسلیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان
رکھا یا اسوجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہی جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہی کہ صلوۃ وبرکت میں تشبیہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیون دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے نہ دی شارح نے اس سوال کے تین جواب دیے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ
سبب یہ ہی کہ آپنے معراج کی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچانا دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا
خبر دیتا ہی (ہو سماکم المسلمین) تو اسکے عوض میں ہماری طرف سے تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہ ہی کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرے
جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہی اور بعض لوگون نے اور جواب بھی دیے مین منجملہ انکے ایک یہ ہی کہ تشبیہ آپکے ساتھ اسوجہ سے ہی کہ آپ جد امجد ہین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور فضائل میں تشبیہ باپ دادون کے ساتھ مرغوب ہوتی ہی اور ایک یہ کہ آپ باقی رسولون سے افضل ہین اس حدیث سے تشبیہ دیگئی اور ایک یہ کہ اہل اسلام کی ملت آپکی
سے ملتی جلتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ملۃ ابیکم ابراہیم) اور ایک یہ کہ آنحضرت صلعم کو اللہ کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہی (ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا) کذا فی الشامی وعلی ان
فالتشبیہ ظاہر اور راجع لآل محمد او المشبہ بہ قد یکون ادنی مثل مثل نورہ کمشکوۃ اور وجہ اخیر پر یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہی یعنی وجہ شبہ
خلت ہی یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہی جیسے قرآن مجید مین ہی کہ کہاوت نور خدا کی جیسے قندیل مین چراغ ہم یہ بھی جواب
ہی سوال مشہور کا جو علماے قدیم وجدید کرتے ہین اسکی تقریر یہ ہی کہ قاعدہ اکثریہ ہی کہ مشبہ بہ مشبہ سے وجہ شبہ مین اعلی ہوتا ہی اور یہان یہ بات نہین اسلیے کہ جو رحمت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل کو حاصل ہی وہ حضرت ابراہیم اور آپکی آل کی رحمت اور برکت سے اعلی ہی اسلیے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جو کوئی مجھپر ایکبار درود
اللہ تعالی اسپر دس بار رحمت بھیجتا ہی اور اسکی دس برائیان دور کرتا ہی اور دس درجہ بلند کرتا ہی اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق مین وارد نہین تو شارح
اسکا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوۃ خاصہ ہی جو موجب خلت ہی یا یہ کہ تشبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہین مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فائدہ: حضرت ابراہیم کا ہمکو سلام بھیجنا اور ہمارا نام مسلمان رکھنا اسکا بدلہ ہے جو ہم درود مین آپکا ایک ذکر کرتے ہین

یہ کہ شب قدر بھی اسکو کہتے ہیں ... اور شب برات کو شب مبارک اسلیے کہتے ہیں کہ اس رات میں رحمت و برکت کا ہونا جملہ مضمون میں واضح ہے ... چراغ مخصوص ہے

واضح ہو کہ یہ شب ہے ... جس رات میں بیان کیا کہ ... اللہ تعالیٰ نے ... علیہ السلام پر رحمت و برکت کا ہونا جملہ مضمون میں واضح ہے اور مشہور یوں ہے

ہو بیست شب ہو کر دیا گیا کذا فی الشامی وہی فرض ... ماہ شعبان ... مرة واحدة اتفاقا فی العمر ... درود فرض ہے عمر بھر میں ایک بار اتفاقا ... ہے

عمر بھر میں ایک بار جو شعبان سنہ دو ہجری میں ... کہا کہ ... فرضیت درود کی موجب ہے کہ ... پر عمل ہو ... کہ اکی

فرضیت قطعی ہے حدیث سے نہیں تو اسکا منکر کافر ہو گا اور یہ آیت ہے یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما جو دوسرے سال ہجری میں نازل ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ

شب معراج میں ... فی صلوٰۃ ثابت من الاربعین ... اپنی نماز میں ... ہوا ... درود پڑھا تو ... فرض کا ادا کر ... بعد ... فرض

ذمہ کذا فی النہر ... المجتبیٰ الاعجب من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی نفسہ ... مجتبیٰ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں کہ خود اپنے اوپر صلوٰۃ بھیجیں ہم

نہر الفائق میں ... اسکی وجہ یہ ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا میں رسول علیہ السلام شامل نہیں بخلاف یا ایہا الناس اور یا عبادی کے کہ انمیں سب شامل ہوتے ہیں چنانچہ

اصول میں معلوم ہو چکا ہے اور حکمت آپ پر واجب نہ ہونیکی یہ ہے کہ درود دعا ہے اور دعا اپنے نفس کے لیے ہر شخص بالطبع چاہتا ہے اور اپنی خیر مانتا ہے تو انمیں کچھ کلفت اور مشقت

نہیں اور خطاب شرعی کا وجوب اسی امر میں ہوتا ہے جسمیں کچھ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا فی الشامی واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبہا علی السامع والذاکر

کلما ذکر صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہا ای الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اور اختلاف کیا ہے طحاوی اور کرخی نے درود کے واجب ہونے میں

سننے والے اور ذکر کرنیوالے پر جتنے بار کہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک ہو اور طحاوی کے نزدیک مختار مکرر ہونا وجوب صلوٰۃ کا ہے جتنے بار کہ ذکر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اگرچہ ایک ہی مجلس میں ہو صحیح تر قول میں ہم شامی نے کہا کہ وجوب صلوٰۃ میں اختلاف ذکر کیا سلام کا ذکر نکیا حالانکہ آیت میں صلوٰۃ اور سلام دونوں ہیں

اسلیے کہ مراد تسلیم سے آیت میں حکم ماننا ہے اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کافی میں تصحیح اسکی ہے کہ اتحاد مجلس کی صورت میں ایکبار صلوٰۃ کافی ہے اور شرح مقدمہ ابی اللیث میں وجوبہا

کے مکرر ہونے کو طحاوی کے نزدیک بطور کنایہ کہا ہے نہ بطور عین یعنے اگر بعض صلوٰۃ پڑھ لینگے تو کل پر سے وجوب ساقط ہو گا لا ان الامر یقتضی التکرار بل لانہ تعلق

وجوبہا بسبب متکرر وہو الذکر فیتکرر بتکررہ وتصیر دینا بالترک فتقضی لانہا حق عبد کالتشمیت یہ وجوب کا مکرر ہونا اسلیے نہیں کہ صیغہ امر تکرار کا مقتضی ہے بلکہ اسلیے ہے

کہ وجوب صلوٰۃ ایک سبب مکرر سے متعلق ہے یعنے ذکر سے تو جب سبب مکرر ہو گا وجوب بھی مکرر ہو گا اور درود کے ترک کرنے سے ذمہ پر قرض ہو جائیگا تو اسکی قضا

ہوگی اسلیے کہ صلوٰۃ حق عبد ہے جیسے جواب دینا چھینک کا بندہ کا حق ہے اور اسکی قضا ہوتی ہے ہم بیان ایک سوال ہوتا تھا کہ وجوب صلوٰۃ امر کے سبب سے ہے حالانکہ

اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہیں تو مکرر صلوٰۃ کا پڑھنا کسطرح واجب ہوا شارح نے جواب دیا کہ یہ تکرار امر کے تقاضے سے نہیں بلکہ سبب کے مکرر

ہونے سے اور سبب صلوٰۃ ذکر ہے اسم شریف کا تو جب اسم شریف مکرر ہو گا وجوب صلوٰۃ بھی مکرر ہو گا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا میں ہے نہ باقی احکام میں کذا فی الشامی

والطحاوی بخلاف ذکرہ تعالیٰ بخلاف ذکر اللہ تعالیٰ کے کہ وہ حق پروردگار ہے اسکی قضا نہوگی طحاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو حق حق تعالیٰ کا ہو اسکی قضا نہو مثلاً نماز و زکوٰۃ

حق اللہ ہیں اور انکی قضا ہوتی ہے تو مراد شارح کی یہ ہے کہ خداوند جلشانہ کا نام سنکر ثنا کرنا واجب ہے اور ایک مجلس میں نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایکبار ثنا کافی ہے چنانچہ

بحر الرائق میں ہے انتہی لحفنا والمذہب استحبابہ ای التکرار وعلیہ الفتوی اور مذہب مشہور مستحب ہونا ہے تکرار کا یعنی ایکبار صلوٰۃ واجب ہے اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے

صلوٰۃ مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے والمعتمد من المذہب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی تبعا لما صححہ الحلبی وغیرہ اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہے کہ ہر بار صلوٰۃ واجب ہے

ایسا ذکر کیا ہے اسکو باقانی نے بتبعیت تصحیح حلبی وغیرہ کے ورجحہ فی البحر باحادیث الوعید کرغم والبعاد والشقاء والبخل والجفاء اور ترجیح دی ہے قول طحاوی کو بحر الرائق میں ان

کی حدیثوں سے جسمیں وعید ذلیل ہونے اور دور ہونے اور بدبخت ہونے اور بخل اور ستم کی ہم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پر صلوٰۃ نہ پڑھنے والے پر ... بسبب

وعید احادیث میں آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ ہر بار آپکے اسم مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہے وعید مثل حدیث ... رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی

[illegible]

اور ابعاد کی یہ ہے (بعد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک) اور شقا کی یون ہے (من ذکرت عندہ فلم یصل علے فقد شقی) اور بخل کی حدیث کے یہ الفاظ ہین (البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی) اور جفا کے الفاظ یون وارد ہین (من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل علے) کذا فی الطحطاوی من الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر وواجبا کلما ذکر علی الصحیح پھر صاحب بحر نے اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہے عمر بھر مین اور واجب ہے جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر وحراما عند فتح التاجر متاعہ ونحوہ اور حرام ہے وقت کھولنے تاجر کے اپنے اسباب کو اور اس جیسے دوسرے وقتون مین یعنی مکروہ تحریمی ہے شامی نے کہا کہ یہ اسصورتمین ہے کہ تاجر کو اس درود کے پڑھنے سے خریدار کا جتانا اپنے اسباب کی ترجیح منظور ہو اور اگر اُسکا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسمین ملحق ہے ذکر اللہ تعالی کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا اپنے اسباب کا مروج کرنا مد نظر ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وسنۃ فی الصلوۃ اور مسنون ہے درود پڑھنا نماز مین یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد ومستحبۃ فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہے سب امکان کے وقتون مین یعنی جسوقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اسمین درود پڑھنا مستحب ہے ہم علما نے اوقات درود کی تصریح اسطرح کی ہے روز جمعہ شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد مین گھسنے کے وقت مسجد سے نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت صفا کے اوپر مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ مین بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان اور آخر مین دعاء قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونیکے وقت اجتماع کے وقت جدا ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کے وقت چیز کے بھول جانیکے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا مین اُسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والیکو ہر پڑھنے والیکو ہر منگنی کرنیوالیکو ہر نکاح پڑھنے والیکو ہر نکاح پڑھوانے والیکو سب ضروری کامون کے بیشتر آنحضرت صلعم کے نام لکھنے کیوقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع مین سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ مین موجود ہے ومکروہۃ فی صلوۃ غیر تشہد اخیر اور درود پڑھنا مکروہ ہے نماز مین بجز اخیر تشہد کے کہ اسمین مسنون ہے شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اُسکے آخر مین درود مشروع ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور ایسے ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اسمین بھی درود مسنون ہے تنبیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ ہے حالت جماع حالت بول وبراز ترویج مبیع مین لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرعۃ فلذا استثنی فی النہر من قول الطحاوی مافی تشہد اول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز مین درود مکروہ ہے تو اسلیے نہر الفائق مین طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہے اس نام مبارک کو جو تشہد اول مین ہے یعنے بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہے مگر قعدہ اول مین باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہین بلکہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی وحسن صلوۃ علیہ لئلا یتسلسل اور مستثنی کیا ہے اس نام کو جو ضمن مین درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تاکہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی نام مبارک سے نہین تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرات یا خطبہ مین سُنے اسلیے کہ سننا قرأت اور خطبہ کا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہے کہ قرأت نچھوڑے بعد فراغت قرأت کے اختیار ہے چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل خصہ فی درر البحار بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عندہ فلیحفظ بلکہ درر البحار مین درود کے واجب ہونیکو خاص کیا ہے نام لینے والیکے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عندہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعض علما نے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلیے کہ درود خالی نام پاک سے نہین ہوتا درر البحار مین طحاوی کیطرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اسپر ہے جو نام مبارک کو سُنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف مین جو وعید وارد ہے وہ نام کو سنکر درود پڑھنے والے پر ہے مثلا البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علے یعنی بخیل وہ ہے جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث مین من موصولہ سے سننے والا مراد ہے جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجہ وجوب کی وعیدین ہین جو احادیث مین مذکور ہین تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہے وازعاج الاعضاء برفع الصوت جہل وانما ہی دعاء لہ والدعاء یکون بین الجہر والمخافتہ لذا اعتمدہ الباجی فی کنز العفاۃ اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہے بلکہ درود تو آدمی کے حق مین دعا ہے اور دعا مانگنا درمیان جہر اور اسرار کے ہوتا ہے یعنے نہ چیخ کر نہ بہت آہستہ اسیطرح اعتماد کیا ہے اسپر باجی نے کنز العفاۃ مین ہم یعنی درود پڑھنے مین چیخنا اور ہاتھ پانون یا گردن کا

[illegible] قرآن [illegible] حدیث [illegible]

[illegible] رسول صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تو آپ نے تصحیح کی ہے کہ درود شریف

[illegible] مقبول نہیں ہوتا [illegible] مقبول نہیں ہوتا باوجودیکہ تو حید [illegible] درود شریف [illegible]

[illegible] درود شریف کے مقبول ہونے [illegible] حدیث [illegible] انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]

[illegible] مقبول ہو [illegible] حدیث میں ثواب مترتب کو قبول کے ساتھ مقید کیا [illegible] قبول [illegible]

[illegible] اعمال مقبول [illegible] مقبول ہوتے ہیں [illegible] درود شریف کو [illegible] فرمایا کہ درود شریف [illegible]

ثواب [illegible] اعمال [illegible] سے خالی ہو کہ [illegible] ثواب ہوگا [illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ساتھ ہو [illegible] درجات زیادہ [illegible] درود شریف [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible]

[illegible] درود کے بعد [illegible] حرام [illegible] پڑھنا عربی کے سوا دوسری زبان میں دعا کرے اپنے بیٹے اور اپنے ماں باپ اور استاد کے لیے

[illegible] بادشاہ [illegible] سلام کرتا ہے [illegible]

[illegible] رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہے کہ اس کے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان میں [illegible]

[illegible] دوسری زبان [illegible] تعظیم [illegible] کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبان میں جائز ہے تو دعا کیسے حرام ہوگی

کذا فی الطحطاوی شامی نے [illegible] کہا کہ غیر زبان میں دعا مکروہ ہے نہ حرام و تحریم سوال العافیۃ مدی الدہر او خیر الدارین و دفع شر ہما و المستحیلات العادیۃ کنزول المائدۃ

[illegible] الشرعیۃ اور حرام ہے [illegible] دونوں جہان کی [illegible] دونوں جہان کی بلائیوں کا [illegible]

[illegible] محال ہیں جیسے [illegible] کا آسمان سے اور بعضوں نے کہا کہ محال جنہیں شرعی بھی مانگنی حرام ہیں جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا میں [illegible]

[illegible] مانگنا اسلیے حرام ہوا کہ خدا تعالیٰ نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی میں امراض کو پیدا کیا ہے جسکا فائدہ [illegible] حکمت کو باطل [illegible]

[illegible] کی طلب اسلیے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی کو خالی ہونی محال ہے [illegible] اگر خیر سے ارادہ [illegible]

تعالیٰ کے نزدیک [illegible] خیر ہو [illegible] چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث میں وارد ہے اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ

وما لم اعلم کذا فی الطحطاوی [illegible] الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین کل ذنوبھم [illegible] دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیے حرام ہے [illegible] سب مؤمنین [illegible]

[illegible] سب گناہوں کے بخشے جاینگی کذا فی البحر [illegible] امام قرافی وغیرہ کا جو یہ کہتے ہیں کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی عدم مغفرت

کی خبر دی [illegible] اللہ تعالیٰ کا [illegible] اور رد [illegible] کہتے ہیں کہ سب ایمانداروں کے سب گناہوں کی مغفرت کی دعا حرام ہے اسلیے [illegible]

[illegible] صحیح حدیثوں کی لازم آتی ہے [illegible] مؤمنین دوزخ میں اپنے گناہوں کے سبب سے [illegible] عذاب پاوینگے [illegible] اس قول کو رد کیا ہے [illegible]

کافر [illegible] کا فر نہیں ہوتا [illegible] دشمنان خدا اور رسول کے لیے [illegible] حرام ہے [illegible] مؤمنین کے کل گناہوں کی مغفرت عقلاً جائز ہے [illegible]

آیت [illegible] و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا [illegible] دین کی جہت سے [illegible] دعا مانگے جو جائز الوقوع ہو

کو نفس الامر میں واقع نہ ہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ کلام الناس [illegible]

[illegible] قرآن اور حدیث میں [illegible] کلام کے مشابہ ہوں طحطاوی نے کہا کہ قرآنی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن ہو [illegible]

قرآن سوائے قیام کے دوسرے رکن میں مکروہ ہے [illegible] دعا مسنون نماز کے آخر میں پڑھنا بہت اچھا ہے [illegible] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو ایک دعا تعلیم فرمائیے کہ نماز مین اُسکو پڑھون آپنے یہ دعا تعلیم فرمائی (اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر
الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم) تو اسوالونکو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کرین ضطرب فیہ کلامھم ولاسیما المصنف والمختار

کما قالہ الحلبی ان ماھو فی القرآن او فی الحدیث لا یفسد وما لیس فی احدھما ان استحال طلبہ من الخلق لا یفسد والا یفسد لو قبل قدر التشھد دعا کے باب مین فقہا کا کلام پریشان
ہی خصوص مصنف کا کہ کہین کچھ ہی اور کہین کچھ اور مختار بموجب قول حلبی کے یہ ہی کہ جو دعا قرآن یا حدیث مین ہی وہ مفسد نماز نہین اور جو دعا کہ قرآن یا حدیث مین سے
کسی مین نہین تو اگر اُسکا مانگنا خلق سے محال ہی مثلا اغفر لعمی یعنے میرے چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہو گی اور اگر اُسکا مانگنا خلق سے محال نہو گا جیسے یون کہنا

کہ الٰہی مجکو نمک دے یا تیل دے وغیرہ تو مفسد نماز ہو گی بشرطیکہ دعا مذکورہ مقدار التحیات سے پیشتر ہو ولا تتم بہ مالم یقید رکعتہ بسجدۃ فلا تفسد بسوال المغفرۃ مطلقا
ولو لعمی او لعمرو وکذا الرزق مالم یقیدہ بمال ونحوہ لاستعمالہ فی العباد مجازا اور اگر مقدار التحیات سے بیشتر نہ پڑھے بلکہ اسقدر کے بعد پڑھے تو نماز اس سے پوری ہو جائیگی
یعنی کراہت تحریمی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی نماز پوری ہو گی جبتک کہ سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ پڑے تو فاسد نہو گی دعاے مغفرت سے مطلقا یعنی خواہ وہ دعا قرآن مین
ہو یا نہو اگرچہ دعا یون کرے کہ الٰہی بخشدے میرے چچا یا عمرو کو اور اسیطرح فاسد نہو گی نماز طلب رزق سے اگر اُسکو مقید مال وغیرہ سے نکریگا واسطے مستعمل ہونے
رزق کے بندون مین بطور مجاز کے ہم سجدۂ تلاوت اور سجدۂ نماز کے یاد نہ پڑنیکی قید اسلیے لگائی کہ اُنکے یاد ہونے سے قاعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہی تو دعا نماز کے بیچ
مین واقع ہو گی اسلیے مفسد ہو گی اور طلب رزق مین مال کی قید اسلیے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالیٰ کا کام ہی بندہ صرف اُسکا سبب یعنی مال پہونچا سکتا ہی اسلیے
رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہو گی مثلا یون کہنے سے کہ الٰہی مجکو مال روزی کر اور چونکہ بندے کے اختیار مین سبب رزق کا ہی نہ رزق اسلیے شارح نے بتلادیا کہ رزق
دینے کا استعمال بندون کے حق مین مجازا ہوا کرتا ہی حقیقۃ ثم یسلم عن یمینہ ویسارہ حتی یری بیاض خدہ پھر سلام پھیرے منہ پھیر کر داہنے اور بائین کو بقدر
کہ سفیدی اُسکے رخسار کی پیچھے کے نماز پڑھنے والیکو دکھائی دیوے یعنی داہنے رخسار کی داہنی طرف کو منہ پھیرنے مین اور بائین کی بائین طرف کو پھیرنے مین ہم کمال ہو
سلام پھیرنے مین یہ کہنا ہی داہنے اور بائین السلام علیک ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہیگا تو کافی ہو گا مگر تارک سنت ہو گا اور داہنے بائین کو
منہ پھیرنا بھی سنت ہی کذا فی الطحطاوی ولو عکس سلم عن یمینہ فقط ولو تلقاء وجہہ سلم عن یسارہ اخری اور اگر اُلٹا کیا یعنی بائین طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف
پیچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داہنی طرف اور اگر سلام پھیرا اپنے سامنے کیطرف تو دوسرا سلام بائین طرف کو پھیردے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف
کے ہو جائیگا ولو نسی الیسار اتی بہ مالم یستدبر القبلۃ فی الاصح اور اگر بائین کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اُسکو ادا کرلے جبتک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول مین
اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحرالرائق مین ہی کہ سلام کو ادا کرلے جبتک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کرلی ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگادی کہ بحرالرائق کا
قول نکلجاوے وتنقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برہان وقد مر اور منقطع ہو جاتی ہی تحریمہ ایک طرف کے سلام پھیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذر یعنی واجبات

نماز مین بیان ہو چکا ہی کہ اقتدا اتمام ہو جاتا ہی سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانیۃ ما شرع فی الصلوۃ مثنی فلواحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما
یحصل بالمثنی وتتقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تتقید بسجدتین اور تاتارخانیہ مین ہی کہ جو چیز نماز مین دو مشروع ہوئی ہی تو انمین سے ایک کے لیے حکم دو کا ہی اس
یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہی جیسے دو سے حاصل ہوتا ہی اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہو جاتی ہی جیسے دو سے ہوتی ہی یعنی اگر قعدہ
اخیرہ بھولکر مثلا کھڑا ہو گیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو جبھی رکعت مذکور کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہو جاینگے الامام ان اتم التشھد کما مر والمقتدی سلام پھیرے
امام کے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی التحیات پوری نکی ہو تو اُسکو پوری کرکے سلام پھیرے اسلیے کہ التحیات بھی واجب ہی اور متابعت امام بھی
واجب ہی حالانکہ دوسری ترجیح اول پر نہین کذا فی الحلبی ولا یخرج المؤتم بخروج سلام الامام بل بتسلیمہ وحاشہ عند الاقتداء حرمتھا فالسلام اور نہین نکلتا ہی مقتدی نماز سے امام کے
سلام جیسی چیزت بلکہ اُسکے اسکا اقتدا کرنے سے اور قصد ابے وضو ہو جانے سے مقتدی نماز سے باہر ہو جائیگا بسبب نرہنے حرمت نماز کے تو اگر ۔۔۔ مقتدی سلام نہ پھیرے

اگر امام سے فارغ ہونے سے پہلے مقتدی نے تشہد پورا کر لیا پھر امام کے ساتھ سلام پھیرا تو اسکی نماز پوری ہو گئی تو اس صورت میں مقتدی کو نماز پوری کر لینی
اور اگر امام نے تشہد پڑھا اور مقتدی نے پورا نہیں کیا اور امام بیچ میں کھڑا ہو گیا تو مقتدی تشہد پورا کرے اور سلام پھیرنا ایسا ہی ہے
مقتدی کے حق میں کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی نے تشہد کو پورا کر لیا پھر سلام پھیرا تو اسکی نماز درست
ہو گئی اور فعل مکروہ ہوا کیونکہ متابعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اگر مقتدی نے پہلے کوئی نماز منافی امام کے پہلے کیا تو صرف امام کی نماز فاسد
ہو جائیگی مقتدی کی نہ ہوگی کیونکہ وہ تو منافی سے پیش ہو نے سے پہلے ہی نماز سے علیحدہ ہو گیا ہو کہ تحریمہ مع الامام وقالا الافضل فیہما بعدہ سلام پھیرنا مثل تکبیر تحریمہ کے
امام کے ساتھ ہی ہے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام میں یہی ہو کہ بعد امام کے ہو قائلا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو السنۃ سلام پھیرے یہ کہتا ہوا السلام
علیکم ورحمۃ اللہ ان الفاظ کو کہنا سنت ہو وصرح الحدادی بکراہۃ علیک السلام وان لا یقول وبرکاتہ اور حدادی نے تصریح کی ہو علیکم السلام کے مکروہ ہونے کی اور
اس بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ کے نہ کہے بیان سلام پھیرنے میں اگرچہ بعد التحیات میں کہے وجعلہ النووی بدعۃ ورد وہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے بدعت
قرار دیا ہو اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہو یہ کہکر کہ سنن ابی داؤد میں بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہو پھر بدعت کیسے ہو سکتا ہو
وفی الحاوی القدسی اور حاوی قدسی میں ہو کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہو وجعل الثانی اخفض من الاول وخصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور دوسرے کو
دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست کہنا منیہ میں اس بات کو امام کے لیے خاص کیا ہو یعنی مقتدی اور منفرد دونوں طرف یکسان آواز سے سلام پھیرے
اور ثابت رکھا ہو منیہ کے قول کو مصنف نے وینوی الامام بخطابہ السلام علی من فی یمینہ ویسارہ ممن معہ فی صلوتہ ولو جنا او نساء اما سلام التشہد فیعم
لعدم الخطاب والحفظۃ فیہما بلانیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام اُن لوگوں پر جو اسکے داہنے اور بائیں طرف اسکے
نماز میں شریک ہیں گو جن یا عورتیں ہوں اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا امام ہو سب مسلمانوں پر بسبب نہ ہونے خطاب کے اور نیت کرے فرشتوں محافظ کے
دونوں سلاموں میں بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر بدون شمار کے ہو محافظ فرشتوں کی تعداد میں اختلاف ہو بعض کہتے ہیں کہ ہر مومن کے
ساتھ دو ہیں اور بعضوں کے نزدیک چار اور کسی کے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایک سو ساٹھ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحوں میں ہو کذا فی الشامی و
قدم القوم لان المختار ان خواص بنی آدم وہم الانبیاء افضل من کل الملئکۃ وعوام بنی آدم وہم الاتقیاء افضل من عوام الملئکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفسقۃ
کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیوں کو مقدم کیا فرشتوں سے اسلیے کہ مختار یہ کہ بنی آدم کے خواص جو انبیا ہیں وہ سب فرشتوں
سے افضل ہیں اور بنی آدم میں کے پرہیزگار عوام فرشتوں سے افضل ہیں اور مراد پرہیزگاروں سے وہ لوگ ہیں جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہیں جیسے فاسق چنانچہ
بحر میں روضہ سے منقول ہو اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہو کہ کتاب روضۃ العلما امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہو انہیں لکھا ہو کہ امت کا اجماع ہو اسپر کہ انبیا سب
مخلوق سے افضل ہیں اور انہیں سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعد انبیا کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہیں جیسے جبرئیل اور اسرافیل اور میکائیل اور
عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتوں سے افضل ہیں اب اسکے بعد اختلاف ہو
امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام باقی فرشتوں سے افضل ہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ باقی فرشتے عوام مسلمانوں سے افضل ہیں غرضکہ بشر تین قسم ہیں خواص
مثل انبیا اور اوساط مثل صحابہ وصلحا اور عوام مثل باقی لوگوں کے اور فرشتے دو قسم ہیں خواص جو اوپر مذکور ہوے اور عوام جو انکے سوا ہیں تو فضیلت بالاتفاق تین
درجہ تک ہو یعنی سب میں افضل خواص بشر ہیں پھر خواص ملائک پھر اوساط بشر اور اسکے بعد اختلاف ہو امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہیں عوام ملائک سے اور
صاحبین کے نزدیک عوام ملائک افضل ہیں کذا فی الشامی تنبیہ قلت وفی مجمع الانہر تبعا للقہستانی خواص البشر واوساطہ افضل من خواص الملئکۃ واوساطہ عند
اکثر المشائخ میں کہتا ہوں اور مجمع الانہر میں بہ تبعیت قہستانی مذکور ہو کہ خواص بشر افضل ہیں خواص ملائکہ سے اور اوساط بشر افضل ہیں اوساط ملائکہ سے اکثر

مشائخ کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ اس عبارت میں لف ونشر مرتب ہے تو انہیں اور روضہ کی عبارت میں کچھ منافات نہیں اتنا فرق ہے کہ انہیں اوفی بشر کا ذکر نہیں کیا
اسوجہ سے کہ انہیں اختلاف ہے چنانچہ اوپر بیان ہوا وہل تتغیر الحفظۃ قولان اور کیا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہیں یا نہیں انہیں دو قول ہیں ہم بعض علما فرماتے ہیں کہ بدلتے
رہتے ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں بخاری ومسلم کی وارد ہے کہ تمپر رات کو اور دن کو فرشتے پیاپے آتے ہیں اور نماز صبح اور عصر میں جمع ہو جاتے ہیں پھر جو تم میں رہے ہوتے ہیں
وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں الحدیث اس حدیث میں قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علما سے نقل کیا ہے کہ مراد ان فرشتوں سے محافظ یعنی کرام کاتبین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ
وہ دونوں فرشتے آدمی کی زندگی تک نہیں بدلتے اسلیے کہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے معین
کیے ہیں کہ وہ اسکا عمل لکھا کرتے ہیں جب وہ مرجاتا ہے تو وہ جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص مرگیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ جاویں اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ میرا
آسمان فرشتوں سے پر ہے جو میری تسبیح پڑھتے ہیں پھر وہ عرض کرتے ہیں کہ تو ہم زمین میں ٹھہریں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میری زمین میرے مخلوق سے پر ہے جو مجکو پاکی سے یاد
کرتے ہیں پھر وہ دونوں عرض کرتے ہیں کہ اب ہم کہاں رہیں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور میرا ذکر کرو اور ان سب کو میرے بندہ کے
لیے قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلوٰۃ اور علیحدہ ہوجاتا ہے آدمی سے لکھنے والا برائیوں کا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے
اور نماز پڑھنے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت میں بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلا میں دونوں فرشتے کرتے ہیں چنانچہ شرح جوہرہ میں ہے تو پھر
تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہے ہاں نماز میں چونکہ کاتب سیئات اپنے لکھنے کی چیز نہیں پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اسکا گنجائش رکھتا ہے والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ والمکتوب فیہ
مما استاثر اللہ بعلمہ اور مختار یہ ہے کہ کیفیت فرشتوں کے لکھنے کی اور جس چیز میں وہ لکھتے ہیں اسکا حال ان اشیا میں ہے جنکا علم اللہ تعالی کو مخصوص ہے نعم فی حاشیۃ الاشباہ تکتب
فی رق بلا حروف کثبوتہا فی العقل وہو احد ما قیل فی قولہ تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ہاں حاشیہ اشباہ میں ہے کہ کاتب اعمال ورق میں بدون حروف کے
لکھتے ہیں جیسے معلومات عقل میں بدون حروف کے رہتے ہیں اور یہ قول ایک ہے ان اقوال میں سے جو اس آیت کی تفسیر میں کہے گئے ہیں (والطور وکتاب مسطور
فی رق منشور) یعنی قسم ہے طور کی اور قسم ہے کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق میں یعنی لوح محفوظ کی ہم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اسکے مقابل کے لکھنے کی
ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ انہما یکتبان کل شیء حتی انینہ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اس امر کی تصحیح کی ہے کہ وہ دونوں فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہیں یہانتک
کہ آدمی کے آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہیں شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ضروری چیزوں کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہیں قلت وفی
تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامۃ میں کہتا ہوں اور تفسیر دمیاطی میں ہے کہ مباح چیز کو بدیوں کا کاتب لکھتا ہے اور قیامت کے دن مٹا دیگا ہم
اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونوں کاتب ہر چیز کو لکھتے ہیں اب اسکی تفصیل کی خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں ثواب ہو دوم وہ جنمیں عذاب ہو سوم مباح جنمیں
نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہے اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الاصح ان الکافر ایضا
تکتب اعمالہ الا ان کاتب الیمین کالشاہد لکاتب الیسار اور تفسیر کازرونی محشی بیضاوی میں جو اخوین کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ کافر کے اعمال بدبھی
لکھے جاتے ہیں مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہے بائیں پر ہم یعنی جب کافر کے اعمال بد ہی لکھے جاتے ہیں تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہے اسلیے شارح نے جواب دیا کہ وہ
گویا بائیں کا گواہ ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہے اور نسخوں میں کازرونی کی جگہ حازمی بحاء مہملہ وزاء معجمہ ومیم در آخر ہے اور یہی صحیح ہے وفی البرہان
ان ملائکۃ اللیل غیر ملائکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل اور برہان میں ہے کہ رات کے فرشتے غیر ہیں دن کے فرشتوں کے بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری
اور یہ کہ ابلیس ہے ابن آدم کے ساتھ رہتا ہے دن کو اور اسکی اولاد ساتھ رہتی ہے رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد میں کئی قول ہیں بعضوں کے نزدیک اسکی جورو سے ہوتی ہے
اور بعضوں کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسکی ایک ران میں علامت نر ہے اور دوسری میں علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہے وفی صحیح
مسلم ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملائکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم بفتح المیم وضمہا اور صحیح مسلم میں ہے

کہ وہ پہلے کوئی دعا نہیں پڑھتے تھے مگر اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے جتنی دیر میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے اور جس سلام کی طرف نیت کرتا ہے ساتھی فرشتوں سے مراد
قرآن شریف میں ہے اور آپ پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے تم بیٹھتے ہو ویسی ہی دعا کی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے تو وہ دعا ان کو بتا دیا
سوا فرشتوں اور باتوں کے نہیں کہ شارح نے کہا کہ سلام پھیرنے کے وقت اور مقتدیوں سے مراد وہ ہے جس کی طرف سے منہ پھیرا یا احتمال ہے اور مقتدی یہ ہے کہ طرف
دونوں طرف کی نیت کرے اور امام کی نیت جس طرف سے امام ہو اس طرف کی نیت کرے اور اللہ تعالیٰ نے یہی بات فرمائی ہے کہ اس سے اگر اجر
ہوں وینوی به المقتدی السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان بازائہ او الافی الثانیۃ ونواہ فیہما لو محاذیا اور مقتدی تو امام اور فرشتوں کی نیت
زیادہ کرے سلام پھیرتے امام ہو داہنی طرف کے سلام میں اگر امام داہنی طرف ہو ورنہ بائیں طرف کے سلام میں نیت امام کی کرے اور اگر امام اسکے سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں نیت امام
کی نیت کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط اور منفرد فقط فرشتوں کی نیت کرے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے لفظ کا اضافہ کیا
تاکہ امام بھی وہی نیت کرے اور کہا گیا ہے کہ ساتھ کو تب اعمال نہیں شامی نے کہا کہ مصنف میں مراد حافظوں سے محافظین ذات ہیں اور حافظین اعمال لکھنے والے ہیں
اور ان کے حسنات لکھنے والے ہیں اور انکا ثواب ایک فرشتہ اور ساتھ ہی کو ثواب ملتا ہے کہ انکی اتفاقی تو ہمیں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے لیے کاتب حسنات ہوتا ہے
و ہجری لقد صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لایکاد ینوی احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر اور قسم ہے جان کی کہ یہ نیت سلام میں نیت قوم اور حافظین کی گویا منسوخ شریعت
کی مثل ہو گئی ہے کوئی کچھ نیت ہی نہیں کرتا بجز علما کے اور انہیں میں کلام ہے یعنی احتمال ہے کہ وہ نیت کرتے ہوں تو یقینی نہیں ہم وقت میں شارح کا قول درست ہے اگر
لا کہا کہ ادیوں سے بھی کرتے ہیں سلام میں کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دیا وکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر
کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے اور پوری دعا یہ ہے اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام یعنی فرض پڑھنے کے بعد اتنی مقدار
دیر کرے جس میں یہ دعا یا اسکے برابر کوئی اور پڑھے اور زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اس وجہ سے کہ مسلم اور ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بعد سلام کے اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمائیں شامی نے کہا کہ احادیث میں جو وظائف بعد نمازوں کے آئے ہیں ان حدیثوں میں یہ ذکر نہیں کہ سنتوں سے پہلے
انکو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر عمل ہے کہ بعد سنتوں کے پڑھے جائیں کیونکہ سنتیں فرضوں کی تابع ہیں انکے اجنبی نہیں تو جو ذکر سنتوں کے بعد ہوگا وہ فرضوں کے بعد
کہلا ئیگا وقال الحلوانی لاباس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراہۃ التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں فرضوں اور
سنتوں میں وظیفوں کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہے اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجائے تو خلاف دور ہو جائے
یعنی جو لوگ فصل کو مکروہ کہتے ہیں انکے قول اور حلوانی کے قول میں اختلاف جاتا رہے تو دونوں قائلوں کے نزدیک مقدار اللہم انت السلام الخ سے زیادہ
بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ میں کہتا ہوں اور میری یاد میں حلوانی کے قول کا محمول کرنا ہے تھوڑے وظائف پر یعنی
حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لاباس کہا ہے تو اوراد سے مراد تھوڑے وظائف ہیں بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے کچھ خلاف جاتا رہا ویستحب ان یستغفر
ثلاثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک اور مستحب ہے کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی
سورۂ ناس اور سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہ تینوں کلمہ ملکر ۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنے کو ایکبار لا الہ
الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیہ پر تمام کرے مگر کیفیت استغفار کی امداد الفتاح میں یوں ہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب
الیہ اور سو پورا کرنے کے لیے بعض احادیث میں یوں وارد ہے (لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر) اور ان چاروں کلمات کو سو بار
پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے وفی الجوہرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للموتم اور جوہرہ میں ہے کہ مکروہ ہے امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ میں نہ مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہے
خیانچہ خانیہ کی عبارت اسپر دال ہے کذا فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضوں نے کہا کہ مستحب ہے امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفوں کا چیرنا

شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ میں اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہی اور محیط میں تصریح کی ہی کہ صفون کا چیر نا سنت ہی اور حلیہ میں کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہی کہ نفلین اپنے گھر میں پڑھے اگر کسی مانع کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ یعنی یسار المصلی لتنفل او ورد اور خانیہ میں ہی کہ مستحب ہی امام کو پھر نا قبلہ کے داہنی طرف یعنی نمازی کے بائین طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا وامانا وخلفا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ مالم یکن بحذائہ مصل ولو بعیدا علی المذاہب اور منیہ مین امام کو اختیار دیا ہی چاہے داہنے کو پھرے چاہے بائین کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگون کیطرف اپنا منھ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہووے بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے وجب ہم ملیہ مین اختیار دینے کی وہ صورت ہی جسمین فرضون کے بعد سنتین ہون اور لوگون کے طرف منھ کرنے کی وہ صورت ہی کہ فرضون کے بعد سنتین نہون اور دس مردون سے کم کی قید اسلیے لگائی کہ جن لوگون نے یہ کہا ہی کہ دس مردون کی جماعت ہو تو منھ کرے نہین تو نکرے اُن لوگون کا قول بے اصل ہی اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ مین مذکور ہی مگر حلیہ مین یون کہا ہی کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ مین کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے منھ پھیرنے مین کچھ کراہت نہین تیسرا شخص بجاے سترہ کے ہو جائیگا چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ اگر ایک شخص کے منھ کیطرف نماز پڑھے اور دونون کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیطرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر مذہب مین امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونیکی اسلیے قید نہین لگائی کہ اُسکا حال تو معلوم ہی ہی انتہی کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہی قرارت کے احکام مین چونکہ اور ارکان کے نسبت کر قرأت سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیے انکو جداگانہ بیان کیا ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور واجب موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اُسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو بُرا کریگا ہم وجہ جہر کی مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرا اعاد ہا جہرا بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ مین ہی کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اُسکو ضرور نہین ہم بحر الرائق مین وجہ اعادہ کرنے کی یہ لکھی ہی کہ دوسرے کے اقتدا کی سبب سے جہر اُسپر واجب ہوگیا اب اگر صرف باقی قرارت کو پکار کر پڑھتا ہی تو ایک ہی رکعت مین آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہوا جاتا ہے حالانکہ یہ امر بُرا ہی اور اگر آہستہ پڑھتا ہی تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہی اسلیے اعادہ جہر سے ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہی اور خلاصہ مین اصل سے منقول ہی پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہی اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہی کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتون کے امام ہونے کے اور کسی جا نہین کذا فی الطحطاوی فی الفجر واولی العشائین اداء وقضاء وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے نماز فجر مین اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتون مین ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونون عید کی نماز مین اور تراویح مین اور تراویح کے بعد کے وترون مین یعنی صرف رمضان کے وتر مین پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہی قلت فی تقییدہ بعد ہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر مین کہتا ہون کہ مصنف نے جو وتر مین بعدہا کی قید لگائی تو اُسمین کلام ہی اسلیے کہ امام وتر مین جہر کریگا اگرچہ اُسنے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر مین ہی یعنی مصنف کے قول سے ایسا وہم ہوتا ہی کہ جہر اُس صورت مین ہی کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اسمین جہر واجب ہی شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ تراویح رمضان مین ہوتی ہی اور اُسکے بعد کے وتر بھی رمضان ہونگے تو بعدہا سے یہ مطلب ہوا کہ رمضان کے وتر مین جہر کرے نہ اور وترون مین نعم فی القہستانی تبعا للقاعدی لاسہو بالمخافتۃ فی غیر الفرائض کعید ووتر نعم الجہر فضل ہان قہستانی مین بہ تبعیت قاعدی مذکور ہی کہ سواے فرضون کے اور جہری نمازون مین آہستہ پڑھنے سے سجدۂ سہو نہین ہی مثل عید اور وتر کے ہان جہر فضل ہی م شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ عید اور وتر مین بھی جہر کرے یعنی

جو دیکھا گیا تو اکثر کتب معتبرہ میں ہے تو وہ یسر فی غیرہا وکان علیہ السلام یجہر فی الکل ثم ترک فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار اور آنحضرت

اوقات میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نمازوں میں جہر کرتے تھے پھر کفار کی ایذا دہی کے سبب ظہر و عصر کی نماز میں ترک کیا بسبب اسکے کہ

سب نمازوں میں جہر قرأت کرتے تھے اور مشرک آپکو ایذا دیتے تھے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے

وہ وقت ... ذالک سبیلا یعنی تم کل نمازوں میں جہر کرو نہ بہت آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان

ان کی نمازوں میں آہستہ پڑھو بعد اسکے آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان دونوں وقتوں میں ایذا دیتے تھے اور مغرب میں

کھانے میں مشغول رہتے اور عشا اور فجر میں سوتے ہوتے اسلیے ان تین وقتوں میں آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ اور عیدین میں آپ مدینہ منورہ میں تھے وہاں کفار کا

زور نہ تھا اسلیے پکار کر پڑھی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی **کمتنفل بالنہار فانہ یسر** جیسے نفل پڑھنے والا دن کو کہ وہ بھی آہستہ پڑھے **ویخیر المنفرد فی الجہر وہو افضل ویکتفی**

بادناہ ان ادنی اور مختار ہے تنہا پڑھنے والا جہر میں اور جہر کرنا اسکے لیے افضل ہے اسلیے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنی زیادہ آواز سے نہ پڑھے

یہ اختیار اس صورت میں ہے کہ منفرد ادا پڑھے **وفی السریۃ یخافت حتما علی المذہب** ورنہ سری میں آہستہ پڑھے بطور وجوب کے مذہب صحیح پر یعنی اگر پکار کر پڑھیگا تو سجدہ سہو

لازم ہوگا **کمتنفل باللیل منفرداً فانہ یخیر فانہ لو ام جہر لتبعیتہ النفل للفرض زیلعی** جیسے مختار ہے آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں رات کو نفل پڑھنے والا تنہا پس اگر امام ہو بیچ نوافل کو

جماعت سے پڑھے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنی جہر میں نفل فرضوں کی تابع ہے کذا فی الزیلعی **ویخافت المنفرد حتما ان قضی الجہریۃ فی وقت**

المخافتۃ کان صلی العشاء بعد طلوع الشمس کذا ذکرہ المصنف بعد عد الواجبات قلت وہکذا ذکرہ ابن الملک فی شرح المنار فی بحث القضاء علی الاصح کما فی الہدایۃ اور آہستہ پڑھے

منفرد بطور وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت میں مثلاً عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے بعد واجبات کے شمار کرنے

میں کہتا ہوں اور اسیطرح ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے شرح منار میں قضا کی بحث کے ذیل میں آہستہ پڑھنا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ ہدایہ میں ہے ولم وقت مخافتہ کی

قید بتلاتی ہے کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا فی الحلبی **لکن تعقبہ غیر واحد ورجحوا تخییرہ لکون سبق برکعۃ من الجہریۃ**

اذا قام یقضیہا مخیر لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بہتوں نے اور ترجیح دی ہے منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں جیسے وہ شخص کہ جہری کی ایک رکعت

نہ پاوے اور کھڑا ہو کر اسکو پڑھنے لگے کہ اسکو بھی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحطاوی نے کہا کہ مغرب اور عشا اور فجر کے مسبوق کا بھی یہی حال ہے اسلیے

کہ مسبوق مثل منفرد کے ہے فقہا کے اقوال میں **وادنی الجہر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ومن بقربہ** اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اسکے قریب ہے

کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو **فلو سمع رجل او رجلان فلیس بجہر والجہر ان یسمع الکل خلاصۃ** یعنی اگر ایک یا دو

آدمیوں نے قرأت کو سنا تو جہر نہوگا جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصۃ ثم قہستانی نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سبکو آواز نہ پہونچے تو چاہیے

کہ جہر نہو شامی نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات بہت طویل

ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہونچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت

سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو **ویجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق واستثناء**

وغیرہا فلو طلق او استثنی ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اور جاری ہے یہ مذکور یعنی ادنی درجہ آہستہ کہنے کا یہ ہے کہ آپ سنے اور پاس والا سنے ہر ایک بات میں

جو بولنے سے علاقہ رکھتی ہے مثلاً بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور واجب ہونا سجدہ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور انشاء اللہ کہنا اور سوا اسکے پھر اگر طلاق دی یا انشاء

طلاق دینے خواہ آزاد کرنے کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سنا تو طلاق اور استثنا درست نہوگا صحیح تر قول میں ثم استثنا کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا انت طالق

انشاء اللہ یعنی تو طالق ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حر انشاء اللہ یعنے تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور انشاء اللہ اسی طرح کہا کہ اپنے آپ نہ سنا تو استثنا صحیح نہوگا اور

نہ پڑھنا واجب ہوگی اور غلام آزاد ہو جاوے اور آیت کی قید اسلیئے کی کہ اگر کسی نے ادنیٰ درجہ کلام کا صورت تسبیح کو نکلنا شمار کیا ہو گویا آپ نے پڑھا یا نہیں تو کرخی کے قول کے
بموجب پڑھنا مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل فی تحقیق شرح الماسات الشتری اور بعض نے کہا ہو کہ جیسے تصرفات میں مثل شتری کا شرط ہو طحطاوی نے کہا کہ
اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہو اور مثل نیت کے اور وہ حالات جن میں مبادلہ یا قبول غیر پر موقوف ہوں ولو ترک السورۃ اولیین او احدھما ساھیا او عمدا قرأھا وجوبا
وقیل ندبا بعد الفاتحۃ جہرا فی الاخیرتین لان الثنتین جو فیما فاتہ فی رکعۃ تبع اور اگر کسی کی پہلی دو رکعتوں میں مثلاً سورۃ کو بھولکر یا اگرچہ دانستہ ترک کیا ہو تو واجب
اور بقول بعض مستحب ہو کہ سورۃ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتوں میں جہر سے پڑھے اسلیئے کہ اگر صرف سورۃ کو پکار کر پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت میں جہر اور آہستہ
پڑھنا جمع ہوگا اور تغیر لازم آ ان دونوں کا ایک رکعت میں ممنوع ہے م شارح نے استحباب کو قیل کر کے بیان کیا تا کہ معلوم ہو کہ صحیح قول وجوب ہے کیونکہ وجوب کی طرف جامع
صغیر میں امام محمد نے اشارہ کیا ہو کذا فی الشامی ولو تذکرہا فی رکوع قرأہا و اعاد الرکوع اور اگر سورۃ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورۃ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ
کرے اسلیئے کہ ترتیب درمیان ان ارکان کے جو مکرر نہیں فرض ہے تو اگر دوبارہ رکوع نہ کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو ترک الفاتحۃ فی الاولیین لا یقضیہا
فی الاخیرتین للزوم تکرارہا اور اگر پہلی دو رکعتوں میں الحمد کو ترک کیا تو اسکو پچھلی دو میں قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنے پچھلی رکعتوں میں فاتحہ دوبار
ہو جائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذکرہا قبل الرکوع قرأہا و اعاد السورۃ اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھے اور سورۃ کو دوبار
پڑھے بطور وجوب اسلیئے کہ ترتیب فاتحہ اور سورۃ میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہیں اسلیئے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اسکو
یہی کرنا چاہیئے جو سورۃ کے یاد پڑنے میں کیا لیکن جب سورۃ کو کھڑے ہو کر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورۃ کی نسبت زیادہ موکد ہے وفرض القراءۃ آیۃ علی المذہب
ہی لغۃ العلامۃ وعرفا طائفۃ من القرآن مترجمۃ اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد و فرض قرأت کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہو جاوے ایک آیت ہے ظاہر مذہب پر یعنے
بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتیں چھوٹی یا انکے برابر بڑی آیت فرض ہے کذا فی الطحطاوی آیت لغت میں بمعنی علامت ہے اور عرف فقہا میں ایک جملہ ہے
قرآن سے بیان کرنیوالا یعنی جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی الحلیہ عن حاشیۃ الکشاف اس جملہ میں کم سے کم چھ حرف ہوں اگرچہ تقدیراً ہوں مثل لم یلد کے
کہ اصل میں پانچ حرف ہیں مگر چونکہ اصل میں لم یولد تھا اسلیئے تقدیراً چھ حرف ہوئے الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ وان کررہا اور اگر جس صورت میں کہ آیت ایک
کلمہ ہو تو صحیح تر یہ ہے نہ درست ہونا نماز کا ہے کہ اس آیت کو نمازی پڑھا ہے مثلاً ص یا ق یا ن وغیرہ کہ انکو چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہوگی الا اذا حکم حاکم بجوازہ کذا فی القہستانی
لیکن اگر کوئی حاکم حکم کر دے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا اسکو قہستانی نے م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نماز
صحیح پڑھے تو آزاد ہے پھر اُسنے نماز پڑھی جسمیں قرأت ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہیں بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہاں ہوئی جو اس
طرح کی قرأت سے صحت نماز کا قائل ہو تو اسنے اس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن میں ہو جائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آیۃ طویلۃ
فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلث آیات قصار قالہ الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتوں میں پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین
کے اسلیئے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہے تین چھوٹی آیتوں سے کہا ہے اسکو حلبی نے م یعنی جب آیت طویل جس صورت میں تین آیتوں سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر
بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظہا فرض عین متعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنے ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض متعین
ہے وحفظ جمیع القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانوں کے یاد کرنے سے اور ون کے ذمے یاد کرنا
فرض نرہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لیئے افضل ہے نفل پڑھنے سے م شامی نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ
مثلاً تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اسکی جماعت ہر محلہ میں سنت کفایہ ہے تنبیہ قرآن کو بھول جانا حرام نہیں مگر جبکہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھکر بھی
نہ پڑھا جاوے کذا فی شرح المنیہ وتعلم الفقہ افضل منہا اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے ان دونوں سے یعنی نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے م فقہ سے مراد وہ

مسائل دینیہ جب جنابت وغیرہ کسی شخص کی حالت سے ہون ورنہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہے اور باقی قرآن سے یہ غرض ہے کہ جس قدر قرأت کا یاد کرنا فرض یا واجب ہے اسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہے اور اسمین یہ شرط ہے کہ کچھ ترک سب قرآن کرنا درکار ہے ہون اگر کوئی یاد نکرے گا تو اس صورت میں فقہ کا سیکھنا افضل نہ ہوگا وحفظ فاتحۃ الکتاب وسورۃ واجب علی کل مسلم لیکن تعین شی میں انما یجب بقدر یاد کرنا فرض ہے اور ایک چھوٹی سورۃ کا واجب ہے ہر مسلمان پر اور مکروہ تحریمی ہے حکم کرنا کسی چیز کا ابواب میں سے سبب تردد ہونے کے سنت میں سے کسی چیز کا ہے کذا فی الطحاوی ولیس فی السفر مطلقا ای سواء قرأ بما وفوراً کہ دھون فی الطمانیۃ وجیز ہو ویدل فی الہدایۃ وغیرہ من التفصیل وردہ فی النہر وحرران الی الماتہ بہ الفاتحۃ وجنابۃ ای سورۃ شاء اور مسنون ہے سفر میں بولنا یعنی خواہ حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بقدر وجوب اور جس سورۃ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ سفر کو اسیطرح مطلق کہا ہے جامع صغیر میں اور اطلاق ترجیح دی ہے بحرالرائق میں اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحرالرائق نے رد کیا ہے اور صاحب بحر کے قول کو نہرالفائق میں رد کیا اور قول منقح بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ میں تفصیل ہے وہی منقح ہے اور ہدایہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی میں ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر میں مثل سورۃ بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کے ہے اور عصر اور عشا میں بروج سے چھوٹی صورتین پڑھے اور مغرب میں بہت چھوٹی صاحب نہر نے اسکو رد کیا کہ اس تفصیل کی کچھ نص نہین جامع صغیر میں اطلاق مثل متون کے مذکور ہے علاوہ اسکے مثل سورۃ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہین تو ظاہر یہی ہے کہ حالت قرار وجلدی دونون میں حکم یکسان ہو صاحب نہرالفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورۃ بروج سے طوال مفصل میں تعیین کسی حد خاص کی ہے پس جب مراعات سنت کی مسافر سے ممکن ہے تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکرے مترجم کہتا ہے اور جو باقی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفع کے لیے ہے کہ کوئی یہ نسمجھے کہ سفر میں الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بعد الحمد کے قرأت واجبہ کی جو نسی صورت کو مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الطحطاوی والشامی وفی الضرورۃ بقدر الحال اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے ہو مثلاً کہ وقت تنگ ہو کہ قرأت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہو تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی ویسن فی الحضر لامام ومنفرد ذکرہ الحلبی والناس عنہ غافلون طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنیکی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک ہے فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونون کے لیے مسنون ہے اسکو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی اکثر خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قرأت مسنون امام کے مثل ہے مترجم طوال جمع طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کیے ہوئے قرآن کے آخر کے ساتوین حصہ کی سورتین مفصل کہلاتی ہیں یا سوجہ سے کہ انمین بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہے یا سوجہ سے کہ انمین منسوخ آیتین بہت کم ہیں پھر مفصل کی تین قسمین ہیں طوال یعنی لمبی اور اوساط یعنی درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل ہیں اور وہان سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہان سے آخر قرآن تک قصار مفصل ومنہا الی آخر لم یکن اوساط فی العصر والعشاء وباقیہ قصار فی المغرب اور سورۂ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشا میں پڑھنا مسنون ہے اور باقی مفصل سورتین یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے اسطرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی یعنی ہر رکعت میں ایک سورہ ان سورتون میں سے کہ مذکور ہوئین پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام اور بدائع میں نہ اندازہ کرنیکو پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قرأت کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے باعث سے ہم یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قرأت میں کوئی حد مقرر نہ ملنی مختار ہے تو فجر میں کبھی چھوٹی سورۃ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازون میں اور یہ اختلاف وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت میں گنجائش ہے تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی طول نماز سے نہ گھبراتے ہون تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے کہ خوش آواز ہو تو لوگون کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہین ہوتا ورنہ گھبراتے ہین وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اور فتاوی حجت میں ہے کہ فرض نماز میں قرأت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح میں نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے

اور رات کی نفلون یعنی تہجد مین نمازی کو جائز ہی کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ مین آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید نا لگا اسلیے لگائی کہ تہجد والون کی عادت زیادہ قرآن
پڑھنے کی ہوتی ہی تو جلد پڑھنے سے انکا ورد پورا ہو سکتا ہی مگر جلدی کے یہ معنی کہ مد زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ مین نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے
ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرء بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم اور جائز ہی پڑھنا قرآن کا ساتون روایتون مین مگر بہتر یہ ہی کہ روایت غریب عوام کے سامنے
نہ پڑھے واسطے حفاظت انکے دین کے م یعنی ہر چند ساتون روایتین صحیح اور فصیح ہین مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر
اور حمزہ اور کسائی کی کہ اسکو سنکر عوام ہنستے ہین اور ہنسنا قرآن پر بیدینی ہی اسلیے انکے دین کے بچانے کے لیے روایت غریب نہ پڑھے وتطال اولی الفجر علی ثانیتہا بقدر الثلث
وقیل النصف ندبا فلو فحش لا باس بہ فقط اور زیادہ کیجاے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے از راہ استحباب کے پس اگر
پہلی رکعت مین زیادتی بہت کر دیگا مثلاً پہلی مین دس گنی رکعت پڑھی بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضائقہ نہین ہم یعنی پہلی رکعت مین اتنی قرارت پڑھے کہ اسکی زیادتی دوسری رکعت
کی قرأت سے بقدر سوم حصہ دونون قرارتون کے ہو جاے مثلاً پہلی رکعت مین ۴۰ آیتین پڑھین اور دوسری مین ۲۰ تو دونوین ۶۰ آیتین ہوئین اور اول مین ۲۰ زائد ہین دوسری سے
اور وہ تہائی ہین ۶۰ کی اور اگر اول مین ۴۵ پڑھین اور دوسری مین ۱۵ تو پہلی مین ۳۰ زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہین کل قرارت کی اور فقط سے یہ مراد ہی کہ یہ حکم
صرف فجر کی نماز مین ہی نہ دوسری نمازون مین وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ سب نمازون کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہی
یہانتک کہ تراویح کی بھی کہتے ہین کہ فتوی اسی قول پر ہی م طحطاوی نے کہا کہ یہ اختلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نماز مین ہی اور ان دونوین بالاتفاق دونون رکعتین برابر
پڑھنی چاہئین اور حلیہ مین امام محمدؒ اور شیخین کی دلیلین نقل کر کے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے **واطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلاث آیات**
ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتون کے مکروہ تنزیہی ہی بالاتفاق
اگر آیتین دونون رکعتون کی بڑی اور چھوٹی ہونے مین قریب قریب ہون اور اگر ایک سی آیتین نہون تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورتین دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ نہون اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہی نہ شمار آیتون کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑھنے پاوے واستثنی فی البحر ما وردت بہ السنۃ واستظہر فی
النفل عدم الکراہۃ مطلقاً اور بحر الرائق مین استثنا کیا ہی ان سورتون کو جو حدیث مین وارد ہین یعنی انکے پڑھنے مین کراہت نہین جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت مین سبح اسم اور دوسری
مین ہل اتٰک پڑھنا حالانکہ پہلی مین انیس ۱۹ آیتین ہین اور دوسری مین چھبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہی نفل مین عدم کراہت کی مطلقاً یعنی حدیث مین وارد ہو یا نہو **وان باقل لا یکرہ لانہ**
علیہ الصلوۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتون سے کم ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہی معوذتین سے یعنی فجر کی اول
رکعت مین سورہ فلق اور دوسری مین سورہ ناس پڑھی حالانکہ دوسری مین چھ آیتین ہین اور اول مین پانچ **ولا یتعین شئی من القرآن لصلوۃ علی طریق الفرض بل**
تعین الفاتحۃ علی وجہ الوجوب اور نہین متعین ہی قرآن مین سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہی فاتحہ ہر نماز مین بطور واجب ہونے کے
ویکرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی لفجر کل جمعۃ بل ندب قرأتہما احیاناً اور مکروہ ہی معین کرنا کسی سورت کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر مین پہلی رکعت مین الم سجدہ اور دوسری مین سورہ دہر
پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونون کا پڑھنا مستحب ہی م طحاوی اور اسبیجابی نے اسمین قید لگائی ہی کہ اگر معین سورہ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اسطرح کی تعیین مکروہ ہی
اور اگر باتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کو پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتون کو بھی پڑھے یا سوا معین سورتون کے دوسری اسکو یاد نہون یا انکا پڑھنا اسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہین
اور ہدایہ مین وجہ کراہت کی یہ لکھی ہی کہ معین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل ہونے کا لازم آتا ہی کذا فی الشامی مختصراً **والمؤتم لا یقرء مطلقاً ولا الفاتحۃ فی السریۃ**
اتفاقاً وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قرأت نہ پڑھے نہ جہری نماز مین نہ سری مین اور نہ الحمد پڑھے سری نماز مین باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کیطرف منسوب ہی
کہ سری نماز مین مقتدی کو احتیاطاً الحمد کا پڑھنا مستحب ہی وہ ضعیف ہی چنانچہ اسکو کمال نے مشرح بیان کیا ہی م کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار مین فرمایا ہی کہ امام
کے پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہین خواہ نماز جہری ہو یا سری **فان قرأ کرہ تحریماً** وتصح فی الاصح پس اگر مقتدی قرارت پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح تر قول مین وفی در البحار عن مبسوط

[illegible] اور [illegible] کہ [illegible] بعد [illegible] ... اور بعض صحابہ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرات پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور قرات کا منع ہونا چند صحابہ سے مروی ہے اسلئے منع کرتے ہیں [illegible] ہم قرات [illegible] مقتدی کو قرات سے منع کرنا اسی صحابہ سے اثر ہے جیسے حضرت علی مرتضیٰ اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں [illegible] قول
مقابل پر کہ قال کا [illegible] میں فانہ [illegible] قول المستمع [illegible] ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ [illegible] امام [illegible] قرأ [illegible]
وانصتوا [illegible] قرات امام کی سنتے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ امام کے پیچھے پڑھنا [illegible] ہیں یہ آیت نازل ہوئی جب قرآن پڑھا جاوے تو اسکو سنو اور چپ رہو اس قول سے ہم استدلال کی ہے کہ آیت میں دو باتیں ظاہر ہیں کہ قرآن کا سننا اور سکوت تو سننا تو جہری نماز کے لئے مخصوص ہے مگر سکوت خاص نہیں اسلئے وہ دونوں نمازوں میں مطلقاً واجب ہوگا کذا فی الشامی وان وصلۃ قرأ الامام آیۃ ترغیب او ترہیب کذا الامام لاشتغال بغیر القرآن ولا ورد فی الاثر فی النفل منفرداً گا فرضہ ... کچھ نہ پڑھے اگرچہ امام آیت ترغیب پڑھے یعنی جسمیں ذکر رحمت اور جنت اور ثواب کا ہو یا آیت ترہیب پڑھے جسمیں ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور اسیطرح امام بھی سوے قرآن کے آیت ترغیب و ترہیب کے پڑھنے کے دوسری دعا میں مشغول نہو اور جو کچھ اس بابمیں حدیث میں وارد ہوا ہے وہ حالت انفراد میں نفل پڑھنے پر محمول ہے جیسے کہ پیشتر اسکی نظیر اجابت بیان میں گذری نہ یہ مسئلہ خاص شارح نے کہا کہ ان مسئلہ ہم نہ شرح منیہ یعنی ابوداؤد میں بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی تو جس آیت رحمت پر گذرے وہاں توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہاں توقف کرکے پناہ مانگی تو یہ نماز نفل پر محمول ہے کذا فی الشامی

وکذا الخطبۃ فلا یاتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ اور رد سلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ آیۃ صلوا علیہ فیصلی المستمع سرا فی نفسہ وینصت بلسانہ عملا بامری صلوا وانصتوا اور اسیطرح حکم ہے خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت وہ بات نکرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ لکھنا یا سلام کا جواب دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اسوقت بھی سکوت کرے مگر جبکہ خطیب یہ آیت پڑھے (صلوا علیہ) تو سننے والا خطبہ کا پوشیدہ اپنے دل میں درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونوں امروں پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیہ کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل میں درود کہنے سے دونوں کی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب میں سکوت واجب ہے اور ظالم حاکموں کے نام اور تعریف خطبہ میں داخل نہیں والبعید من الخطیب والقریب سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہیں سکوت کرنے کے فرض ہونے میں ہم شارح نے سکوت کو فرض کہا تبعیت ہدایہ کے اور نہر الفائق میں اسکو واجب کہا ہے طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہے اسلئے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہے فرع
مسائل متفرقہ شارح کے یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ واجب ہے سننا قرات کے قرآن کا ہر حال میں یعنی نماز میں اور خارج نماز سے اسلئے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے یعنی آیت فاستمعوا ہر چند نماز کے باب میں نازل ہوئی ہے چنانچہ پیشتر بیان ہوا مگر احکام میں اعتبار الفاظ کے عام ہونیکا ہے نہ سبب کے خاص ہونیکا پھر یہ حکم وجوب استماع کا بعذری میں ہے اور عذر کی صورت میں سننا واجب نہیں مثلاً گھر میں لڑکا قرات کرتا ہے اور آدمی اپنے کاروبار میں پہلے سے مصروف ہیں تو انپر سننا واجب نہوگا اسیطرح جو شخص بازار میں تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاروبار کرنیوالوں پر سننا واجب نہوگا کذا فی الشامی ملخصاً لا باس ان یقرأ سورۃ ویعیدھا فی الثانیۃ کچھ ڈر نہیں اس بات کا کہ پڑھے ایک سورت ایک رکعت میں اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری میں ہم لا باس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولیٰ یعنی مکروہ تنزیہی ہے اور ضرورت کی صورت میں بلاکراہت جائز ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ ناس ہو سے پڑھ گیا تو دوسری میں بھی اسی کو پڑھے ورنہ الٹا پڑھنا لازم آویگا کذا فی الشامی وان یقرأ فی الاولیٰ من محل وفی الثانیۃ من آخر ولو من سورۃ ان کان بینھما آیتان فاکثر اور اسکا بھی مضائقہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری میں دوسرے مقام سے اگرچہ دونوں مقام ایک ہی سورت میں سے ہوں بشرطیکہ دونوں مقاموں میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا [illegible]

الفصل بسورة قصيرة اور مکروہ ہی دونون رکعتون کی قرأت مین چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت مین سورۂ کافرون اور دوسری مین تبت پڑھے اور سورۂ نصر
کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ہان اگر بیچ مین بڑے سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین وان یقرأ منکوسا اور مکروہ ہی یہ کہ قرآن کو الٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت مین سورۂ اخلاص
اور دوسری مین تبت پڑھے ہم وجہ کراہت یہ ہی کہ ترتیب سورتون کے تلاوت کی واجبات مین سے ہی اور لڑکون کیلیے جو ترتیب بدلکر پڑھاتے ہین تو تعلیم کی ضرورت
کے سبب سے ہی کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرأ من البقرة الٹا پڑھنا مکروہ ہی مگر جبکہ قرآن کو ختم کرے تو سورۂ بقرہ مین سے پڑھے اسلیے کہ حدیث مین اسطرح سے ختم کی خوبی وارد ہی
وفی القنية قرأ فی الاولی الکافرون وفی الثانية الم تر او تبت ثم ذکر يتم وقيل يقطع ويبدأ اور قنیہ مین ہی کہ اول رکعت مین سورۂ کافرون پڑھے اور دوسری مین سورۂ فیل یعنی
خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چھوٹی سورت کا فاصلہ چھوڑ کر شروع کی پھر یاد آیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورۂ رہگئی تو انھین سورتون کو تمام کرے اور قول ضعیف ہی
کہ انکو چھوڑ دے اور دوسری سورت پڑھے جسمین بے ترتیبی وغیرہ لازم نہ آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہواً ترتیب بدل جاے یا چھوٹی سورۂ
کا فاصلہ ہوجاے تو مکروہ نہین ولا يکره فی النفل شیء من ذلک اور نفل مین ان باتون مین سے کوئی مکروہ نہین ہم یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورۂ کا فاصلہ چھوڑنا
نفل مین درست ہی حلبی نے اسپر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہی تو جب نماز کے باہر بے ترتیبی مکروہ ہی تو نماز کے اندر کیون نہوگی طحطاوی نے جواب
دیا کہ نفل مین چونکہ گنجایش زیادہ ہی اسلیے اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہی تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا تھوڑی
دیر کے بعد دوسری آیت اسکے اوپر کی پڑھی تو جیسے اسطرح کا پڑھنا مکروہ نہین ایسے ہی نماز نفل مین مکروہ نہین وثلث تبلغ قدر اقصر سورة افضل من آية طويلة اور تین آیتین
کہ بقدر چھوٹی سورت کے ہون ایک بڑی آیت سے افضل ہین ہم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہی اور ثلاث مبتدا ہی بتقدیر مضاف یعنی قرأت ثلاث
اور بعض نسخون مین بثلاث ہی تو اس صورت مین التقدير الصلوة بثلاث ہوگی وفی سورة ببعض سورة العبرة للاکثر وبسطناه فی الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت
پڑھنے مین اعتبار اکثر کا ہی یا اعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتین پڑھی ہونگی تو سورۂ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور ہمنے اس ذکر فروع کو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہی

باب الامامۃ

یہ باب ہی امامت کے بیان مین ہی صغری وکبری فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقه فی علم الکلام امامت دو قسم ہی ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا
تصرف عام کا ہی خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام مین مذکور ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف مین یہ خلل ہی کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہی نہ اسکی حقیقت بلکہ حقیقت
اسکی وہ ہی جو مقاصد مین مذکور ہی کہ امامت ریاست عامہ ہی لوگون کے دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امرا نکل گئے کہ انکی ریاست اہل اسلام پر عام نہین ہوتی بلکہ خاص مسلمانون پر ہوتی ہی اور خلق سے مراد مسلمان ہین اور
جو انکے حکم مین ہین مثل ذمی وغیرہ کے ونصبه اهم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانون پر زیادہ ضروری واجبات مین سے ہی اسلیے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر
موقوف ہین اور یہین وجہ ہے عقائد نسفیہ مین کہا ہی کہ مسلمانون کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ انکے احکام جاری کرے اور انکو سزائین اعمال بد کی دے اور دشمنون کو شہر
سے روکے اور انکے لشکرون کو سامان دے اور انسے صدقات وصول کرے اور گردن کشون کے سر دبائے اور چورون اور رہزنون کو زیر کرے اور جمعہ اور عید قائم کرے اور حقوق
کے ثابت کرنے کی گواہیان سنے اور جن بچون کے ولی نہین انکے نکاح کردے اور مسلمانون مین غنیمتون کے مال تقسیم کرے انتہی فلذا قدموه علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ
علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا یعنی وفات شریف
دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن مین دفن ہوئے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابھی تک باقی ہی کہ کوئی خلیفہ دفن نہین ہوا جبتک
کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہین ہوچکا ويشترط کونه مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قرشيا اور شرط ہی ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریشی
کے نسب سے ہم مسلمان اسوجہ سے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہین اور آزاد باین وجہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہین تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیے کہ عورتون کو

[illegible] ہے تاکہ ان کی اطاعت ہو ... تاکہ ... ماقل ہو بالغ ہو جلد ... اور بات کو پہنچ ... اور [illegible]
سے یہ غرض ہے کہ ... اور ... اسلام ... پر قدرت رکھتا ہو ... امام کے عزل کرنے کی غرض فوت ہو جائیگی اور قریشی ہونا اسواسطے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہیں کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہے اور بعض نے علم ہونا امام کا شرط
قرار دیا ہے یہ ہاشمی علوی معصوم نہیں شرط ہے امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہونا یا گناہوں سے معصوم ہونا امام کا جیسا کہ شیعوں نے کہا ہے
یعنی کہ امام کو ہاشمی ہونا ضرور ہے اس سے یہ مطلب کہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ٹھہرے اور ضمن میں اس سے یہ بھی
کہ خلافت عباسیوں کی باطل ہو جاوے ہم اثنا عشری شیعوں اور اسماعیلیوں کا قول ہے حلبی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لاقیون کی جگہ لا یعنی یوں کہتا
لا ہاشمیا ولا علویا ولا معصوما تاکہ تینوں قیدیں شیعوں کے تینوں فرقوں کے قول جدا جدا ہیں نہ یہ ایک ہی قول ہے و یکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہے حاکم بنانا
فاسق کو مکروہ کہنے سے اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہیں ویعزل به الا لفتنة اور امام قابل معزول ہو جاتا ہے فسق سے یعنی اگر اثنا امامت میں اسپر فسق
طاری ہو گیا تو اس سے معزول ہو جانا ... مگر فتنہ پیدا ہو تو اسکو معزول کیا جاوے وجب ان یدعی لہ ... اور واجب ہے کہ ایسے امام
کے حق میں دعا کی جاوے وتصح سلطنۃ متغلب للضرورۃ اور صحیح ہے سلطنت زبردستی مالک بننے والے کی بسبب ضرورت کے ہم عقد امامت دو طرح سے
منعقد ہوتا ہے اول یہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہ دوسرے امام کو کر دے جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہ کہ زمرہ علما اور صاحبان رائے و تدبیر
کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں تو اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں اور کوئی شخص زبردستی والی ہو جاوے تو اسکی سلطنت صحیح ہوگی ضرورت کی وجہ سے یعنی تاکہ اہل اسلام میں فتنہ
نہ ہو کذا یصح ولیکن ان [illegible] امور التقلید ... والی تابع لہ والسلطان فی الرسم ... والوالی فی الحقیقۃ ... لعدم صحۃ اذنہ بقضاء وجمعۃ کما فی الاشباہ عن البزازیۃ اور اسیطرح
درست ہے سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کاروبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کیے جاویں جو تابع سلطان کا ہو اور بادشاہ ظاہر میں تو وہ لڑکا ہے
اور حقیقت میں والی مذکور کیونکہ اسکی اجازت قضا اور جمعہ میں درست نہیں چنانچہ اشباہ میں بزازیہ سے ہے یعنی اگر والی مذکور کو حقیقت میں بادشاہ نہ کہیں تو اسکا حکم دینا
قضا اور جمعہ کے لیے درست نہ ہوگا کیونکہ ان دونوں میں ایسے شخص کا اذن صحیح نہیں جسکو ولایت نہ ہو لیکن یوں کہنا چاہیے کہ یہ شخص ایک خاص وقت تک حقیقت میں
سلطان ہے یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہ فائدہ ہوگا کہ سبب وہ لڑکا بالغ ہونے کے بعد حاکم مستقل ہوگا تو اس والی کے معزول کرنے کی حاجت
نہ ہوگی کذا فی الشامی وفیہا لو بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی تقلید جدید اور بزازیہ میں ہے کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہو وے تو حاجت پڑیگی نئے سر سے اسکو حاکم بنانے کی
والصغری ربط صلوۃ المؤتم بالامام بشروط عشرۃ اور امامت صغری وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہے امام کی نماز سے دس شرطوں کے ساتھ ہم شارح نے جو دس شرطیں مذکور کی
ہیں سو اقتدا کی ہیں نہ امامت کی البتہ نور الایضاح میں چھ شرطیں امامت کی مذکور لکھی ہیں تندرست مردوں کے لیے اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم
مرد ہونا پنجم عذروں سے سلامت ہونا جیسے نکسیر اور پیشاب کے جاری رہنے اور تتلا ہونے وغیرہ سے ششم موجود ہونا شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ کے مگر
چونکہ امامت بغیر اقتدا کے ہو نہیں سکتی اسلیے جو شرطیں شارح نے اقتدا کی لکھی ہیں وہ امامت کی بھی ہو سکتی ہیں لیکن موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر اسیطرح یہ چھ شرطیں
اقتدا کی بھی ہو سکتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطیں امامت اور اقتدا کی سولہ ہیں مگر چونکہ دس مقتدی کے ساتھ قائم ہیں اور چھ امام کی تو بہتر ہے کہ دس کو شرطیں اقتدا کی ٹھہرا جاوے
اور چھ کو امامت کی کذا فی الشامی نیۃ المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی مقتدی کو واتحاد مکانہما اور دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار
پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہ ہوگا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ میں آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہ ہو وصلوتہما اور تیسری شرط متحد ہونا دونوں
کی نماز کا بحر الرائق میں کہا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اگر مقتدی امام کی نماز کی نیت سے اقتدا کرے تو درست ہو جاوے یہ تعبیر اسلیے کی کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑھنے والے
کے پیچھے اس عبارت میں داخل ہو جاوے بعض شرطیں کو نور الایضاح میں خوب لکھا ہے کہ مقتدی سوائے امام کے فرض ہے اور کوئی فرض نہ پڑھتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحۃ صلوۃ امامہ

اور چوتھی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان مین تو اگر مقتدی کی دانست مین امام کی نماز فاسد ہوگی تو اُس کا اقتدا صحیح نہوگا وعدم محاذاۃ امرأۃ اور پانچوین شرط ہی
نہ برابر ہونا عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتھ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہی وعدم تقدمہ بعقبہ اور چھٹی شرط ہی نہ آگے بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے بلحاظ
ایڑیون کے تو اگر ایڑیان برابر بھی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پاؤن بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیان آگے بڑھی ہوئی ہون وعلمہ بانتقالاتہ اور ساتوین شرط ہی جاننا
مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو خواہ دیکھنے سے یا آواز سنکر یا دوسرے مقتدیون کو دیکھ کر یہ علم حاصل ہو وبحالہ من اقامۃ وسفر اور آٹھوین شرط ہی جاننا مقتدی کا
امام کے حال کو یعنی اُسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام پھیر دیا اور لوگون کو معلوم نہوا کہ اُسنے
بھول کر دو پڑھین یا سفر کی جہت سے تو نماز نہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط ہی شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اُسکے ساتھ ادا کرنا
تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بھی نرہیگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا وفی الشرائط کما بسطہ فی البحر اور دسوین شرط ہی ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اُس سے
کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ مشرح مذکور ہی بحر الرائق مین ہم ارکان مین برابری ہونے سے یہ غرض کہ اُنکی بجا آوری مین برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان
ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہی تو اقتدا درست ہی کیونکہ دونون ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہ کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجود
کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرائط مین یکسان ہونیکی یہ صورت ہی کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین
کم ہونے کی یہ مثال ہی کہ امام مین سب شرطین ہون اور مقتدی ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوان شرطین اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط مولف
پائی جاتی ہین قیل وثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہی (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھ یعنی شریک جماعت ہو
اس صورت مین جماعت سنت موکدہ نہ رہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اسکے معنی یہ کہے ہین کہ خضوع کرو عاجزی کرنیوالون کے ساتھ
تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے ہی الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے
سیکھنا ہم یعنی جماعت کے مشروع ہونے مین یہ حکمت ہی کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ
دوسرے واقفکار سے سیکھ لیگا اور ایک حکمت یہ بھی ہی کہ تنہا پڑھنا نفس پر شاق ہوتا ہی جماعت مین دل نہین گھبراتا کذا فی الطحطاوی ہی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی
قالہ العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہی یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہی بخلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہی کہا ہی اسکو عینی نے
اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذ الجمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان
کہا کرتا اسکے یہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہی ہم یعنی حضرت عمرؓ کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اُسکے معنی یہ ہوسکتے
ہین کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونون باتون کے جمع ہونے مین بلاشبہہ فضیلت ہی خلافت کو مانع اسلیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول ہونے سے انتظار
اوقات نماز کا نہین ہوسکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال بعضہم اخاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی او قرأتہا یعاتبنی ابو حنیفۃ فاخترت الامامۃ اور
بعض علما نے کہا ہی کہ مجکو خوف ہی کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑ دون تو امام شافعی مجھپر عتاب نہ کرین اور اگر اُسکو پڑھون تو امام اعظم غصہ نہ فرمائین اسلیے مین نے امامت
کو اختیار کیا اور یہ گویا دوسری دلیل ہی امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلا خلاف درست ہو جاتی ہی والجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا
بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت موکدہ ہی زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہی یعنی جو لوگ سنت موکدہ کہتے ہین اُنکے
قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین اُنکے قول مین کچھ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہی کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہی مگر جمعہ اور عیدین مین جماعت شرط ہی اُن دونو کے
صحیح ہونے کی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہی کہ محلہ مین کچھ لوگون کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہی
اور رمضان کے وترون مین جماعت مستحب ہی ایک قول پر اور دوسرے قول کے موجب نہین بلکہ وترون کو مکان پر ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ وتطوع

کو بھی استثنا کیا گیا ہے مگر رمضان کے سوا کے وتر میں اور نماز نفل میں جماعت مکروہ ہے بطور تداعی کے عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی سے
یہ غرض ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی اور اگر یہ مقتدی تین سے کم ہوں تو کسی کے نزدیک جماعت مکروہ نہیں
مکروہ نہیں اور مکرر کرنا جماعت کا اذان و اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں نہ شارع عام کی مسجد میں
یعنی مسجد میں جسکا امام اور مؤذن معلوم ہو مکروہ تحریمی ہے اسلیے کہ جماعت دوبارہ جائز نہیں اور جماعت کو پہلے
منعقد ہو چکی ہے اور مسجد محلہ سے یہ غرض ہے کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع ہو تو دوسری جماعت
جائز ہوگی بالاتفاق جیسے اس مسجد میں جسکا امام و مؤذن نہیں اور آدمی گروہ گروہ نماز پڑھتے ہیں تو افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان و اقامت جدا کہے خانیہ میں کہا
کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اس صورت سے کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جائے کہ اسطرح پڑھنا مباح ہے بالاتفاق اور جماعت دوم کے
مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرا دینے کو نکلے تھے تو نماز کے وقت مسجد میں تشریف لیگئے جس میں جماعت ہو چکی تھی آپ اپنے مکان پر پھر
تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کرکے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد میں درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑ کر آپ گھر میں کیوں نماز پڑھتے علاوہ اسکے جماعت
ثانی کے جائز رکھنے میں جماعت کی کمی بھی مقصود ہے کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دیر کرکے جائینگے بھی جماعت فوت نہ ہوگی اگر اول نہ ملیگی دوسری مل جائیگی تو اول جماعت میں
اکٹھے نہ ہونگے تو اس تعلیل سے یہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت کو بدون اذان کے بھی مکروہ ہے اور اسیکا مؤید ظہیریہ میں ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت
ہو چکی ہے تو وہ تنہا نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی وجہ سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ جو اہل حرمین چند امام کے پیچھے جماعتیں ایک ہی
وقت میں پڑھتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شریف غزنوی جو ۵۵۱ھ میں حج کو گئے تھے تو ان جماعتوں کے باب میں انکا صریح کیا تھا اور بعض مالکیوں نے فتوی
دیا ہے کہ تکرار جماعت مسجد محلہ میں چاروں مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہے مگر اسمیں اشکال یہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہیں تو انکو مسجد محلہ کیسے
کہ سکتے ہیں بلکہ انکا حال مثل مسجد شارع عام کے ہے اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے
کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہو تو مکروہ نہ ہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اس قول کو ہم لیتے ہیں اور
بزازیہ میں ہے کہ محراب سے ہٹکر کھڑے ہونے میں پہلی جماعت کی صورت بدل جاتی ہے کذا فی الشامی مختصراً مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں جماعت دوم کے باب میں بہت بحث رہتی ہے اسلیے مترجم نے
استیعاب روایات کو مناسب سمجھا اور مجھکو کراہت و عدم کراہت جماعت دوم میں تردد تھا کہ ایک روز خود بخود صلوۃ خوف کا خیال دل میں گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے
رہتی ہے اور نصف امام کے ساتھ پڑھتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے
کا حکم ہوتا اتنے تکلفات کی ضرورت نہ ہوتی اس روز سے مجکو وہ تردد رفع ہو گیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی راجح ہے **واقلہا اثنان** واحد مع الامام ولو ممیزا او ملکا
او جنیا فی مسجد او غیرہ اور کمتر جماعت دو شخص ہیں یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھ اگرچہ مقتدی لڑکا تمیزدار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں کم جماعت
دو آدمیوں سے ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو سیوطی نے جامع صغیر میں روایت کیا ہے کہ دو اور اس سے زیادہ جماعت ہیں اور بحر الرائق میں جو علت بیان کی ہے کہ جماعت اجتماع
سے ماخوذ ہے اور چونکہ دو میں بھی اجتماع ثابت ہے اسلیے جماعت بھی پائی جاویگی اور یہ حکم اور فرضوں میں ہے سوائے جمعہ کے کیونکہ جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونے
کے مقتدی ہونے چاہییں کذا فی الشامی و فی التصحیح انتہی اشباہ اور صحیح ہے امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلیے کہ جن بھی مکلف ہے اور فرشتہ کی امامت درست نہیں کیونکہ
فرشتہ مکلف نہونے کی وجہ سے نفل پڑھیگا اور فرض پڑھنے والیکا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم
کے لیے مخصوص تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی **وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا وبہ**
جزم فی التحفۃ وغیرہا قال فی البحر وہو الراجح عند اہل المذہب اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہیں اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہے تحفہ

وغیرہا مین بحر الرائق مین کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہی اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب مین ٹھیک اور قوی تر ہی اور اسی
لیے اجناس مین کہا ہی کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اسکی گواہی مقبول نہین اور بعضون کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہی فتسن او تجب
ثمرتہ یظہر فی الاثم بترکہا مرۃ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوۃ بالجماعۃ من غیر حرج یعنی جماعت مسنون ہی یا واجب ہی مردون عاقل
بالغ اور آزاد اور جماعت کی نماز پر بدون کسی دقت کے قدرت رکھنے والون پر شارح نے کہا کہ واجب اور مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ اگر جماعت کو ایکبار
چھوڑ دیگا تو وجوب کے قول پر گنہگار ہوگا اور مسنون ہونے کے قول پر گنہگار نہ ہوگا من غیر حرج سے مراد عذر شرعی ہی جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا وغیرہ
اور نور الایضاح مین ہی کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت مین حاضر نہو اگر اسکی نیت یہ تھی کہ عذر نہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب
طلبہا فی مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ مین جماعت نملے تو مستحب ہی کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد مین کرے اگر مسجد حرام اور اس جیسی دوسری
مسجدون مین اگر جماعت نملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہین اسلیے کہ ان مسجدون مین جماعت کی نماز سے ان مسجدون مین نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہی بسبب حدیث
ابن ماجہ کے جو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر مین نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہی اور مسجد محلہ مین پڑھنا پچیس نمازون کا ثواب
ہی اور مسجد جامع مین پانسو کا اور بیت المقدس مین پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ مین پچاس ہزار کا اور مسجد حرام مین لاکھ کا ثواب ہی کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد
وزمن ومقطوع ید ورجل من خلاف … ومفلوج وشیخ کبیر عاجز … جماعت واجب ہی بدون حرج کے اس سے نکلا کہ واجب نہین
بیمار اور اپاہج اور … ایک ہاتھ اور ایک پاؤن مخالف جانب سے کٹا ہو یا فقط ایک پاؤن ہی کٹا ہو ذکر کیا ہی اسکو حدادی نے اور واجب نہین فالج زدہ
… بہت بوڑھے … اگرچہ کوئی ہاتھ پکڑ کر لیجائے … اگر اسکے پاس سواری موجود ہو تو بھی جماعت
واجب نہین فتح القدیر مین کہا کہ جماعت بالاتفاق … واجب نہین … امام کے نزدیک واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک
واجب ہی کذا فی الشامی … ومطر وطین … پس جماعت اس شخص پر … اور جماعت مین … اور کیچڑ
اور … اور سخت اندھیرا حائل ہو … کیچڑ کثرت سے ہو … اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا
سخت … ریح لیلا لا نہارا … رات کے وقت واقع ہو … دن مین یا حائل ہو خوف اپنے
مال پر … یا خوف ہو قرضدار سے یا کسی ظالم سے … کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیامہ
بمریض … ذکرہ الحدادی … حضور جماعت ہی ارادہ سفر کا … بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر لینے یعنی جس صورت
مین … سے ایذا ہو … کہ جسکی … نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہی اسکو حدادی نے … کذا جزم بہ الباقانی تبعا
للبہنسی … فقہ مین … ایسا ہی یقین کیا ہی
اسکو باقانی نے … بہنسی کے … اگر فقہ کی مشغولی مین ترک جماعت پر مداومت کریگا … اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ سزا
مال … سے مراد مسائل ضروریہ دینیہ کے ہین اور مشغول ہونا عام ہی کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے
… ضبط کرنے کی سزا … چنانچہ باب التعزیر مین مذکور ہوگا ولا تقبل شہادتہ … الامام … اور قبول نکیجائے گی گواہی
جماعت کے ترک کرنیوالے کی … سبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے … یعنی اگر ترک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہی اسلیے جماعت مین حاضر نہین ہوتا یا
امام رعایت مذہب مقتدی کی نہین کرتا ان امور مین جو موجب نماز کے باطل ہونے کے ہین تو ان عذرون سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر
الاعلم باحکام الصلوۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل واجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے مین بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے مین

کذا فی البحر ... ترجمہ ... تو اسکی تعظیم ہوتی ہے ... اور علماء نے ... ہو کہ مقتدی اسکی امامت سے ناخوش ہون ...
خوش ہون سے ... کرنے ... کہ ... مستحب ہے ... کہ ... پس ...
ساتھ بھی ... کہ امامت میں ... اقتدا ... اور کراہت ... بعض ... کو ... پہلی ... بھت ...
تھا اور ... اور فتح القدیر میں ... کہ ... بیان ... امامت ... تو ... ثم الاحسن تلاوۃ وتجوید اللقراءۃ ثم
الاورع ای اکثر اتقاء للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات اگر ... میں برابر ہون تو پھر مستحق امامت کا وہ ہے جو تلاوت اور قرأت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو اور زیادہ ... وہ الا
... شبہون سے بہت بچے اور تقوی حرام چیزون سے بچنا ہے تلاوت اور تجوید سے یہ غرض ہے کہ حروف اور ... اور ... خوب ... اور ...
مرتبہ میں اسلیے ... کہ قرأت کی احتیاج صرف ایک رکن میں ہوتی ہے اور علم کی احتیاج سب رکنون میں ہے پھر شارح نے ورع اور تقوی میں فرق بتایا کہ ورع شبہون سے بچنے
کو کہتے ہیں اور تقوی حرام چیزون سے بچنے کو اور شبہہ اسکو کہتے ہیں جسکی حلت اور حرمت میں شک ہو ثم الاسن ای الاقدم اسلاما فیقدم شاب علی شیخ اعلم پھر مستحق امامت زیادہ
عمر والا ہو یعنی جو اسلام میں پیشتر ہو نہیں مقدم کیا جائے جوان ... پر کہ چند روز سے مسلمان ہوا ہو ... الاقدم ... وعلیہ یقاس سائر الخصال
فیقال یقدم اقدمہم علما ... للفرقہ ... کہا ہے کہ مقدم کیا جائے وہ شخص جو پیشتر ورع میں ہو ... دونون ... مقدم ہے ... کم
... اور ... سب خصلتون کا قیاس ہوگا یعنی یون کہا جائیگا کہ مقدم کیا جائے وہ جسکا علم سب سے پیشتر ہو اور ... یعنی
مثلاً جسکو فن قرأت مدت سے آتا ہو وہ اس سے مقدم ہے جسکو چند روز سے آتا ہے اور اسوقت میں یعنی جبکہ ہر خصلت سے پیشتر ہونے کا لحاظ کیا جائے تو ... کی احتیاج کم ہوگی
اور ... کیا ہے کہ اگرچہ مستحق امامت سب خصلتون میں برابر ہون تو نہیں ... لکھا ہے کہ جب خصال میں لحاظ پیشتر ہونے کا کیا جائے تو ... ضرورت ... والے
کی کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند آدمیون میں ورع اور علم اور قرأت ایک ہی مدت سے ہو ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس پھر مستحق امامت وہ ہے جو خوش خلق زیادہ
ہو شارح نے کہا کہ خلق ... لوگون سے ملنساری کو کہتے ہیں ثم الاحسن وجہا ای اکثرہم تہجدا پھر زیادہ خوبصورت یعنی لوگون میں زیادہ تہجد گذار ہو ... شارح نے
... کے ساتھ کی اسلیے کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑھیگا دن کو اسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بدائع نے کہا کہ اس تکلف کی
کچھ حاجت نہین خوبصورتی ظاہری مراد لینی چاہیے کہ خوبصورت کی امامت سبب ہے جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہا ازاد الفقیہ ... تھا
زیادہ کیا ہے کہ پھر سب میں کا زیادہ صبیح یعنے چہرہ میں زیادہ بشاش مستحق ہے ... سماحت سے ... کے معنی یہ ہین کہ جس ... کشادہ پیشانی اور ... ہنس ...
تو یہ بات حسن ظاہری سے علاوہ ہے مگر خوش خلقی میں اور اس میں ظاہرا کچھ فرق نہین معلوم ہوتا ثم اکثرہم حسبا پھر مستحق وہ ہے جو سب میں زیادہ حسب کی رو سے ہو بعض
نسخون میں ... کے ساتھ ہے مگر چونکہ اسکا ذکر پیشتر ہو چکا اسلیے ... کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے قاموس میں ہے کہ حسب وہ بزرگی ہے جسکو آدمی اپنے آبا و اجداد
یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پھر وہ مستحق ہے جو خاندان میں زیادہ شریف ہو مثلا سید مقدم ہے اور لوگون پر زاد فی البرہان ثم الاحسن صوتا ... ان
... یہ زیادہ کیا ہے کہ پھر جسکی آواز زیادہ اچھی ہو یعنی اگر صفات گذشتہ میں برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جائیگا وفی الاشباہ ... ثم الاحسن زوجۃ ... اور اشباہ میں
تھوڑا سا ... شرح ... کے بیان کیا ہے کہ پھر مستحق وہ ہے جسکی بی بی زیادہ اچھی ہو اسلیے کہ بی بی کے اچھے ہونے سے ... کو زیادہ ... آتا
صورت میں ہے کہ لوگون یا ہمسایون میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہین کہ بقیہ صفات میں برابری کے وقت ہر شخص اپنی بی بی کے ... بیان کرے کذا فی
الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پھر وہ مستحق ہے جو زیادہ ہو مال میں یعنی مال حلال جسکے پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی ... پھر
وہ ہے جو زیادہ ہو جاہ میں یعنے لوگون کے دلون میں اسکی قدر زیادہ ہو ثم الانظف ثوبا پھر وہ جسکے کپڑے زیادہ ستھرے ہون اسلیے کہ یہ ... سبب کثرت جماعت ...
ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا پھر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہین کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے عضو کا مناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی ... کا فی سرکے

موقع سے ہو ہمیشہ قصر نہو کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علی المسافر پھر مقدم کیا جاے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ اُس صورت مین ہو کہ مقتدی سب مقیم ہون یا مقیم اور مسافر ملے جلے ہون اور جس صورت مین کہ سب مسافر ہون صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولی ہونے مقیم کی ظاہر نہین اور شامی نے بحرالرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونون برابر ہین کسی کو اولویت نہین ثم الحر الاصلی علی المعتق پھر مقدم کیا جاے آزاد اصلی اُس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اور صفات مین دو شخص مساوی ہین مگر ایک اصل سے آزاد ہو اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہو تو حر اصلی مقدم ہوگا اسلیے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہین ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابۃ پھر مقدم کیا جاے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہو اُس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہو اسلیے کہ بے وضو ہونا خفیف ہو بہ نسبت جنابت کے فائدہ ایک کام کی بات ہو لایقدم احد فی التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین ایک دوسرے سے مزاحم ہون تو کسی کو بدون مرجح مقدم نکیا جاے ومنہ السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور اسباب ترجیح مین سے ہو پیشتر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینے کو قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنیکو یعنے دو طالب علم ایک اُستاد سے پڑھتے ہین تو اول اُسکو پڑھاوے جو پیشتر آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہان فتوی پوچھنے والون مین تقدیم اُسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ افتا کی جگہ استفتا ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ مین معنی استفتا ہی کے لکھے ہین فان استووا فی المجئ اقرع بینہم انتہی کلام الاشباہ پھر اگر آنے مین برابر ہون یعنی سب ایک ساتھ آئے ہون تو اُنمین قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پیشتر نکلے اُسیکو مقدم کیا جاے تمام ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی والثلثین من حظر التاتارخانیۃ وفی طلبۃ العلم یقدم السابق فان اختلفوا وثمہ بینۃ فبہا والا اقرع بینہم معا کما فی الحرق والغرق لوالم یعرف الاول وجعل کانہم ماتوا معا انتہی اور بتیسوین فصل کتاب الحظر تاتارخانیہ مین مذکور ہو کہ طالب علمون کے سبق مین مقدم کیا جاے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایک دوسرے کے بعد آئے ہون اور وہان کچھ دلیل پیشتر آنے کی ہو تو اُسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جائیگا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے مین قرعہ ڈالا جاتا ہو چنانچہ ایک ساتھ جلنے والون اور ڈوبنے والون مین جب اول نہین معلوم ہوتا اور یہ ٹھہرا لیا جاتا ہو کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہین تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا مترجم تشبیہ جلنے والون اور ڈوبنے والون کی صرف اسین ہو کہ دو صورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہو کہ سب ایک ساتھ ہین اور قرعہ ڈالنے مین تشبیہ نہین اسلیے کہ جلنے اور ڈوبنے والون مین قرعہ نہین ہوتا کذا فی الشامی وفی المحاسن القراء لابن وہبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء واکثر مشائخنا علی تقدیم الاسبق واول من سنہ ابن کثیر اور ابن وہبان کی محاسن القرا مین ہو کہ بعض علما کا قول یہ ہو کہ اگر استاد کو طالب علمون کے آنے کا حال معلوم نہو تو جائز ہو کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالے کی تقدیم پر ہین اور اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہو سمہودی نے جواہر العقد مین یہ روایت کی ہو کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچھ پوچھنے آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اُسکے بعد آیا آپنے فرمایا کہ انصاری تجھسے پہلے سوال کر رہا ہو اتنا بیٹھ جا کہ اُسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اسین متابعت آپ کی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستوین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرہم پس اگر مستحقین امامت برابر ہون یعنی کسی مین وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو تو برابر صفات والون مین قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیون کو اختیار ہو کہ جسکو چاہین امام بنا لین پھر اگر اختیار مین مقتدی مختلف ہون کچھ کسیکو چاہین کچھ دوسرے کو تو اعتبار اُنکے اکثر کا ہو یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کرین وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساءوا بلا اثم اور اگر مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گناہگار نہ ہونگے واعلم ان صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان او قاض فیقدم علیہ لعموم ولایتہما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور جان کہ گھر کا مالک امامت کیواسطے بہتر ہو دوسرے لوگون سے ہر حال مین یعنی گو دوسرا اُس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہو اور مالک کے مانند ہی امام معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہو اگرچہ غیر اُس سے صفات گذشتہ مین فائق ہو مگر اُس صورت مین کہ ہووے مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت وتصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہو حدادی نے والی کے مقدم کرنے کی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق من المالک عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہین بنسبت مالک کے اُسوجہ سے کہ پیشتر گذر چکا شامی نے کہا کہ شارح کو بلا مالک کہنا مناسب نہ تھا کیونکہ اوپر

محمود صریح کو ذکر کیا [illegible] امام [illegible] [illegible]
ولو امر قوما وہم لہ کارہون [illegible] لفساد فیہ [illegible] [illegible] مکروہ تحریمی ہے [illegible]
ہو احق ہو [illegible] اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اس سے ناخوش ہوں تو تحریمی ہے [illegible]
زیادہ حق امامت ہے تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے بسبب حدیث [illegible] کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے [illegible]
نفرت رکھتے ہوں اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اس کے حق میں امام ہونا مکروہ نہیں اور مقتدیوں کو اس سے نفرت کرنا مکروہ ہے [illegible] امامۃ عبد [illegible]
[illegible] لما قدمنا [illegible] تقدم [illegible] مکروہ تنزیہی ہے امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا فی [illegible]
شاید کہ اسکی وجہ [illegible] ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولیٰ ہے کیونکہ کراہت اس مسئلہ میں تنزیہی ہے اور وہ ترک اولیٰ ہے [illegible]
پس ظاہر وہ ہے جو [illegible] ایک نسخہ میں [illegible] اسکی وہ توجیہ ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں واعرابی ومثلہ ترکمان والاکراد والعامی اور مکروہ ہے امامت
بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہیں یعنی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبہ جہالت ہے اور لوگوں کا نفرت [illegible] امامت سے وفاسق
واعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور اندھے کی اور مثل اندھے کے ہے وہ شخص جسکو رات اور دن میں کم سوجھتا ہو کذا فی النہر [illegible] امامت کی
کراہت ہے [illegible] نجاست سے ہے صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر میں کم سوجھ آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم
فہو اولیٰ [illegible] سابق کے شخصوں سے سوا فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو اس صورت میں اسکا امام ہونا اولیٰ ہے اور فاسق کا استثنا اسلیے کیا کہ وجود عالم
ہونے کے بھی اسکی امامت خالی کراہت سے نہیں کیونکہ امامت میں اسکی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً [illegible] اسکی اہانت [illegible] مفتی ابو السعود [illegible] اس تعلیل کا مفاد ہے
کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے اور اندھے کی امامت میں ہر چند عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود رہتی ہے مگر [illegible]
باقی رہی یعنی ابن ام مکتوم اور عتبان باوجود کہ اندھے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مدینہ منورہ میں اپنا نائب کیا تھا نماز پڑھانے کو کیونکہ [illegible] زیادہ
لائق موجود نہ تھا کذا فی الطحاوی والشامی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی
بدعت والے کی اور بدعت اعتقاد کرنا ہے خلاف اس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بوجہ عناد [illegible] مخالفت کا [illegible] اعتقاد [illegible] قسم
کے شبہ سے [illegible] نے تعریف بدعت کی [illegible] کسی قسم کے شبہ [illegible] سے پیدا ہو مخالف اس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی [illegible] بات
علم ہو یا عمل یا حال اور اس چیز کو دین سمجھنا اور صراط مستقیم ٹھہرا لیا ہو اس تعریف میں بدعت صرف اعتقاد کا نام نہیں جیسا شارح کی تعریف سے [illegible]
من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالیٰ وجواز رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ اور جتنے لوگ
ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں وہ بدعت سے کافر نہیں ہوتے یہاں تک کہ فرقہ خارجیوں کا بھی کافر نہیں جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہیں اور گالی دینا اصحاب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے اور اسکی دیدار کے جواز کے منکر ہیں یہ لوگ کافر نہیں بسبب ہونے [illegible] اعتقاد کے تاویل اور شبہ سے [illegible]
اور معنی بنا لینے سے یعنی انکا اعتقاد اس جہت سے [illegible] معنی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معنی سلف صالحین سے مروی تھے [illegible] انکار
صفات الٰہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیوں کا [illegible] اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہلسنت سے خارج ہو تو شارح کا قول [illegible] درست [illegible] بدلیل قبول
شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہیں بدلیل مقبول ہونے انکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہیں انکی بھی نہ ہوتی حالانکہ انکی گواہی
مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں لیکن بدعتی ہیں بجز فرقہ خطابیہ کے کہ انکی گواہی مقبول نہیں طحطاوی نے کہا کہ وجہ انکی گواہی مقبول نہ ہونے کی
یہ نہیں کہ وہ کافر ہیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ والوں کے لیے جھوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہیں [illegible] خارجیوں

یعنی بدعتیون کو کافر کہتے ہین ش شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہو چنانچہ بحرالرائق مین خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہین جنسے بدعتیون کا کفر پایا جاتا ہو مگر انکے بعد کہا
کہ مذہب معتمد یہ ہی کہ اہل قبلہ مین سے کسیکو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالی جسم کالاجسام وانکار صحبۃ الصدیق فلا یصح
الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین مین ضروری جانی گئی ہو تو وہ اس بدعت سے کافر ہو جاویگا مثلا اسکا یہ کہنا کہ اللہ تعالی جسم ہو مانند اور جسمون
کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جسکی خبر قرآن مجید مین ہو اذ یقول لصاحبہ لا تحزن کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہین اسکو
یاد رکھنا چاہیے و ولد الزنا اور مکروہ ہو امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگون کو اس سے نفرت ہوتی ہی ہذا ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ بحر بحثا یہ مکروہ ان لوگون کی امامت اسوقت ہو
کہ انکے سوا دوسرے امام ان سے بہتر موجود ہوا اور اگر ان سے بہتر کوئی اور وہان نہین تو کراہت بھی نہین ایسا ذکر ہو بحرالرائق مین بحث کی راہ سے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق
او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہو کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پاویگا ش اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے انکے
پیچھے پڑھنا بہتر ہو کذا فی الشامی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہو نماز پیچھے بے ریش کے اور پیچھے کم عقل کے ش شیخ رحمتی محشی نے کہا امرد سے مراد خوبصورت
ہو کہ محل فتنہ ہوتا ہو اور جب سب مین زیادہ عالم وہی ہو اور خوف شہوت یا لوگون کی نفرت کا نہ ہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہو اور سفیہ اسکو کہتے ہین جو تصرف بمقتضائے شرع و عقل
کے موافق خوب نکر سکتا ہو ومفلوج وابرص شاع برصہ اور مکروہ ہو نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والیکے جسکا برص پھیل گیا ہو ش برص ایک مرض ہو کہ بدن پر اسکے مخالف رنگ
کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہین اور وجہ کراہت وہی تنفر ہو وشارب الخمر واکل الربو ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہو نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانیوالے اور چغل خور
اور ریاکار اور تکلف والیکے ش شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچون فاسق مین آگئے انکو علحدہ لکھنا تکرار بیفائدہ ہو اور فرق ریاکار اور تکلف مین یہ ہو کہ ریاکار وہ ہو جسکا
مقصود لوگونکی نمائش ہو خواہ اطاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہین اور متکلف وہ ہو کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرنے تو تکلف خاص ہو بہ نسبت ریاکار
کے ومن ام باجرۃ قہستانی اور مکروہ ہو نماز اسکے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القہستانی ش یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہو کہ طاعتون پر اجرت لینا باطل ہو اور
مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہو کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہو ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہین کرتا تو اگر اپر اجرت لینے کو ناجائز کہا
جاوے تو یہ باتین بالکل موقوف ہو جائین زاد ابن ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہو کہ مکروہ
ہو نماز پیچھے مخالف مذہب مثلا شافعی کے لیکن بحرالرائق کے وتر کی بحث مین یہ تفصیل ہو کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ فروض مین جو شرطین اور
رکن مقتدی کے اعتقاد مین ہین امام انکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کریگا مراعات اور عدم مراعات مین تو
اس صورت مین اقتدا مکروہ ہوگا ش ملا علی قاری نے اپنے رسالہ اہتدا فی الاقتدا مین کہا کہ ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہو کہ اقتدا حنفی کا مثلا شافعی کے پیچھے جائز ہو بشرطیکہ شافعی
خلافت کی جگہون مین احتیاط کرے یعنی فصد اور نکسیر کے بعد مثلا وضو کرلے اور اگر احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنیوالے کے پیچھے بلا کراہت درست ہو
ورنہ مکروہ ہو شامی نے کہا کہ تفصیل بحرالرائق کی معتمد ہو کہ محققین کا میلان اسی طرف ہو اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد ہین ویکرہ تحریما تطویل الصلوۃ علی القوم زائدا علی
قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہو طول دینا نماز کا قوم پر قرأت اور ذکرون مین مقدار سنت سے زیادتی کرکے قوم راضی ہو یا نہین یہ
بڑھانا مکروہ ہو بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر ش صحیحین مین ہو کہ جب کوئی تم مین سے لوگون کو نماز پڑھا دے تو چاہیے کہ تخفیف کرے کیونکہ
لوگون مین کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہین الحدیث صاحب بحرالرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہو اسلیے شارح نے ترک تخفیف یعنی تطویل کو مکروہ تحریمی
کہا وفی الشرنبلالیۃ ظاہر حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوۃ اضعفہم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ مین ہو کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہو کہ امام نہ زیادہ کرے
قرأت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقا یعنی اگرچہ قرأت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہو کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی
جہت سے ش مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہو کہ حضرت معاذ رض نے سورہ بقرہ عشا کی نماز مین شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہو سکتا ہے [illegible] فضیلت کی وجہ سے [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار [illegible] پڑھیں سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ میں نے ایک بچہ کی [illegible]

[illegible] جماعۃ النساء [illegible]

[illegible] جماعت صرف عورتوں کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سوا نماز جنازہ کے [illegible]

[illegible] اگر ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتوں کی نماز فوت ہو جائیگی [illegible]

[illegible] پڑھنا نفل ہوگا [illegible] جب ایک عورت تنہا نماز پڑھ چکی [illegible]

[illegible] فضیلت فرض کی فوت ہوگی اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جنازہ پر صرف عورتیں ہوں [illegible]

[illegible] اور اگر نماز جنازہ میں مردوں کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نہ پڑھی جاوے بسبب ساقط ہونے فرض کے

عورت کی نماز [illegible] یعنی مردوں کی نماز تو سرے سے منعقد نہیں ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اسی سے فرض ساقط ہوگیا کذا فی الحلبی مگر اس صورت میں اعادہ [illegible]

عورت کو امام خلیفہ کر دے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتیں ہوں کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہوگی [illegible] وجہ سب کے نماز فاسد ہونے کی یہ بیان کی کہ

جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہیں تو خود اسکا مقتدی ٹھہرا اسلئے اسکی نماز فاسد ہوئی اور امام کی نماز کے فساد سے سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگئی [illegible]

الامام [illegible] فلو اقتدت امرأۃ الاخنثی [illegible] اگر عورتیں باوجود کراہت کے جماعت کریں تو امام عورت انکے بیچ میں کھڑی ہو تو اگر آگے بڑھکر کھڑی ہوگی تو گناہ ہوگی

[illegible] عورتوں سے آگے بڑھکر کھڑا ہو [illegible] امام میں مذکر و مؤنث برابر ہیں اور بیچ میں کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ [illegible]

صف کی ایڑیوں سے آگے نکلی رہیں اور خنثی کے آگے بڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر اسکو مرد فرض کریں تو عورتوں کی برابری سے اسکی نماز فاسد ہو جائیگی [illegible]

کذا فی الطحطاوی کالعراۃ [illegible] وسطہم الامام [illegible] جیسے ننگے آدمی کہ امام انکے بیچ میں کھڑا ہو اور انکی جماعت مکروہ تحریمی ہے کذا فی الفتح بیچ میں کھڑے ہونگے

قید سے افادہ کیا [illegible] تشبیہ ننگوں [illegible] عورتوں کی جماعت میں صرف بیچ میں کھڑے ہونے سے ہر وجہ سے نہیں کیونکہ ننگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہے بخلاف عورتوں کے

کذا فی البحر اور وجہ کراہت جماعت کی [illegible] ویکرہ حضورہن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید و وعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان

واستثنی الکمال بحثا العجائز المتفانیۃ اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتوں کا جماعت میں اگرچہ حاضر ہونا جمعہ میں یا عید میں [illegible] اگرچہ بوڑھی عورت ہو [illegible]

رات کو [illegible] حاضر ہو [illegible] بسبب خرابی زمانہ کے اور استثنا کیا [illegible]

کیونکہ [illegible] عورتیں جماعت میں حاضر ہوتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع فرمایا عورتوں نے [illegible] حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا سے کی آپنے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمر کو معلوم ہوا تو تمکو اجازت مسجد میں جانے کی نہ دیتے [illegible] متاخرین نے فتوی دیا

عورتوں کو نکلنا جماعتوں میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامۃ الرجل لہن فی بیت لیس معہن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ او زوجتہ او امتہ

اما اذا کان معہن واحد ممن ذکر او امہن فی المسجد لا یکرہ بحر جیسے مکروہ ہے امام ہونا مرد کا عورتوں کو ایسے گھر میں کہ [illegible] سوا کوئی مرد [illegible] عورتوں کے پاس [illegible]

اور نہ کوئی محرم امام کی عورتوں میں ہو مثلاً امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتوں کے ساتھ نہیں ہے جسکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مردوں کی امامت مسجد میں کرے تو مکروہ نہ ہوگا
کذا فی البحر یعنی مرد اگر عورتوں کا امام ہو تو خلوت سے بچنا ضروری ہے یہانتک کہ مسجد میں ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ مسجد میں نہ ہو اور اگر خلوت
میں جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہے کذا فی القہستانی ویقف الواحد ولو صبیا اما الواحدۃ فتتأخر محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذہب اور
کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اُس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹکر کھڑا ہو کہ
اُسکی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں شارح نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا
ہونے کے لیے کہدے ولا عبرۃ بالراس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح مالم یتقدم اکثر قدم المؤتم لا تفسد اور اعتبار نہیں سر کا یعنی سجدہ کی حالت میں اگر مقتدی کا سر بوجہ درازقد ہونے
کے امام سے آگے نکلجاتا ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جبتک اکثر قدم مقتدی کا
آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہوگی یعنی پنجوں کا بڑھنا ضرر نہیں کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفۃ السنۃ پھر ایک مقتدی اُسکے بائیں طرف
کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول میں بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین
کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور اگر ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہوں امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ میں کھڑا ہوگا
تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھکر کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام واحد بجنب
الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور پیچھے امام کے جماعت ہو تو مکروہ ہے بالاتفاق ہم اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضوں
نے کہا کہ امام آگے بڑھجاوے ایسا ذکر میں ہے اور بعضوں نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضوں نے کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر پہلے کو ہٹا لے اور بے نیت اگر ہٹاویگا
تب بھی مضائقہ نہیں اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جاوے تو امام دونوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے اور یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع
اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیوں کا کام ہے نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اسی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسکی موید ہے حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ میں میں
ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوئے میں آپکے بائیں طرف آکر کھڑا ہوا آپنے میرا ہاتھ پکڑکر داہنی طرف کو کھڑا کیا اسکے بعد ابن عمر آئے اور آپکے بائیں جانب
کھڑے ہوئے آپنے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں کو پیچھے دھکیلا یہانتک کہ ہم لوگ اپنے پیچھے کھڑا کیا کذا فی الشامی ویصف ای یصفہم الامام بان یامرہم بذلک قال الشمنی وینبغی
ان یامرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبہم اور صف باندھیں اپنے مقتدیوں کی صف کرادے امام اسطرح کہ انکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو
چاہیے کہ مقتدیوں کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور دو شخصوں کے بیچ میں کی جگہ کو بند کریں اور اپنے شانوں کو برابر رکھیں ویقف وسطا اور امام درمیان میں کھڑا ہو
یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائیں دونوں طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں تاکہ دونوں طرفیں برابر ہوجاویں اور
اگر امام ایک طرف صف کے کھڑا ہوگا تو مکروہ ہوگا اور جب امام کے دونوں طرف برابر ہوں تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے اور اگر صف کے بیچ میں جگہ چھوٹی ہو تو اسمیں
کھڑا ہوجاوے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اسکے ساتھ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا میں امام رکوع کردے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف میں سے
کھینچ کر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص اُسکو نہ ملے تو امام کے پیچھے اُسکی سیدھ میں اکیلا کھڑا ہوجاوے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولہا فی غیر جنازۃ ثم وثم اور بہتر صف مردوں
کی سب سے پہلے ہے سوا جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہے پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس ہم بحر الرائق میں وجہ اولویت صف اول کی یہ لکھی ہے کہ اخبار میں وارد ہے کہ
اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر وہ رحمت امام کے بعد اُس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول میں امام کی سیدھ پر ہو پھر داہنی طرف والوں پر پھر
بائیں طرف والوں پر پھر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ میں سب سے پچھلی صف بہتر ہے اسلیے کہ منظور جنازہ میں زیادہ ہونا صفوں کا ہے تو اگر پہلے
بہتر ہو تو آدمیوں کی قلت کی صورت میں کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نکرے کذا فی الشامی ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف

[illegible] صف کے پیچھے [illegible]

[illegible] صف میں [illegible] صف کے پیچھے [illegible]

[illegible] سب صفوں میں پہنچی تو اس صورت میں [illegible]

[illegible] صف میں [illegible] نماز فاسد ہوگی [illegible] صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے

[illegible] حدیث شریف میں وعید آئی ہے کہ جو شخص صف کو قطع کرے اللہ اسکو قطع کرے [illegible] مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی تحت [illegible]

[illegible] صف کے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہت کو شافعیوں نے بھی صراحۃً کہا ہے قال السیوطی فی بسط الکف فی اتمام الصف [illegible]

[illegible] سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف

میں بیان کیا ہے [illegible] جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہے [illegible] اصل برکت جماعت کو فوت نہیں کرتا کیونکہ تضعیف دوسری چیز ہے برکت

کے سوا اور جماعت کی برکت یہ ہے کہ نمازیوں میں سے کامل شخص [illegible] کہ جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے ستائیس گنی

زیادہ ہے اور صف چھوڑنے سے یہ ثواب نہیں ملتا البتہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہے یعنی جو کامل شخصوں کے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہے انہیں حاضرین میں شریک ہو جاتا

ہے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شافعیوں کے نزدیک تضعیف بھی ملتی ہے مگر کراہت کے ساتھ اور وجہ فرق فی الاول [illegible] الثانی [illegible] اگر نمازی اول

صف میں فرجہ پاوے نہ دوسری میں تو اسکو جائز ہے [illegible] دوسری صف کو [illegible] بسبب قصور کرنے دوسری صف والوں کے یعنی جب کوئی شخص نماز میں داخل ہونا چاہے اور

اگلی صفوں میں جگہ دیکھے تو پچھلی صف والوں کے سامنے گویا [illegible] اس جگہ میں جا کھڑا ہو کیونکہ پچھلی صف والوں کا قصور ہے کہ انہوں نے جگہ کو نہ بھرا [illegible]

آگے کو [illegible] کچھ مضائقہ نہیں کیسلیئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اسکو خود بند کر دے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اسکی گردن پر ہو کر چلا جاوے اسکی

کچھ تعظیم نہیں رہی اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس وفی الحدیث من سد فرجۃ غفر له اور حدیث میں ہے کہ جو شخص فرجہ بند کرے اسکی مغفرت ہوگی [illegible] خیارکم الینکم مناکب

فی الصلوۃ اور صحیح ہوا [illegible] حدیث صحیح میں آیا ہے کہ تم میں بہتر وہ ہیں جو نماز میں زیادہ نرم شانہ ہوں یعنی اگر کوئی صف میں داخل ہونے کے لیے انکے شانہ پر ہاتھ رکھے تو وہ شانہ

کو نرم کر دیں اور اسکو جگہ دے دیں [illegible] من یستمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف [illegible] اجر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہے جہالت

اس شخص کی جو [illegible] جب کوئی صف میں داخل ہو [illegible] اسکے برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہے کہ دوسرے کو جگہ دینی [illegible] بات ہے جیسا شرح بیان کیا ہے [illegible]

بحر الرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ ریا کا گمان اسلئے ہے کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہے اور

فرجہ کے بند کرنے کے حکم کی تعمیل کرتا ہے لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ وغیرہا ما یخالفہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگوں نے قنیہ اور اور کتابوں سے وہ مضمون نقل کیا ہے جو [illegible]

نقل بحر الرائق کے ہے [illegible] مصنف وغیرہ نے [illegible] صاحب قنیہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیوں کو ہٹایا اور وہ اسکے لیے جگہ دینے کو ہٹ گیا تو اسکی نماز فاسد

ہو جائیگی اسلئے کہ اُسنے نماز میں خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اس مسئلہ کا ذکر کرنا بہتر تھا اسلئے کہ مخالف حدیث کے ہے یعنی حدیث سے ثابت ہے کہ

دوسرے کو جگہ دینے کے لیے ہٹنا افضل ہے تو پھر فساد نماز کے کیا معنی ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتاخر فلعل ثم فرق فلیحرر یعنی مصنف نے عدم فاسد ہونے

نماز کی تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صف میں سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے ہٹ آیا تو کیا اس میں اور پہلے مسئلہ میں کچھ فرق ہے اسکی تنقیح چاہیے [illegible] مسئلہ قنیہ کی یہ صورت ہے

کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑھ [illegible] آگے بڑھ گیا یا دوسرے نے صف میں ملنے کے لیے اول کو ہٹایا اور اسنے جگہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد ہوگی مخلوق کے

امر کا ماننا پایا گیا اور اگر بدون اسکے امر کے نمازی نے جگہ دی تو اس مسئلہ میں اور اس میں کچھ فرق نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل وار بیان کیا جاوے تو خوب ہے یعنی

دونوں مسئلوں میں اگر ہٹنے والا یہ سمجھے کہ میں اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہوں تو نماز دونوں جگہ فاسد نہوگی اور اگر خیال امر شرعی کا نہ کرے صرف نمازی شریک

ہونے والیکی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ یعم العبید صف باندھین امام کے پیچھے پر مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلامون کو کہ مرد
آزاد ہون یا غلام یہ قید اسلیئے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ حلبیہ مین جو لڑکون کو بالغ غلامون پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہین اسلیئے کہ حدیث مین وارد ہے کہ مجھ سے قریب بالغ
عاقل رہین اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم فلو واحدا دخل فی الصف مردون کے پیچھے لڑکے صف باندھین جمع کے صیغے کا
ظاہر یہ ہے کہ لڑکے کئی ہون تو پیچھے صف کرین پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف مین داخل کیا جاے ہم حلبی نے کہا کہ یہ حکم ہر پیچھے والیکے لیے ہے کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف مین ملجاے
مثلاً خنثی اکیلا ہو تو لڑکون کی صف مین ملجاوے ہان جس صورت مین کہ اُسکے ملنے سے برابر والیکی نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردون کی صف کے پیچھے ہو تو
وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف مین کھڑی ہوگی تو اُسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہوگی کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پھر لڑکون کے پیچھے صف کرین خنثی پھر
صف کرین عورتین قالوا الصفوف الممکنۃ اثنا عشر لکن لا یلزم صحۃ کلہا المحاذاۃ الخناثی بالاخر فقہاے کہا کہ صفین جو ہوسکتی ہین بارہ ہین لیکن لازم نہین درست ہونا اُن
سب کا بسبب معاملہ خنثون کے ساتھ مضر تربات کے ہم بارہ صفین اسطرح ہوسکتی ہین کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مؤنث یا خنثی پھر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھ قسم کے
مقتدی ہوے پھر اُنمین سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس بارہ ہوے اُنکی تفصیل ترتیب حلبیہ مین یون مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کرین دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ
چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثی ششم آزاد لڑکے خنثی ہفتم غلام بالغ خنثی ہشتم غلام لڑکے خنثی نہم آزاد عورتین بالغ دہم آزاد عورتین نابالغ یازدہم لونڈیان بالغ دوازدہم
لونڈیان نابالغ شارح کہتا ہے کہ ان سب صفون کا صحیح ہونا ضرور نہین کیونکہ خنثی صحت صف کو ضرر کرتے ہین اسلیئے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثی کے یا اُسکے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہین
کہ شاید اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والونمین سے ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثون کو ایک صف مین اسطرح کھڑا کرین کہ
دو شخصون کے بیچ مین کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چھوٹا رہے کیونکہ اُنکا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور ایک ہی صف مین آزاد اور غلامون کو جمع کردین الخ
دوسرے کے پیچھے ہونے مین بھی ضرر ہے واذا حاذتہ ولو بعضو واحد وخصہ الزیلعی بالساق والکعب امرأۃ ولو امۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسع مطلقا او ثمان وسبع لو ضخمۃ او ماضیا کعجوز اور جبکہ محاذی ہو
کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہے محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنے کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اسلیئے کہا تاکہ
معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب مین مختلف نہین اور شاید ولو امہ بتشدید میم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو بھی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی تین
شرطون کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہے خواہ اُسوقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی
بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ بزمانہ ماضی مشتہاۃ ہو مثلاً بوڑھیا ہو ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ محاذات یعنی برابری اور سیدھ عورت کے کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے
ساتھ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضیخان نے تصریح کی ہے کہ عورت کے عضو سے مراد اُسکا قدم ہے یعنی عورت کا قدم اگر مرد کے کسی عضو کی سیدھ یا برابری مین ہوگا تو نماز
مرد کی فاسد ہوجائیگی خواہ عورت اور مرد برابر کھڑے ہون خواہ عورت آگے ہو اور مرد اُسکے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونیکے لیے برسون کی تعداد مذکور کی ہے تو طحطاوی نے کہا کہ قول
معتمد نہین کیونکہ اس زمانہ کی عورتین ہرگز نو برس تک کی عمر مین قابل صحبت نہین ہوتین چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہے کہ مشتہاۃ مین اعتبار عمر کا نہین جس عمر مین لیاقت
وطی کی ہوجاوے اُسیکا اعتبار ہے کذا فی الشامی والطحطاوی بتقطاو لا حائل بینہما اقلہ قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا دوسری شرط محاذات کی یہ ہے کہ عورت اور مرد مین
کوئی آڑ نہو کمتر آڑ بلندی مین ایک ہاتھ اور موٹائی مین ایک انگشت ہے یا یہ کہ دونون مین فاصلہ اتنا نہ چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونیکی صورت
مین نماز فاسد نہوگی اور یہ اس صورت مین ہے کہ دونون برابر ہون اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہوگا البتہ آڑ مانع ہوگی فی صلوۃ وان لم تتحد کنیتہا ظہرا
بمصلی عصر علی الصحیح سراج فانہ یصح نفلا علی المذہب بحر ویجئ مطلقۃ تخرج الجنازۃ تیسری شرط محاذات کی ہونا مرد اور عورت کا ہے نماز مطلق یعنی رکوع سجدہ والی مین خواہ
نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورتین دونونکی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والیکے کہ بشرط محاذات دونون کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول پر
کذا فی السراج اسلیئے کہ یہ نماز عورت کی نفل ہوکر صحیح ہے مذہب قوی کے موجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکلگئی

[illegible] محاذات سے فاسد نہیں ہوگی [illegible]

[illegible]

[illegible] جب مرد کی نماز فاسد ہوگی [illegible] عورت

[illegible]

[illegible]

[illegible] مرد [illegible] عورت [illegible] اگر شریک ہو [illegible] محاذات ہوگی [illegible]

[illegible] تیسرے شخص کے مقتدی ہوں [illegible]

عورت اور مرد کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کے بعد [illegible] تو مرد کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ دونوں ایک امام کے پیچھے ہیں بخلاف دوسری صورت کے

محاذات کے امام کے بعد [illegible] فاسد نہیں کیونکہ مسبوق باقی نماز کے پڑھنے میں منفرد ہوتا ہے تو اسوقت کی محاذات میں شرکت نہیں [illegible] بخلاف محاذات لاحق کے

مفسد نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بے وضو ہو کر وضو کرنے گئے [illegible] محاذات ہوئی تو نماز کی مفسد ہوگی شامی نے کہا تو اس اشتراک کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز پڑھنے والی کی

کی اس وجہ سے نماز فاسد ہے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلاً دونوں سجدہ سہو پڑھتے ہیں یا ایک مقتدی امام کا ہے اور دوسرا منفرد تو اس صورت میں محاذات مکروہ ہے نماز کی

مفسد کذا فی الفتح [illegible] اور یہ بھی کہا کہ اولیٰ مکروہ ہے ظاہر کروہ تحریمی ہے بسبب مخالفت سنت کے واتحدت الجہۃ فلو اختلفت کما فی جوف الکعبۃ ولیلۃ مظلمۃ فلا فساد پانچویں شرط

محاذات کی یہ ہے کہ جہت دونوں کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلاً کہ ایک کا منہ ایک دیوار کی طرف ہو اور ایک کا دوسری دیوار کی طرف اور جیسے

اندھیری رات میں دونوں نے نماز قبلہ کی اٹکل کر کے پڑھی اور مختلف سمت کو پڑھی تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ مکروہ ہوگی فسدت صلوتہ لو مکلفا

والا لا فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر وہ عاقل بالغ ہوگا اور نہیں تو فاسد نہ ہوگی یعنی چھٹی شرط فساد نماز کی عاقل و بالغ ہونا ہے جزم فسدت صلوتہ جزا ہے اذا حاذتہ کی اور تحیت کی قید سے

معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھ ہوگی تو اسکی نماز فاسد نہ ہوگی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی اس سے یہ نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہ ہو ورنہ

دونوں کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان نوی الامام وقت شروعہ لا بعدہ امامتہا وان لم تکن حاضرۃ علی الظاہر ولو نوی امرأۃ معینۃ او النساء الا ہذہ صلت خیثۃ والا

لا ای فسدت صلوتہا کما لو اشار الیہا بالتاخر فلم تتاخر لترکہا فرض المقام فتح ساتویں شرط محاذات سے نماز فاسد ہونے کی یہ ہے کہ نماز مرد کی اسوقت فاسد ہوگی جب امام

اپنے شروع کے وقت عورت کی امامت کی نیت کرے نہ نماز شروع کرنے کے بعد یعنی نیت امامت عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنے کے کریگا تو اقتدا عورت کا صحیح نہ ہوگا تو مرد

محاذی کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اسوقت موجود نہ ہو قول ظاہر ہے اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی یا دو عورتوں کی

نیت کی سوائے اس عورت کی تو عمل کریگی اسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسرے کی محاذات پہلی صورت میں اور جسکا استثنا کیا اسکی محاذات دوسری صورت میں

مفسد نہ ہوگی اور اگر امام نے اس عورت کی نیت نہ کی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے اسکو اشارہ کیا پیچھے ہٹنے کا اور پیچھے نہ ہٹی تو اس صورت میں بھی اسکی نماز

فاسد ہوگی اسلیے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح اور شامی نے کہا کہ اکثر فقہا اسپر ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لیے نیت امام شرط نہیں اور

یہی قول صحیح ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم اشتراط کو عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا

اور کسی مرد کی محاذات نہیں تو اسکا اقتدا صحیح ہوگا گو امام نے اسکی نیت نہ کی ہو اور زاہدی میں ہے کہ عدم اشتراط امام اعظم کا اول قول ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ [illegible] نیت

کا پچھلا قول ہے اور اسی پر عمل اور فتویٰ پچھلے قول پر ہوتا ہے اور شرط کو [illegible] اور مصنف نے شرط کیا ہے یعنی آٹھویں شرط بیان کی ہے وہ عورت کا [illegible] معلوم ہوا

اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہوگی کیونکہ اسکی نماز منعقد ہی نہین ہوتی شامی نے کہا کہ ماتن کے قول فی صلوٰۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہ تھی وکونہا فی مکان واحد اور نوین شرط ہی ہونا مرد اور عورت کا ایک مکان مین یعنی اگر مرد مثلاً قد آدم بھر اونچی دکان مین ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہوگا نہر الفائق مین کہا کہ یہ شرط ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے اسکو ذکر کر دیا فی رکن کامل دسوین شرط یہ ہی کہ محاذات ایک رکن کامل کے ادا کرنے مین ہو شامی نے کہا کہ خانیہ مین یہ ہی کہ محاذات مفسد ہو کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہین فالشروط عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطین دس ہین چنانچہ مترجم نے انکو شمار کے ساتھ لکھا ہی اور اگر اشتراک در تحریمہ اور اشتراک در ادا کو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہین اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ نہ کرنے کو جدا ٹھہراؤ تو بارہ ہوتے ہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردون کی نماز فاسد ہو سکتی ہی ایک اسکی جو عورت کی داہنے طرف ہو ایک بائین طرف والے کی ایک پیچھے کھڑا ہونے والیکی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیون کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتہی لا تفسد علی المذہب

تضعیف لما فی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت کا نماز کو فاسد نہین کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بتانا ہی اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار مین مذکور ہی یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہ ہی کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت مین شہوت نہین تاکہ اسی علت سے امرد کی محاذات کی مفسد ٹھہرایا جاے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہی جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے ثابت کیا ہی ہم یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات مین شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ اُنسے بھی ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہی کہ جہان عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اس جگہ نہ کھڑا کیا ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہین صحیح ہی اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز مین اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل مین ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت مین خلل ہی اسلیے کہ اگر رجل سے اگر بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثی کے درست ہی اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اقتدا نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہین حالانکہ دونون باتین غیر واقع ہین تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہین اقتدا مذکر کا عورت اور خنثی کے پیچھے اور نابالغ کا لڑکے کے پیچھے کذا فی الحلبی اور علی الاصح راجع ہی طرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز مین ہدایہ مین کہا کہ تراویح اور سنتون مین مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہی اور مختار یہ ہی کہ کسی نماز مین لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہین خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف وخسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہین اسکو حکم نماز کا صرف عادت پڑنے کے لیے کیا جاتا ہی اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والیکے پیچھے لازم آویگا اور یہ بھی درست نہین اور نفلون مین اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ کی نفل قوی تر ہی کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہی کذا فی النہر وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق او متقطع فی غیر حالۃ افاقتہ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسیطرح درست نہین اقتدا پیچھے مجنون دائمی یا مجنون منقطع کے سوا رحالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جسمین کبھی ہوش نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہی کہ مجنون مکلف نہین اور متوالے اور مدہوش مین ثبوت نیت کا نہین ولا طاہر بمعذور ہذا ان قارن الوضوء الحدث او طرأ علیہ بعدہ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہین صحیح ہی اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اُس صورت مین ہی کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث ہوا ہو یا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث اُسپر طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہی بشرطیکہ عذر نہونے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز مین عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور کے پیچھے درست ہو جاے گا ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجاے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ معذور طاہر نہین ہوتا حالانکہ

شرعاً وہ طاہر ہی کاقتداء بمفتصد من خروج الدم وکاقتداء امرأۃ بمثلہا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاسۃ جیسے درست ہی اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلانے والیکے کہ خون کے نکلنے سے مامون ہوا اور جیسے صحیح ہی اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنے دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے کے پیچھے اور اقتدا عذر والیکا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والیکا ایک عذر والے کے پیچھے نہین صحیح ہی اسکا عکس یعنے اقتدا کرنا ایک عذر والیکا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا

اگر ایسا شخص کے پیچھے جسکا حصول طہارت مشکل ہو درست نہیں ہے اسلئے کہ امام کی حالت اس سے قوی ہونا شرط ہے یا برابر ہونا اور مقتدی جن
صورت ایک طرح کی حالت ہو جو امام کو لاحق ہے اور مقتدی کو پس اس شخص کے پیچھے اس وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں ایک ہی قسم میں ہوں
تو اقتدا ایک صورت ہے کہ پیچھے صحیح و درست نہیں کذا فی البحر والشامی لان مع احتمال الانوثۃ ... اور مستحاضہ
خنثیٰ ہو کیونکہ یہ مرد ہو اقتدا کرے اپنے مثل کے پیچھے درست ہے مگر عورت کو اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں اور خنثیٰ مشکل کا اقتدا درست ہے خنثیٰ
مشکل کے پیچھے درست نہیں اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا عورت کا اپنے مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے تو
دونوں جائز نہیں بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ وقت حیض کا ہو پس اگر یہ احتمال دور ہو جائے مثلاً یہ کہ یقین ہو مستحاضہ کا تو اقتدا درست ہوگا ...
اس عورت کو کہتے ہیں جسکو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے میں شبہ ہے کہ جب وہ امام ہو وہ وقت حیض کا ہو
یہ صورت ... اسلئے کہ خون استحاضہ چونکہ حیض نہیں ہو سکتا ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چھ روز کی حیض کی تھی پھر مثلاً ایکبار بڑھ گئی تو چھ سے دس تک
مشکوک ہیں دونوں احتمال رکھتے ہیں یعنی اگر خون دس تک منقطع ہوگا تو یہ وقت حیض کا ہوگا اور اگر دس سے بڑھ جائیگا تو استحاضہ کا ہوگا تو ایسی مستحاضہ کی امامت
درست نہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ میں نے مجتبیٰ کی عبارت میں یہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہیں اور میں نے
یہی کہ اسطرح کا اشکال نہیں اور ضالۃ المجتبیٰ ... اور اسکی خبر قول شارح اسی احتمال ہے یعنی مفسر کیا یعنی مجتبیٰ کے قول کی تفسیر اسطرح ہے کذا فی الشامی ولا حافظ آیۃ من
القرآن بغیر حافظ لہا ... اور نہیں درست ہے اقتدا اس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اسکے جسکو ایک آیت بھی یاد نہ ہو اور یہی امی کہلاتا ہے ولا امی
باخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ فلا فساد اور نہیں جائز ہے اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر ترجیح ہوگا اسکا عکس یعنے اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے
درست ہے شامی نے کہا اس تعلیل سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہ ہو تو اسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہوگا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہ رہی ولا
مستور عورۃ بعار ... ولا السالم بمعذور الا ... کذا ... اور نہیں صحیح ہے اقتدا برہنگی کے چھپے ہوئے شخص کا پیچھے ننگے کے
تو اگر امام ہوا برہنہ شخص برہنوں اور کپڑے پہنے ہوؤں کا تو امام کی نماز اور اسکی مثل کی یعنے برہنہ مقتدیوں کی جائز ہے بالاتفاق اور اسیطرح درست ہے نماز زخم والے کی ساتھ
دوسرے زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہوا ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونوں زخمیوں کی جائز ہے بالاتفاق کی قید اسلئے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریوں کا
تو امام کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوتی ہے تو ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کرکے سب کی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونوں مسئلوں میں
بحر الرائق میں یوں بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز قرأت کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کرکے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے حدیث کی رو سے تو جب اسنے ایسا نہ کیا
تو نماز اسکی فاسد ہوتی اسلئے سب کی نماز فاسد ہوگی اور ستر عورت اور طہارت کا یہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو اسواسطے کپڑے پہنے والوں کی
نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہ ہوگی کذا فی الشامی وبعرت ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنہما لبناء القوی علی الضعیف اور نہیں
درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والے کا پیچھے اس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی کہ
رکوع و سجود پڑھنے والا قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلاتین شرط
عندنا اور نہیں صحیح ہے اقتدا فرض پڑھنے والے کا پیچھے نفل پڑھنے والے کے اور پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والے کے اسلئے کہ دونوں نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک ہم
پیشتر اس باب کے شروع میں گذر چکا کہ اتحاد امام و مقتدی کی نماز سے یہ غرض ہے کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز میں داخل ہو سکے یعنی اگر یہ نیت کرے کہ میں امام کی
نماز پڑھتا ہوں تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ
وسلم نفلا وبقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے

ہم یہ جواب ہے امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آکر انکو عشا پڑھایا کرتے
تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والیکا اقتدا پیچھے نفل والیکے درست ہے کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑھ جاتے تھے تو اپنی قوم میں جو نماز پڑھتے تھے وہ
نفل ہوتی تھی اور مقتدی انکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہو کر
فرض پڑھتے تھے اسلیے کہ جب معاذ کی قوم نے انکی شکایت بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے انکو یہ ارشاد فرمایا کہ اے معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف
کرو اور احداس سے یہ نکلا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لین تو امامت قوم کی نہین کر سکتے لیکن اگر آپکے ساتھ نفل پڑھین تو بالاجماع امامت کر سکتے ہین
تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض **ولا ناذر بمتنفل ولا بمفترض ولا بناذر لان کلا منہما کمفترض فرضا آخر** اور نہین درست
ہے اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہین ہو سکتی اور نہ نذر کرنیوالیکی اقتدا فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر
کرنیوالے کے پیچھے درست ہے اسلیے کہ ہر ایک ان دونون امام اور مقتدی سے ایسا ہے جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط اقتدا کی ہے ان دونون مسئلون مین
نہین پایا جاتا **الا اذا نذر احدہما عین منذور الآخر للاتحاد** اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہین مگر اُس صورت مین
کہ ایک نے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے اس صورت کی مثال یہ ہے کہ زید نے مثلا کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے کی ہے وہی مین
کرتا ہون تو جبکہ دونون کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونون نے نماز معین کی نذر کی اسیوجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اُس صورت کے کہ دونون نے نذر نماز کی جداگانہ کی کہ انہین
دونون کے ذمے سے واجب علیحدہ ہین اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہین کذا فی الشامی **ولا ناذر بحالف لان المنذورۃ اقوی فصح عکسہ وبحالف وبمتنفل** اور نہین درست ہے
اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا پیچھے قسم کے نماز پڑھنے والیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی تر ہے قسم کی نماز سے تو صحیح ہے اُسکا عکس وبحالف وبمتنفل یعنے قسم کی نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والیکے
پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والیکے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہے اس صورت قسم کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلا قسم کھائی کہ مین دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ نفل ہوگا
اسلیے قسم کی نماز والیکو اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھ کر قسم سچی کرے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوتی ہے اور نہین جہت نذر والا قسم والیکے
پیچھے نہین پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والیکے پیچھے اقتدا کر سکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبحالف عطف ہے بناذر محذوف پر جو کہ عکسہ مین سمجھا جاتا
ہے کذا فی الشامی **ومصلیا رکعتی طواف کناذرین** اور دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کے نماز پڑھنے والون کے ہین یعنے ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز
نہین بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہین جیسا بعض فقہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست
ہوگا کذا فی الشامی **ولو اشترکا فی نافلۃ فافسداہا صح الاقتداء لا ان افسداہا منفردین** اور اگر دو شخص شریک ہوے نماز نفل مین پھر دونون نے اسکو فاسد کر دیا تو اقتدا صحیح ہے مثلا دونون
دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اُس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو اُسے ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہین کیونکہ نماز متحد ہے نہ اُس صورت مین جبکہ اسکو فاسد کیا دونون
نے تنہا کہ اس صورت مین اقتدا جائز نہین بسبب اختلاف سبب کے **ولو صلیا الظہر ونوی کل امامۃ الآخر صحت لا ان نویا الاقتداء والفرق لا یخفی** اور اگر دو شخصون نے نماز ظہر پڑھی
اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونون نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہین ہے فرق یہ ہے کہ امام اپنے حق مین منفرد ہوتا ہے
اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہین ہوتا تو جب دونون نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونون منفرد رہگئے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت مین عدم
جواز کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہین ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہین جسنے اپنی نماز غیر کی نماز پر مبنی کی ہو اور یہان دونون نے اپنی نماز کو
دوسرے کی نماز پر مبنی کیا ہے اسلیے اقتدا ایک دوسرے کے پیچھے صحیح نہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی **ولا لاحق ولا مسبوق بمثلہما لما تقرر ان الاقتداء فی موضع
الانفراد مفسد کعکسہ** اور نہین درست ہے اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل ان دونون کے اس وجہ سے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ مین مفسد ہے جیسے کہ اسکا عکس
مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ مین ہم لاحق وہ ہے جسکو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو یہ شخص امام کے فارغ

[illegible]

[illegible] فی شامی ولا نازل براکب [illegible] اور صحیح نہیں اقتدا سوار کی اترنے والے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کی پیچھے دوسرے سوار

کے جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست ہے [illegible] تو نہیں [illegible] مکان ہے اور شرائط اقتدا سے

مکان کا متحد ہونا اور یہ [illegible] سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اترے ہوئے شخص کا اقتدا کریگا تب بھی جائز نہ ہو گا کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ بہ ای الالثغ علی الاصح کذا فی المجتبیٰ

اور نہیں درست ہے اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے صحیح قول کے بموجب جیسا کہ بحر الرائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے [illegible] میں [illegible]

ست یا ایک حرف کی جگہ دوسرا [illegible] کی جگہ [illegible] الام [illegible] کی قید [illegible] اور [illegible] میں توتلے کی [illegible]

صحیح لکھا ہے کذا فی الشامی [illegible] حاصلہ انہ لا یصح [illegible] الاقتدا [illegible] قدر الفرض

الا ان فیہ ہذا ہو الصحیح المختار فی حکم الالثغ [illegible] اور ابن شحنہ نے تصحیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی وجہ یا کوشش کرنے کے بعد اسی کے مانند ہے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی

امامت نہ کرے اور صحیح ہو گی اسکی نماز جبکہ اسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھتے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قرات وہ آیتیں پڑھ لے جنہیں تتلاتا نہ ہو

یہی تصحیح صحیح اور مختار ہے توتلے کے حکم میں حاصل تصحیح یہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تصحیح الفاظ میں کوشش کرے اگر بعد کوشش کے صحیح الفاظ نہ نکال سکا تو نماز اسکی جائز

ہو گی اور اگر کوشش کے بدون پڑھیگا تو نماز فاسد ہو گی چنانچہ [illegible] مگر یہ اس صورت میں ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتیں نہ پڑھ سکے جنہیں نہ تتلاوے اور اگر پڑھ سکتا ہو

تو اسپر کوشش کرنا ضرور نہیں [illegible] صحیح پڑھنے والے کا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی [illegible] ومن لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف [illegible] علی اخراج الفاء الا بتکرار [illegible]

اس شخص کا جو کوئی حرف [illegible] سے نہ بول سکے [illegible] کو بدون تکرار کرنے کے نہ نکال سکے [illegible] ایسے شخص کو بھی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اسکی نماز صحیح نہ ہو گی [illegible]

بعض لوگوں سے [illegible] ادا ہوتے تو انکو کوشش کرنا انکی تصحیح میں واجب ہے [illegible] اس شخص کے لیے [illegible]

[illegible] نہ بول سکے اسلیے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول میں عام کر دیا [illegible] تکرار سے [illegible] داخل ہے کذا فی الشامی [illegible]

واعلم انہ اذا فسد الاقتداء بای وجہ کان **لا یصح شروعہ فی صلوۃ نفسہ** لانہ قصد المشارکۃ وہی غیر صلوۃ الانفراد **علی الصحیح** محیط وادعی فی البحر انہ المذہب اور جان لے کہ جب اقتدا فاسد ہو کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتوں سے جو اوپر مذکور ہوئین تو نہین صحیح ہے شروع کرنا مقتدی کا خود اپنی نماز مین اگرچہ نفل ہی ہو اسلیے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت مین پڑھنا غیر ہے تنہائی کی نماز کا نہین صحیح ہے شروع قول صحیح پر کذا فی المحیط اور بحرالرائق مین دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہے وجہ عدم صحت شروع یہ ہے کہ جب اُس نماز مین جسکا مقتدی نے ارادہ کیا اُسکا شروع صحیح نہوا تو غیر مین کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ہذا قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اس بات کا مفید ہے کہ عدم صحت شروع قول ہی خاص امام محمد کا ہے خلاصہ مین یہ مضمون ہے کہ جس جگہ مین اقتدا صحیح نہین تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہوجاتا ہے یا نہین امام محمد کے نزدیک نہین ہوتا اور شیخین کے نزدیک ہوجاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیما مر بعد تصحیح السراج خلافہ ان المذہب انعقادہا نفلا فتامل مین کہتا ہون کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ مین یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ مین دعوی کیا ہے کہ مذہب بدل جاتا ہے نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرلے اس تناقض کو صاحب بحر نے محاذات مین سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہو اور عورت نے ظہر کی نیت سے اُسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا ہر چند فرض مین صحیح نہوا مگر نفل مین بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض مین فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل مین اقتدا باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیون فاسد ہوتی اور یہان دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونون کلامون مین صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وحینئذ فالاشبہ ما فی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاہر بمعذور لم ینعقد اصلا وان لاختلاف الصلوتین ینعقد نفلا غیر مضمون وثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ اسوقت مین یعنی جب کلام صاحب بحر کا نقل مذہب مین مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی مین ہے کہ جس صورت مین اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائے جانے کسی شرط کے جیسا کہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت مین نماز اصل سے منعقد نہوگی اور اگر دو نمازون کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنے اُسکو فاسد کرنے سے قضا اُسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہے قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ قہقہہ اثنائے نماز مین پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نجائیگا کلام زیلعی کی تفصیل سے دونون قولون مین توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اُس صورت پر محمول ہے کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور صحت کی تصحیح اُسپر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت مین نہ رہی نفل مین باقی رہی **ویمنع من الاقتداء صف من النساء** بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہے اقتدا سے عورتون کی صف بدون ایسے حائل کے جو بقدر ایک ہاتھ کے ہو یا بدون اُنکے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ مع عورتون کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفین مردون کی اُنکے پیچھے ہونگی سب کی نماز فاسد ہوگی اور اگر تین عورتین ہونگی تو مردون کی پچھلی صفون مین سے تین تین محاذیون کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتین ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردون کی نماز جائیگی جو اُنکے پیچھے سیدھ مین ہونگے اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے نہ آخر صفوف تک اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ اگر عورتین تین یا پوری صف ہون تب بھی اُنکے محاذی مردون کی ایک ہی صف مین نماز فاسد ہو پچھلی صفون مین فساد نہ پھیلے اسلیے کہ اُس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردون کے لیے حائل ہوجاتے ہین جیسے ایک یا دو عورتین ہوتے ہین مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمر رضی سے موقوفا اور مرفوعا ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان اور اُسکے امام کے بیچ مین نہر یا رستہ یا عورتون کی صف ہو تو اُسکی نماز نہین تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتون کے لیے ہے صف مین بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہین کذا فی الشامی **او طریق تمر فیہ العجلۃ** آلۃ یجرہا الثور یا رستہ عام نافذ جسمین گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے شارح نے کہا کہ عجلۃ بفتحتین وہ آلہ ہے جسکو بیل کھینچتے ہین **او نہر تجری فیہ السفن** ولو زورقا ولو فی المسجد یا مانع اقتدا ہے نہر جسمین کشتیان چل سکین اگرچہ چھوٹی کشتی یعنے ڈونگی ہو اور اگرچہ نہر مسجد مین ہو **او خلاء** ای فضاء **فی الصحراء** او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس **یسع صفین** فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ

فقد اختلف المکان فی الاصح کما فی البحر ... مسجد ... فاصلہ ... جو ... تمام ... اور صحن مسجد مثل
مسجد ہے ... انکو ... ایک ... تو صحیح ہے ... جب ... صفوں ... ہو
... ایک شخص کھڑے ہو ... تو صفین متصل ہوئیں ... اور ... ہوں ... ایک شخص ... کے
سبب ... ایک شخص کے ... ان ... مین ... کے پیچھے ... ایک شخص کے ... مین کھڑے ہونے سے صفوں کا
اتصال ثابت ہوگا جیسا ... اور یہی قول صحیح ہے ... صورت اتصال ... صفین ... بعد ... میدان ... ہوں تو
ہو جائیں ... اسی ... مسجد مین ... اقتدا نہین ... صحیح ہے قول مین مثل مسجد کے ہے ... صفوں کے
اتصال ... صحیح ہے ... مثل جنگل کے ہے ... صحن ... اقتدا ... اور بعضون نے ساتھ اقتدا ... قول ... ان
والحائل لا یمنع الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع او رؤیۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل جیسے ... درمیان امام و مقتدی کے مانع اقتدا
نہین بشرطیکہ ... حال ... امام کا ... آواز سننے یا اسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ دیکھنا جالی دار دروازہ سے ہو جو مانع ... امام تک پہنچنے کا ہو
صحیح تر قول مین امام طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا سننا امام کی آواز کا یا تکبیر کی آواز کا یکسان ہے اور دیکھنا ... امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو
دیکھے ولم یختلف المکان حقیقۃ ... وحکما ... اور حائل مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مکان مختلف نہو حقیقت مین جیسے ... اور
... صحیح تر قول مین کذا فی القنیۃ اور نہ حکما مکان جدا ہو صفوں کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان مین رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دونوں کنارے رستہ یا نہر کے مکان مختلف
ہین مگر صفوں کے اتصال کی صورت مین حکما ایک ہی مکان ہین اسلیئے مانع اقتدا نہین ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر و بحر واقرہ
المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ ونقل عن البرہان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواہر الجواہر ومفتاح السعادۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اُس مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہے تو جائز نہوگا بسبب
اختلاف مکان کے کذا فی الدرر والبحر وغیرہما اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شرنبلالیہ مین اور برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ
صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہے نہ اختلاف مکان کا مین کہتا ہون اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ اور تصحیح القدوری اور
نصاب اور فتاوی قاضیخان مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق مین زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا اور فتاوی عالمگیری مین ہے
کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر مین اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اُسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہو اور جو مکان صفوں سے بھر گیا ہو صحیح اقتدا
متوضی لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضی بسؤر حمار یجیزہ وصح اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتھ پانی نہین پیچھے تیمم والے کے اگرچہ ساتھ وضو کرنے گدھے کے جھوٹے
پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر مقتدی کے ساتھ پانی نہونے کی قید اسلیئے لگائی کہ اگر پانی اُسکے ساتھ ہوگا تو امام کو پانی بتلا سکیگا اس صورت مین اقتدا صحیح نہوگی کیونکہ
تیمم امام کا اسکے نزدیک باطل ہے اور یہ اسوقت ہے کہ امام نے تیمم پانی کے نہونے کی جہت سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست ہوگی گدھے کے جھوٹے
پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیمم کرنے کے یہ معنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کر کے فرض بھی ادا کر لیا پھر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑھی تو اقتدا درست نہوگی کیونکہ
کہ اولے فرض مین شک ہوگیا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہے اقتدا دھونے والیکا پیچھے مسح کرنے والے کے اگرچہ مسح شکستہ عضو کی
بندش پر ہو یعنی جو شخص پاؤن کو دھوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنیوالیکا اقتدا کر سکتا ہے اور جو شخص غسل یا وضو مین تمام اعضا کو دھوتا ہے وہ ایسے شخص کا اقتدا
کر سکتا ہے جسکے ایک عضو پر کھپاچ بندھی ہین وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلوتہ قاعدا وہم قیام وابو بکر یبلغہم تکبیرہ وبہ علم جواز
رفع المؤذنین اصواتہم فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما اقتدار فوق الحاجۃ فمکروہ واذا صیاح ملحق بالکلام انتہی اور درست ہے اقتدا کھڑے شخص کا

پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنے اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر نماز بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے
اور حضرت ابو بکر صدیق لوگون کو آواز آپکے اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنون کی آوازون کے بلند کرنیکا
جمعہ وغیرہ مین یعنی اصل بلند کرنا جائز ہی اور یہ جو ہمارے زمانہ مین موذنون نے رائج کر لیا ہی سو بعید نہین کہ مفسد اُنکی نماز کا ہو کیونکہ کھینچنا کلام کے ساتھ لحن ہی
کذا فی فتح القدیر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اسطرح پڑھائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپنے ارشاد فرمایا کہ لوگون کو نماز پڑھاوین جب
حضرت صدیقؓ نے تحریمہ کر لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اُٹھکر جماعت مین
تشریف لائے اور حضرت صدیقؓ کے بائین طرف بیٹھے حضرت صدیق قرات سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگون کو بیٹھے ہوے
نماز پڑھائی اور صدیق اکبر آپکے اللہ اکبر کی آواز لوگون کو سناتے رہے اور یہ نماز ظہر کی تھی اور مکبر کا آواز بلند کرنا باتفاق درست ہی جبکہ جماعت مین امام کی آواز نہ پہونچتی ہو
اور اگر حاجت مکبر کی نہو تو مکبر کا بولنا چارون مذہب مین مکروہ ہی کذا فی الدرر والحلیۃ و قائم باحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علے المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی اور درست ہی
اقتدا کھڑے ہونے والیکا پیچھے کوبڑ نکلے ہوئے کے اگرچہ اُسکا کوبڑ رکوع کو پہونچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر بخلاف محمد رحمہ کے اور اسیطرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے
کے درست ہی کیونکہ لنگڑا اور کوبڑا بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہین اور غیر لنگڑے کا بہتر ہی یعنے لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہی شامی نے کہا کہ اسمین خصوصیت لنگڑے کی نہین بلکہ تیمم اور
ناداور کوبڑے کا غیر اُنکی نسبت کراہت مین اولی ہین و مؤمٍ بمثلہ الا ان یؤمی الامام مضطجعا والموتم قاعدا او قائما ہو المختار اور صحیح ہی اقتدا اشارہ سے پڑھنے والیکا پیچھے اپنے مثل کے
مگر یہ کہ امام لیٹکر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھکر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت مین اقتدا صحیح نہین اسوجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت کر قوی الحال ہو کذا فی البحر یہی قول مختار
ہی و متنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ صیغۃ علی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہی اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے فرض پڑھنے والیکے
سوائے تراویح کے صحیح قول مین کذا فی الخانیۃ یعنے تراویح مین اقتدا فرض پڑھنے والیکے پیچھے صحیح نہین اور غالبًا عدم صحت کی وجہ یہ ہی کہ تراویح سنت مخصوص ہی تو اُسکے عہدہ سے
باہر آنے کے لیئے اُسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا اسمین یہ اعتراض ہی کہ نفل کی ہر رکعت مین قرات فرض ہی اور فرض کے دوگانہ اخیر مین سنت تو اخیر دوگانہ مین اقتدا فرض والیکا
پیچھے سنت والیکے لازم آویگا حالانکہ یہ درست نہین اسکا یہ جواب ہی کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہی قرات کے باب مین اسی جہت سے قرات اسکے حق مین اُن دونون
رکعتون مین سنت ہو گئی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے صح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہی اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ
سنۃ اور صحیح ہی اقتدا اُس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہی پیچھے اُس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہی یعنے اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ومن
اقتدی فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہی اقتدا اُس شخص کا کہ وہ مقیم ہی اور عصر کی نماز مین غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب
کے پیشتر کی ہو بسبب متحد ہونے دونون کی نماز کے ہم مقیم کی قید اسلیئے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہو گا چنانچہ پیشتر گذر طحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینون
مسئلون کی علت ہی نفل مین تو اتحاد ظاہر ہی اور وتر مین اسلیئے کہ اعتقاد اختلاف مین ہی نہ اصل وتر ہونے مین اور تیسرے مسئلہ مین دونون کی نماز عصر ہی اُن دونون کی اداؤ ظہر
حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رای مقتد بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ المؤتم صحۃ وفسادا اور جبکہ ظاہر ہو جاے مقتدی کو بیوضو ہونا اُسکے امام کا تو اُسکی نماز باطل ہو گی
یعنی شروع سے منعقد نہو گی تو لازم ہو گا اُسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہی صحت اور فساد مین شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہی ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے
اعتقاد مین ہم یعنی اگر گواہون سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بیوضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اُس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہئین اسلیئے کہ امام
کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا ماتن کے کلام مین مجمل ہی اسلیئے کہ باطل اصطلاح مین اُسکو کہتے ہین جو منعقد ہو کر فاسد ہوا
اور اعادہ اُس مقام پر بولتے ہین کہ جبر نقصان کے لیئے دوبارہ پڑھے اور یہان یہ صورت متحقق نہین ہان اگر یہ کہا جاے کہ مجازًا ایسا کہدیا ہی تو ہو سکتا ہی کذا فی الطحطاوی
کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امہم وہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن ہل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم والا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلٰوۃ

دلیل ہے مقدم ہو [illegible] جیسے [illegible] امام کو خبر دیا [illegible] امام ہو [illegible] آپ [illegible] یا کسی [illegible] مقتدی [illegible]
اور اس [illegible] امام کے خبر دینے سے [illegible] امام ہو [illegible] مستحب ہے [illegible] جمہور سے [illegible]
امام کے پیچھے [illegible] امامت ہو [illegible] اور [illegible] ذات سے فاسق ہو گیا [illegible] دین کے [illegible]
قول معتبر نہیں [illegible] خبر دینے سے [illegible] اور اگر احتمال ہو کہ امام نے [illegible] قرار کیا [illegible] الشامی [illegible] نماز پڑھنے کے [illegible]
شخص [illegible] قول [illegible] کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور امام پر حکم کیا جائیگا مسلمان ہونے کے لیے کیونکہ اس کو اسلام سے وہ مرتد ہو گیا [illegible]
اور [illegible] اور رسول [illegible] الاصح [illegible] المدارک [illegible] فی جمیع [illegible] امام کے ذمہ
خبر دینا [illegible] کہ [illegible] مقتدی [illegible] اور اگر معلوم نہ ہوں تو خبر دینا [illegible] لازم
نہیں کذا فی البحر من المدارک [illegible] اگر [illegible] معلوم [illegible] تو معلوم کو خبر دینا لازم ہے اور تحقیق کی ہے [illegible] خبر دینے کی [illegible] یعنی خواہ
نماز کو فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا اختلاف [illegible] سبب ہونے [illegible] امام کے [illegible] لیکن شرح [illegible] خبر دینا [illegible]
شرح [illegible] کنز الدقائق میں مذکور ہے [illegible] قول [illegible] قابل التفات نہیں شامی نے [illegible] مستحق [illegible]

ــــــــ

سے واذا اقتدی امی وقاری بامی تفسد صلوٰۃ الکل [illegible] القراءۃ [illegible] القاری سواء علم [illegible] علی المذہب او استخلف الامام امیا فی الاخریین
[illegible] التشہد [illegible] بعد التشہد [illegible] لان کل رکعۃ صلوٰۃ فلا تخلو عن القراءۃ [illegible] اور جب اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سب کی
فاسد ہو گی بسبب قادر ہونے امیوں کے قرأت پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہے کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نہ کی ہو بنا بر مذہب تو ی کے
شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ فرائض کا حال علم ورجالت سے بدلتا نہیں تو جب علم شرط نہوا تو نیت بھی بطریق اولی شرط نہو گی یا خلیفہ کرے امام
کسی امی کو پچھلی دو رکعتوں میں اگرچہ تشہد میں خلیفہ کرے فاسد ہو گی نماز سب کی اسلیے کہ ہر رکعت نماز علیحدہ ہے تو خالی نہو گی کوئی رکعت قرأت سے اگرچہ قرأت تقدیری
ہو اور امی میں قرأت تقدیری بھی نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جسمیں صلاحیت امامت کی نہیں اسلیے نماز مقتدیوں کی فاسد ہو گی اور امام کی نماز
عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہو گی بسبب خارج ہونے
امام کے اپنے فعل یعنے استخلاف سے وصحت لو صلی کل من الامی والقاری وحدہ فی الصحیح اور صحیح ہے نماز اگر پڑھی ہر ایک امی اور قاری نے تنہا قول صحیح میں قول
صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہے کہ نماز امی کی اس صورت میں بھی جائز نہیں بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ میں قول اول کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی بخلاف حضور الامی
بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ وصلی منفردا فانہا تفسد فی الاصح لما مر بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نکرے اور تنہا
نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہو گی صحیح تر قول میں اس وجہ کے سبب سے کہ گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قرأت کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو
اسکی قرأت سمجھی جاتی واعلم ان المدرک من صلاہا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہے
جسنے نماز کی پوری رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں اور لاحق وہ مقتدی ہے جسکی کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتیں
فوت ہوئی ہوں بعذر کغفلۃ وزحمۃ وسبق حدث وصلوٰۃ خوف ومقیم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلاً غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے رہنے
سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم کا اقتدا کرے مسافر کے پیچھے پس غفلت کی صورت یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہانتک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھ لی اور
انبوہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً جمعہ میں اقتدا کیا اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بے وضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونوں لاحق ہو سکتے
ہیں امام کے لاحق ہونیکی یہ صورت ہے کہ جب امام بے وضو ہو گیا تو کسیکو خلیفہ کر گیا تھا اُسنے اس اثنا میں کل یا بعض رکعات پڑھ لیں اور خوف کی نماز میں لاحق ہونا اسکا ہے کہ امام [illegible]

کرکے ایک کو نماز پڑھاوے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے
پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوۃ خوف مین بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہی اور دوسرا حصہ مسبوق ہی وہ مراد نہین اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعت
والی نماز مین مقیم کو امام کے فارغ ہونیکے بعد دو رکعتین اور پڑھنی پڑینگی ان دونوں مین مقیم کا حکم لاحق کا ہی وکذا بلا عذر بان سبق امامہ فی رکوع وسجود فانہ یقضی رکعۃ اور اسیطرح ہی
فوت ہونا رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کرلے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس رکعت کے پڑھنے مین لاحق ہوگا وحکمہ کمؤتم فلا یاتی
بقراءۃ ولا سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامتہ ویبدأ بقضاء ما فاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کیطرح ہی یعنی فوت شدہ رکعت مین قراءت نہ پڑھے اور اگر اسکے پڑھنے مین کچھ سہو ہوجاے
تو سجدۂ سہو نکرے اور اسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہوگیا اور فوت شدہ نماز کو پڑھنے مین نیت اقامت کی کرے تو وہی دو رکعت اسکے ذمہ رہینگی چار
نہوجائینگی اور شروع کرے ادا کرنا فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہوگئی پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنے چاروں باتون مذکورہ
بالا مین لاحق مسبوق کے برعکس ہی تو مسبوق اپنی باقی نماز مین قراءت پڑھیگا اور اگر اسمین سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے اسکا فرض بدل جائیگا دو کی جگہ چار
رکعتین پڑھنی ہونگی اور اول امام کی متابعت کریگا بعد اسکے خارج ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ثم تابع امامہ ان امکنہ ادراکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا
ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قراءت پڑھے
جسمین مثلا سو گیا ہو اسکے بعد وہ پڑھے قراءت کے ساتھ جسمین مسبوق ہی امام صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہی کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت مین شریک ہوکر لاحق ہوگیا یعنی
تیسری اور چوتھی رکعت اسکو نہ ملی تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قراءت پڑھے پھر اول رکعت کو قراءت کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے تا قاصر ہی بہتر
یون تھی کہ شارح یون کہتا (ویبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم تابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ) یعنی شروع کرے قضاے ما فات کو بدون قراءت کے برعکس مسبوق کے پھر
متابعت امام کی کرے اور اگر اسکو نماز مین پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمین مسبوق ہوگیا ہی تا کہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح تر ہوتی غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ
بیموقع ہی اسلیے مترجم نے اسکا ترجمہ اور طور پر کیا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جسمین مسبوق ہوا پھر وہ جسمین لاحق ہوا تو نماز
صحیح ہوگی اور گناہگار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہی اور امام زفر کے نزدیک اسکی نماز صحیح نہوگی کیونکہ ترتیب رکعات انکے نزدیک فرض ہی کذا فی الشامی والمسبوق
من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہی جس سے پیشتر امام سب رکعتین یا بعض رکعتین پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہوگا تو سب رکعتون مین
مسبوق ہوگا ورنہ بعض مین غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوے اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام
لعدم الاعتداد بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہی یہانتک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قراءت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اسنے قراءت پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے
قراءت مکروہ ہونیکی جہت سے اسکا کچھ شمار نہین وجود وعدم برابر ہی کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہی اس نماز مین کہ قضا
کرے یعنے وہ نماز جو امام کے ساتھ نہین ملی اسکے پڑھنے مین منفرد ہی شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت
کے یعنے اثناے متابعت مین پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہی اسلیے کہ منفرد ہونا اقتدا کے محل مین درست نہین ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ
من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قراءت کے باب مین اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب مین آخر اپنی نماز کا
پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قراءت کے حق مین شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق مین امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملا لیوے اب شارح اسپر تفریع کرتا ہی کہ پانیوالا ایک
رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازون مین سے بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتین اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ اور انکے درمیان مین تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت
مع الحمد وسورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتون کے بعد ہوتا ہی اور اسنے ایک امام کے ساتھ پڑھ لی ہی پھر تیسری رکعت مع الحمد وسورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار
رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پیشتر یعنے تیسری کے آخر مین نہ بیٹھے فیض مین مستصفی سے ہی کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اسطرح پڑھے

یہ ای رکعات بعضہا مع الامام [illegible] ۱۲

[illegible] سہو [illegible] دو سجدہ [illegible] قول [illegible]

[illegible] مسبوق منفرد [illegible]

[illegible] منفرد کے پیچھے [illegible] مسبوق [illegible] بحالت مسبوق ہوئے ہیں [illegible]

[illegible] مسبوق کے پیچھے اقتدا جائز نہیں [illegible] اقتدا [illegible] حدث [illegible]

[illegible] اسلیے کہ مخالفت مسبوق کا امام کے سلام سے پیشتر [illegible] جب مسبوق [illegible]

[illegible] اگر دو مسبوق جو ایک ساتھ شریک جماعت ہوئے انہیں سے ایک [illegible]

[illegible] ضرورت [illegible] اقتدا [illegible]

باقی تکبیر التشریق [illegible] مسبوق تکبیرات تشریق [illegible] جماعت [illegible]

[illegible] امام [illegible] تکبیر [illegible] فاقطع [illegible]

بخلاف المنفرد [illegible] اگر مسبوق [illegible] اپنی نماز [illegible]

اور یہی نماز کو [illegible] بخلاف منفرد کے [illegible] علی الامام [illegible]

[illegible] مسبوق مقتدی کے [illegible] مسبوق کھڑا ہوا [illegible]

حالانکہ امام پر دو سجدہ سہو کے ہیں اگرچہ سہو مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر واجب ہے کہ عود کرے یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہو جائے

اور مسبوق کو چاہیئے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہاں تک کہ [illegible] امام کے ذمے سہو نہیں [illegible] جب امام دوسری طرف

سلام پھیرے اسوقت اٹھے [illegible] قبل السلام [illegible] اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کھڑا ہو گیا تو کیا معتبر

ہوگا اسکا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ [illegible] اگر بقدر تشہد امام کے بیٹھنے سے پیشتر کھڑا ہو کر پڑھنے لگے گا تو اسکا ادا کرنا معتبر نہیں اور اگر بعد بیٹھنے امام

کے بقدر تشہد کھڑا ہوا ہوگا تو معتبر ہوگا [illegible] مکروہ تحریمی [illegible]

مسبوق کو بقدر مقدار تشہد بیٹھنے امام کے اگر کسی عذر کی جہت سے [illegible] مکروہ تحریمی نہیں جیسے خوف [illegible] بے وضو ہو جانے کا [illegible] وقت [illegible]

اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھ سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت [illegible] یا معذور [illegible] شخص کو وقت

باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت مسح موزون کا اور خوف گذرنے کسی گذرنیوالے کا اسکے سامنے کہ ان صورتوں میں اگر مسبوق کھڑا ہو جائیگا تو کھڑا ہونا مکروہ

تحریمی نہ ہوگا [illegible] بدون عذر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیے ہوا کہ امام کی متابعت سلام میں واجب ہے [illegible] کذا فی الشامی [illegible]

اور تمام اور مرور کا عطف حدث پر ہے اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر [illegible] قبل سلام امامہ [illegible] صحت پھر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے

سلام سے پیشتر پھر سلام میں اسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی [illegible] بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد ہوگی کیونکہ مسبوق جب کھڑا ہو گیا تو بقیہ کے

پڑھنے میں منفرد ہو گیا اب پھر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اسلیے کہ اقتدا کیا ہے بعد فراغت پانے کے ارکان سے تو ایسا ہوا اگر امام [illegible]

[illegible] میں حدث کیا کذا فی البحر والفتح ولو لم یعد کان علیہ ان یسجد للسہو فی آخر صلوتہ استحسانا اور اگر مسبوق عود نہ کرے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک [illegible]

تو اسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے براہ استحسان قید بالسہو لان الامام لو تذکر سجدة صلبیة او تلاویة فرفضت المتابعة مصنف نے قید لگائی سہو کی

یعنی اوپر کے قول میں کہ امام پر سہو کے سجدے ہیں اسلیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا [illegible] تو ان سجدوں میں مسبوق کو متابعت امام کی

فرض ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سجدۂ صلبی فرض ہے اور سجدۂ تلاوت گو واجب ہے مگر چونکہ یہ سجدہ قعدۂ اخیرہ کو معدوم کر دیتا ہے اسلیے اسکے بعد کا قعدہ فرض ہے تو متابعت امام کی فرض میں فرض ہے اُسکے نکرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الحلبی وہذا کلہ قبل تقییدہ ما قام الیہ بسجدۃ اما بعدہ فتفسد فی صلبیۃ مطلقا وکذا تلاوۃ وسہو ان تابع والا لا اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدۂ سہو اور صلبی اور تلاوت میں امام کی متابعت کرنی اسوقت تک ہے کہ جس رکعت کو مسبوق کھڑا ہوا ہے اسکو سجدہ کے ساتھ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ میں نماز مطلقا فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہو گیا حالانکہ اس سے دو رکن سجدہ اور قعدہ رہگئے اور بعد رکعت پورا کرنے کے متابعت سے عاجز ہے لہذا نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی اور اسیطرح نماز فاسد ہوگی سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو میں اگر مسبوق متابعت کریگا اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہو چکی اب وہ متروک نہیں ہو سکتی اور متابعت سے اُسکا ترک لازم آتا ہے کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد نہو گی کیونکہ سجدۂ سہو تو واجب ہے اور سجدۂ تلاوت سے جو قعدۂ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پکا منفرد ہو چکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہو گا اور نہیں وجہ نماز فاسد نہو گی کذا فی الحلبی ولو سلم ساہیا ان بعد امامہ لزمہ السہو والا لا اور اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا ہے تو اسپر سجدۂ سہو لازم ہے کیونکہ وہ اس حالت میں منفرد ہے اور اگر ایسا نہیں یعنی امام سے پیشتر پھیرا یا اُسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ وہ دونوں صورتوں میں مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم نہیں ولو قام امامہ لخامسۃ فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا لا حتی یقید الخامسۃ بسجدۃ اور اگر مسبوق کا امام پانچویں رکعت کو کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدۂ اخیرہ کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہ میں اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور کھڑا ہو گیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہو گی اسلیے کہ امام کی نماز بھی پوری نہیں ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہیں جبتک کہ امام پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز نفل ہو جائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السہو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سہو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ سہو کا گمان کرکے سجدہ سہو کے لیے کیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو اشبہ بقواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہے بسبب اقتدا کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہ میں ہم شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ میں قاریوں پر جہالت غالب ہے

باب الاستخلاف

باب الاستخلاف

یہ باب ہے خلیفہ کرنے کے احکام میں یعنی اگر امام کو اثنائے صلوۃ میں مانع صلوۃ پیش آوے اور دوسرے شخص کو اپنا نائب کر دے اُسکے احکام اس باب میں مذکور ہیں استخلاف کی نسبت کہا کہ سین اور تا استخلاف میں زائد ہیں کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہے نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اس حدث کے ہونے پر مشروط ہے جو بنا کا مانع ہو اسلیے شارح نے عنوان میں بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں کون الحدث سماویا پہلی شرط ہونا حدث کا ہے آسمانی یعنی حدث میں اور اسکے سبب میں بندہ کو اختیار نہ ہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہو گی نماز نئے سر سے پڑھنی پڑیگی من بدنہ دوسری شرط ہونا حدث کا نمازی کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگے غیر موجب لغسل تیسری شرط یہ ہے کہ وہ حدث موجب غسل کا نہو مثلا سوچنے سے انزال نہو گیا ہو ولا نادر وجود اور چوتھی شرط یہ ہے حدث کا نادر الوجود نہونا اس سے کھلکھلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم یؤد رکنا مع حدث اور پانچویں شرط یہ ہے کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلا سجدہ میں حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اُٹھایا تو نماز از سر نو پڑھے او مشی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلا جب نماز میں سے وضو کرنے گیا اور ہٹ کر آنے میں قرات پڑھتا آیا تو بنا نہ ہو سکیگی ولم یفعل منافیا اور ساتویں شرط یہ ہے کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلا کھانا نہ کھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے او فعلا لہ منہ بد اور آٹھویں شرط یہ ہے کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلا پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کزحمۃ اور نویں شرط یہ ہے کہ بدون عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور بنا جائز نہو گی ولم یظہر حدثہ السابق کمضی مدۃ مسحہ اور دسویں شرط یہ ہے کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذرجانا مدت نمازی کے موزہ کی مسح کی کہ اس صورت میں بھی نماز فاسد

[illegible]

[illegible] مقتدی [illegible] ذکر [illegible]

[illegible] امام میں حائل [illegible]

[illegible] مقتدی [illegible] امام [illegible]

[illegible] امام نے اپنے شخص کو خلیفہ کیا ہو [illegible] امامت [illegible] کو خلیفہ کرے [illegible]

سہو کی [illegible] الا امام حدث [illegible] آگے بیٹھ [illegible]

اختیاری [illegible] ورنہ [illegible] سبب [illegible] سے [illegible] اور اس سے نماز کے [illegible] اور مثل [illegible] جیسے قول

[illegible] امام شافعی [illegible] اس مسئلہ میں اختلاف ہے ابو یوسف اور طرفین میں ابو یوسف کے نزدیک [illegible] سے مراد [illegible]

نمازی کو اختیار نہ ہو [illegible] کے نزدیک وہ آسمانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار میں نہ ہو وہ آسمانی ہوگا اور چھینک کے مانند کھانسنا [illegible]

طرفین کے ان عذرات سے جو [illegible] ہوتے ہیں بنا درست نہیں غیر مانع للبناء کما قدمناہ ولو بعد التشہد یاتی بالسلام [illegible] او جاز لو کان ولو فی جنازۃ باشارۃ

او بجر الی المحراب ولو مسبوق امام کو حدث [illegible] ہوا [illegible] بنا کا نہ ہو چنانچہ ہم نے اسکو مقدم بیان کر دیا یعنی اس حدث میں وہ تیرہ شرطیں ہوں جو اوپر مذکور ہوئیں

تو امام مذکور کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بھی خلیفہ کرے تاکہ خلیفہ سلام پھیر دے یعنی امام کو خلیفہ کرنا درست ہے گو نماز جنازہ میں ہو

خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کی طرف کھینچنے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ویشیر باصبع لبقاء رکعۃ وباصبعین لرکعتین ویضع یدہ علی رکبتہ لترک رکوع وعلی جبہتہ

لسجود وعلی فمہ لقراءۃ وعلی جبہتہ ولسانہ لسجود تلاوۃ او صدرہ لسہو اور امام اشارہ کرے خلیفہ کی طرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور دو انگلیوں سے

اشارہ کرے دو رکعتیں رہنے کا اور رکھے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے لیے اور پیشانی پر سجدہ کے رہجانے کے لیے اور منہ پر قرات کے رہجانے کے لیے اور

پیشانی اور زبان دونوں پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور فقط سینہ پر ہاتھ رکھے سہو کے واسطے اگر امام کے ذمہ ہو ما لم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء

ما لم یتقدم فحدہ السترۃ او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد یعنی خلیفہ کرے امام اسوقت تک کہ صفوں سے نہ نکل جاوے اگر جنگل میں ہو اور صورتیکہ آگے نہ بڑھے کہ اس کی حد سترہ ہے یا سجدہ

کی جگہ معتمد قول پر مثل منفرد کے یعنی خلیفہ کرنے کی مدت امام کو جنگل میں اسوقت تک ہے کہ صفوں سے تجاوز نہ کرے یہ صورت داہنے یا بائیں یا پیچھے کی جانب میں ہوگی

اور آگے کی طرف میں حد سترہ سے بڑھنا ہے اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا اسکے بعد نماز باقی رہیگی اور خلیفہ کرنا درست نہ ہوگا اور یہی طریق منفرد کے لیے سترہ [illegible]

اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر منفرد کو شبہ ہوا بے وضو ہونے کا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ گیا پھر معلوم ہوا کہ وضو نہیں گیا تو اب بنا نہیں کر سکتا ہے کہ نماز

فاسد ہو گئی اور منفرد کے لیے ہر طرف اتنا ہی فاصلہ معتبر ہے جتنا آگے کی طرف کذا فی الشامی وما لم یخرج من المسجد او الجبانۃ او الدار لو کان یصلی فیہا فتعین

الامامۃ لم یجاوز ہذا الحد ولم یتقدم احد لو بنفسہ مقامہ ناویا الامامۃ وان لم یجاوزہ اور اسوقت تک کہ مسجد یا جبانہ یا مکان سے باہر نہ ہو اگر امام انہیں سے کسی میں نماز

پڑھتا ہو اسلیے کہ امام اپنی امامت پر باقی ہے جبتک اس حد سے تجاوز نہ کرے اور جبتک کہ اور کوئی امام کی جگہ پر بہ نیت امامت آگے نہ بڑھ گیا ہو گو خود ہی بڑھا ہو بدون

اشارہ امام کے اگرچہ امام حد مذکور سے نہ بڑھا ہو یعنی امام کی جگہ اگر کوئی شخص مقتدیوں سے امامت کی نیت کر کے جا کھڑا ہوگا تو اسوقت اسکی امامت باقی نہ رہیگی اگرچہ

امام صفوں سے یا مسجد سے نہ نکلا ہو وہ مقتدی امام ہو جائیگا [illegible] جبانہ بفتح جیم و تشدید موحدہ نماز کی جگہ عام کو کہتے ہیں جو جنگل میں بنائی جائے کذا فی المغرب طحطاوی نے کہا

کہ بہتر یہ تھا کہ شارح ولم یتقدم کی جگہ ولم یقدم کہتا اور اس تقدم کو استخلاف حکمی کہتے ہیں حتی لو تذکر فائتۃ او تکلم لم تفسد صلوۃ القوم لانہ صار مقتدیا یہانتک کہ اگر بعد مقتدی کے

کھڑا ہو جانے کے امام کی جگہ میں امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کرے یا کلام کر بیٹھا تو قوم کی نماز فاسد نہ ہوگی اسلیے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنے خلیفہ کا تو قوم کی نماز اسکی نماز پر باقی نہ رہی

ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنے کی نہین کیونکہ خلیفہ کرنا جائز ہی نہ واجب اور امام جبتک مسجد مین رہے اپنی امامت پر قائم ہی تو ہوسکتا ہی کہ وضو کرکے پھر امام ہوجاے شامی نے کہا کہ بعض نسخون مین اتنا مضمون زائد ہی کہ اگر اس صورت مین خلیفہ کردیگا تو اُسکی نماز فاسد ہوگی والاستیناف افضل تحرزا عن الخلاف اور از سر نو پڑھنا امام کا افضل ہی واسطے بچنے کے خلاف سے ہم امام شافعی رحکے نزدیک استخلاف جائز نہین اُس سے نماز فاسد ہوجاتی ہی اسلیے کہا کہ نماز کو نئے سر سے پڑھنا افضل ہی تاکہ سب کے نزدیک نماز ہوجاے پھر استیناف کی یہ صورت ہی کہ کوئی کام نماز کے مخالف کرکے پہلی نماز کو قطع کردے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے کذا فی الشامی وتعین الاستیناف ان لم یکن تشہد لجنون او حدث عمدًا او خروجہ من مسجد بظن حدث او احتلام بنوم او تفکر او نظر او مس بشہوۃ او اغماء او قہقہۃ لندرتہا اور متعین ہی از سر نو پڑھنا اگر بقدر تشہد نہ بیٹھا بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنے کے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہوجانے کے سونے سے یا فکر سے یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہین اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم ندرت ہی چنانچہ مذکور ہوا وکذا

یجوز لہ ان یستخلف اذا حصر عن قراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فانہ لما احس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراءۃ فتاخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتم الصلوٰۃ فلو لم یکن جائزا لما فعلہ بدائع اور اسی طرح جائز ہی امام کو خلیفہ کرنا جبکہ بند ہوجاوے قدر فرض قرارت کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے اُنھون نے جب آہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی تو قرارت سے بند ہوے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھکر نماز کو تمام کیا تو اگر یہ امر جائز نہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو نکرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رکیگا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الہدایہ وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قرارت فرض سے رک جانے کے باعث نماز فاسد ہوجائیگی تو از سر نو پڑھے خلیفہ نکرے ہم وجہ فساد یہ ہی کہ یہ عذر نادر الوجود ہی اور شرط استخلاف یہ ہی کہ نادر نہو کذا فی الشامی ولیکس الخلاف لو حصر ببول او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہی اگر امام بباعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز سے رک جاے یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہی اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع وسجود ہل یستخلف کالقراءۃ لم اراہ اور اگر امام عاجز ہو رکوع اور سجود سے تو کیا خلیفہ کردے جیسے قرارت کے رکنے مین کرتا ہی اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا ہم شامی نے کہا کہ مین نے شارح کے ہاتھ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ پر دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس مسئلہ مین خلیفہ نکرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہی یعنی بسبب عمل کثیر ہونے کے تو جہان وارد ہی اُسی جگہ جائز ہوگا نہ دوسری جگہ مین لخجل ای لاجل خجل او خوف اعتراہ قرارت سے رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف اجماعا لو نسی القراءۃ اصلا لانہ صار امیا او اصابہ عطف علی المنفی ببول کثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثہ فلو منہ فقط بنی خلیفہ نکرے اجماعًا اگر بھول جاے قرارت کو سرے سے اسلیے کہ امام اس صورت مین امی ہوگیا اور قوم کی نماز باطل ہوگئی تو اگر منفرد کو یہ صورت پیش ہوگی تو بھی بنا نہ کرسکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاے امام کو پیشاب بہت یعنی نجاست مانع نماز کی اُسکے حدث سابق کے سوا مین سے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگے تو بنا کرے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہم منفی پر یعنی لو نسی پر ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ امام کو مثلاً نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درم اُسکے کپڑے کو لگ گئی تو اُس نجاست سے نماز فاسد نہوگی وضو کے ساتھ کپڑا دھوکر بنا کرسکتا ہی ہان اگر خارج سے نجاست مانع لگیگی تو مفسد ہوگی او کشف عورتہ فی الاستنجاء او المراۃ ذراعہا للوضوء اذا لم یضطر لہ فلو اضطر لم تفسد یا کھولے اپنی برہنگی استنجا کرنے مین یا عورت کھولے اپنا ہاتھ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہوگی اور استخلاف اور بنا درست نہوگا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہو پس اگر ناچار کھولنا پڑے یعنی ڈھانپے ہوے استنجا یا وضو ممکن نہو تو نماز فاسد نہوگی او قرا فی حالۃ الذہاب او الرجوع لاداءہ رکنا مع حدث او مشی یا پڑھے قرارت وضو کے لیے جانے کی حالت مین یا واپس آنے کی حالت مین تو نماز فاسد ہوگی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھ جانے کیصورت مین یا چلنے کے ساتھ واپس آنے کی صورت مین حالانکہ شرط بنا یہ تھی کہ ادا ے رکن نہ حدث کے ساتھ ہو نہ چلنے کے ساتھ غرضکہ ان صورتون مین بھی استخلاف و بنا درست نہین بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے صحیح تر قول مین کہ اس سے نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قرارت اور تسبیح دونون سے متعلق ہی اور اصح کا مقابل قرارت مین زیلعی کا قول ہی کہ جانے مین قرارت پڑھیگا تو فاسد

پانی وضو کے وقت پہنچے تو نماز فاسد ہوگی او طلب الماء بالاشارۃ وشرح الوہبانیۃ قلت ورایا الی الماء اشارۃ سے یا اسکو دیکھ تعالیٰ سے تو
ناقلا ... ہوگی بسبب مخالفت ہونے ان دونوں باتون کے نماز سے علم شرنبلالی نے چھپے مسئلہ میں یہ اعتراض کیا کہ کنوا ازمی ... ہے یہ جواب شامی سے دیا ہے تو
اسمین سے نماز ... کی نماز نہ ... سمجھا ... پانی کو نکالنے سے اشتغال مین نماز فاسد ہو جاتی ہے شیخ ... محشی نے جواب دیا کہ پانی کو نکالنا ورتبول نہ ... سے ... بیچ
مخصوصی ... کے ... نماز کے معنی ... ساتھ پانی کے ... کھینچنا ... اسے ایجاب و قبول ... کرتا تو ... نماز نہ ... سے نماز فاسد ہوگی کہ
ایجاب و قبول کے ساتھ ... لیے ... فاسد ہوگی مگر ان دونوں صورتوں میں ... وعن ابی یوسف ... فی ... الاول ...
... بنا ... مختار ... ہے یا ... پانی سے دوسرے پانی کی ... بقدر ... کنوین کے ... قریب سے پانی ... کے
... بسبب ... ہونے کی جہت سے ... نماز ... ہونے کی جہت سے دوسرے پانی پر جانا مانع ... نہیں اسلیے کہ پانی کنوین سے نکالنا ... بنا ہے
... جب ... قریب کا پانی ... ہو تو اسکو ترک کرے اور دور ... جاوے کیونکہ کنوین سے پانی کھینچنا مانع بنا ہے ... اور ... کی قید اسلیے ...
بعض ... کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہ ہو تو کنوین سے پانی نکالنا مانع بنا نہیں ہے یہ قول غیر مختار ہے او مکث قدر اداء رکن ان لم ینو الاداء بعد سبق الحدث
او نوم او رعاف او توقف کی مقدار ادائے رکن کے اگرچہ قصد رکن کے ادا کا نہ کیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر عذر کی وجہ سے توقف کرنا مانع بنا نہیں جیسے
... بھیڑ کے باعث ... توقف کرنا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار ادائے رکن کے توقف کرنا مانع ہے ... اور بنا ... تو نماز ... کیا ...
وبنی علی ... بالاکثر ... صلوٰۃ ... حدث ... ہو وادی ... مکانہ لیقتدی کما ... منفرد ... کہ ... فرغ خلیفتہ والا عاد الی مکانہ ... اد
منہ ما ... منع الاقتداء ... المقتدی اذا سبقہ الحدث اور ... درست ہو امام کو بنا کرنا بسبب نہ پائے جانے موانع بنا کے تو وضو کرے فوراً یعنی بلا توقف بقدر رکن ...
ہو سنت کے وضو کی سنتوں سے اور بنا کرے اس نماز پر جو پڑھ چکا ہے بدون کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اسی جگہ جہان وضو کیا اور وہان تمام کرنا بہتر ہے
کم ہونے رفتار کے یا پھر آوے اپنی جگہ پر تاکہ جگہ کل نماز کی ایک ہو مثل منفرد کے کہ وہ بھی مختار ہے چاہے باقی نماز وضو کی جگہ پڑھے چاہے جگہ پر چلا آوے جہان پڑھتا
تھا اور یہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اسوقت ہے کہ امام کا خلیفہ اس اثنا مین نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہ پر یعنی جس جگہ
پڑھتا تھا اسی جگہ یا اسکے قریب جہان سے اقتدا درست ہو چلا آوے وجوباً بشرطیکہ امام مین اور اسکے خلیفہ مین کوئی امر مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس صورت مین کہ
اسکو حدث پیش ہو تو وضو کرکے اسکو بھی اپنی جگہ چلا جانا واجب ہے بشرطیکہ مانع اقتدا امین اور امام مین ہو ورنہ وضو کی جگہ سے بھی اقتدا کر سکتا ہے وان تمم
علاً منافیا لہا بعد جلوسہ قدر التشہد ولو بعد سبق حدثہ تمت لتمام فرائضہا مع فسادہا لترک واجب السلام اور جان کہ اگر نمازی وانستہ کوئی کام مخالف نماز کے کرے
بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بے وضو ہو جانے کے کرے تو نماز اسکی تمام یعنی درست ہوگی بسبب پورا ہونے فرضون نماز کے اور نماز ... ہوگی بسبب
چھوٹنے واجب سلام کے علم طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنی صحت کے ہین کیونکہ تمام تو جب ہوگی کہ نقصان ترک واجب کا نہ رہتا ولو وجد المنافی بلا صنعہ قبل القعود
بطلت اتفاقاً اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جائیگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہوگی
علم شامی نے کہا کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث اصلی مذکور الصدر کے سوا ہو کیونکہ ہرچند وہ بھی قیاس کی رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اسکا مخالف
نہین اعتبار کیا ولو بعدہ بطلت فی المسائل الاثنی عشریۃ عند الامام وقالا صحت ورجحہ الکمال وفی شرح الوہبانیۃ والاظہر قولہما بالصحۃ فی الاثنی عشریۃ اور اگر فعل
مخالف بے اختیار بعد بیٹھنے مقدار تشہد کے پایا جائیگا تو نماز باطل ہوگی مسائل دوازدہ گانہ مین امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہوگی اور ترجیح دی ہے
کمال نے صاحبین کے قول کو اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کو مسائل دوازدہ گانہ مین اور وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہ ہے کہ
نماز سے باہر آنا باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے بموجب تخریج بردعی کے تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا نہ پایا جائیگا اسوقت تک جو فعل مخالف نماز کی بے اختیار

سرزد ہوگا وہ نماز کے اندر ہوگا اسی لیے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہین تو قعدۂ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہوجائینگے اسلیے نماز صحیح ہوگی اور کرخی کے قول کے موجب امام رح کے نزدیک بھی خروج بصنعہ فرض نہین تو اس صورت مین وجہ بطلان نماز یہ ہے کہ فرض مین تغیر ہوتا ہے مثلاً تیمم والے نے بعد قعدۂ اخیرہ کے پانی پر قدرت پائی تو اسکے حق مین پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہوکر وضو ہوگیا کذا فی الشامی وہی ما ذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرغ بانفار کما فی الدرر کان اولی بقدرۃ المتیمم علی الماء اور وہ بارہ مسئلے یہ ہین جو مصنف اپنے قول آئندہ مین مذکور کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب قادر ہونے تیمم کرنیوالیکے پانی پر یعنی بباعث نہ ملنے پانی کے یا نہ استعمال کر سکنے کے تیمم کرکے نماز پڑھی قعدۂ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی یکایک نظر آگیا یا اسکے استعمال پر قادر ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح شارح نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کما کی جگہ ف کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر مین ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کما سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہے وہ ان مسائل کے سوا مین ہے حالانکہ وہ انہین مسائل مین مخصوص ہے ثم یہ پہلا مسئلہ ہے بارہ مین کا وا ما مسئلۃ رؤیۃ المتوضی المؤتم بمتیمم الماء ففیہا خلاف زفر فقط و تنقلب نفلا او مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والیکے اسمین صرف خلاف زفر کا ہے کہ انکے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسکا وصف باطل ہوجاتا ہے یعنی نفل ہوجاتی ہے ہم یہ جواب ہے زیلعی کے اعتراض کا کنز پر اعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ مین جو قدرت تیمم کے خلاف ہے اس سے کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ اگر وضو کرنیوالا تیمم والیکے پیچھے پڑھتا ہو وہ پانی دیکھ لے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ اسکے عندیہ مین امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہوگی گو واقع مین امام کی نماز پوری ہے شارح نے جواب دیا کہ ذکر ان مسائل کا ہے جنمین اختلاف مابین امام اعظم رح اور صاحبین رح کے ہے اور اس مسئلہ مین تینون مین کچھ اختلاف نہین سبکے نزدیک فاسد ہوجاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے کہ وہ فاسد نہین کہتے کذا فی الشامی و مضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء و لم یخف تلف رجلہ من برد و الا فیمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ مین کا گذر نا مدت نمازی کے مسح کا ہے جس صورت مین کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤن کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر مدت مسح کے پورا ہونے پر پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر سردی کے مارے دھو نہ سکے تو نماز پڑھی جاے صحیح تر قول کے موجب جیسا کہ باب المسح مین گذرا و تعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنع و لو کان الامی مقتدیا بقاری علی ما علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ و بہ نأخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہوگئی بدون اختیار کے اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اس قول کے جسپر اکثر فقہا ہین لیکن ظہیریہ مین صحت نماز کی تصحیح کی ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہین ہم بحر الرائق مین کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہے کہ امام کی قرارت اسکی قرارت ہے تو اسکی نماز کا شروع کامل طور پر تھا تو آخر مین آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہین آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا و وجود العاری ساترا تصح بہ الصلوٰۃ

چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلہ لو صلی بنجاستہ فوجد ما یزیلہا او عتقت الامۃ و لم تقنع فوراً اور اس مسئلہ کے مانند ہے اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اس صورتمین بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اسنے فوراً سر کو نہ چھپا لیا تب بھی نماز جاتی رہیگی ہم یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہین و نزع الماسح لخفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقاً پانچوان مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالیکا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا تھا ادنی حرکت سے پاؤن سے نکل گیا تو نماز باطل ہوجائیگی پس اگر عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر مین نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے و قدرۃ مومی علی الارکان چھٹا مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والیکا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہے امام صاحب کے نزدیک و تذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ و ہو صاحب ترتیب و الوقت متسع ساتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمہ اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جسکے ذمے قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہے اور وقت کشادہ ہے یعنی فائتہ اور وقتی دونون پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز باتفاق تمام ہوجائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہین ہوتی بلکہ اسکا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اسکے پانچ نمازین وقتی ادا پڑھ لیگا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو یہ نماز بھی جائز ہوجائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہوجائیگی

اور یا نند اخل کرنے یا عضو یا وضو کر کر آب ... تعریف ... وقضیہ القاری ... قابل ... الاعتبار لکونہ ... بعد القعود بالاجماع وھو الاصح کذا فی ... اس مسئلہ کے ... اگر ... بقدر تشہد بیٹھ چکا ... جب تک ... کے نزدیک ... بعد تشہد کے ہو تو ... یہ قول صحیح ہے ... جو ... ہوتی ہے ... مسئلہ ... صورتوں میں ... شارح نے ... سو ... ہوتا ... مسائل اثنا عشریہ ... تشہد کے بعد ... بیان ... قضا ... صاحب کے نزدیک ... بیان کرنا ان صورتون کا ہے جنمین امام ... صاحبین مین اختلاف ہو ... بعد تشہد کے ... سا بعد ... تو معلوم ہوا کہ یہ صورت خلافی نہین کذا فی الطحطاوی و قولہ وطلوع الشمس سے الفجر یعنی آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز مین بعد تشہد کہ امام کے نزدیک ... باطل ... دخول وقت من الثلاثۃ مع معنی القضا ... اور داخل ہونا آفتاب کا بعد تشہد کے بعد ... قضا پڑھنے والے پر تین وقتون مین سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد یہ صورتین شارح نے زیادہ کی ہین وہ دخول وقت العصر بان ... فی الجمعۃ ... الی ان صار ظل مثلیہ ... بخلاف الظہر ... نماز ... وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز مین اس طرح کہ امام قعدہ میں ٹھہرا رہا یہان تک کہ سایہ دو مثل ہو گیا تو امام اعظم کے نزدیک نماز فاسد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہین ہوتی ... مین یہ مسئلہ ... کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ مین داخل ہونے سے خلاف کی صورت کیسے ... شارح نے اسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یون ہو سکتی ہے کہ امام قعدہ مین بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی و زوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت الثانی گیارھوان مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اس طرح کہ دوسرے وقت مین پھر نہ عود کرے ... معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکھنا چاہئیے کہ اگر عذر ... آئندہ نماز کے وقت تک موقوف رہا تو امام اعظم کے نزدیک وہ نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہو گیا فاسد ہوگی اسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے دوسرے وقت مین عود کیا تو نماز صحیح ہے کذا فی البحر و کذا خروج الوقت شارح نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ وقت کے نکلجانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے و سقوط جبیرۃ عن برء بارھوان مسئلہ گرجانا جبیرہ کا اچھا ہونے کے بعد جبیرہ وہ کھپاچین ہین جسکے ٹوٹے عضو کو باندھتے ہین تو اگر نمازی نے وضو کرنے مین مثلاً جبیرہ پر مسح کر لیا تھا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بھی فاسد ہو جائیگی و علم انہ لا تنقلب الصلوۃ فی ہذہ المواضع العشرین نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتۃ او طلعت الشمس او خرج وقت الظہر فی الجمعۃ کما فی الجوہرۃ و زاد فی الحاوی والمومی اذا قدر علی الارکان و زاد مسئلۃ المومی بتیمم کما قدمنا والظاہر ان زوال المانع بعیدہ و دخول الاوقات المکروہۃ فی القضا کذلک و علم اور جاننا چاہئیے کہ نماز ان بیس جگہون مین جب باطل ہو جاتی ہے تو نفل نہین ہو جاتی بجز تین صورتون کے ایک اس صورت مین کہ فوت شدہ نماز یاد کرے یا آفتاب فجر کی نماز مین نکل آوے یا وقت ظہر جمعہ مین جاتا رہے چنانچہ جوہرہ مین ہے حاوی قدسی مین چوتھی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑھنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اسکی نماز بھی نفل ہو جائیگی شارح کہتا ہے اور مسئلہ باوضو مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنی ان نمازون مین جو نفل ہو جاتی ہین گو اختلافی ہے کذا فی الطحطاوی چنانچہ جیسے پیشتر بیان کیا اور ظاہر یہ ہے کہ آفتاب کا ڈھلنا عید مین اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا مین ایسا ہی ہو اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا امام شارح نے بیس جگہ اسلیے کہا کہ بارہ مسئلے ماتن نے لکھے تھے آٹھ شارح نے زیادہ کیے اول پانا اس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑھتا ہو دوم سرڈھانکنا لونڈی کا سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو جبکہ امام صاحب ترتیب ہو چہارم آفتاب کا ڈھلنا عید مین پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا مین ششم ظہر کا وقت یا دوپہر ہو جانا قضا مین ہفتم وقت غروب کا آجانا قضا مین ہشتم معذور کے وقت کا نکلجانا اور بحر الرائق مین ان سب صورتون کو بھی بارہ مین داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم کو برہنہ کے مسئلے مین اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع مین اور اخیر صورت کو وقت مسح کے گذر جانے مین باقی رہی تیسری صورت اسکو بھی سنے تو ترتیب

مسئلہ مین داخل کیا ہے شامی نے کہا کہ اس داخل کرنے مین صریح تکلف ہے حلبی نے کہا کہ جن مسئلون کو شارح نے ظاہر کہا ہے اُنمین منع دیکھنے کی حاجت نہین اُنکا حکم وہی ہے جو
شارح نے کہا اسلیے کہ جب اوقات مکروہہ مخالف نفل کے مکروہ ہونے کے نہین یعنی ابتدا نفل انمین جائز ہے تو بقاے نفل کے مخالف کیسے ہونگے ولو استخلف الامام
مسبوقاً او لاحقاً او مقیماً وہو مسافر صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شریک
ہونے کے تحریمہ مین اور مدرک کو خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہے اسلیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہے ہم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہے مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا
ضروری ہے پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ لوگون کو اشارہ سے منع کردے کہ میری متابعت نہ کرنا جبتک کہ مین فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکون پھر اول
فوت شدہ نماز کو پڑھے اُسکے بعد جہان سے امام کی نماز رہی ہے اُسکو پڑھے اہین مقتدی اُسکی متابعت کرین فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی
مسافر اور مقیم ملے جلے ہین تو اسکو چاہیے کہ دو رکعتون کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کردے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقیم مقتدی دو رکعتین باقی اکیلے اکیلے بدون قرات کے
پڑھ لین اور بہتر یہ ہے کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کرین اور امام کے حق مین بھی بہتر ہے کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نکرے کذا فی الشامی

ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطاً اور اگر مسبوق یہ نجانے کہ کتنی رکعتین امام نے پڑھی ہین تو ہر رکعت مین بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت
امام کی آخر رکعت ہو ہم یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر مسبوق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نجانتے ہون مثلاً سب مسبوق ہون
تو خلیفہ ایک رکعت پڑھکر بیٹھے پھر کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھ لے اور مقتدی اسکا ساتھ اس باقی مین نہ دین بلکہ اُسکے فارغ ہونے تک صبر کرین جب وہ سلام پھیر چکے
اُسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لین کذا فی النہر الفائق ولو مسبوقاً برکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہے دو رکعتون سے تو ہم دو قعدہ اُسپر فرض کہینگے یعنی ایک
قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اُسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار لہ انہ لم یقرء فی الاولیین فرضنا القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ مین نے
پہلے دوگانہ مین قرات نہین پڑھی تو چارون رکعتون مین قرات مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو مین بوجہ نیابت امام کے اور دو مین خود اُسکی نماز مین ہم اس مسئلہ کی
چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا نماز ہے جسپر چارون رکعتون مین قرات فرض ہے فلو اتم المسبوق صلوۃ الامام قدم مدرکا للسلام پھر جب مسبوق امام کی نماز
تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کردے تاکہ وہ سلام پھیر دے ثم لو اتی بمناف فیہا کالضحک تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا وکذا تفسد صلوۃ من جاء بحالہ
للمنافی فی خلالہا پھر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہین اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسنا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی
نہ مدرک مقتدیون کی بوجہ پورا ہو جانے ارکان نماز مذکور کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز اُس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے
درمیان مسبوقون کی نماز کے وکذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان توضأ ولم یفتہ شیء لاتفسد فی الاصح لما مر انہ کموتم اور اسیطرح فاسد ہوگی
نماز امام اول بیوضو کی اگر وہ نماز سے فارغ ہوا ہو صحیح تر قول مین بسبب اُس بیان کے کہ گذرا کہ امام مذکور مثل مقتدی کے ہے جبتک خلیفہ فارغ نہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہے پس اگر
امام اول فارغ ہوگیا ہو اسطرح کہ وضو کرکے خلیفہ کا شریک ہوگیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کیصورت سے متعلق ہے
اور اُسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہے کہ اس صورت مین بھی امام مذکور کی نماز پوری ہے وتفسد صلوۃ مسبوق عند الامام لقہقہۃ امامہ وحدثہ العمد فی ای قعودہ قدر
التشہد الا اذا قید رکعتہ بسجدۃ لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہے نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کھلکھلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اُسکے امام کے بعد بیٹھے امام کے
بقدر تشہد کے مگر جبکہ مقید کرے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اُسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہو جانے اُسکے انفراد کے ہم یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کرکے اپنی نماز
پڑھنے مین مشغول ہو اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا تو اُسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بیوضو ہونیکی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب
ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے پیچھے نہین کہ حرکت امام کی اُسکی نماز کے اثنا مین واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لاتفسد اتفاقاً لانہما منہیان
لا مفسدان ولذا یلزم المدرکین السلام ولیقومون فی القہقہۃ بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

الامام ... ولو تذكر في ركوعه او سجوده ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ترك سجدة صلبية او تلاوية فاداها في ركوعه او رفع من سجوده فسجدها ... اعادهما اي الركوع والسجود ... بالسقوط النسيان ... [illegible]

تھا باقتدا اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ میں کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اٹھانے کے جھکا ... یا سجدہ سے ... [illegible]

اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنے کے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اس رکوع کو اور سجدہ کو دوبارہ کرے جس میں چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا ... ساقط ہو ... [illegible]

چھوٹنے کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اسی کو قضا کرے یعنی اس صورت میں اعادہ رکوع اور سجدہ کا ... [illegible]

مستحب ان سجدہ سہو اس صورت میں بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے ... سقوط بالنسیان ... اعتراض ... [illegible]

لیکن ... واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی ... ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہوجاتا ہے اور سجدہ سہو سے اس کا نقصان پورا

ہوجاتا ہے ... اعادہ کیا ... ولو ام واحدا فقط واحدث الامام اي خرج من المسجد ... تعين المأموم للامامة ...

... الامام بلا نية لعدم المزاحم ولا يصلح الصبي فسدت صلوة المقتدي اتفاقا دون الامام على الاصح ... الامام ... [illegible]

فصلوة الامام ... كليهما باطلة اتفاقا اور اگر ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بے وضو ہوگیا یعنی بے وضو ہوکر مسجد سے باہر ہوا تو مقتدی ... [illegible]

نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہوگا بسبب نہ پائے جانے مزاحم کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر امام ... [illegible]

مسجد سے خارج نہوگا تو ... امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہیں ہوجائیگا اور اگر مقتدی میں صلاحیت امام کی امامت کی نہوگی مثلاً لڑکا مقتدی ہو تو اس مقتدی ... [illegible]

کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق، نہ نماز امام کی صحیح تر قول کے موجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہ فاسد ہونا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہونا امام کی
نماز کا اس صورت مین ہے کہ امام نے اسکو خلیفہ نکیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دیگا تو امام اور خلیفہ دونون کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی ہم صحیح کا قول مقابل ہے کہ بعض
کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونون کی اور خلیفہ کرنے مین یہ قول ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کر دیگا تو
امام کی نماز فاسد نہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی ولو ام رجل رجلاً فاحدثا وخرجا من المسجد تمت صلوۃ الامام وبنی علی صلوتہ
وفسدت صلوۃ المقتدی لما مر اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونون بیوضو ہوگئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہے اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز
فاسد ہوگئی بسبب اسوجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہگیا کذا فی الطحطاوی واخذہ رعاف یمکث الی انقطاعہ ثم یتوضأ ویبنی لما مر واللہ اعلم
نمازی کی نکسیر پھوٹی اسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کرکے بنا کرے اسوجہ کے سبب سے کہ پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنا نہین واللہ تعالیٰ اعلم

باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہے ان امور کے بیان مین جو نماز کو فاسد کرتے ہین اور جو اسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہین عقبہ بالعارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض اضطراری
کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہم یعنی عوارض دو قسم ہین ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق مین گذرا دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب مین ذکر کرتا ہے یفسدہا التکلم
ہو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امرا ولو استعطف کلبا او ہرۃ او ساق حمارا لا الفسد لانہ صوت لا ہجاء لہ فاسد کرتا ہے نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہے دو حرف کا یا ایک
حرف مطلب سمجھانے والے کا مثلاً ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہین حفاظت کر اور دوسرے کے ہین بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بے معنی کا بولنا کلام
مین داخل نہوگا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ یہ آوازین ہین جنکے ہجے نہین اور کلام مین حرفون کا ہونا
چاہیے ہر چند یہ آوازین مفسد نہین مگر مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی عمدہ وسہوہ قبل قعودہ قدر التشہد سیان کلام کا دانستہ کرنا اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھنے
نمازی کے مقدار تشہد کی یکسان ہے ہم قبل قعود کے اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمداً ہو یا سہواً مفسد نہین وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطئا او مکرہا
ہو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہے یا سوتے مین کلام کیا یا نجاننے کی صورت مین یعنی اسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہے
یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قرأت خواہ ذکر کا تھا اسکی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ مین کلام کیا اسطرح کہ کسی نے زبردستی اس سے کلام کرایا تو ان سب قسمون کے کلام سے
نماز فاسد ہوگی یہی مختار ہے ہم جاننا چاہیے کہ فقہا اور اصولیون اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان مین کچھ فرق نہین مگر حکما یہ فرق بیان کرتے ہین کہ سہو اسکو کہتے ہین
کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ مین باقی رہے اور نسیان یہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونون سے جاتی رہے اسکے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے
اور سہو اور خطا مین یہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہوجاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہین ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی
حالت کے کلام کیطرف راجع ہے اسلیے کہ اسی مین اختلاف فقہا مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتون مین حنفیون کا خلاف نہین مگر
اور مذہب والون کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اٹھا لینے پر ہم حلبی نے کہا کہ یہ حدیث
ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث مین نہین پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہے (ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ)
یعنی اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جسپر وہ زبردستی کیے جائین غرضکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد
نماز نہو اسلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہ ہوگا ورنہ تعمیم لازم
آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شیٔ من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث
سے کہ ہماری اس نماز مین آدمیون کا کوئی کلام مناسب نہین ہم ذی الیدین کے دونون ہاتھ یا ایک لنبا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلاے انکا نام عمیر اور لقب خرباق

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور [illegible] قرآن [illegible] حدیث الا السلام [illegible] سلام [illegible]

باہر [illegible] کہ سلام مفسد نماز نہیں بخلاف السلام علی انسان [illegible]

[illegible]

[illegible] یا سلام کیا حالت قیام میں سوائے جنازہ کی نماز کے کہ تینوں سلام مفسد نماز ہیں مطلقاً اگرچہ السلام علیکم نہ کہا ہو اور اگرچہ بھول کر [illegible]

[illegible] مفسد ہیں مطلقاً خواہ دانستہ ہو یا بھول کر اور سلام نماز سے باہر آنے کا مفسد ہے اگر دانستہ ہو [illegible] سلام تحیت سے [illegible]

مفسد ہے کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی [illegible] حالت قیام کو سلام اسلئے مفسد ہے کہ قیام اس کا محل نہیں اور چونکہ جنازہ میں سلام کھڑے ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اسلئے [illegible]

میں سلام سہواً کرنا معاف ہے جیسے سلام تحلیل [illegible] السلام [illegible]

فاسد کرتا ہے نماز کو [illegible] یا سلام کا زبان سے اگرچہ بھول کر ہو نہیں تو فاسد کرتا ہے [illegible] جواب دینا بلکہ مکروہ ہے [illegible]

[illegible] نماز فاسد [illegible] النہر عن صدر الدین الغزی انہ قال اور نہر الفائق میں صدر الدین غزی سے [illegible]

ان لوگوں کو جمع کیا ہے جن پر سلام کرنا مکروہ ہے [illegible] صدر الدین [illegible] سلام کرنا [illegible]

لوگوں پر جنکو [illegible] ظاہر کرتا ہوں میں [illegible] جنکو میں نے اس جا ذکر کیا ہے [illegible] سوا اور لوگوں پر سلام کرنا [illegible]

ذاکر و محدث و خطیب [illegible] نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور واعظ یا ذکر الہی میں مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑھنے والا اور

جو شخص ان پانچوں کیطرف کان لگا دے [illegible] ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہے [illegible]

یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی [illegible] حکم دینے کے لیے [illegible] سلام [illegible]

کذا فی الشامی اور جو لوگ بحث کریں علم شرعی میں [illegible] سلام مت کرے [illegible] موذن ایضاً [illegible]

اذان دینے والا یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانے والا اسیطرح اجنبی عورتیں جوان [illegible] سلام [illegible]

بدون کراہت جائز ہے [illegible] شطرنج [illegible] اور جو لوگ [illegible]

معصیت میں [illegible] جیسے جواری اور شراب [illegible] غیبت کرنیوالا اور کبوتر اڑانے والا اور گانے والا [illegible] اور جو شخص [illegible]

[illegible] مکشوف العورۃ [illegible] حاجت [illegible] ابتداً بسلام مت کرے [illegible]

شترنج کھیلنے ہوئے شور مچاکر اور اس شخص کو جو حالت برہنہ یا بول مین ہو کر اُسپر سلام کرنا اور ان سے زیادہ بُرا ہے ودع اکلا الا اذا کنت جائعا ؛ وتعلم منہ انہ
چھوڑ رکھے ہوئے شور مچاکر اور اس شخص کو جو حالت برہنہ یا بول مین ہو کر اُسپر سلام کرنا اور ان سے زیادہ بُرا ہے مگر کھانے والا اگر بھوکا ہو اور اُسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نکریگا تو ان دو قیدون کے ساتھ اُسپر سلام مکروہ نہین
لیس بجمع ؛ اور شطرنج کھیلنے والے کو مگر جس صورت مین کہ تو بھوکا ہو اور اُسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نکریگا تو ان دو قیدون کے ساتھ اُسپر سلام مکروہ نہین
ورنہ مکروہ ہے وقد زدت علیہ المتفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام والحققۃ فقلت ے کذاک استاذ ومغن مطیر ؛ فھذا اختتام والزیادۃ تنفع ؛ صاحب نہر
کہتا ہے کہ مین نے شمار مذکور پر تین شخص اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑھانے مین ہو دوم گانے والا سوم کبوتر اڑانے والا اور مین نے
انکو ایک شعر پڑھا کر تعداد مذکورہ سابق مین ملا دیا تو مین کہا کہ یہی حکم ہے استاد اور مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہے ان لوگون کا جنپر سلام مکروہ ہے اور یہ میل زیادہ کرنا مفید ہے
اور بعضون نے ان لوگون کو بھی بڑھایا ہے جو گھٹیا آدمی ہو کر ہنسی والا اور لغو گو اور جھوٹ بولنے والا اور جو بازار مین قصداً لوگون کی برائیون پر نظر ڈالے اور جو لوگون کو گالیان
دے اور جو بیباک کہتا ہو کذا فی العالمگیریۃ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی قولہ سلام علیکم بجزم المیم اور ضیاء معنوی مین تصریح کی ہے واجب ہونے جواب سلام
کی بعض ان صورتون مین اور نہ واجب ہونے جواب کے سلام علیکم کہنے مین میم سلام کے جزم کے ساتھ شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح ہے کہ
السلام علیکم یا یون ہے کہ سلام علیکم ان دونون کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہین سلام نہوگا اور نہ اُسکا جواب واجب ہے شارح نے خزائن الاسرار مین جلال الدین
سیوطی کی نظم لکھی ہے جنہین وہ لوگ مذکور کیے ہین جنپر جواب سلام واجب نہین چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا اُن لوگون پر واجب نہین جو نماز مین مصروف ہو جو کھانے مین یا
پینے مین یا قراءت یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے مین یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان مین مشغول ہو یا سلام کرنے والا کا یا مستا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا
اونگھنے والا یا جماع کی حالت مین ہو یا حکم کا خواہان ہو یا حمام مین ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشا من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فلو لتحسین صوتہ
اولیھتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوٰۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہے نماز کو کھنکھارنا دو حرفون سے بدون عذر کے یعنی اُح اُح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہے اور اگر زیادہ
حروف نکلین تو بطریق اولی مفسد ہے اور بدون حروف کے کھنکھارنا بلا عذر مفسد نہین بلکہ مکروہ ہے کذا فی الشامی اور کھنکھارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت سے
خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہین یا مفسد نماز ہے کھنکھارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکھارے یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جائے کہ غلطی
کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکھارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ مین نماز مین ہون تو ان صورتون مین نہ فساد ہے نہ کراہت مذہب صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہے کہ کھنکھارنا مفسد ہو
کیونکہ وہ کلام ہے اور کلام مفسد ہے مگر غرض صحیح مین کھنکھارنے کا مفسد نہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دو بارہ حاضر ہوا تھا ایکبار دن مین اور ایکبار رات مین تو جسوقت مین آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکھار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ
غرض صحیح کے باعث کھنکھارنا مفسد نہین کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی اور فاسد کرتا ہے نماز کو دعا مانگنا اُن الفاظ سے جو مشابہ ہون آدمیون کی
گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگون کی گفتگو کے وہ ہے جو نہ قرآن مین ہو نہ حدیث مین اور اُسکا مانگنا بندون سے محال نہو جیسے الٰہی مجکو نمک دے یا تیل
دے وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث مین ہو یا اُسکا طلب کرنا بندون سے محال ہو تو اُس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر والانین ہو قولہ آہ بالقصر والتاوہ ہو قولہ
آہ بالمد والتافیف اف او تف والبکاء بصوت تحصل بہ حروف ولوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا المریض لا یملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال
جشاء وتثاوب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہے نماز کو انین یعنی آہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تاوہ یعنی مد الف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہے تافیف یعنی اف یا
یا تف کرنا اور مفسد ہے رونا ایسی آواز سے کہ اُس سے حروف پیدا ہون بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چارون کی قید ہے یعنی انین اور آہ کرنا اور اف
کرنا اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہے مگر اُس مریض کے لیے مفسد نہین جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہین روک سکتا اسلیے کہ اُسکا آہ کرنا اسوقت ایسا ہے
جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہون کہ یہ امور مفسد نہین ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہے بمعنی نہی یعنی شکایت کرا اور اسمین بہت سے
لغت ہین یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ ف کی تینون حرکتین مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہین نہر الفائق مین کہا کہ رونا آنسوؤن سے بلا آواز یا آواز کے

[illegible] لا غلبت تکن لی بشئ الا الذکر ابتہ اور اسکی [illegible] بیٹے قبول [illegible] نماز فاسد [illegible]

[illegible] جب قرأت [illegible] ہو جاتی [illegible] قرأت درست کرنے کے [illegible] فاسد [illegible]

[illegible] بسبب [illegible] قرأت یا درست [illegible] اور اگر [illegible] تحریمہ سے جنت [illegible]

[illegible] ہے [illegible] فاسد نہیں ہوتی [illegible] کے [illegible] حضرت عمر [illegible] سے [illegible]

[illegible] نماز فاسد ہو یا نہ [illegible] کے کلام سے مشابہ ہو اسلئے نماز فاسد ہوگی [illegible] ولو عطس [illegible] تشمیت عاطس

[illegible] اسد یرحمک اللہ [illegible] العاطس لنفسہ لا اور نماز فاسد [illegible] چھینکے [illegible] اپنے سوا دوسرے کو [illegible]

[illegible] چھینکنے والے نمازی سے [illegible] اپنے نفس [illegible] تشمیت [illegible]

[illegible] نماز فاسد [illegible] عاطس [illegible]

[illegible] گیا اسلئے اگر اپنے نفس کو خطاب [illegible]

[illegible] کلام [illegible] بعد التشمیت [illegible] آمین [illegible] ہوگی [illegible]

[illegible] نماز فاسد ہو [illegible] چھینک [illegible] نماز [illegible] محمود

دونوں نے کہا آمین تو اس صورت میں نماز حامد کی فاسد ہوگی کہ اُسنے خود اپنے حق میں دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہ ہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی [illegible]

وجواب خبر سوء بالاسترجاع علی المذہب [illegible] الجواب [illegible] نماز [illegible] جواب خبر [illegible] انا للہ وانا الیہ راجعون [illegible] مذہب کے

اسلئے کہ یہ جملہ جواب کے ارادہ سے مثل لوگوں کے کلام کے ہوگیا [illegible] المذہب کی قید سے ظہیریہ کے قول کا رد ہوا کہ انہیں عدم فساد کی تصحیح کی ہو اور یہ تصحیح مخالف متون

اور شروح کے ہو کذا فی الحلیۃ والبحر وکذا یفسد کل ما قصد بہ الجواب کان قیل امع اللہ الہ فقال لا الہ الا اللہ او ما مالک فقال الخیل والبغال والحمیر [illegible]

[illegible] فاسد کرتا ہو نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب دینے سائل کا اگرچہ وہ جملہ قرآن کا ہو مثلاً اگر کہا گیا ہو

خدا کے ساتھ کوئی معبود ہو تو نمازی نے جواب میں کہا لا الہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں سوا خدا تعالیٰ کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہو تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے اور

خچر اور گدھے یا کسی نے کہا تو کہاں سے آیا تو نمازی نے کہا [illegible] تو ان صورتوں میں نماز فاسد ہو جائیگی [illegible] نماز کا فاسد ہونا [illegible]

قرآن کے جملوں سے طرفین کے نزدیک ہو نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ تعظیم ثنا ہو یا قرآن کا ہو وہ نیت سے نہیں بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی

رہتا ہو اور طرفین کے نزدیک بدل جاتا ہو یعنی کلام ہو جاتا ہو اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کریگا او الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیی او موسیٰ یا یحیی خذ الکتاب

بقوۃ او وما تلک بیمینک یا موسیٰ مخاطبا لمن اسمہ ذلک او لمن بالباب ومن دخلہ کان آمنا یا قصد کیا جاوے اس جملے سے خطاب تب بھی مفسد ہوگا جیسے نمازی کا

کہنا اس شخص سے جسکا نام یحیی ہو یہ آیت (یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ) یعنی اے یحیی پکڑ کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسیٰ ہو اُسکو یہ کہنا (وما تلک بیمینک یا موسیٰ) یعنی اور

کیا ہو تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ یہ آیتیں کہ مخاطب ہو اُسے جسکا نام ہو یعنی یحیی یا موسیٰ یا دروازے پر والے شخص سے یہ کہنا کہ جو کوئی اسمیں داخل ہوگا وہ

خوف [illegible] کلام خطاب کی صورت میں سب کے نزدیک نماز فاسد ہو [illegible] امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت میں قرآن کو لوگوں کے کلام میں [illegible] کرنے میں کیونکہ قرآن

اُس شخص کے خطاب کے لیے موضوع نہیں جسکے لیے نمازی خطاب کرتا ہو کذا فی الشامی فروع مسائل [illegible] شارح کے سمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فصلی علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ نمازی نے خدا تعالیٰ کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہو بزرگی اسکی یا نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑھا یا امام کی قرأت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم نے جواب کا قصد

[illegible]

کیا ہو گا یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد نہو گی اور کہنا اسقدر معتبر ہے کہ اپنے آپ سن سکے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سنا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی والطحطاوی
ولو سمع ذکر الشیطان فلعنه تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسد نہو گی ولو حوقل لدفع الوسوسة
ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرة اور اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہے تو فاسد ہوگی نہ امور آخرت کے
لیے ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعی لاحد او علیه فقال آمین تفسد اور اگر چھت میں سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعا خیر یا دعاء بد ہوئی
اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولهما عملا بقصد المتکلم اور نہیں فاسد ہوتی ہے نماز کل صورتوں میں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول
طرفین کا ہے بسبب عمل کرنیکے متکلم کے قصد پر چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن میں ہیں یا ثنا اور یہ دونوں بجز خطاب کی صورت میں ابو یوسف کے نزدیک تبدل متکلم سے متغیر نہیں ہوتے
اسلیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شارح کا قول بجا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ بجا
نہ ہو گا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہوگی اگر کوئی محشی لکھے ذہن میں نہیں ہے ولو امتثل امر غیره فقیل له تقدم فتقدم او دخل فرجة الصف احد فوسع له
فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برأیه قهستانی معزیا للزاهدی ومرویا فی فتنیه یہانتک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلاً اس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ اور وہ آگے
بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اسکو جگہ دی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی
منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور آگے آویگا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانه لو لم یرد جوابه بل اراد اعلامه بانه فی الصلوٰة لا تفسد اتفاقا ابن کمال
والمنتقی اور شارح نے فساد نماز میں ان جملوں سے قید جواب کے قصد کی لگائی اسلیے کہ اگر نمازی جواب متکلم کا ارادہ نہ کریگا بلکہ یہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کے اندر ہوں
تو نماز باتفاق فاسد نہو گی بیان کیا ہے اسکو ابن کمال نے اور مصرح ہے منتقی میں وفتحه علی غیر امامه الا اذا اراد التلاوة اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا
دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں رکنے والے کو بتانا مگر جس صورت میں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہو گا اور یہ صورت شامل ہے مقتدی کے ایک دوسرے کے
بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتا دے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اس شخص کو بتا دے جو نماز نہیں پڑھتا ہے تو ہر صورت بتانیوالے کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون حاجت
کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح اور اسیطرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جبکہ نمازی خود یاد کر کے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ دینے کے تو
مفسد نہو گا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتاوے تو اگر وہ اسکا بتایا ہوا پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتا نہ چکا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہو گی
بخلاف فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقا لفاتح وآخذ بکل حال الا اذا سمعه المؤتم من غیر مصل ففتح به تفسد صلاة الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد
نماز نہیں مطلقاً یعنی نہ لقمہ دینے والے کی نماز کا مفسد ہے نہ لینے والے کی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ امام اسقدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو یا ایک
آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار کسیطرح مفسد نماز نہیں ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز نہ پڑھنے والے سے لقمہ کو سنکر
اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا ہوا لیا تو اسکی نماز فاسد ہو گئی اب اگر امام کو بتاویگا اور وہ لیگا
تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اسکے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہے اسمیں اسکا شریک نہو
خواہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو وینوی الفتح لا القراءة اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ قراءت کی کیونکہ قراءت پیچھے امام کے ممنوع ہے اور لقمہ دینا
مقتدی کے حق میں فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑھ کر خود نکال لے اسیطرح امام کے حق میں مکروہ ہے کہ قراءت میں رکے اور الجھے کہ مقتدی کو
بتانا ہی پڑے بلکہ اسکو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ شروع کر دے یا اگر قراءت بقدر واجب
پڑھ چکا ہو تو رکوع کر دے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانه نعم ان کان یعتاده فی کلامه تفسد لانه من کلامه والا لا لانه قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے
نعم یا آرے نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو یعنی گفتگو میں یعنی اسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہ الفاظ اسکے کلام کے متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں

[illegible] ... قرآن ... یعنی ... دونون کا امام ... قول ... قرآن ... [illegible]

[illegible] ... الا اذا کان ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مین جو کسی چیز کا ... اگر کسی نے شکار کی ... نیت کی ... تو نماز فاسد نہوگی وتفسد بانتقالہ من

صلوٰۃ الی صلوٰۃ ... [illegible] ... الا اذا ... مطلقاً ... فاسد

[illegible] ... نماز کا ... اگر کسی ... [illegible] ... تکبیر کہکر نیت ... کرے یا اسکے ... مقتدی ...

[illegible] ... نماز ... فاسد ہوجائیگی مثلاً فجر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد ... اگر کہا

سے نیت ... کر لی تو ... نماز فاسد ہوجائیگی ... ظہر کے ... یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑھتا تھا

ایک رکعت کے بعد پھر اسی ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہوگی مگر ان صورتون مین کہ نیت کے الفاظ منہ سے کہے تو ان صورتون مین از سر نو پڑھنے والا ہو جائیگا مطلقاً یعنی خواہ

غیر نماز کی نیت کرے خواہ ... لفظاً نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا لفظاً کلام ہے اور کلام نماز کا مفسد ہے کذا فی الشامی وقراءتہ من مصحف ای ما فیہ قرآن مطلقاً

لانہ تعلم ویفسد نماز ہو نمازی کا پڑھنا مصحف کو دیکھکر یعنی جسمین قرآن لکھا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو اُسمین سے دیکھکر پڑھنا مفسد ہے مطلقاً خواہ تھوڑا پڑھے یا بہت امام ہو

یا منفرد بدون دیکھے پڑھنا اسکو ممکن ہو یا نہین ہر صورتمین مفسد ہے اسلیے کہ یہ پڑھنا تعلیم ہے امام اعظم کے نزدیک دیکھکر پڑھنے مین وجہ فساد کی دو طرح سے ذکر کی گئی اول یہ

وجہ ہے کہ اسمین قرآن کا اُٹھانا اور اسکو دیکھنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہے یہ عمل کثیر ہے اور دوسری وجہ جو کافی نے بتبعیت سرخسی تصحیح کی ہے یہ ہے کہ اسطرح پڑھنا تعلم ہے یعنی گویا قرآن

سکھایا جاتا ہے اور نمازی سیکھتا ہے اور تعلم وتعلیم نماز کی مفسد ہے کذا فی الشامی الا اذا کان حافظا لما قرأہ وقرأ بلا حمل ہان اگر حافظ ہو اُسکا جسکو دیکھکر پڑھا اور بدون قرآن اُٹھانے

کے پڑھا تو اس صورتمین نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ دونون وجہین فساد کی اس صورتمین مفقود ہین وقیل لا تفسد الا بآیۃ استظہرہ الحلبی اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہوگی مگر

ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہے اسکو حلبی نے یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہے وجوزہ الشافعی بلا کراہۃ وہما بالتشبیہ باہل الکتاب ای ان قصد

فان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شیء بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر اور جائز رکھا ہے دیکھکر پڑھنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اسکو جائز

رکھا ہے کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نماز مین توریت وانجیل دیکھکر پڑھتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہوگی کیونکہ

مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز مین مکروہ نہین مثلاً کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت سے کچھ حرج نہین

بلکہ بری بات مین مشابہت مکروہ ہے اور اس چیز مین مکروہ ہے جس سے قصد مشابہ ہونیکا کیا جاے چنانچہ بحر الرائق مین ہے ویفسدہا کل عمل کثیر لیس من اعمالہا ولا لاصلاحہا

اور فاسد کرتا ہے نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو ... نماز کے اعمال مین سے نہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کر لیا تو یہ مفسد نہوگا اگرچہ

عمل کثیر ہے مگر نماز کے اعمال مین سے ہے اسیطرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہین جیسے وضو ٹوٹ جانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیہ اقوال خمسۃ اصحہا ما لا یشک بسببہ

الناظر من بعید فی فاعلہ انہ لیس فیہا اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین انمین سے صحیح تر یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ جسکے سبب سے دور کا دیکھنے والا اسکے کرنیوالیکی نسبت

شک نکرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ... دور سے دیکھنے والے سے یہ مراد ہے کہ جسکے سامنے نماز شروع نکی ہو حاصل یہ کہ عمل کثیر وہ ہے کہ اسکا کرنیوالا دیکھنے والے کی نظر مین

بظن غالب معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھتا یہ ایک قول ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادت میں دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اسکو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی یا پاجامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دو ہاتھوں سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اتارنا تیسرا قول یہ کہ تین حرکتیں متصل باہم کثیر ہیں ورنہ قلیل چوتھا قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ کرنیوالے کا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جداگانہ مجلس کرتا ہو پانچوان قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی مختصرا

وان شک انہ فیہا ام لا فقلیل لکنہ یشکل بمسئلۃ المس والتقبیل فتأمل اور اگر دیکھنے والا تردد کرے کہ کام کرنیوالا نماز میں ہے یا نہیں تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے اور بوسہ لینے سے سو اسکو سوچ لے ہم صورت مس اور تقبیل کی یہ ہے کہ ایک عورت نماز پڑھتی ہے اسکے شوہر نے اسکو شہوت سے چھو دیا خواہ بدون شہوت کے اسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت میں کوئی فعل سرزد نہیں ہوا چنانچہ یہ مسئلہ مع اسکے جواب کے شارح فروع میں ذکر کریگا فلا تفسد برفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذہب وما روی من الفساد فشاذ پس نہیں فاسد ہوتی ہے نماز نمازی کے اٹھانے سے دونوں ہاتھوں کو رکوع کرنیکے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت مذہب قوی کے بموجب اور جو فساد کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہے روایت اور درایت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور اس سے سر اٹھانے کا وقت ہے اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح فقہا ہے اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح میں تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہیں اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت آدم سے کی ہے کہ رکوع کے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مفسد ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونے کی یہ ہے کہ عمل کثیر صحیح قول کے بموجب وہ ہے جو دیکھنے والے کی نظر میں معلوم ہو کہ کرنیوالا نماز میں نہیں ہے وہ کہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے کذا فی الشامی ولا یفسدہا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر اور نہیں فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اسکو پاک چیز پر دہرا لیا ہو بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر انکو نجس پر رکھا ہو گا تو نماز فاسد نہ ہوگی ظاہر روایت پر ہم فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اسلیے اگر طاہر چیز پر پھر سجدہ کر لیگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی اور طرفین کے نزدیک جب بھی صحیح نہیں کیونکہ انکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں جب اسکا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہو گئی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ انکا زمین پر رکھنا نماز میں شرط نہیں کذا فی الشامی ویفسدہا اداء رکن حقیقۃ اتفاقا او تمکنہ منہ بسنتہ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او وقوع زحمۃ فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل لانہ احوط قالہ الحلبی اور فاسد کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادائے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست نماز کی مانع کے لگجانے کی صورت میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلوں میں کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکو حلبی نے ہم حاصل یہ ہے کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کہ مانع نماز ہے کھل گئی پس اگر حقیقت میں اسنے کوئی رکن ادا کر لیا تب تو ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہو گی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اسقدر سے کم دیر تک برہنگی کھلیگی تو نماز کسی کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقا نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف میں کسیطرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کر لیگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھہرا کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے وصلوتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی نجس ان لم یظہر لون او ریح اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا سی ہوئی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے بخلاف بدون سی ہوئی کے اور بخلاف بچھی ہوئی کے ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہو گی ہم یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اسمیں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہو گی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہو گی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اسجگہ حائل شمار نہو گا جہان نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ ہو گی کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر ہو گا ورنہ مطلق بو کا آنا مفسد نماز نہیں نجاست قریب ہو یا بعید وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقا بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بدون عذر کے ہم شامی نے کہا کہ منہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا فلو ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد لا تفسد

[illegible] اگر نمازی نے ... قبلہ سے پشت پھیری بسبب عذر کے ... تو اگر ... مسجد سے نکلنے سے پہلے ... [illegible]
... تو فاسد ہوگی بسبب ... فروع مسائل ... مستقبل القبلۃ ... [illegible]
... نمازی ... تو نماز فاسد ہوگی ... [illegible]
... ایک صف ... دوسری صف ... تو فاسد ہوگی اگرچہ ... [illegible]
اور ... مسجد مین ہو تو جبتک ... صفون سے باہر ہوا ہوگا فاسد ہوگی ورنہ فاسد ہو جائیگی
جیسے ... دو صفون کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہے کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر بحالت عذر مین چلنے سے نماز فاسد نہین ہوتی اگرچہ بہت چلے
اور ... قبلہ کی طرف پشت نہ کرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہے اسکو قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی مین حالت ... حالت عذر
... یشترط فی المفسد الاختیار ... وقال الحلبی لا اور کیا شرط ہے عمل مفسد مین نمازی کا قادر ہونا ... مین ... شرط ہے اور حلبی نے کہا کہ عمل
اختیاری کا ہونا شرط نہین ... طحطاوی نے کہا کہ ... مشروط ہونا معتمد ہے اسلیے کہ شارح اسی پر ... متفرع کرتا ہے فان من دفع ... الدابۃ ...
... من مکانہ ... او مس ... او نزل لبنہا ... مسہا بشہوۃ او قبلہا ... فسدت کیونکہ جس نمازی کو دھکا لگا یا اسکو سواری کے جانور نے کھینچا اور
اس ... ایک قدم چلا یا اپنی جگہ سے اٹھا کر سواری پر رکھ دیا گیا یا نمازی کی جگہ سے نکالدیا گیا یا نمازی عورت کی چھاتیان تین بار چوسی گئی یا ایک بار
چوسی گئی اور اسکا دودھ اترا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدون شہوت کے اسکا بوسہ لیا تو سب صورتون مین نماز فاسد ہوگی حالانکہ عمل اختیاری کسی مین
نہین پایا جاتا شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ مسہا او قبلہا کی جگہ مست اور قبلت بصیغہ مجہول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال ہین لا لو قبلتہ ولم یشتہہا والفرق انہ
فی تقبیلہا معنی الجماع نہین فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اسکا بوسہ لیا اور مرد کو اسکی خواہش نہ تھی اور فرق دونون مسئلون مین یہ ہے کہ مرد کے بوسہ لینے مین
جماع کے معنی ہین یعنی اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلیے فاسد ہوگی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب دواعی جماع مین سے کوئی عورت
کے ساتھ کریگا تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر مرد نماز پڑھتا ہے اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہین اسلیے اسکی طرف سے دواعی کا پایا جانا داخل جماع
نہین ہے جبتک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی معہ حجر فرمی بہ طائرا لم تفسد وان انسانا تفسد کضرب ولو مرۃ لانہ مخاصمۃ او تادیب او ملاعبۃ وہو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی
کے پاس ایک پتھر ہے اسنے اسکو ایک پرند پر پھینکا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلیے
کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہے یا ادب دینا یا کھیل کرنا بہر حال عمل کثیر ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے یعنی شارح منیہ نے ... طحطاوی نے کہا کہ منیہ مین
یون ہے کہ اگر پتھر زمین سے اٹھا کر پھینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہوگی تو اس سے ظاہر ہے پرند و انسان مین فرق نہین معلوم ہوتا
اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہو جائیگی بقی من المفسدات ارتداد بقلبہ باقی رہے مفسدات نماز سے اشیاء
آئندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل مین یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز باقی رہتی ہے وموت دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہے نمازی کا شامی نے کہا کہ اسکا ثمرہ اس
مسئلہ مین معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعد قعدہ اخیرہ کے امام مر گیا تو نماز مقتدیون کی باطل ہو گئی نئے سرے سے انکو پڑھنی چاہیے وجنون واغماء اور مفسد نماز ہے جنون اور بیہوشی
اور انکا حکم مفصل صلوۃ مریض کے آخر مین آویگا وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہے ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا شامی نے کہا کہ شارح نے بتبعیت صاحب
نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھ دیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہین چنانچہ استخلاف اور بنا کے بیان مین مذکور ہو چکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہین
ہوتی تو بہتر تھا کہ شارح یون کہتا کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہے وترک رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلا ایک سجدہ چھوڑ دیا
اور سلام پھیرنے تک اسکو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی او شرط بلا عذر اور یا مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلا وضو یا ستر عورت یا استقبال

قبلہ بلا عذر نکیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے ساتھ ان باتون کا نکرنا مفسد نہین ومسابقۃ المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ معہ او
بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہے پہلے کر لینا مقتدی کا کسی رکن کو جسمین اُسکا امام اُسکا شریک نہوا ہو مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام کے
رکوع سے پیشتر اپنا سر اُٹھا لیا اور پھر اُس رکوع کو امام کے ساتھ یا اُسکے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہوگی م طحطاوی نے کہا کہ
امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہین ومتابعۃ المسبوق امامہ فی سجود السہو بعد تاکد انفرادہ اما قبلہ فیجب متابعتہ اور مفسد نماز ہے پیروی کرنا مسبوق کا
اپنے امام کو سجدۂ سہو مین بعد مستحکم ہونے انفراد مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہے م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے
سے پیشتر یا بعد مثلاً اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کر لیا اُسوقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ مین امام کا شریک ہوگا
تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ محل انفراد مین اقتدا کرنا مفسد ہے ہان جبتک اُسنے رکعت جداگانہ کا سجدہ نہین کیا تب تک انفراد پختہ نہین ہوا اسوقت اگر امام سجدہ
سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادتہ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ تذکرہا بعد الجلوس اور مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا قعدہ اخیرہ
کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے م اسلیے کہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل ہو جاتا ہے تو اگر دوبارہ نکریگا تو ایک
رکن نماز کا یعنی قعدۂ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن مین داخل ہے اسکو جدا لکھنا ضرور نہ تھا وعدم اعادتہ رکن
اداہ نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا اُس رکن کو جسکو سونے کی حالت مین ادا کیا م طحطاوی نے کہا یہ صورت ترک شرط مین داخل ہے یعنی نمازی کا ادا کرنا
حالت اختیار مین شرط نماز ہے اور سونے کی حالت مین یہ شرط چھوٹ جاتی ہے لیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط مین بلا عذر کی قید تھی وہ یہان متحقق نہین اسلیے
یہ صورت جدا ہے وقہقہۃ امام المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد
قعدہ اخیرہ مین زور سے ہنس پڑیگا تو اُسکی نماز اور مدرک کی نماز پوری ہو جائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی کہ یہ فعل امام کا اُسکی نماز کے درمیان مین واقع ہوگا چنانچہ
اسکی تفصیل پہلے باب مین گذر گئی ومنہا المد فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے اللہ اکبر کہنے مین چنانچہ پیشتر گذرا م یعنی اللہ اکبر رکوع اور سجدہ
کے لیے بہ ہمزہ آکبر کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور تکبیر تحریمہ مین تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہین فساد تو شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا فی الشامی ومنہا القراءۃ
بالالحان ان غیر المعنی والا لا الا فی حرف مد ولین اذا فحش والا لا بزازیۃ اور ایک مفسد نماز ہے قرارت کا پڑھنا الحان سے یعنی زبر زیر پیش کو نغمون کی رعایت
سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہے اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العلمین کو رآب العلمین پڑھے اور اگر معنی نہ بدلین تو مفسد نہین مگر
حروف مد اور لین مین اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی البزازیہ م الف
تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہین انکے پہلے کی حرکت اگر انکے موافق ہوتی ہے یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور یا کے پہلے زیر ہو تو انکو حروف مد
کہتے ہین اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے پیشتر یا یا کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہین تو حرف لین صرف دو ہین کیونکہ الف سے پہلے سوائے زبر کے
اور کچھ نہین ہوتا غرضکہ حروف علت مین اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہے م جاننا چاہیے کہ
قرارت مین غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہین کہ اگر انکو جان لیا جاوے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس سے نماز فاسد ہوئی یا نہین تو ان قواعد کے
ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ غلطی یا تو اعراب مین ہوگی یعنی زیر زبر پیش سکون مین اور اسی مین داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اسکا عکس اور مد والے کو
قصر سے پڑھنا اور اسکا عکس یا غلطی حروف مین ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات مین
ہوگی کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ و کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملون مین ہو اسیطرح یا غلطی وقف مین ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاوے اور وقف
کی جگہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جاوین کہ انکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اُس غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی خواہ

کسی قسم کی غلطی ہو اور اس غلطی سے معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے بہت کی تبدیلی معنوں میں آجاتی ہو جیسے یا اعراب کی جگہ دوسرا اعراب پڑھنا
کہ معنی نہ بدل جائے جیسے ... کی جگہ ... پڑھنا تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر غلطی سے معنوں میں بہت تبدیلی نہیں ہوتی ہو تو اس
صورت میں دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن میں ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن میں وہ لفظ ہے تو
طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول معتمد ہے اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑیں اور ویسا لفظ قرآن میں نہو تو طرفین
کے نزدیک فاسد نہوگی جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا کہ دونوں کے معنی ایک ہیں حالانکہ قیامین قرآن میں نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہو جائیگی
یہ قاعدے متقدمین کے ہیں اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسماعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعراب میں
غلطی کرنی کسی طرح کی ہو نماز کی مفسد نہیں اگرچہ اسکا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کرسکتے اور اگر غلطی حروف کی تبدیل میں ہو تو اگر دونوں
حرفوں میں فرق باسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہے کہ نماز کا مفسد ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ض کی جگہ
ظ پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہیں اسلئے نماز کے باب میں متقدمین کا قول اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط ہے
کیونکہ قواعد بھی درست ہیں اور اکثر فروعات دونوں میں متقدمین کے قول پر مبنی ہیں کذا فی الشامی عن شرح المنیۃ فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف
فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایاک نعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی بہ یفتی بزازیۃ پس اگر غلطی اعراب میں ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑھنا
یا تخفیف سے پڑھنے میں مشدد کے جیسے قتلوا کی جگہ قتلوا پڑھنا اور مشدد پڑھنے میں مخفف کے جیسے اغنینا کو اغنینا پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے
بڑھا دینے کی جیسے الصراط الذین بجائے صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی سے پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانے کی دوسرے کلمہ میں جیسے ایاک
نعبد میں ایا جدا پڑھکر ٹھہرنا اور ک کو نعبد میں وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتدا کرنے کی جیسے لا الہ پر مثلاً وقف کرنا اور الا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان صورتوں
میں نماز فاسد نہوگی اگرچہ معنی بدل جائیں اسی کا فتوی دیا جاتا ہے کذا فی البزازیہ شامی نے کہا کہ شارح کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مسائل میں عدم
فساد پر فتوی بزازیہ میں منقول ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بزازیہ میں صرف اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنی بھی بگڑ جائیں فتوی عدم فساد کا مذکور ہے اور باقی
صورتوں میں در صورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیسا کہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اسی میں ہے الا تشدید رب العلمین
وایاک نعبد فیترکہا تفسد مگر تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی کہ انکے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ولو زاد کلمۃ او نقص کلمۃ او نقص حرفا او قدمہ او بدلہ
باخر نحو من ثمرہ اذا اثمر واستحصد تعالی جد ربنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد ما لم یتغیر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر میں
کلمہ واستحصد زیادہ کر دیا یا ناقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نے نہیں لکھی شامی نے کہا جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا میں جزاء سیئۃ مثلہا پڑھا دوسری سیئۃ کو
چھوڑ کر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالی جد ربنا بدون ی کے آخر میں یا مقدم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے انفرجت عوض میں انفجرت کو یا بدلا کسی
حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہ اواب کے تو نماز فاسد نہوگی جبتک کہ معنی نہ بدلیں ہم شارح کے کلام میں لف ونشر مرتب ہے اسلئے مترجم نے تسہیل کے واسطے
ہر مثال کو اسکے موقع پر ترجمہ کر دیا اور واضح ہو کہ تغیر معنی کی صورت میں نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں کہ لفظ مغیر
قرآن میں نہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہوگی الا ما یشق تمییزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسد یا حرف کے بدلنے سے در صورت بدل جانے معنی کے نماز فاسد
ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے مبادلے سے جنمیں تمیز دشوار ہے مثلاً ضاد اور ظا کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہیں کہتے ہم شامی میں حلیہ سے منقول ہے کہ اگر ایسی
تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہیں جانتا تو فاسد نہوگی بزازیہ میں کہا کہ یہ قول سب اقوال سے
درست تر ہے اور یہی مختار ہے وکذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب رب العلمین للاضافۃ کما لو بدل کلمۃ بکلمۃ وغیر المعنی نحو ان الفجار

لغی جنات وتامہ فی المطولات اور اسی طرح فاسد نہین ہوتی نماز اگر مکرر کرے کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہی باقانی نے فساد نماز کی اگر معنی بدل جائین جیسے رب العلمین
بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہی نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائین جیسے اَن الفجار لفی جنات پڑھنا لفی جحیم کی جگہ اور پورا بیان
اسکا بڑی کتابون مین ہی ہم شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اُس صورت مین مفسد ہی کہ پڑھنے والا اضافت مضاف الیہ
کو جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو یا قصداً اضافت نکیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکلگیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہ ہو اور
مفسدات نماز سے وہ صورتین بھی ہین جو اس باب سے پیشتر ہو چکین مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہ ہو اور امام کا مسجد سے
باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار مین ایک رکن کو ادا کرنا یا اثناء نماز مین کسی فعل
مخالف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً یہ باتین شارح نے انکو اسلیے یہان ذکر نہین کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہی ولا یفسد ہا نظرہ الی مکتوب وفہمہ
ولو مستفہما وان کرہ اور نہین فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اُسکا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو ہرچند دانستہ سمجھنا مکروہ ہی اسلیے کہ لکھے کو
سمجھنا نماز کے اعمال مین سے نہین اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑگئی اور سمجھ مین بدون قصد کے آگیا تو مکروہ بھی نہین کذا فی الطحطاوی ومرور
مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہین فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل مین یا بڑی مسجد مین نمازی کے سجدہ کی جگہ مین
کو صحیح تر قول مین ہم یعنی نمازی کے قدمون سے سجدہ کی جگہ تک مین سے کسی کا گذر جانا مفسد نماز نہین اور اسکا مقابل قول تمرتاشی کا ہی کہ قدمون سے لیکر اُس
جگہ تک گذرنا مفسد نہین جہانتک نمازی کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونون صورتون مین نہین لیکن گذرنے والے پر
گناہ کا ہونا صحیح قول مین قدمون سے لیکر سجدہ تک کی جگہ مین گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اس جگہ مین بھی گذرنے سے ہوگا جہان نمازی کی نظر
پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت مین کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقا ولو امراۃ او کلبا
یا مسفد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اُسکے قدمون سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر مین اور چھوٹی مسجد مین کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل ایک
مکان کے ہین یعنی مقدار دو صفون کے فاصلہ ہونا اُن دونون مین مانع اقتدا نہین جیسے جنگل اور بڑی مسجد مین مانع ہوتا ہی مفسد نماز نہین گذرنے والا
مطلق تھا وہ عورت ہو یا کتا ہم شامی نے کہا کہ اسمین رد ہی ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہین کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا مفسد ہی اور اشارہ ہی
اس امر کی طرف کہ اس باب مین جو کچھ مروی ہی وہ منسوخ ہی چنانچہ حلیہ مین اسکو ثابت کیا ہی او مرورۃ اسفل من الدکان امام المصلی لو کان
یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضاءہ وکذا سطح وسریر وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ کما فی غرر الاذکار
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا دکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والے کے
بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم فساد کا ہی چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہ ہی
کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار مین ہی ہم بحر الرائق مین اس قول ضعیف کو غلط کہا ہی اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار
ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے مکروہ نہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہی کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار
ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور لو بلا حائل ولو ستارۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے مین گذرنیوالا گنہگار
ہوتا ہی بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اُسپر کیا گناہ ہی تو ٹھہر رہے چالیس برس اور گناہ اُسوقت ہی کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو
اگرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو ہم حلیہ مین کہا کہ اس مسئلہ مین چار صورتین
ہین اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجایش ہی کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہین تو اس صورت مین اگر گذرے گا تو

گناہ خاص گذرنے والے پر ہوگا دوم یہ کہ دوسری طرف کو راستہ نہیں اور نمازی نے راستہ روک لیا ہو تو اس صورت میں گناہ نمازی پر ہوگا سوم یہ کہ گذرنے والے سے
راستہ روکا ہو مگر گذرنے والا دوسری طرف کو بھی نکل سکتا ہو تو اب گناہ دونوں پر ہوگا چہارم یہ کہ نمازی نے راستہ نہیں روکا اور گذرنے والے
کو دوسری طرف راہ نہیں تو کسی پر گناہ نہیں اور صورت سترہ کی یہ ہے کہ کم سے کم ایک انگشت کے برابر موٹی ہو اور کوئی چیز سامنے میں گڑی ہو جب نمازی سجدہ
کرتا ہے تو دوسری حرکت سے اسکی گردن اگر پیچھے ہوجاتی ہے اور جب کھڑا ہوتا ہے پھر سترہ ہوجاتی ہے تو اس طرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر کچھ گناہ نہیں
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت میں ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجة فلہ ان یمر علی رقبة من لم یسدها لانہ اسقط
حرمة نفسہ بتقصیرہ اور اگر صف میں کوئی جگہ خالی ہو تو نماز میں آنے والے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا اسکی گردن کو پھلانگ کر چلا جائے
کیونکہ اس نے اپنی عزت آپ کھودی تو خبردار ہو جانا چاہئے اسکے سامنے سے گذرنا گناہ نہیں ہے شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے سے گذرا
چاہتا ہے اور اسکے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہے تو اسکو نمازی کے سامنے رکھ دے اور دوسری طرف جا کر اسکو اٹھالے اور اگر دو شخص ہوں
تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جائے دوسرا اسکی آڑ سے نکل جائے پھر دوسرا کھڑا ہو جائے تاکہ اول شخص اسکی آڑ سے گذر جائے انتہی ان دونوں مسئلوں سے معلوم ہے
کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کھڑا ہو جانا یا ہاتھ بڑھا کر اسکے سامنے سے چیز کا اٹھا لینا موجب گناہ کا نہیں ویغرز ندبا بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحراء
ونحوہا سترة بقدر ذراع طولا وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثة اذرع علی حذاء احد حاجبیہ لا بین عینیہ والایمن افضل اور کھڑا کرے امام بطور استحباب
کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل میں اور مثل جنگل میں یعنے بڑی مسجد میں کھڑا کرے ایک سترہ مقدار ایک ہاتھ کی لمبائی میں اور ایک انگل کی
موٹائی میں تاکہ دکھنے والے کو یعنے گذرنے والے کو سوجھے قریب اپنے تین ہاتھ کے فاصلے کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونوں آنکھوں کے بیچ کے
سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہے کہ مطابق سنت ہے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ دون ثلثة اذرع کی جگہ قدر ثلثة اذرع کہتا
کیونکہ حلبی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل
مقدار کا ہے کہ اس سے کم نہو اور بحر الرائق میں کہا کہ مذہب قوی کے موجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہیں ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل کالمحراب
اور کفایت نہیں کرتا رکھ دینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہے خط کھینچنا اور بعض فقہاء نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہو تو خط کھینچنا کافی ہے
تو خط کھینچے نمازی طول میں یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کھینچے م فتح القدیر میں درصورت نہونے سترہ کے خط کھینچنے پر یقین کیا ہے
اور کہا ہے کہ اتباع سنت ہر حال بہتر ہے علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے
سامنے رکھدیگا تب بھی سترہ ہو جائیگا ویدفعہ ہو رخصة فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لا شیء علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا لنا علی ما یفہم من کتبنا
بتسبیح او جہر قراءة او اشارة ولا یزاد علیہا عندنا قہستانی لا بہما فانہ یکرہ اور ہٹادے نمازی گذرنے والے کو یعنے جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر ہو
گذرتا ہو تو ہٹادے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہے
عزیمت نہیں پس ترک دفع بہتر ہے اسلیئے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہیں کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ
مرگیا تو اسپر کچھ نہیں نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے ہماری کتابوں سے یعنی خصت
فقط اشارہ ہے نہ جنگ ومحاربہ اور نہ زیادہ کیا جائے ان باتوں پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ کھینچنا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہیں کذا فی القہستانی
نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونوں سے کہ دونوں باتوں کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلیئے کہ مقصود ایک سے حاصل ہے م یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ گذرنے والے
سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے تو یہ منسوخ ہے چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم ابتداے اسلام میں تھا جب نماز کے اندر کلام کرنا مباح تھا اب اسکی

اجازت نہین کذا فی الشامی مختصراً والمرأۃ تصفق لا ببطن علے بطن اور عورت گذرنیوالے کو ہٹانے کے لیے تالی بجاوے نہ اسطرح کہ ہتھیلی ہتھیلی پر لگے بلکہ کیفیت تالی
بجانے کی بحرالرائق مین یون منقول ہو کہ پشت داہنے ہاتھ کے انگلیون کی بائین ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتھیلی مین مارے شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اسطرح
تالی بجانے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی دونون ہاتھ اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہین اس سے تو یہی بہتر ہو کہ بائین ہاتھ کو اپنی جگہ رہنے دے اور داہنے ہاتھ کی
انگلیون کے اندر کیطرف کو بائین کی پشت پر مار دے کہ اسمین عمل تھوڑا ہو ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنۃ تاتارخانیۃ اور اگر ہٹانے کے لیے مرد نے
تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہوگی لیکن دونون نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی تاتارخانیہ وکفت سترۃ الامام للکل اور کافی ہو سترہ
امام کا کل مقتدیون کے لیے یعنے اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیون کی صف کے سامنے کو گذریگا اُسپر کچھ گناہ نہوگا ولو عدم المرور والطریق
جاز ترکہا وفعلہا اولی اور اگر گذرا اور راستہ نہو یعنی ایسی جگہ نماز پڑھے جہان کوئی گذرتا نہو اور مُنھ راستہ کی طرف نہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہو اور رکھنا
سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہو ہم راستہ کیطرف مُنھ نہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ راستہ کی طرف کو نماز پڑھنا سترہ کے ساتھ اور بدون سترہ کے دونون طرح
مکروہ ہو کیونکہ راستہ چلنے کے لیے بنا ہو تو اسمین ایسی چیز نہ چاہیے جو اُسکے مناسب نہو کذا فی البحر وکرہ تعم التنزیہیۃ التی مرجعہا خلاف الاولی فالفارق
الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہیۃ اور مکروہ ہو لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہو کہ کراہت شامل ہو تنزیہی کو جسکا مآل ترک اولی ہو
پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی مین دلیل ہو یعنے اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جسکا ثبوت ظنی ہو اور کوئی پھیرنے والا تحریم سے
استحباب کیطرف نہو تب تو کراہت تحریمی ہو ورنہ کراہت تنزیہی ہو ہم بحرالرائق مین کہا کہ مکروہ دو قسم ہو ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ مین ہو
یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا کی عبارت مین
لفظ مکروہ پایا جاے تو اُسکی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہو ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بھی اُسکا حال
معلوم ہو سکتا ہو اسطرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہوگا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا سدل تحریما للنہی ثوبہ ای
ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہو لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون
پہننے معمولی کے اور اسی مین داخل ہو قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اُسکی کشادہ بغلون مین سے ہاتھ نکال کر آستین کو پیچھے ڈالنا بھی
سدل مین داخل اور مکروہ ہو ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریما للنہی کو بعد ثوبہ کے لکھتا تاکہ لفظ سدل جو مضاف ہو
اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہو ان دونون مین فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہو کہ مثلاً چادر یا دوسرا کپڑا اسرخواہ شانہ پر رکھ کر اُسکے
کنارے چھوڑ دے تو کرتہ کے دامنون کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اسمین داخل نہین کذا فی الشامی کشدّ ومندیل یرسلہ من کتفیہ فلو من احدہما لم یکرہ
کحالۃ عذر وخارج صلوۃ فی الاصح مثل ڈوپٹہ اور رومال کے کہ اُسکو اپنے دونون مونڈھون سے لٹکا دے تو مکروہ ہوگا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکا
لیگا تو مکروہ نہوگا جیسے عذر کی حالت مین اور نماز سے باہر صحیح تر قول مین سدل مکروہ نہین ہم شدّ بفتح شین معجمہ ودال مشدد ایک کپڑا ہو جسکو مونڈھون پر
ڈالتے ہین اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہین بشرطیکہ تکبر کے لیے نہو کذا فی الشامی عن النہر وفی الخلاصۃ اذا لم یدخل یدہ فی کم الفرجی المختار انہ لا یکرہ
ومفادہ الکراہۃ فی غیر ذوات الاکمام لو یمسک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ مین ہو کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ کی آستین مین نہ ڈالے تو مختار یہ ہو کہ مکروہ نہین اور
کیا اس صورت مین آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اسمین اختلاف ہو زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہو کذا فی القہستانی ہم شامی نے کہا کہ
خلاصہ مین عدم کراہت کو مختار کہا ہو اسپر کسی نے سواے بزازی کے اُسکی موافقت نہین کی بلکہ صحیح وہ قول ہو جو قاضی خان اور جمہور فقہا کہتے ہین
کہ فرجیہ کو بدون آستین مین ہاتھ ڈالنے کے پہننا مکروہ ہو کیونکہ سدل اس صورت مین بھی موجود ہو وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل

وا عقب بہ کی تجوید وکیسید وتحسین زنما جب وولوا ص جونیح صنوۃ اور مکروہ تحریمی ہے کپڑے کا ادبرا تھانا آگر چہ مٹی میں بھرجانے کے سبب سے ہو جیسے کرمکروہ ہو
دامن یا آستین میں آستین یا دامن چڑھانے اور مکروہ تحریمی ہے کھیلنا نمازی کو اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب ممانعت کے مگر یہ بات ہے کہ وہ کام
مفید ہو جیسے پیشانی سے پسینہ پونچھنا اسلئے دیتا تھا اسکو پونچھ ڈالا تو عمل قلیل ہے اور مکروہ ہو نگے وہ کپڑے جنکی آستین چھوٹے کا کپڑے اور
اہانت نماز کے اور امام شافعی نے کہا الاستین چڑھانی نماز شروع کرنے میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ آستین اور کام کے لیے چڑھائی تھی یا وضو کے لیے چڑھائی تھی
اور عبث کے لیے جلدی میں آستین نہ اتاری تو ایک بات ہو گیا تو ایسی صورت میں افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے آستین اتارے نماز کے اندر اور عبث کے
باب میں یہ حدیث ہے جسکو قضاعی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزیں مکروہ کین نماز کے اندر
عبث کرنا اور روزہ میں فحش باتیں کرنی اور قبرستان میں ہنسنا وصلوتہ فی ثیاب بذلۃ یلبسہا فی بیتہ ومہنۃ ای خدمتہ ان لہ غیرہا والا اور مکروہ تنزیہی ہے
کذا فی البحر نماز پڑھنا نمازی کا بیٹھے تیسے کپڑوں میں جنکو گھر میں پہنتا ہے اور کام کرتے کپڑوں میں بشرطیکہ اُسکے پاس اور کپڑے ہوں ورنہ مکروہ نہ ہوگا مہنۃ
بالمعجمہ کسر اور سکون ذال معجمہ سے معنی خدمت اور ابتذال ہے اور مہنۃ بفتح میم وسکون ہا خدمت تفسیر کرتے ہیں وہ کپڑے جنکو پہنکر دوسروں کے پاس نہ جاوے
کذا فی الشامی واخذ درہم ونحوہ فی فیہ لم یمنعہ من القراءۃ فلو منعہ تفسد اور مکروہ ہے درم اور اسی جیسی چیز کا منہ میں لینا جو نمازی کو قرات سے نہ روکے
اور اگر قرات کی مانع ہوئی یعنی بالکل نہ پڑھ سکے یا ایسے الفاظ نکلیں جو قرآن کے الفاظ نہوں تو نماز فاسد ہو جائیگی امام شامی نے قاضی خان سے نقل کیا
کہ کسی چیز کا منہ میں لینا جو مانع قرات نہو مکروہ تنزیہی ہے وصلوتہ حاسرا ای کاشفا راسہ للتکاسل ولا باس بہ للتذلل واما للاہانۃ فکفر اور مکروہ
ہے نماز پڑھنا نمازی کا سر کھولکر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضائقہ نہیں سر کھولنے کا انکسار کے لیے اور نماز کی اہانت کے لیے تو سر کھولنا کفر ہے امام شامی نے بعض
علماء سے نقل کیا ہے کہ گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ولو سقطت قلنسوتہ فاعادتہا افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر اور اگر گرجاے نمازی کی ٹوپی
تو اسکا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہے مگر جس صورت میں کہ محتاج ہو لپیٹنے کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہیں وصلوتہ مع مدافعۃ الاخبثین او احدہما
او الریح للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا بول و براز کے دباؤ کے ساتھ یا دونوں میں سے ایک کے دباؤ کے ساتھ یا ہوا کے روک رکھنے کے ساتھ
اور یہ کراہت بباعث ممانعت کے ہے یعنے ابو داؤد کی حدیث کے باعث کہ نہیں حلال ہے کسیکو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر کہ نماز پڑھے
اُس حال میں کہ پیشاب کو دبائے ہو یہاں تک کہ اُس سے ہلکا ہو جاے اور ایسا ہی پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعرہ للنہی عن کفہ
ولو بجمعہ او ادخال اطرافہ فی اصولہ قبل الصلوٰۃ اما فیہا فیفسد اور مکروہ ہے بالوں کا جوڑا کرنا بسبب منع کے اُنکے اوپر اٹھانے سے اگرچہ جوڑا کرنا اُنکے
اکٹھا کرنے سے ہو یا اُنکے سروں کو جڑوں میں کر لینے سے ہو نماز کے پیشتر اور نماز میں جوڑا کرنا نماز کا مفسد ہے عقص بفتح اول بالوں کے گوندھنے کو
کہتے ہیں یہاں یہ مراد ہے کہ بالوں کو سر پر جمع کر کے گوندھے یا چپکائے یا ڈورے سے باندھے خواہ چنڈیاں گوندھکر سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر باندھے
اندیشہ کہ سجدہ میں زمین پر نہ گرین تو یہ سب باتیں مکروہ ہیں کیونکہ طبرانی کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے اور حلیہ میں نقل کیا کہ ہرچند بموجب مضمون
احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اجماع اس پر ہے کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے اور نماز کے اندر اسکے مفسد ہونیکی یہ وجہ ہے کہ بالاجماع عمل کثیر ہے کذا فی الشامی
وقلب الحصا للنہی الا للسجود التام فیرخص مرۃ وترکہا اولی اور مکروہ ہے کنکروں کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے تو نہیں
سوا ایک دفعہ ہٹانے کی اجازت ہے اور ترک ایک دفعہ کا بھی بہتر ہے صحاح ستہ میں معیقیب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکروں کو
مت ہٹا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایکبار ہٹالے اور پورا سجدہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہو سکے بدون ہٹانے تو جب
کنکروں کو ہٹا دے گو ایک دفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑیں کذا فی الشامی وفرقعۃ الاصابع وتشبیکہا ولو منتظر الصلوٰۃ او ماشیا الیہا للنہی ولا

یکرہ خارجہا لحاجۃ اور مکروہ تحریمی ہے اُنگلیان چٹکانی اور ایک ہاتھ کی اُنگلیون کو دوسرے کی اُنگلیون مین ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے والا نماز کیطرف تب بھی مکروہ ہے بباعث نہی کے اور مکروہ نہین نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے ھم ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی اُنگلیان مت چٹکا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اور مجتبی مین حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی اُنگلیان چٹکائے جسوقت کہ مسجد مین نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت مین ہے کہ جسوقت نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہے اور خارج نماز سے یہ مراد ہے کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد مین اُسکا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑون کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے طور پر اُنگلیون کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے مین ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علے الخاصرۃ للنہی ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہے تخصر یعنی ہاتھ کا کولے پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے ھم صحیحین وغیرہما مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین کولے پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہے صاحب بحر کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلا او بعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز مین دیکھنا بسبب نہی کے ھم ترمذی نے انس رض سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز مین التفات سے کیونکہ التفات نماز مین موجب ہلاکی ہے کذا فی الشامی وببصرہ یکرہ تنزیہًا وبصدرہ تفسد کما مر اور بدون مُنھ پھیرنے کے آنکھ سے اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہے چنانچہ مفسدات نماز مین بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان تفسد بتحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہے کہ نماز فاسد ہوتی ہے مُنھ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہے کہ فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہے واقعاؤہ کاقعاء الکلب للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے ھم اقعا کی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہے کہ دونون سرین پر بیٹھے اور رانون کو کھڑا کرکے دونون گھٹنے چھاتی سے لگائے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے اسلیے یہی صحیح تر ہے اور حدیث مین اسی نشست کی ممانعت ہے اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہے کہ دونون پائون کو کھڑا کرکے انکی ایڑیون پر بیٹھے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی نہین بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہے اسلیے مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے بچھانا مرد کا اپنے دونون ہاتھون کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم مین ممانعت وارد ہے وصلوتہ الی وجہ انسان لکراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلے فالکراہۃ علیہ ولا فعل المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے مُنھ کی طرف جیسے مکروہ ہے مُنھ کرنا نمازی کیطرف پس اگر مُنھ کرنا نمازی کی طرف سے ہوگا تو کراہت اُسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو مُنھ کریگا اگرچہ مُنھ کرنے والا دور ہو اور نمازی مین اور اُسمین کوئی آڑ نہو ھم طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہے اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہے اور آڑ نہ ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کی صورت مین کراہت نہین ہے مثلاً نمازی کا مُنھ دوسرے کے مُنھ کی طرف ہے مگر دونون کے بیچ مین ایک اور شخص ہے جسکی پشت نمازی کی طرف ہے تو مکروہ نہ ہوگا ورد السلام بیدہ او برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہے جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفسدات مین گذرا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لا بأس بتکلم المصلی واجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شیئ او اری درہما وقیل اجید فاومأ بنعم او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہین نمازی کے بولنے یا جواب دینے مین اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہان یا نہین کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتین پڑھی ہین اور اُسنے ہاتھ سے اشارہ کردیا کہ ہم نے دو رکعتین پڑھی ہین ھم لفظ لا بأس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نکرے کذا فی الطحطاوی اما لو قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصفوف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما مر عن البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفون مین داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اُسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہوجائیگی

ذکر کیا ہے اکثر لوگون نے بخلاف اس قول کے جو لکھا ہے بحر الرائق مین کہ اس حدیث مین دونون صورتین داخل ہین اسلئے کہ دونون قول
ہم مشابہ ہین ... تو ان کا بیٹھنا ... ضعیف ہونے ... پس پہلی صورت کی نسبت کا ... وکرہ التربع تعریب وہ ہے کہ بیٹھنے آسودہ
بغیر عذر ... بیٹھنا ... کرنا ... اور قاضی خان ... مع اصحابہ ... البحر الرائق ... مکروہ تنزیہی ہے جب ... تو بیٹھنا نماز
کے ... جب ترک کرنے ... سنت کے اور مکروہ نہین باقی ... کہ بیٹھنا نماز ... اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست
اصحاب کیساتھ اکثر ... ہوتی تھی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست بھی نقل کیا ہے اس حدیث کو حضرت انس نے اور ابن ہمام
... لوگون کے قول کا جو کہتے ہین کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جابر لوگون کی نشست ہے کذا فی الشامی
والتثاؤب ... جمائی لینا ... مع الانبیاء ... محفوظون منہ اور مکروہ ہے جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ... اسکو مسلم نے اسلئے
کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہین ... صحیحین ... جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے تو جب کوئی
تم مین سے جمائی لے تو چاہیے کہ اسکو روکے ... شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہ نہین لکھا کہ تحریمی ہے یا تنزیہی مگر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اگر بے اختیار آئے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیونکہ یہ فعل عبث ہے اور عبث مکروہ تحریمی ہوتا ہے وتغمیض عینیہ لنفی الا
لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھون کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا مکروہ نہین ہے نہی کی حدیث کو
ابن عدی نے سند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع مین وجہ کراہت یہ مذکور ہے کہ سجدہ کا دیکھنا مسنون ہے اور آنکھون کے بند کرنے سے یہ
سنت ترک ہو جاتی ہے تو اسلئے لیے اور بحر الرائق مین کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی **وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ**
وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا ... وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہے
کھڑا ہونا امام کا محراب مین نہ سجدہ کرنا امام کا محراب مین حالانکہ دونون پاؤن اسکے محراب کے باہر ہون اسلئے کہ اندر اور باہر ہونے مین اعتبار
کا ہے امام کا کھڑا ہونا محراب مین مطلق مکروہ ہے اگرچہ حال امام کا مقتدیون پر مشتبہ نہ ہو خواہ محراب مسجد مین سے ہو یا نہو اگر علت مکروہ ہونے کی اہل کتاب کی
مشابہت کو ٹھہرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونے کو کہا جاوے اور محراب مین کھڑا ہونے سے کچھ اشتباہ نہ ہوتا ہو تو مکروہ ہونے مین کچھ شبہہ نہین
ہم حاصل یہ ہے کہ امام محمد رحمہ نے جامع صغیر مین امام کے محراب مین کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہے اور کچھ تفصیل نہین کی اسلئے اس کراہت کے سبب مین مشائخ نے
اختلاف کیا بعض نے تو یہ کہا کہ محراب ایک جدا گانہ حجرے کی طرح ہے تو اسمین کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جدا گانہ بناتے
ہین اور ہدایہ مین اسی پر اکتفا کیا ہے اور مختار امام سرخسی کا بھی یہی ہے اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور بائین کے مقتدیون
پر مشتبہ رہیگا اسلئے مکروہ ہے شارح کہتا ہے کہ اگرچہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہے مقتدیون پر مشتبہ ہو یا نہو اور اگر وجہ کراہت
اشتباہ حال امام ہے تو جب صورت مین اشتباہ نہوگا مکروہ بھی نہ رہیگا کذا فی الشامی **وانفراد الامام علی الدکان** ای الدکۃ **وقدر الارتفاع بذراع ولا بأس بما دونہ**
وقیل ما یقع بہ الامتیاز وہو الاوجہ وکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس سے کہ امام کھڑا ہو اونچے پر اور لوگ اسکے پیچھے نیچے ہون کذا فی الطحطاوی اور اندازہ کی گئی ہے بلندی ایک ہاتھ کی اور کچھ مضائقہ نہین
ایک ہاتھ سے کم بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع مین یہ ہے کہ جس سے امتیاز ہو جاوے اور یہی قول موجہ زیادہ ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین
محقق وغیرہ نے ہم بدائع مین کہا کہ ظاہر الروایۃ بھی دوسرا قول ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے طحطاوی نے کہا کہ دکۃ بفتح دال و تشدید کاف وہ اونچی
جگہ جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضائے حدیث یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی **وکرہ عکسہ فی الاصح** اور مکروہ ہے اسکا عکس صحیح قول مین یعنی

کھڑا ہونا مقتدیون کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی مین ہونا طحطاوی نے کہا کہ غالبًا کراہت تنزیہی ہی اسلیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت مین وارد ہے
اور وجہ کراہت یہ ہی کہ اسمین امام کی حقارت ہی اور راجح قول ظاہر الروایۃ ہی اور اُسکا مقابل قول طحطاوی کا ہی کہ یہ صورت مکروہ نہین کذا فی الشامی ہٰذا کلہ عند
عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین
اور یہ کراہت تینون مسئلون مین وقت نہونے عذر کے ہی مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانون پر کھڑے ہون اور
امام زمین پر یا محراب مین کھڑا ہو بسبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت مین مکروہ نہین کہ امام کے ساتھ مقتدیون مین سے بعض ہون صحیح تر
قول مین یعنے اگر امام چبوترہ پر ہو اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہون تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہو گئی ہی جامع مسجدون اہل اسلام مین یعنی اگر تنگی کے
باعث امام کو محراب مین یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہی تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہین ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسط فی البحر
اور عذر مین سے ہی ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانے کو دوسرے مقتدیون تک چنانچہ مفصل بیان کیا ہی اُسکو بحر الرائق
مین ہم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کھڑا ہو کہ مقتدی اُسکے افعال دیکھ کر سیکھین یا مقتدی اسلیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہوگا اس سے
معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہی کذا فی الشامی وقدمنا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا
القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ
اور ہم پیشتر باب الامامۃ مین لکھ آئے ہین مکروہ ہونا قیام کا ایک صف مین پیچھے ایسی صف کے جسمین فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسی طرح مکروہ ہونا قیام
کا تنہا اگرچہ صف مین جگہ نپاوے بلکہ ایک نمازی کو صف مین سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہی اسکو ابن کمال نے لیکن کہا ہی صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ
ہمارے زمانے مین نہ کھینچنا بہتر ہی یعنے لوگون مین جہل زیادہ ہی اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے ہین اور یہین وجہ بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ ہی
تنہا کھڑا ہونا مگر اُس صورت مین کہ صف مین جگہ نپاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہین یعنے دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہین کیا ولبس
ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ
اور مکروہ ہی نمازی کو پہننا اُس کپڑے کا جسمین تصویرین جاندار کی ہون اور مکروہ ہی کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنے چھت مین یا سامنے یا برابر داہنے
خواہ بائین یا سجدے کی جگہ مین کوئی تصویر اگرچہ کھڑے گدے مین ہو جیسے نہ چلتے ہون نہ تکیہ کرتے ہون نہین مکروہ ہی اگرچہ بچھے ہوے گدے پر تصویر ہو
تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہین اور تصویر عام ہی جاندار کی ہو یا بیجان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر مین رکھنا مکروہ تحریمی ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہی
کہ فرشتے داخل نہین ہوتے اُس گھر مین جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی النہر برابر ہی کہ تصویر کپڑے مین ہو یا برتن مین یا دیوار مین واختلف فیما اذا کان
التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ اور اختلاف ہی اُس صورت مین کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر کراہت ہی اسلیے کہ جامع صغیر مین امام محمد رحمہ نے
اُسکی کراہت کی تصریح کی ہی اور یہ کتاب انکی آخر تالیف ہی تو غالبًا اسمین اُن امور کو لکھا ہوگا جو منقح ہو چکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ لو کانت تحت
قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہین اگر تصویر نمازی کے دونون پانون کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ مین ہی
کیونکہ اس صورت مین تصویر ذلیل ہی یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہین کہ وہ نمازی کے کپڑون مین پوشیدہ ہی شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت مین
فی یدہ کی جگہ فی بدنہ ہی یعنی اسکے بدن مین تصویر کا ہونا مکروہ نہین ہم یعنے متن کی عبارت مین یہ اشکال ہی کہ اگر ہاتھ مین تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے
پر رکھنے کی سنت ادا نہو سکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہی پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہان اگر تصویر ہاتھ مین لٹکی ہو یا گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہی
کذا فی شرح المنیۃ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین

تفصیل وعندنا الظاہر انہا کالمحی فی الکراہۃ ہی ان دونون مذکورہ بالا تصویر دون کی آنکھین یا بھنوین مٹ گئی ہون تب بھی کروہ ہوگی کما لا یخفے
شارح نے کہا کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ کروہ ہو وہ کہ تفصیل یا بدرہ یا دو سرے کپڑے مین تھی ہوا در ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے الا تصویر صغیرۃ بحیث
انکے اعضاء کی تفصیل دیکھنے والے کو نظر نہ آوے جب وہ کھڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنی ڈور سے انکے اعضاء نہ معلوم ہوتے ہون تب یہ کروہ نہ ہوگی
ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے او مقطوعۃ الراس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سرکٹی ہوئی ہو یعنی اسکا سر
محو شدہ ہو جیسے بدون اس صورت کا جاندار زندہ نہ رہ سکے یا تصویر بیجان چیز کی ہو تو کروہ نہ ہوگی کیونکہ یہ سب مذکور چیزین عبادت مین کبھی نہیں لائی جاتی ہیں شامی
اگرچہ سر کاٹنا عام ہے اس سے کہ اسکو مٹا دیا ہو یا اسپر خط کھینچا ہو یا اسکا سر دھاگے سے کاٹ دیا ہو یا اگرچہ شبہ اور یا سیاہی سے سر کی جگہ بھر دی ہو سب صورتون سے
کراہت جاتی رہیگی وخبر جبریل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبریل علیہ السلام کی مخصوص ہے اس تصویر کے باب مین جو ذلیل نہو چنانچہ شرح ابن
کمال نے اسکو ابن کمال نے ہم یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اگر تصویر کی کراہت اس وجہ سے ہے کہ جس جگہ نماز ہوتی ہے وہان فرشتے بسبب تصویر کے
نہ آوینگے چنانچہ حدیث جبریل مین جسکو مسلم نے روایت کیا ہے مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلان
ساعت مین حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبریل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اور اسکا رسول وعدہ خلافی نہیں کرتا اور عصا جو آپکے
ہاتھ مین تھا اسکو زمین پر ڈالا پھر دیکھا تو ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کب آگیا انھون نے عرض کیا کہ مجھکو خبر نہین
پھر وہ بچہ نکالا گیا اسوقت جبریل تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ مین تمہارے وعدہ کا منتظر تھا تم وعدہ پر نہ آئے انھون نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہ بچہ
مانع ہوا جو آپ کے گھر مین تھا ہم ایسے گھر مین نہیں جاتے جسمین کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونون صورت مین کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث
مین لفظ صورت عام مذکور ہے اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہے تو جس صورت مین تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسی وقت کروہ ہونی چاہیے نہ دوسرے
یا کمین اسکے مین شارح جواب دیتا ہے کہ کراہت کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی جگہ مین فرشتون کا گذر نہیں ہوتا اور حدیث جبریل مین ہر چند لفظ تصویر عام ہے مگر وہ اسی
تصویر سے مخصوص ہے جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہے جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انھون نے عرض کیا کہ مین اندر کیسے آؤن آپ کے گھر مین تو ایک پردہ ہے جسمین
تصویرین ہین اگر آپکو اسکا رکھنا منظور ہے تو انکے سر کاٹ ڈالیے یا انکے گدے اور بچھونے بنوا لیجیے انتہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما
علیہ التصاویر فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہے اہل حدیث نے رحمت کے فرشتون کے نہ آنے مین بسبب ان تصویرون کے جو وہ بہ اشرفی
پر ہوتی ہین تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہے اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہے ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی
نے بھی تصریح کی ہے چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر مین کروہ نہیں یعنے جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز کروہ نہوتی ہو تو اسکا رکھنا
گھر مین کروہ نہیں اور جو نماز مین کراہت پیدا کرتی ہے اسکا رکھنا بھی کروہ ہے فائدہ یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہے لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی قطعاً
سے حرام ہے کہ اسمین مشابہت اللہ تعالی کے پیدا کرنے سے ہے چنانچہ نووی نے شرح مسلم مین یہ اجماع نقل کیا ہے وکرہ تنزیہا عد الآی والسور والتسبیح بالید
فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزۃ انامله وعلیہ یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور کروہ تنزیہی ہے شمار کرنا آیتون اور سورتون اور
سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنے انگلیون پر یا تسبیح ہاتھ مین لیکر کذا فی البحر مطلق نماز مین اگرچہ نفل نماز ہو اور کروہ نہیں ہے شمار کرنا باہر نماز
سے جیسے کروہ نہیں شمار کرنا نمازی کا اپنے دل مین یا پورون کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہے صلوۃ التسبیح جو حدیث مین مذکور ہے یعنے اسمین
بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دبا تا جاوے فرع مسئلہ لحقہ شارح کا لا باس باتخاذ المسبحۃ لغیر ریاء کما بسط فی البحر کچھ مضائقہ نہیں

تسبیح رکھنے کا بدون ریا کے جیساکہ شرح بیان کیا ہو بحر الرائق مین م سبحہ بکسر سیم صیغہ آلہ کا ہو اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ مین سبحہ بضم سین ہی جسکو اصطلاح
عوام مین تسبیح کہتے ہین یعنی کچھ دانے ایک ڈورے مین پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہو جو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے
سعد ابن ابی وقاص سے روایت کی ہو کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیان یا کنکریان تھین جنپر وہ
وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین تجھکو اس سے آسان تر اور افضل بتلائے دیتا ہون اسطرح پڑھ (سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللہ عدد ما خلق
فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو الخالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
مثل ذلک) تو اس حدیث مین اُسکو کنکریون یا گٹھلیون پر شمار کرنے سے منع نہ فرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا
مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح مین اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہو کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے مین پرو لیتے ہین اسطرح کی زیادتی
منع مین کچھ اثر نہین کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہو ہان اگر نمود اور شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہو کذا فی الشامی لا یکرہ قتل حیۃ او عقرب
ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذی مکروہ نہین نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا اسکے ڈر سے کیونکہ
امر قتل کے مباح کرنے کے لیے اسلیے کہ ہمارے فائدہ کیواسطے ہو تو بہتر ہو چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے م صحیحین مین ہو کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزون
کو قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہان اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم اُنکے مارنے کا ہو تو چاہیے تھا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح
اسکا جواب دیتا ہو کہ یہ امر حدیث مین اباحت کے لیے ہو کہ اسمین ہمارا ہی نفع ہو اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہو کہ حدیث مین اسکو جن فرمایا ہو تو جنات کے آسیب سے
محفوظ رہنے کے لیے اُسکا نہ مارنا اولی ہوا کہ اُسکے مارنے مین ہمارا ضرر ہو اور نہایہ مین ہو کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہو کذا فی الشامی مطلقا
مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر ولکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز مین مطلق مکروہ نہین اگر عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر تر ہے لیکن حلبی نے تصحیح
نماز کے فاسد ہونے کی کی ہو در صورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہین نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے
شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کیطرف اگرچہ وہ باتین کرتا ہو مگر جس صورت مین کہ خوف بہک جانے کا ہو اُسکی باتون سے تو البتہ مکروہ ہو ولا الی مصحف او
سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہین نماز قرآن کیطرف یا تلوار کیطرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو
یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کیطرف یا چراغ کیطرف یا آگ کیطرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت اخگر کی کرتے ہین نہ جلتی آگ کی
کذا فی القنیہ م طحطاوی نے کہا کہ یہ جلتی اور چراغ اور آگ تینون کی علت ہو اور آگ سے مراد وہ ہو جسمین صرف شعلہ ہو اور بند ہی آگ نہو تا اگر کوئلہ یا اخگر
بھی ہو گی تو خالی کراہت سے نہین کذا فی الغایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا الماثر یا مکروہ نہین نماز اس فرش پر جسمین تصویرین ہون بشرطیکہ
تصویرون پر سجدہ نکرے مکروہ نہین بسبب اس وجہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اُسکی ذلت کا باعث ہو فروع مسائل لحقہ شارح کے
یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتختم مکروہ ہو اشتمال صما یعنی چادر کو بدن مین سر سے پانون تک ایسی طرح لپیٹنا کہ کہین سے ہاتھ باہر نہ نکلے اور مکروہ ہو اعتجار
یعنی دوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ مین سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونون امر کی یہ ہو کہ حدیث مین انسے نہی وارد ہو اسلیے کراہت تحریمی
معلوم ہوتی ہو کذا فی الشامی اور مکروہ ہو ڈھاٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور منہ ڈھک جاے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہین اور مکروہ
ہو زور کی سانس کے ساتھ رینٹھ نکالنا م تختم بتاے فوقانیہ ونون وخاے معجمہ ہو اور بعض نسخون مین تختم ہو یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز مین عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہو
طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ ڈھاٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہو اور رحمتی کے رینٹھ نکالنے کا حکم مثل کھنکھارنے کے ہو چنانچہ اسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی
وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض القملۃ قبل الاذی اخذ مکروہ تنزیہی ہو ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلاً جوئن کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے وترک کل سنۃ ومستحب اور

[illegible] تحریمی ہوتی [illegible] مکروہ تحریمی ہوں [illegible]

ان فی الصلوٰۃ [illegible] مکروہ [illegible] عورت [illegible] مذہب [illegible] ان فی الصلوٰۃ

لیکن [illegible] ایک [illegible] نماز [illegible] مکروہ [illegible] ہیں [illegible]

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] امامۃ [illegible] وقت [illegible]

کا جواب ایک [illegible] جواب دینے کو [illegible] نہیں [illegible] ان فی الصلوٰۃ لشغلا [illegible] ابی العاص [illegible]

بعد [illegible] حدیث [illegible] ایک جواب [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اٹھائے ہوئے تھے [illegible]

اور [illegible] ابی العاص کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسی طرح کی ضرورت میں مبتلا ہو تو اسکو بچہ کا اٹھانا مکروہ نہیں ہے بدون حاجت کے [illegible]

کذا فی الشامی ویباح قطعہا [illegible] بقدر [illegible] درہم [illegible] نماز کا توڑ دینا اگرچہ وہ فرض ہو [illegible]

صاحب کا [illegible] ہانڈی کا ابلنا [illegible] تلف ہونا ایسی چیز کا جسکی قیمت ایک درہم یعنی پانچ آنہ ہوں خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے

کی ہو اسی طرح اگر خوف ہو کہ [illegible] گائے بکری [illegible] لیجائیگا تو جائز ہے کہ نماز توڑ کر [illegible] کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین [illegible] من

ان لم یخف فوت وقت او جماعۃ اور مستحب ہے نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کیواسطے اگر خوف ہو وقت کے جانے کا [illegible]

سکے لئے کلام شامی نے کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے تو لگتا توڑنے کو واجب کہنا چاہیئے نہ مستحب اگرچہ باعث فوت ہو جاوے

وخلاف سے نکلنے کی یہ صورت ہے کہ نماز پڑھنے میں کسی عورت اجنبی نے [illegible] یاد آیا تو مستحب ہے کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک [illegible]

ویجب لاغاثۃ ملہوف وغریق وحریق اور واجب ہے نماز توڑ دینا واسطے فریاد رسی فریاد خواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے [illegible] کہا [illegible] ظاہر یہ ہے کہ ایسے امور کے

لیے نماز کا توڑنا فرض ہو اور مثل اسکے ہے اندھے کو کوئیں میں گرنے [illegible] لا الابوین بلا استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلی فلا باس [illegible] وان لم یعلم

اجابہ [illegible] جائز ہے نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے بدون فریاد خواہی کے مگر نفل نماز میں اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہے

گو فریاد خواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی [illegible] اگر ماں یا باپ کو معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہ ہو تو جواب دے

ماں باپ سے مراد اصول ہیں گو اوپر کے ہوں جیسے دادا یا نانا یا نانی یا دادی [illegible] یہی حکم ہے یہاں تک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تھا اب مصنف

وہ مکروہات بیان کرتا ہے جو نماز کے باہر ہوں مگر نماز کے توابع میں سے ہوں وکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء بالمد بیت التغوط وکذا استدبارہا

فی الاصح اور مکروہ تحریمی ہے بول و براز کے وقت شرمگاہ کا منہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے پشت پھیرنا قبلہ کیطرف کو صحیح

قول شارح نے کہا کہ لفظ خلاء الف ممدودہ کے ساتھ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہیں اور وجہ کراہت کی یہ ہے کہ صحاح ستہ میں مروی ہے کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ

کیطرف منہ نکرو نہ پشت بلکہ اسکو داہنی طرف کرلو یا بائیں اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو یکساں ہے اور کراہت بول و براز کے وقت ہے پانی سے استنجا کرنے

کے وقت کراہت تحریمی نہیں اور استقبال فرج کی قید سے یہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کی جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ سے پھیر کر پیشاب کرے تو مکروہ نہ ہوگا

کذا فی الشامی کما کرہ لبالغ امساک صبی لیبول نحوہا جیسے مکروہ تحریمی ہے بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا قبلہ کی طرف کو اسلئے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ

ایسا فعل کرنا حرام ہے جو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہے کذا فی الشامی وکما کرہ مد رجلیہ فی نوم او غیرہ

الیہا ای عمدا لانہ اساءۃ ادب قالہ ملا باکیر اور جیسے مکروہ ہے دونوں پاؤں کا پھیلانا سونے میں یا سوائے سونے کی حالت کے قبلہ کی طرف

یعنی پاؤں پھیلانا دانستہ مکروہ ہے اسلئے کہ یہ بے ادبی ہے کہا ہے اسکو ملا باکیر نے [illegible] طحطاوی نے کہا کہ عمدا کے یہ معنی کہ بدون عذر [illegible] کے پھیلاوے

تو اگر عذر سے یا بھول کر پھیلاویگا تو مکروہ نہوگا اور دونون پانون کے مانند ہی حکم ایک پانون کے پھیلانے کا اور بالغ اور لڑکا اس حکم مین برابر ہین شامی
نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کیطرف پانون پھیلانے سے آدمی کی گواہی قبول
نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہی او الی مصحف او شئی من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ
فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پانون پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کیطرف یعنی تفسیر و حدیث و فقہ اور انکے اصول کی کتاب کیطرف مگر یہ کہ کتاب
موصوف کسی اونچی جگہ پر ہو پانون کی سیدھ سے تو پانون پھیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر اگر کتاب بہت دور
رکھی ہو تب بھی کراہت نہوگی کما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل
لگادے تو مکروہ نہین اسی پر فتوی ہی م شامی نے کہا کہ غلق کی جگہ اغلاق کہنا چاہیے تھا کیونکہ قاموس مین ہی کہ غلق باب لغت خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ
کراہت یہ ہی کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور خوف
متاع کی صورت مین بھی اوقات نماز مین بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر
وصرح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول و براز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کی سطح تک اور
مکروہ ہی ٹھہرا دینا مسجد کو راستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح کی ہی آدمی کے فاسق ہو جانیکی مسجد کو راستہ بنا لینے کی عادت کرنے سے یعنے اگر عادت
کریگا کہ راستہ مسجد ہی مین ہو کر چلے تو فاسق ہو جائیگا وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد
ولو فی اناء مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا مسجد مین اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استرکاری کرنا مسجد کا ناپاک
گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاے م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست
لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گارے مین ناپاک پانی پڑا ہو اس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہی ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اور
حرام ہی داخل کرنا لڑکون اور مجنونون کا مسجد مین جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا انکا مکروہ ہی م شامی نے کہا کہ مراد حرام
ہونے سے مکروہ تحریمی ہی اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہ ہی کہ حدیث مرفوع مین آچکا ہی کہ اپنے مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیع اور شرا
اور شور و غل اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعون مین انکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان نجس نہونے کے لڑکون
کا لیجانا مکروہ تنزیہی ہی وینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ وخفہ وصلوتہ فیہما افضل اور مسجد مین جانیوالے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ بنجاست تو نہین
اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہن کر بشرطیکہ طاہر ہون افضل ہی م وجہ افضلیت یہ ہی کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہی کہ نماز پڑھو جوتون
کو پہن کر اور یہود کی مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہی کہ جوتا پہن کر مسجد مین جانا اس زمانہ کے عرف مین داخل بے ادبی ہی اور خوف
مسجد کی فرش کے آلودگی کا بھی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین یہ خوف نتھا کیونکہ مسجد شریف مین اسوقت کنکرین بچھی ہوئی تھین لا یکرہ
ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا مکروہ نہین اشیاء مذکورہ یعنے جماع اور بول اور براز اس گھر کی چھت پر جسمین نماز پڑھنے کی جگہ
بنائی گئی ہی بلکہ خود اس جگہ مین یہ چیزین مکروہ نہین اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہین م یعنی مسجد شرعی وقف اور اذان عام سے ہوتی ہی اور گھر مین ایک جگہ
لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہین ہو جاتی واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا
بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاے سو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونے کے حق مین اگرچہ
صفون مین انفصال ہو جواز اقتدا مین اسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو یہ مکان مذکور مسجد نہین ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے

[illegible] کہ اس سے [illegible] کہ جب بیٹھے [illegible] کو مقتدی [illegible] سبب سے جائز
ہو [illegible] تمہین ہو [illegible] حدیث مین [illegible] اسکو مسجد نہین [illegible] مقابل [illegible]
لہ تعین نماز جنازہ کے لیے کسی بات مین حکم مسجد نہین [illegible] فناء مسجد کی ہے کہ مسجد [illegible] بہت سی باتون مین حکم مسجد کا رکھتی ہے لہذا اقتدا صحیح ہے

قولہ دخول الجنب [illegible] النقش [illegible] و مساجد حیاض [illegible] بنا دیتے ہین جب
اور بنانے کو جیسے [illegible] ہو جا مسجد کے فنا مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدین اور بازارون کی مسجدین [illegible]
[illegible] مسجد [illegible] مکان [illegible] مسجد کے بیچ مین [illegible] حوض کے پاس بنا دیتے ہین [illegible]
وضو کے لیے [illegible] اور بازار کی مسجدین [illegible] نماز کے لیے بنا لیتے ہین جیسے سوداگرون کی مسجد
مین ہوا کرتی ہین [illegible] ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شامی [illegible] مسجد جماعت مین [illegible] حکم مسجد ہین مگر اعتکاف کیا جائے

قولہ الشامی ولا باس بنقشہ خلا محرابہ فانہ یکرہ لانہ یلہی المصلی [illegible] التکلف بدقائق النقوش [illegible] القبلۃ [illegible]
[illegible] حلبی [illegible] المحراب [illegible] ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ اور کچھ مضائقہ نہین مسجد کے نقش کرنیکا
سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہے یعنے خشوع کو مخل ہے اور مکروہ ہے تکلف کرنا باریک نقش و نگار اور انکے
مثل سے خصوصاً قبلہ کی دیوار مین کہا ہے اسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب الحظر مین ہے کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب مین مکروہ ہے اور پچھلی دیوار
مین نہین انتہی اور قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہ ہے کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہے تو اسکو یاد کر لینا چاہیے ہم کہتے ہین پچھلی دیوار اور چھت کو کراہت سے مستثنیٰ کرنے
سے اور نیز سبب کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ محراب سے غرض مصلی کے سامنے کی دیوار ہے اسلیے کہ خشوع کا خیال رہنا جیسا امام کو
ضروری ہے ویسا ہی صف اول کے مقتدیون کو بھی ضروری ہے کیونکہ خشوع سب کے لیے مستحب ہے اور اسکو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت تنزیہی

ہے کذا فی الشامی [illegible] و ماذہب لو بمالہ الحلال لا من مال الوقف فانہ حرام وضمن متولیہ لو فعل النقش والبیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا باس بہ کافی والا
اذا کان لاحکام البناء او الواقف فعل مثلہ لقولہم بعمارۃ الوقف کما کان وتمامہ فی البحر مضائقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنیوالا
اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہے اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار یا سفیدی مال وقف سے
کریگا مگر جبکہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنے مال وقف بہت سا جمع ہو اور ڈر ہے کہ ظالم چھین لینگے تو اسوقت نقش کرنیکا مضائقہ نہین کذا فی الکافی و
اس صورت مین ضمان نہوگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہون یا خود وقف کرنیوالے نے اسطرح کے نقش بنوائے ہون تو اس صورت مین بھی
ضمان نہوگا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاوے جیسے پہلے تھی اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہے ہم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے
مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہے اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہے اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہے کذا فی الشامی [illegible]

تتمہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ معظمہ ہے
کیونکہ اسمین کعبہ ہے جسکی شان مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اول بیت وضع للناس) پھر مدینہ منورہ ہے جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک
نماز میری اس مسجد مین برابر ہے ہزار نمازون کے اسکے سوا دوسری مسجدون مین بجز مسجد حرام کے پھر مسجد مقدس یعنی بیت المقدس ہے کہ اسمین ثواب کے زیادتی
کی بابت [illegible] حدیث مین موجود ہے پھر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہے جسکی شان مین آیت لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم الآیۃ ہے ان چارون
مسجدون کے بعد افضل وہ مسجد ہے جو قدیم تر ہو پھر وہ ہے جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو یہ ترتیب حلبیہ مین [illegible] سے نقل کی ہے اور بحر الرائق

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور اُنکے محلہ کی مسجدون کو اور اُنکے بعد شارع عام کی مسجدون کو لکھا ہی اور شارع عام کی مسجدون سے وہ مسجدین
مراد ہین جنکا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہ غرض ہی کہ جنمین وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو اور اُنمین سے افضل وہ ہی
جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہی پھر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی ومسجد استاذہ لدرسہ او سماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد
اپنے اُستاد کی اُس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کے کیواسطے افضل ہی یعنے قدیم تر اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اُسمین دو ثواب ہین ایک
جماعت دوسرے تحصیل علم ومسجد حیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہی مسجد جامع سے م شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہی کہ جسکی
جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ مین ہی کہ اگر محلہ کی مسجد مین کوئی موذن نہو تو نمازی اُسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو
اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اُسکے ذمہ حق ہی اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون تو جو بیشتر بنی ہو اُسمین جاے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاے والصحیح
ان ما الحق بمسجد المدینۃ ملحق بہ فی الفضیلۃ نعم تحری الاول اولی وہو مائۃ فی مائۃ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ مین جسقدر
لاحق کی گئی ہی وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہی یعنے مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہی ہان اول مسجد کی اُتکل کرنی بہتر ہی اور
اصل مسجد سو ہاتھ کا طول اور اتنا ہی عرض ہی ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم اذنون مین اصل مسجد کی شناخت کے لیے
سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوۃ مین قبلہ کی بحث
سے پیشتر گذر چکا وہان دیکھنا چاہیے ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء مطلقا وقیل ان تخطی اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہی سائل کو مسجد مین
دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پہلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے باب الحظر والاباحۃ مین اسی پچھلے قول پر اکتفا
کیا ہی چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دینا مگر جسوقت کہ وہ لوگون کی گردنین نہ پھلانگے قول مختار مین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے
اندر دی اللہ تعالی نے اُنکی تعریف کی اس آیت مین (ویوتون الزکوۃ وہم راکعون) یعنے دیتے ہین خیرات اُسوقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی
وانشاد ضالۃ او شعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہی کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑھنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو اُنکا پڑھنا مکروہ نہین
ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہی تو کہو کہ
خدا تعالی اُسکو تجھپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجھکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالے کی نعمتون
اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو اُنکا پڑھنا بہتر ہی اور اگر اُنمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودگی
کی باتین ہون تو حرام ہی اور اگر خط و خال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہی اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی بُرے اشعار پر
محمول ہی کذا فی الشامی ورفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے والونکو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر
جہری مین قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر اُس سے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہی اسلیے کہ اُسکا
فائدہ سننے والون کو بھی ہوتا ہی اور خود ذکر کرنیوالا بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہی اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین ارشاد
خیر الذکر الخفی یعنے بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہی کذا فی الطحطاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اُسکے پانی سے
گھن آتی ہی کہ اکثر تھوک اور رینٹ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اُس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ
حکم بدون جنابت کے نہانے کا ہی وغرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز تکون للمسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درختون کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین
جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی اُنکی لکڑی اور پھل مسجد کا ہو گا م نز بفتح نون وتشدید زاء مسجد زمین کی رطوبت کو کہتے ہین

ثمرہ مسجد مین گو کہ جب مسجد کے مصرف بابت ضرورت کے صرف ہوتے ہون تو اس صورت کے کہ آپ کو درخت کے لگانے کا فائدہ نہین معلوم ہوا ہو ان مین
نفع کے لگانا جائز ہو کیونکہ یہ مقصود ہی والظہیریہ مین ہو کہ اگر لوگون کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اُسکے مسجد تنگ نہ ہوتی ہو تو جماعت مین خلل نہ پڑے تو کچھ مضائقہ
نہین ہے اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگاوے کہ اُسکے پھل وغیرہ کو آپ لیا کرے یا صفون مین خلل ہوتا ہو اور درختون کے باعث لوگون کے ساتھ مشابہت
ہوتی ہو تو مکروہ ہے (واکل ونوم الا لمعتکف وغریب) اور مکروہ ہے مسجد کے اندر کھانا اور سونا اگر معتکف وارث اور مسافر کو نہین مکروہ (واکل نحو ثوم ویمنع
منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ) اور مکروہ ہے مسجد مین کھانا ایسی چیزون کا جیسے کچا پیاز اور لہسن وغیرہ جس سے بو آتی ہو اور منع کیا جاوے ایسا شخص
مسجد مین گھسنے سے اور اسی طرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاوے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس
درخت بدبودار سے کھاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے اسلیے کہ جس چیز سے انسانون کو ایذا ہوتی ہو اُس سے فرشتون کو ایذا ہوتی ہو اور ایذا دینے والا
سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہین یا جسکے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہے کذا فی الطحطاوی (و
کل عقد الا لمعتکف بشرطہ) اور مکروہ ہے مسجد مین ہر معاملہ یعنی معاوضہ مثل بیع و شرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع و شرا درست ہے بموجب اسکی شرط کے
ہم شرط یہ ہے کہ اُس چیز کی حاجت اُسکو یا اُسکے عیال کو ہو اور ایک یہ کہ متاع کو مسجد مین نہ منگاوے کذا فی الطحطاوی (والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بان
یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ) اور مکروہ ہے مسجد مین کلام مباح کرنا اور ظہیریہ مین قید لگائی ہو کہ کلام ہی کی خاطر مسجد مین جا بیٹھے اگر مسجد مین
عبادت کے لیے بیٹھا اور اُسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہ ہوگا لیکن نہر الفائق مین ہو کہ کراہت کو مطلق رکھنا اوجہ تر ہے خواہ کلام کے لیے بیٹھا ہو یا عبادت
کے لیے دونون صورتون مین کلام مباح مکروہ ہے ہم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اسمین حرج بھی بہت ہے (وتخصیص مکان لنفسہ
ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولو مدرسا واذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مشتغلا بقراءۃ او درس بل ولاہل المحلۃ منع من لیس منہم عن الصلوۃ فیہ) اور مکروہ
ہو خاص کرنا کسی جگہ کا اپنے لیے اور نہین جائز ہو اُسکو ہٹا دینا غیر شخص کا اُس جگہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہے ہٹا دینا
بیٹھنے والے کو گو بیٹھنے والا قرات یا درس مین مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت مین اہل محلہ کو اختیار ہو کہ جو شخص اُس محلہ والون سے نہو اُسکو مسجد مین نماز سے
منع کرین ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹھنے سے صف مین خلل پڑتا ہو تو اُسکا اٹھا دینا بھی نمازیون کو جائز ہو (ولہم نصب متول وجعل المسجدین واحدا و
عکسہ لصلوۃ لا لدرس او ذکر) اور جائز ہو محلہ والون کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کامون کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہو دو مسجدون کا ایک
کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدین درس اور ذکر کے لیے نہین بنائی گئین اگرچہ درس اور ذکر بھی جائز ہے
کذا فی التنبیہ (فی المسجد عظۃ وقرآن فاستماع العظۃ اولی) اور مسجد مین وعظ اور تلاوت قرآن ہو تو سننا وعظ کا بہتر ہے ہم شامی نے کہا کہ یہ حکم عوام کے لیے ہے اور
جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجھ سکتے ہون اُنکے حق مین قرآن کا سننا بہتر بلکہ یہ ضرور ہے (ولا ینبغی الکتابۃ علی جدرانہ) اور مناسب
نہین لکھنا قرآن اور اشیاء قابل التعظیم کا مسجد کی دیوارون پر ہم یعنی اسلیے کہ گر کر پامال نہون کذا فی البحر اور مثل اسکے ہے رقعون پر لکھ کر دروازون
پر چپکانا کذا فی الطحطاوی (ولا باس برمی عش خفاش وحمام لتنقیۃ) اور کچھ مضائقہ نہین چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے کا پھینک دینا واسطے مسجد کی صفائی کے ہم
طحطاوی نے کہا کہ لتنقیۃ جواب سوال ہے اُسکی تقریر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندون کو اُنکے گھرون مین تو دور کرنا گھونسلون کا
مخالف ہے اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہ دور کرنا صفائی کے لیے ہے جو شرعاً مطلوب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

یہ باب ہے وتر اور نوافل کے بیان مین ہم وتر بفتحہ اور کسرہ واو لغت مین طاق عدد کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین تین رکعتون کا نام ہے چنانچہ آگے

آتا ہی اور نفل کے معنی لغت مین زیادتی کے ہین اور شرعًا نفل اُس عبادت کو کہتے ہین جسکے کرنے سے ثواب ہو اور نکرنے سے عذاب نہو کلّ سنّۃ نافلۃ ولا عکس
ہر سنت نفل ہی اور اسکا الٹا نہین یعنی ہر نفل سنت نہین ہوتی یہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب مین ذکر سنتون کا بھی ہی حالانکہ عنوان مین صرف
وتر اور نوافل مذکور ہین سنتون کی تصریح نہین کی تو تصریح نکرنے کا عذر کر دیا کہ سنتین نفل ہوتی ہین ہو فرض عملًا وواجب اعتقادًا وسنّۃ ثبوتًا لہذا وفقوا بین
الروایات وتر فرض ہی عمل کے لحاظ سے اور واجب ہی اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہی ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہی فقہا نے روایتون مین عملًا فرض ہی
اسکے یہ معنی کہ عمل مین اسکا حال فرائض کا سا ہوتا ہی کہ چھوڑنے سے گناہگار ہوا اور اسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضون مین ہی ویسی ہی وتر مین ہی اور
اعتقادًا واجب ہونے کے یہ معنی کہ اسکے واجب ہونے کا اعتقاد پر ضرور ہی اور ثبوتًا سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اسکا حدیث سے ہی نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے
روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پڑہو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہی تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات
سے یہ مراد کہ امام اعظمؒ سے وتر کے باب مین تین روایتین مروی ہین ایک فرض ہونیکی دوسرے واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ
سے ہی اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی لتقضٰی وعلیہ فلا یکفر بضم فسکون ای لاینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ متفرع
ہوا کہ کافر نہ کہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لایکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہی یعنی منسوب بکفر نہین ہوتا ضمیر علیہ کی محشیون نے توفیق کیطرف پھیری ہی
اور رائن نے شرح منح الغفار مین فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض علی ہونیکی قرار دیا ہی وتذکرہ فی الفجر مفسد لہ کعکسہ بشرطہ خلافا لہما ولکنہ لایقضی ولا یصح قاعدًا ولا
راکبًا اتفاقًا اور دوسری تفریع وتر کے فرض علی ہونے پر یہ ہی کہ فجر کے فرضون مین اسکا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہی مثل اسکے عکس کے یعنی اگر وتر
مین یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہی تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جبکہ وقت تنگ نہو اور نمازین چھ نہو گئی ہون کہ ان صورتون مین ترتیب
ساقط ہوجاتی ہی اور نماز فاسد نہین ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک وترون کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہین ہوتی کیونکہ وتر انکے نزدیک
سنت ہین لیکن وتر قضا کیے جاتے ہین اور بیٹھ کر اور سوار ہوکر درست نہین ہوتے بالاتفاق یعنے ہرچند سنتون کی قضا نہین اور بیٹھ کر اور سواری پر جائز
ہین مگر صاحبینؒ کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتون مین سنت سے علحدہ ہین وہو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود لا یعود ولو عاد
یبنغی الفساد کما سیجئ وتر تین رکعتین ہین ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول کر کھڑا ہوگیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائیگا تو چاہیے
کہ نماز فاسد ہوجاے چنانچہ آگے آویگا مثل مغرب سے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہی اسمین درود نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونے کی یہ وجہ ہی کہ قیام
فرض کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہین چاہیے اور نماز نفل مین چونکہ ہر دوگانہ علحدہ نماز ہی اسلیے اگر کھڑا بھی ہوجائے تب بھی بیٹھ جاے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرأ
فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطًا وتر مثل مغرب کے ہین لیکن نمازی اسکی ہر رکعت مین الحمد اور ایک سورہ یا تین آیتین احتیاطًا پڑھے
وجہ احتیاط کی یہ ہی کہ صاحبینؒ وتر کے سنت ہونیکے قائل ہین تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہی کہ سب رکعتون مین قرأت پڑھی جاوے والسنۃ السور الثلث
وزیادۃ المعوذتین لم یختر ہا الجمہور اور مسنون تین سورتین ہین یعنی اول مین سورۂ اعلی اور دوسری مین سورۂ کافرون اور تیسری مین اخلاص اور زیادتی معوذتین
کو جمہور فقہا نے پسند نہین کیا یعنی تیسری رکعت مین بعد سورۂ اخلاص کے سورۂ فلق اور ناس پڑھنا مختار نہین ویکبر قبل رکوع ثالثۃ رافعًا یدیہ کما مر ثم یقنت قیل
کالداعی وقت فیہ اور اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنیکے اپنے دونون ہاتھون کو اٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانون تک ہاتھ اٹھاوے پھر ہاتھ باندھے
اور بعض نے کہا کہ کھلے رکھے دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اٹھاوے اور ہتھیلیان آسمان کیطرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہی اور ضعیف ہی اور دعا کرے
اسمین ہم شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہی یا قبل رکوع کے وسُنّ الدعاء المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہی دعاء مشہور اور درود پڑھے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتویٰ ہی ہم دعاء قنوت مشہور یہ ہی اللّٰہم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع

اللہم من شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجھکو یہ دعا سکھائی اللہم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک وصلی اللہ علی النبی بہتر یہ ہے کہ ان دونوں دعاؤں کو قنوت میں ملا لیا کرے اور صیغہ درود کا بعد دعاء قنوت کے بحر الرائق میں کہا کہ شل التحیات کے درود ہی اور نووی اور حلبی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ یوں کہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم) اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ سے وارد ہے اور بہر حال درود پڑھنا ضرور ہے کیونکہ طبرانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے جبتک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی نے کہا کہ جو شخص دعاء قنوت پڑھنا نجانتا ہو تو وہ اسکی جگہ یہ آیت پڑھے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار یا تین بار (اللہم اغفر لی) کہے یا تین بار (یا رب) کہے وصح الجد بالکسر بمعنی الحق ملحق بمعنی لاحق ونحفد بدال مہملہ بمعنی نسرع فان قرأ بذال معجمۃ فسدت خانیۃ لانہ کلمۃ مہملۃ اور صحیح ہوا ہے یعنی اس حدیث مرسل میں دعا میں ہے الجد بکسر جیم وتشدید دال بمعنی حق کے بعد لفظ عذابک کے دوجگہ اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور ضمہ دال مہملہ ہے اسکے معنی ہیں ہم جلدی کرتے ہیں پس اگر نمازی اس کلمہ کو دال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الخانیہ شاید فساد نماز اسلیے ہے کہ یہ کلمہ بے معنی ہے مگر طحطاوی نے کہا کہ یہ کلمہ بے معنی نہیں اسلیے کہ براق کی صفت میں حدیث میں مذکور ہے یحفد بہا یعنی استعانت لیتا تھا چلنے میں اپنے دونوں بازوؤں سے مخافتا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑھے آہستہ صحیح قول کے بموجب مطلقا اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کے کہ بہتر دعا آہستہ ہے ہم اس علت کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب نہیں اور مطلقا سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا رمضان کے وتر ہوں یا غیر رمضان کے سب صورتوں میں آہستہ پڑھے کذا فی الشامی وصح الاقتداء فیہ فی غیرہ اولی ان لم یتحقق منہ ما یفسدہا فی اعتقادہ الاصح کما بسط فی البحر فشافعی مثلا لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر میں اقتدا حنفی کا پیچھے شافعی کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نکر دے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیر دے تو وتر کے غیر میں اقتدا بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہو جو نماز کا مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد میں صحیح تر قول میں چنانچہ شرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں نہیں درست ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پھیرنے سے صحیح تر قول کے بموجب دونوں میں یعنی اقتدا میں اور فاصلہ سلام نہونے میں اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا مختلف ہے امام سنت ہونے کا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونے کا مگر نیت دونوں کی وتر ہی پڑھنے کی ہے ہم غیر وتر میں وجہ اولویت کی یہ ہے کہ نفل اور فرض میں نیت دونوں کی ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب اختلاف کے ساتھ اقتدا درست ہوا تو اتحاد میں بطریق اولی درست ہوگا اسلیے اور مثل شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونے کا معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا میں یہ ہے کہ اقتدا درست نہیں اسلیے کہ نفل والے کے پیچھے اقتدا واجب پڑھنے والیکا درست نہیں اور سلام سے فاصلہ کرنے میں قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب کما فی العیدین للاختلاف اور اسیوجہ سے یعنی بوجہ اختلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین میں بسبب اختلاف واجب اور مسنون ہونیکے نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت واجب کی اگر نکریگا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہو جائیگی ویاتی المؤتم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظہر مرسلا یدیہ اور مقتدی دعاء قنوت پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے بعد دعا پڑھتا ہے اسلیے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ میں متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑھے نماز فجر میں اسلیے کہ فجر میں قنوت کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز میں اقتدا درست نہیں بلکہ چپکا کھڑا رہے ظاہر تر قول کے موجب ہاتھوں کے لٹکائے ہوئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی

نماز میں عرب کے چند قبیلوں پر جنھوں نے ستر یا اسی قاریوں کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعاء بد فرماتے تھے جب آپ نے اُنپر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس
سے معلوم ہوا کہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد طحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت میں اب بھی فجر کی نماز میں اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں و لو نسیہ ای
القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ و لا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر
رکوع میں اسکو یاد کیا تو رکوع میں اسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اسکے محل کے یعنی اسکا پڑھنا محض قیام میں تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح
روایت میں یعنی رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہو اسلیے کہ اسمیں قنوت واجب کے لیے فرض رکوع کو چھوڑنا ہے ہم دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ
پھر قیام کرکے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ
وسجد للسہو قنت اولا لزوالہ عن محلہ پس اگر نمازی نے قیام کیطرف عود کیا اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع نکیا تو اسکی نماز فاسد نہوگی بسبب ہونے اُسکے رکوع
سابق کے پوری قرات کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب ٹل جانے قنوت کے اپنی جگہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ
رکوع میں قنوت پڑھا دوسری یہ کہ رکوع سے سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اُٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ کیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا نہ رکوع
میں نہ اس سے کھڑا ہو کر تو چاروں صورتوں میں سجدہ سہو اسوجہ سے ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ رہا کذا فی الحلبی رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولو لم یقرء منہ
شیئا ترکہ ان خاف فوت الرکوع معہ بخلاف التشہد لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا اور امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونیکے قنوت سے
تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت میں سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نملیگا بخلاف تشہد کے
یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہگیا ہو تو اُسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت اُن امور میں کہ ارکان میں یا شرائط نماز کی مفسد ہے غیر ارکان و شرائط
میں مخالفت کرنی کذا فی الدرر ہم شامی نے کہا کہ یہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر ان فرائض و واجبات میں جسمیں
ہے جہان کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت میں یہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع میں امام کی متابعت واجب تو جب واجب سنت میں تعارض
ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہیں قنت فی اولی
الوتر او ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثتہ الا و شک انہ فی ثانیتہ او ثالثتہ کررہ مع القعود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یتکرر بخلاف الشاک و رجح الحلبی
تکرارہ لہما نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری میں بھولکر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت میں قنوت نہ پڑھے اور اگر اسے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہے یا
تیسری میں ہے تو قنوت کو مکرر کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول میں یعنی قنوت پڑھ کر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اسمیں قنوت پڑھے کیونکہ دونوں رکعتوں پر
احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف شک کرنیوالے کے اور حلبی نے
ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑھنے کی دونوں یعنی بھولنے اور شک کرنیوالے کو ہم شامی نے کہا کہ حلیہ اور بحر الرائق میں بھی موافق حلبی کے قول کے ہے والمسبوق یقنت مع امامہ
فقط و یصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایکبار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا
مشروع نہیں اور ہوجاویگا پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو گویا رکعت اسکو ملگئی اب باقی دو رکعتوں میں
اگر قنوت پڑھیگا تو بے جگہ ٹھہریگا اسلیے کہ اسکی جگہ تیسری رکعت ہے جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الکل
اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز میں مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازوں میں اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ یہ سب نمازوں میں پڑھے
جہری ہوں یا سری ہم نماز جہری میں قنوت پڑھنا بحر الرائق میں شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ میں غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر میں قنوت پڑھے اور عبارت
شارح منیہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز میں ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری میں بلکہ سری نماز میں تو بجز امام شافعی کے اور کوئی

فرمانا قنوت پڑھے خواہ وتر میں ہو یا غیر وتر میں [illegible] سب تمام کے نزدیک تو وہ کو دیگا تاکہ آخری [illegible] قنوت کو کل [illegible]
قنوت کا مسئلہ نماز فجر میں [illegible] بعد کے پیچھے ... اسکی تصریح کی ہے کذا فی الشامی مختصر فائدہ یہ ہے کہ [illegible]
تکبیر کہیں امام قنوت قعدہ اول تشہد ... زیادہ کرے تکبیر عید [illegible] دو رکن قیام خامسہ [illegible] امام کی متابعت
[illegible] اگر امام ان کو ادا کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر [illegible] تو وہ بھی نہ کرے کذا فی [illegible] قعدہ اول تشہد تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ
[illegible] اگر امام ان چیزوں کو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر سہواً اس سے چھوٹ جائیں تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزیں ایسی ہیں کہ
امام کی [illegible] اگر امام ان کو کرے تو مقتدی نہ کرے ... زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چوتھی بار تکبیر کہے تو مقتدی اسکا ساتھ نہ دے دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ کا اگر امام
چار تکبیروں سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نہ کرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دو بار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہونا امام کا پانچویں رکعت کے لیے [illegible]
[illegible] صورت میں کہ زیادہ کرے [illegible] بیان کرنے کی ضرورت نہیں وثمانیۃ تفعل مطلقاً الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر انتقال وتسبیح فیہ والتشہد والسلام وتکبیر تشریق
اور آٹھ چیزیں ہیں کہ مطلق بجا لائیں یعنی امام انکو کرے یا کرے مقتدی انکو کرے اول اٹھانا ہاتھوں کا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم ثنا سبحانک اللہم الخ سوم تکبیر انتقال یعنی ایک
رکن سے دوسرے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اگر امام نہ کہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات پڑھنا
میں کہ امام چھوڑ دے لیکن اگر قعدہ اول میں امام نہ بیٹھے تو مقتدی کو اسکی متابعت چاہیے جیسا کہ پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنی اگر امام بھول گیا یا سہواً نہ پھیرے
تو مقتدی سلام پھیر لیں کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسُنّ مؤکداً اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدہا بتسلیمۃ وتسلیمتین لم تنب عن السنۃ ولو نذر
لو نذرہا الایخرج عنہ بتسلیمتین وبعکسہ یخرج اور سنت مؤکدہ ہیں چار رکعتیں پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام
سے پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہونگی اور اسلیے اگر چار رکعتوں کی نذر ایک سلام سے کر گیا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلاموں کے ساتھ پڑھنے سے اور اسکے عکس میں
یعنی نذر کی دو سلاموں سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چاروں کو پڑھا تو نذر سے باہر ہو جائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت
مؤکدہ ہیں دو رکعتیں صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان شروع ہوئی
ہیں بعد کی سنتیں واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض میں کسی عذر مثلاً نسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت میں بعد کی سنتیں اسکی کمی کو پورا کر دینگی اور
مشروع ہوئی ہیں پہلے کی سنتیں واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتوں کو پڑھیگا تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اسپر فرض نہ تھی اسکو اسنے ترک نہ کیا تو فرض کو
کیسے ترک کریگا اور ان سنتوں کی مؤکد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مواظبت فرماتے تھے چنانچہ مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ ظہر سے پیشتر
چار رکعتیں اور بعد ظہر دو رکعتیں اور بعد مغرب دو اور بعد عشا دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور بحر الرائق میں ہے کہ سنت مؤکدہ مثل واجب کے ہے کہ اسکے ترک کرنے
سے گناہ ہوتا ہے اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہے بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی وندب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدہا بتسلیمۃ وان شاء رکعتین کذا
بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہیں چار رکعتیں پہلے عصر اور چار پہلے عشا کے اور چار بعد عشا کے ایک
سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتیں پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت
کرے چار رکعتوں پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اسکو آگ پر حرام کر دیتا ہے یعنی اسکو دوزخ میں نہ ڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من الاوابین
بتسلیمۃ او ثنتین او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہیں چھ رکعتیں مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین سے لکھا جائے یعنی رجوع کرنے والوں میں اللہ تعالی کی طرف چھ رکعتیں ایک سلام
سے مستحب ہیں یا دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل ہوتا ہے وجہ اسکے مشکل ہونے کی یہ ہے کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر
دیر تک روکنا پڑتا ہے شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہ ہے کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرا جائے مثل مستحب المؤکد وسن المستحب یعد ویدل الکل تسلیمۃ وبعدہا اختار الکمال الہمام وکیا

شمار کیجاویگی سنت موکدہ مستحب سے اور ادا کیجاویگی دونون ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہی کہ ابن ہمام کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی کہ چار رکعتین جو بعد ظہر
کے مستحب ہین اسمین اختلاف ہی کہ وہ چارون جدا گانہ مستحب ہین سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا انکے ساتھ شمار کیجاتی ہین پھر اگر مع سنت موکدہ کے ملکر چار شمار
ہوتی ہین تو انکے ساتھ ایک ہی سلام مین ادا ہو جاتی ہین یا نہین تو اکثر علما نے یہ کہا ہی کہ ایک سلام سے دونون ادا نہونگی اور خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ جب شمار
چار رکعتین ایک سلام خواہ دو سے پڑھیگا تو وہ سنت موکدہ اور مستحب دونون سے کافی ہونگی کذا فی الشامی و حرر اباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اور
کمال الدین نے نہایت عمدہ تنقیح کے ساتھ ثابت کیا ہی مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتون کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین اور مصنف نے ہم حاصل تقریر کمال کا یہ ہی
کہ قبل مغرب کے دو رکعتین نہ مستحب ہین نہ مکروہ بلکہ اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائین تو مباح ہین کذا فی الشامی ملتقطا والسنن اکدہا سنۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر
فی الاصح لحدیث من ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتون مین موکد زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول مین بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی
ظہر کی سنتون کو چھوڑ دیگا نہین پہنچیگی اسکو میری شفاعت پھر سب سنتین برابر ہین ہم فجر کی سنتین زیادہ موکد اسلیے ہوئین کہ صحیحین مین حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبر گیری نفرماتے جتنی فجر کی دو رکعتون کی فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہی جو زیادتی
درجات کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو سب کے لیے عام ہوگی وقیل لوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کے
واجب ہونیکو کہا ہی تو نہین جائز ہی پڑھنا اسکا بیٹھکر اور سواری کی حالت مین بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کے بموجب ہم واجب ہونیکی صورت مین بیٹھکر اور سواری پر ناجائز
ہونا ظاہر ہی اور سنت موکدہ کہنے کی صورت مین اسلیے ناجائز ہی کہ یہ سنتین ہم پلہ واجب ہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف
باقی السنن فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الی فتواہ اور نہین جائز ہی چھوڑنا فجر کی سنتون کا اس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے
کہ اسکو انکا ترک کرنا درست ہی بسبب حاجت لوگونکے اسکے فتوی کیطرف ہم شامی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگونکے ہجوم کے باعث اور سنتونکو
ترک کردے اور بعد فراغت پا لینے کے پڑھلے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہی ویخشی الکفر علی منکرہا اور خوف کفر ہی سنت فجر کے منکر پر یعنی جو کوئی
شروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہی اسکا منکر ہونا کفر ہی کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر کی
قضا پڑھی جائے جبکہ فوت ہو گئی ہون فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتونکے کہ انکی قضا نہین ہم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتونکا زوال سے پیشتر ہو تو بعد زوال قضا نہ پڑھی
جائین اگرچہ فرض کے ساتھ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے پیشتر انکی قضا نچاہیے ولو صلی رکعتین منفردا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا
فوقع رکعتان بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی الاصح تجنیس لان السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تحریمۃ مبتداۃ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین
طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہو گئی یا نماز پڑھی چار رکعتین اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو اسکو دو رکعتون سے فجر کی سنتون کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا
فی التجنیس اسلیے کہ سنت وہ ہی جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہی ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلے سے ہی اور مسئلہ اول
خلاصہ مین مذکور ہی اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہی اور تجنیس مین پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہی اور نہر الفائق مین اسکی وجہ بیان کی ہی
کذا فی الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ لانہ لم یرد والافضل فیہما الرباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وبہ یفتی
اور مکروہ ہی زیادہ پڑھنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلون کو اسلیے کہ اس قدر سے زیادہ حدیث مین وارد نہین
اور افضل رات دن دونون مین چار چار رکعتون کا پڑھنا ہی ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ دو دو کا پڑھنا افضل ہی کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے ہی قول
پر ہی ہم اس فتوی کو معراج مین عیون کیطرف منسوب کیا ہی اور نہر الفائق مین علامہ قاسم نے امام کے قول کو ترجیح دی ہی کذا فی الشامی مختصرا ولا یصلی علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیا فعلیہ السہو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] ہو لیکن [illegible] دو رکعتیں ہیں اور جمعہ کے بعد کی چار ہیں اور اگر [illegible] دو رکعتیں پڑھے تو بھی جائز ہے اور [illegible] افضل ہے

الا ذان الاذن [illegible] الشامی [illegible] بعد چار رکعتیں ہیں جو دو رکعت صحیح ہے سو کہ لازم آتا ہے کیونکہ [illegible] سنتوں [illegible] جلیلہ [illegible]

[illegible] الفتح اذا قام الی الثالثة [illegible] والاکد الا ثبت الا قرابۃ اور جب تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں [illegible]

[illegible] کہ بیٹھے نہیں ہو جاتی اور جو فرض کے [illegible] البحر [illegible] فی البحر [illegible]

تو اللہ اعلم [illegible] وقیل الا [illegible] التنبیہ اور باقی نوافل چار رکعت والی نہیں [illegible] سیری [illegible]

[illegible] اگرچہ [illegible] کہ [illegible] نوافل کا [illegible] اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب نوافل [illegible]

اس قول کو تنبیہ میں [illegible] کو اس واسطے شامل کیا کہ اسکا وجوب ما فیہ ہوا اور حقیقت وہ بھی نفل ہے کذا فی [illegible] وکثرۃ الرکوع والسجود افضل من طول القیام

کذا فی المجتبی [illegible] النہر [illegible] رکوع اور دیر تک سجدہ کرنا زیادہ اچھا ہے بنسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتبی میں ہے اور

[illegible] البحر الرائق میں [illegible] اعتراض کیا ہے [illegible] تین وجہوں سے ہم وجہ اول یہ ہے کہ قیام [illegible] کے طول کی خوبی اس

باعث سے ہے کہ اسمیں قراءت بہت ہوگی اور قراءت اگرچہ تمام قرآن کو پہونچ جاوے سب فرض ہوگی بخلاف رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہ ہے

[illegible] قراءت [illegible] کو فضیلت میں [illegible] نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اسکی سب رکعتوں میں قراءت واجب ہے کذا فی الشامی [illegible]

عن البحر الرائق [illegible] قول محمد [illegible] مذہب الامام افضلیۃ القیام [illegible] البدائع قلت [illegible] منتقی الملتقی [illegible] فقط قنیہ اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے

نقل کیا کہ کثرت رکوع و سجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور یہ کہ مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں [illegible]

و کلیات مجتبی کے اپنے نسخہ میں منسوب امام محمد کی طرف فقط پس تو خبردار رہ اور حامد حلبی نے کہا کہ نسخہ مضاف ہے یا مستکلم کی طرف اور مجتبی ان سے [illegible]

قیام الاخر [illegible] افضل کا القاری [illegible] اور کہا کہ زیادہ قیام کرنا افضل ہے نفل قاری کے اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ [illegible]

قاری ہے تو اسکا قیام [illegible] افضل ہے اور [illegible] تحیۃ رب المسجد [illegible] رکعتان و اداء الفرض [illegible] الاخرہ [illegible]

ہے تحیۃ المسجد یعنی تحفہ رب مسجد کے لیے اور وہ دو رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسی طرح داخل ہوا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی [illegible]

مقام ہو جاتا ہے تحیۃ المسجد کے بدون نیت کے ہم رب کی قید اسلیے لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد بحذف مضاف

ہے کذا فی الحلیہ [illegible] کل یوم مرۃ ولا تسقط بالجلوس عند [illegible] کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لیے ایکبار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنی جب کسی بار سے مسجد میں [illegible]

تو تحیۃ المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ

جب تم سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہانتک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان امر بہتر کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے ابوذر کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد

دو رکعتیں ہیں سو اٹھ اور انکو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت و فی الضیاء عن القوت من لم [illegible] الحدث او غیرہ فلیقل [illegible] الکلمات التسبیح الاربع اربع [illegible]

اور ضیاء معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہ ہو تحیۃ المسجد پر بسبب وضو نہ ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کہ مستحب ہے چاروں تسبیحوں کے الفاظ یا [illegible]

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو چار بار کہنا مستحب ہے اگر کسی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا

وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی الاصح قنیہ اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرض سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط نہیں

کرتا سنت کو مگر سنت کا ثواب کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی انکو دوبارہ پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر [illegible]

تحریمہ کے خلاف ہو صحیح تر قول کے بموجب ساقط نہیں کرتا سنت کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیہ و فی الخلاصۃ لو تشاغل بعد الفرض [illegible]

اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شراء یا کھانے میں تو سنتوں کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ میں تو سنتیں باطل نہونگی ولو جئ بطعام
ان خاف ذهاب حلاوته او بعضها تناوله ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اسکے مزہ کا یا کچھ
لذت جاتی رہنے کا تو اسکو کھالے پھر سنتیں پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتیں پڑھے پھر کھانا کھاوے م یعنی عمل مخالف
نماز کی جہت سے سنتوں کو ساقط نہیں کرتا چنانچہ کھانے کا بے مزہ ہو جانا بھی عذر ہے تو اسکے لیے سنتوں کو تاخیر کر سکتا ہے ولو اخرها لآخر الوقت لا تکون سنة
وقیل تکون اور اگر سنتوں کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتیں نہونگی اور ایک قول یہ ہے کہ سنتیں ہو جائینگی م شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہے اسلیے کہ پہلا
قول مبنی ہے اسپر کہ عمل مخالف کرنیسے سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں اور اصح یہی ہے کہ ساقط نہیں ہوتیں فرع مسائل لمحقہ شارح کے الاسفار بسنة الفجر افضل وقیل لا خوب چاندنی میں
پڑھنا سنت فجر کا افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خوب روشنی میں پڑھنا افضل نہیں بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہے م شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہے جو اسکے
منقول ہے کہ فجر کی سنتیں تین امر میں مخصوص ہیں اول سورہ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت میں پڑھنا سوم اپنے گھر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور
حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھکر دو رکعتیں ہلکی سے پڑھتے پھر
داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہانتک کہ موذن تکبیر کے لیے آپکی خدمت میں آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن واتی بالمنذور فهو السنة وقیل لا نذر کیا سنتوں کو پھر ادا
کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہانے کہا کہ سنت نہوگی م نہر الفائق میں کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہونا جاتا رہیگا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتوں کی نیت کرکے
توڑدے پھر انکو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہو جائیگا اسیطرح یہاں وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہے اصلی واجب نہیں کہ سنت نہیں ادا
النوافل ینذرها ثم یصلیها وقیل لا ارادہ کیا نوافل کا تو انکو نذر کرنے پھر پڑھے اور ایک قول یہ ہے کہ نذر نکرے م نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتوں کو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہ ہے کہ نفلین
جب نذر کی نماز ہو جائینگی تو انکے پڑھنے سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہے کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادتیں ثقل اور نفس پر شاق ہونا پایا جائیگا علاوہ اسکے مسلم کی
حدیث میں نذر سے نہی وارد ہے کذا فی الشامی مختصرا ترک السنن ان راها حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتوں کو کہ اگر انکو حق سمجھتا ہے تب تو ترک سے گناہگار ہوگا ورنہ کافر ہو جائیگا یعنی حقارت کی
وجہ سے والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنها والاصح افضلیة ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل میں سوا تراویح کے بہتر ہے مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہو جانے
کے انسے اور صحیح تر قول افضل ہونا اس صورت کا جسمیں خشوع اور اخلاص زیادہ ہو م وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہ ہے کہ صحیحین میں مروی ہے کہ بہتر نماز آدمی کی اسکے گھر میں ہے سوا
فرض نماز کے تو اسکی رعایت پر ضرور ہے ہاں جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کاموں میں لگ جائیگا اور سنتیں یا نفل چھوٹ جائینگی تو اس صورت میں بہتر ہے کہ مسجد میں پڑھے اور اصح یہ ہے
کہ خشوع واخلاص اگر مسجد میں زیادہ ہوتا ہو تو وہاں پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو اسلیے استثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور جماعت مسجد میں ہوتی ہے اسیطرح تحیۃ المسجد
اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والے کی اس حکم سے مستثنی ہیں کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیة عن المواهب اور مستحب
ہیں دو رکعتیں بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب سے نقل م اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہے کذا فی الطحطاوی اور
تحیۃ الوضو میں بھی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہے کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار
اور مستحب ہیں چار رکعتیں اور چار سے زیادہ چاشت میں قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اسکا وقت مختار یعنے افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہے وفی المنیة اقلها رکعتان
واکثرها اثنا عشر واوسطها ثمان وهو افضلها کما فی الذخائر الاشرفیة لثبوته بفعله وقوله علیه الصلاة والسلام واما اکثرها فبقوله فقط اور منیہ میں ہے کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتیں
ہیں چنانچہ بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتوں کی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتیں چاشت کی بارہ ہیں چنانچہ ترمذی اور
نسائی میں بسند ضعیف مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتیں پڑھیگا اسکے لیے اللہ تعالی جنت میں سونیکا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط
رکعتیں چاشت کی آٹھ ہیں اور وہی افضل ہیں جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں ہے بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل

[illegible]

[illegible] یا سنت کیونکہ قولی دلیل [illegible] معلوم ہوا [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ثابت فرمائی اسکی رو سے سنت معلوم ہوتی ہے شامی نے بہت کا

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فرض [illegible] معلوم ہوتا [illegible] صحیحین میں [illegible]

اسکی رکعتون کی تعداد مین اختلاف ہے [illegible] رات سے جاگے اور [illegible] دو رکعتین پڑھے

تو دو دو [illegible] بہت ذکر کر [illegible] اس سے [illegible] ہوتا ہے کہ اقل تہجد دو رکعتین ہیں اور ابو داؤد کی حدیث میں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا اقل [illegible] رکعتین [illegible] کہ اقل تہجد دو رکعتین ہیں اور زیادہ دو آٹھ رکعتین شامی نے لکھا کہ اس صورت میں [illegible]

[illegible] تہجد کی [illegible] رکعتین ہیں اور اوسط چار ہیں اور اکثر آٹھ [illegible] کہ ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سووے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی میں

جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف میں جاگے اور بہتر یہ ہے کہ رات کے چھ حصہ کرے پہلے تین حصہ میں سووے اور چوتھے اور پانچویں میں جاگے اور

چھٹے میں سووے کیونکہ صحیحین میں [illegible] کہ اللہ تعالیٰ کو سب نمازوں سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہے کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ

سوتے [illegible] احیاء الیالی [illegible] لکل عبادۃ تعم اللیل او اکثرہ [illegible] مستحب ہے

عید فطر اور عید قربان کی [illegible] شب [illegible] شب براءت [illegible] دس راتوں اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتوں پہلی ذی الحجہ کا

اور [illegible] راتوں میں عبادت [illegible] تمام شب یا اکثر شب عبادت [illegible] نماز نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر

تسبیح اور [illegible] کی نماز جماعت سے پڑھے [illegible]

بیداری کا ثواب [illegible] استخارہ [illegible] جب کوئی امر [illegible] تردد ہو تو چاہیے

[illegible] دو رکعتین نفل پڑھے [illegible] اللہم انی استخیرک [illegible]

اور بہتر ہے کہ اول رکعت میں سورۃ [illegible] اور دوسری میں اخلاص [illegible]

[illegible]

لہ دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے پس اگر خواب مین سفیدی یا سبزی دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو نکرے کہ برا ہے کذا فی الشامی

واربع صلوٰۃ التسبیح بثلثمائۃ تسبیحۃ وفضلہا عظیم اور مستحب ہین چار رکعتین صلوٰۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھ اور ثواب اسکا بہت ہے صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طور احادیث سے ثابت ہین اول جو ترمذی مین بروایت عبد اللہ بن مبارک مروی ہے یہ ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانیکے دس بار پھر رکوع مین دس بار پھر قومہ مین دس بار پھر سجدہ مین دس بار پھر جلسہ مین دس بار پھر دوسرے سجدہ مین دس بار اسیطرح چارون رکعتون مین چھتر چھتر بار پڑھے کل تین سو دفعہ ہوجائینگے اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہے کہ الحمد سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع مین دس بار قومہ مین دس بار سجدہ اول اور جلسہ اور سجدہ دوم مین دس دس بار بعد سجدہ دوم کے دس بار کہکر دوسرے رکعت کو اٹھے پس دونون طور مین اتنا فرق ہے کہ اول مین صرف قیام مین پچیس بار کہنا ہوتا ہے پندرہ بار قراءت سے پیشتر اور دس بار قراءت کے بعد اور دوسرے مین قیام مین پندرہ بار بعد قراءت کے ہے اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدہ دوم کے بیٹھنا مکروہ کہتے ہین اسلیے شرح منیہ اور قنیہ مین اول ہی روایت کو اختیار کیا ہے کہ اسمین حاجت دوسرے سجدہ کی بعد جلسہ کے نہین پڑتی مگر جب معلوم ہوگیا کہ دونون طور حدیث سے ثابت ہین تو مناسب یہ ہے کہ کبھی اسطرح پڑھے کبھی اسطرح اب کئی باتین اور قابل سننے کے ہین اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے لیے کچھ سورتین معین ہین آپ کو معلوم ہین تو فرمایا کہ اول مین الہاکم التکاثر دوسری مین سورۂ عصر تیسری مین کافرون چوتھی مین اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہین سواے اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہے کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز مین اگر سہو ہوجاے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہین ہان اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جاے تو دوسرے ہی رکن مین اسکو پڑھ لے مثلا رکوع مین بھول جاے تو قومہ مین نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہے بلکہ سجدہ اول مین بیس بار پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت مین چھتر ہوجاے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ مین اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیون پر نکرے بلکہ دل مین گنتا جاے یا انگلی کی پور دبا دبا کے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَہْلِ الْہُدٰی وَاَعْمَالَ اَہْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَہْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَہْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَہْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَہْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَہْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَہْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْکَ حَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ بِالتَّوْبَۃِ خَوْفًا مِّنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حُبًّا لَّکَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنٍّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ) ہفتم اسکی تسبیح مین (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) بھی ملالینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہے ہشتم اسکے حدیث مین اگرچہ بعض طرق ضعیف ہین مگر کثرت طرق سے درجہ حسن تو پہونچ گئی ہے اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہے یہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھوگے تو اللہ تعالی تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالے معاف فرمائیگا کذا فی الشامی مصرف

واربع صلوٰۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی اثنا عشر بسلام واحد وبسطناہ فی الخزائن اور مستحب ہین چار رکعتین نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہے کہ دو رکعتین ہین اور حاوی مین ہے کہ وہ بارہ رکعتین ہین ایک سلام سے اور مشرح بیان کیا ہے ہمنے اسکو خزائن الاسرار مین م تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوے وغیرہ مین نماز حاجت کی چار رکعتین لکھی ہین بلکہ تجنیس مین یہ بھی نقل کیا ہے کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت مین بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتون مین الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس باب مین ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ مین مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتین ہین چنانچہ ترمذی مین عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالی یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دوگانہ نماز پڑھے پھر اللہ تعالی کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ہَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ہِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَہَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

اُٹھنے سے [illegible] الطحاوی [illegible] جماعت ہی نہ لے سکے [illegible] آیت کا [illegible]
نماز پڑھنا [illegible] صورت [illegible] کے لیے [illegible] حاجت [illegible] رکعتوں کی [illegible] قرأت نفل [illegible]
مثلاً [illegible] واجب [illegible] اور فرض میں ہر قرأت فرض [illegible] رکعتوں میں کوئی سی دو ہوں [illegible] رکعتوں کو
واجب ہے [illegible] فرض [illegible] ادا [illegible] ہوتا ہے کیونکہ فرض [illegible] واجب کی [illegible] کذا فی [illegible]
[illegible] اسلیے کہ [illegible] جس [illegible] اول [illegible] فرض [illegible] البحر [illegible] نفل بیان کیا ہے کذا فی الشامی وکل النفل والمنفرد [illegible]
الرباعیۃ المؤکدۃ [illegible] قرأت نماز نفل کی ہر رکعت میں [illegible] ہے اسلیے کہ نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہے لیکن یہ تعلیل [illegible]
والی سنتوں [illegible] کو پس [illegible] شامل [illegible] پہلے [illegible] قعدہ اولیٰ میں درود [illegible] اور تیسری رکعت میں [illegible]
[illegible] شارح نے پہلے لکھا ہے کہ سنن [illegible] بسبب [illegible] مشابہ فرض ہیں [illegible] دونوں [illegible] کی [illegible] قرأت کا فرض ہونا ہر رکعت میں نفل ہونیکے سبب ہے
اور [illegible] پڑھنا اور [illegible] بسبب مشابہت فرض کے ہے کذا فی الشامی وکل الوتر احتیاطاً اور وتر میں بھی ہر قرأت وتر کی ہر رکعت میں احتیاطاً [illegible]
[illegible] ولزم النفل شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام او بقیام الثالثۃ شروعاً صحیحاً [illegible] اور لازم ہوجاتی ہے وہ نفل جسکو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ سے یا ایک دوگانہ پورا کرکے تیسری کیلئے
کھڑا ہونے سے شروع کیا ہو صحیح طور پر قصداً [illegible] صحیح شروع سے وہ صورت نکلی جسمیں شروع فاسد ہو جیسے امی اور عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصداً سے وہ صورت
نکلی کہ شروع گمان سے کیا ہو مثلاً اس گمان سے کہ میرے ذمہ فرض ظہر ہیں نیت فرض کی پھر یاد آیا کہ پڑھ چکا ہوں تو یہ نماز نفل ہوجاتی ہے قصداً شروع نہیں ہوئی
کذا فی الشامی حاصل یہ کہ شروع صحیح قصداً کے بعد اگر نماز فاسد ہوجائیگی تو اسکی قضا لازم ہوگی الا فی [illegible]
[illegible] لیکن قضا لازم نہوگی جبکہ شروع کیا نفل پڑھنے کو پیچھے فرض پڑھنے والے کے پھر نفل کو توڑ کر اسی فرض کی نیت سے اقتدا کیا [illegible] یا دوسری
کی نیت سے اقتدا کیا امام [illegible] مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اس خیال سے کہ مثلاً فرض ظہر پڑھ چکا ہوں امام کے ساتھ [illegible] نفل کی پھر یاد آیا کہ [illegible] نہیں پڑھا تو نفل کو توڑ کر
فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کر لیا تو اس نفل کی قضا لازم نہوگی اسیطرح اگر بدون فرض کے یاد آنے نفل کو توڑ کر دوسری نفل سے اقتدا کرلی تب بھی قضا لازم نہوگی اسلیے کہ [illegible]
ادا نماز کی امام کے ساتھ [illegible] دونوں صورتوں میں حاصل ہے کذا فی الشامی [illegible] قضا لازم نہوگی جبکہ اقتدا کرے [illegible] تیسری صورت اسکی یہ ہے کہ
ایک شخص نے مثلاً عشا کی فرض [illegible] اس گمان سے کہ [illegible] نہیں پڑھی اور اسکے پیچھے ایک دوسرے شخص نے [illegible] نفل کیا پھر امام کو یاد آیا کہ عشا اسکے ذمہ نہیں اور نماز کو توڑ دیا
تو اسپر قضا ہے نہ اسکے مقتدی پر شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں مقتدی پر [illegible] اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں [illegible] قضا لازم [illegible]
امی یا عورت یا بے وضو کے اقتدا کرنے میں اسلیے کہ شروع نماز کا صحیح نہیں [illegible] مفتی ابو السعود نے [illegible] امی کے پیچھے [illegible] وجوب قضا مناسب ہے اسلیے کہ [illegible] شروع صحیح ہوا [illegible]
کا وقت آنے پر نماز فاسد ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] فی الحال [illegible] الدر المختار [illegible] مراد یہ ہے کہ مقتدی [illegible] فاسد کردے
تب قضا لازم ہوگی اور اگر مقتدی نے نماز کا [illegible] فاسد کیا تو اسکو قضا لازم ہوگی [illegible] صورت [illegible] سے متعلق [illegible]
والے کے پیچھے [illegible] امی وغیرہ کے پیچھے اقتدا سے متعلق نہیں کذا فی الشامی ولو عند غروب وطلوع واستواء علی المختار [illegible] شروع سے لازم ہوجاتی ہے اگرچہ شروع
غروب یا طلوع آفتاب یا ٹھیک دوپہر ہونیکے نزدیک ہو موجب ظاہر روایت کے امام اعظم سے فان افسد حرم لقولہ تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم الا بعذر ووجب قضاؤہ
ولو فسادہ بغیر فعلہ کتیمم رأی ماء ومصلیۃ [illegible] حاضت پس اگر کسی نفل کو فاسد کریگا تو حرام ہوگا بسبب ارشاد خداوندی کے کہ [illegible] باطل کرو اپنے اعمال کو مگر کسی عذر کی وجہ
سے فاسد کرنا حرام نہیں جیسے اوقات مکروہہ میں شروع کرنا کہ اس صورت میں فاسد کرنا اچھا ہے اور واجب ہے قضا اس نفل کی اگرچہ فاسد [illegible]
تیمم والا کہ نماز میں پانی کو دیکھے اور نماز پڑھنے والی عورت یا روزہ رکھنے والی حیض سے ہو جائے [illegible] اختیار نہیں مگر قضا نماز و روزہ کی لازم [illegible]

خود واسطے کر لیگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی (و نذر اذا) اوجب علی العبد بالشرط نوعان ما یجب بالقول وهو النذر سمی به او یجب بالفعل وهو الشروع فی النوافل فجعلها
اور جاننا چاہیے کہ بندہ پر جو چیز اسکے لازم کر لینے سے واجب ہوجاتی ہے وہ دو قسم ہے ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہے اسکا حکم آگے آویگا دوسرا یہ کہ فعل سے
واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہے نفلوں میں اور شاعر کا قول ان نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہیں سبع من النوافل تلزم الشارع اخذا
لذلک مما قاله الشارع بصوم صلوٰۃ طواف حجہ رابع عکوف عمرة احرام السابع (ف) نفلوں میں سے سات ہیں جو شروع کرنیوالے کو لازم ہوجاتے ہیں یہ حاصل ہے اس
قول سے کہ فرمایا ہے اسکو شریعت مقرر کرنیوالے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول نماز نفل دوم روزہ نفل سوم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کرنا معتکف کا ششم عمرہ
نفل ہفتم احرام نفل ہے طواف شروع کرنے سے سات پھیرے پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اسوقت ہو سکتی ہے جب اسکی میعاد اقل ایکدن ہو یعنے جن
لوگوں کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے انکے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہ ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں تو اقل اعتکاف ایک ساعت ہے
اس صورت میں قضا لازم نہوگا کیونکہ شروع اعتکاف میں جسقدر دیر لگیگی اسقدر سے اعتکاف ادا ہوجاویگا ہاں فتح القدیر میں ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع
کرنے سے لازم ہوجاتا ہے تو اس مسئلہ کو اسپر محمول کرسکتے ہیں اور احرام کی صورت یہ ہے کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائیگا پھر
اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ میں سے جسکے لیے چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی (**وقضی رکعتین لو نوی اربعا**) غیر مؤکدة علی اختیار الحلبی وغیرہ (**ونقض فی خلال الشفع
الاول والثانی**) ای وتشهد للاول والا فیفسد الکل اتفاقا اور قضا کرے دو رکعتیں اگر نیت چار رکعتوں غیر مؤکدہ کی کی ہے موجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دے نماز کو
اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے میں توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنے بمقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونوں دوگانے
فاسد ہوجاینگے بالاتفاق اسلیے کہ دوگانہ اول اسوقت صحیح ہوتا کہ اسکا فاسد پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر مؤکدہ نفلوں کا ہے اور اگر مؤکدہ سنتوں میں سے چار رکعت
والی کی نیت کر کے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیگا تو بالاتفاق چار رکعتیں قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے مشروع ہیں اور انکے دونوں دوگانوں کو حکم ایک ہی نماز کا ہے
اور درمیان کی قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھ لازم نہوگا (**والاصل ان کل شفع صلوٰۃ الا بعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول**) اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ
نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولی کے ہے یعنی ان تین صورتوں میں ہر دوگانہ جدا نہیں چاروں کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ظہر کے
پڑھنے والے کے پیچھے نفل کی نیت کرکے توڑ دے تو چار رکعتیں قضا کرنی چاہییں کذا فی الشامی (**کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکها فی الاول فقط او الثانی
او احدی رکعتی الثانی او احدی رکعتی الاول او الاول**) واحدی الثانی لا تجبیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیه فهذه تسع صور للزوم رکعتین جیسے دو رکعتیں
قضا کرے اگر قراءت ترک کرے نفل کے دونوں دوگانوں میں یا قراءت ترک کرے صرف اول کے دوگانہ میں یا دوسرے دوگانہ میں یا دوسرے کی ایک رکعت میں یا پہلے کی ایک
رکعت میں یا پہلے دوگانہ میں اور دوسرے کی ایک رکعت میں نہ اسکے سوا اور صورتیں ہیں ان صورتوں میں قضا دو رکعتیں اسلیے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسرے
دوگانہ کا بنا کرنا اسپر درست نہوا یہ نو صورتیں ہیں دو رکعتوں کے لازم ہونیکی (**وقضی اربعا فی ست صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول
ولصورۃ القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر**) اور قضا کرے چار رکعتیں چھ صورتوں میں اگر ترک کرے قراءت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانہ میں مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت
میں قراءت کی صورت ملانے سے سولہ صورتیں ہوجاتی ہیں ہم ان صورتوں کا نام مسائل ثمانیہ ہے جنمیں سے چھ میں قضا دو رکعت کی لازم آتی ہے اور دو میں قضا چار کی چنانچہ ماتن نے ان میں
آٹھ کو ذکر کیا ہے مگر چھ صورتیں حقیقت میں بموجب تقسیم عقلی کے نو ہیں اور وہ صورتیں جو کہ حاوی ہیں اس حساب سے کل صورتیں پندرہ ہوئیں اور اگر چاروں رکعتوں میں قراءت پڑھنے
کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر میں قضا لازم نہیں ہے یعنی پندرہ ہی صورتیں ہیں اور مزید توضیح کے لیے ہم اسکا نقشہ لکھ دیتے ہیں چار رکعتوں کے
لیے چار خانہ مقرر کرکے قراءت کی جگہ ق اور ترک قراءت کی جگہ صفر رکھینگے اور ترتیب یہ رکھینگے جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور کیفیت کا لکھتے ہیں
کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اسکی تفصیل شرح شامی میں ہے جو چاہے اسکو ملاحظہ کرے لیکن باقی لازم تفصیل یہ ہے صورت باقی ہے جس میں نماز نے نقشہ

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
۰	۰	۰	۰	دو رکعتیں لازم ہونگی
۰	۰	ق	ق	"

ق	ق	.	.	[illegible]
ق	ق	ق	.	"
ق	ق	.	ق	"
ق	.	ق	ق	"
.	ق	ق	ق	"
.	ق	ق	.	"
.	.	.	ق	"
ق	.	ق	.	[illegible]
.	ق	.	ق	"
ق	.	.	ق	"
.	ق	ق	.	"
ق	.	.	.	"
.	ق	.	.	"
ق	ق	ق	ق	چاروں صحیح ہونگی

[illegible] صورت [illegible] کردیا [illegible] دو رکعتین [illegible]
[illegible] قراءت ترک کی [illegible]
[illegible] اور تیسری [illegible] صرف [illegible] کذا فی [illegible]
[illegible] یا قیدکیا سجدہ [illegible]
[illegible] تیسری رکعت [illegible] سجدہ کرنے سے فاسد
کردی یا بعد سجدہ [illegible] تو [illegible] حکم ہے کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتین قضا کرے اور امام ابو یوسف کے
نزدیک چار کذا فی [illegible] اور [illegible] میں مختلف ہیں اور [illegible]
[illegible] تشہد کا امام [illegible] تشہد میں [illegible]
[illegible] امام کے [illegible] چار رکعت [illegible] نفل پڑھتا [illegible] کیا [illegible]
کی قضا لازم آوے گی مقتدی کو بھی چار کی لازم ہوگی کیونکہ [illegible] التشہد میں کیا ہو [illegible] اربعا [illegible]
قدر التشہد ثم نقض [illegible] الثانی اور [illegible] قضا کرنیکی چار رکعتوں کی اور بیٹھا بقدر تشہد
کے پھر توڑ دیا نماز کو اسلیے کہ اسنے شروع نہیں کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہوچکا او شرع فی فرض
ظانا انہ علیہ فذکر اداہ انقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطا لا ملتزما یا قضا نہیں اگر شروع کیا
فرض کو اس گمان سے کہ فرض مذکور اسکے ذمہ ہے پھر یاد آیا کہ ادا کرچکا تو یہ فرض نفل ہوجائیگا بدون قضا لازم آنے کے درصورت فاسد کرنے کے اسلیے کہ اسنے نماز کو شروع
کیا تھا اپنے اوپر سے فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمے لینے کو او صلی اربعا فاکثر ولم یقعد فیہا استحسانا [illegible]
یا قضا نہیں اگر پڑھیں چار رکعتیں یا زیادہ یعنی چھ یا آٹھ اور بیچ میں نہ بیٹھا قضا نہیں استحسان کی وجہ سے اسلیے کہ نمازی نے کھڑے ہوجانے سے ہر دوگانہ کو جدا
نہ رکھا بلکہ ایک نماز کردیا تو قعدہ اولی واجب ہوگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹھہرا اور قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہے تو دوگانہ کے
بعد کا قعدہ فرض ہوا اور فرض کے ترک سے نماز نہیں ہوتی مگر جب یہ دوگانہ کے بعد پھر کھڑا ہوگیا تو اسنے سب نماز کو ایک کردیا اسلیے بیچ کا قعدہ استحسانا نفلوں کے قعدہ
کی طرح واجب ہوگیا اور اخیر قعدہ فرض ٹھہرا و فی الترشیح صلی الف رکعۃ ولم یقعد الا فی آخرہا صح خلافا لمحمد ویسجد للسہو [illegible]
رکعتیں اور نہ بیٹھا مگر سب سے آخر میں تو صحیح ہونگی بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہوجاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی
بیچ کے قعدوں کے اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑھے کسی دوگانہ کے شروع میں کیونکہ یہ دونوں ابتداء نماز میں ہوتی ہیں [illegible]
ترشیح کے تشریح بتقدیم شین لکھا ہے اور ایک نسخہ میں توشیح بواو ہے شامی نے کہا کہ واو کے ساتھ زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف سراج ہندی کی [illegible]
علی القیام قاعدا الا [illegible] ابتداء [illegible] بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح [illegible] غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصف الا بعذر [illegible]
باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نفل پڑھے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بھی پڑھے نفل بیٹھ کر پڑھے وقت ابتداء کرنے کے اور اسیطرح وقت بنا کرنیکے بعد شروع کے [illegible]
کھڑا ہو کر کرے اور تمام بیٹھ کر کرے بدون کراہت کے صحیح تر قول میں مثل اسکے عکس کے یعنی بیٹھ کر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کھڑے ہو کر تمام کرنا جائز ہے [illegible]
بیٹھ کر نفل پڑھنے میں ثواب اور لوگوں کا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدھا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدھا نہیں ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے [illegible]

شریف اور اسکا مقابل درر اور وقایہ وغیرہ کا قول ہے کہ انھون نے کراہت پر یقین کیا جو بنا کی صورتمین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلیے استثنا
کیا کہ آپکا ثواب قیام اور قعود مین یکسان ہے بسبب آپکی شرافت کے کذا فی الطحطاوی و لا یصلی بعد صلوٰۃ مفروضۃ مثلہا فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نمازی نہ پڑھے بعد فرض
نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قراءت مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہین لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے
کوئی نماز مثل اُسکے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث اجماعاً مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑھی جاتی ہے کہ انکے پیشتر ایسی ہی سنتین
ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جاوے یعنے مثل ہونا مطلقاً مراد نہین بلکہ قراءت یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح
پڑھے کہ اول کی دو مین قراءت پڑھے اور دوسرے دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایسا ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی
مختصرا و لا تعاد عند توہم الفساد للنہی اور نہ دہرائی جائے نماز وقت وہمی ہونے فساد کے بسبب ممانعت کے ہم یعنے اگر ایکبار نماز پڑھ لی پھر وسوسہ کے باعث شبہ ہوگیا کہ یہ نماز
فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلاً کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورتمین اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری
کذا فی الشامی و ما نقل ان الامام قضا صلوٰۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رحمہ نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو
اگر یہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑھا کرتے تھے ہم یہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا
حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلیے کہ ایسا تو ہوا نہوگا کہ امام صاحب نے اپنی پیشتر کی نمازون مین کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوے ہون تاکہ اعادہ انکا واجب ہو جاے
بلکہ غالباً انکی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتون مین آپ نے قراءت پڑھی تاکہ نفل ہو جاین تو مغرب
اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہین تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو
وتر اور مغرب کو آپ چار رکعتین تین قعدون سے پڑھتے تھے یعنے تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر تشہد پڑھ لیتے تھے تاکہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہو جاے اور قعدہ کا زیادہ
ہو جانا نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی تو یہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے
کہ یہ روایت صحیح نہین و یقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹھتا ہے قول مختار پر ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتوے
ہے اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضون نے کہا گوٹ مار کر اور یہ اختلاف افضلیت مین ہے نہ جواز مین یعنے مختار یہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل
ہے گو اور طرح پر پڑھنے سے بھی ادا ہو جائیگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بھی التحیات کے لیے اسیطرح بیٹھے جیسے فرضون مین بیٹھتے ہین کذا
فی الشامی و یتنفل المقیم راکبا خارج المصر محل القصر مومیا فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ و لو ابتداء عندنا و علی
نجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری مین شہر کے باہر یعنے ایسی جگہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا پڑے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زمین پر سجدہ کریگا
تو یہ سجدہ کرنا بھی اشارہ مین متصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے جسطرف کو اسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے
شروع کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑھنے مین استقبال قبلہ شرط نہین نہ نیت کے وقت نہ درمیان مین بخلاف امام شافعی رحمہ کے کہ انکے نزدیک نیت کے
وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے
اور اگر جانور یا رکاب پر نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہے و لو سیر الدابۃ بعمل قلیل لا باس بہ
اگر سواری کے جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی و ان افتتح المتنفل راکبا ثم نزل بنی و فی عکسہ لا لان الاول اکمل مما وجب بخلاف
عکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کرے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس مین یعنے شروع کیا زمین پر پھر سوار ہو گیا بنا نکرے اسلیے
کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اسکی عکس ہے ہم یعنے پہلی صورتمین نیت ایسی نماز کی ہوئی جسمین رکوع اور سجدہ اشارہ سے تھا اور جب اسکو تمام ادا کیا

[illegible] نسبت [illegible] صورت [illegible] وحید کے [illegible]
[illegible] الفقہا [illegible] المنشر [illegible] الخ [illegible]
[illegible] اور اگر نماز نفل کو شہر سے باہر شروع کیا [illegible] داخل ہو [illegible] سواری پر اشارہ سے پڑھ کر [illegible]
[illegible] تمام [illegible] قول [illegible] سواری پر تمام کرے [illegible]
اور اگر تمام کرے کذا فی الدر المختار و فی [illegible] الی القبلة [illegible] قبلہ کیطرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر جب نفل کو سواری پر شروع کیا [illegible]
نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر [illegible] الا بعمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو فاسد ہو جاتی اسلیے کہ سوار ہونا
عمل کثیر ہے بخلاف اترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل ہے ممکن ہے اسطرح کہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کرکے کھسک کر اتر آوے ہم یہ مسئلہ شامی سے کر کے اسلیے بیان
کیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کل [illegible] پر ادا کرے [illegible] درست [illegible] اور بیان علت فساد عمل کثیر کو [illegible] کذا فی الشامی ولو صلی علی
دابة فی شق محمل وهو یقدر علی النزول بنفسه لا تجوز الصلوة علیها اذا کانت واقفة الا ان تکون [illegible] الا رض [illegible]
اور اگر نماز پڑھی اونٹ پر محمل کے ایک طرف میں حالانکہ وہ اپنے آپ اسپر سے اتر سکتا ہو تو اسکی نماز درست نہ ہوگی [illegible] اونٹ کھڑا ہو مگر یہ کہ ایسے
محمل کے نیچے زمین پر ہوں مثلاً محمل کے نیچے لکڑی کا کھونٹا ہو جس سے محمل زمین پر ٹھہر جاوے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہاں سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہے اسکا
یہ سوجانا چاہیے کہ فرض و واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہیں اور ضرورتیں یہ ہیں کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اترنے کی صورت میں یا زمین پر کیچڑ وغیرہ
ہو چنانچہ آگے آتا ہے اور محمل میں نماز کا حال ایسا ہے جیسا خود سواری پر تو ٹھہری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑھے بشرطیکہ ٹھہرانے کے قبلہ کی طرف کو کر
ممکن ہو ورنہ حتی الوسع قبلہ جانب رکھنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھہرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہیں اور اگر خوف وغیرہ عذر ونکے باعث ٹھہرا نہ سکے
تو جسطرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اس نماز کا اعادہ اسکے ذمہ نہیں جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہیں کذا فی الشامی واما الصلوة علی العجلة ان کان
طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر او لا تسیر فهی صلوة علی الدابة فتجوز فی حالة العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرها اور گاڑی پر نماز کا یہ حکم ہے کہ اگر گاڑی کا
جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنے جائز ہوگی حالت عذر میں جسکا ذکر تیمم میں ہوا نہ دوسری حالت میں ہم جملہ النقتین بوجہ لادی کی
گاڑی کو کہتے ہیں جو کہ ناچی کیطرح ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم میں ہو خوف مال و نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیه الوجه
ذہاب الرفقا و دابة لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرة الغیر لا تعتبر اور عذر میں داخل ہے مینھ کا برسنا اور کیچڑ اسمیں منہ غائب ہو جاوے یعنے لتھڑ جاوے
اور چلا جانا رفیقوں کا اور جانور کا ایسا ہونا جسپر بدون مشقت سوار نہ ہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہ ہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہیں
شامی نے کہا کہ اگر کسی کے پاس سواری نہیں اور زمین سب گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی لو کان مع امه مثلا فی شق محمل
واذا نزل لم تقدر ترکب وحدها جاز له ایضا کما افاده فی البحر یعنے یہانتک کہا کہ اگر ہو وے مرد اپنی ماں کے ساتھ محمل کے ایکطرف میں اور جب وہ اترے تو اسکی ماں کیلیے
سوار نہیں ہو سکتی تو اس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل میں درست ہے چنانچہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ کہ محمل کے دو سواروں میں سے ایک کا ایسا ہونا
کہ نہ ٹھہر سکے دوسرے کے حق میں عذر ہے وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیلهم بانها کالسریر اور اگر گاڑی سڑک یا ریل وغیرہ پر ہو تو نماز اسمیں جائز ہے
اگر وہ گاڑی ہو چلتی نہ ہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کھڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہاں ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ
علماء ہند مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ چلتی ریل میں نماز فرض و واجب درست نہیں اور بعض درست کہتے ہیں جو درست نہیں کہتے انکی تقریر یہ ہے کہ ریل ہر جگہ پر تو نہیں
ٹھہرتی ہے کہ اسمیں آدمی نماز چھوٹی سی دور تو نفلی سافروں کیطرح پڑھ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت میں اتنی وسعت ہے کہ اسقدر عرصہ میں ریل کسی جگہ ضرور ٹھہرتی ہے [illegible]

سوا کوئی عذر نہین کہ ریل پر پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہین اور جو درست کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ہو کہ نمازی کا عذر وقت ارادہ نماز اور اُسکے شروع کرنے کے معتبر ہوگا قبل خروج وقت کے اُسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس چلتی ریل پر سے اُترنے سے عاجز ہونا عذر صریح ہو پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی ملجائیگا تو اُسکی نماز ہوجائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ جسوقت نماز ادا کی اُسوقت پانی پر قادر نہ تھا یہ دونون طرف کی دلیلین ہین پھر جو مترجم نے کتب فقہ کیطرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والونکا درست ہو چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکھی ہو کہ مسافر قافلہ حجاج مین جو عذر کے سبب اُتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہو کیا اُسکو درست ہو کہ مثلاً عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑھ لے یا اُسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اُترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہو کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہو گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی ملجائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھ تردد نہین ہان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو یہ صورت احتیاط کی ہو چنانچہ حلیہ کے باب التیمم مین مُنیہ سے منقول ہو کہ اولےٰ یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہانتک کہ جب وقت جاتا دیکھے اُسوقت پڑھ لے ہذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرہا المکان یہ سب یعنے نہ قادر ہونا اُترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکھنا یا گاڑی کا جا بیلون پر نہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کیلیے ہو بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہوسکے کھڑا کرنا اسلیے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو حاصل یہ ہو کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور نمازون مین شرط ہو اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونون امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کرسکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کرسکتا ہو قبلہ رخ نہین کرسکتا تو کھڑا کرنا لازم ہو تاکہ اتحاد مکان سب نماز مین حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کرسکتا ہو اور کھڑا نہین کرسکتا تو حلیہ مین مذکور ہو کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہو اور شارح کے قول بقدر الامکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہو اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اُس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی واما فی النفل فیجوز علے المحل والعجلۃ مطلقاً فرادی لا جماعۃ الا علی دابۃ واحدۃ اور نفل کا حال یہ ہو کہ درست ہو نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اُترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہو نہ جماعت سے مگر ایک سواری یکجانور پر جماعت سے بھی درست ہو خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو کذا فی الشامی ولو جمع بین نیۃ فرض ونفل ولو تحیۃ رجح الفرض لقوتہ وابطلہا محمد والائمۃ الثلثۃ اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض بسبب اُسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہو اُس نیت کو امام محمد اور آئمہ ثلثہ یعنے مالک واحمد وشافعی رحمہم نے یعنے فرض ونفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہوجائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اُس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحطاوی ولو نذر رکعتین بغیر طہر لزماہ بہ عندہ ای ابی یوسف کما لو نذر بغیر قراءۃ او عریانا او رکعۃ وکذا النصف رکعۃ عند ابی یوسف رح وہو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اُسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی مین تو قراءت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہو ط طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہو کہ عندہ کی ضمیر امام کی طرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو واہدرہ الثالث ای محمد اور باطل کیا ہو اس نذر کو امام سوم یعنے امام محمد رح نے تو اُنکے نزدیک اس نذر سے اُسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہو اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہو کہ نماز کا لازم کرنا اُس چیز کا لازم کرنا ہو جسکے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ عذر والے کے حق مین نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق مین بدون قراءت کے عبادت ہو تو نذر معصیت نہوئی کذا فی الشامی او نذر عبادۃ فی مکان کذا فاداہا فی اقل

[illegible] عبادت کی [illegible] سنت [illegible]
[illegible] نذر [illegible] روزہ [illegible]
[illegible] الا انہ [illegible] اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے شروع کرنے کی [illegible]
[illegible] اس عبادت کی [illegible] عبادت کا [illegible] جب عبادت کا [illegible]
جو فعل کہ سنت سے [illegible] حیضہا الا انہ [illegible] اگر عورت نے عبادت کی نذر [illegible] حیض کے دن میں کی [illegible]
[illegible] معصیت کی [illegible] عبادت نماز و روزہ کا [illegible]
[illegible] التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعا تراویح سنت مؤکدہ ہے بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے مردوں
اور عورتوں کے حق میں بالاجماع ہم خلفاے راشدین سے اکثر مراد ہیں کیونکہ تراویح کی مداومت عہد مبارک حضرت عمرؓ کے درمیان ہوئی اور انکے بعد تک
صحابہ اور علما سب اسپر متفق چلے آئے کسی نے انکار نہیں کیا اور شرح منیہ میں ہے کہ اکثر علماء نے انکے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور انکے سنت مؤکدہ ہونے کی
تصحیح ہدایہ وغیرہ میں کی ہے اور اجماع کی قید اسلئے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہیں جو صرف مردوں کے حق میں سنت بتلاتے ہیں یا سرے سے سنت ہی
نہیں کہتے اور حیات بن منصور نے بروایت [illegible] کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی ابن کعبؓ کو امام مردوں کا کیا تھا اور تمیم داری عورتوں کو نماز
پڑھایا کرتے تھے کذا فی الشامی ووقتہا بعد صلوۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الاصح اور وقت تراویح کا نماز عشا کے بعد ہے فجر تک وتر سے پہلے اور بعد
کے بعد صحیح تر قول میں ہے وقت تراویح میں تین قول ہیں اول یہ کہ تمام شب اسکا وقت ہے تو اس صورت میں آفتاب کے غروب سے صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا
قول یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے یعنے عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول ہے جو متن نے ذکر کیا بحر الرائق میں کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی
نے نہیں کی اور دوسرے کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے اور نہایۃ البیان میں کہا کہ متوارث اور ماثور یہی ہے اور تیسرے قول کو ہدایہ اور خانیہ اور محیط میں صحیح کہا ہے اور کافی
میں اسی کو جمہور کی طرف نسبت کیا ہے کذا فی الشامی فلو فاتہ بعضہا وقام الامام الی الوتر اوتر معہ ثم صلی ما فاتہ پس اگر نمازی کو کچھ تراویح نکل ہوں اور امام وتروں
کے لیے کھڑا ہو جائے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر وہ تراویح پڑھے جو فوت ہو گئی ہوں یہ تفریع تیسرے قول پر ہے اور دوسرے قول کے بموجب تمام
کے ساتھ پڑھنے سے وقت تراویح کا تمام ہو جائیگا اور دونوں قولوں پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ جس شخص نے فرض عشا نہ پڑھے ہوں تو وہ بدون فرض پڑھے جماعت
تراویح میں شریک نہو ویستحب تاخیرہا الی ثلث اللیل او نصفہ ولا یکرہ بعدہ فی الاصح اور مستحب ہے دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اسکے نصف تک اور
نہیں مکروہ ہے تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول میں ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہے کیونکہ تراویح تابع عشا کی ہے تو جب اصل یعنے عشا مکروہ
ہے تو تابع بھی مکروہ ہونا چاہیے اور وجہ مکروہ نہونے کی یہ ہے کہ تراویح نماز شب ہے اور افضل نماز شب میں یہی ہے کہ آخر شب میں ہو کذا فی الشامی مختصرا ولا تقضی اذا
فاتت اصلا ولو وحدہ فی الاصح فان قضاہا کانت نفلا مستحبا ولیس بتراویح کسنۃ مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہو جائے تو قضا اسکی بالکل نہیں
جماعت میں اور نہ تنہا صحیح تر قول میں پس اگر تراویح کو قضا پڑھیگا تو نفلیں مستحب ہو جائینگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتیں فوت ہو جائیں تو قضا نہیں کی
جاتیں [illegible] نے کہا کہ [illegible] بیان ہے اصلا کا یعنے نہ جماعت میں اور نہ تنہا اور [illegible] قول کا مقابل یہ ہے کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑھ سکتا ہے
والجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترک اہل مسجد اثموا الا لو ترک بعضہم اور جماعت تراویح میں سنت کفایہ ہے صحیح تر قول میں اس سے یہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے
جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گنہگار ہونگے نہ جبکہ جماعت کو انمیں سے بعض نے چھوڑا ہو جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ اشارہ کیا کہ اصل تراویح
سب کے حق میں جدا جدا سنت ہے اگر کوئی تراویح کو چھوڑیگا تو گنہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ ہے کہ بعض کے کرنے سے بقیہ کے ذمہ سے ادا ہو جائے [illegible]

فیہ افضل قالہ الحلبی اور جو نمازیں کہ جماعت سے مشروع ہیں انہیں مسجد افضل ہے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے بہ نسبت گھر پڑھنے کے
وہی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہیں حکمت انکے بیس ہونے کی برابر ہونا مکمل بالکسر کا مکمل بالفتح سے ہے ہم یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کیلئے ہوتی
ہیں اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اسلیئے تراویح بھی بیس رکعتیں ہوئیں تو تکمیل کرنے والی تراویح ہیں اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل
نقلی یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضہ سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے بعشر تسلیمات
فلو فعلہا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراہۃ والا نابت عن شفع واحد بہ یفتی تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور ہر دوگانہ
پر بیٹھا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہو جائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہے ہم یعنے سلف سے انکا پڑھنا دس سلاموں سے مروی ہے اور
فقہانے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلیں آٹھ سے زیادہ ایک سلام میں پڑھنا مکروہ ہیں اسلیئے بیسوں کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے یجلس ندبا بین کل اربعۃ بقدرہا
وکذا بین الخامسۃ والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلاۃ فرادی نعم تکرہ صلوۃ رکعتین بعد کل رکعتین بیٹھے بطور استحباب کے درمیان چار رکعتوں کے
مقدار چار رکعتوں کے اور اسیطرح درمیان پانچویں ترویحہ اور وتر کے اور آدمی مختار ہیں چاہیں اس توقف میں تسبیح پڑھیں چاہیں قرآن چاہیں خاموش رہیں چاہیں نفلیں تنہا
پڑھیں ہاں مکروہ ہے ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنی اسلیئے کہ توقف ہر ترویحہ کے بعد مشروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے (سبحان
ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح لا الہ الا اللہ
نستغفر اللہ نسألک الجنۃ ونعوذ بک من النار) کذا فی الطحطاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح میں پڑھنا تمام
قرآن کا ایکبار سنت ہے اور دو بار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چھوڑا جائے تمام قرآن کا پڑھنا لوگوں کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتیں کچھ اوپر چھ ہزار
ہیں اور شمار تراویح کی رکعتوں کی چھ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھیگا تو مہینے میں ایک ختم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی لکن
فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار میں ہے کہ افضل ہمارے زمانہ میں اسقدر کا پڑھنا ہے کہ لوگوں پر گران نہو اور ثابت رکھا ہے
اسکو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرأ ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیء فما ظنک فی التراویح اور مجتبی میں ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض
میں تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہیں کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح میں ہم یعنے جب فرض میں تین آیتیں پڑھنی بہتر ہیں تو تراویح
میں بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرأ فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما
باہل زمانہ فہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان میں ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک آیت
خواہ دو آیتیں پڑھیں تو مکروہ نہو گی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین چھوٹی آیتوں کے
برابر ہو اسی طرح دو آیتیں برابر تین آیتوں کے ہونی چاہیں ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہے کہ اگر لوگ اسطرح کے سست اور
بددل ہوں کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہوں تو اس صورت میں اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیئے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہیں ورنہ ایک ختم سے کم نکرے
کہ سنت وہی ہے ویأتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیأتی بالصلوۃ ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی
ویترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ میں اور امام تشہد پر بڑھاوے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جاوے تو صرف درود پڑھے اور تمین یعنی اللہم صل علی
محمد پر اکتفا کرے اسلیئے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اسکا پڑھنا ضروری ہے اور چھوڑ دے دعاؤں کو ویجتنب المنکرات ہذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح
واستراحۃ اور احتراز کرے غیر مشروع باتوں سے یعنی قراءت کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحہ کے بعد توقف
کے چھوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ یعنی جلد پڑھنے کے ہے اور وہ بدل ہے منکرات سے کذا فی الطحطاوی ونکرہ قاعدا لزیادۃ تاکدہا حتی قیل لا یصح مع قدرۃ القیام

اور کمیں وہ نماز کہ جو اکیلے پڑھنا بہتر ہے سب سے زیادہ تاکید ہوئی ہے بوجہ شوق ثواب کے یہانتک کہ بعض مقامات کو جماعت سے موجود ہو جاتے ہین تو وہ ہمیشہ جماعت کو
پڑھنی کی جماعت نہ ہو تو بہتر ہے اور بیچ کو پڑھنا بہتر ہے خلاف سنت کے فعل کے ہوگا ان شامی کذا کبری قیام رمضان کے
شب برات میں بھی مکروہ ہے یعنی قیام میں امام ہے مشابہت کے ساتھ منافقون سے ہم مقتدی کا بیٹھا رہنا مکروہ ہے
نماز کو شروع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ یہ علامت کسل کی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے منافقون کے حال مین اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یعنی جب نماز کو کھڑے ہوتے
ہین تو کھڑے ہوتے ہین سست اسی تشبیہ کی جہت سے یہ حرکت مکروہ ہے ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح بجماعۃ لانہا تبع فیصلیہ وحدہ ویصلیہا معہ
نہ جماعت فرض مین کی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھین اسلیے کہ جماعت تراویح کی تابع ہے جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑھی ہو وہ تراویح کو
امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے کے
ساتھ پڑھا تو نمازی کو جائز ہے کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے مراد اس سے یہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہیں پڑھا تو وتر
جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہوں تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے کذا فی الشامی بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر
تراویح کی جماعت سب نے ترک کی ہو تو کیا سب لوگ وتر کو جماعت سے پڑھین اسکا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم شامی نے کہا کہ ظاہرا وتر کو جماعت سے نہ پڑھے اسلیے کہ وتر
مین جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہے تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کے ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج
رمضان ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذ لا مانع نہر اور نہ پڑھا جاوے وتر اور نفل
جماعت سے رمضان کے سوا اور دنون مین یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دنون مین مکروہ ہے بشرط کثرت کے اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھین چنانچہ درر
مین ہے اور خلاف نہیں اقتدا کے صحیح ہونے مین کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہیں کذا فی النہر ہم چار مقتدیون کی قید اسلیے لگائی کہ ایک شخص یا دو مقتدی ہون گے
تو بلا کراہت درست ہے شامی نے کہا کہ ہر چند اقتدا نفل مین درست ہے مگر ثواب جماعت کا نہیں لما فی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوٰۃ رغائب
وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ مین بزازیہ
سے ہے کہ مکروہ ہے اقتدا کرنا صلوٰۃ رغائب مین اور صلوٰۃ برات اور صلوٰۃ قدر مین مگر جب مقتدی یون کہے کہ مین نے اتنی رکعتین اس امام کے پیچھے جماعت سے
نذر کی تمام ہوا قول اشباہ کا مین کہتا ہون کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہ ہے کہ نہیں چاہیے یہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے ہم رجب کے پہلے جمعہ
کی شب مین بارہ نفل صلوٰۃ رغائب کہلاتی ہے یہ نماز سنہ ۴۸۰ھ مین ایجاد ہوئی اور علمانے اسکی برائی اور اسکے پڑھنے والون کی حماقت مین کتابین تالیف کین اور منیہ
کے شارحون نے تصریح کی کہ جو کچھ اس باب مین مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اسکی جماعت کے لیے اہل بدعت یہ حیلہ کرتے ہین کہ رکعتون کو نذر کر لیتے ہین تاکہ جماعت
نفل کی نہ رہے واجب کی ہو جاوے اور صلوٰۃ برات سے مراد پندرھوین شب شعبان کی نفلین ہین اور صلوٰۃ قدر سے ستائیسون شب رمضان کی نفلین
ہین انمین بھی جماعت مکروہ ہے تو جماعت سے نفل ادا کرنے کے لیے نذر کا تکلف کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور
تاتارخانیہ مین ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نہ کرے تو اسکے حق مین کراہت نہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفیہ ای رمضان یصلی الوتر وقیامہ بہا اور رمضان مین
پڑھا جاوے وتر اور قیام رمضان جماعت سے ہم قیام رمضان سے مراد تراویح ہے یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے ہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل
شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل وتر مین جماعت ہے یا گھر پر پڑھنا دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہے لیکن شارح
وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہے جسکا مقتضا یہ ہے کہ گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے
جو اوپر قاعدہ لکھا تھا کہ جو نمازین جماعت سے مشروع ہین انکو مسجد مین پڑھنا افضل ہے اسکے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے

باب ادراک الفریضۃ

احکام ادراک الفریضہ

یہ باب ہے بیان میں جماعت فرض کا امام کو ملنا [illegible] مناسب ہے [illegible] اس باب [illegible] جماعت میں [illegible]
مسائل [illegible] شرع [illegible] فرض [illegible] [illegible]
[illegible] شروع کیا [illegible] فرض [illegible] کی جماعت شروع ہوئی [illegible] پڑھنے کی جگہ میں [illegible]
فرض کو توڑ دے بسبب [illegible] حاصل کرنے جماعت کے [illegible] فرض کی قید سے نماز نفل [illegible]
اور جماعت شروع ہو جاوے تو توڑ دے [illegible] اور اقامت سے [illegible] فرض [illegible] مؤذن کی اقامت [illegible]
میں [illegible] مؤذن کی [illegible] نماز [illegible] اگر نماز [illegible] جماعت مسجد میں شروع ہو [illegible]
[illegible] شرع فی الفریضۃ [illegible] واقامۃ المؤذن [illegible] اقامت سے شروع [illegible] مؤذن [illegible]
[illegible] وکذا فی النفل [illegible] جنازۃ [illegible] قطع [illegible] اگر ہلاک ہو جاوے [illegible]
جاوے [illegible] یا خوف کرے تلف ہونے ایک درہم کا مال سے یا ہووے نفل نماز میں اور جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کے
تو قطع کرے نفل کو بسبب [illegible] ہم بھی اگر فرض نماز پڑھتے میں جنازہ کی نماز کے [illegible] خوف ہو تو فرض کو قطع نہ کرے [illegible] نماز جنازہ [illegible]
[illegible] الغریق [illegible] اور حریق [illegible] اور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے [illegible]
[illegible] فی النفل [illegible] الصلاۃ [illegible] اور اگر پکارے نمازی کو اسکی ماں یا باپ فرض میں تو جواب نہ دے [illegible]
بھی فریاد [illegible] کے وقت جواب دے اور اسمیں ماں باپ اور غیر برابر ہیں کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز میں اگر ماں باپ کو علم ہو کہ یہ نماز پڑھتا ہے [illegible] تو جواب
نہ دے ورنہ جواب دے [illegible] صاحب بحرالرائق نے کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور کا ہے مباح اور کا ہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا [illegible]
مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی [illegible]
مشروع [illegible] قطع [illegible] بتسلیمۃ واحدۃ ھو الاصح ویقتدی بالامام [illegible] نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلئے کہ [illegible]
[illegible] توڑنا [illegible] اور کفایت کرے نماز توڑنے میں ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی [illegible] اور اقتدا کرے امام کے پیچھے یعنی اپنی نماز کو حالت قیام میں [illegible]
[illegible] وھذا ان لم یقید الرکعۃ الاولی بسجدۃ [illegible] رباعیۃ [illegible] ضم الیھا رکعۃ اخری [illegible]
[illegible] امام کا اقتدا اس صورت میں ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ [illegible] کیا ہو [illegible] نماز میں [illegible] مغرب کی نماز میں [illegible]
[illegible] سجدہ کیا ہو لیکن [illegible] رکعت میں دوسری رکعت ملا دے [illegible] نفل [illegible] حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب
ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کیے پھر اسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے
اور نماز [illegible] پڑھتا ہو تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک رکعت اسمیں اور ملا کر توڑے اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل [illegible]
جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب میں اس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اسکو پورا کرے اور اقتدا نہ کرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثا [illegible]
[illegible] اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی [illegible] النفل بعد [illegible] اگر چار رکعتوں والی نماز سے تین [illegible]
[illegible] تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر میں اقتدا نہ کرے واسطے کراہت
[illegible] نفل کے بعد عصر کے [illegible] میں سے تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا [illegible] سجدہ کیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی [illegible]

[illegible] ... قول البحر الرائق ... [illegible]

[illegible] ... نفل ... [illegible]

[illegible] ... جماعت ... [illegible]

[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہے کہ سنت کو وہ ... [illegible]

ہو سکے اور واجب ہی ہے اسی کو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی وکرہ ای تحریمًا خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ ای فی الذی ... دخول وقتها ... اور کروہ تحریمی ہے بسبب مخالفت کے نکلنا اس شخص کا جسنے نماز نہیں پڑھی اس مسجد سے جسمیں اذان ہوگئی ہو شارح نے کہا کہ اذان سے مراد ... اکثر ... نماز ہوجانے پر اذان ہوجاتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو یعنی اگر کسی شخص کو کسی مسجد میں نماز کا وقت ہوجاوے تو بغیر نماز پڑھے اسمیں سے نکلنا کروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لیا جاتا ہے صاحب بحر الرائق کی اور موافقت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے جب مسجد میں اذان کہا گیا پھر نکلا اور کسی کام کو نہیں نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے الا من ینتظم بہ امر جماعۃ اخری ای فلا کراہۃ فی خروج من مسجد ... او لاستاذ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ ان یعود مگر نکلنا اس شخص کو کروہ نہیں جس سے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی دوسری جگہ کا امام یا مؤذن ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اسمیں لوگوں نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے استاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ سننے کے لیے یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اسکا ارادہ ہو کہ پھر آجاوے گا تو کروہ نہیں کذا فی النہر والدر والا من صلی الظہر والعشاء وحدہ مرۃ فلا یکرہ لہ الخروج بل ترک الجماعۃ الا عند الشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفۃ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی متنفلا ... مگر اس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہو تو اسکو نکلنا کروہ نہیں بلکہ چھوڑنا جماعت کا یعنی یہ فعل کروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نہ کیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ کروہ ہے اس شخص کو نکلنا بسبب اسکی مخالفت کرنے کے جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اس وجہ کے کہ ... یعنی نفل اور جماعت دونوں حاصل کرنے کے لیے کذا فی الطحطاوی والا من صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت لکراہۃ النفل بعد الاولیین وفی المغرب احد المحظورین البتیراء او مخالفۃ الامام بالاتمام مگر اس شخص کو کروہ نہیں جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایک بار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال میں اگرچہ تکبیر ہوجاوے بسبب کروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے یعنی اگر ان دونوں نمازوں کو پڑھ کر امام کا شریک بہ نیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا ان دونوں کے بعد کروہ تحریمی ہے اور مغرب کی نماز میں اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتوں میں ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے ہم بتیرا تصغیر ہے بترا کی اور بتیرا اس ایک رکعت کو کہتے ہیں جسکے ساتھ دوسری نہ ہو یعنی اگر مغرب میں اقتدا بہ نیت نفل کریگا تو اس سے یا تو ادا کریگا تیسری رکعت تنہا رہ جاوے اور اگر یہ فرض کیا جاوے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتیں پڑھ کر انمیں چوتھی اور ملالے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے وفی النہر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراہۃ مکثہ بلا صلوۃ اشد اور نہر الفائق میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اسکا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اسکا مسجد میں بدون نماز کے زیادہ کروہ ہے بہ نسبت نفل پڑھنے کے ہم یعنی محشی ... کہتا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ ... کذا فی الطحطاوی ثم افاد القہستانی ان کراہۃ التنفل بالثلاث تنزیہیۃ وفی الغیاثیۃ ... فیما اساء میں کہتا ہوں کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتیں نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہے اور مضمرات میں ہے کہ اگر اقتدا کرلیا مغرب میں تو برا کیا اہ قہستانی نے اپنے قول کی تائید میں مضمرات کا یہ قول نقل کیا ہے لاکن قول قہستانی کا مردود ہے اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کر دی ہے اور غایۃ البیان میں آیا ہے کہ تین رکعتیں نفل کا پڑھنا بدعت ہے اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ اسکا پڑھنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث میں بتیراء سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ اسکا پڑھنا کروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی

واذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتها ترکها لکون الجماعۃ اکمل اور جب نمازی کو ڈر ہے فوت ہونے جماعت ... بسبب اپنے مشغول ہونے ...

اسکی سنتون مین تو سنتون کو ترک کرے واسطے ہونے جماعت کے کامل تر ہم یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہے اسکے سوا وعید ترک جماعت کا
زیادہ ہے بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والا بان رجا ادراک رکعۃ فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر
لا تترکہا بل یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونیکا نہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے
ملنے کا ظاہر مذہب مین اور ایک قول یہ ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول
کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق مین تو اس صورت مین سنتون کو ترک نہ کرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتون کو ترک کرے
اسلیے کہ مکروہ کا نکرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتون کو جماعت کے بیچ مین پڑھنا مکروہ ہے اور ادا سنت مسنون تو مقدم یہ ہے کہ فعل مکروہ کو نکرے ع م شامی نے کہا کہ
تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہے فتح القدیر مین اسکو قوی کہا ہے کہ اگر جماعت کی التحیات ہی ملے تو سنتون کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان مین
اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ مین بھی یہی ہے اور دروازہ مسجد سے یہ غرض ہے کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ مین پڑھے
اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ فرضون کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت اسمین ہے کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتین امام کے تحریمہ
شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جہان چاہے پڑھے کچھ کراہت نہین ثم ما قیل یشرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ او ثم یقطعہا ویقضیہا مردود بان درء المفسدۃ مقدم علی
جلب المصلحۃ پھر جو یہ کہا گیا ہے کہ سنتون کو شروع کرکے پھر فرضون کے لیے اللہ اکبر کہہ لے یا اول سنتون کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہ دونون قول رد
کیے گئے ہین اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کے کھینچنے سے ع م فقیہ اسمعیل زاہدی نے یہ کہا ہے کہ فجر کی سنتون کو شروع کرکے توڑ دے تاکہ انکی قضا واجب
ہو جاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھ لے کیونکہ وہ اب واجب ہین نہ سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے
کہ یہ واجب کچھ نذر کی نماز سے بڑھ کر نہین حالانکہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو قصدا فاسد کرنے
کے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعا ممنوع ہے تو اس خرابی کا دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا
قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتون کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت اسکے فرضون کی قضا کرے
زوال سے پیشتر نہ اسکے بعد صحیح تر قول مین اسلیے کہ حدیث مین انکا قضا کرنا مہمل وقت مین خلاف قیاس وارد ہوا ہے تو غیر اسوقت کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا ع م وقت
مہمل اسکو کہتے ہین جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور حنفیون کے نزدیک رات دن مین اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہین اور حدیث سے
مراد قصہ لیلۃ التعریس کا ہے جو مسلم مین مفصل مروی ہے مجملا یہ ہے کہ آخر شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دینا وہ بھی سو گئے
یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی آپنے اُس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونیکے بعد فجر کی سنتین پڑھ کر فرض جماعت سے پڑھی تو شارح کہتا ہے کہ یہ قضا صرف اسیوقت منحصر
رہیگی اور وقت کو اسپر قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تبعا قضا درست ہے اور کافی مین ہے کہ بدون تبعیت فرض اجماعا قضا نہین بخلاف سنۃ الظہر
وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا ویقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعۃ عند محمد وبہ یفتی جوہرہ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا انحلاف
سنت ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتونکے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نکلنے کا تو سنتون کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھ لے وقت ظہر مین اور وہ سنتین ہین
بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتون سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتین کہ عشا کے پیشتر ہین وہ مستحب ہین انکو قضا نہ پڑھے ہرگز
ولا یکون مصلیا بجماعۃ اتفاقا من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد اتفاقا لکن ثوابہ دون المدرک
لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ مؤتما حکما اور نہین ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتون والی نماز سے
اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز مین لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت مین التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] الکل ہے کیونکہ [illegible] ظاہر الروایۃ [illegible]

[illegible] فجر کی سنتون کو [illegible]

اس امام صاحب بحرالرائق [illegible] اگر ایک شخص [illegible]

معلوم ہوا کہ [illegible] بوقت الطلوع [illegible]

[illegible] واسطے وقت کرنے فرض کے [illegible]

مشتغلا ولو یصلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات وداخل تحت حتی بند [illegible] درجات اور پڑھے سنتون کو ہر حال مین اگرچہ تنہا پڑھے [illegible]

موجب اسلیے کہ سنتین فرضون کی تکمیل کرنیوالی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین زیادتی درجات کے لیے ہین ہم جاننا چاہیے کہ نفل [illegible] ایک سنت

مؤکدہ جو بارہ رکعتین ہین پانچون نمازون مین اور ایک غیر مؤکدہ جیسے عصر سے پہلے کی رکعتین یا اور نوافل جو نمازی دو حالت خالی نہین یا تنہا یا جماعت سے پڑھے

یا تنہا اگر جماعت سے پڑھے تو سنت مؤکدہ وقت جماعت پڑھے یعنی بلا عذر اسکو ترک کرنے کا اختیار نہین اور اگر تنہا پڑھتا ہے تب بھی ایک روایت مین یہی حکم ہے اور ایک روایت

مین اسکو اختیار ہے اسلیے ماتن نے کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑھے تاہم سنتین پڑھے صحیح تر قول کے موجب شامی نے کہا کہ نص شرعی مین جب تفریق منفرد اور جماعت کی نہین تو

احوط یہی ہے کہ اختیار ترک کا ساقط ہو ہان اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو البتہ ترک کر سکتا ہے قول الدر وان فاتتہ الجماعۃ مشکل ہے کیونکہ یہ قول دلالت کرتا ہے کہ اگر وقت ہوتا

نمازی کو جماعت ملتی تو اس مسئلہ سے کہ اندراسکو خوب سوچ لو ہم نے یہ بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے ملنے کا خوف ہو وہ سنتین فجر یا ظہر کی ترک کرے

تو اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سنتون کو پڑھے اگرچہ اسکو جماعت نہ ملے جیسا صاحب در نے کہا ہے ہم یہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین کیا ہے وہ ٹھیک نہین

اعتراض نہین بلکہ در کی عبارت کا مطلب غلط سمجھ لیا ہے اسکے شرح کو خیال مین کیا اسمین مسئلہ یون لکھا ہے کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہو گئی اب فرض تنہا پڑھنے

چاہیے تو یہ شخص سنتین پڑھے یا نہین بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑھے اسلیے کہ سنتین اسی وقت پڑھی جاتی ہین کہ فرض جماعت سے پڑھی جاوین کہا صحیح یہ ہے کہ سنتین پڑھے اگرچہ

جماعت اسکو نہ ملی پس شرح اور صاحب نہر الفائق نے اسکا مطلب یہ سمجھ لیا کہ سنتین ادا کرے اگرچہ ادا کرنے سے آگے کو جماعت نہ ملے حالانکہ اسکا مطلب یہ تھا کہ جماعت

اس سے فوت ہو گئی ہو مگر تاہم سنتین پڑھے کذا فی الشامی **تنبیہ ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ** [illegible] لم یدرک الرکعۃ لان المشارکۃ فی جزء

من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا فیاتی بہا [illegible]

اقتدا کیا نمازی نے پیچھے امام رکوع کرنے والے کے اور توقف کیا یہانتک کہ اٹھا لیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہین پایا اسلیے کہ شرکت پانا

جزو مین کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہے اور وہ نہین پائی گئی تو مقتدی اس صورت مین مسبوق ہوگا یعنی اس رکعت کو امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے بخلاف اسکے

کے کہ اگر امام کو قیام مین پایا اور توقف کیا اور اسکے ساتھ رکوع نکیا تو وہ اس رکعت کا پانیوالا ہوگا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق مین لاحق ہوگا تو اسکو

امام کے فارغ سے پیشتر یعنی پہلے اسکو ادا کرے پھر متابعت امام کی بقیہ نماز مین کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ مین بعد الفراغ کی قید اسکی مناسبت سے بیان بھی کی ہے

الفراغ کہدیا حاصل یہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق مین ابتداءً اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت مین نہ جزو قیام مین شرکت

نہ رکوع مین اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت مین اقتدا ثابت ہو گیا مگر رکوع مین ساتھ نہ دینے سے لاحق ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا وحق لم یدرک [illegible]

تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم یحتسب له والا فسد تیر کہا اور جب اوپر کے مسئلہ متن مین مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نپایا تو واجب ہو امام کی متابعت دونون سجدون مین اگرچہ یہ دونون سجدہ اُسکے حق مین شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونون سجدون کے پڑھنی پڑیگی اور فاسد نہوگی نماز ان دونون سجدون کے ترک سے ہم بعض نادان جب رکوع نہین ملتا تو نیت توڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے ماتن نے آگاہ کردیا کہ اگر رکوع نملا تو اقتدا صحیح ہوگیا اما م کی متابعت سجدون مین واجب ہو گو انکے نکرنے سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام قام واتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ مع ترک واجب النہر عن التجنیس پھر اگر مقتدی نے رکوع نپایا اور امام کی متابعت سجدون مین نکی مگر جب امام نے سلام پھیرا تو اُسنے اُٹھکر ایک رکعت پڑھ لی تو نماز اُسکی پوری ہو اور اُسنے ترک واجب کیا یعنے شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون کے اندر واجب تھی اُسکا تارک ہوا کذا فی النہر عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان اتی الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے اُسکو رکوع مین جالیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہو پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو ھم مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھسے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہو یا اپنا سر اُٹھاتا ہو اُسکو یہ خوف نہین کہ خدا تعالی اُسکا سر کہین گدھے کے سر سے نہ بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرات واجب ہو یعنی امام آیتین پڑھ چکا ہو اسوقت مقتدی اُس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین نہ جالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اُٹھالیا تب امام نے رکوع کیا یا مقتدی نے اسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرات واجب نہ پڑھ چکا تھا تو رکوع مذکور اُسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہوجائیگی کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم مرتین والامام فی الاولی لم تجزہ سجدتہ عن الثانیۃ وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہو تو مقتدی کو اُسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اِسکا خلاصہ مین ہو ھم یعنے اگر مقتدی نے دو سجدہ کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہو تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہین اُسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہو ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہو احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازون کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضا بل بالتوبۃ والحج مصنف نے فوائت کو متروکات نہ کہا واسطے بہتری گمان کرنے کے مسلمانون پر کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہو کہ دور نہین ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہو توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے ھم یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نماز مین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جان بوجھکر اور چونکہ جان بوجھکر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اسلیے فوائت کہا یعنی جو نماز مین مسلمان سے رہگئین خود اُسنے نہین چھوڑین اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اُس قول کے بموجب ہو کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہوجاتا ہو چنانچہ کتاب الحج مین آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوۃ والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذر مین سے ہو دشمن کا ہونا اور دائی جنائی کا بچہ کے مرنے کے خوف سے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن ھم یعنے جس روز خندق کھودی اُس روز چار نماز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہوئین یہانتک کہ کچھ رات گذرے آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا اُنھون نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہا اور مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرلینے سے نماز مین تاخیر درست ہو کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین فقہی بیان کرتا ہو ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پھر ادا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اُسکے وقت مین کرنا اور بسبب صرف تحریمہ کر لینے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونیسے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیونکے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہوجانیسے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد وقولہم کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد وجوبا فی الوقت اما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوئے فاسد ہونیکے

[illegible] ہو بلکہ وقت مستحب تک تاخیر کرے [illegible] واجب ہو وقت تک [illegible] بعد وقت مستحب [illegible]
[illegible] بیان [illegible] اس [illegible] معلوم ہوا [illegible] فتح القدیر میں [illegible]
[illegible] وقت [illegible] وقت میں [illegible] کہ تفصیل [illegible] جب ہو تنگی وقت میں [illegible] مستحب ہو
[illegible] شارح [illegible] تو قضا [illegible] واجب ہو کہ بحر الرائق [illegible]
اعتماد کیا ہے کیونکہ [illegible] کہ ساتھ [illegible] لازم ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ [illegible] وقت [illegible] دونوں
صورتوں میں واجب ہے اور [illegible] قول [illegible] والقضاء فعل الواجب [illegible] علی غیر الواجب [illegible] اور قضا کے معنی میں کہ واجب کو [illegible]
کے بعد [illegible] واجب پر قضا [illegible] سنتوں پر قضا کا [illegible] قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہے اور سنت پر قضا کا [illegible]
[illegible] الترتیب بین الفروض [illegible] والوتر [illegible] والقضاء لازم [illegible] من نام عن صلوٰۃ [illegible] ترتیب درمیان [illegible]
فرض اور وتر [illegible] اور قضا میں لازم ہے [illegible] ترتیب کے فوت سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوٰۃ کے [illegible]
ثابت ہوا [illegible] ترتیب کو [illegible] فرض [illegible] میں واجب اور چونکہ [illegible] اعتقادی کو [illegible] ترتیب [illegible]
[illegible] ساقط نہیں ہوتی اور ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہیں ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے [illegible]
[illegible] تمام شارح نے لزوم کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ پوری اسطرح ہے جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جاوے اور اسکو یاد آئے [illegible]
[illegible] امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت کی نماز کو پڑھ لیوے اور اسکے بعد اسکو پڑھے جسکو یاد کیا تھا پھر اسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھ پڑھا تھا [illegible]
فتح القدیر میں کہا کہ دعوی [illegible] مقبول ہے کیونکہ اسکے مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے کہ [illegible] موقوف کہتے ہیں [illegible] مشہور ہو [illegible]
وقضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہے [illegible]
[illegible] اس عبارت میں لف ونشر مرتب ہے یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہے اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہے اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہے اور واجب [illegible]
نذر کی یا کسی نفل کو شروع کر کے توڑ دیا [illegible] امام کے قول پر [illegible] وقت للقضاء [illegible] کما [illegible]
میں قضا پڑھنے کے لیے بجز تین وقتوں [illegible] کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز میں بیان ہو چکا ہے کہ طلوع اور غروب اور استوا کے وقت میں نماز [illegible]
اور سوا ان تین وقتوں کے اور وقتوں میں قضا نماز صحیح ہے اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم یجز تفریع علی اللزوم [illegible] الا استثناء من اللزوم
[illegible] الترتیب اذا ضاق الوقت المستحب [illegible] پس [illegible] جائز ہے پھر اس شخص کی جسکو یاد ہوا [illegible] بسبب [illegible]
[illegible] شارح نے کہا کہ یہ تفریع ہے لزوم ترتیب پر درمیان فرض اور واجب کے اگر تنگ ہو جاوے وقت مستحب واقع میں نہ نمازی کے گمان میں
[illegible] یہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہے اسمیں ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہیں وقتی نماز کا فوت کر دینا واسطے تدارک فوت شدہ کے [illegible]
[illegible] نماز فجر کا فاسد ہونا [illegible] آگے آویگا اور وقت کے تنگ ہو جانے سے یہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھتا ہے تو وقت مستحب [illegible] کے لیے نہیں رہتا مثلا عصر
میں آفتاب زرد ہو جاتا ہے تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ وقتی کو فوت کر دینا اور فائتہ کو ادا کرنے میں کچھ حکمت نہیں [illegible] الوقت [illegible]
[illegible] الوقتیۃ [illegible] اور اگر وقت گنجائش نہ رکھتا ہو سب فوت نماز دن کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہے کذا فی المجتبیٰ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا ایک شخص نے وتر نہ پڑھا
[illegible] صبح کا وقت اتنا ہے کہ اسمیں وتر اور نماز صبح ہو سکتی ہے تو فقہا نے اسکو ترجیح دی ہے کہ جبتک وتر نہ پڑھ لیگا صبح کی نماز درست نہوگی [illegible]
[illegible]

اگر جس شخص کے ذمہ عشاء ہو اُسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا یعنی پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت میں وسعت ہو تو نماز فجر کو مکرر پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض اسکا سب سے پچھلا
ہوگا مع صورت اسکی یہ ہو کہ نمازی نے یہ خیال کیا کہ وقت مین اتنی گنجائش نہین کہ عشاء اور فجر دونون ہو جائین اسلیئے اُسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت
اور باقی ہو اور اسمین بھی یہی خیال کیا کہ دونون نمازین نہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو فجر کو پڑھے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی
نفلین ہونگی اور جب یہ خیال ہو کہ وقت مین گنجائش دونون نمازونکی ہو تو اول عشاء پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی او نسیت الفائتۃ لانہ عذر یا بھول جاے نماز فوت شدہ تو بھی
ترتیب لازم نہین اسلیئے کہ بھولنا عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمین بندہ کو اختیار نہین اور فائتہ کا یاد پڑنے سے ہوتا ہے جبتک یاد نہ آویگی اُسکا وقت نہوگا کذا فی البحر او فاتت ست

اعتقادیۃ لدخولہا فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جائین چھ نمازین فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اس شمار مین کہ جاتی ہو کرر ہونے کو
اور پہونچانیوالی ہو تنگی کی طرف مع یعنی چھ سے کمتر نمازون مین ہو سکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایکدن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر
ہوگی اور تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیئے چھ نمازون کو جنمین قطعاً تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقادی کی قید اسلیئے
لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکلجاوے ہر چند ترتیب اسمین اور دوسری نمازون مین فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیئے نہین کہ اسکا کوئی وقت مستقل
نہین پھر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا وہ فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلاً جسکی چھ نمازین فوت

ہو گئی ہین تو عشاء اور وتر کی ترتیب اسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسۃ علی الاصح ولو متفرقۃ او قدیمۃ علی المعتمد لانہ متی اختلف الترجیح رجح اطلاق المتون بحر چھ
نمازونکے فوت ہونیسے ترتیب ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون مذہب معتبر پر اسلیئے کہ جب ترجیح مختلف
ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونیکا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ کہ مثلاً چھ نمازین
صبح ہی کی فوت ہو گئین اور انکے بیچ کی نمازین بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لین اور قدیم کی مثال یہ کہ ایک شخص نے مثلاً ایک مہینا برابر نماز پڑھی پھر اُسنے کوئی نماز قضا کی
اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہ فائتہ پہلے کی نمازون فوت شدہ مین لگجائیگی اور بعضون نے
لکھا ہے کہ چھ نمازین حال کی فوت ہو جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتوی لکھا ہے اور مجتبی مین قول اول کو صحیح کہا ہے اور معراج مین
اسپر فتوی بیان کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چھ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہون یا پرانی اسیئے شارح نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ

اطلاق کو دینا چاہیئے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظناً معتبرا ای ینقطع لزوم الترتیب ایضاً بالظن المعتبر کمن صلے الظہر ذاکرا لترکہ الفجر فسد ظہرہ فان قضی الفجر ثم

صلی العصر ذاکرا للظہر جاز العصر اذ لا فائتۃ علیہ فی ظنہ حال اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنے ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے جیسے مثلاً ایک
شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کر کے کہ مین نے فجر نہین پڑھی تو اسکی نماز ظہر فاسد ہوگئی پھر جب اُسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہے تو اسکی
نماز عصر کی درست ہوگی اسلیئے کہ اُسکے گمان مین عصر کے ادا کرنے کے وقت اُسپر کوئی نماز قضا نہین اور گمان معتبر ہے اسلیئے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے مع یعنے اگر اپنے گمان مین ترتیب
کو واجب نہین جانتا اور بعد اسطرح نمازونکے پڑھنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اسکا گمان

غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیئے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہے وفی المجتبی من جہل فرضیۃ الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعۃ من ائمۃ بخاری وعلیہ یخرج ما فی القنیۃ من

صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب بہذا العذر اور مجتبی مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بھولنے والے سے یعنے
عذر جہالت سے بھی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے امامون سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہے کہ ایک لڑکا فجر کے
وقت بالغ ہوا اور اُسنے ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونیکے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اُسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالباً اس عمر مین
ہونا تو جہالت کے عذر سے اُسپر سے ترتیب ساقط ہوئی کذا فی النہر مع ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا چاہیئے اسلیئے کہ جب جہالت بھول

پس عود نہ کرے گی اور صحیح ہو جائے گی وہ نماز جو نسیان سے ہوئی ہو جب سبب سقوط ترتیب کی تین وجہ ہیں اول نسیان
فائتہ میں یعنی وقت بھول جانا اور بھولنا اور دونوں کے ساتھ یاد رہے تنگی ... والا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ
بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد لان الساقط لا یعود وقیل یعود لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہو جانے کے فائتوں کی کثرت کی وجہ سے سبب ہو جانے فائتوں کے تھوڑی طرف
بسبب قضا بعض فوائت کے مذہب معتمد پر نہیں عود کرتی ہے کیونکہ ساقط چیز دوبارہ نہیں آتی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازیں قضا ہیں پھر اس
نے قضا پڑھنی شروع کیں یہاں تک کہ فائتیں چھ سے کم رہ گئیں پس اس شخص نے ان نمازوں کو قضا پڑھتے پڑھتے چھ نمازوں سے کم کر دیا یہانتک کہ مثلا ایک ہی رہ گئی تو اسکے ذمہ
سے لزوم ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہو گیا پس اگر کوئی نماز چھٹی ہوئی وقتی جائز ہوگی اور وقتی کی قید اس لیے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہے کہ جب فوائت چھ سے کم
تب بھی لزوم ترتیب عود کریگا یعنی اس نماز باقی کو یاد کر کے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو وقتی جائز نہوگی اور صحیح قول پر ... کافی میں فتوی اول قول پر ہے اور بعض نے کہا
ہوجاتی ہے تو ترتیب عود کر آتی ہے اور اسی قول کو ہدایہ میں پسند کیا ہے اور کافی میں اسکو ... کیا ہے اور مجتبی اور معراج اور کافی میں فتوی اول قول پر ہے اور بعض نے کہا
پڑھنے کی قید اسلیے کی کہ اگر کل کی قضا کر لیا اور ایک نماز بھی اسکے ذمہ سے نہیں رہی تو بے شک نزدیک صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کذا
فی الشامی وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطہ بقیۃ المسقطات الثلثۃ من النسیان والضیق تضیق الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد وهو الاصح جیسا اور
اسیطرح عود نہیں کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے بسبب کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیز دو کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہو جائیگی
تب بھی عود نہ کریگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہوگی اور نماز بھی ادا پڑھنے والا ہو گا یہی صحیح تر ہے کذا فی المجتبی یعنی تنگی وقت کے
باعث ترتیب ساقط ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نہ کریگی یہانتک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جاتا رہیگا تو فاسد نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط
ہو گئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نہ کریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت میں ہو گی اسقدر ادا ہو گی اور جتنی وقت سے
خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر اصح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا لکن فی النهر والسراج عن الدرایۃ لو سقط بالنسیان
والضیق ثم تذکر وتسع الوقت یعود اتفاقا ونحوہ فی الاشباہ فی بیان الساقط لا یعود فلیحرر لیکن نہر الفائق اور سراج میں درایہ سے ہے کہ اگر ترتیب نسیان اور
وقت کی تنگی سے ساقط ہو گئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت میں گنجائش ہے تو ترتیب عود کر آئیگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہے اشباہ میں اس قاعدے کے
بیان میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیے حاصل تنقیح یہ ہے کہ وقت کی تنگی میں خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی میں عدم عود کی تصریح اس صورت میں ہے
کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ میں عود کی تصریح اس صورت میں ہے کہ وقت میں گنجائش ہو دونوں کو جمع کرینگے تو دونوں قولوں میں کچھ منافات نہیں اور اسیطرح
بھولنے کے بعد یاد کرنیکی صورت مجتبی میں اسپر محمول ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ میں اسپر محمول ہے کہ نماز وقتی کے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا
فی الحلبی وفسادا اصل الصلوۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب اولا فان کثرت وصارت الفوائت مع الفائتۃ ستا ظہر صحتہا بخروج
وقت الخامسۃ التی ہی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم وادی باقی صلوتہ انقلب صحیحۃ بعد طلوع الشمس والا فسد ہذا وصف
بالسبب اور چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہو جائیں اور سب
نمازیں جنکا فساد موقوف ہے فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہو جائیں تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچوں کی پانچویں نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار میں چھٹی ہے نمازوں سے اسلیے
کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہیں کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازیں اس دن کی ادا کیں فجر کو یاد کر کے تو یہ نمازیں دوسرے
دن کے آفتاب کے طلوع ہونے پر صحیح ہو جائینگی جیسے اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتیں شامی نے کہا کہ شارح نے جو ... فساد
فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہے یعنی نماز فرض نہیں رہتی نفل ہو جاتی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف
کہتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہیں ہے بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونوں قطعا فاسد ہو جاتے ہیں

اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط وصف قطعاً فاسد ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ سادستہ الفوائت کہنا مناسب نہین بلکہ سادستہ الصلوٰۃ درست ہے اسلیے کہ پچھلی پانچون فوتی نہین
ہوئین کذا فی الطحطاوی والا بان لم تصر ستا لا یظہر صحتہا بل تصیر نفلا وفیہا یقال صلوٰۃ تصحح خمسا واخری تفسد خمسا اور اگر فاسد نمازین بہت نہون یعنی چھ نہو جاوین تو ان
نمازون پنجگانہ کی فرضیت ظاہر نہو گی بلکہ نفلین ہوجائینگی یعنے اگر نماز متروکہ فجر کو دوسرے فجر کے وقت مین بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازین موقوف الفساد
تھین وہ فاسد ہوجائینگی یعنے نفلین ہوجائینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہوجائینگی اور اسی چھٹی نماز مین یہ بھی معما کہا جاتا ہے کہ ایک نماز
پانچ نمازون کو درست کردیتی ہے اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہے ہم جواب اس معما کا یہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے کہ اگر اسکو پانچوین نماز پڑھنے کے بعد اسکے وقت
نکلنے سے پیشتر قضا کریگا تو پانچون نمازین فاسد ہوجائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچون نمازین صحیح ہوجائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد
پڑھی گئی ورنہ حقیقت مین ایک ہی ہے اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو صحیح کہنے مین شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو مات وعلیہ صلوات
فائتہ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازین فوت شدہ ہین اور وصیت کی کفارہ دینے کی
دیا جاے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہون مانند صدقہ فطر کے ہم یعنے آدھا صاع گیہون یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا انکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی
اس شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوائت کے ادا پر اور ادا نہ کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر مین لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالی وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی
من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا وتدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی انمین سے ہر ایک کے
عوض صدقہ فطر کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاے اور اگر میت نے کچھ مال نچھوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نمازونکے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا
وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہون مثلاً قرض لے اور اسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہون وارث کو ہبہ کردے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح اتنی بار دادوتد
ہو کہ کفارہ تمام ہوجاے ہم یہ حیلہ اس امر کا ہے جو اس زمانہ مین اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل ہند اس باب مین بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہین کہ عمر بھر کے نماز
روزہ کا حساب کرکے کفارہ کا نقد دام ٹھہرایا یا اناج معلوم کرلیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ قرض لیا بعد اسکے اس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہین
اور یہ اسقاط وارث کے ذمہ واجب نہین تبرع ہے مگر اسطرح کا تبرع خالی تکلف سے نہین ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم تجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر
نمازون فوت شدہ کو میت کے وارثون نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو اسکی طرف سے درست نہوگی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اسکو بجا لائے
دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہوگی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے اگرچہ میت نے اسکی وصیت
نکی ہو کیونکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے مردہ باپ کیطرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی ولو ادی للفقیر اقل من
نصف صاع لم تجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اسیکو دے دیا تو درست ہے ہم یعنے صدقہ فطر سے اس کفارہ
مین اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہین اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار مین عدد شرط ہے ایک کو سب
دینا درست نہین کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوٰتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت مین تو صحیح نہوگا یعنی اسپر
واجب ہے کہ وصیت کرجاے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت مین روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہے لیکن اسکی صحت بعد موت کے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ویجوز
تاخیر الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال وفی الحوائج علی الاصح اور جائز ہے تاخیر کرنا فوت شدہ نمازونکا اگرچہ واجب اسیوقت ہوتی ہین بسبب
عذر کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتون مین صحیح تر قول کے بموجب یعنی بہت سے فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے انکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی کی جہت
سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہے تو جب اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اسیقدر قضا پڑھ لے انکو چھوڑنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ التلاوۃ
والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الحلوانی کذا فی المجتبی اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیگئی ہے یعنی ان

[illegible]

[illegible] قضا [illegible] رمضان [illegible]

[illegible] الوقت [illegible] مرتد ہوسکتے [illegible]

[illegible] ولذا یلزم باعادة الحج [illegible]

[illegible] اسلام [illegible]

سے لازم ہے [illegible] فرض کا جسکو وقت [illegible] ادا کیا ہے [illegible] مرتد ہوگیا [illegible] مسلمان ہوا [illegible]

فرض [illegible] باطل [illegible] جو شخص [illegible] ایمان کو تو اسکے عمل باطل ہو جاتے ہیں [illegible] شافعی [illegible]

[illegible] احباط العمل والخلود فی النار مع احباط الردة [illegible] الخلود والموت علیها [illegible] خلاف [illegible] امام شافعی [illegible]

[illegible] آیت میں دو کام ہیں [illegible] باطل ہونا [illegible]

[illegible] امام شافعی [illegible] اس شخص پر اعادہ فرض لازم نہیں ہے [illegible]

یرتدد منکم عن دینه فیمت وهو کافر فاولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا والآخرة واولئک اصحاب النار هم فیها خالدون تو اس آیت میں عمل کے باطل ہونے [illegible]

[illegible] جبکہ وہ شخص اسی وقت مسلمان ہوگیا اور مرتد ہونے پر نہیں مرا تو اسکا فرض نہیں باطل ہوا ہم جواب دیتے ہیں کہ

اس آیت میں دو شرطیں اور دو جزائیں [illegible] اول شرط مرتد ہونے کی جزا عمل کا باطل ہونا ہوا [illegible] دوسری [illegible]

[illegible] ہمیشہ رہنا [illegible] دوسری آیت ومن یکفر بالایمان [illegible] عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو اس میں بھی یہی جاننا چاہیے

کذا فی الشامی [illegible] مسائل [illegible] احتلم بعد صلوة العشاء [illegible] ایک لڑکے کو احتلام ہوا [illegible] نماز

پڑھ لینے کے [illegible] فجر کے بعد تو اسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوگئی تھی [illegible] بعد اسکے [illegible] وقت کے ہونے [illegible]

[illegible] خطاب شرعی کا نہیں کذا فی الشامی [illegible] ولو صح [illegible] نماز [illegible] اپنے مرض میں تیمم [illegible] اشارہ سے [illegible]

نمازیں کہ اسکو فوت ہوئی تھیں اسکی صحت میں تو درست ہوگی [illegible] جب تندرست ہو جاوے کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او آخرہ وکذا

الصوم [illegible] رمضانین [illegible] لیکن فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی [illegible] اگر دو رمضانوں سے ہو [illegible]

مسئلہ بہت سے فوائت کی [illegible] کہ مثلاً [illegible] نمازیں قضا [illegible] تعیین قضا میں ضروری ہے کہ مثلاً کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہے اسلیے شارح نے کہا کہ

نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز [illegible] ادا ہوگی بعد اسکے دوسرے روز کی ظہر اول ہو جاویگی اسی طرح سب ادا ہو جاوینگی اور آخر

ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانوں کے روزے میں بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے تعیین ہو جاویگی اور اگر ایک رمضان کے کئی

روزے ہوں تو تعیین کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشامی [illegible] ان التاخیر [illegible] فالظاہر ان المراد [illegible] چاہیے کہ [illegible]

دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنی قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اسکو ظاہر نہ کرے [illegible] امام شامی نے کہا [illegible]

اعلان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہی

باب سجود السہو

یہ باب ہی سہو کے سجدونکے بیان مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہی طرف اُسکے سبب کے ہم اسپر یہ اشکال ہی کہ حکم تو وجوب ہی نہ سجدہ کرنا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہی یعنی اصل مین وجوب سجود السہو ہی کذا فی الشامی واولاہ بالفوائت لانہ لاصلاح مافات اور سہو کو فوائت کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدہ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہی جو نماز مین فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہی جسکا وقت جاتا رہا ہی

والنسیان والشک واحد عند الفقہا والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہین فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہی اور وہم طرف مغلوب کا نام ہی یعنی حکم کے اعتبار سے تینون مین فرق نہین بحر الرائق مین کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو مین کچھ فرق نہین دونون کے معنی یہ ہین کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے مین تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونون مین ترجیح ہو تو اُسکو ظن کہینگے اور دوسرے کو وہم اور جمع الجوامع مین ہی کہ سہو اسکو کہتے ہین کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جاے یعنی ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہو جاے اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہین کذا فی الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وہو الاصح بحر عن المجتبی واجب ہین نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہی اور نماز کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہی اور یہی صحیح تر ہی کذا فی البحر عن المجتبی ہم یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہی اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہی اور شمس الائمہ اور صدر الاسلام نے کہا ہی کہ دونون سلامون کے بعد سجدہ سہو کرے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہی اور فخر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا ہی مگر سامنے کیطرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہی لبعد کی اور وجہ وجوب سجدہ سہو حدیث ثوبان کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز مین اسکو چاہیے کہ دو سجدہ کرے وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقطا عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہی کہ اگر دونون سلام پھیر دیگا تو اُسپر سے سجدہ سہو ساقط ہو جاےگا ہم یعنی سلام اول دو چیز کے لیے ہی اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہی تو مشابہ کلام کے ہوا اسیوجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الشامی یعنی اس صورت مین تدارک سجدہ سہو سے نہین ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ فیعبر القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدہ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہی اور مکروہ تنزیہی ہی اور امام مالک کے نزدیک پہلے سلام سے ہی نقصان کی صورت مین اور بعد سلام کے ہی زیادت کی صورت مین تو معتبر ہی اُنکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ ہم یعنی اگر نماز مین واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے سہ کہتے ہین کہ ہارون رشید کی مجلس مین امام ابو یوسف رح نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز مین واجب کی کمی اور زیادتی دونون ہوئی ہون تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اسکے جواب مین حیران رہگئے کذا فی الطحطاوی سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام لان سجود السہو یرفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا ترفعہما وکذا التلاوۃ علی المختار واجب ہین دو سجدے اور نیز واجب ہی التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا اسلیے کہ سجدہ سہو دور کرتا ہی التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی ہونے قعدہ کے یعنے قعدہ اخیرہ فرض ہی اور سجدہ سہو واجب تو واجب فرض کو نہین اٹھا سکتا بخلاف سجدہ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونون بیکار کر دیتا ہی اور اسیطرح سجدہ تلاوت ہی قول مختار پر ہم اور ایک قول یہ ہی کہ سجدہ تلاوت مثل سجدہ سہو کے ہی کیونکہ دونون واجب ہین اور وجہ قول مختار کی یہ ہی کہ ہر چند سجدہ تلاوت واجب ہی مگر چونکہ قرارت کا تابع ہی اور قرارت رکن ہی اسلیے اسکو بھی اسیکا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنیکے حکم قرارت حاصل کرتا ہی اور قبل سجدہ کرنیکے واجب ہی رہتا ہی ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پہنچے درود جی ابعد

[illegible]

[illegible] اور ذی الاول [illegible] کہ [illegible] تیسری رکعت کو سجدہ [illegible] دوسری یا تیسری [illegible] [illegible]

[illegible] اگر [illegible] سجدہ سہو [illegible] واجب [illegible] [illegible]

[illegible] ترک واجب قبل قرأۃ الواجب [illegible] رکوع کرنا قرأت [illegible] واجب ہے

[illegible] لازم ہوتے کذا فی الشامی [illegible]

پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہر ترک واجب کی اسلیے کہ تقدیم کرنا قرأت کا واجب ہے [illegible] بعد [illegible] من الرکوع [illegible] الرکوع [illegible]

الفاتحۃ [illegible] السورۃ [illegible] ثابت ہوا [illegible] قرأت [illegible] سجدہ کرنے کے بعد [illegible] اگر یاد [illegible] قرأت کو [illegible] کے [illegible]

[illegible] سورۃ [illegible] صورت میں سورۃ کا اعادہ [illegible] رکوع [illegible] سجدہ [illegible]

[illegible] الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھے اور [illegible] سورۃ [illegible] ترتیب [illegible] قرأت [illegible]

[illegible] کذا فی [illegible] تاخیر قیام الی الثالثۃ بزیادۃ علی التشہد [illegible]

رکعت کے لیے [illegible] التحیات [illegible] قول ضعیف [illegible] سجدہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

سجدہ سہو جہر اور اخفا دونون سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے م صحیحین مین ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتون مین فاتحہ اور دو سورتین پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو مین صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
اخفا کی جگہ مین کسیقدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہین اسلیے شارح نے قول اول کو اصح کہا کذا فی الشامی ہذا فی حق منفرد متعلق بیجب و مقتد بسہو امامہ
ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلا سجدہ سہو کرنا واجب ہے واجب ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے اپنے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے بسبب واجب
ہونے متابعت امام کے تو اگر امام پر سے سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جاوے تو اس صورت مین مقتدی پر سجدہ نہوگا کذا فی الطحطاوی نہین واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود اپنے
سہو سے اسیطرح یعنی نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جائیگا کذا فی الجوہرہ
والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد ثانیا اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال مین یعنی خواہ امام کو سہو
مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اس باقی مین سہو ہو جاوے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اسکی نماز حکم منفرد
کی نماز کا رکھتی ہے تو گویا دوسری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نکیا اور اپنی نماز کے آخر مین کرلیا تو اسکی باقی نماز مین سہو ہو جاوے تو کافی ہوگا کذا فی البحر و کذا اللاحق لکن یسجد فی
آخر صلوتہ ولو سجد مع امامہ اعاد اور اسیطرح لاحق پر سجدہ واجب ہے اسکے امام کے سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر مین اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ
سجدہ کرے اسلیے کہ اسنے التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز مین اور امام نے اپنی نماز کے آخر مین سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی و المقیم خلف المسافر کالمسبوق
وقیل کاللاحق اور مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنی اسکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے یعنی آخر نماز مین سجدہ کرے صورت اسکی یہ ہے کہ مسافر
امام ہوا اور اسکو سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ مین اسکا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ مین متابعت نکرے بلکہ دو رکعتین باقی پڑھکر آخر مین سجدہ کرے سہا عن
القعود الاول من الفرض ولو عملیا واما النفل فیعود ما لم یقیدہ بالسجدۃ ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح
بھول گیا نمازی قعدہ اولی فرض کا اور اٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کیطرف یعنی وہ جو بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول مین اسپر سہو نہین بیٹھ جاوے جبتک
پورا کھڑا نہین ہوا ظاہر مذہب مین اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز پنجگانہ خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر اور اگر نفل ہو تو عود
کرے قعدہ کے لیے جبتک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نکیا ہو والا ای وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود وبعد ذلک تفسد صلوتہ
لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی اور اگر یہ صورت نہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نکرے بسبب اسکے مشغول ہو جانے قیام کے فرض مین اور سجدہ سہو کرے واسطے
چھوڑنے واجب یعنے قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانیکے تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اس چیز کے لیے جو فرض نہین یعنی قیام کو
قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جائیگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر اور ایک
قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہین ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنے قعدہ واجب مین بیٹھنے
کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ حق زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے صرف
قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہین کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہین باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم
آتا ہے یہ بات بھی نہین کیونکہ یہ ترک نہین ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع مین یاد پڑے کہ سورت نہین پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہین ہوتی ایسا ہی اس صورت
مین بھی فاسد نہین ہوگی کذا فی الشامی ملخصا بتصرف وہذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما ان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعۃ سراج اور یہ تفصیل کہ اگر
سیدھا کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جاوے ورنہ عود نہ کرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنے امام و منفرد کے لیے اور مقتدی وہ جو بیٹھ جائے اگر خوف ہو نہ ملنے تیسری رکعت کا امام کے
ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج م صورت اسکی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعت کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھولکر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ نکیا

[illegible] تک پہونچے [illegible] ابو یوسف [illegible] شرح [illegible] کذا فی الشامی [illegible]
[illegible]
[illegible] کیونکہ متابعت [illegible] واجب [illegible] فرض [illegible] کذا فی [illegible]
[illegible] فرض [illegible] متابعت [illegible] فرض [illegible] کو [illegible]
[illegible] عن القعود الاخیر [illegible] قدر التشہد [illegible]
التقیید بالسجدة [illegible] قبل الرفع [illegible] القعود الاخیر [illegible] قعدہ اخیرہ [illegible] اور [illegible] رکعت کے لیے [illegible]
[illegible] رکعت زائد کو تقیید [illegible] کیونکہ [illegible] رکعت سے کم مقام ترک کا ہے اور سجدہ سہو [illegible]
[illegible] قعدہ اخیرہ میں [illegible] کلام کیا تو اگر دونوں [illegible] قعدہ اور تحیات [illegible] ہو گیا
[illegible] نماز درست ہو گی [illegible] فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی [illegible] بالسجدة [illegible] فرضہ [illegible]
اور اگر مقید کیا رکعت زائد کو سجدہ سے [illegible] فرض نفل [illegible] وقت اسکے اٹھانے کے پیشانی کو امام محمد کے نزدیک [illegible] اسی پر فتوی ہے اسلیے کہ تمام ہونا
سجدہ کا اسکے آخر پر ہوتا ہے یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک سر کو زمین پر رکھنے سے سجدہ ثابت ہو جاتا ہے اور امام محمد کے نزدیک سر اٹھانے سے تو یہ دلیل امام محمد [illegible]
[illegible] واجب ہو گا جب اسکا آخر ہو چکے کلام بیان شارح نے غلط کر دیا کیونکہ ظاہر کلام شارح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد بھی اسکے قائل ہیں [illegible] ہو جاتے ہیں
[illegible] پانچویں رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہیں انکے نزدیک جب فرض [illegible] تو اصل تحریمہ باطل ہو جاتی ہے اور مسئلہ مذکورہ میں اختیار شیخین کا ہے [illegible]
[illegible] متعلق ہے کہ سجدہ بدون سر اٹھانے کے کامل نہیں ہوتا تو مطلب یہ ہے کہ فرض اصل سے باطل ہو جاتے ہیں وقت سر اٹھانے سجدہ سے امام محمد کے نزدیک اور نفل
ہو جاتے ہیں شیخین کے نزدیک [illegible] قبل [illegible] فلا فالابی یوسف [illegible] صلوة [illegible] اگر پیش ہو نماز [illegible] بیٹھا سر اٹھانے
سے تو وضو کر سکتا اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف [illegible] نے فرمایا کہ عجب نماز ہے کہ فاسد ہو گئی اور حدث نے اسکی [illegible] صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص قعدہ [illegible]
[illegible] کرکے پانچویں رکعت کو اٹھا اور اسکے سجدہ میں تھا کہ حدث ہو گیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک [illegible] فرض کے لیے سجدہ سے سر [illegible] اسلیے اسکے فرض [illegible]
نہیں ہوئے تو وہ شخص وضو کرکے قعدہ اخیرہ کرے اور سجدہ سہو کرکے سلام پھیرے فرض پورے ہو جائینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لیے زمین پر رکھتے ہی [illegible]
نفل ہو گئے تو اب بنا فرض پر نہیں کر سکتا اور آپکا قول [illegible] فارسی [illegible] عجب [illegible] آپ نے [illegible] فرمایا [illegible] میں آپکے سامنے امام محمد کا قول نقل کیا
گیا اور نماز کو فاسد [illegible] فرمایا کہ [illegible] امام محمد کے نزدیک بھی باطل ہو جاتی اگر نمازی سجدہ سے سر [illegible] اسلیے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ نماز فاسد ہو چکی [illegible]
فاسد کہا کذا فی الشامی [illegible] والعبرة للامام [illegible] سجدة [illegible] السجود [illegible]
اور اعتبار [illegible] قعود کر نہیں قبل پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام کا ہے [illegible] کہ اگر امام [illegible] مقتدیوں نے اسکا [illegible] سجدہ [illegible]
[illegible] انکے فرض نفل نہونگے جبتک سجدہ [illegible] پانچویں رکعت [illegible]
مقید بھی کر دیا اگر اسکے فرض باطل ہوئے [illegible] طحطاوی نے کہا کہ [illegible] صورت میں ہے کہ امام [illegible] اس صورت میں [illegible]
بھی [illegible] متابعت کی جہت سے [illegible] مقتدیوں کو سجدہ امام سے [illegible] اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی [illegible]
اور مقتدی نے رکوع اور سجدہ دونوں کر لیے تو نماز مقتدیوں کی فاسد ہو جاتی [illegible] الامام [illegible] السجدة
[illegible] لان النقصان بالفساد لا یجبر [illegible] رکعت اگر [illegible] سجدہ [illegible]

سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اسکے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہو گئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا مراد چھٹی رکعت سے رکعت زائد ہے
تو فجر میں وہ چوتھی ہوگی اور یہ جو کہا کہ کراہت واتمام قصد سے مخصوص ہیں یہ جواب ہے اس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہیں تو نے کیسے کہدیا کہ اگرچہ عصر اور فجر میں تو
بھی رکعت ملالے دوسرے یہ کہ ملانا رکعت کا ظہر وعشا میں واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کر کے پورا کرنا واجب ہے تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملالے شارح نے دونوں کا
جواب دیا کہ خاص ہونا کراہت کا اور پورا کرنا اس نفل میں ہے جو قصداً شروع کی ہو اور یہاں نفل بلا قصد شروع ہوئی ہے اور عصر کے اعتراض کا جواب نہر الفائق میں یوں بھی
دیا ہے کہ جب نمازی کے فرض باطل ہو گئے تو نفل بعد عصر کہاں ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہیں ہاں اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہو اور اسمیں یہ صورت پیش آوے تو ہو سکتا
ہے اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ اسمیں پانچویں رکعت نہ ملاوے کیونکہ اول تو قبل مغرب نفلین مکروہ ہیں دوسرے طاق نفلین مطلقاً مکروہ ہیں کذا فی الشامی

وان قعد فی الرابعة مثلاً قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائماً صح ثم الاصح ان القوم ینتظرونه فان عاد تبعوه وان سجد للخامسة سلموا لانه تم فرضه اذ لم یبق علیه الا السلام
وضم الیها سادسة ولو فی العصر وخامسة فی المغرب ورابعة فی الفجر به یفتی لتصیر الرکعتان له نفلا والضم ہنا آکد اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت میں مثلاً یعنی آخر رکعت میں خواہ وہ
تیسری ہو یا دوسری مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہے پھر صحیح تر قول
یہ ہے کہ مقتدی امام کا انتظار کریں پس اگر عود کرے وہ بیٹھنے کیطرف تو اسکی متابعت کریں اور اگر امام سجدہ کرے پانچویں کے سبب یعنے رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دیں
اسلیے کہ اسکا فرض تمام ہو گیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اسپر باقی نہیں اور ملادے اس رکعت میں چھٹی اگرچہ نماز عصر میں ہو اور پانچویں مغرب میں اور چوتھی فجر میں یہی فتوی
ہے اور ایک رکعت اسلیے ملادے تاکہ دو رکعتیں اسکی نفل ہو جائیں اور ملانا یہاں موکد زیادہ ہے ولا عہدة لو قطع ولا بأس باتمامه فی وقت کراہة علی المعتمد اور ضمان نہیں اگر
توڑ دے یعنے اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد میں نہ ملادے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کر دے تو اسپر قضا لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نفل کو اسنے قصداً شروع نہیں کیا اور کچھ مضائقہ
نہیں اسکے پورا کرنے کا کراہت کے وقت قول معتمد پر م یعنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا گو عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ نفل قصداً شروع نہیں ہوئی علاوہ اسکے
نہ ملانے سے یا تو سجدہ سہو چھوٹ جائیگا جو واجب ہے یا اگر سجدہ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو مسنون طور پر ادا نہوگا اسلیے اس صورت میں ملانیکی زیادہ تاکید ہے چنانچہ بیان ہوا

وسجد للسہو فی الصورتین لنقصان فرضه بتاخیر السلام فی الاولی وترکه فی الثانیة اور سجدہ سہو کرے دونوں صورتوں میں یعنے رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی بیٹھ گیا
ہو یا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہونے اسکے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورت میں اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورت میں م یعنے دوسری
صورت میں ہر چند سلام نماز کے آخر میں پھیرا مگر چونکہ فرضوں کا سلام خاص نہیں پھیرا اسلیے اسکو یہ سلام مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی والرکعتان لا تنوبان عن السنة الراتبة
بعد الفرض فی الاصح لان المواظبة علیہما انما کانت بتحریمة مبتدأة اور یہ دونوں رکعتیں زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضوں کے بعد کی نہونگی صحیح تر قول میں اسلیے کہ موکدہ سنتوں کی
مداومت جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہے نہ بلا قصد کے تحریمہ سے اور نہ ضمن میں دوسری نماز کے ولو اقتدی به فیہما صلاہما ایضاً اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے ان دونوں
رکعتوں زائد میں تو انکو بھی پڑھے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھیں تو ان دو میں اگر کوئی اسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتیں پڑھے وان افسد قضاہما
به یفتی نقایة اور اگر مقتدی ان دونوں رکعتوں کو فاسد کر دے تو صرف ان دونوں کی قضا کرے اسی پر فتوی ہے کذا فی النقایة م شامی نے کہا کہ یہ پہلی ہی صورت میں ہے یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ میں
بیٹھا ہو تو اس صورت میں فاسد کرنے سے چھ رکعتیں قضا کرے ولو ترک القعود الاولی فی النفل سہوا سجد ولم تفسد استحسانا لانه لما شرع رکعتین شرع اربعا ایضا وقدمنا انه
یعود ما لم یقید الثالثة بسجدة وقیل لا اور اگر چھوڑ قعدہ اولی کو نفل میں سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہوگی بوجہ استحسان اسلیے کہ اسنے جب دو رکعتیں شروع کی ہیں اسی
وقت چار کو بھی شروع کیا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نمازی عود کرے قعود کیطرف جبتک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سیدھا کھڑے ہو جانے
کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب نفلین مثل فرض کے ہو گئی ہیں م یعنے قیاس کی رو سے یہ نفلین فاسد ہونی چاہییں کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اول
دوگانہ میں نہ پایا گیا مگر استحساناً فاسد نہیں ہوتیں ولو اذا صلی رکعتین فرضا او نفلا وسہا فیہما فسجد له بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیه لم یکن له ذلک البناء ای یکره له

[illegible] سجدۂ سہو [illegible]

[illegible]

[illegible] سہو [illegible]

[illegible]

[illegible] اقامت کی نیت [illegible]

[illegible] من البناء صح [illegible] التحريمة [illegible] سجود السہو [illegible]

[illegible] نہ ہو [illegible] سجدہ کے باقی رہنے [illegible]

[illegible] سجدۂ سہو کو [illegible] باطل ہو جانے [illegible] کے درمیان [illegible]

[illegible] سجدۂ سہو [illegible]

[illegible] سلام [illegible] نماز [illegible] اگر سجدہ میں [illegible]

[illegible] امام محمد کے نزدیک نماز سے خارج نہیں ہوا [illegible] الاقتداء [illegible] بالقہقہة [illegible]

[illegible] البیان [illegible] سلام کے سبب سے نماز سے [illegible]

[illegible] باطل ہو جاتا [illegible] فرض [illegible] نیت اقامت کے اگر سجدہ کریگا سہو کا [illegible]

[illegible] ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیرا [illegible] سجدۂ سہو [illegible]

[illegible] بعد اقتدا کے امام سجدۂ سہو [illegible] اگر بعد سلام کے [illegible]

[illegible] اقامت کی نیت کی اور پھر سجدۂ سہو کیا تو [illegible] مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے [illegible]

[illegible] وضو [illegible] فرض چار ہو جائینگے شامی نے [illegible] ان تینوں مسئلوں میں مصنف نے [illegible]

[illegible] مصنف نے لکھا [illegible] والصواب انہ لا یبطل وضوءہ [illegible] السجود [illegible]

وکذا [illegible] اور صحیح یہ ہے کہ نمازی کا وضو باطل نہیں ہوتا اور اسکے فرض میں [illegible]

سہو [illegible] سبب ساقط ہونے [illegible] اور اسیطرح اقامت کی نیت سے [illegible] کے درمیان [illegible]

[illegible] تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدۂ سہو کریگا تو وضو باطل ہو [illegible] صورت میں [illegible] فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت کی [illegible]

سجدۂ سہو نکریگا تو دونوں باتیں نہونگی [illegible] صحیح یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں [illegible]

باطل ہونے فرض بدلنے اسلیے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج [illegible]

بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ [illegible] ساقط ہو گیا پس وضو باطل ہوا اور نیت اقامت کی صورت میں اگر فرض [illegible]

[illegible] اگر نیت کو درست کہو تو سجدۂ سہو نماز کے درمیان میں واقع ہوگا [illegible]

نماز میں داخل نہیں ہو سکتا تو اگر سجدۂ سہو بعد نیت اقامت کے کرتا ہے تو [illegible] نماز کے [illegible] باطل [illegible]

ساقط ہو گیا کذا فی الشامی مختصراً [illegible] للسہو [illegible] مع سلامہ [illegible] عن القبلۃ او تکلم [illegible]

قطع نماز کی کرے جبتک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کیطرف پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جائیگی اور سجدہ سہو کر سکیگا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی
اسلیے معتبر نہوئی کہ مشروع چیز کے متغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہی یعنے مشروع یہ تھا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرتا اب سچ مین نیت اسکے قطع کی کرنی لغو ٹھہرینگی ولو نسی السہو
او سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ یلزمہ ذالک مادام فی المسجد اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدۂ نماز کو یا سجدۂ تلاوت کو لازم ہوگا اسپر یہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد کے اندر ہو شامی نے کہا
کہ شارح کے کلام مین بانفراد انحلو جو تو ہو سکتا ہی کہ اسکے ذمہ ایک ہی تینون سے ہو یا دو ہون یا تینون ہون غرض بھولنے کے بعد جب یاد آئین اور مسجد کے اندر ہو تو اسپر اسکا کرنا لازم ہی مسلم
مصلی الظہر مثلا علی راس الرکعتین توہما اتمامہا انہا اربعا وسجد للسہو لان السلام ساہیا لایبطل لانہ دعا من وجہ سلام پھیر ظہر کے پڑھنے والے نے مثلاً دو رکعتوں پر نماز کے پورا ہونیکے
وہم سے تو انکو چار پورا کرے اور سجدہ سہو کرے اسلیے کہ سلام پھیر نا بھولے سے نماز کو باطل نہین کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہی یعنی اسوجہ سے کہ اس سے مومنین کے لیئے
امن مطلوب ہی اور دعا قاطع نماز نہین بخلاف مالو سلم علی الظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انہا الجمعۃ او کان قریب عہد بالاسلام فظن ان فرض الظہر
رکعتان او کان فی صلوۃ العشاء فظن انہا التراویح فسلم او سلم ذاکرا ان علیہ رکنا حیث تبطل لانہ سلام عمدا بخلاف اُس صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان پر کہ ظہر کے
فرض دو ہین اسطرح کہ خیال کر لیا کہ مین مسافر ہون یا یہ نماز جمعہ ہی یا اسکو مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اُسنے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہین یا یہ کہ نماز عشا مین مشغول تھا اسکو تراویح
گمان کر کے سلام پھیر دیا یا سلام پھیرا اس حال مین کہ اسکو یاد ہی کہ مجھپر ایک رکن باقی ہی کہ ان سب صورتون مین نماز باطل ہو جاتی ہی کیونکہ یہ سلام عمداً ہی سہو سے نہین ہم فرق پہلے
مسئلہ مین اور اس مسئلہ مین یہ ہی کہ وہان نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلیے سلام سہواً قرار دیا گیا اور یہان قطعاً دو پڑھنا جانکر سلام پھیرا اسلیے عمداً ہوا اور نہ سلام دونون صورتون
مین عمداً سہو سے نہین کذا فی الشامی وقیل لا تبطل حتی یقصد بہ خطاب آدمی اور ایک قول یہ ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی جبتک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہو ہم
یہ قول دوسرا بحث ہی صاحب بحر کی اور قول اول پر مصنف نے یقین کیا ہی کذا فی الشامی والسہو فی صلوۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار
عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل مین برابر ہی یعنے ہر ایک کے لیے سجدہ سہو کرنا چاہیے
اور مختار متاخرین کے نزدیک نہونا سجدہ سہو کا ہی عید اور جمعہ مین واسطے دور کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق مین ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین
کیا ہی درر البحار مین ہم فتنہ سے مراد لوگون کا تردد ہی یعنے عید و جمعہ مین چونکہ مجمع بہت ہوتا ہی تو عجب نہین کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش مین پڑ جائین اسلیے متاخرین نے
اختیار کیا ہی کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعون مین اولی ہی کذا فی الطحطاوی واذا شک فی صلوتہ من لم یکن ذلک ای الشک عادۃ لہ وقیل من لم یشک منذ صلوۃ
قط بعد بلوغہ وعلیہ اکثر المشائخ بحر عن الخلاصۃ کم صلی استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولی لانہ المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز مین وہ نمازی کہ شک کرنا اسکی
عادت نہو اور بعض فقہانے کہا ہی کہ اُسنے کسی نماز مین کبھی شک نہ کیا ہو بعد بالغ ہونیکے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہین اکثر مشائخ کذا فی البحر
عن الخلاصہ شک اس بات مین کرے کہ نماز کتنی رکعتین پڑھین تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کر دے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر
اعلی ہی اسلیے کہ سلام حلال کر نیوالا ہی یعنی نماز کی تحریمہ کے اٹھانے کے لیے ہی وان کثر شکہ عمل بغالب الظن اذ کان لہ ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنہ وقعد
فی کل موضع توہمہ موضع قعودہ ولو واجبا لئلا یصیر تارکا فرض القعود او واجبہ اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتون مین اکثر شک ہو جایا کرتا ہو
تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اسکو گمان ہی واسطے دور کرنے تنگی کے اگر یقین کامل کے بموجب عمل کرنے کا حکم دیا جائے تو اسمین حرج ہوگا اسلیے گمان غالب پر عمل
کرے اور اگر گمان غالب اسکو نہو تو تھوڑی رکعتون کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلاً تین اور چار مین اگر شک ہی تو تین یقینی ہین شبہہ چوتھی مین ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ مین کہ خیال
کرے اس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلیے قعدہ کرے تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو مثلاً اول رکعت مین شک ہوا کہ یہ دوسری ہی یا اول اور گمان غالب
اول ہونے کا ہی تو اول سمجھے اور اسکے آخر مین قعدہ کرے کیونکہ اسکے وہم کے بموجب یہ دوسری بھی ہی تو محل قعدہ ہی اسیطرح دوسری رکعت کے آخر مین قعدہ کرے کہ وہ باعتبار
ظن غالب کے دوسری ہی اسیطرح اگر غلبہ ظن اول ہونے کا نہو تا تو اقل پر بنا کرنے مین یہی صورت کرے ہر چند ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہی مگر ترک واجب یا فرض کی ضرورت

سہا حتی یتیقن انہ اتمہا ولو شک فی سجود السہو او فی السجدتین فی سجود السہو فلا یسجد لہ وان شک فی قعدہ اور رکن مغر شغل حال اشتباہ فی الرکوع والسجود لیعید

السجود المسنون فی باب سجود الشک سواء علی الخیری عوضی ذلک یعنی اگر رکن ادا کیا شک کے سبب نماز میں کوشک کرنے میں ایک رکن کے قدر

وہ شک کی حالت میں قرات اور تسبیح میں مشغول ہوا کہ کیا اور وہ واجب ہے سجدہ سہو کرنا سب صورتوں میں شک کی حیثیت سے عمل ہے

تحقیق کیا اور باکہ رکن وقت سجدہ سہو کرے سبب تاخیر رکن کے جیسے کہ تحقیق کی صورت میں اور امام تحقیق کا اعتبار کرنے کی صورت میں کا شک کیے ہے تو اس

تحقیق ہوئی تو سجدہ کرے اور اس سے تشہد پڑھے تین سجدہ سہو نہیں کذا فی الظہیریہ وفی البحر الرائق فی الشرح انہ یسجد للسہو فی ھذا الاصل مختلف وفی لفظ المحیط

قعدہ رکن لیکن مسرح میں ترکہ سجدہ سہو کرے اصل سے اختیار کرنے میں مطلق خواہ مقدار رکن کی تاخیر کرے یا نہ کرے اور قعدہ تحقیق میں اگر تکرار قعدہ رکن کرے تو

سجدہ کرے ورنہ نہیں فروع مسائل مختلف شارح کے حضیرہ دل باندھ اصل ارفعاد شک فی صدق قولہ باعادہ احتیاطا خبر دی اسکو ایک عادل نے پچھے آدمی نے شک کہ

آیا تشہد چار رکعتین پڑھین یا تین اور اسے شک کیا خبر نے سچے در جھوٹے ہونے میں تو اس نماز کو پھر سے پڑھے بطور احتیاط اور اگر نمازی کا یقین ہو کہ نماز پوری چار پڑھی ہے

تو خبر کے قول پر اعادہ نہ کرے کذا فی الطحطاوی و لو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم اور اگر اختلاف کیا امام نے اور مقتدیوں نے پس اگر امام

کو تین پر اپنے ٹھیک پڑھنے کا تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہ ہو تو مقتدیوں کے کہنے کے بموجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا کہ پہلی صورت میں قوم اعادہ کرے کیونکہ شک

تحقیق میں اگر ان کی نماز فاسد ہو سکتا ہے انہ قام الی الثالثۃ فی الوتر فی الثانیۃ الاصح قنت وقعد ثم صلی اخری وقنت ایضا فی الاصح شک کیا نمازی نے اس باب میں کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا تیسری

تو دو قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اس میں بھی قنوت پڑھے صحیح تر قول میں مع قول صحیح کا مقابل یہ ہے کہ دوبارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہے اور اسکا

جواب یہ ہے کہ ترک واجب کی ضرورت سے ہے یا قنوت پڑھنے میں ہے کذا فی الشامی شک ہل کبر للافتتاح او لا او احدث او لا او اصابتہ نجاسۃ او لا او مسح راسہ او لا استقبل ان کان

اول مرۃ و الا لا شک کیا کہ شروع کی تکبیر کہی یا نہیں خواہ یہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہیں خواہ یہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہیں خواہ یہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہیں تو اگر یہ شک

اول مرتبہ ہو تو از سر نو کرے ورنہ نہیں جمع یعنی اول صورت میں نماز از سر نو پڑھے اور دوسری میں وضو کرے اور تیسری میں نجاست کو دھو کر پاک کرے اور چوتھی میں مسح کرے

اور اگر شک دل دفعہ ہو تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم اثنائے وضو یا نماز میں شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہیں ولو شک فی ارکان

الحج فظاہر الروایۃ البناء علی الاقل ملیک الاشباہ فی قاعدہ الیقین لا یزول بالشک اور اختلاف کیا گیا ہے اس صورت میں کہ شک کیا حج کے ارکان میں اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ اکثر پر

بنا کرے اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلا چار پھیرے پھرا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور تجھکو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر میں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ہے

ظاہر روایت کا مقابل یہ ہے کہ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور اسپر زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہیں اور بحر الرائق میں اس قول کو اکثر فقہا کیطرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوۃ المریض

یہ باب ہے بیمار کی نماز کے احکام میں من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ و مناسبتہ کونہ عارض سماوی وتاخیر سجود التلاوۃ ضرورۃ اضافت صلوۃ کی مریض کیطرف از قبیل

اضافت فعل کے ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو سے ہونا عارض کا ہے

عذر آسمانی یعنی اس لحاظ سے سہو اور مرض دونوں یکساں ہیں اسلیے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا پھر پیچھے رکھا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہیے

تھا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونوں جزو نماز ہوتے ہیں مگر صلوۃ مریض میں اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے

بیان ہوا کذا فی الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بہ یفتی قبلہا او فیہا ای الفریضۃ او حکمی بان خاف زیادتہ او بطء

برئہ بقیام او دوران راسہ او وجد لقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا او مستندا الی وسادۃ او انسان فانہ یلزمہ

ذلک علی المختار کیف شاء علی المذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالہیئات اولی جس شخص پر کھڑا ہونا دشوار ہو یعنی سب قیام کر سکتا ہو سبب کسی مرض یعنی حقیقی کے

اور تعریف اس عذر کی جس سے نماز بیٹھ کر درست ہوتی ہی یہ ہی کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہونچے اسی پر فتوی ہی یہ دشواری قیام کی پہلے فرضون سے ہو یا خود فرضونکے اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانیکا یا اسکے دیر کر اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث یا گھومتا اپنے سر کا یا پاؤے اپنے قیام سے بہت سا در دیا ایسا ہووے کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا چنانچہ باب صفۃ الصلوۃ مین گذر چکا تو وہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اسپر لازم ہی قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جسطرح چاہے بموجب روایت مذہب کے اسلیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتون کو بطریق اولی ساقط کر دیگا یعنے کسی خاص صورت پر بیٹھنا اسپر ضرور نہین ہم شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت مرض کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونون صورتون مین حقیقی ہی اور یہ دونون لفظ صفتین عذر کی ہین جیساکہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر جلدہ کی اگر مرض حقیقی کیطرف پھیری جاے تو ہو نہین سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہی کہ جسکے بدن مین آنے سے اعتدالی مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کیطرف پھیرین تب بھی نہین بن سکتی کیونکہ عذر حقیقی قیام مین یہ ہی کہ کھڑا ہو تو گر پڑے ہان جس عذر سے نماز بیٹھ کر مباح ہی اسکی طرف پھیر سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین تسامح ہی کذا فی الشامی مختصراً وقال زفر کالمتشہد قیل وبہ یفتی اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہین کہ اسی پر فتوی ہی ہم تجنیس اور خلاصہ مین اسپر فتوی مذکور ہی اسوجہ سے کہ مریض پر ایسا بیٹھنا آسان ہی شامی نے کہا کہ یہ علت ناتمام ہی بلکہ آسانی تو اسمین ہی کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہو جیساکہ قول اول ہی حاصل یہ کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر ہی کہ التحیات کیطرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد مین التحیات کی وضع ہو جائے بر کوع وسجود نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدے یعنی اشارہ سے نہ پڑھے اسلیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہی انکو ناقص کرنا نہین چاہیے بدون ضرورت کے **وان قدر علی بعض القیام** ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر نہو نمازی تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے تو کھڑا ہو بطور وجوب کے جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو موجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہی یعنے جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے سارا قیام لازم ہی اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا ہم شامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اسکو حکم کیا جائے کہ تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کرے اور جسقدر قرارت کھڑا ہو کر پڑھ سکے اتنی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کھڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہی اسکے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہین اور اگر کوئی شخص اسطرح نکریگا تو مجھے ڈر ہی کہ اسکی نماز درست نہو اور اگر بے سہارے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اسکی نماز کافی نہوگی اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ذرا سے عذر مین بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہین اور یقیناً بقدر دو چار آیتون کے کھڑا ہونے سے انکو کچھ ضرر نہین ہوتا انکی نماز نہین ہوتی اور طرفہ یہ کہ گھر سے اپنے پاؤن چلکر آتے ہین اور فرض نماز مین بیٹھ کر نیت باندھتے ہین پس اسکا یاد کرنا ضرور ہی کہ لوگ اس سے غافل ہین **وان تعذرا** لیس تعذرہما شرطاً بل تعذر السجود کاف لا القیام **اومأ بالہمز قاعدا** وہو افضل من الایماء قائماً لقربہ من الارض **وجعل سجودہ اخفض من رکوعہ** لزوماً **ولا یرفع الی وجہہ شیئاً یسجد علیہ** فانہ یکرہ تحریماً اور اگر رکوع اور سجدہ دونون نہو سکین تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہی کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کی زمین سے یعنے مشابہت سجدہ کی اس صورت مین زیادہ ہی اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنے بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ اٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اسپر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہی شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونون کا متعذر ہونا شرط نہین بلکہ سجدہ کا نہو سکنا اشارہ کے لیے کافی ہی نہ قیام کا متعذر ہونا اور اوما ہمزہ سے ہی یعنے مہموز اللام ہی ہم شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہی ضمیر متصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اٹھانا یا لیے رہنا مکروہ تحریمی ہی لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ ثابت ہوا ہی کہ حضرت ام سلمہؓ نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع نہین فرمایا **فان فعل** بالبناء للمجہول ذکرہ العینی **وہو یخفض راسہ لسجودہ اکثر من رکوعہ** صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض والا یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اٹھائی جائے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہی

ف باوجود قدرت تھوڑے سے قیام بعض کے نماز بیٹھ کر بیجا ہی ۱۲

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] التعذر [illegible] القبلة [illegible]

[illegible] الاشارة بالراس [illegible] كما في الفتح [illegible]

[illegible] جب [illegible] نماز [illegible]

[illegible] جب [illegible]

[illegible] اشارہ رکوع اور سجدہ کا بیٹھے ہوئے [illegible]

ہو جاتا ہو جیسا کہ [illegible] اور قول محمد کا مقابل ہے [illegible] مگر اس صورت مین کہ [illegible] ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء

وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب [illegible]

اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جائے اور فوائت بہت ہو جائین اس طرح کہ زیادہ ہو جائین ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہے اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھتا ہو نماز

ظاہر الروایت مین اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ مین ہے اسلیے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہین ہے مسئلہ چار طرح پر ہے

اول یہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اسکو ہوش نہ رہا تو اس صورت مین بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہین دوسرے یہ کہ مرض دن رات یا دن رات

سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اس صورتین نماز قضا پڑھے اجماعاً تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بھی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے

کم رہا اور عقل نہ رہی تو یہ دونوں صورتین محل اختلاف ہین ظاہر الروایۃ مین قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہے مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس مین تصحیح

عدم قضا کو دی ہے اور قاضیخان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الارکان سقوط الشرائط عند العجز بالاولی ولا یعید فی

ظاہر الروایۃ بدائع اور مبتلا یا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولی اور اعادہ نکرے ان نمازون کا جو ارکان یا شرائط کے

ساقط ہونے سے پڑھے ظاہر الروایت مین کذا فی البدائع یعنی جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہو جاتے ہین تو شرائط بطریق اولی ساقط ہو جائینگے مثلاً استقبال قبلہ

اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہو جاتی ہین ان وقت ساقط نہین ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء کے پیشتر

بیان کرتا کیونکہ ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انھین کی ذیل مین اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی

ولو اشتبہ علی مریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداہ بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نرہتا ہو رکعتون اور

سجدون کا شمار بسبب اونگھ کے کہ اسکو لاحق ہوتی ہے تو اسپر ادائے نماز لازم نہین اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے بتلانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیہ

ہم اسمین یہ اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تعلم نہین بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے جیسے بیچ

کا شخص بڑے مجمع مین امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسرون کو پہونچاتا ہے کذا فی الشامی ولم یوم بعینہ وقلبہ وحاجبہ خلافاً لزفر رحمہ اللہ اور اشارہ نکرے اپنی آنکھ

اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رحمہ اللہ کے کہ انکے نزدیک سر سے اشارہ نکر سکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو

دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نکر سکے تو اللہ تعالی اسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہے کذا فی البحر ولو عرض

لہ مرض فی صلوتہ یتم بما قدر علی المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اسکی نماز مین تو تمام کرے نماز کو ان افعال سے جسپر قادر ہو قول معتمد کے موجب یعنی

خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدے سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز ادنیٰ ہی تو ادنیٰ کی بنا اعلیٰ پر درست ہی کذا فی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی
ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلی بالایماء فصح لا یبنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے پھر
اچھا ہو گیا یعنے قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنے کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہو اور تندرست ہو جاوے یعنے رکوع اور سجدہ پر
قادر ہو جاوے تو بنا کرے مگر اس صورت میں کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو ہم بنا نہ کرنے کی وجہ یہ ہی کہ رکوع وسجدہ والی نماز کی بنا
اشارہ والی پر جائز نہیں اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی
فلم یجز بناؤہ علی الضعیف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جائے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سر نو پڑھے قول مختار کے موجب
کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہی بہ نسبت لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوئی وللمتطوع الاتکاء علی شئی کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ
یکرہ ولہ القعود بلا کراہۃ مطلقا ہو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے بدون
کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہی کہ ایک طرح کی بے ادبی ہی اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال میں یعنے
عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہی ذکر کیا ہی اسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ میں ہی کہ بدون عذر مکروہ ہی اور قول اصح یہ ہی کہ مکروہ نہیں کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھکر
پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیوں نہوگا کذا فی الشامی وصلے الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساء
فالاصح الاعذر وہو الاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضوں کو چلتی کشتی میں بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہی بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنے دوران سر کھڑے ہونے
سے اکثر ہوا کرتا ہی کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہی
کذا فی البرہان ہم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ میں مثل کنارہ کے
ہی صحیح تر قول میں ہم یعنے اسمیں فرض بیٹھ کر جائز نہیں بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہی کہ کنارہ پر بندھی کشتی میں فرض کھڑے ہو کر درست ہیں خواہ وہ زمین
پر ٹھہری ہو یا نہیں اور ایضاح میں ہی کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اسکا حکم زمین کا سا ہی اور اگر ٹھہری نہو گی تو اگر نمازی اسپر سے کنارہ
پر اتر سکتا ہی تو فرض درست نہونگے نیچے اتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت میں اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہی اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہی کذا فی
الطحطاوی والمربوطۃ بلجۃ البحران کان الریح یحرکہا شدیدا فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا میں اگر ہوا اسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ
مثل جاری کے ہی اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہی یعنے پہلی صورت میں نماز فرض بیٹھ کر جائز ہی اور دوسری میں جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہی قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنے اسپر سب کا اتفاق ہی کہ قبلہ رخ
رہے گو کشتی گھوم جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز میں تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہی کہ قبلہ عاجز
شخص کے حق میں وہی ہوتا ہی جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ام قوما فی فلکین مربوطتین صح والا اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیوں بندھی
ہوئی میں تو صحیح ہی ورنہ صحیح نہیں ہم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہی کہ پاس پاس ہوں فاصلہ سے نہوں کیونکہ پاس ہونے میں دونوں کا حکم ایک مکان کا سا ہی
کذا فی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوما ولیلۃ قضی الخمس وان زاد وقت صلوۃ سادستہ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ
فان لافاقتہ وقت معلوم قضی والا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازیں
قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب
تو قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ہم مثلا دن رات بیہوش رہتا ہی مگر صبح کو ہوش میں آتا ہی تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت

ہوش کیوجہ سے ادا ہوئی ہین جو کہ نماز ہوا ہوش میں ہو تو ادا سب ہو ... دال ... عید ... عن الجماعات ...
... بعض ... نماز کی ... شراب پالسی دوسے ... نشہ کے وقت کی نماز ون کا ... ہوش ...
... ہوش ... فرشتہ ... سوا ... ساقط ہین ہوئی اسی طرح ... اگر بیہوش ... ساقط
ہوئی ہو ... امام ... بولی کا ... جنگ ... کذا فی ... اور بعضون نے کہا کہ اجماع ... نوٹ قطعت
یداہ ورجلاہ من المرفق والکعب وبوجہہ جراحۃ صلے بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید ہو الاصح وقد ... وقیل لا صلوۃ علیہ ...
... القطع ... اگر کٹے ہون دونون ہاتھ نمازی کے کہنی سے اور دونون پاؤن ٹخنے سے اور اسکے چہرہ مین زخم ہو تو وہ نماز پڑھے بدون وضو
اور تیمم کے اور اسکا اعادہ نہ کرے یہی صحیح تر ہے اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ
لازم ہے دھونا کسی جگہ کا ... یہ دونون قول مقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل اس صورت مین ہے کہ اسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا
الطحطاوی فروع مسائل الحقہ شارح کے الکن الفریق الصلوۃ بالایماء بالاعمل کثیر لزمہ الاداء والا لا قادر ہو اور وہ بیمار آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے
بدون عمل کثیر کے تو اسکو ادا پڑھنا لازم ہے اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین ... ہم بدون عمل کثیر کے اس طرح کہ کوئی چیز
سہارے کو لگی ہو یا ... خوب جانتا ہو کذا فی الجواہر والطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینیہ صلے بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس ... کیا
نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا سبب پانی نکال ڈالنے کے انکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلیے کہ حرمت اعضا کی
مثل حرمت نفس کے ہے یعنے جیسے جان کا بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہے ... بفتح نون وسکون زا معجمہ وعین مہملہ بمعنی نکالنا
اور بعض نسخون مین ... بفتح ... وسکون زا معجمہ وعین معجمہ بمعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مریض تحتہ ثیاب نجسۃ وکلما بسط شی تنجس
من ساعتہ صلے علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الا انہ یلحقہ مشقۃ بتحریکہ ایک بیمار ہے جسکے نیچے نجس کپڑے ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہے فوراً ناپاک
ہو جاتی ہے تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اور اسی طرح اگر ناپاک فوراً نہ ہوتے ہون مگر انکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو
تب بھی نماز انھین ناپاک کپڑون مین پڑھے کہ اسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوۃ

یہ باب ہے سجدہ تلاوت کے احکام مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہے طرف اپنے سبب
کے ... طحطاوی نے کہا کہ حکم ... وجوب سجدہ ہے نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنے فعل کے لیا جاوے
تجب بسبب تلاوۃ آیۃ ای اکثرہا مع حرف السجدۃ من اربع عشرۃ آیۃ اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی واجب
ہے ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہے لفظ سجدہ کے ساتھ اور چودہ
سجدون مین سے چار قرآن مجید کے نصف اول مین ہین اور دس نصف دوم مین ہم پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب
ہوگا اسی طرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی
نے کہا کہ وجوب عام ہے خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا نماز سے خارج اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ سجدہ سورہ نمل مین رب العرش العظیم
پر اور سورہ ص مین حسن ماب پر اور حم سجدہ مین لا یسامون پر ہے اور امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہے مگر چونکہ وائل ... اور ابن عباس
سے لا یسامون پر مروی ہے اسلیے احتیاط اسی مین ہے کہ لا یسامون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ مین ایک آیت کی تاخیر ... اور

ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہے اور یہی دلیل سورۂ ص مین بھی ہے گو زیلعی نے اناب پر سجدہ لکھا ہے منہا اور سنے الحج اولاہا ثانیتہا
فیہ لو ثانیۃ لاقترانہا بالرکوع وص خلافاً للشافعی رح و احمد رح و نفی مالک رح لسجود المفصل ان چودہ سجدون مین سے پہلا سجدہ سورۂ حج کا ہے
اور دوسرا سجدہ سورہ مذکور کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ مراد اس سے نماز کا سجدہ ہے بسبب متصل ہونے اس سجدہ کے رکوع سے اور ایک
سجدہ سورۂ ص کا ہے بخلاف امام شافعی اور احمد رح کے کہ انکے نزدیک سورۂ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرض سجدہ
شمار ہونے کا انکے نزدیک بھی چودہ ہے اور امام مالک رح نے فرمایا کہ مفصل صورتون مین سجدہ نہین یعنے سورۂ نجم اور اذا السماء انشقت اور
اقرأ مین انکے نزدیک سجدہ نہین تو انکے نزدیک تعداد گیارہ ہے ہم اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اسنے سورۂ حج کے دوسرے
سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہے اور خارج نماز اگر سنیگا تو اسپر سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم
یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہے سجدۂ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب
سجدہ کے تین ہین اول تلاوت اگرچہ سماع نپایا جاے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہے پڑھنے والے کے سوا
دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہے اور
بشرط الائتمام ح طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہے
او بشرط الائتمام ای الاقتداء بمن تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضاً وان لم یسمعہا ولم یحضر بالمتابعۃ یا سجدۂ تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونے کے اس
شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ
کے پڑھنے کے وقت یعنے امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھلی ہو تب بھی سجدہ واجب ہے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ہم اقتدا
سے واجب ہونے مین یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیہ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فانہ سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتدار کے موافق ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد المصلی اصلاً لا فی
الصلوٰۃ ولا بعدہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز کے ہم یعنے نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے
اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت للمعنیین فلا یعدوہم ستے لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج
کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیے کہ روک یعنے قراءت کی ممانعت ثابت ہوئی ہے سین مخصوص کے لیے تو انسے تجاوز نہ کریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین
داخل ہوگا انکے ساتھ تو اسپر بھی سجدہ ساقط ہوجائیگا ہم خارج سے مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ
اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اسمین امام داخل نہین اسلیے کہ اسکو ممانعت قراءت
کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہے جو شرح منیہ مین ہے کہ اگر مقتدی کے پڑھنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہوجاویگا ولا تجب علی من تلا فی
رکوعہ او سجودہ او تشہدہ للحجر فیہا عن القراءۃ اور نہین واجب ہے سجدہ اس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ مین یا التحیات
مین واسطے ممانعت کے ان ارکان مین قراءت سے ہم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہے اور نماز کے اندر اسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ
مین اور مقتدی کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قراءت کی روک ہے اور امام کا تصرف اسپر جاری ہے اسلیے اسکے تصرف کا
اعتبار نہین بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنے والا قراءت سے ممنوع ہے مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اسپر واجب ہوتا ہے ویسا ہی
یہان بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہے تشہد و مالصلوٰۃ المقدمۃ تحوالا التحریمۃ و فیہ التعیین سجدہ واجب ہے ساتھ

[illegible] جس پر سجدہ [illegible] ساتھ ہوا [illegible] نہین کے یعنے جب سجدہ [illegible]

[illegible] سجدہ [illegible] شروع ہوئے مین [illegible] نہین [illegible] بالقصد [illegible] السجود

[illegible] یعنے [illegible] اور [illegible] کلام سے

[illegible] سجدہ تلاوت کے اندر [illegible] سے

[illegible] جیسے رکوع [illegible] اشارہ [illegible] اور اشارہ سجدہ کا [illegible] رکوع مین

[illegible] فی الخارج [illegible] اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑہے اور بیماری مین

ادا [illegible] جائز ہوگا اور سواری پر سجدہ اگر حالت سواری مین [illegible] واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہوجاویگا

[illegible] اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اسکا ادا کرنا سواری پر [illegible] وہی سجدہ مین تکبیر تین

[illegible] قیام مین [illegible] بلا رفع ید و تشہد و سلام اور سجدہ تلاوت ایک سجدہ ہی درمیان دو تکبیرون مسنون کے [illegible] کرے یعنے

[illegible] کو اور دوسری بار اٹھانے کو اور [illegible] اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور امام اتنا کہ اوروں کو آواز جاوے اور

[illegible] قیام کے یعنے کھڑا ہوکر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہوجانا مستحب ہی بدون ہاتھ اٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت

اور بدون التحیات اور سلام کے وفیہا تسبیح السجود فی الاصح اور سجدہ تلاوت مین تسبیح سجدہ کی ہی صحیح تر قول مین یعنے سبحان ربی الاعلی

تین بار کہے ہم فتح القدیر مین لکہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہی اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلی کہے یا یہ دعا

پڑہے جو احادیث مین وارد ہی سجد وجہی للذی خلقہ الخ چنانچہ شرح باب صفۃ الصلوۃ مین لکہا ہو علی من کان متعلق تجب اہلا لوجوب الصلوۃ

لانہا من اجزائہا اداء [illegible] او قضاء کالجنب والسکران والنائم واجب ہی سجدہ تلاوت اس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے واجب

ہونے کا ادا کرنے کے اعتبار سے یعنے اسی وقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑہے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنے اسوقت اہل نہ ہو

دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا اشارح نے کہا کہ علی من متعلق ہی تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے

وجوب کی اہلیت اسلیے معتبر ہوئی کہ سجدہ تلاوت نماز کے اجزا مین سے ہی یعنے جس صورت مین کہ آیت نماز کے اندر پڑہی جاوے تو یہ سجدہ

جزو نماز ہوجاتا ہم تو اسلیے ہر سجدہ کے وجوب کے لیے اسکی عقل قائم رکھی گئی تاکہ اسکو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑہے اور

بعد جاگنے کے اسکو کوئی خبر کردے تو اسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ سجدہ لازم ہی اور قول صحیح مین لازم نہین اگر سوتے اور بیہوش

سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا لانہم لیسوا

اہلا لہا پس نہین واجب ہی سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض و نفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑہین یا سنین اسلیے

کہ یہ سب نماز کے اہل نہین نہ اسوقت پر اور نہ اسکے بعد اور ایک نسخہ مین لکہا ہی یعنے ادا اور قضا دونون کے اہل نہین وتجب بتلاوتہم

یعنے المذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوتہ لعدم اہلیتہ اور واجب ہی سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑہنے سے سوا اُس

مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اسکے پڑہنے سے سننے والون پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح

کی تعلیل مین [illegible] داخل ہی یعنے اسکے پڑہنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی حالانکہ وہ خود اہل نہین ہی اور مطبق بکسر با موحدہ

سے یہان وہ مجنون مراد ہی جسکو [illegible] زیادہ تک جنون رہے ولو قصر جنونہ فکان [illegible] اولیلۃ او اقل [illegible] سمع وان [illegible]

بل تلزم من سمعہ علی ما حررہ ملا خسرو لکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایۃ ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاویٰ الصغریٰ والجوہرۃ
قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اسپہ سجدہ لازم ہے خواہ وہ خود پڑھے یا
دوسرے سے سُنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے تو سجدہ خود اُسپر لازم نہین بلکہ اُس شخص پر لازم ہے جو اُس سے آیت
سجدہ کو سُننے ہو جب اس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہے اسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہے شرنبلالی نے اختلاف روایت پر در بارہ مجنون کے
اور نقل کیا ہے وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاوےٰ صغریٰ سے اور جوہرہ سے مین کہتا ہون اور اسی وجوب پر یقین کیا ہے قہستانی نے مع شرنبلالی نے کہا کہ
کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے مین دو روایتین ہین اور دونون کی تصحیح ہوئی ہے اور جوہرہ مین کہا کہ اصح یہ ہے کہ سجدہ
واجب نہین کذا فی الشامی لا تجب بسماعہ من الصدی والطیر ومن کل ما حرفا لا بالتہجی اشباہ ولا من المؤتم لو کان السامع فی صلوتہ لے صلوٰۃ الامام
بخلاف الخارج کما مر نہین واجب ہے بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنے گونج کی آواز سے جو پہاڑون اور جنگلون وغیرہ مین پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہے اور نہین
واجب ہے پرندے سے سننے کے سبب یعنے طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول مین سجدہ واجب نہین اور واجب نہین سننے سے
ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ
متن مین آگے مذکور ہے تو شاید شارح نے بیان مکرر اسلیے ذکر کیا تا کہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا یہی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہین واجب ہے
بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز مین ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اسکے ساتھ والا بخلاف خارج
کہ نماز مقتدی سے کہ اسپر واجب ہوگا جیسا کہ پیشتر گذرا وہی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرہا تنزیہا ویکفیہ ان یسجد عدد ما علیہ بلا تعیین ویکون
مؤدیا وتسقط بالحیض والردۃ ان لم تکن صلوتیۃ فعلی الفور لصیرورتہا جزءا منہا ویاثم بتاخیرہا ویقضیہا ما دام فی حرمۃ الصلوٰۃ ولو بعد السلام فتح
اور سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنے امام محمد کے نزدیک تمام عمر اسکا وقت ہے اور یہی قول مختار ہے اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فوراً واجب ہے یعنے تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہے فوراً بسبب ہو جانے اس سجدہ
کے جزو نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدۂ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اسکو قضا بجا لائے جب تک کہ نماز کی حرمت مین باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو
یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہے تاخیر کرنا سجدۂ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہوا اور کافی ہے
قرآن پڑھنے والے کو کہ جسقدر سجدے اُسپر ہون اسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو جائیگا ادا کرنیوالا یعنے تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی نہ ہوگا کہ
قضا ہو جائین اور ساقط ہو جاتا ہے سجدۂ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی
تو اسپرسے سجدہ ساقط ہو جائیگا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ہذہ النسبۃ ہی الصواب وقولہم صلوتیۃ خطاء قالہ المصنف لکن فی العنایۃ
انہ خطاء مستعمل وہو عند الفقہاء خیر من صواب نادر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوٰۃ کہنا درست ہے اور اسکی جگہ فقہا کا قول صلاتیۃ کہنا غلط ہے کہا ہے کہ
مصنف نے مگر عنایہ مین ہے کہ صلوتیۃ کہنا غلط ہے لیکن مروج ہے اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہے صحیح کم رائج سے کیونکہ انکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہے ان الفاظ مین جو عوام مین مشہور ہون ہم وجہ غلطی کی یہ ہے کہ قاعدہ نسبت کا یون ہے کہ تا تانیث کو حذف کر دیتے ہین پھر اگر
الف آخر مین ہو تو اسکو واو سے بدل کرتے ہین تو اس لحاظ سے صلویۃ کہنا ہو جب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیۃ کے کہ اسمین تا
حذف کیا ہے نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصرا ومن سمعہا من امام ولو باقتدائہ بہ فائتم بہ قبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ فلو ائتم بعدہ
لا یسجد اصلا کذا اطلق فی الکنز تبعا للاصل بعد ان لم یقتد بہ اصلا سجدہا وکذا لو اقتدی بہ فی رکعۃ اخرٰی علی ما اختارہ فی البحر وغیرہ وہو ظاہر الہدایۃ

اور جو شخص سنے آیت سجدہ کو امام سے [illegible] پھر وہ شخص [illegible]
اور اس کے بعد امام [illegible] اگر امام کے پیچھے [illegible] امام سجدہ کرے [illegible] ساتھ سجدہ کرے [illegible]
بعد [illegible] اسی رکعت میں کرے تو سجدہ تلاوت [illegible] نماز کے بعد ایسا ہی مفصل بیان کیا [illegible]
[illegible] سجدہ نماز [illegible] امام کی موافقت نہیں ہو سکتی اور اگر اقتدا [illegible] امام کے پیچھے کیا [illegible]
[illegible] سجدہ تلاوت کرے اور اسی طرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت میں تو سجدہ کرے بعد نماز سے فارغ ہونے کے بموجب اس
قول کے جسکو اختیار کیا ہے [illegible] حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سنے تو اگر اقتدا نہ کرے [illegible]
تو سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اسی رکعت میں جسمیں امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام نے پہلے [illegible] تو اسکے ساتھ سجدہ کرے
ورنہ اس سے ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت میں اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطاً ولو تلاہا
فیھا اے الصلوٰۃ سجدہا فیھا لا خارجہا لما مر اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز بسبب اسکے
کہ ابھی بیان ہو چکا یعنے نماز کے اندر کا سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہو جاتا ہے و فی البدائع واذا لم یسجد اثم فتلزمہ التوبۃ اور بدائع میں ہے کہ اگر نماز
کے اندر سجدہ تلاوت نہ کرے تو گنہگار ہوگا پس لازم ہوگی اسکو توبہ اسلیے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہیں تو گناہ ثابت ہوگیا اور اس سے
خلاصی کی صورت بجز توبہ کے اور کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوٰۃ بغیر الحیض فلو تسقط عنہ السجدۃ و ذکرہ فی الخلاصۃ
فیسجدہا خارجہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد تلاوۃ فلم تکن صلوتیۃ مگر جبکہ فاسد ہو جاوے نماز سواے حیض سے تو سجدہ تلاوت کرے خارج نماز
اسلیے کہ جب نماز فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلیے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ رہا اسی لیے خارج نماز سجدہ کرنے کا حکم ہوا
اور سواے حیض اسلیے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہوگئی تو عورت پر سے سجدہ تلاوت ساقط ہو جائیگا ذکر کیا ہے اسکو خلاصہ میں ولو بعد ما سجدہا لم
یعدہا ذکرہ فی القنیۃ و یخالفہ ما فی الخانیۃ تلاہا فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدۃ الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودہا اور اگر فاسد ہوئی نماز
بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہے اسکو قنیہ میں اور اسکے مخالف ہے وہ جو خانیہ میں ہے کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل میں پھر
نفل کو فاسد کر دیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد نماز کی صورت میں سجدہ خارج نماز نہ کرے اور قنیہ کی
عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاے مسئلہ خانیہ کا اس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اس صورت میں خانیہ
سجدہ کا اعادہ نہ ہوگا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے و تؤدی برکوع و سجود غیر رکوع الصلوٰۃ و سجودہا فی الصلوٰۃ و کذا فی خارجہا ینوب
عنہا الرکوع فی ظاہر المروی بزازیۃ لہا اے للتلاوۃ اور ادا ہو جاتا ہے سجدہ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے
سواے رکوع نماز کے اور اسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسی طرح خارج نماز میں قائم مقام سجدہ کا ہو جاتا ہے رکوع ظاہر قول روایت کے
کذا فی البزازیۃ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اسکے لیے رکوع کیا سواے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا
سواے نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائیگا اسی طرح خارج نماز میں رکوع یا سجدہ سے ادا ہوگا مگر رکوع میں یہ شرط ہے کہ فوراً ہو بلا تاخیر
اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کے واسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہ ہو کذا فی الشامی و تؤدی برکوع صلوٰۃ اذا کان الرکوع
علی الفور من قراءۃ آیۃ او آیتین و کذا الثلث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح اور ادا ہو جاتا ہے سجدہ
تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہووے ایک آیت کے پڑھنے سے پیشتر یا دو آیتوں سے اور اسی طرح تین آیتوں سے ظاہر قول کے بموجب

چنانچہ بحر الرائق مین ہو کہ اگر نیت کرے سجدہ کی یعنے نیت کرے رکوع کے ہونے کی سجدہ تلاوت کے لیے قول راجح پر ہم یعنی اگر آیت نماز مین پڑھی اور اُسکے بعد تین آیتون سے زائد نہین پڑھا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کے لیے کرتا ہون تو سجدہ ادا ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ اس رکوع مین نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا وتودی بسجود ہا کذلک ای علی الفور وان لم ینوہ بالاجماع اور ادا ہوتا ہو سجدہ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح یعنے فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت کا ہو بالاتفاق ہم آیت سجدہ کے بعد فوراً سجدہ نماز کرنیکی صورت محشیون نے نہین لکھی غالباً اس سے مراد یہ ہو کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہو کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون کی مقدار سے کم نہین پھر فوراً کیسے ہو سکتا ہو ولو نواہا فی رکوعہ ولم ینوہا المؤتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ وینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع مین اور نہ نیت کی اسکی مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی اور سجدہ کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہو جاتا ہو اگر اعادہ نکریگا تو فرض نماز کا رہجائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آیت سجدہ پڑھی نعم لو رکع وسجد لہا فوراً ناب بلانیۃ ہان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدہ تلاوت کے ہو جائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے ہم یعنے امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ مین کی یا بالکل کہین نہ کی تو اس صورت مین مقتدی پر کچھ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفضہ وسجد لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزأتہ عنہا ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوتہ لانہ انفرد برکعۃ تامۃ اور اگر سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع مین ہو وہ رکوع کو ترک کرکے سجدہ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اسکو یہ سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت پوری تنہا پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہو ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلوتیۃ بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر محجور اور اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اُس شخص سے جسپر روک نہین یعنے اگر روک والے سے سنتا مثلاً مقتدی سے تو اسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرتا نہ نماز کے اندر چنانچہ پہلے گذرا ولو سجد فیہا لم یجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا یتادی بہا الکامل واعادہ ای السجود لما مر لا الصلوۃ الا اذا تلاہا المصلی غیر المؤتم ولو بعد سماعہا سراج اور اگر نماز پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ اُسکا ناقص ہو بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہو اُسکو پورا کرنا اور اُسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اُسکو لازم ہو اور اس بات کا مقتضی ہو کہ جو چیز اسپر اس نماز سے خارج سبب سے واجب ہوئی ہو اُسکے ادا کرنے مین مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہو نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اُس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اُسوجہ کے کہ گذری یعنے بسبب اُسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑھا ہو اُسکو نمازی نے سوائے مقتدی کے اگرچہ بعد اُسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدہ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج ہم صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہو اُسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ پیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اُسکے لیے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت مین اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے اور غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہین تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی دونہا ای الصلوۃ لان زیادۃ ما دون الرکعۃ لا تفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعۃ غیر امام ولا تجزیہ عما سمع تجنیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اسلیے کہ زیادہ ہونا

ایک آیت سجدہ کی تلاوت [illegible] ہی دفعہ دوسری بار پڑھے تو تلاوت کرنے والے کی مجلس بدلنے سے تلاوت
کرنے والے کے سجدہ ہوگا اس وقت ناز میں نہ ہوگا اور ہوگا تو بہ سبب منافات کرنے نماز کے اس شخص کی سجدہ [illegible] اور
[illegible] سجدہ ہوگا اسکے بعد ہی سجدہ کی بابت حکم ہے اور داخل اشخاص وغیرہ دان کانا فی غیر الصلوۃ فسجد ثم دخل فی الصلوۃ فتلاھا
سجدھا اخری [illegible] داخل فی [illegible] الصلوۃ [illegible] فی غیرہ فتسجد غیر ان لان اختلاف المجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھ کر سجدہ
اگر ادا کیا ہو نماز میں داخل ہوا اور اسی آیت کو نماز میں پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ دونوں کو کافی ہے
اسلیے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہے اور اپنے غیر کو اپنا تابع کر لیگا اگرچہ مجلس بدل جاوے علم تحقیق نے کہا کہ شرح کے بعض صاحب بحر الفائق کو تابع
ہوا اور بحرالرائق میں اس کا ایک ہونا ظاہر کیا ہے ایک سجدہ کافی ہوتے کے لیے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ میں پڑھی اور نماز میں پڑھا اس آیت کو دوسری
دفعہ نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے تو سجدہ ساقط ہو گا اسکے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوۃ سقطتا فی الاصح
اور اگر اول بار سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونوں سجدے ساقط ہوتے صحیح تر قول میں اور گنہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب میں ہم اور ایک قول یہ ہے
کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہیں گو صحیح یہ ہے کہ دونوں ساقط ہیں اسلیے کہ خارج کا سجدہ تابع ہے داخل کا کذا فی الحلبی ولو کررہا فی مجلسین تکررت
وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلھا بعد الاولی اولی قنیۃ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسوں میں تو سجدہ
مکرر ہوگا اور ایک مجلس میں مکرر نہ ہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہے اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہے بسبب جلدی لانے عبادت کے کذا فی القنیہ
بحرالرائق میں ہے کہ تاخیر میں زیادہ احتیاط ہے ہم قاعدہ یہ ہے کہ وجوب سجدہ کا تین باتوں میں سے ایک کے باعث مکرر ہوجاتا ہے اول اختلاف تلاوت کا
دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتوں کا ہے یعنی اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیتیں سجدہ کی پڑھیگا یا سنے گا تو
تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہے ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے میں دو قدم سے زیادہ چلکر جاوے
اسمین یہ شرط ہے کہ دونوں مکانوں کو ایک حکم نہ ہو مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہوں کہ انکا حکم ایک ہی مکان کا ہے پس اگر ایک ہی آیت سجدہ مسجد
یا گھر کے کئی کونوں میں پڑھیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں دفعہ کے پڑھنے کے درمیان میں
عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرر ہو جاویگا اور اگر عمل قلیل
کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اس آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب
نہیں دوسرا سجدہ کرنا اس جگہ بنا بر کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان مبناہا علی التداخل دفعاً للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس اور
اصل یہ ہے کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہے یعنی ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہوجاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے یعنی تلاوت پر سجدہ واجب کرنے میں
سکھانے والوں اور سیکھنے والوں پر دقت ہوگی بنا تداخل کی اس شرط سے ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں مکرر
پڑھنے سے ایک سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اسی کو اسی مجلس میں دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ
واجب ہوگا وہو تداخل فی السبب بان یجعل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لہا وہو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجودہا
شنیع اور وہ یعنی مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہے سبب میں اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس ایکبار کی تلاوت سبب
سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتیں اسکے تابع ہونگی اور سبب میں تداخل کہنا لائق تر ہے عبادت کے لیے اسلیے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے اسکے
سبب کے برا ہے حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ میں ہم تداخل حکم میں نہیں کہ سکتے کیونکہ اسکے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک جانا نکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہے اسلیے ہمنے سب سببون کو ایک کر لیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر ہو کی راجع ہے عدم
تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لا تتکرر سے سمجھا جاتا ہے لا تداخل فی الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا السجدۃ فتداخلت السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ
لانھا للزجر وھو ینزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ نہیں تداخل ہے حکم مین اسطرح کہ کیجاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا
سجدہ کا پھر سجدے ایک دوسرے مین آجائین اور اکتفا کیجائے ایک سجدہ پر اسلیے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہے سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر
کے لیے ہوتی ہے اور آدمی ایک سزا سے زجر پاجاتا ہے اور مقصود حاصل ہوجاتا ہے اور کریم ستعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے یعنے
سزا اُن کا معاملہ عبادت سے جدا ہے انکی بنا دفع اور عفو پر ہے تو انکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہیں اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک
سزا سے حاصل ہے اور آخرت مین کریم ستعال سے توقع ہے کہ معاف کردے اسلیے انمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلاً ایک شخص نے شراب پی دو بار
تو ہر چند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہوجائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فی تداخل السبب
عما قبلھا وعما بعدھا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلھا حتی لو زنی فحد ثم زنی فی المجلس حد ثانیا اور مصنف نے بتا دیا فرق درمیان تداخل
سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون
کے یعنے اگر کسی شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلاً پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھ کر سجدہ تلاوت کر لیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ
جو کیا ہے سبکی طرف سے کافی ہوگیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اُسکے بعد کی اُسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبکے بعد ہی
ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلاً پہلی صورت مین اگر پانچون تلاوتون کو جدا جدا سبب قرار دو
اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہوگیا اب جو دو بار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لیے
دوسرا سجدہ چاہیے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہے کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا
اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسدا الثوب ذاھبا وآئبا وانتقالہ من غصن شجرۃ الی آخر وسبحۃ فی نھر او حوض
تبدیل للمجلس او الآیۃ فتجب سجدۃ او سجدات اخرے بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام ذکرہ اولہ
یصلے علیھا لان الصلوۃ تجمع الاماکن ولو لم تصل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے
دوسری پر اور پیرنا اُسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہے مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنے مثلاً تانا تننے مین ایک ہی آیت
جاتے مین پڑھے اور وہی لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنے مثلاً
سننے والے نے اُسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اُسی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور
کشتی چلنے والے اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہوجانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے
مجلس نہین بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس نہ بدلیگی کیونکہ نماز اُن مجالس کو ایک کردیتی ہے اسلیے کہ اختلاف
مکان کی صورت مین نماز فاسد ہوجاتی ہے تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر
ہوجائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہے تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے کذا فی الشامی کما یتکرر لو تبدل مجلس سامع دون
تال حتے لو کرر راکبا یصلے وغلامہ یمشے تتکرر علے الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اگر بدل جاے مجلس سننے والے کی
یہانتک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوے اور اُسکا غلام پیادہ چلتا ہے تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

اگر سننے والا مجلس الاولیٰ ہو اور سماع سے غافل ہو تو اس پر سجدہ واجب نہیں اگرچہ سجدہ واجب ہو گیا اور سننے والا غفلت سے نہ سنے
مجلس سننے کی مجلس کے بیٹھنے اور سننے والے کی مجلس کے ساتھ ہو تو ایک سجدہ کافی ہے اور پڑھنے والا پھر تلاوت کرے اور سننے والا
ہر بار سننے والے پر سجدہ واجب ہوا جتنی آیت سجدہ کی تلاوت ہو اور جب کہ ہر سجدہ سامع پر اس مجلس کے بدلنے سے بدلتی ہے
اگر تلاوت کی مجلس ایک ہو اور سننے والے کی مجلس بدلے تو اس بات کا حکم یہ ہے کہ سننے کے سبب ہر بار سجدہ واجب ہوگا
اس صورت میں حکم سننے والے پر برعکس ہوتا ہو وہی تلاوت کنندہ کے لیے ہو جاتا اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ سننا ہی سبب ہے سجدہ کا
جیسا کہ بعض علمائے کہا ہے کذا فی الشامی وما الصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما ذکر عند المتقدمین وقال المتاخرون تکرار الذکر
سے تکرار اعادہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہے متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہے کہ تکرار ذکر سے درود
کے تکرار میں تداخل ہوتا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدہ تلاوت کے ہے کہ جیسے اتحاد مجلس کی صورت
میں سجدہ مکرر نہیں ہوتا ویسا ہی ایک مجلس میں مکرر نام پاک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہیں ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہے
یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے کذا فی الشامی وما العطاس فالاصح انہ ان زاد علی الثلاث لا یشمتہ کذا فی الخلاصۃ اور چھینک کا حال صحیح تر یہ ہے کہ اگر تین بار سے
زیادہ ہو تو اسکا جواب نہ دے کذا فی الخلاصۃ ہم اصح کا مقابل یہ ہے کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ ہے کہ دس بار تک اور ایک یہ ہے کہ
ہر چھینکنے والا ہر بار چھینکنے پر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقراءۃ باقی السورۃ لان فیہ
قطع نظم القرآن وتغییر تالیفہ واتباع النظم والتالیف مامور بہ بدائع ومفادہ ان الکراہۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہے چھوڑ دینا آیت سجدہ
کا اور پڑھنا باقی صورت کا اسلیے کہ اس طرح پڑھنے میں عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اسکی ترکیب کا بگاڑنا ہے اور
اسکی عبارت و ترکیب کے اتباع کا حکم ہے کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے
اتباع نظم کا ارشاد اس آیت میں مذکور ہے (فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ) یعنی جب ہم اسکو پڑھیں تو پیروی کر اسکے تالیف کی کذا
فی البحر لا یکرہ عکسہ ولکن ندب ضم آیۃ او آیتین الیہا قبلہا او بعدہا لدفع وہم التفضیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فی
رتبۃ وان کان لبعضہا فضیلۃ باشتمالہ علی صفات اللہ تعالیٰ نہیں مکروہ ہے اسکا عکس یعنی صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورہ
کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہے ملانا ایک آیت یا دو آیتوں کا اسکے ساتھ خواہ پیشتر سے ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے
یعنے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس آیت کو فضیلت ہے اور وں پر کیونکہ کل آیتیں اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ایک رتبہ میں ہیں
اگرچہ بعض آیتوں کو فضیلت ہے بسبب اسکے شامل ہونے کے اللہ تعالیٰ کی صفات پر واستحسن اخفاءہا من سامع غیر
متہیئ للسجود اور مناسب ہے نہ سنانا آیت سجدہ کا اس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہ ہو یعنی اگر سننے والا بے وضو ہو یا
اسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اس صورت میں کہ سننے والے کا حال معلوم نہ ہو کذا فی الخلاصۃ
واختلف التصحیح فی وجوبہا علی مشاغل بعمل ولم یسمعہا والراجح الوجوب زجرا لہ عن تشاغلہ عن کلام اللہ تعالیٰ فی قول
سامعا لانہ بحضرۃ ان سمع اور مختلف ہوئی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے میں اس شخص پر کہ کام میں مشغول ہوا اور آیت کو نہ سنا اور
راجح ہے سجدہ کا واجب ہونا اسکے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑ کر کام میں مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے قرار دیا گیا کیونکہ سننے
کے موقع پر ہے [illegible] رہا ہے کہ اس مسئلہ میں اصح عدم وجوب ہے اسلیے کہ سننا جو شرط ہے وجوب کے ایک قول پر [illegible]

پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفاً لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال خانیۃ وقد افاد ان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم سے یعنے انہین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نکرے اسلیے کہ اُسنے ایک پڑھنے والے سے اسکو نہین سنا کذا فی الخانیۃ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہے مہمۃ الکل مہمۃ یہ ایک مفید بات ہے ہر مہم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ آیۃ

السجدۃ کلہا فی مجلس وسجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالیٰ ما اہمہ وظاہرہ انہ یقرأہا ولاء ثم یسجد ویحتمل ان یسجد الکل بعد قرأتہا من غیر کرہ کافی مین ہے کہتے ہین کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے اُنہین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو اسکے حادثہ سے بچاویگا اور ظاہر اس قول کا یہ ہے کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہوسکتا ہے کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اسکے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتون کا پڑھنا مکروہ نہین ہم پہلے گذر چکا ہے کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملالے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولی نہو مکروہ تنزیہی ہو اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہے جیسا چند سورتین ملا کر پڑھ لے مختلف جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر

مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہے اسی پر فتوی ہے مگر وہ مکروہ ہے نماز کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پہونچاوے اسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہے سجدہ شکر کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی صاحبین کے قول پر ہے اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہے کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے مین ہے نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہے نہ سجدہ شکر کیطرف یعنے یہ مسئلہ جداگانہ ہے کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ جاہل اسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہے وہ نہ ثواب ہے نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اسکو سنت یا واجب اعتقاد نہ کرلین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدۂ شکر کو بعد تمام ہونے سجدۂ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ویکرہ للامام ان یقرأہا فی

مخافتۃ ونحو جمعۃ وعید الا ان یکون بحیث تودی برکوع الصلوٰۃ وسجودہا اور مکروہ ہے امام کو آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہے کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہے اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے بعد تین آیتون کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدۂ تلاوت کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اسکو سلام کے بعد سجدہ کرکے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علی المنبر سجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اسی جگہ کرلے ورنہ منبر سے اُترکر سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جسنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فی الخانیہ

باب صلوٰۃ المسافر

یہ باب ہے نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ الشی الی شرطہ او محلہ اضافت صلوٰۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہے طرف اسکی شرط کے یا اسکے محل کے یعنے مسافر یا شرط ہے نماز مخصوص یعنے قصری نماز کی یا اسکا محل ہے ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہے نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا یخفی ان التلاوۃ عبادۃ والسفر عارض مباح الا لعارض فلذا آخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہے جو عبادت ہے مگر کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہے مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنے اس باب مین اور سجدہ تلاوت مین

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سفر کی نیت [illegible] ظاہر ہوا [illegible]

[illegible] مشارکت کے لیے مستعمل ہیں اور ہو سکتا ہے کہ مشارکت ہی ملحوظ ہو [illegible] اور ایک فریق [illegible]

[illegible] ظاہر ہوتی ہیں کذا فی الشامی من خرج من عمارة موضع اقامته من جانب خروجه وان لم يجاوز من الجانب الآخر جو شخص سفر کو نکلے اپنے رہنے

کی جگہ کے گھروں سے یعنے اپنے نکلنے کیطرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نہ کیا ہو [illegible] کوئی محلہ منفصل

[illegible] آگے آئی ہے [illegible] شامی نے کہا کہ عبارت سے [illegible] تا کہ خیمہ میں رہنے والے

بھی شامل ہوں اور آبادی سے باہر ہونے میں اسی طرف کا اعتبار ہے جدھر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر میں [illegible] اب جدا ہو گیا

تو جب تک اُس سے باہر نہ ہو جاوے قصر نہ کرے اور باغ داخل آبادی نہیں اگرچہ انہیں بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہوں یا رکھوالوں کی جھونپڑیاں ہوں مگر

الا انه ان كان بين الفناء والمصر اقل من غلوة وليس بينهما مزرعة يشترط مجاوزته والا فلا اور فناء شہر [illegible] اگر فناء اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ

ہو اور دونوں کے درمیان کھیت نہ ہو تو اُسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہے ورنہ شرط نہیں ہم فناء شہر اُس میدان کو کہتے ہیں جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً

گھوڑ دوڑ کے پھیرنے اور مردوں کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اسطرح کا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ میں کھیت نہ ہو تو قصر کے لیے شرط ہے کہ

اُس سے بھی تجاوز کر جاوے ورنہ اُس سے تجاوز کرنا شرط نہیں غلوه بفتح معجمہ ٣٠٠ ہاتھ سے ٤٠٠ ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی قاصدا ولو کافرا

ومن طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر مسيرة ثلثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم الى الليل بل الى الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلے

قصد کرنے والا سفر کا اگرچہ حالت کفر میں قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر کرے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ قصر نہ کرے

یعنی اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پھر آگے کی نیت کی اسی طرح تمام دنیا میں پھرا تو قصر نہ کرے قصد کرے سفر تین دن کا مع

انکی راتوں کے برس کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے اور نہیں شرط ہے سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہے زوال تک ہم شامی نے کہا کہ لیالیہا کا عطف کرنا

مناسب ہے کیونکہ چلنا دن کا ہے رات کے معتبر نہیں ہاں اگر واو کی جگہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنے نیت سفر میں دن کی ہو یا تین راتوں کی دونوں صورتوں میں

قصر کرے اور سال کے سب سے چھوٹے دنوں سے مراد ان ملکوں کے دن ہیں جو معتدل ہوں یعنے جہاں دن بہت چھوٹے نہ ہو جاتے ہوں جیسے بلغار [illegible]

چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہے تو مصر میں سب سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹہ [illegible]

منٹ سوا اٹھارہ گھنٹہ کا ہوا اسی اور بریلی اور سہارنپور میں صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد ہم چھوٹے دنوں میں ہوتے ہیں [illegible]

جیسا عرض بلد ہو گا اسکے موافق بقدار کم و بیش ہو گی اور زوال تک سفر کی قید اسلیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام [illegible] ضرور ہو گا اگر چلنے

کے چلنے میں یہ باتیں کریگا تو نصف روز بلا شبہ صرف ہو گا اسلیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی تبصرف والا تباع للمذهب [illegible]

فرسخ ان کے مذہب کے بموجب ہم فرسخ ٣ میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگوں نے مدت سفر کو ٢٤

١٨ یا ١٥ فرسخ کہا ہے اسکا اعتبار نہیں اسلیے کہ ظاہر الروایت میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہے اور ہدایہ میں اسکو صحیح کہا ہے بالسير الوسط مع الاستراحة المعتادة

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آراموں معتاد کے ہم یعنے درمیان راہ میں معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی
چال ہو نہ چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہے اور گھوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی
بدائع میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو معلوم ہوتا ہے شبہہ کی صورت میں انہیں کی طرف رجوع کرنا چاہیے حتے لو اسرع فوصل فے یومین قصر یہانتک کہ اگر جلد
چلا اور دو روز میں پہونچ گیا تو نماز قصر کرے یعنے تین دن کی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والآخر اقل قصر
فے الاول ودون الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں صلے الفرض الرباعی
رکعتین وجوبا لقول ابن عباسؓ ان اللہ فرض علے لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین ولذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا
حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے
فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباسؓ کے کہ اللہ تعالے نے فرض کی تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
مقیم کی چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنے یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے
اسلیے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں
بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے م رخصت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدلکر صورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہ بات مسافر کی نماز میں نہیں
کیونکہ اصل میں اسکے لیے وہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہ کہ چار کی دو رکعتیں ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سب کے لیے فرض ہوئی تھیں پھر مقیم کے حق
میں چار ہو گئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شرح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء
رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوۃ والسلام اطمان بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ
خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وکان قصرہا فے السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا یجمع الادلۃ انتہی کلامہم
ملخصا میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئیں سوائے مغرب کے پھر جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوے دو رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کے نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قراءت کے
نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہیں اسلیے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنے دن سے قریب اور اسکے متصل ہیں اسلیے دن کا وتر کہا
پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہو گئے تو سفر میں انمیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم
نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
م یعنے ہماری دلیل جو قول ابن عباسؓ کا ہے کہ مسافر کے لیے دو رکعتیں ہیں لحاظ اس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز آٹھہری اور امام شافعی جو مسافر
کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر
بنی ہے اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہو گئے پھر سفر میں تخفیف ہو گئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے
اور نیز اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہ رضہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا
سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے
پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان
القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلیے کرتا ہو کہ رہزنی

یعنی جو ترجمہ ... فلان ... منزل ... مثلاً ... دو ... اگر ... دریافت کرنا ... دو ... منزل ... مفصل ... چاہیئے

ہے تب بھی قصر کرے اسیلیے کہ ابھی اسکا ساتھ ہو جانا ... نہین ہے وہ ... شرعی ہونے کا حکم ... سے ... کر دیا ہے ... کی وجہ سے
حیثیت مین ... کیا ... سفر کے حکم ... اس قسم کی ... قصر کے ... ہونے کو ... کے لیے ... کذا فی العینی
... داخل ہو ... مثلاً ... سفر ... پورا ... مین قصر کرتا رہے جب تک کہ داخل ہوا نہیں اقامت کی جگہ
مین بشرطیکہ مدت سفر کی طے چکا ہو اور اگر مدت سفر کی ... نہ ہوئی ہو تو نیت ... کے پوری نماز پڑھے بسبب منتقل ہونے سفر کے عدم صحت ... کی جہت
... ایک شخص ارادہ سفر چار منزل کا اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جا کر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت مین اسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین
منزل جا کر پھرے تو اپنے شہر مین آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتداء قصر کے لیے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی ابتداء قصر کے لیے مدت سفر کا پورا
ہونا بھی ضروری ہے ... ودوام القصر ... اقامۃ نصف شہر حقیقۃ او حکما ... ولو دخل الحاج الشام

... قبل التحقیق ... شوال ... الاقامۃ ... مع ... ارادۃ ... الی ... قصر کے بدلے
مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہ مین جو لائق اقامت کے ہو یعنی شہر یا گانون مین یا دار الاسلام کے صحرا مین حالانکہ مسافر
خیمہ والون مین سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندون مین سے نہو اور نیت اقامت کی صحرا مین کرے تو اسکی نیت معتبر نہوگی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت
اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہو یعنی اس صورت مین فرض دو کی جگہ چار پڑھنے ہونگے اور اگر نماز پڑھنے مین
وقت نکلگیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتین پڑھنی نہ پڑینگی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہو گیا تو اسوقت
نیت اقامت معتبر نہوگی پھر نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت مین ہو یا حکماً دونون معتبر ہین حکماً کی مثال بزازیہ وغیرہا مین ہے کہ اگر حاجی شام مین داخل
ہوا اور جانا کہ بدون قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرھوین شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلیے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنے والے کے
ہے گو حقیقت مین نیت اقامت کی نہین کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اسلیے ضمناً اور حکماً اقامت کی نیت ہو گئی کذا فی الشامی
فیصلے رکعتین ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شہر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح لہ او جزیرۃ او نوی فیہ لکن بموضعین مستقلین
کملۃ و منی پس نماز پڑھے دو رکعتین یعنی قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اگر ایسی جگہ مین
جو قابل اقامت نہو جیسے دریا مین یا جزیرہ مین یعنی جس جزیرہ مین آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہ مین لیکن دو مستقل جگہ مین پندرہ دن
رہنے کی نیت کرے جیسے کہ اور منی مین مثلاً یعنی خواہ وہ دونون شہر ہون یا گانون یا ایک شہر ہو ایک گانون غرضکہ ان سب صورتون مین مقیم نہوگا
فلو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی و عرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعہا پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ مین دس دنون مین
ذی الحجہ کے تو ان تاریخون مین نیت اقامت درست نہوگی اسلیے کہ وہ منی اور عرفات کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت
کے سوا مین کر لینے جب عزم نکلنے کا منی اور عرفات مین ہو تو نیت اقامت بے محل ہوگی و بعد عودہ من منی تصح کما لو نوی مبیتہ باحدہما او کان احدہما
تبعا للآخر بحیث تجب الجمعۃ علیٰ ساکنہ للاتحاد حکماً اور بعد رجوع کرنے کے منی سے نیت اقامت کی درست ہے جیسے درست ہے نیت اگر نیت کی
رات کے رہنے کی دونون جگہ مین سے ایک مین یعنی مثلاً یہ نیت کی کہ دن کو مکہ مین رہونگا اور رات کو منی مین تو درست ہے اسلیے کہ اقامت
مین رات کے رہنے کا اعتبار ہے تو جب منی مین داخل ہوگا مقیم ہو جائیگا یا دونون جگہ مین سے ایک تابع ہو دوسرے کی اس طرح کہ واجب ہو جمعہ
اسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنی اگر ایک گانون شہر کے اسقدر پاس ہو کہ اسمین اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونون مین اقامت کی
نیت کر لی مثلاً یون نیت کر لی کہ شہر مین دس روز اور گانون مین پانچ روز رہونگا درست ہے اسلیے کہ دونون حکم کی رو سے ایک ہین اور اگر کوئی مستقلاً

برانه کعبدٍ و امرأة یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی راے مین مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنے اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین
آقا کا اعتبار ہو نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا انکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے
نماز پڑھے کذا فے الشامی او دخل بلدة ولم ینوِ مدة الاقامة بل ترقب السفر غداً او بعده ولو بقی علے ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلة
نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کیے جاے جو کسی شہر مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا ہو
کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانتے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا ہم یعنے اگر
نیت مین تردد رہا اور ہر روز یہی جانا کہ کل جاؤنگا تو ایسی نیت سے اقامت نہو گی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے و کذا یصلے
رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامانٍ فانہ یتم او حاصر اہل البغی فے دارنا فی غیر مصرٍ مع نیۃ الاقامۃ
مدتہا للتردد بین القرار و الفرار اور اسی طرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف
اس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اسکا مزاحم نہوگا کہ اسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو
محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی انکو
کہتے ہین جو امام کی اطاعت نہ کرین کذا فے النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہی اگر شہر مین محاصرہ کے لیے فرو کش ہون تب بھی نیت اقامت
درست نہو گی چنانچہ سراج مین مصرح ہی اور ثالث مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہی انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب و ترکمان
فوونہا فی المفازة فانہا تصح فے الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء و الکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے
مثل بدوون اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہی صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہی بشرطیکہ انکے پاس پانی اور
چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اسلیے نیت درست ہی کہ اقامت اصل ہی یعنے ایک چراگاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت
جاتی نہ رہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہی کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی و الا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ السفر
فیقصرون ان نووا سفرا و الا اگر جب خیمے والے جائین ایسی جگہ کو کہ دونون جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر کرین بشرطیکہ
سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نہ کرین تو قصر بھی نکرین ولو نوی غیرہم الاقامۃ معہم لم یصح فے الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر خیمہ والون کا انکے
ساتھ تو درست نہو گی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ و المدۃ و استقلال الرأے و ترک السیر و اتحاد الموضع و صلاحیتہ قہستانی اور
حاصل یہ ہی کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت اقامت پندرہ روز کی سوم راے کا مستقل ہونا یعنے
کسی کا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنے اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانون کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہو گی
پنجم اقامت کی جگہ کا ایک ہونا ششم جگہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولے تم فرضہ و لکنہ اساء لو عامدا
لتاخیر السلام و ترک واجب القصر و واجب تکبیرۃ افتتاح النفل و خلط النفل بالفرض و ہذا لا یحل کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم و استحق النار
و ما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہی تب تو اسکے فرض پورے ہو جاینگے مگر اسنے برا کیا
کہ دو کی جگہ چار پڑھین اور دو رکعتین زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے
کہا کہ برائی اس صورت مین ہی کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوئین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا
سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اسکو شرح بیان کیا ہی

دو [illegible] یون ذکر کیا [illegible] کہ [illegible] نماز [illegible] تو اس سے معلوم ہوا [illegible]

[illegible] الشامی [illegible] فرض [illegible] ان [illegible] اگر [illegible]

[illegible] اور [illegible] سجدہ [illegible] باطل ہوئے اور [illegible] رکعتین [illegible]

سے فرض کے فرض باطل ہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کو سجدہ کرے لیکن دوبارہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا سبب واقع ہونے اس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام ہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ میں نیت اقامت کی کیا تو فرض نفل ہوجائینگے علم شامی نے کہا کہ الا اذا اعید استثناء دونوں صورتون سے ہے یعنے اگر قعدہ اولی میں بیٹھا یا بیٹھا تھا کہ تیسری رکعت میں قبل سجدہ نیت اقامت کی تو فرض باطل ہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہوجاتا مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور یہ خاص پچھلی صورتون میں ہے کہ قعدہ اولی میں نہ بیٹھا ہو اسکے

وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسہو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ وقیل لا

اور درست ہے اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی نماز دونون ایک ہی نماز کو وقت ہو جس وقت مقیم اپنی نماز پوری کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتون میں قرات نہ پڑھے بلکہ قدر اسکے کہ جب کھڑا ہوکر رکوع و سجدہ کرے اور سجدہ سہو بھی نہ کرے صحیح تر قول میں قرات نہ پڑھے اسلیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہو اور دونون قعدے فرض ہین مقیم مذکور پر یعنے ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا اس کے اپنی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اسپر فرض نہین کذا فی الشامیہ وندب للامام بذا انخالف الخانیہ وغیرہا ان العلم بحال الامام شرط لکن فی حاشیۃ الہدایۃ للہندی الشرط العلم بحالہ فی الجملۃ لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرہم قبل شروعہ والا فبعد سلامہ وان یقول بعد التسلیم

اتموا صلوتکم فانی مسافر لدفع توہم انہ سہا اور مستحب ہے امام مسافر کو یہ کہ بتادے مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز پورا کرلو کہ مین مسافر ہون یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے لیے مستحب ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہ قول ماتن کا کہ امام کو خبردار کردینا اپنے حال سے مخالف ہے قول خانیہ وغیرہا کے کہ انمین اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہے یعنے قول ماتن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیون کو امام کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہے یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہے کہ اقتدا کی شرط ہے معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ مین ہے کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہے فی الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ انتہا مین یہ نہین کہ شروع ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کردیا اور شرح ارشاد مین ہے کہ امام کو چاہیے یعنے مستحب ہے کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی مقتدی اسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کردے ولو نوی الاقامۃ لاحقیقتہا بل لیتم صلوۃ المقیمین لم یصر مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کے لیے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیون کی نماز پوری ہوجاوے تو ایسی نیت سے مقیم نہوگا یعنے اس صورت مین اسکے فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین او القراءۃ لو فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہے وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار رکعتین پڑھے یعنے امام کی تبعیت کی جہت سے اسکے فرض بھی چار ہوجاینگے نہین درست ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازون میں کہ بدل جاتی ہین یعنے ظہر و عصر و عشا مین اسلیے کہ اگر مسافر اول دوگانہ مین اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہوگا پیچھے نفل پڑھنے فرض پڑھنے والے کے قعدہ اولے کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین فرض اور مسافر کے حق مین واجب ہے اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا

تو قرأت کے حق مین اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرأت مقیم کے حق مین سنت آخر پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض ہے غرض کہ
قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہے خواہ ادا ہون یا قضا ویاتی
المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر اور مسافر ہو کر
سنتون کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنے حالت فرودگی اور اطمینان مین اور اگر امن و قرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین
نہ پڑھے یہی مختار ہے اسلیے کہ یہ چھوڑنا ہے عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہ ہے کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنے اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہین
والمعتبر فی تغییر الفرض آخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ
عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضون کے بدلنے مین آخر وقت ہے یعنے اسقدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا
تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑھنی واجب ہونگی اسلیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہے سبب ہونے مین وقت ادا کرنے
کے پہلے اسوقت سے ہم یعنے سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہے اگر اس سے پیشتر ادا نہ کر چکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر
مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز انکو لازم ہوگی اسی طرح اقامت و سفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی
الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تاہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر وطن اصلی باطل ہو جاتا ہے
اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے نہ رہے ہون اور اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونون
مین خواہ نیت اقامت کرے یا نہین نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہے یا
شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ
بھی کہتے ہین دوم وطن اقامت یعنے وہ مکان جس مین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین
تیسرا وطن سکنیٰ جس مین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثناء سفر مین
وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنا لیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے
بھی اول وطن سے اُٹھ گئے ہون اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کر لیا ہے تو دونون مقام وطن اصلی متصور
ہونگے دونون مین نماز پوری پڑھے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہوجاتا ہے وطن اقامت اپنے
جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے ہم یعنے اگر ایک جگہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہے تو اگر اسکو
چھوڑ کر دوسرے مقام مین نیت کر لیگا تو پہلا مقام وطن نہ رہیگا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نہ رہیگا اور یہی حال وطن
اقامت سے سفر کر جانے کا ہے تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نہ کرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الشامی
والاصل ان الشئ یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہ ہے کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے نہ اپنے سے کمتر
سے یعنے سب مین قوی وطن اصلی ہے اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا
ولم یذکر وطن السکنیٰ وہو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنیٰ کو یعنے اس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن
سے کم رہنے کی کی ہے بسبب اسکے نہ مفید ہونے کے یعنے وطن سکنیٰ مین تغیر نہ مقیم کے لیے ہے نہ مسافر کے لیے اسلیے اسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین و
ما صورہ الزیلعی ردہ فی البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنیٰ کے لیے بنائی ہے اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہے ہم زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہے

[illegible] شخص اپنے شہر سے کسی گاؤن مین جاوے اور وہ شخص [illegible] اور اس گاؤن مین پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی ہو اور پھر
[illegible] دوسرے گاؤن مین گیا بغیر سفر کے بعد اس کے پھر اپنے شہر مین گیا [illegible]
[illegible] ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن کو جاوے تو وہ مسافر ہوگا اور اگر [illegible] سفر کے بعد اس گاؤن مین پندرہ دن رہنے کی نیت کی ہو تو اس گاؤن مین
وطن سکنی ہوگا [illegible] اس سے کوئی ایسا محل نہین پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہو یا اپنے وطن اصلی یا دوسری جگہ
اقامت کی [illegible] وطن سکنی ہوتا اور سپنے شہر مین پہنچے [illegible] اپنے گھر گیا پھر کہ وطن اصلی کے سبب سے وطن سکنی باطل ہوتا
اور [illegible] صاحب بحر الرائق نے اسکے
[illegible] جب اسنے نیت سفر [illegible] اسکا سفر باقی ہے کیونکہ اقامت کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہوجاتا ہے
جو وطن سکنی سے قوی ہو تو وطن سکنی کیسے باطل ہوگا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہے اسلیے کہ یہان تو اسکا مبطل سفر موجود ہے
اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہے والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامرأۃ وفاہا مہرہا المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان
یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولے وامیر ومستاجر لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہے اسلیے
کہ وہ اصل ہے یعنے اقامت اور سفر پر قادر ہے نہین معتبر ہے نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اسکو مہر معجل
دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون ادائے مہر معجل شوہر اسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہے کہ اپنے
شوہر کے پاس نجائے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھ بجز مکاتب کے اسلیے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہے تو اسپر
اطاعت آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کا کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس
سے کھاتا ہو تو اسی کی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھ شامی نے کہا کہ یہ اس صورت مین ہے کہ درماہہ یا سالانہ لیتا ہو
اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کے وقت اجرت فسخ کرسکتا ہے اسی لیے اعتبار اسکی نیت کا ہے نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنیوالے
کے ساتھ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھ بشرطیکہ قرضدار مفلس ہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین استاد کے ساتھ جبکہ استاد کے ذمہ
کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہے اسی لیے مترجم نے الفاظ لشکر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر
باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیے قلت فقید المتبہ لملاحظۃ فی تحقق التبعیۃ ثم لاحظہ شرطا آخر تحقق لذلک وہو الارتزاق
فی مسئلۃ الجندی ووفاء المہر فی المرأۃ وعدم کتابۃ العبد مین کہتا ہون کہ قید ساتھ ہونے کی لحوظ ہے تبعیت کے ساتھ ہونے مین ہر ایک دوسری
شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہے وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کھانا ملنا ہے اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب
نہونا ہے شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتادے تو اسکے موجب کاربند ہو
ورنہ جس حال پر ہو اسی پر عمل کرے یعنے سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑھے دیہان جواب حادثہ جزیرہ کریدستہ تامین
والفہ اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ اکہتر اسی مین ہم کریدہ بکسر کاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہے
اور حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری منتشر ہوگئے یعنے نہ امیر کے ساتھ رہے نہ اسکی طرف سے انکو کھانا ملا تو ہر ایک تابع نہ رہا مستقل ہوگیا
فاضل رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح کے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہے کیونکہ تالیف کتاب سے سنہ [illegible] مین فراغت پائی تھی
چنانچہ آخر کتاب مین خود لکھا ہے یا کسی شاگرد نے ملادیا ہو ولا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع

فهو مسافر حتی یعلم علی الاصح ونی الفیض وبه یفتی کما فی المحیط وغیره دفعا للضرر عنه اور ضرور ہو جانا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جب تک کہ اُسکو علم ہو صحیح تر قول کے موجب اور فیض میں ہے کہ اسی پر فتوےٰ ہے چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنے اُسکی بے علمی مین اگر اُسکو دو کی جگہ چار رکعتین لازم کیجائین تو اُسکا ضرر ہوگا فافی الخلاصة عبد ام مولاه

فنوے المولے الاقامة ان اتم صحت صلاتهما الا ان مبنی علے خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ مین ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر غلام چار رکعتین پڑھیگا تب تو دونون کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونون کی درست نہوگی غلام کی اسوجہ سے کہ اُسکو چار پڑھنی چاہئین تھین دو پڑھین اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اُسکی بنا ہے تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنے جس قول مین نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہین والقضاء یحکی ای یشابه الاداء سفرا وحضرا لانه بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہے سفر مین اور اقامت مین اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہین ہوتی ہم یعنے اگر سفر کی نماز قضا ہو گئی اور اقامت مین اُسکو پڑھنا چاہیے تو قصر سے پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر مین پوری پڑھے جیسے کہ اُنکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہو گئی تو جیسے واجب ہوئی تھی ویسے ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہان وقت کے اندر بدل سکتی ہے نیت اقامت کرنے سے یا سفر کر دینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا فی الشامی

غیر ان المریض یقضی فائتة الصحة فی مرضه بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض مین جیسی ہو سکے ویسی پڑھ لے ہم یعنے مریض اگر صحت کی نماز مرض مین بیٹھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی مین اگر بیٹھکر پڑھیگا تو درست نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل لحقه شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے ہم یعنے نیت سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہے یہ نہین کہ ممالک محروسہ اُسکے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہون کذا فی الشامی تزوج المسافر

ببلد صار مقیما علی الاوجه مسافر نے کسی شہر مین شادی کر لی تو وہ مقیم ہو گیا قول موجہ کے بموجب ہم یعنے گو اُس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہو جائیگا بحر الرائق مین وجہ یہ لکھی ہے کہ حدیث مین آیا ہے کہ جو شخص کسی شہر مین شادی کر لے وہ اسی شہر کا شمار ہوتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہوگا تو مسافر نہوگا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب مین ہے عورت

اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہو جائیگی بالاتفاق طهرت الحائض وبقی لمقصدها یومان تتم فی الصحیح وكذا صبی بلغ بخلاف كافر اسلم پاک ہوئی حائضہ سفر مین جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول مین اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے ہم حائضہ اسلیے پوری پڑھے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیے حکم سفر کا اسمین معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت مسلمان ہو سکتا تھا اسلیے اسکے حق مین حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اُسکا دور کرنا اُسکے قابو مین نہ تھا کذا فی الشامی

عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تهایا قصر فی نوبة المسافر والا فرض علیه القعود الاول وتم احتیاطا ولا یاتم بمقیم اصلا وهو مما یلغز ایک غلام مشترک ہے مقیم اور مسافر مین اگر دونون نے اُسکی خدمت کی باری مقرر کر لی ہے تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری مین اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اُس غلام پر قعدہ اولیٰ فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اُسکے مالک دو ہین تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہے اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقاً یعنے نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ مین نہ دوسرے مین اور یہ غلام کا حکم اُن مسائل سے ہے جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہین ہم یعنے اس مسئلہ مین یہ سوال ہو سکتے ہین کون شخص ہے کہ نماز فرض کی چار رکعتین پڑھے

اور وہ میانی قعدہ واسپے فرض ہوا اور کوئی شخص ہر کہ اُسکو قعدہ اخیرہ کے پیچھے درست نہیں اور کوئی شخص ہو کہ مسافر ہو تو قعر وہ دونون شخص نماز کو چ
تیسری نماز پڑہتے اور ایک دو رہی کذا فی الشعۃ و فی شامی نے کہا ایکوں اس مسئلہ کو بحث ہر شارح منیہ کی اور روایت مذہب غالی انسان من المذ مشکو

اہم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ مضے طلاق فقالت احداہن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احد عشر اشتقن دن ادا وسے محتت انور
والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ لیوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہ نہ بتلاوے کہ ایک دن رات مین کتنی
رکعتین فرض ہین تو اُسکو طلاق ہر تو اُنمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے
پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو اُنکو طلاق ہوئی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہر کہ آٹھ وتر دن کو باعث فرض عملی ہونے کے شامل کر لیا اور
دوسری نے وتر دن کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کی روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وتر کو ان دونون

نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعہ

یہ باب ہر جمعہ کے احکام مین نام جمعہ اسلیئے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہر اور اکثر کا قول یہ ہر کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا اگرچہ آیت مکیہ ہر
اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوٰۃ مسافر سے یہ ہر کہ دونون نمازین آدھی ہین یعنے جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت انتصاف رکھتی ہر اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز
سے کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ہے فرض عین یکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل القطع کما حققہ الکمال وہی فرض مستقل آکد من الظہر
ولیست بدلا منہ کما حررہ الباقانی معزیاً لسری الدین ابن الشحنۃ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سے ہر وہ فرض عین ہر کہ اُسکا
منکر کافر ہر بسبب اُسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنے آیہ (یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلوٰۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا) سے اور
حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہر اُسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہر زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہر عوض ظہر کا جیسا
تحقیق کی ہر اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کرکے ہم جمعہ زیادہ موکد ہر بہ نسبت ظہر کے یعنے جمعہ مین جو تاکید آئی ہر وہ
ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالے اُسکے دل پر مہر
کر دیتا ہر اور ایک وجہ یہ ہر کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہ مخالف ہر اُس قول کے جو شارح نے باب
شروط الصلوٰۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہر کہ جمعہ عوض ہر ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہی ہر کہ فرض وقت ظہر ہی ہر مگر حکم جمعہ کا اسلیئے
ہوا کہ ظہر ساقط ہو جائے اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی پیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھ لیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اسلیئے
اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہر اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہر تحت کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اُسکو اختیار کیا تو شارح نے جو تحقیق
باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اُنسے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تحقیق مذکور ضعیف ہر کذا فی الشامی و فی البحر وقد افتیت مرارا بعدم

صلوٰۃ الاربع بعدہا بنیۃ آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فے زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولے ان تکون فے بیتہ
خفیۃ اور بحر الرائق مین ہر کہ مین نے چند بار فتوے دیا نہ پڑھنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون
کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہر ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی طرف سے نہو تو بہتر یہ ہر کہ یہ چار رکعتین
کعتین اپنے گھر مین پوشیدہ پڑھ لے حموی طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام متعلق ہر کمال الدین کے کلام سے جنسے یہ کہا ہر کہ ہمنے جمعہ کے باب مین کسی قدر بیان
واسطے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ مین بہت پھیلی ہر

یہان تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اُسکو ابھی نہ پڑھا ہو اُسکو پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہ خوف ہے کہ جاہل اسکے معتقد ہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلیے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا (ویشترط لصحتہا سبعۃ اشیا) اور شرطین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہین م نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنے جنکے جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہے اور کچھ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہ ہے کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہے پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب وادا کا نقل کیا ہے جسکا ترجمہ مترجم نے فارسی مین کر دیا اور وہ یہ ہے قطعہ شرط وجوب عقل و اقامت بلوغ دان * ہیدار یست مردی و آزادی بعد ازان * سلطان و وقت و خطبہ جماعت ہم اذن و شہر * یا دش پے ادا کن و مگذار رائگان * اس قطعہ مین چھ شرطین ادا کی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک شرط جدا قرار دی ہے اسلیے تعداد سات ہوئی (الاول المصر وہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی لظہور التوانی فی الاحکام) پہلی شرط صحت کی شہر ہے یعنے وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اُسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہے نہ سما وین یعنے عورتون اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سی بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوی ہے اکثر فقہا کا کذا فی المجتبی اس تعریف پر فتوی ہے بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام مین م یعنے ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہے اور چونکہ حاکم سزاؤن کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوی اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فی الطحطاوی (وظاہر المذہب انہ کل موضع لہ امیر وقاض یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی) اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہر وہ بستی ہے جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہے ملتقے الابحر کی شرح مین م امیر و قاضی سے مراد یہ ہے کہ اُسی شہر مین رہتے ہون یہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اُسکے یہ معنی کہ گویا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح علیہ نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی (وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علی ما قالہ السرخسی واذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ) اور قہستانی مین ہے کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہے جمعہ کے لیے بالاتفاق اوپر اُس بیان کے کہ کہا ہے اسکو سرخسی نے اور جب ملجاوے اس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م قہستانی مین مذکور ہے کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گانوؤن مین جنمین بازار ہون فرض ادا واقع ہوتا ہے بلا اختلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہے قصبات اور بڑے گانون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا (او فناءہ بکسر الفاء وہو ما حولہ اتصل بہ او لا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولوالجی) یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہے بکسر فا اور فناء وہ جگہ ہے گرد شہر کے جو اُسکے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردون اور دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیے اندازہ کرنا اُسکا ہے ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہے اسکو ولوالجی نے م شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہے اسکی کچھ حد مقرر نہین کی یعنے جس جگہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہے جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اُسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہے اور مسافت کے باب مین نو ۹ قول ہین کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا

سو سنتین یعنے نشانہ کی شہ دو رہات کسی ست کہا ہو اور چونکہ یہ ترجمہ کو اتی کے یہ سات مختلف ہوتی ہیں یعنے بغیر کوئی کہ صرف
خطبہ پر کفایت کیا جائے واما الثانی السلطان وہ منصب اور اسکی ترجمہ اس کا اقامت اوا نامہ ہے اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہو اگر جب
متغلب ہو بادشاہ نہیں درست ہے حکم کرنا عورت کو جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں یہ کہ امام ہو عورت جمعہ کو مگر جب اسکو نائب بنائے
تو نہیں ہوں گے پس اس سے راضی ہو جائے جبکہ پاس فرمان ہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہے تو عورت کو حکم کرے دو شخص
اور یہ دونوں با ہم کرینگے تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھاوے تو درست نہ ہوگا کیونکہ وہ امامت کی اہل نہیں ہے تا کہ عورت
جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے ہوتی ہے اسیلئے کہ امامت کبریٰ میں مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیے تھا کہ اسکا ذکر نہ کرتا مگر جو متغلب عورت ہو تو
ان امورہ باقامتہا وہ عبادی علی اجتہاد ان لم تجز اقامتہا وقضیتہ اور وہ شخص ہے جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی امامت کی اجازت دی ہو اور
وہ غلام ہو کہ کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو تو اس غلام کو نکاح کیے ہوئے اور مقدمات کے فیصلے جائز ہونگے کیونکہ یہ دونوں امر اس شخص کی طرف
ہوتے ہیں جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہیں غیر پر کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی و اختلفوا فی الخطیب المقرر
من جہۃ امام الاعظم او من جہۃ نائبہ ہل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا ای لضرورۃ اولا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل لا لضرورۃ
جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقتہ فکان الامر بہ اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء اور اختلاف ہو ساتھیں
کا اس خطیب میں جو سلطان یا اسکے نائب یعنے بادشاہ اور قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اسکو خطبہ پڑھنے کے لیے دوسرے شخص کو نائب
کرنا درست ہے یا نہیں یعنے بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا نہیں تو بعض نے کہا کہ درست نہیں مطلقاً یعنے ضرورت نائب کرنے کی ہو
یا نہو مگر اس صورت میں کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کیطرف سے تفویض کر دیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ
سے یعنے خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہیں پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہیں تو نائب کرنا بھی درست
نہیں اور بعض نے کہا کہ ہاں درست ہے مطلقاً یعنے اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلیے کہ ادائے جمعہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہونیکے سبب سے فوت ہونیکے
کنارہ پر ہے تو اجازت ادائے جمعہ کی اذن ہے خلیفہ کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہیں ہے ایسی قضاء یعنے جمعہ کے ادا کے لیے ایک وقت معین ہے کہ وہ گذر جائے
تو جمعہ جاتا رہے اسلیے جب حاکم نے ادائے جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃ خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہے کہ اقامت جمعہ میں تعرض
اور حادثے بھی خطیب پر آسکتے ہیں تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لیے کوئی وقت خاص نہیں کہ اسکے گذر جانے سے خوف
اسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی وھو الظاہر من عبارۃ ملتقی الابحر کل من ملک الجمعۃ
ملک اقامتہ غیرہ اور خطیب کو مطلقاً دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتوں سے چنانچہ بدائع میں ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا
وہ اختیار رکھتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنے جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے وفی التحفۃ فی تعداد الجمعۃ لابن جرباش
انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر اور کتاب تحفہ تعداد جمعہ میں جو تالیف
ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہے پھر اسکے بعد شرط نہیں بلکہ اذن ہر خطیب کے واسطے
ساتھ رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے تحفہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم جیم و سکون را ... اپنے
کے اساتذہ میں سے ہے حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیوے تو اس شخص کو اختیار ہے کہ
کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دیوے اسی طرح اجازت در اجازت چلی جاوے یہ غرض نہیں کہ بادشاہ جب امامت جمعہ

اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہوگئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اُسنے اجازت
دی ہو اُس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہو کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہو کہ خطیب
کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ بیوضو ہوجاے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی عبارتون سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہو دوسرے یہ کہ صورت
خاص نماز مین خلیفہ کرنے کی ہو خطبہ تو بے وضو بھی درست ہو حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیے نائب کر سکتا ہو یا نہین کذا فی الشامی ثم اقامۃ الجمعۃ
سے مراد خطبہ اور نماز دونون ہین اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہو نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہی
نہ نماز کے لیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہو کذا فی المنح وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ برہن فیہا علی الجواز بلا شرط واطنب فیہا
وابدع ولکثیر من الفوائد اودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہو اسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہو جسمین خلیفہ کرنے کا
جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہو اور اس رسالہ مین لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہو اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہین ثم ملا خسرو
نے بیان کیا ہو کہ خطیب کو نائب کرنا نہین پہونچتا جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے اسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقا
فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام وعلیہ الفتوی اور مجمع الانہر مین ہو کہ خلیفہ کرنا جائز ہو مطلق ہمارے زمانہ مین یعنے
خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیے کہ ۹۴۵ھ مین سلطان کی طرف سے اجازت عام ہوگئی ہو کہ ہر خطیب کو اختیار ہو کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے
اور اسی پر فتوے ہو شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوے مراد ہو تو یہ تصحیح ناتمام ہو کیونکہ اس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہین بلکہ تصحیح والے
پیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ویؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور
سراجیہ مین ہو کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہو کیونکہ اقتدا
کرنے سے دلالۃ اجازت ہوجائیگی اور اگر وہ نہ آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہو عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہی
نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہو اسکو شیخ الاسلام نے ثم یعنے جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت
سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہو حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیا ہو تو مکروہ کیسے ہوگی کذا
فی الطحطاوی مات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط بضمتین حاکم السیاسۃ او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض
امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھایا اسکے خلیفہ نے یعنے
ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہو تو درست ہو اسلیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا انکو دلالۃ اجازت ہو اقامت
جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بالفتح شین معجمہ ورا مہملہ حاکم سیاست ہو یعنے جمع ہی شرطی کی ثم شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہو یعنے صیغہ ماضی باب
تفعیل سے فلقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہو شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ
کا قائم کرنا اور خطیبون کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے بادشاہ کے ثم شامی نے کہا کہ یہ اختیار اس قاضی القضاۃ کو ہی جسکو
قاضی المشرق والمغرب کہتے ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اوروں کو اختیار نہین دے سکتے اگر انکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر
کا ہو تو مضائقہ نہین وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان
کی ہو کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو ثم شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم
کرنا قاضی پر مخالف ہی فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہو حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر

ثابت ہوا مگر فتویٰ جمعہ پڑھنے اور مقرر کرنا امام کا نائب کی اختصاص مذکور میں سے ہونے کی رو سے شہر میں جمعہ بدون اذن قاضی یا سلطان یا اُنکے نائب کے اگر بہت کسی کو خطیب کر لیں تو اُسکا اعتبار نہوگا اور اُنکے نہونے کی صورت میں مقرر کرنا درست ہوگا بسبب ضرورت کے

علم عراقی اور امام مذہب سے منقول ہی کہ اگر حاکم اقلہ عرب ہوں تو مسلمانوں کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی بنا لینا

درجا اور الکلام ہو کہ مسلمان حاکم سے درخواست کریں کذا فی الشامی وجازت الجمعۃ بمنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز

او العراق او مکۃ ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیۃ نزل بہا الخلیفۃ اور جائز ہی جمعہ منیٰ میں صرف ایام حج میں بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر

امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازاروں اور کوچوں کے اور اسیطرح اُن مقامات میں کہ سلطان فروکش ہو مثل منیٰ حج کے دنوں میں حکم

شہر کا رکھتا ہی کہ بازار اور گلیاں تیار ہوتی ہیں اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہی اور بدون حاجیوں کے اترنے کے

منیٰ گاؤں کا حکم رکھتا ہی اور سلطان اگر اپنی سلطنت میں دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر میں فروکش ہو اُسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہی کذا فی الشامی

وعدم التعید بمنی للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منیٰ میں تخفیف کے لیے ہی یہ جواب ہی اس سوال کا کہ اگر منیٰ شہر ہو تو جن لوگوں پر نماز عید واجب ہی مثلاً حاجی

لکہ وہ اسمیں نماز عید کیوں نہیں پڑھتے حاصل جواب یہ ہی کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیے نہیں کہ منیٰ شہر نہو بلکہ اسلیے ہی کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے میں

مشغول رہتے ہیں عید پڑھنا اُنپر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہو گیا کذا فی الطحطاوی لا تجوز لامیر الموسم القصور ولایتہ علی امور الحج حتی لو اذن لہ

جاز یعنی جائز ہی جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب مختصر ہونے اُسکی ولایت کے حج کے کاموں پر یہانتک کہ اگر اُسکو اجازت ہو اقامت

جمعہ کی تو درست ہی امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہیں پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام میں ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا سپرد

کر کے روانہ فرماتا تھا اسی لیے اُسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اُسکے باعث سے درست نہ تھا مگر اب یہ دستور ہی کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہی اور

چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہی تو اُسمیں اور امیر عراق میں کچھ فرق نہیں وہ بھی اقامت جمعہ کر سکتا ہی کذا فی الشامی مختصراً ولا بعرفات

لانہا فضاء اور نہیں جائز ہی جمعہ عرفات میں اسلیے کہ وہ جنگل ہی یعنی اسمیں عمارت نہیں صرف میدان ہی وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ

مطلقاً علی المذہب وعلیہ الفتویٰ شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعاً للحرج اور ادا ہو جاتا ہی جمعہ ایک شہر میں بہت سی جگہوں میں مطلقاً یعنے

شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اُسکے بیچ میں نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوے ہی چنانچہ عینی کی شرح

مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامۃ میں مذکور ہی واسطے دور کرنے حرج کے ہم یعنے ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے میں بڑی دقت ہی کہ جو لوگ مسجد سے

بہت فاصلہ پر ہونگے اُنکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہی کہ ایک شہر میں دو جگہ یا زیادہ جمعہ

درست ہی اور اسی کو ہم لیتے ہیں کیونکہ حدیث (لا جمعۃ الا فی مصر) مطلق ہی فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہی کذا فی الشامی وعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ

وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلی بعدہا آخر ظہر وذکر ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے بموجب یعنے دو جگہ سے زیادہ

میں جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اُس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہو جائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے

سے تو پڑھے بعد سنتوں جمعہ کے چار رکعتیں آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہی تو اسپر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ منیح بیان کیا ہی

اسکو بحر الرائق میں ہم ہر چند صاحب بحر نے فتویٰ ان چار رکعتوں کے نہ پڑھنے کا دیا ہی اس خوف سے کہ اُسمیں جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد ہو

جائیں مگر احتیاطاً ان رکعتوں کے پڑھنے میں ہی تاکہ فرض ذمہ سے یقیناً ساقط ہو جائے اسلیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے رو سے چند جگہ جائز ہی لیکن یہ بھی

شبہہ قوی ہی اسلیے کہ ناجائز ہونا چند جگہوں میں بھی امام اعظم رح سے مروی ہی اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اسکو اختیار کیا ہی

کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام رح سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین
حادی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب مین معتمد ہی نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو
احتیاط کہا ہی کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز و ناجائز ہونے مین قوی ہی اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہی
چہ جائیکہ قول مخالف آئمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصراً و فی الجمع الانہر سحرا للمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکتہ وقتہ لان وجوبہ علیہ باٰخر الوقت فتنبہ اور
مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہ ہی کہ زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نہ کیا ہی اسلیے
کہ وجوب ظہر کا اسپر آخر وقت سے ہی پس آگاہ ہو جا ہم اس تعلیل مین خلل ہی کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہی اور اسلیے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا
شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہی کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہی کہ اگر جمعہ نہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سے ادا
ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سے پہلا ظہر قضا نمازون کا اس سے ادا ہو جائیگا اور نہ نفل ہوگی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ اول
سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملاوے اگر قضا نماز اسکے ذمہ نہو اور
اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نہ ملاوے بعض نسخون مین قنیہ کی جگہ قنیہ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہی کذا فی الشامی و
الثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقاً ولو لاحقاً بعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط
اوسکے وقت ظہر کا ہی پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقاً یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو
مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہی ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی مثلاً اور مین ہی کہ مقتدی بھیڑ کے
سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلیے شارح نے اس قول کو
رد کیا کہ مذہب معتمد یہ ہی لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیے کہ وقت
ظہر ادا کی شرط ہی تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی
و الرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلی فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہی وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز
وقت میں پڑھی تو جمعہ درست نہوگا مع خطبہ بضم خا معجمہ بمعنے مفعول ہی مشتق ہی خطب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی
الطحطاوی و الخامس کونہا قبلہا لان الشرط سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز
علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچوین شرط
صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہی پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہی خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگون کے جنسے جمعہ
ہو جاوے یعنے مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے
تو درست نہوگا صحیح تر قول کے موجب چنانچہ بحر الرائق مین ہی ظہیریہ سے اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہین ہی مگر اس ذکر کے سننے
کے لیے اور مامور لفظ جمع ہی اور یقین کیا ہی خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہی حاضر ہونا ایک مقتدی کا مع یعنے آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم
سعی کا بصیغہ جمع وارد ہی تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہرچند سننا پایا نہین جاتا مگر بجاآوری
سعی کے حکم کی موجود ہی اسلیے خطبہ کا پڑھنا انکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلیے کہ حضور جماعت شرط ہی
پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی و کفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لا بد

[illegible] ... واجب ... فرض ... ایک بار الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ کہنا ... ثابت ہے ...

[illegible] ... واجبات ... واجب کے ... [illegible]

[illegible] ... مخالف سنت ہونے ... کراہت ... [illegible]

[illegible] ... منہاج المذہب ... [illegible]

[illegible] ... اگر الحمد کہا اپنی چھینک کے لیے یا تعجب کی راہ سے تو یہ کہنا

خطبہ کے قائم مقام نہ ہوگا مذہب قوی یہ ہے ... کافی ہے الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح میں ذکر کیا ہے کہ الحمد للہ کہنا

چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہوتا ہے سو اس اختلاف کو سوچ کے ... مصنف نے کتاب الذبائح میں کہا ہے اگر چھینک کی ذبح کرنے کے

وقت اور الحمد کہا تو جانور حلال ہوگا صحیح تر قول میں بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر چھینک کے لیے الحمد للہ کہے تو خطبہ

کے لیے کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہے کہ خطبہ کے قائم مقام ہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ کتاب الذبائح میں اس روایت کے

بموجب ہے جو مقابل مذہب قوی ہے یعنے ایک روایت امام سے ہے کہ الحمد کہنا چھینک والے کا کافی ہے خطبہ کے لیے قولہ خطبتان خفیفتان و

[illegible] قدر سورۃ من طوال المفصل بجلسۃ بینہما بقدر ثلث آیات علی المذہب وتارکہا مسیئ علی الاصح کترک قراءۃ قدر ثلث آیات

اور مسنون ہین دو خطبے ... ایک جلسہ کے ان دونون کے درمیان میں مقدار تین آیتون کے مذہب معتمد پر اور چھوڑنے والا اس جلسہ درمیانی

کا برا کرنے والا ہے صحیح تر قول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونون خطبون کو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورہ کے طوال مفصل سے ہو جائین مکروہ ہے جیسے

بقدر تین آیتون کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہے یعنے اتنا طول دے کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہو جائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑھے کہ تین آیتون

کی مقدار نہ رہے ہم شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطبہ میں درود پڑھنے کے وقت اپنا منہ دہنے اور بائین کو پھیرتے ہین تو ابن حجر نے

شرح منہاج میں لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے یعنے اسکو ترک کرنا چاہیے تنبیہ آجکل یہ دستور ہو رہا ہے کہ جب خطیب خطبہ اول کو پڑھکر بیٹھتا ہے تو لوگ

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگتے ہین اسلیے اس مسئلہ کی تحقیق اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہے ابو داؤد میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اس طرح کہ منبر پر چڑھ کر بیٹھتے جب تک کہ موذن فارغ ہو پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر

کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحطاوی نے کہا کہ اس جلوس میں کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے

شرح ہدایہ میں فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبون کے جدائی کے لیے جلسہ اتنا کرنا چاہیے کہ تمام اعضا اسکے قرار پا جائین اور اس جلسہ مین دعا کرنا

ہے اور سغنانی نے لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبون کے درمیان میں غیر مشروع ہے اور جامع الخطب میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبون

کے بیچ میں حرام ہے اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ میں حدیث مذکورہ بالا کے ذیل میں لکھا ہے کہ کلام نہ کرنے اسکے یہ معنی کہ نہ دعا مانگتے نہ دعا کے سوا کوئی

بات کرتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ میں ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے نماز کے پورا ہونے تک ہے تو ملا علی قاری نے

اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہی وقت ہے کہ غیر امام کو کلام اسوقت میں حرام ہے اور دعا سے مراد وہ دعا ہے جو امام سب مسلمانون کے لیے پڑھتا ہے خطبہ اور

نماز کے اندر پس اس سے یہ نہین ثابت ہو سکتا کہ امام یا سننے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگین اور اس امر میں ... ایک استفتا ہوا تھا ... علمای

دہلی ورامپور وبریلی نے یہی لکھا کہ دونون خطبون کے بیچ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست نہین اگر کوئی بدون ہاتھ اٹھانے کے دل سے یا زبان سے [illegible]

دعا مانگے تو اسکا مضائقہ نہین چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری میں مصرح ہے اور عمارہ بن رویبہ نے جب بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا ...

دلیا تھا تو بد دعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہر اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ مین پیدا ہوئی اللہ تعالی اتباع شریعت ہمکو اور سب دینداروں کو نصیب کرے اور بے اصل بدعتوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین ویجہر بالثانیۃ لا کالاولے ویبدأ بالتعوذ سرا اور اسکا رکھ پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر نہ مثل اول کے یعنے اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر ہم یعنے اول اعوذ پڑھے پھر حمد وثنائے آلہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ و نصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور مجتبیٰ مین کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہر مگر اسمین وعظ کی جگہ مسلمانوں کے لیے دعا مانگے بحر الرائق مین کہا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہر کذا فے الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہر ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عم بزرگوار یعنے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہر دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہر اسکو قہستانی نے ہم شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہر کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے واجب ہر وہ اس قول کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہر ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہر صفت بیان کرنی بادشاہ کی ایسے امور سے کہ اسمین نہون مثلاً عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف لانہ منہا اور مکروہ ہر کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہین کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہر یعنے اچھی بات کا حکم کرنا جزو ہر خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہرا مکروہ تحریمی ہر ومن السنۃ جلوسہ فے مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد وترکہ السلام من خروجہ الے دخولہ فے الصلوۃ وقال الشافعے اذا استوی علے المنبر سلم مجتبے اور سنت ہر بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ مین منبر کے داہنے طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ جب منبر پر بیٹھے تو سلام کرے کذا فے المجتبے ہم مخدع بروزن منبر قاموس مین لکھا ہر اور سیوطی نے بروزن مکتب اور مضمر بیان کیا ہر وہ خلوتخانہ ہر جو مسجد کے اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ ہر کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائما اور مسنون ہر دونون خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہو کر ہم یعنے یہ تینون باتین مسنون ہین شرط نہین ہین اگر خطبہ بیوضو پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے برہنگی کھلجایگی یا بیٹھکر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشطرہا فے الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہر صحیح تر یہ ہر کہ نہین ذکر کیا ہر اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کے مانند ہر ہم یعنے یہ جو اثر مین وارد ہر کہ خطبہ نصف صلوۃ ہر اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہر کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہر جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اسکی دو رکعتون کے ہر تو اس سے یہ نکلتا ہر کہ نماز کی شرطین خطبہ مین بھی ہونی چاہئین شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہر کہ مراد اس سے یہ ہر کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہر نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام ہو اور نماز کی شرطین اسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلے جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت مین پھر نہایا اور نماز پڑھائی جائز ہر یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہر لیکن بہتر ہر اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ فتغذی او جامع واغتسل استقبل خلاصہ اے لزوما لبطلان الخطبۃ سراج لکن سیجیٔ انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز مین فعل اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنے واجب ہر از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہر ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والے کا یعنی بعض

صورت میں نماز جمعہ نہ ہوگی خطیب نے بغیر حکم کسی کو نماز پڑھانے کے لیے نائب کر دیا تو جائز ہے اس صورت میں امام و خطیب کا حکم ہے کذا فی الشامی

ایسا دمی مباشرۃ واقتدیا بہم ثلثة رجال ولو مسافرین الذین حضروا الخطبة سوی الامام ... والخطیب ...

اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہے اور کم سے کم جماعت کا تین مرد ہیں سوائے امام کے اس کے سبب سے اگرچہ وہ ان تینوں

ان لوگوں میں سے جو خطبہ میں موجود ہوں اسلئے یہ بات کہ سوا امام کے ذکر ... معلوم ہوا کہ ... خطیب ... کے سوا ہوں

بھی انہیں سے ... تین مرد ... سننے سے معلوم ہوا کہ اگرچہ وہ مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے ہوں تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے

اور عورتیں اور لڑکے ... کسی حال میں امام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سوا امام کے دو مرد جماعت کے ہیں کذا فی الہدایہ

فان نفروا قبل سجوده بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جاویں پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہو جاوے گا ... ظہر کی نماز

ازسرنو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے پیشتر چلے جاویں تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر چلے جاویں تو جمعہ باطل نہ ہوگا

امام اسکو پورا کرے وان بقی ثلثة رجال ولذا اذا بالنائی او نفروا بعد سجوده او عادوا وادرکوه راکعا او نفروا بعد الخطبة وصلی بآخرین اتمها

جمعہ اور اگر جماعت میں تین مرد رہ گئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر پلٹ آئے اور امام کے ساتھ

رکوع میں شامل ہوگئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیوں کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ میں نہ تھے تو ان صورتوں میں جمعہ باطل

نہ ہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثة سے مرد مراد ہیں اسی لیے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ عددوں میں سے

باب مذکر کے صیغے ت کے ساتھ آتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر پورے مرد ہوں لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثة بولے جاتے ہیں ...

آدمیوں کے چلے جانے سے اسلیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط بقا کی نہیں اور نفروا بعد الخطبة کے ذکر کی حاجت نہیں کیونکہ اسکو شارح پہلے لکھ چکا ہے کہ خطبہ میں

سننے والوں کے سوا ہوں والسابع الاذن العام من الامام وهو یحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قدیمة

لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقه لمنع العدو لا المصلی نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانهر معزیا لشرح عیون المذاهب قال وهذا اولی مما فی

البحر والمنح فلیحفظ اور ساتویں شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اُسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اذن عام

حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے دروازوں کے کھلے رکھنے سے واردوں کے لیے یعنی جنپر ادائے جمعہ چاہیے انکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم

ہوا کہ صریح اذن شرط نہیں دروازوں کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا روکا جانا کافی ہے تو نہیں ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے

یا عادت قدیم کی جہت سے اسلیے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندوں کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہے نہ نمازیوں کے ... ہاں اگر بند

نہ کیا جاوے یعنی جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر میں ہے منسوب شرح عیون المذاهب کی طرف ...

قلعہ کا بہتر ہے اس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق میں مذکور ہے ...

اپنے لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے فلو دخل امیر حصنا او قصره واغلق بابه وصلی

باصحابه لم تنعقد ولو فتحه واذن للناس بالدخول جاز وکره پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ میں یا اپنے محل میں اور بند کر دیا دروازہ قلعہ یا محل

کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن لظاہر نماز کے وقت چاہیے اور ... صورت میں حاصل نہوگا اور اگر

دروازہ کو کھولدیا اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ ہے ...

الطحطاوی سے فالامام فی دینه ودنیاه الی العامة محتاج فسبحان من تنزه عن الاحتیاج پس امام اپنے دین اور دنیا میں عوام کا محتاج ہے ...

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہے یعنی دنیا مین امام کو عوام کی حاجت ہے واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور
مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہین تو دونون مین محتاج عوام کا ہوا و شرط لافتراضہا تسعۃ تختص بہا اور شروط این جمعہ کی
فرضیت کے لیے تو شرطین جو خاص ہین جمعہ کے لیے نو ہاتن سنے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہین مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہین
بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہین اسلیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا اقامۃ بمصر واما المنفصل عنہ فان کان یسمع النداء تجب علیہ عند محمد
وبہ یفتی کذا فے الملتقی وقدرہ بعض الولوالجیۃ تقدیرہ بفرسخ ورجح فے البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلاکلفۃ شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہے شہر مین
یعنے مسافر پر واجب نہین نہ اسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہو اور شہر سے علحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اسپر واجب ہے امام محمد کے
نزدیک اور اسی پر فتوے ہے الباذکور ہے ملتقی مین اور پہلے جنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا اندازہ ایک فرسنگ ہے یعنے تین میل اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق مین اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان ہوچکا ہے کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہین بلکہ
گرد شہر وہی ہے جسمین اسکے منافع کی خبرین ہوتی ہون وصحۃ والحق بالمریض الممرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہے
یعنے بیمار پر جمعہ واجب نہین اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیمار دار یعنے جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے
کذا فی الحلبیہ اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنے بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وحریۃ والاصح وجوبہا علے مکاتب ومبعض واجیر
ویسقط من الاجر بحسابہ ولو بعیداً والا لا اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہین اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جمعہ واجب ہے
مکاتب پر اور اس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہوگیا اور بقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے
حساب سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہوگا تو مزدوری ساقط نہو گی م یعنے مثلاً اتنا دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے مین چوتھائی
دن یعنی ایک پہر لگتا ہے تو اس روز کی اجرت مین سے چہارم وضع ہو جائیگا اسکا مطالبہ مالک سے نہین کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن لہ مولاہ وجبت
وقیل یخیر جوہرہ ورجح فے البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہے جمعہ پڑھے چاہے
ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحر الرائق مین اختیار دینے کو وہ ذکورۃ محققۃ اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہے یقیناً یعنے
عورتون اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہین و بلوغ و عقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیسا خاصین اور پانچوین شرط جمعہ کے واجب ہونے کی بالغ
ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنے لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہین ذکر کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونون باتین جمعہ کے لیے خاص
نہین بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہین ووجود بصر فتجب علے الاعور اور ساتوین شرط ہے موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ
واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہے چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہین اگرچہ اسکو پہونچانے والا میسر ہو وقدرتہ علے المشی وجزم فی البحر
بان سلامۃ احدیہا لہ کاف فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لاتجب علے مفلوج الرجل والامقطوعہا اور آٹھوین شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا ہے
کا ہے چلنے پر یقین کیا ہے بحر الرائق مین کہ درست ہونا ایک پانون کا نمازی کے لیے کافی ہے واجب ہونے مین لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب
نہین اس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ ہو یا کٹی ہو م شامی نے ابو سعود سے ان دونون روایتون مین تطبیق اسطرح نقل کی ہے کہ مراد بحر الرائق کی
ایک پانون کی سلامتی سے یہ ہے کہ لنگڑا ہے مانع مسجد کے جانے کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہے کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ
بجائے احدیہا کے احدہما کہتا اسلیے کہ رجل مؤنث ہے وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوہما اور نوین شرط فرضیت جمعہ کی
محبوس نہونا ہے اور دسوین شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چور دن وغیرہ سے اور گیارھوین شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور اسکے مثل کا جیسے شدت

[illegible] مین شریک ہوا [illegible] اور جب جمعہ پڑھ چکا [illegible]

مین سے جمعہ [illegible] داخل ہو [illegible] ان [illegible]

الا بعد دخول وقتہ فرضہا من الوقت [illegible] بالقضاء [illegible] اور [illegible] سبب [illegible]

[illegible] ادا کرے اور جمعہ پڑھے [illegible] قبل [illegible] جمعہ فرض [illegible] ظہر کے عوض [illegible]

[illegible] شریعت [illegible] اور بحر الرائق مین ہی کہ جمعہ سب [illegible] کے حق مین افضل ہی [illegible]

[illegible] افضل ہم [illegible] بمقابل رخصت کے [illegible] رخصت مین شرع کیطرف سے تخفیف ہوئی [illegible] مشقت [illegible]

[illegible] حکم ہوا جمعہ کے [illegible] ظہر پڑھنا سہولت کی وجہ سے رخصت ہی [illegible] مشقت سے

[illegible] مشقت کو [illegible] جمعہ کو ادا کیا [illegible] صحیح نہ رکھین اور اسپر ظہر لازم کرین [illegible] مشقت [illegible]

[illegible] سہولت [illegible] مشقت ہو جائیگی کذا فی الشامی [illegible] فیہما من صلح الا مامۃ فیہما [illegible] بالاجازت لمسافر و عبد و مریض [illegible]

[illegible] طریق الاولے اور لیاقت امامت کی رکھتا ہی جمعہ مین وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہو غیر جمعہ مین [illegible] جائز ہی امام [illegible]

اور [illegible] کا اور مسافر [illegible] ہو جاتا ہی جمعہ [illegible] بطریق اولے امام شافعی نے فرمایا ہی کہ ان لوگون کی امامت [illegible]

اگر کوئی [illegible] تو جمعہ [illegible] اسلئے ماتن نے کہا کہ جمعہ انسے ہو جاتا ہی کیونکہ جب انہین لیاقت امام ہونے کی ہی تو لیاقت مقتدی ہونے کی [illegible]

[illegible] کذا فی العنایہ وحرم لمن لا عذر لہ صلوۃ الظہر قبلہا [illegible] بکونہ سببا لتفویت الجمعۃ [illegible]

اور حرام ہی اس شخص کو کہ عذر نہ ہو ظہر کا پڑھنا جمعہ سے پیشتر جمعہ ہی کے دن مین شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑھنا [illegible] کذا فی [illegible]

شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑھنا اسلئے حرام ہی کہ ظہر سبب ہوتا ہی واسطے فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہی تو جو چیز حرام کا سبب ہو

وہ بھی حرام ہو [illegible] شامی نے کہا [illegible] متعلق ہی [illegible] محذوف سے جو حال ہی ظہر کا یعنے اسی روز کا ظہر حرام ہی [illegible] پیشتر کا اور شہر کی قید [illegible]

[illegible] قبل جمعہ ظہر پڑھ لیگا تو مکروہ ہوگا قدوری وغیرہ کتب فقہیہ مین نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ کے مکروہ لکھا ہی اور ماتن نے حرام [illegible]

بحر الرائق نے کراہت ہی ثابت کی ہی فان فعل ثم ندم وسعی [illegible] ولو کان فے المسجد لم یبطل [illegible]

مع فراغ الامام [illegible] فالبطلان بہ مقید بامکان [illegible] الفضل عن باب وارد [illegible]

فالاصح انہ لا یبطل [illegible] یبطل ظہرہ لا اصل الصلوۃ ولا ظہر من اقتدی بہ ولم یسع اور [illegible] لا فرق بین معذور [illegible]

غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑھ لیا پھر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی یعنے جمعہ پڑھنے کو چلا اسطرح کہ اپنے مکان کے دروازے سے [illegible]

ظہر باطل ہوگا یعنے فرضیت باطل ہوگی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل ہو جائیگی اور نہ باطل ہوگا ظہر اس شخص کا جسنے غیر معذور [illegible] نماز [illegible]

ہوگی اور جمعہ کے لیے سعی نکی ہوگی خواہ ظہر پڑھنے والے کو سعی کے بعد جمعہ ملے یا نہ ملے دونون صورت مین فرض ظہر باطل ہونگے [illegible] فرق [illegible]

معذور اور غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا کہ ماتن نے چلنے کو سعی سے تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت [illegible]

ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے جمعہ کی طرف سعی کی اسلئے قید لگائی کہ اگر ظہر پڑھنے والا اپنے کام کو نکلے یا اسوقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا [illegible]

ساتھ ہو یا امام نے جمعہ کو سرے سے قائم ہی نکیا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح قول مین کیونکہ ان صورتون مین اسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی [illegible] باطل ہونا [illegible]

ہر جمعہ کے پاسکنے کے ساتھ [illegible] اگر [illegible] مسافت کے سبب سے جمعہ کو پا [illegible] ظہر باطل ہوگا [illegible] السراج [illegible] شامی [illegible]

شارح نے لگائی سو صحیح ہیں اور سراج کے مسئلہ میں جو متصل نقل کیا ہے اُس میں غلط ہے کیونکہ بحر الرائق میں کہا ہے کہ اِس سے تعلق رکھنے سے وہ صورت بھی
شامل ہوگئی کہ جمعہ کو پایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہیں کیا تھا اور یہ قول جنھون کو ...
یہی صحیح ہے اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اُس وقت کہ جمعہ اسکا ابھی تک فوت نہیں ہوا تھا اور معذور کو ہر چند حکم سعی کا نہیں تو جب ... اسکے ظہر ...
کو اپنے اوپر لازم کرلینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم میں شامل ہوگیا **وکرہ تحریما لمعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ و بعدہا**
لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہے معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب
کم ہوجانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم ادا کی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگون کو مکروہ نہیں اسیطرح گانون والون کو جماعت
ظہر کی مکروہ نہیں اور شہر میں وجہ کراہت یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت کم ہوجائیگی یعنے معذورون کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہوجائیگا تو جماعت جمعہ
کم ہوجائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہے یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہے تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور معارضہ کی صورت ہے کذا فی الطحطاوی **ولذا یستحب**
تغلیق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سوا
جامع مسجد کے یعنے اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہ ہیں تو انکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہونچیگی **وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم**
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہے جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والون کو جنکو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھین بدون اذان و
تکبیر اور جماعت کے **ویستحب للمریض تاخیرہا الی فراغ الامام وکرہ ان لم یوخر ہو الصحیح** اور مستحب ہے بیمار کو دیر کر کر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک
جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہے اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہے **ومن ادرکہا فی تشہد او سجود سہو او تشہد و علی القول بہ فیہا یتمہا جمعۃ خلافا لمحمد کما یتم**
فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ میں ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد میں وہ تمام کرے جمعہ یعنے
دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ ان لوگون کے قول کے موجب ہے جو سجدہ سہو جمعہ میں کرنے کو کہتے ہیں یعنی متاخرین کے نزدیک اولی یہ ہے کہ کثرت اژدہام
جمعہ وغیرہ میں سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے موجب سجدہ سہو یا اسکے تشہد میں نہ ملیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے انکے نزدیک
اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العید میں ہے یعنی اگر عید کے
تشہد یا سجدہ سہو میں ملے تو بالاتفاق دو رکعت پوری کرے **لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ** لیکن سراج میں ہے کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانیوالا نہوگا
یعنی تشہد میں ملنے کی صورت میں عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا
کہ قول اول صحیح ہے یعنے بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے **وینوی جمعۃ لا ظہرا بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداؤہ** اور نیت کرے تشہد میں ملنے والا
جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اسکا اقتدا درست نہوگا بالاتفاق **ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا** ظاہر یہ ہے کہ نہین فرق
ہے مسافر اور غیر مسافر میں کذا فی النہر بحثا م ظہیریہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر تشہد میں جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہیں شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کریں **واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوۃ**
ولا کلام الی تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہے
کذا فی شرح المجمع تو اُس وقت سے نہ کوئی نماز ہے نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ میں ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر قول کے موجب مقابل قول اصح کا
یہ ہے کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ میں ہو اُسوقت کلام درست ہے اور کان کو ذکر لانا باعتبار مکان کے ہے کذا فی الطحطاوی **خلا قضاء فائتۃ**
لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا کوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہیں

اسلیے کہ اتحاد نماز امام اور مقتدی کا شرط ہے صحت اقتدا کی اور وہ اس صورت میں نہوا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اگر امام خطبہ کے لیے نکلے [illegible] رکعت [illegible]

جو کچھ پڑھتا ہو تمام کرے یہی صحیح تر قول ہے اور قرات [illegible] جب تک فارغ ہو کذا فی التحفہ [illegible]

[illegible] وغیرہ [illegible] ان [illegible] فرق [illegible]

[illegible] صحیح [illegible] حرام ہیں خطبہ کے [illegible] کذا فی الخلاصہ وغیرہ [illegible] حرام ہے خطبہ کے وقت [illegible] اور [illegible]

[illegible] اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہے آدمی چپکا بیٹھا رہے [illegible] فرق کے درمیان

نزدیک اور دور کے شخصوں کے صحیح تر قول میں کذا فی المحیط اور قول ضعیف یہ ہے کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہیں [illegible]

تسبیح کو ان کے قول پر متفرع کرنے میں کلام ہے اسلیے کہ تسبیح نماز میں حرام نہیں اور امر بالمعروف سے خطیب مستثنی ہے جیسا کہ [illegible]

والامر [illegible] من خیف [illegible] لانہ یجب حق آدمی وھو محتاج الیہ والانصات حق اللہ تعالی ومبناہ علی المسامحۃ اور اعتراض نہیں [illegible]

[illegible] اس شخص کا [illegible] کا خوف ہو یعنے اگر کسی آدمی کو خطبہ کے وقت کنوئیں کے پاس دیکھے مثلا اور خوف ہو کہ کنوئیں میں گر جاویگا [illegible]

اس شخص کو ہوشیار کر دے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہے آدمی کے حق کی وجہ سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہے اور سکوت خطبہ کے وقت

اللہ تعالی کے حق کے لیے ہے اور بنا اس حق کی درگذر پر ہے یعنے اللہ تعالی غنی ہے اس سے درگذر فرما سکتا ہے وکان ابو یوسف [illegible]

کتابہ [illegible] اور امام ابو یوسف رح جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کے وقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اسکو صحیح کیا کرتے شامی نے

[illegible] یہ بھی ہے قول ضعیف ہے کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہے والاصح انہ لاباس بان یشیر [illegible] عند رؤیتہ منکرا

اور صحیح تر یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کا وقت دیکھنے بری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہے کذا فی [illegible]

انہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہ ہے کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپ کے اسم

مبارک کے اپنے جی میں یعنے آہستہ درود پڑھے کہ اپنے آپ سنے دوسرے کو آواز نہ جاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ درود [illegible]

پڑھے کذا فی الشامی ولا یجب تشمیت العاطس ولارد السلام یعنے اور واجب نہیں جواب دینا چھینکنے والے کا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی

ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے [illegible] وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد

اسیطرح واجب ہے سننا سب خطبوں کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا لاباس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا اذا

جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہیں مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنے جب امام تجرہ سے نکلے تو جبتک خطبہ شروع کرے

اسوقت تک کلام کا مضائقہ نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہیں [illegible] کلام متعلق ہے آخرت

لا غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اس کلام میں ہے کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنے دنیاوی کلام مکروہ

ہے بالاتفاق وعلی ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندہما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ میں مروج ہے مکروہ ہوگا امام صاحب

کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک اور ترقیہ اسکو کہتے ہیں کہ مکبر امام کے سامنے کھڑا ہو کر [illegible] آیت پڑھتا ہے ان اللہ وملئکتہ [illegible]

لغو کیا توتو نے لغو کیا اسوقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہو خاموش ہو اُسنے کہا کہ جمعہ کے روز جب تو نے اپنے ساتھی سے

علے النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہو کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اُسوقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہو تو تو نے لغو کیا

حال نون المؤذنون الفعلہ اما مختصراً الشامی فے کذا جائز کے نزدیک صاحبین اور ہو مکروہ نزدیک کے صاحب امام مگر ہو آخرت کلام پڑھنا یہ چند تو پھر

اور بالاتفاق مکروہ ہو تو یہ سو ہین کرتے وقت کے خطبہ موذن اُسکے مثل اور عنہ اللہ رضی وجور البحر فے وتمامہ اتفاقاً فمکروہ ونحوہ الترضی من الخطبۃ

عنہ اللہ رضی بلند باواز وہ تو ہو لیتا کا واصحاب خلفا نام امام جب کہ ہو مین شہرون کے عرب بعض دستور کا موذنون ہم ہو مین الرائق بحر بیان پورا اسکا

کے عجب سوالے مین الرائق بحر کہا کہ نے طحطاوی ہو مکروہ اُنکی حرکت یہ تو ہین کہتے کر پکار کو دعا یا کلمہ ملکہ اللہ خلد تو ہو لیتا نام کا سلطان جب اور ہین کہتے

علے یحمل ان الا قلت اللہ رحمکم انصتوا یقول ثم حدیثہ بمقتضے بالمعروف الامر عن یہی المرقے من والعجب نہین بیان کچھ اور ہو کرتا بیان شارح جسکو

تُمپر تعالےٰ خدا رہو چپ ہو کہتا پھر سے اعتبار کے مقتضا کی حدیث اپنی سے معروف امر ہو کرتا منع کہ سے والے پڑھنے ترقیہ ہو تعجب اور فتنبہ قولہا

بات اس مضمون اُسکا تو کی بیان حدیث نے مرقّی جب یعنے رہنا آگاہ سو پر قول کے صاحبین ہو محمول کہنا یہ اسکا کہ یہ مگر ہون کہتا مین کرے رحم

صاحبین امر اسکا ہان ہو بات کی تعجب کرنا امر کا خاموشی کو لوگون اور کرنا نہ عمل اُسپر ہی آپ پھر تو چاہیے کرنی بند زبان بھی سے بالمعروف امر کہ ہو مقتضی تو

وجہ دو نہین مضائقہ کا بالمعروف امر خطبہ قبل نزدیک کے صاحبین اور ہو کرتا وغیرہ ترقیہ کے خطبہ قبل وہ کیونکہ ہو سکتا ہو درست موافق کے قول کے

رض عثمان زمن فے بل الرسول زمن فے یکن لم وان الاصح فے الاول بالاذان ذرا الاعظم المسجد فی ولو مع السعے البیع وترک الیہا السعے

مبارک عہد اذان یہ اگرچہ مین قول ترصحیح پر ہونے کے اول اذان ہو کرتا چلتے چلتے بیع اگرچہ کرنا ترک کو بیع اور جھپٹنا طرف کی جمعہ ہو واجب اور

بیع ہم گناہ اگر رہنا مشغول مین بیع پر دروازہ اسکے یا اندر کے مسجد اور ہوئی مین زمانہ کے رض عثمان حضرت بلکہ تھی نہ کے وسلم علیہ اللہ صلی آنحضرت مین

کرنا بیع مین حالت کی سعی اور ہوگا تحریمی مکروہ تو نکریگا سعی اور رہیگا مشغول مین کام اور کسی کے بیع سوا اگر تو رکھے باز سے جمعہ نماز جو ہو امر وہ مراد سے

اول اذان کہ ہو اختلاف اسمین پھر ہو لکھا یہ باس لا مین الفاسد البیع باب آخر بھی نے شارح چنانچہ نہین مکروہ کہ ہو کہا مین سراج تو ہو نہ سعی خارج اگر

اللہ صلی آنحضرت کیونکہ ہو اول وہی کے ہونے شروع باعتبار کہ اسلیے ہو ہوتی پہلے سے خطبہ سامنے کے منبر جو ہو وہ اول اذان کہ کہا نے فقہا بعض تو ہو کونسی

ہوئے بہت آدمی مین زمانہ کے رض عثمان حضرت جب تھی ہوتی اذان ایک بھی مین رض عمر حضرت اور بکر ابو حضرت خلافت اور مبارک عہد کے وسلم علیہ

پر منارہ بعد کے زوال اذان جو یعنے ہو اول مین وقت جو ہو وہی اول اذان کہ ہو یہ قول ترصحیح اور بڑھادی اذان ایک پر زوراء نے آپ تو

کو بیع وقت کے اذان ہم ہو بتایا صحیح پر تحریمی مکروہ بولنا کا حرمت مین الرائق بحر اور تحریما المکروہ علے بحرمتہ اطلاق صحۃ البحر فے وافاد الشامی فی کذا ہو حق

الرائق بحر چنانچہ ہو صحیح کہنا حرام کو تحریمی مکروہ کہ ہو کرتا بیان عذر سے طرف کی ہدایہ صاحب شارح ہو تحریمی مکروہ وہ حالانکہ ہو کہا حرام نے ہدایہ صاحب

جمع بعد واحد اذنوا او واحد من اکثر اذا کان المؤذن ان الفعل بوحدۃ افاد الخطیب السے یدیہ بین ثانیاً ویؤذن الشامی فے کذا کیا افادہ مین

وہ جب کے خطیب سامنے بار دوسری دے اذان موذن اور المنبر علے جلس اذا القہستانی ذکرہ والتمرتاشی الجلالی فے کما یجتمعون ولا

زیادہ سے ایک جب موذن کہ کیا افادہ سے لانے واحد بصیغۂ کو یؤذن فعل نے ماتن کہا کہ نے شارح لیے کے پڑھنے خطبہ یعنے بیٹھے پر منبر

یہ کہ کہا نے طحطاوی م نے قہستانی اسکو ہو کیا ذکر ہو مین تمرتاشی اور جلالی چنانچہ کہین نہ ملکر سب کہین سے دوسرے بعد ایک اذان تو ہون

بالدنیا الفصل وکرہ اقیمت اتم فاذا گا ہو نہ ظاہر مذکور افادہ تو پڑھین مجہول مین صورت جس اور پڑھین معروف بصیغۂ کو یؤذن کہ ہو اُسوقت افادہ

خطبہ آخر یعنے م نے عینی اسکو ہو کیا ذکر کو امر کے دنیا کسی مین تکبیر اور خطبہ کرنا فاصلہ ہو مکروہ اور جاسے کہی تکبیر تو کرلے تمام خطبہ امام جب العینی ذکرہ

خطیب مین خطبہ دوسرے جو یہ اور نہین مکروہ فاصلہ کا المنکر عن ونہی بالمعروف امر کہ لگائی اسلیے قید کی دنیا امر اور سے شروع کے تکبیر ہو متصل کا

ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کذا فی الشامی عن [illegible] سے نقل کیا گیا مسنون ہے سورۂ جمعہ و منافقون کا پڑھنا

[illegible] امام کو سورۂ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور ایسے ہی سورۂ [illegible] یہ ہمیشہ القرأۃ فی الجمعۃ بالسور المعینۃ [illegible]

[illegible] مناسب نہیں کہ سوائے خطیب پڑھنے والے کے دوسرا شخص لوگون کو نماز پڑھاوے اسلئے کہ خطبہ اور نماز دونون ایک ہی چیز ہیں کیونکہ

[illegible] وہ دونون [illegible] ہونا جائز ہیں لیکن دونون کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن

السلطان وصلی بالغ جاز [illegible] اگر ایک جماعت نے جمعہ ادا کیا اور خطیب نے بلا اجازت خطبہ پڑھا ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کسی بالغ

نے پڑھائی تو درست ہے [illegible] لیکن اسلئے اشارہ دیا کہ یہ وہم ہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہیں اور ماذون سلطان کی قید خطبہ میں اولیٰ ہے نماز میں کیا

معلوم ہوا کہ خطبہ میں اذن شرط ہے نماز میں نہیں کذا فی الشامی [illegible] لا باس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی الخانیۃ

[illegible] ولا فی البلدۃ ولا دخول بولہ حروج [illegible] میں یعنی سفر کرنا دن جمعہ کے جبکہ آبادی شہر کی اذان سے پہلے نکل جاوے وقت ظہر کے کذا فی الخانیۃ

[illegible] اسکے سواد مصر کا جو فی فناء دخول ہو عوض خروج کے یعنے اذان سے پہلے داخل ہونے وقت ظہر کے ہو [illegible]

ایسی جگہ جا پہنچے [illegible] دن پر جمعہ واجب ہو کذا فی الشامی وقال فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل

الزوال اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہے اور زوال سے پیشتر مکروہ نہیں کیونکہ زوال کے

پیشتر اسپر جمعہ واجب نہیں ہم اس قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہو جائے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہے کذا

فی الطحطاوی القروی اذا دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل

وقتہا او بعدہ لا تلزمہ لکن فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ [illegible] کا رہنے

والا جب [illegible] دن جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر میں اسنے اس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اسی روز چلے جانے کی نیت کی جمعہ کے

وقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اسپر جمعہ لازم ہوگا اور نہیں تو لازم نہوگا

شرح منیہ میں ہے کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ لازم نہوگا ہم شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون را

جو قریہ کیطرف نسبت ہے کما لا تلزم لو قدم مسافر یومہا علی عزم ان لا یخرج یومہا ولم ینو الاقامۃ نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہیں اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے

دن شہر میں اس ارادہ سے کہ اس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی یعنے اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہو جائیگا یخطب

الامام بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے تلوار حمائل کر کے اس شہر میں کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے کہ مکہ ہے اور اگر

تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہاں تلوار لیکر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہے فی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ

وہو متکئ علیہ حاوی قدسی میں ہے کہ جب موذن فارغ ہو جائیں خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہو اور تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لیکر

اسپر سہارا کرے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہے تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اسمین تلوار کا حمائل کرنا لکھا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے یہ توجیہ

کی کہ تلوار کو حمائل کرکے پھر اسکی نوک زمین پر ٹھہرا کر اسپر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونون باتیں حاصل ہو جائیں وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکئ علی

قوس او عصا اور خلاصہ میں ہے کہ مکروہ ہے خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر ہم حلیہ میں خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابو داؤد کی حدیث سے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ میں لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہے پھر مکروہ کیسے ہوگا ملتقط میں ہے کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ میں

سنت ہے اسی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہے کذا فی الشامی فروع مسائل لحقہ شارح کے سمع النداء وہو فی بیتہ [illegible] ان خاف فوت الجمعۃ

او مکتوبۃ لاجماعۃ ایک شخص نے اذان سُنی اور وہ کھانا کھاتا ہو تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونیکا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو
جماعت کے فوت ہونیکا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھنے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہی جماعت کے ترک کرنیکا چنانچہ گذرا رستاقی سے یرید الجمعۃ
وحوائجہ ان معظم مقصودہ الجمعۃ فال ثواب السعی الیہا وبہذا یعلم من شرک فی عبادتہ فالعبرۃ للاغلب ایک گانون والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری
حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اُسکا جمعہ کا پڑھنا ہی تو اُسکو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص عبادت مین شریک
کرے یعنے دوسرا کوئی مطلب اُسمین ملا کے خالص اللہ تعالے کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت
اُسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدہا بہتر ہی بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے م
تاتارخانیہ مین لکھا ہی کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخن کا بنوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہی تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے انکا بنوانا
چاہیے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہی باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکھنا چاہیے لاباس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ
ولم یؤذ احدا الا ان لایجد الا فرجۃ امامہ فیتخطی الیہا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دے
مگر یہ کہ اُسکو سواے خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہو تو اس خالی جگہ کے بھرنے کو پھاند جاوے ضرورت کی وجہ سے م یعنے لوگون پر سے پھاندنا ایک
عمل ہی تو خطبہ کی حالت مین جائز نہین اسی طرح اور ون کو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسی کا کپڑا دباوے کسی کے بدن پر پانون رکھدے ان
اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہوا اور اُسکے بھرنے کے لیے کسی کو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہی بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی
ویکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہی گردنون پر سے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال مین یعنے خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو م مسجد مین سوال کرنے اور
سائل کے دینے مین اختلاف ہی کہ درست ہی یا نہین نہر الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ اصرار
کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اُسکو دینا درست ہی ورنہ مکروہ ہی کذا فی البزازیۃ وسئل عنہ علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام
الی ان یتم الصلوٰۃ وہو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشائخ کما فی التاتارخانیۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے
قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اُسوقت تک ہی کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہی اور ایک
قول یہ ہی کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہی اور اس قول کی طرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی م صحیحین مین ہی کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہی
کہ جو مسلمان بندہ اُسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالے سے کچھ مانگے تو اُسکو اللہ تعالے وہ چیز عنایت ہی کرتا ہی اس ساعت مین اختلاف ہی کہ کونسی
ہی اور سب اقوال بیالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ
مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا ہی تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل مین مانگے اسلیے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہی
اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہی اُسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابو ہریرہ
سے روایت کیا ہی اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہی جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہی کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشائخ اللیلۃ
الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ مین ہی کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہی یا جمعہ کا دن تو اُنھون نے فرمایا کہ
جمعہ کا دن افضل ہی اسلیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہی اور نمازیون کو ہوتی ہی وذکر فی احکامات الاشتباہ مما اختص بہ
یومہا قراءۃ الکہف فیہ ومن فہم عطفہ علے قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام فقد وہم وفیہ تجتمع الارواح ویزار القبور ویامن المیت
من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالے اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی

کے دن میں یہ ہے کہ اس کے دن سورۂ کہف کا پڑھنا جمعہ کے دن یا رات میں کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی سورۂ کہف جمعہ کو پڑھے اسکے لیے دو جمعہ کے درمیان نور روشن ہوتا ہے اور حاشیہ میں ہے کہ مخصوص سورۂ کہف کا پڑھنا رات کے وقت افضل ہے اور جس شخص نے قرات کہف کی سنت اشتباہ واسطے سے اسکو ترک کیا

ثبوت خواہ کیسا ہی جمعہ کو ہو مستحب ہے اور بہتر ہے جمعہ کے دن زیادہ صدقہ کرنا اور مسنون ہے کہ ہر چیز کو مکروہ دنوں میں شامل کر دیا اور جمعہ کے

تنہا ذکر کرکے روزہ رکھنا اور تنہا اسکی رات کو قیام کرنا تو اسے خاص کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ مسنون نہیں اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات

دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اسی دن میں قبروں کی زیارت ہونی اور جو مردہ عذاب قبر سے امن میں رہتا ہے اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات میں مرتا ہو وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے اور اس روز میں دوزخ گرم نہیں کیا جاتا اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار کو دیکھتے ہیں

مشروع ہونے میں ہم اشتباہ کے احکام جمعہ میں مذکور ہیں کہ جمعہ بہت سی باتوں سے مخصوص ہے نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اسکے لیے جماعت کا شرط ہونا اور شرط ہونا خطبہ کا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتوں کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا سوائے اسکی شرط

در سوائے امام کے نہیں مردوں کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتوں کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا اور افضل ہے اور مسجد کو خوشبو سے بسانا

کے اور مسنون ہونا اسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن کتروانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہیں اور مکروہ ہونا ظہر کا نماز جمعہ میں اور مکروہ ہونا

اور جمعہ کی نماز کو سویرے سے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت میں مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنے کا نماز جمعہ میں اور مکروہ ہونا

کا اور تنہا اسکی رات میں جاگنے کا اور اسمیں سورۂ کہف کا پڑھنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اسکے ٹھیک دوپہر میں بموجب قول امام ابو یوسف کے

اور مقدم ہونا اور دونوں میں اسکا بہتر ہونا اور اسکا روز عید ہونا اور اسمیں دعا قبول ہونے کی ساعت کا ہونا اور اسکا روز عید ہونا

اور جو شخص اسکے دن یا رات میں مرجائے فتنہ قبر سے اسکا بچا رہنا اور اس روز دوزخ کا

قبروں کی زیارت کرنی اور مردے کا اس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اسکے دن یا رات میں مرجائے اسکا ثواب اور جنت والوں کو اس روز دیدار الٰہی کا ہونا تمام ہوا قول شارح کا جو جمعہ گرم نہونا اور اس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور انکا جنت سے نکلنا اور جنت والوں کو اس روز دیدار اللہ تعالیٰ کا ہونا بعض اشخاص کے لیے

امور میں سے اکثر باتیں اور شارح کے اقوال میں گذر گئے تھے مگر ایک جا جمع ہونے کے لحاظ سے سب کا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا کذا فی الطحطاوی

اور بعض کو اس سے کم مدت میں اور بعض کو اس سے زیادہ میں ہوا کریگا یہانتک کہ عورتوں کو صرف تجلی عام کے وقت نصیب ہوگا

باب العیدین

یہ باب ہے دونوں عیدوں کے احکام میں ہم مناسبت عید کی جمعہ سے یہ ہے کہ دونوں جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور قرات دونوں میں آواز سے ہوتی ہے اور شرطیں بھی دونوں کی یکسان ہیں اور جمعہ مقدم اسلیے ہوا کہ اسکا ثبوت کتاب اللہ سے ہے اور نماز عید اسی پر واجب ہے جسپر جمعہ واجب ہے اور سوا خطبہ کے اور شرطیں بھی دونوں کی یکسان ہیں

سے ہے اور سال میں بہت ہوتا ہے کذا فی الشامی سمی بہ لان للہ فیہ عوائد الاحسان ولعودہ بالسرور غالبا او تفاؤلا اس روز کا نام عید اسلیے رکھا گیا کہ اسمیں

اللہ تعالیٰ کے انعام بندوں پر بار بار ہوتے ہیں اور اسلیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہے یا فال کے لحاظ سے کہ جیسا یہ آیا ہے خوشی

کے ساتھ آوے ہم لفظ عید اصل عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہیں اسلیے عید

سکے دن کو عید کہنا اسلیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کھانے پینے سے رمضان میں منع کر دیا تھا عید کے باعث اسکے انعام یعنی اللہ کے بندوں پر رجوع کیا

گیا یا اسلیے کہ لباس اس دن میں خوشی کی عادت ہو اکرتی ہے یا یہ فال سمجھکر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اسکا نام عید ہوا اور مستعمل ہے کل یوم فیہ مسرۃ ولذا

قیل عید وعید وعید صرن مجتمعہ وجہ الحبیب ویوم العید والجمعہ اور مستعمل ہوتا ہے لفظ عید اس روز کے لیے جسمیں خوشی ہو اور اسی استعمال کے

سے یہ شعر کسی نے کہا ہے کہ تین عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنی چونکہ تینوں اوقات خوشی کے ہیں اسلیے

شاعر نے انکو عید کہا فائدہ الجماعۃ لم یلزم الا صلوٰۃ احدہما وقیل الاولیٰ صلوٰۃ الجمعۃ وقیل صلوٰۃ العید لان الاولیٰ من المرتقی قلت تقدم

انتہی قہستانی ہذا سمکہ من مذہب الغیر وصحۃ الترجیح فتنبہ پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑیں تو لازم نہیں مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہے

بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ہی کہ ہو قہستانی میں تمرتاشی سے میں کہتا ہوں کہ میں نے تمرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اُنھے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی
اور کا قول نقل کیا ہی اور وہ بھی ضعیف کرکے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر ہم جامع صغیر میں ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز میں جمع ہوں
تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض اور دونوں میں سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونوں قول جو قہستانی میں ہیں کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ حنفیوں کا مذہب نہیں
اور دوسرے مذہب والوں کا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی ملتقطاً و شرع سنۃ الاولیٰ من الہجرۃ اور مشروع ہوئی عید اول سال ہجری میں ہم ابوداؤد نے
حضرت انس رضہ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال میں کھیلا کرتے ہیں آپ نے
پوچھا کہ یہ کیسے دن ہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم ان میں حالت کفر میں کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے عوض تمکو دو روز اُنسے بہتر
بدل دیے اول عید اضحیٰ دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہما فی الاصح علیٰ من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی الخطبۃ
فانہا سنۃ بعدہا واجب ہی نماز دونوں عیدوں کی صحیح تر قول میں اُس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہی معہ اُن شرطوں جمعہ کے جو پہلے گذریں سوائے خطبہ کے
کہ وہ سنت ہی بعد نماز عید کے ہم اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونوں قولوں میں مخالفت نہیں اسلیے کہ سنت سے مراد سنت
مؤکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنے اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک
کردیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوٰۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ
اور قنیہ میں ہی کہ عید کی نماز گانوں میں مکروہ تحریمی ہی یعنے اسلیے کہ عید پڑھنا گانوں میں ایسی چیز میں مشغول ہونا ہی جو درست نہیں اسلیے کہ صحت
عید کی شرط شہر ہی جو گانوں میں مفقود ہی ہم یعنے گانوں میں عید صحیح نہیں اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہی جماعت
کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علیٰ صلوٰۃ الجنازۃ اذا اجتمعا لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کی جاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز
پر جبکہ دونوں نمازیں جمع ہو جائیں اسلیے کہ عید واجب عین ہی یعنے ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسروں کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہی ہم وجوب
سے مراد یہاں وہ ہی کہ جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید میں ہی یا فرضیت کے طور پر چنانچہ جنازہ میں کذا فی الطحطاوی
وتقدم صلوٰۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلیٰ سنۃ المغرب وغیرہا والعید علی الکسوف اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور
مغرب وغیرہ کی سنتوں پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہی اور خطبہ عید اور سنتیں مسنون ہیں اور مقدم کیجاوے نماز عید نماز سورج گہن سے ہم یہ مسئلہ فرضی
ہی ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہیں پڑسکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسویں کو ہوتی ہی لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی
الفتویٰ علیٰ تاخیر الجنازۃ عن السنۃ واقرہ المصنف کانہ الحاقاً لہا بالصلوٰۃ لیکن بحر الرائق میں کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوے جنازہ کو مؤخر
کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے شاید اس وجہ سے کہ سنتیں نماز فرض میں لاحق ہیں یعنے فرضوں کے تابع ہیں لکن فی اٰخر احکام
دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتیٰ علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر میں ہی کہ مناسب ہی مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتے کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کر لے ہم یعنے جنازہ کی تاخیر میں مردہ کے بگڑنے کا خوف ہی اور
کسوف کی تاخیر میں آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہی اسلیے انکی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہی صاحب
اشباہ کی تو قول مفتے بہ کے سامنے معتبر نہیں ہو سکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الیٰ صلوتہا واستیاکہ واغتسالہ
وتطیبہ بما لہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی میں طاق مثلاً ایک یا تین یا پانچ خرما
اگرچہ نمازی گانوں کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانے کے نماز عید کے لیے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اُسکا ایسی چیز سے جسمیں

[illegible] سنت [illegible]

[illegible] مستحب [illegible]

[illegible] ما شیا اسے اجبانتہ [illegible] مستحب ہوا [illegible]

[illegible] عید سے پیشتر کی

[illegible] جواب ہر سوال [illegible]

[illegible] مستحب چیزون [illegible] واجب ہر شارح نے جواب دیا کہ بیان کلام خروج سے پیشتر کی چیزون مین تھا

تو [illegible] نماز کو جانے سے مستحب ہر [illegible] واجب ہر کذا فی [illegible] والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوٰۃ العید

[illegible] وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور واجب ہر [illegible] جبانہ کی طرف عید کی نماز کے لیے سنت ہر اگرچہ مسجد جامع سب لوگون کی

[illegible] پھر جواب ہر سوال کا یعنے نماز عید کے لیے نکلنا تو واجب ہر اتر سنت کیسے کہتا ہر شارح نے جواب دیا کہ مطلق باہر

نکلنا واجب ہر اور شہر کے عید نکلنا یا پیادہ پا نکلنا یا خاص عیدگاہ کو جانا واجب نہین بلکہ یہ سنت ہر کذا فے الشامی ولا باس باخراج منبر

الیہا لکن فے الخلاصۃ لا باس ببنائہ دون اخراجہ اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانے کا عیدگاہ مین لیکن خلاصہ مین ہر کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانے کا

عیدگاہ مین نہ اسکے باہر لیجانے کا یعنے منبر عیدگاہ مین لیجانا نہ چاہیے ہم خلاصہ او ظہیریہ مین لکہا کہ مشائخ کا اختلاف ہر عیدگاہ مین منبر بنانے کا بعضون

نے کہا کہ مکروہ ہر اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہر جو لفظ لا باس سے سمجھا جاتا ہر اور

خلاصہ مین خواہرزادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین منبر کا بنا دینا عیدگاہ مین بہتر ہر کذا فے الشامی ولا باس بعودہ راکبا و ندب کونہ من طریق آخر

اور مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے مین سوار ہو کر اور مستحب ہر کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتختم والتہنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہر ظاہر کرنا خوشی کا

اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالے ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنے مشروع کی مبارکبادی

جائز ہر ہم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے مین امام ابوحنیفہ رح سے کچھ ثابت نہین ہوا مگر صاحب حلیہ نے اسے آثار صحیح سندون کے ساتھ صحابہ سے ثابت

اسکے کرنے مین روایت کیے ہین پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہر اور محیط مین ہر کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے بدعت ہر ملتقط مین [illegible] مکروہ ہر کیونکہ صحابہ نے

نے اسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیون کا ہر اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان مین رائج ہر وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہر ولا یکبر فے طریقہا

ولا یتنفل قبلہا مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا حررہ المصنف تبعا للبحر لکن تعقبہ فے النہر ورجح تقییدہ بالجہر او نہ تکبیر کہے عید فطر کی راہ مین

اور نہ نفل پڑہے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑہنے دونون سے علاقہ رکھتی ہر یعنے تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہ

غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑہنے سے یہ مراد کہ نہ عیدگاہ مین پڑہے نہ گھر پر ایسا تحقیق کیا ہر اسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے

لیکن اعتراض کیا ہر اسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہر قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ہم جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام پر دو طرح

منقول ہر ایک قول یہ ہر کہ راہ مین تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہر اور

صاحب بحر الرائق نے اسکی تبعیت کی ہر اور اسی قول کو مصنف نے لیا ہر دوسرا قول یہ ہر کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہر یعنے امام کے نزدیک آہستہ پڑہے اور

صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی او رنہایہ وغیرہ کتب مذہب مین اسیطرح نقل کیا ہر صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر

صریح اعتراض کوئی نہین کیا بلکہ اُسکے قول کو مسلم رکھا ہی ہان پیشتر اُس سے یہ لکھا ہی کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے مین ہی علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہی کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہور کے خلاف ہی اصح یہ ہی کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہین کہ امام کے نزدیک بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقال الاجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ ووجہہا ظاہر قولہ تعالے ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علے ما ہدٰکم ووجہ الاول ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ فیقتصر علے مورد الشرع انتہے زیادہ کیا ہی برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہی بقول صاحبین مثل عید اضحے کے اور جہر ایک روایت ہی امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد الٰہی کا ہی اور تا کہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالے کی اسپر کہ تمکو اُسنے ہدایت کی یعنے اس آیت مین اُس روز نعمتون کا اظہار مقصود ہی اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنے جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہی کہ بلند کرنا آواز کا ذکر مین بدعت ہی پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونے کے مقام پر ہم بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چورون کے خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہی بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہین بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہی نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدہا فے مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑھے بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہ نفل مکروہ ہی اکثر فقہا کے نزدیک یعنے مکروہ تحریمی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا پڑھنا ثابت نہین ہوا کذا فے الطحطاوی وان تنفل بعدہا فے البیت جاز بل یندب التنفل باربع اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی چار رکعتین نفل پڑھنا گھر پر ہم فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہی وہذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فے الخیرات بحر اور یہ حکم یعنے تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہی یعنے جو کسل عبادت مین نہ کرین اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال مین منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے انکی رغبت کے اچھی باتون مین کذا فی البحر یعنے خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر اور نفل عیدگاہ مین پڑھین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو منع نکرنا بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنے اسوجہ سے منع نکیا جاے کہ اگر اُسوقت روک دیا جاتا ہی تو پھر خیرات کے گرد نہین پھرتے سرے سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا صلوۃ رغائب وبراۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہی اور اسی طرح نہ منع کیا جائے عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے ہم صلوۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل مین لکھ چکے ہین کہ جو اُسکے باب مین منقول ہی سب موضوع و باطل ہی پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اُسپر اعتماد نہین ہو سکتا اسلیے کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہی اور ان نمازونکی حدیثون کے موضوع ہونیکی تصریح کردی ہی اور احکام فقہ گمنام حاشیون سے بیان نہین کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ راے رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالے ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی اسلیے کہ حضرت علی رضہ نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اُس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہی کہ کہین وعید مین نہ داخل ہو جاؤن اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی کیا دیکھا تو نے اسکو جو منع کرتا ہی بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ہم یہ علت ہی اُس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الی الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے ہی زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال سے حد ساقط ہی یعنے زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین ہم ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنے ڈیڑھ گز ہی کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما فی الجمعۃ کذا فے السراج قدمناہ فے الاثنے عشریۃ پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو انکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ مین

ف مگر یہ روایت مخالف ہی اُسکے جسکو مروزی نے کتاب العیدین اور ساغانی نے شرح صحیحین روایت کیا ہی کہ ایک شخص نے عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کا ارادہ کیا حضرت علی نے اسکو منع فرمایا اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین مین جانتا ہون کہ اللہ تعالی نماز پر عذاب نہ دیگا حضرت نے فرمایا کہ مین جانتا ہون کہ [illegible]

...کو دونوں سنت ... جو جاتا ... اور جیسا کہ ... ہم نے ذکر مختصر بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ... حنفیہ کے ... سلم
ہو ... یہ غرض ہو کہ ... سنت ... اور نماز نفل ہو جائیگی کذا فی الشامی و یتبع الامام لانہ یکبر لحقین مشایخ بل زیادہ ... تکبیرات
... کی ... اور ... تو اور الا ان یسبق من التکبیر ... بالکل اور نماز پڑھا دے ... ان کو ... دو رکعتیں ... زیادہ
... پڑھا اور زائد تکبیریں تین تین ہر رکعت میں اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اسکی متابعت کرے سولہ تکبیروں تک کیونکہ یہ تعداد
بھی حدیث میں منقول ہو مگر یہ کہ ... تکبیروں سے تو کل تکبیریں کہ ہم نے اول نیت کرکے ... پھر تکبیریں کہے پھر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قرات کے ہے اور
امام ... زائد تکبیریں کہے تو دونوں رکعتوں کی ملاکر سولہ تک متابعت کرے اور اگر کبھی آواز پہ کہتا ہو تو سولہ سے زائد بھی کہے کہ شاید کہنے میں غلطی کی ہو
اور عید کی جماعت ... ایک شخص سوا امام کے کوئی ہو کذا فی الطحطاوی ویوالی بین القرائتین ویقرأ کالجمعۃ اور مستحب ہو کہ دونوں قرات کو پیاپے
اور پڑھے مثل جمعہ کے یعنے سورہ اعلیٰ اور غاشیہ ہم قراتوں کے پیاپے کرنے سے یہ غرض کہ دوسری رکعت میں زائد تکبیریں بعد قرات کے کہے تاکہ دونوں
رکعتوں کی قرات میں فاصلہ تکبیروں کا نہو پھر اگر پہلی رکعت میں بھول کر قرات شروع کر دے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہو تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر
صرف الحمد پڑھی ہو تو زائد تکبیریں کہے اور قرات پھر سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام بعد القیام بعد ما کبر یکبر لنفسہ لانہ مسبوق اور اگر مقتدی
نے امام کو قیام میں پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلیے کہ وہ مسبوق ہو یعنی مسبوق اپنی نماز میں تابع امام کا نہیں تو حنفی تین
تکبیریں کہکر شامل ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعۃ یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت میں مسبوق ہوا ہو تو جب اسکو ادا کرے اول قرات پڑھے پھر
تکبیر کہے تاکہ تکبیریں پیاپے نہو جاویں یعنے دوسری رکعت میں امام کے ساتھ بعد قرات کے تکبیر کہی تھی تو اگر اپنی رکعت میں اول تکبیریں کہیگا تو تکبیریں پیاپے ہو جاوینگی
اور یہ امر صحابہ سے منقول نہیں کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی الصحیح
لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو مقتدی
قیام میں تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع میں تکبیر کہے صحیح قول پر اسلیے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہو تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہو مسنون سے یعنی تکبیر
واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولیٰ ہو اور بحر الرائق میں کہا کہ صحیح یہ ہو کہ رکوع میں تکبیر نہ کہے ہاں اگر یہ خوف ہو کہ قیام میں تکبیر کہوںگا تو امام رکوع
سے سر اٹھالیگا تو اسوقت رکوع میں کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاہر
الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع میں اور نہ عود کرے قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت
میں پس اگر عود کرے تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر ہم حلبی نے کہا کہ صحیح یہ ہو کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اسلیے کہ انتہا یہ ہو کہ اس صورت میں ترک فرض ہو جسے
کے لیے اور وہ مخل صحت نماز کا نہیں ویرفع یدیہ فی الزوائد وان لم یر امامہ ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیہ علی المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ
فی محلہ اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے زائد تکبیروں میں اگرچہ اسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیریں رکوع کی حالت میں کہے تو ہاتھ نہ
اٹھائے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلیے کہ پکڑنا دونوں زانو کا سنت ہو اپنے محل میں اور رفع یدین بھی سنت ہو مگر اسکا یہ محل نہیں تو جسکا محل ہو اسی کا اختیار کرنا
اولیٰ ہو کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیراتہ ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات وہذا یختلف بکثرۃ
الزحام وقلتہ اور نہیں ہو عید کی تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندھنا اس قیام
میں مسنون ہو جسمیں کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیروں میں مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہو کثرت انبوہ اور
اسکی قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلیے کہ مقصود یہ ہو کہ اشتباہ دور ہو جائے کذا فی البحر ویخطب بعدہا خطبتین ...

سنة فلو خطب قبلها صح واساء لترك السنة وما يسن في الجمعة ويكره يسن فيها ويكره اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونون سنت ہین پس اگر خطبہ پڑھا
پہلے نماز کے تو درست ہے اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ مین مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید مین مسنون اور مکروہ ہے ہم طحطاوی نے
کہا کہ دو باتون کا فرق ہے ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید مین مسنون ہے اور جمعہ مین نہین دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ مین مسنون ہے اور عید مین نہین والخطب
ثمان بل عشر يبدأ بالتحميد في ثلث خطبة جمعة واستسقاء ونكاح وينبغي ان تكون خطبة الكسوف وختم القرآن كذلك ولم اره اور خطبے آٹھ ہین بلکہ دس انمین سے
تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو
یعنے الحمد للہ سے شروع ہو اور مین نے اسکا حکم مصرح نہین دیکھا ہم شامی نے کہا کہ طلب باران مین صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور کسوف مین بموجب ایک قول کے
خطبہ ہے اسلیے شارح نے دس خطبہ بیان کیے ويبدأ بالتكبير في خمس خطبة العيدين او ثلث خطب الحج الا ان التي بمكة وعرفة يبدأ فيها بالتكبير ثم بالتلبية
ثم بالخطبة كذا في خزانة ابي الليث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبون کو دونون عید کے خطبون کو اور حج کے تین خطبون کو مگر یہ کہ جو خطبہ مکہ اور
عرفہ مین ہو اسمین اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہے خزانہ ابو اللیث مین یعنے جو خطبہ منے مین گیارھوین ذیحجہ کو ہوتا ہے اس مین لبیک
نہ کہے كذا في الطحطاوي ويستحب ان يستفتح الاولى بتسع تكبيرات تترى اي متتابعات والثانية بسبع هو السنة وان يكبر قبل نزوله من المنبر اربع عشرة
اور مستحب یہ ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہے اور مستحب ہے کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار
تکبیر کہے واذا صعد عليه لا يجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک كذا في المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے
لیے ہے اور چونکہ عید مین اذان نہین اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہین كذا في الشامي ويعلم الناس فيها احكام صدقة الفطر ليؤديها من لم يؤدها وينبغي تعليمهم في
الجمعة التي قبلها ليخرجوها في محلها ولم اره اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ مین صدقہ فطرہ کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے
کہ لوگون کو عید سے پیشتر کے جمعہ مین یہ احکام بتادے تاکہ لوگ صدقہ فطر اسکے موقع پر دیڈالین اور مین نے اس بات کو کہین مصرح نہین دیکھا ہم شامی نے کہا
کہ شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقة الفطر مین بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر خطبہ پڑھتے اور اسمین صدقہ فطر کے دینے
کو ارشاد فرماتے وهكذا كل حكم احتيج اليه لان الخطبة شرعت للتعليم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ مین اسکی تعلیم کردے اس لیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے
لیے مشروع ہوا ہے ولا يصليها وحده ان فاتته مع الامام ولو بالافساد اتفاقا في الاصح كما في تيمم البحر وفيها يلغز اي رجل افسد صلوة واجبة عليه و
لا قضاء عليه اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول مین جیسا کہ مذکور ہے بحر الرائق
کے باب التیمم مین اور اسی مسئلہ مین چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہے جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اسپر قضا نہو ہم اگر بلا عذر امام
کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گناہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہے کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہے كذا في الطحطاوي
ولو امكنه الذهاب الى امام آخر فعل لانها تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقا فان عجز صلى اربعا كالضحى اور اگر ممکن ہو اسکو جانا دوسرے امام کے
پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر مین چند جگہ ادا کیجاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنے دوسری جگہ جانے
سے تو چار رکعتین پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتین عید کی قضا نہین بلکہ چاشت ہی ہین اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیرین زائد انمین نہ کہے جیسے عید مین
کہا کرتے ہین كذا في الشامي ويؤخر بعذر كمطر الى الزوال من الغد فقط فوقتها من الثاني كالاول وتكون قضاء لا اداء كما سيجيء في الاضحية
وحكى القهستاني قولين اور تاخیر کیجاے نماز عید کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر
اور زوال اور روز آئندہ تینون سے متعلق ہے یعنے صرف عذر سے تاخیر کی جاے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے

عذر کے سبب تاخیر درست ہو جب تک کہ نہ چھپ جائے وقت نماز عید کا دوسرے دن کیونکہ نفل مؤقت ہے اور روزہ عید کی قضا ہو گی نہ دوسرے دن تیسرے دن
پڑھنا اور تیسرا دن نہ ہو تو اس قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہو گی دوم یہ کہ ادا ہو گی اور شاید اسکا خلاف ہو ادا ہونے کا کذا فی البحر وغیرہ
واحکامها احکام الاضحی لکن هنا یجوز تاخیرها الی ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراهة وبه الی الاستحباب بعذر و یندب امساک قبل صلاة
اضحی اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہیں یعنے وقت اور سنت اور شرط میں دونون یکسان ہیں لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے
دن تک یعنے بارھوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہو اور عذر کے ساتھ بلاکراہت تاخیر جائز ہو اور مستحب ہو عید قربان میں کہ
امساک کرے کھانے سے جب تک عید کی نماز پڑھ کر نہ آوے اور عید فطر میں نماز کی صحت کے لیے شرط ہو یعنے بدون عذر کے دوسرے روز پڑھنا درست نہیں و یکبر جهرا اتفاقا فی
الطریق قبل و فے المشی ومنه عمل الناس الیوم لا فی البیت اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق راستہ میں اور ایک قول یہ ہو کہ عیدگاہ میں بھی تکبیر
کہے جب تک امام نماز نہ پڑھے اور اسی قول پر عمل ہو لوگون کا آج یعنے عیدگاہ میں تکبیر کہتے ہیں اور ایک روایت یہ ہو کہ عیدگاہ میں تکبیر نہ کہے جب کہ امام نماز پڑھ چکے
بعد نماز کے تکبیر کہے اور نہ کہے یعنے مسنون راستہ میں ہو نہ گھر میں اور بحر الرائق میں جو مکروہ لکھا ہو تو کراہت کی وجہ کوئی معلوم نہیں ہوئی
کذا فی الطحطاوی و یندب تاخیر اکله عنها وان لم یضح فے الاصح ولو اکل لم یکره اے تحریما اور مستحب ہو کھانا نماز عید اضحے کے پیچھے اگرچہ قربانی نہ کرے
صحیح تر قول میں اور اگر کھا لیگا تو مکروہ تحریمی نہ ہو گا یعنے جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہو انسے نماز کے بعد تک رکنا چاہیے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے
اخبار متواتر ہیں کہ عید قربان کی صبح کو لڑکون کو کھانا کھانے سے اور شیرخوارون کو دودھ سے روک دیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور تحریما کی قید جو شارح
نے لگائی تو اسکی مقتضی ہو کہ شاید کھانے میں کراہت تنزیہی ہو حالانکہ ایسا نہیں اسلیے کہ بدائع میں کہا ہو کہ اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے مگر مستحب یہ ہو
کہ نماز ہو چکنے تک نہ کھائے تاکہ قربانی میں سے کھائے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیة وتکبیر التشریق فے الخطبة اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر
ایام تشریق کو خطبہ میں اضحیہ بضم ہمزہ اور کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہیں اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ میں ڈالنے کے ہیں چونکہ ایام حج میں قربانی کا گوشت
بہت سکھایا جاتا ہو اسلیے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہو اسلیے عرفہ سے
پیشتر کے جمعہ میں اسکے احکام بیان کرنے مناسب ہیں و وقوف الناس یوم عرفة فے غیرها تشبها بالواقفین لیس بشیء اذ نکرة فی موضع النفی
فتعم انواع العبادة من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحة وقیل یستحب ذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع وعظ
بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراهة اتفاقا اور ٹھہرانا لوگون کا عرفہ کے روز سوا اسے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات میں ٹھہرنے والون کے کوئی عبادت
نہیں شارح نے کہا کہ شیء نکرہ ہو نفی کے نیچے تو عام ہو گا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنے یہ ٹھہرانا نہ فرض ہو نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ
دیگا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہو کہ یہ وقوف مستحب ہو ایسا ذکر کیا ہو ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہو کہ اگر لوگ جمع ہون اس دن کی بزرگی اور وعظ
سننے کے لیے بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہو بلاکراہت بالاتفاق ہم شرح منیہ میں کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدون میں یا شہر کے باہر
کسی مکان میں جمع ہوتے ہیں اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہو ہان اگر اس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہون تو مکروہ
نہیں اور فتح القدیر میں کہا کہ اولی یہ ہو کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہو اور درر
میں اسکو مکروہ لکھا ہو اور بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر عبارت غایة البیان یہ ہو کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہو اور نہر الفائق میں ہو کہ عبارتیں فقہا کی ناطق ہیں کراہت کو ترجیح پر
اور دوسرے اقوال شاذ ہیں کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فے الاصح للامر به مرة وان زاد علیها یکون فضلا قاله العینی اور واجب ہو تکبیر تشریق صحیح
تر قول میں ایکبار بسبب اسکے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہو گا ثواب کہا ہو اسکو عینی نے ہم اصح کا مقابل یہ ہو کہ تکبیر سنت ہو اور تکبیر کا

اس آیت میں ہے (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنے ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنوں میں ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہو الماثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یوں کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ
کلمات منقول ہیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اسکا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے
اور ڈرے کہ کہیں حضرت ابراہیم جلدی کر کے لڑکے کو ذبح نہ کر دیں تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الٰہ
الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس انہ الاصح قال
ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اور قاموس میں ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور لفظ اسماعیل کے معنی عبرانی میں مطیع
اللہ ہیں یعنے اطاعت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے کہ حکم ذبح کا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت
فقیہ ابو اللیث نے بستان میں ذکر کیا کہ قرآن وحدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید میں بعد قصہ ذبح کے ارشاد
فرمایا وبشرناہ باسحٰق اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحٰق جدا ہوں اور حدیث میں وارد ہے کہ انا ابن الذبیحین یعنے بیٹا ہوں دو
ذبیحوں کا کہ ایک آپ کے باپ عبداللہ ہیں اور دوسرے جد امجد حضرت اسمٰعیل اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل
سے ہیں کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا عن عامہ القیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ
لا العبید فی الاصح جوہرہ واجب ہے تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنے اگر
فاصلہ ہو جائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھا لیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر میں ایام
تکبیر ہی کا اسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہے بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نکرے دوسرے یا تیسرے روز کرے کہ وقت اس وقت
تک باقی ہے اور جماعت مستحب کی قید سے عورتوں کی جماعت اور ننگوں کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہیں اور غلاموں کی جماعت خارج نہیں صحیح تر قول میں تو اسکے بعد
تکبیر واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ آزاد ہونا جماعت میں شرط نہیں ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ اسکے بعد تکبیر واجب نہیں
اور فرض قضا کی جماعت میں تکبیر واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں اول یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے منہا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر
میں پڑھے جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لیے من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ غیر
ایام کی تکبیر کی قضا ایام تکبیر میں پڑھے دوسرے یہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر میں پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام
تکبیر میں پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انھیں دنوں میں پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت میں واجب ہے نہ اوروں میں کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ
واخرہ اسلے عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے اور آخر اسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر میں بھی
واجب ہے تو یہ آٹھ نمازیں ہوئیں پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امرأۃ بالتبعیۃ لکن المرأۃ
تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہے جو شہر میں مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانوں کے رہنے والے مقتدی پر
یا مقتدی عورت پر ہے بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنے اوروں کو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول میں سنت ہے کذا فی الشامی
اور واجب ہے اس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس اخر
ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے بعد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ
تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلیے کہ تکبیر تابع فرض کی ہے تو جن لوگوں پر نماز فرض ہے انپر تکبیر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچویں دن کے

اور تکبیر تشریق کا مستحب ہونا ہر شہر میں اُنکی تاخیر عصر تک صاحبین کے نزدیک ہو اور عید کی تکبیر واجب ہو اور صاحبین کے قول پر فتویٰ
ہو اور عمل بھی اسی پر ہو سب شہروں اور گانوں میں یعنی اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہو کذا فی التصحیح وغیرہ پس مستحب ہو
بازاروں میں تکبیر کہنا بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آتے ہیں تو ضرور ہو انکی
پیروی کرنی ہر شہر میں مگر امام کہنا اس کو مستحب کے لیے ہو جاتا ہو چنانچہ بحر الرائق میں بیان کیا ہو یعنی مستحب کی جگہ مستحسن ہوا ہو
اسلیے کہا کہ اتباع ضروری ہو طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہان معنی اصطلاحی نہیں بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہو اور بحر الرائق کے قول سے ایسا
معلوم ہوتا ہو کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبیٰ وغیرہ اور منع نہ کیے جاوینگے عوام
تکبیر کہنے سے بازارون میں عشرہ ذی الحجہ میں اور اسی کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبیٰ وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر عن المجتبیٰ کہتا اسلیے کہ بحر الرائق
مین اس مسئلہ کو مجتبیٰ سے نقل کیا ہو و یاتی المؤتم بہ وجوبا وان ترکہ امام لاداء بعد الصلوٰۃ قال ابو یوسف رح صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسہوت ان اکبر
فکبر بہم ابو حنیفۃ اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ اُسکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنے نماز کے بعد امام کی مخالفت
معتبر نہین تاکہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ مین نے لوگون کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا
بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگون کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلادے
دوسرے یہ کہ تعظیم استاد کی اُسکے امر کی بجاآوری مین ہو چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظم رح کے فرمانے سے پیش امام ہوے تیسرے یہ کہ جب اُستاد کو کسی شاگرد
کی نیکی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگون کے سامنے اُسکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اُسکی توقیر کرین چوتھے یہ کہ اگر اُستاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اُسکی حرمت ترک نہ
کرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل
لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اُس نماز کے جو اُس سے رہگئی ہو اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ تکبیر
اپنے محل پر نہین ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیون کے کلام کے مشابہ ہو کذا فی الشامی ویبدأ الامام بسجود السہو
لوجوبہ فی تحریمتہا ثم بالتکبیر لوجوبہ فی حرمتہا ثم بالتلبیۃ لوجوبہا لعدمہا خلاصہ اور شروع کرے امام سجدۂ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء
تحریمہ نماز مین یعنے سجدۂ سہو ایسے وقت مین واجب ہو کہ اُسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہو اسی لیے سجدۂ سہو مین اقتدا امام کا درست ہو پھر تکبیر کہے بسبب
واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنے نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور
حرمت مین کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ لو بدأ بالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ مین ہو کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور
تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگون کے کلام کے مشابہ ہو اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہو تو اُس سے نماز قطع ہو جاویگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدۂ سہو ہو اور نہ
اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونون ساقط ہونگے کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہ باب ہو سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبتہا من حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوٰۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہو یا باعتبار
ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونون کی نماز مین جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد
سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہین ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ وخوف کا تو عید اکثر امن وسرور کا وقت ہو اور گہن خوف واندوہ کا یہ
کہ جماعت عید مین شرط ہو اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمہور انہ بالکاف وانخار الشمس والقمر جو اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف

کاف سے سورج گہن ہے اور خسوف خ سے چاند گہن ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گہن میں برابر ہے مگر جوہری نے
افصح قول اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ
اِلَّا تَخْوِيفًا) یعنے ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنے تاکہ بندے ڈر کر اسکی اطاعت بجالاویں اور اسکی طرف رجوع کریں اور رب کی طرف رجوع
سب سے زیادہ نماز کی حالت میں ہے اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہیں گہنتے بلکہ یہ دونوں گہن خدا تعالیٰ
کی نشانیاں ہیں جب تم انکو دیکھو تو انکار نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہے اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی

یصلے بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب کما فی البحر لا بد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ کرہ فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلہا وان

شاء اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع مجتبے نماز پڑھاوے لوگوں کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنے سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو رکعتیں
شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہے یعنے مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہیں اور سراج میں جو یہ ہے کہ نماز کسوف
میں شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے سوا ئے خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے یہ کہکر اسبیجابی نے تصریح کر دی ہے کہ سلطان کا ہونا مستحب ہے شرط نہیں اور
ماتن کا رکعتین کہنا بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبے وصفتہا کالنفل ای برکوع

واحد فی غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہے یعنے ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا دوسرے
وقتوں میں بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھتے ہیں ایک رکوع کی قید اسلیئے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو دو رکوع سے
پڑھتے ہیں اور اگر سورج گہن وقت مکروہ میں ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ دعا میں مشغول ہوں نماز نہ پڑھیں اور عدم جہر کی قید اسلیئے کی کہ صاحبین اس نماز
میں جہر کرنے کو فرماتے ہیں اور خطبہ اس نماز میں نہیں کیونکہ کسی اثر میں خطبہ منقول نہیں اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات
کے دن ہوا اور اسمیں آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیئے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے تھے کہ یہ گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہے انکا وہم دور فرمائیں
کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی وینادی الصلوٰۃ جامعۃ لیجتمعوا اور پکار دیا جاوے یہ لفظ الصلوٰۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاویں یعنے بجائے اذان
ان لفظوں سے اعلام کر دینا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوٰۃ مبتدا ہے اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ مبنی الشاہر ویطیل فیہا الرکوع والسجود والقراءۃ والادعیۃ والاذکار

الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو بعدہا جالسا مستقبل القبلۃ او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی تنجلی الشمس کلہا اور طول دے اس نماز میں رکوع اور
سجدہ اور قرات اور دعاؤں اور ذکروں کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہے پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگوں کی طرف
منہ کر کے اور سب لوگ آمین کہیں دعا اسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جائے ہر قرات طویل اسقدر کہ پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ اور
دوسری میں آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہوں تو انکے برابر دوسری سورتیں پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہے کہ دعا اور نماز میں سارا وقت گہن کا پورا
ہو جائے تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قرات طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو یہ کہا
اس سے یہ غرض کہ اگر اسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور لوگوں کی طرف منہ کر کے اچھا ہے اور کھڑے ہونے میں اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے لے
تو بہتر ہے اور دعا کے لیے ممبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر وان لم یحضر الامام الجمعۃ صلے الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ
حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑھانے کا ہے وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گھروں میں نماز پڑھیں واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی بڑے مجمع میں پیش امام ہونیکا جھگڑا
ہوا کرتا ہے اسلیئے گھروں پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہے مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اسکو بھی تنہا گھروں پر پڑھیں خواہ امام موجود ہو یا نہیں کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہے اسوقت
جمع ہونا لوگوں کا خالی حرج سے نہیں ہے ظہیریہ میں یہ ہے کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدوں میں تنہا پڑھ لیں اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام

بهوتا ہے جیسا کہ فی الطحطاوی والریح الشدیدة نہارا والظلمة القویة نہارا والضوء القوی لیلا والفزع الغالب وعموم الامراض [illegible] والزلازل

یہ نسخہ فتح باری مع القدوری عموما الامراض وفنیہ العدد [illegible] الطاعون ونحون من [illegible] وکل ما کان من ہولناک [illegible] الاشباہ کو جیسے اندھیرا وقت سخت آندھی کے مثل یعنی دن کو بہویا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ

سے ہو مثل جنگے خوفناک حوادث کے وقت مثل زلزلون اور بجلیون کے وقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کے وقت اور بیماریون کی کثرت کے

وقت اور سا اسی مین داخل ہو وبا کا بعد دو کو نماز کے واسطے وو ہیئت طاعون کے اور ابن حجر نے کہا کہ یہ نماز بدعت ہے [illegible] بہت سے لوگ

طاعون ہو دو وبا کے [illegible] سے کا عکس بہت یعنی ہمیں کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکے ہو اور بیان اشباہ مین ہو کہ طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہے لیکے

وبا عام ہے اور طاعون خاص اور [illegible] دوام کی قید اسلیے لگائی کہ اسکا دوام ظاہر ہے تمت وفی العینی صلوة الکسوف سنة واختار فی الاسرار

وجوبا وصلوة الخسوف حسنة وکذا الظلمة اور عینی مین ہے کہ کسوف کی نماز سنت ہے اور اسرار مین اختیار کیا ہے اسکے واجب ہونے کو اور چاندگہن کی نماز

حسن ہے یعنی اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح باقی نمازین آندھی وغیرہ کی اوقات مین حسن ہین ہم نماز کسوف کے واجب

ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث مین سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر

مین لکھا کہ امر اس حدیث مین استحباب کے لیے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوة الاستسقاء فلذا آخرہا واللہ تعالی اعلم اور

فتح القدیر مین ہے کہ اختلاف کیا گیا ہے نماز استسقاء کے مسنون ہونے مین تو اسی لیے مصنف نے اسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالے اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہے طلب باران کے ذکر مین ہم مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہ ہے کہ دونون مین اجتماع لوگون کا ہوتا ہے پھر استسقاء کے معنی لغت مین دوسرے سے

پانی دینے کی درخواست ہے اور شریعت مین خشک سالی کے وقت خدا تعالے سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسے مقام مین

مشروع ہے جہان جھیلین اور نہرین کھیتون کے سینچنے اور چارپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کے لیے باہر نہین

کذا فی الطحطاوی ہو دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقاء دعا ہے اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلیے کہ درخواست مغفرت سبب ہے

مینہ کے برسنے کا ہم یعنے امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کر کے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے

(اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا هَنِيْئًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا غَدَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ مُجَلِّلًا سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا) اور جو الفاظ اسکے مانند ہون اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی

اور استغفار سبب ہے مینہ برسنے کا یعنے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا (فَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا) یعنے مغفرت

چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہے بہت بخشنے والا بھیجیگا تم پر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو سبب مینہ برسانے کا فرمایا کذا فی الطحطاوی

بلا جماعة مسنونة بل ہی جائزة ولا خطبة وقالا تفعل کالعید وہل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہے بدون جماعت مسنون کے

بلکہ جماعت جائز ہے نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاوے مثل عید کے یعنے امام دو رکعت نماز جہر سے

بدون اذان اور تکبیر کے پڑھاوے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ

مین کہے اسمین خلاف ہے یعنے امام محمد سے مروی ہے کہ زائد تکبیرین بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہے کہ تکبیرین نہ کہے کذا فی الشامی ویقلب

رداءہ خلافا لمحمد اور دعا ہے بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے ہم یعنے امام کے نزدیک اور دعا اون کیطرح اس دعا مین بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد

کے نزدیک چادر بدلے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھ کر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائین آجاوے اور نیچے کا رخ اوپر جب بدلنا آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہو اور چادر صرف امام پلٹے نہ مقتدی و بلا حضور ذمی وان کان الراجح ان دعاء الکافر قد یستجاب
استدراجا واما قولہ تعالے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الاخرۃ شرح مجمع اور دعا ہی بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہ ہو کہ دعا کافر
کی کبھی قبول ہوتی ہو خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہو کہ نہیں ہو دعا کافرون کی مگر بہکنا تو یہ آخرت میں ہو کذا فی شرح مجمع ہم اس امر میں اختلاف
ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہو یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالی سے
نہیں مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالی کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہو چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب
مین بڑا کافر وہ ہی اور صدر شہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہو خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ مظلوم کی دعا مقبول ہو
اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہو اسلیے کہ اس سے پہلے دوزخ والون کا ذکر ہو کہ جب فرشتون سے کہینگے کہ اللہ تعالی سے
دعا مانگو کہ ہمپر ایک دن عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہینگے کہ تمھارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کیون نہیں فرشتے کہینگے کہ تم دعا مانگو اور
نہیں ہو کافرون کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز فہی مشروعۃ للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوٰۃ ای بجماعۃ اور
اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھین تو درست ہو کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہو اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہو کہ استسقا مین نماز نہیں اسکے یہ معنی
کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ
ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین منکسین رؤسہم اور جنگل کو جائین دعا کے لیے تین روز
برابر اسلیے کہ زیادہ تین روز سے مینہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہیں ہوا اور مستحب ہو امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگون کو تین دن روزہ رکھنے کا
اور گناہون سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز انکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا نہ دھوے ہوے کپڑے پہنے پرانے یا پیوند لگے
ذلیلون کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوے گردن جھکائے ہون ہم جنگل مین جانیکا حکم ان لوگون کو ہی جو کہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور
بیت المقدس کے باشندے نہون کہ انکے لیے حکم وہان کی افضل مساجد مین جانیکا ہو اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ حقوق حقدارون کے بھی ادا کردین کہ
توبہ مین یہ شرط لگی ہوئی ہو کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیوین
اور سر نو توبہ کرین اور مسلمانون کے لیے دعاء مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑھون اور بڑھیون اور لڑکون کے ذریعہ سے مینہ کی دعا کرین اور بچون کو
انکی ماؤن سے علحدہ کرین ہم ان لوگون کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ انکو آگے کر دین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان آمین کہین کہ انکی دعا جلد مقبول
ہوتی ہو چنانچہ بخاری کی حدیث مین ہو کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہو تو تمھارے ضعیفون کی بدولت ہی ملتی ہو اور بچون کو ماں سے جدا رکھنے مین یہ حکمت ہو
کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگون کو رقت ہو اور اسکے سبب سے دریاے رحمت ایزدی جوش مین آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج
الدواب اور مستحب ہو باہر نکالنا جانورون کا اسلیے کہ کبھی مینہ انھین کے سبب سے عنایت ہوتا ہو چنانچہ احمد نے روایت کیا ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
لوگون کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چینٹی اپنی ٹانگین آسمان کی طرف اٹھائے ہو آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمھاری دعا اس چینٹی کی جہت
سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والاولے خروج الامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہو نکلنا امام کا لوگون کے ساتھ اور اگر لوگ نکلیں
امام کی اجازت سے یا بدون اسکی اجازت کے تب بھی درست ہو ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس ولم یذکر المدینۃ کانہ لضیقہ اور
جمع ہو وین مسجد الحرام مین مکہ معظمہ مین اور بیت المقدس مین اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید

بات میں مسجد کے نماز ہونے کی نسبت سے ذکر نہ کیا ہو وہ ہم شامی نے کہا کہ یہ جو کہتی ہیں اسلئے کہ یا شاذ ہے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قوشخون سے زیادہ
زمین گرانی کی نہ پیش نہ ہو جا سکے اور یا تنا دعا کی اسواسطے ضرور ہے کہ وہ بار ان مسجد مبارک میں سر در کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جاسکے
جیسا کہ بیاروغیرہ کے لیے وہ آپ کے شاہد دین آجاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان مساجد کے دروازہ وہان پر مقرر کیا جاسکے وان دام المغفرت
واضر نبوا اس بالدعا کیجیے یہ حدیث صحیح اور اگر منہ کی خبر ہوئے یا ملک کو نقصان کرے تو مضائقہ نہیں دعا کرنے کا اسکے بند ہونے اور
ایسی جگہ منصرف ہونے کے واسطے جہان مفید ہو ہم بیٹھے ہوں دعا کرے کہ الٰہی اب جہان مینہ کا برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سے اسکو
ہٹالے وان سے اقبل خبر و جمع سب ان بخیر وانشکر اللہ تعالےٰ اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگون کو مینہ عنایت ہو تو مستحب ہے کہ اللہ تعالےٰ کے شکریہ
کے لیے باہر نکلیں یعنے جب قبل سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکریہ ہے کہ باہر نکل کر دعا کریں تاکہ مینہ خاطر خواہ برسے کذا
فی الشامی ملخصاً

باب صلوٰۃ الخوف

یہ باب ہے نماز خوف کے بیان میں ہم اسکی مناسبت نماز استسقا سے یہ ہے کہ دونون خوف کے وقت ہوتے ہیں من اضافۃ الشئ لشرطہ اضافت صلوٰۃ
کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہے شرط کی طرف یعنے خوف شرط ہے اس نماز کی ہم بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اضافت سبب کی ہے
طرف سبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہے تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط
کی طرف ہے اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کی طرف ہے جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد
رحمہما اللہ تعالےٰ خلافاً للثانی بشرط حضور عدو یقیناً فلو صلوا ظنہ فبان خلافہ اعادوا وسبع او حیۃ عظیمۃ ونحوہا وحان خروج الوقت کما
فی مجمع الانہر ولم اره لغیره فلیحفظ قلت ثم رایت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہے بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنے امام اعظم رح اور محمد رح کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک جائز نہیں اسوجہ سے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز مشروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اسکا ادا کرنا جائز نہ ہوگا
اور طرفین فرماتے ہیں کہ صحابہ رض نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہو اسلیے جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقیناً یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا
اور اسکے مثل اور چیزون کے مثلاً آتشزدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقیناً کی قید یعنے اسلیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑھینگے
پھر اسکے خلاف ظاہر ہوگا یعنے دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھیں اور درست ہے یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر میں ہے اور یہ قید
مین نے اور ون کے کلام میں نہیں دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر میں نے عینی کی شرح بخاری میں دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس
نماز کی شرط نہیں مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ہم شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل کرنا چاہیے
اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہے کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلی باخری رکعۃ فی الثنائی ومنہ الجمعۃ والعید والقصر
یعنے غیرہ لزوما وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلی بہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحدہ وذہبت الیہ وجاءت الطائفۃ الاولی
واتموا صلوٰتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخری واتموا صلوٰتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون تو کرے امام ایک
ٹولی مثلاً دشمن کے مقابل اسکے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھاوے دوسرے ٹولی کو مثلاً ایک رکعت دو رکعت والی نمازون میں اور
اسی میں داخل ہے جمعہ اور عید اور دو رکعتیں پڑھاوے غیر ثنائی میں بطور وجوب کے یعنے اگر ایک پڑھاویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور چلی جاوے

جب ٹولی دشمن کے سامنے یعنے بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت مین اور بعد التحیات کے دو رکعتون کے پڑھنے مین اور آوے آنو لی پس
انکو امام پڑھادے باقی نماز یعنے جتنی نماز اسکو باقی ہیں وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ آٹولی دشمن کے سامنے جاوے
براہ استحباب یعنی اگر بجا یئن اور اسی جگہ بقیہ نماز تمام کرلین تو درست ہی اور آوے سب ٹولی اور اپنی نماز پوری کرین بدون قرارت کے اسلیئے کہ وہ لاحق ہین
اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہی اور سلام پھیرین پھر وہ اٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز پوری کرین بدون قرارت کے ساتھ اسلیئے کہ وہ مسبوق ہین اور مسبوق منفرد
کا ایکسا حال ہی ہم صلوۃ خوف کی کیفیت مین علما کا اختلاف ہی اور متفق ہین ہی کہ جائز ہر کیفیت سے ہی مگر اختلاف اسمین ہی کہ بہتر کونسی ہی اور قرآن مجید مین جو کیفیت
مذکور ہی اس سے زیادہ ترقریب یہ صورت ہی جو باتن نے مذکور کی اور دو رکعتون کی نماز مین سفر کی نماز بھی داخل ہی اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوۃ خوف
صرف فرضون مین منحصر نہین واجب مین بھی ہوتی ہی کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز مین کچھ فرق نہوگا
اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہی اگر سوار ہو کر جاینگے تو نماز باطل ہوجاےگی

و ان تنازعوا فی الصلوۃ خلف واحد فالافضل ان یصلے بکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اس صورت مین ہی کہ مقتدی ایک ہی امام
کے پیچھے نماز پڑھنے مین جھگڑا کرین ورنہ افضل یہ ہی کہ ہر ٹولی علحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے ہم یعنے ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز
پڑھے جب امام فارغ ہولے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاے اور دوسری ٹولی کے لیے امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ انکو پڑھاوے اور
اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہی جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی و ان اشتد خوفہم وعجزوا عن النزول صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح
الاقتداء بالایماء اسلیے جہۃ قدرتہم للضرورۃ اور اگر زیادہ خوف لوگون کو اور عاجز ہون اترنے سے تو نماز پڑھین حالت سواری مین تنہا رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کرکے جس طرف کو انسے ہوسکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اسکا اقتدا امام کے
پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے فسدت بمشی بغیر اصطفاف وسبق حدث ورکوب مطلقا وقتال کثیر لا بقلیل کرمیۃ سہم اور یہ نماز فاسد ہوجاےگی
پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے نہو اور نہ بے وضو ہوجانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنے
خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کشت وخون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد
نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہی اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہین انسے فاسد ہوجاینگی ہم طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہین کیونکہ
جو کوئی اسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہین پڑھتا و السابح فی البحران امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلے بایماء والا لا تصح کصلوۃ الماشی
و السائف وہو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا مین اگر اسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضاء ڈھیلے کردے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح
نہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا
تصح صلوتہ وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنے اسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اسکی نماز درست ہی سواری پر اور اگر طالب ہو یعنے
دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اسکی نماز درست نہین اسلیے کہ اسکو کچھ خوف نہین شرعوا ثم ذہب العدو لم یجز انحرافہم وبعکسہ جاز لوگون نے
نماز خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو انکا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہین یعنے ہر ٹولی جہان کی تہان نماز پڑھ لے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہی
یعنے شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہو گیا تو اس صورت مین اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جاینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے
کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظہیریۃ وعلیہ فلا تصح من البغاۃ اور مشروع نہین نماز خوف اس شخص کے لیے جو
اپنے سفر کی جہت سے گنہگار ہو جیسا نچہ ظہیریہ مین ہی اور اس بنا پر نماز خوف باغیون سے درست نہوگی ہم یعنے جس شخص

پھر نمازی مقام صف بہت ہوجیسے شرح ... اور بعد وقت کے لیے سفر کر تا ہو تو بھی صلوٰۃ خوف جائز نہیں کذا فی الشامی من ذہب الصنو والسلام ... ذات الرقاع مع ذاتہ غزوہ ... اور بعد ... ثبت ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اول غزوہ ذات الرقاع میں دوم بطن نخل میں سوم عسفان میں چہارم غزوہ ذی قرد میں ہم ذات الرقاع کے معنی بیان کرتے ہیں واللہ اعلم اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلیے ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے بخاری میں روایت ہے کہ اس غزوہ میں ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے تھے اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ چوتھے سال ہجری میں غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہے اور عسفان بضم عین عثمان کے وزن پر دو منزل ایک مقام ہے اور ذی قرد بفتح قاف و را مہملہ و دال مہملہ ایک مقام ہے مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں یہ غزوہ سنہ چھ ہجری میں ہوا طحطاوی نے کہا کہ امداد الفتاح میں طحاوی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شاید چار مقام کہنے سے یہ مراد ہے کہ چار بار غزوات میں اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقاموں میں یا یہ کہ ان مقاموں میں جو بیس نمازیں خوف کی پڑھیں ۱۲

باب صلوة الجنازة

یہ باب ہے جنازہ کی نماز اور اسکے لواحق کے ذکر میں مناسبت اسکی ماقبل سے یہ ہے کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہیں اور اسکو پیچھے اسلیے بیان کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہیں کیونکہ اسمیں رکوع اور سجدہ اور اذان و تکبیر کے ہوتی ہے دوسرے یہ کہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہے کذا فی الغرر وغیرہ میں اضافۃ الشی الی سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہے اپنے سبب کیطرف یعنی میت سبب ہے اس نماز کا وہی بالفتح المیت و بالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہیں اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہے جسپر مردہ ہوتا ہے اور جسکو نعش کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ فتح اور کسر دونوں مردہ کو کہتے ہیں کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت لضد الحیوۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہے پیدا ہوئی ہے زندگی کے مقابل اور ایک قول یہ ہے کہ کیفیت عدمی ہے ہم موت میں اختلاف ہے کہ وجودی چیز ہے یا عدمی جو وجودی کہتے ہیں انکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے (خلق الموت والحیوۃ) یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے اور انمیں اور حیات میں مقابلہ ضدین کا ہے کہ دونوں جمع نہیں ہو سکتیں اور جو لوگ عدمی کہتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ زندہ چیز سے سوا حیات کو نیست کر دینا موت ہے تو عدمی ہوئی اور انمیں مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہے اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ الی القبلۃ علی یمینہ ومواجہۃ منہ پھیر اجاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف داہنی کروٹ پر اور یہ منہ پھیرنا سنت ہے شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونیکی یہ ہے کہ پاؤں اسکے ڈھیلے ہو جائیں اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیاں اندر کو دھس جائیں طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہے یعنی جسپر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوے وجاز الاستلقاء علی ظہرہ وقدماہ الیہا وہو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلاً لیتوجہ للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علی الاصح صححہ فی المبتغی وان شق علیہ ترک علی حالہ والمرجوم لا یوجہ مراق اور جائز ہے چت لٹانا بیٹھ پر اس صورت میں کہ دونوں پاؤں اسکے قبلہ کی جانب ہوں اور یہی صورت رائج ہے ہمارے زمانہ میں لیکن اسکا سر تھوڑا سا ابھار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اسکا منہ ہو جاوے آسمان کیطرف نہ رہے اور ایک قول یہ ہے کہ منہ قبلہ کی طرف کر دیا جاوے جسطرح بن سکے صحیح تر قول کے بموجب یعنی داہنی کروٹ پر ہو یا بائیں پر یا چت لٹانے سے اسی طرح منہ قبلہ کی طرف کر دینا چاہیے تصحیح کی ہے اس قول کی مبتغی میں اور اگر قبلہ رخ کرنے میں اسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا اسکا منہ قبلہ کی طرف نہ کیا جاوے ...

زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبا وقیل وجوبا بذکر الشہادتین لان اولے لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا جاوے بطور استحباب اور ایک قول مین بطور وجوب ذکر شہادتین کا اُسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلیے کہ اول شہادت بدون دوسرے کے مقبول نہین ہم تلقین کے معنی فہمائش کے ہین اور یہان یہ مراد ہی کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ اسی طرح پڑھا جاے کہ وہ بھی آواز سنکر انھین کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اسکو یون کہا جاے کہ ان کلمات کو دھیان کر یا اور کسی طرح یاد دلایا جاے اور یہ یاد دہانی اُسوقت تک ہی کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اُسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہی اور جس کسی نے واجب کہا ہی وہ مجازا کہدیا ہی اور بعض فقہا نے لکھا ہی کہ صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین کافی ہی اسلیے کہ حدیث شریف مین ہی کہ جسکا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق مین ہی مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہی واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا اور جان کندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے مین اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ اُسکی توبہ مقبول ہوتی ہی اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا مین مرقوم ہی ہم جان کندنی کی حالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا) اور توبہ کے قبول اور عدم قبول مین احناف ہم مختار یہی ہی کہ توبہ مقبول ہوتی ہی اسلیے کہ قرآن مجید مین ارشاد ہی (ہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابو داؤد کی حدیث مین بھی مطلق مذکور ہی چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی جب تک کہ جان اُسکی حلق مین غرغرہ نہ کرے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امرہ بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الہ الا اللہ تلقین کیا جاے بدون حکم کرنے کے اسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکرے یعنے تلقین مین اُسکو امر نہ کرین کہ یون کہ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے تو کافی ہی اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاے جب تک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اُسکا لا الہ الا اللہ ہو یعنے اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو اور دوسری بات دیندب قراءۃ یس والرعد اور مستحب ہی مرنے والے کے پاس سورۂ یس اور رعد کا پڑھنا ہم یعنے اسلیے کہ یس کے پڑھنے کا حکم حدیث مین آیا ہی اور سورۂ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابر رض نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہی کذا فی الشامی ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاے ہم چونکہ حدیث مین آیا ہی کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرو اپنے مردون کو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہی اور بعض نے بمقتضاے ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتی یعنے تو نہین سناتا مردون کو) تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر نہین بلکہ اس سے فائدہ ہی کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہی چنانچہ آثار مین وارد ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہی کہ تلقین نہ کیجاے وفی الجوہرۃ انہ مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ مین ہی کہ تلقین مشروع ہی اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالے مردہ کو قبر مین زندہ کرتا ہی چنانچہ احادیث مین وارد ہی کذا فی الطحطاوی ویکفی قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان لم یعرف اسمہ قال ینسب الی آدم وحوا اور کافی ہی کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ ای فلان ای فلان کے بیٹے یاد کر اُن باتون کو جنپر تو تھا یعنے اللہ تعالے پر اور اُسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب ہی اور اسلام میرا دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنے مرد ہو تو یون کہنا چاہیے ای آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یون کہے کہ ای حوا کی بیٹی ومن لا یسال ینبغی

ان ذلک من الاثم وانبیاء علیہم السلام لا یسئلون والاطفال الذین ماتوا وفی اطفال المشرکین وقیل ہم خدام اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر مین
سوال نکیا جاوے مناسب ہی کہ اسکو تلقین بھی نکی جاوے اور صحیح یہ ہی کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہین ہوگا اور مومنون کے بچون سے امام
ابو حنیفہ نے توقف فرمایا ہے امام اعظم نے مشرکین کے بچون کی بابت کہ آنسے سوال ہوگا یا نہین اور وہ دوزخ مین ہیشہ رہینگے یا جنت مین اور رکھتے ہین
کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے مع ہذا اگر کون سے سوال ہوگا وہ یہ ہین انبیاء اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ
یا اسکی شب مین مرے اور جو شخص ہر شب کو سورہ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین بنا اخبار کے قول رفیع کے باعث قول اصح یہی ہی کہ انکو حق تعالی
اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالی زیادہ جانتا ہی جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے ہین کذا فی الشامی ویکرہ تمنی
الموت وتمامہ فی النہر یعنی مضطر اور مکروہ ہی تمنا کرنی موت کی یعنے صدمات وغیرہ سے تنگ ہو کر یہ تمنا کرے کہ مین مر جاؤن اور اسکا پورا
بیان نہر الفائق مین ہی اور کتاب الحظر والاباحۃ مین آئیگا اور تمام نہر الفائق مین کہا ہی کہ اگر مجبوری موت مانگے تو یون دعا کرے الٰہی مجھکو زندہ رکھ
جب تک کہ زندگی میرے حق مین بہتر ہو اور مجھکو موت دے جسوقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الحظر اکثر نسخون مین نہین
وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ یغتفر فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملا علی انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضہم زوال عقلہ
قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جانکنی مین سرزد ہون انکے لیے اسکے حق مین مغفرت مانگنی چاہیے اور اسکے ساتھ مسلمانون
کے مردون کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنے اسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے
کی حالت مین ہی اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہی میت کی عقل کا جاتا رہنا اسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے
ہم بیشہ اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہی کہ ایسا نہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے کلمات کفر قصدا اسکے منہ سے نکلے
اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اسوقت مین عقل نہونے کا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ
ویقول مغمضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ثم تمد
اعضاءہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مر جاوے
تو اسکے جبڑے باندھ دیے جائین اور اسکی آنکھین بند کی جاوین اسکے اچھا معلوم ہونے کو یعنے اگر منھ اور آنکھین کھلی رہینگی تو صورت خوفناک
معلوم ہوگی اور کہے آنکھون کا بند کرنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الٰہی تو اس مردہ پر اسکا معاملہ تجہیز و تکفین وغیرہ کا آسان کردے اور کر
آسپر وہ حال جو اسکو آگے کو درپیش ہو یعنے سوال قبر اور احوال قیامت اسپر سہل کر اور اسکو مشرف کر اپنے دیدار سے اور جس چیز کی جانب وہ نکلا ہی
اسکو بہتر کر بہ نسبت اسکے جس سے وہ نکلا ہی یعنے آخرت کو اسکے حق مین دنیا سے بہتر کر پھر اسکے اعضا پھیلا دیے جائین اور اسکے پیٹ پر تلوار
یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ کو پھولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نملے تو بھاری چیز
رکھدی جاوے اور اسکے پاس خوشبو حاضر کیجاوے اور اسکے پاس سے حیض و نفاس والی عورتین اور ناپاک آدمی چلے جائین ولیعلم بہ جیرانہ
واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاوے اسکے مرنے کی اسکو ہمسایون اور رشتہ دارون کو اور جلدی کیجاوے اسکے سامان کفن دفن مین
کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ مسلمان کے مردہ کو اسکے گھر والون مین روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع لہ
الغسل کذا فی القنیۃ الی مزید النقل اور نہ پڑھا جاوے میت کے پاس قرآن یہانتک کہ اٹھایا جاوے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہی قنیہ
کی طرف منسوب ہم طحطاوی نے کہا کہ قنیہ مین دیکھا ہی بصیغہ اثبات اور شامی نے کہا کہ مین نے بھی قہستانی کے دو نسخون مین دیکھا لا ونفی

دونون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لا ہو تو متن اور زیلعی کے قول مین اختلاف نہین رہتا اور نہ بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح

آگے بیان کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہو گیا ہی قلت و لیس فی التتف اسلے الغسل بل ان یرفع فقط و فسرہ فی البحر

برفع روحہ و عبارۃ الزیلعی و غیرہ تکرہ القراءۃ عندہ حتی یغسل و علله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیہا للقرآن من نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت

مین کہتا ہون کہ متن مین نہانے تک کی قید نہین بلکہ اسمین صرف اتنا ہی کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اٹھائے جانے تک اور بحر الرائق مین

اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہی یعنے صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت

یہ ہی کہ مکروہ تحریمی ہی قرات قرآن مردہ کے پاس یہانتک کہ نہلایا جاے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہ بیان کی ہی کہ اس صورت

مین قرآن کا علحدہ رکھنا ہی میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہو جاتا ہی قیل نجاسۃ خبث و قیل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت

کی نجاست حقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ حکمی ہی ہم اول قول کی دلیل یہ ہی کہ آدمی خون کا پتلا ہی مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی

ہین ویسے ہی آدمی بھی ہو جاتا ہی اور یہی قول ہی اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہی اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر

کنوئین مین گر جاے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہی اور نہلانے سے جو پاک ہو جاتا ہی تو یہ مسلمان کی تعظیم کے جہت سے ہی اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہی کہ موت

کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہی بسبب ڈھیلے ہو جانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہی اور زندگی مین بیوضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے

اعضا دھوتے ہین اسکی وجہ یہ ہی کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہی اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے

اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دھونا مشروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردون کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہو جاتا ہو نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہین معلوم ہوتا کہ مردہ کی

نجاست حکمی ہی بلکہ یہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہو جاتا ہی اسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانیکے بھی پلید رہتا ہی غرضکہ مختار

اکثر فقہا کا قول اول ہی ہی و علیہ فینبغی جواز القراءۃ المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس قرات درست ہو جیسے بیوضو کو قرآن

کا پڑھنا درست ہی ہم حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاے جیسا بیوضو آدمی ہوتا ہی تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہین اور متن کا قول اسی پر محمول ہی

اور اگر مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاے تو مکروہ ہی اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہی کہ مردہ

کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا نہو اور اگر

چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرات مکروہ نہو گی و یوضع کما مات کما تیسر فی الامداد مسرعہ مجمر وترا الی سبع فقط فہ کلفنہ و عند موتہ فہی ثلث لا خلفہ

ولا فی القبر اور جبھی کہ مرجاے رکھا جاے جسطرح بن سکے صحیح تر قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنے اس سے

زیادہ نہ بسائین مثل اسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اسکی موت کے وقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا

نہ پیچھے اسکے اور نہ قبر مین ہم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اسپر خوشبو جلاوین اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھراوین تو یہ بسانا تین

وقت چاہیے ایک جسوقت اسکی جان نکلے دوم غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث

مین منع وارد ہی کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیجاو اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی بد فالی ہی اور یہ جو کہا کہ بعد مرنے کے تختہ پر رکھین یہ اس

صورت مین ہی کہ جان اسکی زمین پر نکلی ہو یا بن لحاظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن نہ بگڑ جاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہی کہ شمالا جنوبا رکھین قبر

کی طرح اور ایک قول یہ ہی کہ پانون قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہ ہی کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھین کذا فی الشامی تبصرف و کرہ قراءۃ القرآن

شدہ والی تمام غسلہا طہارت البلیغ ہے تفصیل وصباحت اور تفصیل تم سے اور مکروہ ہے قرآن کا پڑھنا میت کے پاس تک غسل دے میت کو
یعنی بعد میت کو نہ غسل دیا جائے اور اتفاق ہے یہ کہ غسل سے پہلے ہر دو ہم مستلزم اختلاف کی وجہ سے عدم جنسیت میں
بعد کہ غسل ہو جیسے عبارت کہ وہ کذا فی البحر والدر وتستر عورتہ الغلیظۃ فقط علی الظاہر من الروایۃ وقیل مطلقا الغلیظۃ والخفیفۃ وصححہ
ہی مرد اور چھپا دیا جاوے مردہ کی عورت غلیظہ ظاہر روایت کے موجب اور ایک قول یہ ہے کہ عورت مطلق چھپائی جاوے غلیظہ خفیفہ ہو
اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے اور زیلعی وغیرہ نے اسکو صحیح کہا عورت غلیظہ قبل اور دبر ہے اور ناف اس پاس کو کہتے ہیں اور عورت
خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے تو قول صحیح یہ ہے کہ نہلانے میں ناف سے لیکر گھٹنوں تک ستر واجب اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
علی کو فرمایا لا تنظر الی فخذ حی ولا میت اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہے کذا فی البحر والدر ویغسلہا تحت خرقۃ السترۃ
بعد لف خرقۃ مثلہا علی یدیہ لحرمۃ اللمس کالنظر اور دھوئے شرمگاہ کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھوں پر بسبب حرام ہونے
ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے ہم شامی نے کہا کہ کیسہ کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہیں بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتھ لگانا
شرمگاہ کو حرام ہے جیسے دیکھنا حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے لیے تہمد اور کیسہ ضرور نہیں ویجرد من ثیابہ کما مات وغسلہ علیہ السلام فی قمیصہ من خواصہ
اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑوں سے فور مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قمیص میں آپکے خواص سے ہے ہم فور مرنیکے
اسلیے ننگا کیا جاوے کہ کپڑوں کی گرمی سے بدن میں تغیر نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص میں اسلیے خواص سے ہوا کہ بروایت ابو داؤد
کی ہے کہ بعد وفات شریف کے لوگوں کو تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کریں جیسے اپنے مردوں کو کرتے ہیں یا مع کپڑوں کے نہلادیں تو گھر کے گوشہ سے آواز آئی کہ آپکو
مع کپڑوں کے نہلاؤ کذا فی الشامی ویوضأ من یؤمر بالصلوۃ بلا مضمضۃ واستنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقۃ وعلیہ العمل الیوم ولو کان جنبا او
حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتمیما للطہارۃ کما فی امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسی اور وضو کرایا جاوے وہ مردہ کہ حکم کیا جائے نماز کا بدون کلی اور
ناک میں پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہ یا ناک میں جا کر اسکا نکالنا دقت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی دینا کپڑے سے
کرائی جاوے یعنی نہلانیوالا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ناک کے نتھنوں میں پھیرے اور اسی پر عمل ہے اس زمانہ میں اور اگر میت
جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونوں باتیں کیجائیں بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح میں ہے شرح مقدسی سے مددیکر
ہم نماز کا حکم کیا جاوے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ عقل ہو اسکو وضو کرانا چاہیے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہیں اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوانہ
شخص کو بھی وضو نکرایا جاوے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسی طرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاوے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہے اور
جنب کے لیے جو کلی اور ناک میں پانی دیے کو بالاتفاق لکھا ہے تو شامی نے کہا کہ میں نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح میں پایا نہ شرح مقدسی میں ویبدأ
بوجہہ ومسح رأسہ اور شروع کیا جاوے اسکے چہرہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونوں ہاتھ پہونچوں تک نہ دھوئے جائیں بلکہ پہلے منہ اور نتھنوں کو پونچھکر
منہ دھویا جائے اور مسح کیا جاوے اسکے سر پر یعنی وضو میں ہم شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اسمیں اختلاف ہے طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاوے اور
امام ابو یوسف کے نزدیک نکیا جاوے اور اسکی صورت یہ ہے کہ نہلانیوالا ہاتھ پر کیسہ لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی ویصب علیہ ماء مغلی
بسدر او حرض بضم فسکون الاشنان ان تیسر والا فماء خالص مغلی اور اسپر وہ پانی ڈالا جاوے جسمین بیری کے پتے جوش دیے گئے
ہوں یا اشنان پڑا ہو اگر یہ چیزیں ملیں ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہیں اور حرض بضم حا ہم
اور سکون را مہملہ اشنان ہے جو چھوٹی چھوٹی جڑیں ہوتی ہیں اس سے کپڑے دھوتے ہیں جیسے صابون سے صاف کرتے ہیں ویغسل راسہ

ولحیتہ بالخطمی نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان بہا شعر حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دھویا جاوے سر اسکا اور داڑھی اُسکی گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اُسکے مثل یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بے ریش ہو یا سر پر بال نرکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہی عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی **ویضجع علی یسارہ لیبدأ بیمینہ فیغسل حتے یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا ای البنا للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ یغسلہ ثم بعد اقعادہ ویضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مروان زاد علیہا او نقص جاز اذ الواجب مرۃ** اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اُسکے داہنے جانب پر پڑے پھر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے اُس حصہ پر پہونچے جو تختہ سے ملا ہی پھر داہنی کروٹ پر لٹاکر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پھر مردہ کو بٹھلاوے یعنے نہلانے والا اپنا سہارا دیکر اور سونتے اُسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانیوالا اسکو دھو ڈالے پھر بٹھانے کے بعد اُسکو بائین کروٹ پر لٹاکر غسل دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاوے یعنے تین بار نہلانا سنت ہی وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور پھر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار پانی ڈالا جاوے اُسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دھونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اسلیے کہ واجب تو ایکبار کا دھونا ہی شارح نے کہا کہ مسند البصیغہ مجہول ہی ہم شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اُسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اُسکے کہا کہ اول بائین کروٹ پر لٹاکر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اسکی تفصیل بیان کر دی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہی کہ جب وضو سے فراغت ہو تو سر اور داڑھی دھوئی جائے اور اُسکے بعد بائین کروٹ لٹاکر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دیے ہون ڈالا جاوے کذا فی الشامی مختصرا **ولا یعاد غسلہ**

ولا وضوء بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل بحر شروح مجمع اور اُسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج کے اُسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اُس سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلیے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنے کے لیے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم ہی بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہو گیا ہی مثل دوسرے حیوانون دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہی نہلانے سے اُسکی تعظیم کی جہت سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر و شروح مجمع ہم یعنے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہی کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہی تو جب نہلا دیا اُسکی نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اُسکے بدن سے نکلیگی تو صرف وہی مقام دھو ڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا حدث کے دور کرنے کے لیے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا **وینشف فے ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال وجعلہما فے الکفن جہل علے راسہ ولحیتہ ندبا والکافور علے مساجدہ کرامۃ لہا** اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جائے اُسکے سر اور داڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جائے اُسکے سجدہ کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر لگتے ہین اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیان اور گھٹنے اور پانون ہین اُنپر کافور ملا جائے اُنکی تعظیم کے لیے تاکہ جلد طعمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سے سوائے زعفران اور ورس کے بسبب مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردون کو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکھنا جہالت ہی **ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن** اور مردہ کے بالون مین کنگھی نہ کی جاوے یعنے کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہی اور نہ کترے جائین ناخن اُسکے سوائے ٹوٹے ہوئے ناخن کے کہ وہ کتر کر پھینک دیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیا جاوے ہم نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے تزئین

[illegible] اور ذکر [illegible] جیسے [illegible] کذا فی شرح [illegible] مجمع [illegible]
[illegible] اور جس [illegible] کے [illegible] سے [illegible] اور [illegible]
شہر [illegible] کو بعض نے پسند نہیں کیا اور [illegible] کذا فی الشامی [illegible]
[illegible] ابن ملک [illegible] دونوں ہاتھ [illegible] ایکی [illegible] بیانی پر [illegible]
رکھنا اور ہاتھ ہر ایک کے ہر ایک پر پیچھے تجویز ہے دعمیرہم کا ذکر کیا ہو اسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیۃ وقالت
الائمۃ الثلثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہما قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی و
نسبی مع ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ لما اعترض علیہ اجاب بذلک شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائے شوہر و عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اسکی طرف دیکھنے
سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینوں اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہے اسلئے کہ حضرت علی رضہ نے فاطمہ رضہ کو غسل دیا ہم
اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ نہلانا حضرت مرتضے رضہ کا محمول ہے زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور
نسب جاتا رہتا ہے موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہیں جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضے پر انکار کیا ایسا ذکر کیا ہے
عینی نے شرح مجمع میں ہم خانیہ میں ہے کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے
اور اسکے ہاتھ نہ لگے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اسکو جائز ہے کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالبا اس نظر سے ہے کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہے اور
حضرت فاطمہ رضہ کے غسل کو شرح مجمع میں جو خود مصنف کی تحریر ہے لکھا ہے کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضے رضہ کی
طرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے سامان کے آپ متکفل ہوئے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپکی خصوصیات میں سے ہے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رضہ تمہاری زوجہ ہیں دنیا و آخرت میں اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل
خصوص ہے سبب سے مراد اسمیں قرابت سببی ہے جیسے زوجیت اور دامادی ہے اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہے کذا فی الشامی مختصرا وہی لا تمنع
من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبے اور عورت نہ منع
کیجائے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنے کتابیہ ہو بشرطیکہ باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینوں
نہ آقا کو نہلا دیں اور نہ آقا انکو نہلا دے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبی ہم یعنے ام ولد اور مدبرہ میں مرنے کے بعد ملک باقی نہیں تھی جو
موجب حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہے شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہے صحیح یغسلنہ بصیغہ جمع
مونث چاہیے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست
ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجیت میں قابل ہونا اسکا ہے غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے
سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب
جاتے رہنے ان عورتوں کے نکاح کے ہم یعنے پہلی صورتوں میں زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتوں میں موت کے وقت
نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیان نسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجیۃ بدون سے کے کہتا وجاز لہا
غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ باعتبار الحالۃ الحیوۃ اور جائز ہے مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر
وہ مسلمان ہو کر مر گیا پھر وہ مسلمان ہوئی ہو اسکے سبب حلال ہونے اسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت میں حالت زندگی کا لحاظ کر کے

ہم یعنے اگر شوہر مسلمان ہوکر زندہ رہتا اور اُسکے مسلمان ہونے کے بعد اُسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسی
طرح جب وہ اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اُس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی **وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل**
و لا یصلے علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اُسکے دو آدھون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور
نہ اُسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سے زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا
کہ اگر نصف و معہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے **والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا**
لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہے کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اجرت مانگے تو درست ہے اگر کوئی نہلانیوالا
وہان اُسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین پس بسبب واجب عین ہوجانے نہلانے کے اُسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اُٹھانیوالے
اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت مین اُٹھانا اور قبر کھودنا اُنپر واجب ہوگا اور طاعت پر
اجرت لینی درست نہین کذا فی السراج **ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزاء ای لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی**
الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فتح کہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ
عنہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اُسکے پاک ہوجانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے
اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہت سے پانی مین پایا گیا تو اُسکو تین بار
نہلانا ضرور ہوا سلیئے کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانے کا پس اس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت
بیان کرنا اس بات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑھین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُنسے ساقط نہوگا تو اُسکو سمجھ
لینا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہے کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اُنکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ
اُنکو نیت نہو اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے اسمین بدون نہلانے کے فرض ساقط نہوگا انتہے **وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام**
وقالوا لولدہ ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہے کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور اُنکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہے
تمہارے مردون کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے والے کا مکلف ہونا شرط نہین اور اسی وجہ سے
اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا **فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا**
علامۃ فان فی دارنا غسل وصلے علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرحکا مردہ دار الاسلام
مین ہو تو اُسکو نہلا کر نماز پڑھی جاوے اور اگر بے علامت دار الاسلام مین نپایا جاوے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑھی جاوے ہم بدائع مین
ہے کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس
اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین مونچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت
مسلمان ہونے کی ہے **اختلطوا بالکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل الدفن** مسلمانون کے مردے کافرون مین
ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دیے جائینگے نماز کے حق مین یعنے اُنپر نماز پڑھی جاوے
اور دعا مین مسلمانون کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کیے
جاوین کذا فی شرح الطحطاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سب کو غسل دیا جاویگا اور اُنپر نماز پڑھنی اور اُنکے دفن کرنے کی جگہ مین اختلاف ہے

ہر جنس فقہا نے کہا کہ اسپر نماز پڑھی جاوے کیونکہ شہید بھی عنوان پر نماز پڑھی جاتی جیسے باغی اور ڈاکو میں ہو کو نماز کسی صورت سے
نہ پڑھیں یا عمل اور فساد فی الارض پر قتل سے صورت وہی ہے انمین سے جو مارا گیا ہو اسپر کبھی نماز پڑھیں اور بعض فقہا نے کہا کہ نماز پڑھی جاوے
کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی حد میں ہو تو اب سے تو بہ کی دینی مسلمانوں کو قصد کر کے نماز پڑھے شامی نے کہا کہ مذہب باغی میں اسی کا ہی مراد
ہی بات معلوم ہوتا ہے اور یہ عمل دفن میں بھی اختلاف ہر بعض نے کہا کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوں اور بعضے نے کہا کہ انکے لیے قبرستان
علحدہ بنایا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی میں ہر کہ ذمی کی مردی کو جو مسلم کا ولد الاحمد او فیہا منکی کو وکیل ظہور اللہ القبلة لان وجہ الولد
الظہرا جیسے اختلاف ہر دفن میں اس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہا نے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہر اسکا دفن کرنا علحدہ اور رکھی جاوے اسکی پشت
قبلہ کی طرف اسوجہ سے کہ بچہ کا منہ ماں کی پشت کی جانب ہو ہر یعنے بچہ بسبب حیثیت اپنے باپ کے مسلمان ہر تو دفن میں اسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح
دفن ہو کہ بچہ کا منہ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اس صورت میں ہر کہ بچہ میں جان پڑ گئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنے حمل چار مہینہ سے
کم کا ہو تو بالاتفاق کفار کے قبرستان میں دفن کی جاوے ماتت مین رجال او ہو بین نساء یممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقة ایک عورت مرگئی درمیان
مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کرا دے یعنے مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرا دے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرا دے اور اگر محرم نہو
تو اجنبی تھیلی سے تیمم کرا دے یعنے اگر مردون مین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم
کرا دے ویمم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل اگر قریب بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو
تو وہ مثل اور بچون کے ہر اسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنے بچہ ہونے کی صورت مین اسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یمم لفقد ماء وصلے علیہ ثم
وجد دہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے پانی کے اور اسپر نماز پڑھی گئی پھر لوگون کو پانی ملا تو مردہ کو نہلاوین اور نماز دوبارہ
پڑھین اور ایک قول یہ ہر کہ غسل ندین اور نہ نماز کا اعادہ کرین ہم بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونون چاہیین
اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہر کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے
زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بھی چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح
موافق اصول کے یہی ہر ویکفن فی الکفن لہ ازار و قمیص و لفافة وتکرہ العمامة للمیت فی الاصح مجتبے واستحسنہا المتأخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہر کفن مین مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنے چادر سر سے لیکر پاؤن تک اور ایک قمیص یعنے کفنی گردن سے لیکر
پاؤن تک بدون آستین کے اور ایک پونگی چادر اور مکروہ ہر پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول مین کذا فی المجتبی اور اچھا جانا ہر اسکو پچھلے فقہا نے
علما اور سادات کے واسطے ہم اصل کفن دینا فرض کفایہ ہر اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہر اور محیط مین ہر کہ پگڑی کسی حال مین باندھی نہ جاوے
خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہر کہ عمامہ ہر حال مین مکروہ ہر کذا فی الشامی ولا باس بالزیادة علی الثلثة اور کچھ مضائقہ نہین
تین کپڑون سے زیادہ کرنے کا ہم یہ مسئلہ غایة البیان مین مرقوم ہر مگر مجتبے مین ہر کہ زائد کرنا تین سے مکروہ ہر کذا فی الطحطاوی ویحسن
الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم ظہیریة اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے
کہ اچھا کرو مردون کے کفنون کو کہ وہ آپس مین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہین یعنے خوش ہوتے ہین وجہ
سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریة ہم اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہر یعنے جیسے کپڑے جمعہ اور عید مین پہنتا تھا ویسے کا کفن
سفید اور ستھرا دینا چاہیے یہ مراد نہین کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ اس سے ابو داؤد و دارمی کی حدیث مین ممانعت آئی ہر کذا فی الشامی ولہا درع

اے قمیص وازار وخمار ولفافۃ وخرقۃ تربط بہا ثدیاہا وبطنہا اور عورت کے واسطے کفن مین مسنون پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنے قمیص
اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیان اور پیٹ باندھا جاوے ہم قہستانی مین درع اور
قمیص مین یہ فرق لکھا ہی کہ درع یعنے عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہی اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھون کی طرف اور اوڑھنی کی
مقدار تین ذراع ہی اور سینہ بند چھاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفایتہ لہا ازار ولفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان وخمار ویکرہ
اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادرین ہین صحیح تر قول مین اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اسقدر سے کمتر کفن دینا
باوجود قدرت کے مکروہ ہی ہم مرد کو دو کپڑے اسلیے کفایت ہوے کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا دو ہی کپڑے ہوتے ہین اور اسی لیے اگر دو
کپڑون مین نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہی کہ تعین دو کپڑون کی نہ کیجاے یعنے خواہ دو چادرین ہون خواہ کفنی
اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعین
ہی مناسب ہی شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہی اسلیے سواے اوڑھنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہی کہ انسے سر اور گردن چھپی رہیگی وکفن الضرورۃ
لہما ما یوجد واقلہ ما یعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہی جو میسر ہو اور اسکی کمتر مقدار وہ ہی جو سارے
بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اسکی مقدار اتنی ہی کہ برہنگی کو چھپاوے مثل زندہ کے ہم کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیر رض
کا حال ہی کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوے تو انکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نتھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اس سے انکا سر ڈھانکتے تھے تو پانون
کھل جاتے تھے اور پانون ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پانون کو گھاس سے
چھپوا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانون پر گھاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا وتقمص وتوضع
علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہی کہ بچھائی جاے اول پوٹ کی چادر پھر
اسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہناکر دوسری چادر پر رکھا جاے اور اسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پھر پوٹ کی چادر اسیطرح کہ اول بائین
طرف پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تاکہ داہنے جانب بائین کے اوپر رہے وتلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ اے الدرع
والخمار فوقہ اے الشعر تحت اللفافۃ ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہناکر اسکے بال دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائین اور بالون کے
اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑھنی کیجاے پھر کیا جاے جیسے اگذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اسپر لپیٹی جاے اسیطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم
شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیے سو بحر الرائق مین تو یہ لکھا ہی کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تاکہ کفن کھلنے نپاے اور جوہرہ مین یہ ہی کہ اول
ازار لپیٹین اسکے اوپر سینہ بند باندھین اسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہی کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندھ
دیا جاوے اگر خوف ہو اسکے کھلجانیکا والخنثی المشکل کالمراۃ فیہ اے الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہی یعنے احتیاطا اسکو پانچ کپڑے
کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اسکو نہ دیا جاے کذا فی الشامی
والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہی یعنے اسکا سر ڈھانکا جاوے اور اسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ
کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑون کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق اذا کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو
اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہی ہم علیہ مین ہی کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اسکے لیے سب سے بہتر یہ ہی کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر
فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاے تب بھی اچھا ہی اور ایک کا دیا جاے تو درست ہی کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا بچہ ایک

اُنکو بھی پہنایا جاوے اور کفن مسنون اُنکو دیا جاوے جیسے میت کو عضو اگر ہی ہے تو اُسکو بھی کپڑے میں لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت
نہ چاہیے اور یہی حال اُس بچہ کا ہے جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی و آدمی نبش قبر سے ملے لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرة بعد اخری اور جب
آدمی مردہ کا کفن آدمی لے گیا ہو اور مردہ تازہ ہو اور پھٹا نہ ہو تو اسکو کفن دیا جاوے مثل اُس شخص کے کہ دفن نہ کیا گیا ہو یعنے تین کپڑوں کا کفن اُسکو دینا
چاہیے پھر دفن ہوئے بعد اگر ایکبار کا کفن کسی نے چورا لیا تو دوبارہ دیں اور اگر دوبارہ بھی چوری جاوے تو سہ بارہ دیں اور علی ہذا القیاس جب تک
وہ مردہ پھٹے نہیں تب تک کفن دیتے جاویں اُسکے خاص مال سے اور اگر اُسکا مال وارثوں میں بٹ گیا ہو تو اُنسے مقدار کفن واپس لیا جاوے کذا فی
الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اُسکو ایک کپڑے میں کفن دیا جاوے اور یہی حال کافر مردہ کا ہے کہ اگر اُسکا کوئی محرم
مسلمان ہو تو اُسکو ولاکر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع وا لے ہنا صار الکفنون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرہ فی البحر اور ایسا اسکے کفن
والے شخص گیارہ ہوئے اور بارھواں شہید ہو ذکر کیا ہے اُنکو مجتبے میں ہم یعنے پانچ متن میں مذکور کیے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم
جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ ہو اور پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم
بچہ غیر بالغ ششم پھٹ گیا اگر اُسکو چھ گیارہ ہوئے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہو اور کافر مردہ تو اُنکو ملاکر تیرہ ہوئے اور
شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہیں ولا باس فی الکفن ببرد وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر بجوازہ بکل ما یجوز لبسہ حال الحیوۃ واجب
البیاض او ما کان یلبسہ فیہ اور نہیں الکفن میں کفن ہیں یعنی چادروں اور کتان کے کپڑے کا اور عورتوں کے کفن میں ریشمی کپڑے اور زعفران اور
کسم کے رنگے ہوئے کا سبب درست ہے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات میں جائز ہے اور سب سے بہتر کفن سفید ہے یا وہ رنگ جسمیں مردہ
نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من تجب علیہ نفقتہ وان تعددوا فعلی قدر میراثہم اور جس مردے کا کچھ مال نہو اُسکا کفن اُس شخص پر
واجب ہے جسپر اُس مردے کا نفقہ واجب ہے اور اگر ایسے شخص کئی ہوں تو کفن اُنپر حصہ رسد موافق اُنکی میراث کے ہوگا یعنے جسطرح اُنپر نفقہ واجب ہے
اُسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ میں مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب
کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمیں اختلاف ہے کہ شوہر پر اُسکی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہیں
اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہے
بحرالرائق میں کہ یہی ظاہر ہے اسلیئے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہے ہم اس باب میں فتوے مختلف ہے تجنیس اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر عورت کا مال ہو
تو کفن زوج پر ہے اور اسی پر فتوے ہے اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہے اُسمیں یہ ہے کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اُسپر
اُسکا کفن واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے اور خانیہ میں بلا قید فتوے مذکور ہے یعنے عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت
میں اُسکا کفن شوہر پر واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے لیے حالت حیات میں جبر کیا جاتا ہے اُسی پر وفات کے بعد کفن
کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرا وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی
المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سالوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی وظاہرہ انہ لا یجب علیہم
الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہاں ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال میں ہوگا اور اگر بیت المال میں روپیہ
جمع نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف میں اُسکا صرف ہونا چاہیے اُسمیں صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانوں پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ
کا حال معلوم ہوگا اُنپر کفن دینا اُسکا واجب ہوگا اور اگر اُنسے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وہ مالدار آدمیوں سے اُسکے لیے کپڑا مانگیں پھر اگر اُس کپڑے

سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والے کو واپس کر دین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہ کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اس باقی کپڑے سے
اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دین اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اس کپڑے کو خیرات کر دین کذا فی المجتبی اور ثوب کہنے سے لفظ ہر یہ
معلوم ہوتا ہے کہ واقف کارون پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے نہ کفن کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے اگر واقف کار نہ دینگے
تو سب گنا ہگار ہونگے ولوکان فی مکان لیس فیہ الا واحد وذلک الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ بہ اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جسمین صرف ایک
شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اسپر لازم نہین کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے
ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اسکا کفن اصلی
مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین پا سکتا کذا فی الشامی والصلوۃ علیہ صفتہا فرض کفایۃ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع فتنبہ کدفنہ
وغسلہ وتجہیزہ فانہا فرض کفایۃ اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اسکا انکار کرنے والا اسلیے کہ اُسنے انکار
کیا اس امر کا جو اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین م شارح
ماتن نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور اُسکی کیفیت اور اسکے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا اگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد
کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیز اور نمازون کی مفسد ہے وہی اس
نماز کی مفسد ہے بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اسمین بے وضو ہو جاوے تو
اسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرطہا ستۃ اسلام المیت وطہارتہ مالم یہل علیہ التراب فیصلی علی قبرہ بلا غسل وان صلی علیہ اولا استحسانا
اور شرطین نماز جنازہ کی چھ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اسکا پاک ہونا یعنے اسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُس وقت تک
شرط ہے کہ اسکو مٹی نہ دیجاوے اور مٹی دینے کے بعد اسکی قبر پر نماز پڑھی جاے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہے
م وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز نہوئی اور اب دفن کر دینے کے سبب سے طہارت
متعذر ہے اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ الطہارۃ من النجاسۃ فی ثوب وبدن ومکان وستر العورۃ شرط فی حق المیت
والامام جمیعا فلو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا اور قنیہ مین ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا ستر کا
شرط ہے میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہون تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اسکے
عکس مین یعنے مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاوے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور
پہلی صورت مین امام کی نماز پر اورون کی نماز مبنی تھی جب اسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی م طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ
چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن
ناپاک ہو جاے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز
درست نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ
نکیا جاے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی
مرد کی تو مرد کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام فلیتامل وثالثہا حضورہ ووضعہ وکونہ ہو او اکثرہ
امام المصلی وکونہ للقبلۃ اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچوین

شرط ہے وہ دفعہ جنازہ میت پڑہاوے اور قوت ہے میت کے قریب کذا فی الطحطاوی اور چوتھی شرط یہ ہے کہ مردہ یا اسکا اکثر بدن نمازی کے سامنے موجود ہو یہ سب
شرطین نمازی کی شرطوں کے سوا ہیں ... پس اگر جنازہ غائب ہے تو نماز نہیں اور جو اسکی شرط ہے طہارت کو ... کذا وہ مکروہ ہوئی
سامنے مردہ امام کے حق میں شرط ہے اور ایک ہو اور اگر زیادہ ہوں تو سب کا سامنے ہونا شرط نہیں ایک کا ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فقد
صحت عائب کا ہوا شرط ہوا اور ... کذا الامر ... الصحابۃ ... درست ہو نماز اور پرہ ... غائب کے
سبب نہ پائے جانے شرط موجود ہونے کے اور ... چیز ... مثل سواری پر یا ... کے یا ... لوگوں کے مونڈھوں پر ہو سبب نہ پائے جانے
شرط رکھے جانے کے زمین پر اور نہ اسپر ہو بلکہ ہو جنازہ نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام کے ہر ایک جہت سے نہ دوسری سے بسبب صحیح ہونے نماز کے نیا
پر ہم ... اس لحاظ سے کہ مردہ پاک ہو اور مسلمان ہو اور چنانچہ ... اور ہے عورت ... مثل امام کے ہے اور ... امام ... اگر چہ
امام ہونا تو لڑکے پر نماز درست ہوتی ... لڑکا قابل امام ہونے کے نہیں شامی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہیں اور
طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر درست نہیں اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہیں اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ
لڑکے کی امامت درست نہیں ... صلوۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی تھا یا
ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہم یعنے یا تو صلوۃ کے معنے صرف دعا کے لیئے جائیں یا یہ نماز غائب پر آپ کے خواص سے ہے نجاشی بکسر نون
وفتح جیم بالتشدید دیا بتخفیف حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تھا اسکی خبر مرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے اصحاب کو خبر دی
اور انکے ساتھ اسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی معنے لینے بعید ہیں بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جاوے یا یہ کہ جنازہ آپ کے سامنے
کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہوں اور دوسروں کو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الراس موضع الرجلین واساؤا ان اعمدوا اور نماز جنازہ درست ہے اگر
لوگوں نے سر کو پاؤں کی جگہ پر رکھدیا ہو اور انھوں نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو الٹا رکھا یعنے سر جنازہ کا امام کے دہنے ہاتھ چاہیے اگر بائیں ہاتھ کر
پڑھینگے تو مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو اخطاؤا القبلۃ صحت ان تحروا والا فلا مفتاح السعادۃ اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنے اور طرف کو نماز جنازہ
پڑھی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہے اور اگر بلا اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کیصورت مین اٹکل کرنا فرض ہے ورنہ کہنا
شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط فلذا لم یجز بنا اخری علیھا والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کے رکن دو چیزیں
ہیں اول چاروں تکبیریں دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہے شرط نہیں اور اسی وجہ سے جائز
نہیں دوسری تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بدون عذر کے صحیح نہوگی ہم پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ امام
نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے اللہ اکبر کی بھی کرلی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت مین صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہا گیا اور چاہیئے
ہیں کذا فی الطحطاوی وسنتہا ثلاث التحمید والثناء والدعاء فیھا ذکرہ الزاھدی وغیرہ وما فہمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولی شرط
ردہ فی البحر بتصریحھم بخلافہ اور سنتیں اس نماز کی تین ہیں حمد وثنا کرنا اور نماز میں دعا کرنا ذکر کیا ہے اسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق
نے سمجھا ہے کہ دعا رکن ہے اور تکبیر اول شرط ہے اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے اسکے خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا
ہے کہ ثنا اور چیز ہے اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللھم وبحمدک کہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں سے مراد ایک ہی
چیز ہے تو مناسب تھا کہ یوں ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہے اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہے اسلیئے کمال نے دعا کو رکن کہا اور
تکبیر اولے کو تحریمہ کے واسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہے چنانچہ محیط میں مصرح ہے کہ ...

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاے نماز جنازہ مین لڑکے اور دیوانہ اور بے عقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگون کے ہم شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ سے وہ مراد ہین جو اصلی ہون یعنے موت تک اُنکے ہوش وعقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بے عقل ہوا ہو تو اُسکے گناہ دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہین ہونگے اُنکے لیے مغفرت مانگی جاے بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین ای سابقا الی الحوض لیھیی الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدمہ فی الخیر لاسیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما ثواب التعلیم واجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے عوض دعا بالغون کے الٰہی کر اُسکو ہمارا فرط اور کر اُسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را مہملہ سے بمعنے آگے بڑھنے والا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنے ذخیرہ ہے اور مشفع بصیغہ مفعول باب تفعیل بمعنے مقبول الشفاعت ہے اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہے واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوص اُس صورت مین کہ فقہا نے کہا ہے کہ لڑکے کی نیکیان لڑکے ہی کو ملتی ہین نہ اسکے مان باپ کو بلکہ مان باپ کو ثواب تعلیم کا ملتا ہے ہم یہ جواب اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہے اس دعا مین میت کا نفع کچھ نہین بلکہ نفع مان باپ یا نمازیون کا ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جبھی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہونچیگا تو اسمین اُسکے لیے دعا ہے آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہے تو اس صورت مین بھی دعا اُسکے لیے مفید ہوگی اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کے کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہے جو کسی کسی نسخے مین پایا جاتا ہے یعنے بجاے دعاء بالغین کے یہ دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسمٰعیل نے ذکر کیا کہ مقتضاے متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہ ہے کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا ہدایہ اور کنز مین اسطرح ہے اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا واجعلہ لنا ذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنے اجعلہ کی جگہ اجعلہا چارون جگہ کہے اور آخر مین شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی ہتصرف ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمراۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہووے امام مراد استحباب مقابل سینہ میت کے ہر حال مین مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیون کے مردے کے لیے اسکے ایمان ہی کے سبب سے ہے والمسبوق ببعض التکبیرات لایکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لایبدأ بما فاتہ اور جسکو کچھ تکبیرین امام کے ساتھ نہ ملی ہون یعنے اگر پیچھے شریک ہوا ہو وہ اُسیوقت تکبیر نہ کہے یا کہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اسکی تکبیر کے ساتھ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا ہم یعنے اگر مسبوق کو ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہے اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہیئین امام کے سلام کے بعد کہنی چاہیئین اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے اسکو پھیرے لے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف رح یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ جب مقتدی حاضر ہوا اُسی وقت تکبیر کہے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے اُسوقت اللہ اکبر کہکے شریک ہو اور ایک تکبیر اُسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اُسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہ شخص آیا اُسی وقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہوجاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت مین مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لاینتظر الحاضر فی حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہے یعنی ایک شخص امام کے تحریمہ کیوقت موجود ہے مگر اُسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

ا رہے تھی وقت تو پہلے کو شریک ہو جاوے اسکے کہ تحریمہ کے وقت موجود ہونے کے باعث وہ مدرک کے مانند ہو گیا کہ گویا امام کے ساتھ ہی اسنے تکبیر کہی
وقضیٰ المسبوق ما فاتہ بعد الفراغ نسقًا بلا دعاء ان خشی رفع المیت علی الاعناق یعنی مسبوق ہو یا موجود شخص تکبیریں جسقدر اسکو فوت ہو گئیں بعد فارغ ہونے امام کے
پے در پے بدون دعا کے اگر خوف کریں میت کے اٹھائے جانے کا کندھوں پر اور موجود شخص سے فوت ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً امام نے چار تکبیریں کہیں
اور یہ شخص شریک نہ ہوا تیسری میں شریک ہوا تو وہ تکبیریں باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہو چکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اولیٰ امام نے ساتھ نہ کہی
اسکے پیچھے کہے اس سے کچھ فوت نہ ہوگا کذا فی الشامی وما نقلہ القہستانی من ان المدرک یکبر الکل للحال شاذ نہر اور مجتبیٰ میں جو یہ ہے کہ مدرک یعنی
موجود وقت تحریمہ کے کل تکبیریں فوت شدہ اسی وقت کہہ لے تو یہ خلاف قیاس ہے کذا فی النہر مجتبیٰ میں ہے کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص
موجود تھا شریک نہ ہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہ شخص تکبیر دوم میں امام کا شریک ہو جائے اور پہلی تکبیر کو اسی وقت کہہ لے اسی طرح اگر دوسری
اور تیسری میں شریک نہ ہوا تو چوتھی میں شریک ہو کر فوت شدہ کو اسی وقت کہہ لے شارح نے کہا کہ یہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہے اکثر نے یہی کہا ہے کہ بعد
سلام کے کہے کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیرۃ الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوٰۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء
التحریمۃ فاذا سلم الامام کبر ثلاثا کما لو کان حاضرا حیث یکبر اتفاقا لانہ کالمدرک کذا فی الشامی فیجب عن الزیلعی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کے چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اسکی نماز
فوت ہو گئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیر میں اور ابویوسف کے نزدیک نماز میں داخل ہو جاوے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام
سلام پھیرے تو تین تکبیریں کہہ لے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہ ہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہو جاوے تو سلام کے بعد تین تکبیریں کہتا
ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابویوسف پر فتوےٰ ہے ذکر کیا ہے انکو حلبی وغیرہ نے ہم کہتے ہیں کہ طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیے تب
شریک ہو سکتا ہے اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہیں اسلیے اسکی شرکت نہیں ہو سکتی اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہے
اسلیے شریک ہو سکتا ہے کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰۃ علی کل واحدۃ اولیٰ من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز
اور جبکہ کئی جنازے مجتمع ہو جائیں تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہے بنسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہے
یعنی اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اس سے کم فضیلت والے پر اور علیٰ ہذا القیاس اور اگر ترتیب کرے یعنی سب پر ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہے
ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی
الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا فحسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں سب جنازوں کو ایک صف
کر دے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف ہو اور امام کھڑا ہو اس شخص کے سینے کے مقابل جو ان سب میں افضل ہو اور اگر چاہے
تو انکو قبلہ کیجانب ایک دوسرے کے پیچھے رکھکر صف بنا دے اسطرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو
اور اگر اس صورت میں زینے کیطرح صف کرے یعنی ایک کا دوسرے سے کچھ نیچے کیسے اسطرح کہ ہر جنازہ بنسبت پہلے کے تھوڑا سا بائیں طرف کو
رہے تو بہتر ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے ہم طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینوں کیفیتوں کی علت ہے کہ جسطرح چاہے پڑھے مطلب سب میں
حاصل ہے وراعی الترتیب المعہود خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد
والعبد علی المرأۃ وان ترتیبہم فی قبر واحد لضرورۃ فیعکس ہذا الترتیب فیقدم الافضل مما یلی القبلۃ اور لحاظ رکھے ترتیب معمولی کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت میں
یعنی اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پھر اسکا جو اس سے کم ہو مثلاً عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے پھر اور وں کا اور اگر
علم و فضل میں برابر ہوں تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثیٰ کو پھر عورت بالغہ وغیرہ

قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاوے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاوے عورت پر اور انکی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر میں انکی الٹی ہے یعنی اگر کسی ضرورت سے ایک قبر میں کئی مردے دفنائے جائیں تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی الفتح ضرورت کی قید اسلیے لگائی کہ دو شخصوں کا ایک قبر میں دفن کرنا درست نہیں جب تک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر میں ضرورت کی وجہ سے دفن کریں تو دونوں کے درمیان میں مٹی کی آڑ یا کچی اینٹیں رکھدیں تاکہ دو قبروں کی صورت ہو جاوے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہے کذا فی الطحطاوی و

یقدم فی الصلوٰۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وھو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فیہ ایھام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی وشرح المجمع لمصنفہ اور مقدم کیا جاوے مردے پر نماز پڑھنے کے لیے بادشاہ اگر موجود ہو یعنی اگر بادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اسکا یعنی حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اسکا نائب پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام میں ایہام ہے یعنی یہ وہم ہوتا ہے کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکسان ہے حالانکہ حکم دونوں کا مختلف ہے اور وہ اسطرح ہے کہ مقدم ہونا حاکموں کا واجب ہے اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہے اس شرط سے کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولےٰ ہے چنانچہ مجتبےٰ اور مجمع کی شرح میں جو مصنف مجمع کی تالیف ہے ایسا ہی مذکور ہے وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولی من امام الحی ای مسجد محلتہ نہر اور درایہ میں ہے کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہے محلہ کی مسجد یعنی میت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النہر ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاھلا فالابن اولی پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہے نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہے میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل تو اس صورت میں بیٹا اولےٰ ہے ہم ایک نسخہ میں فالابن کی جگہ فالاسن ہے یعنی اگر قرابت میں دو ولی برابر ہوں تو بڑا عمر میں بہتر ہے کذا فی الشامی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران پس اگر مردہ کا ولی کوئی نہو تو عورت اپر نماز پڑھنے میں شوہر اولےٰ ہے پھر ہمسایہ کے لوگ احق ہیں اجنبی شخصوں میں ومولی العبد اولی من ابنہ الحر لبقاء ملکہ اور غلام کا آقا بہتر ہے بہ نسبت اسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے حر بیٹے کی قید اتفاقی ہے آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہے اور ملک سے مراد حکمی ملک ہے ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی ہے کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیۃ بغسلہ والصلوٰۃ علیہ اور فتوےٰ اوپر باطل ہونے وصیت کے ہے واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے ہم یعنی مردہ نے وصیت کی کہ مجھکو فلان شخص نہلاوے یا مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہے اسی طرح اگر وصیت کی فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہ دفن کیا جاوے تو یہ بھی باطل ہے کذا فی الشامی ولہ ای المولی ومثلہ کل من یقدم علیہ من باب اولی الاذن لغیرہ فیہا لانہ حقہ فیملک ابطالہ الا انہ اذا کان ھناک من یساویہ فلہ ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولی کو اختیار ہے اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اسلیے کہ امام ہونا اسکا حق ہے تو اسکو اختیار ہے اس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہاں کوئی دوسرا ولی اسکے برابر ہو تو اس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر میں چھوٹا ہو اختیار روک دینے غیر شخص کا ہے بسبب اسکے شریک ہونے کے حق میں مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہیں شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے میں وہ لوگ بطریق اولی مختار ہیں جو ولی پر مقدم ہیں مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ میت کے دو بیٹے ہیں بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہے مگر دور کا رشتہ دار نہیں روک سکتا فان صلی غیرہ ای الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اسکی متابعت نہ کی

تو ولی کو جائز ہے نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ اعلیٰ تر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے فرض کے کیونکہ فرض تو پہلی نماز سے بھی ساقط ہو گیا اگر ولی نہ شریک تھا تو ولی کو حق ہے دوبارہ پڑھنے کا اسواسطے کہ امام کی آگے حق کی جہت سے ہو گی اور اسی وجہ سے کہا اعادہ حق ولی کی جہت سے پڑھنا ساتھ ہونے کہ ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اسکو جائز نہیں کہ ولی کے ساتھ نماز دوبارہ پڑھے کیونکہ پڑھنا اسکا نفل ہو گا اور نفل جنازہ کی نماز مشروع نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو کہ پڑھنا جائز نہیں اور یہ جو مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مکرر پڑھی تو مشتمل ابو السعود نے کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے والا اسی واسطے منع ہے التقدم اور ... ولی الحق التقدم وقال ابو یوسف لا الیہ ما هم اولی بالصلوٰۃ منا اور اگر صورت مذکورہ بالا نہ ہو بلکہ نماز ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہے مثلاً قاضی یا نائب اسکا یا امام محلہ کے امام نے پڑھی تو اسی شخص نے پڑھی جسکو حق تقدم ولی پر نہیں مگر ولی نے اسکے پیچھے پڑھ لی تو اس صورت میں ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اسلیے کہ مقصود حق تقدیم کا حاصل ہو گیا ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے بہتر ہے ہم پہ نماز چہ پر اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت میں عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ولی کا پڑھنا پیچھے غیر شخص کے گویا اسکو اجازت دینا ہے ... کی ہوا اس شخص نہو اسی الولی اجحی بان لم یحضر من یتقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ وان حضر من لہ التقدم لکونہ اجحی اور اگر ولی نے نماز پڑھنے کا جسکو مقدم نہ آیا تو اب دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اسپر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہی آجاوے جسکو ولی پر تقدم ہے کیونکہ ولی کی نماز بوجب استحقاق کے ہو گئی الا ان یکون الولی بحضرۃ السلطان مثلاً اعاد السلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی میں مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہے وفیہ حکم صلوٰۃ من لا ولایۃ لہ کعدم الصلوٰۃ اصلا فیصلے علی قبرہ ان شاء الم یتمزق اور مجتبی میں ہے کہ حکم نماز اس شخص کا جسکو ولایت نہیں مانند نماز نہ پڑھنے کے ہے سرے سے تو ولی اسکی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جب تک مردہ پھٹا نہو حلبی نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جسکو ولایت نہیں تو جاوے ولایت والے کے گویا نماز مرے سے نہیں ہوئی اس سے انکو اختیار ہے کہ مردہ اگر دفن ہو گیا ہو تو قبر پر نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ میں نے مجتبی میں یہ مسئلہ نہیں پایا وان دفن واھیل علیہ التراب بغیر صلوٰۃ او بہا بلا غسل او من لا ولایۃ لہ صلے علی قبرہ استحساناً ما لم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ہو الاصح وظاہرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلے علیہ لکن فی النہر عن محمد لا کانہ تقدیما بالمانع اور اگر مردہ بدون نماز دفن کیا گیا اور اسپر مٹی ڈالدی گئی یا نماز پڑھی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جاوے اسکی قبر پر بدلیل استحسان جبتک کہ گمان غالب اسکے پھٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہے اور ابطاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردے کے پھٹنے میں شک ہو تو اسپر نماز پڑھی جاوے لیکن نہر الفائق میں امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ شک کی صورت میں نماز نہ پڑھی جاوے تو غالباً اسلیے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہم شامی نے کہا کہ من لا ولایۃ لہ متعلق ہے محذوف کے جو حال واقع ہے ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کے ساتھ ... ہو گیا اور قبر پر نماز پڑھنا پہلی دونوں صورتوں میں یعنے جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہے اور تیسری صورت میں صرف ولی کو جائز ہے بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت میں اندازہ کی ہے بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینا کہا ہے اور وجہ اصح کی یہ ہے کہ پھٹنا متفاوت مدت میں ہوتا ہے بلحاظ موسم اور جگہ کے اسلیے مدت مقرر کر لی مناسب نہیں اور کانہ کی خبر محذوف ہے یعنے قال ذلک اور ترجیح مانع سے یہ مطلب کہ شک کے باعث دو صورتیں مساوی پیدا ہو گئیں ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہے نماز کے منع کا دوسرے نہ پھٹنا جو موجب ہے نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اسی کو ترجیح دی گئی ولم تجز الصلوٰۃ علیہ ... راکبا ولا قاعداً بغیر عذر استحساناً اور نہیں جائز ہے نماز

جنازے پر سوار ہوکر اور نہ بیٹھے ہوے بدون عذر کے بدلیل استحسان ہم یعنے اگر عذر کے باعث سوار رہکر پڑھین مثلاً گارے یا مینھ کے باعث نماز پڑھین یا بیٹھکر پڑھین کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہو تو نماز درست ہوگی **وکرہت تحریما وقیل تنزیہا فی مسجد جماعۃ ہواے المیت فیہ وحدہ او مع القوم و اختلف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا خلاصۃ بناء علے ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ وتوابعہا کنافلۃ وذکر وتدریس**

عالم وہو الموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلے علی میت فی المسجد فلا صلوٰۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہی اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ کی مسجد جماعت یعنے جامع مسجد یا محلہ کی مسجد مین کہ مردہ اُسکے اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیون کے ساتھ اور اختلاف ہی مسجد سے باہر ہونے کی صورت مین تنہا مردہ باہر ہو یا کچھ نمازیون کے ساتھ باہر ہو اور قول مختار ہر صورت مین مکروہ ہوتا ہی کذا فی الخلاصہ اسوجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اُسکے توابع کے لیے بنی ہی جیسے نماز نفل اور یاد الٰہی اور عالم کا پڑھانا ہی اور یہی قول کراہت کا موافق ہی واسطے اطلاق حدیث ابو داؤد کے کہ جسنے نماز پڑھی مردے پر مسجد کے اندر تو اُسکے لیے نماز نہین ہم شامی نے کہا کہ ابی داؤد کی روایت مین فلا شئی لہ ہی یعنی اُسکو کچھ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر لہ ہی اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوٰۃ لہ روایت کیا ہی اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہی کہ مسجد نماز فرض وقت اور اُسکے توابع کے لیے ہی تو یہ ظاہر نہین اسلیے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہی اور مسجد بیشک ذکر اور دعا کے لیے ہوتی ہی ورنہ چاہیے کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سے بھی مسجد مین منع کیا جاے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونیکو ٹھہرایا جاوے تو جس صورت مین مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہونی چاہیے باقی رہا حال حدیث کا تو اُسمین تین احتمال ہوسکتے ہین ایک یہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہ کہ ظرف میت کا ہو سوم یہ کہ دونون کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیے کہ جس صورت مین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اُس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونو کا ظرف کہو تو کراہت دونو کے اندر ہونے مین منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت نہوگی پھر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہی وہ کہان رہا لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہی کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر مین مفعول پر نہین ہوتا جیسے علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہی جیسے ضرب وقتل ہی تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اُسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہوگی خواہ زید اُسکے اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق بمفعول ہوگا گو فاعل اُسمین ہو یا نہین مثلاً اگر کہین کہ مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہین تو اُسکو اول قسم سے پاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہی خواہ میت اُسمین ہو یا نہو اور اسی کی مؤید یہ روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سُنائی تو مسجد سے نکلکر مصلے مین تشریف لیگئے وہان اُسپر نماز پڑھی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پھر باہر نکلنے کے کیا معنے جنازہ تو مسجد کے اندر نتھا ہان یہ صورت رہگئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اُسکی کراہت دلالۃ النص سے پائی جاتی ہی کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر و دعا ہونے کے خود نماز مسجد مین مکروہ ہوئی تو مردہ کا اُسمین داخل کرنا بطریق اولے مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہی اور کھٹکا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا کہ حدیث مذکور مؤید قول مختار کی ہی کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورت مین مکروہ ہی پھر یہ کراہت اُس صورت مین ہی کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑھی جاوے اور اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہین اسی طرح مکروہ ہی نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً **ومن ولد فمات یغسل ویصلے علیہ ویرث ویورث ویسمے ان استہل بالبناء للفاعل اے وجد منہ ما یدل علے حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتے لو خرج راسہ وہو یصیح فذبحہ رجل فعلیہ الغرۃ وان قطع اذنہ فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ** اور جو بچہ پیدا ہوکر مرجاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاے اور اُسپر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسرے کا اور اُسکی میراث اوروں کو ملیگی اور نام رکھا جائیگا شارح نے کہا کہ استہل بصیغہ معروف ہی اور اُس سے مراد یہ ہی کہ بچے سے وہ بات پائی جاے جس سے اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچے کے نکلنے کے یہان تک کہ اگر بچے کا سر نکلا اور وہ چیختا ہی اور اُسی وقت اُسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اُسپر غرہ لازم ہوگا اور اگر

ہے نکلنے کے بعد مرگیا تو اس پر نماز پڑھی جاوے اور اگر تھوڑا سا نکلا ہو یعنی جسم کا نصف سے کم نکلا اور اسکے بعد مرگیا تو نماز نہ پڑھی جاوے اور اکثر حصہ جو نکلنے کے
پیچھے رہ گیا ہو وہ بھی ایسا ہی ہے یعنی جبکہ آدمی کا اکثر حصہ نکلے تو تخمینہ کرنے کی تعظیم ہو اور استعمال مشق آدھا کے گرنے کو مانند نکلنے کے
وقت نکلتے وقت پیدائش کے وقت بچے کے بدن کو بھی گلا گھونٹ کے اسلئے شارح نے کہا کہ وہ خبر نہیں کہ زندگی کی علامت مثل حرکت کے
آدمی کی طرح ہو چنانچہ شریعت میں ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہے اسلئے وہ وارث اور موروث ہو سکتا ہے اور جسم میں تمام جسم ملے ہوئے میں
پس وہ حصہ کی گنتی ہے اور دو دفعہ بار بار پڑھے اور دنیا ہے جو خود پاس رہا اور دنیا کا ہوا اور تفریق ہے کہ جب بچے کا اکثر حصہ
اسکا حکم پیٹ سے نکلنے کا ہے اور بچے کے تلف کرنے میں خونبہا ہے اور بکر کان کا نکلنے میں خونبہا اسلئے لازم ہوا کہ سب موت کو دیا ہوا اور قصاص جسکی
بعض لازم ہوا اور اگر زندگی کی علامت نہ ہو تو اسکو غسل دیا جاوے کذا فی الہدایہ خلاف ظاہر الروایۃ اگر اسکی آدمی کی خلقت پوری ہو گئی ہو
علامت زندگی کی بعد پیدائش کے نہ پائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول ہے اور اسپر فتویٰ ہے
دیا جاوے یعنی ظاہر الروایۃ کے سبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ یعنی جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو اسکا حکم ہے کہ اسکو غسل دیا جاوے اور اسکی پیدائش
پوری ہو اور جسکی خلقت پوری نہ ہو اسکے غسل دینے میں اختلاف ہے چنانچہ شارح بیان کرتا ہے وفی النہر عن الظہیریۃ واذا استبان بعض خلقہ غسل وحشر
ہو المختار اور نہر الفائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب ظاہر ہو جاوے بعض پیدائش بچہ کی تو اسکو غسل دیا جاوے یہی قول مختار ہے اور اسکا حشر ہوگا
شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد وحشر کا لفظ مناسب تھا اسلئے کہ ظہیریہ میں اسیطرح ہے اور اسکے حشر میں اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا کہ اگر روح پھونکی گئی تو حشر ہوگا
اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہو گئی ہو تو حشر ہوگا اور شارح نے حشر و دفن ولم یصل علیہ وکذا یرث ان استہل نبہ ہے
احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ تبع لہ فی احکام الدنیا الا الغسل اور ایسا بچہ جو اہل قبلہ اور جسپر علامت زندگی کی معلوم ہو ہے اور غسل دیا جاوے اور نام رکھنے کے بعد
لپیٹا جاوے ایک کپڑے میں اور دفن کر دیا جاوے اور اسپر نماز نہ پڑھی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہ ہوگا اگر علامت ہو جاوے اور بچہ کے ماں باپ میں سے ایک
کیا جاوے مع ایک کے ان باپ میں سے کافر ہو اور بچہ کافر ہو تو اسپر نماز نہ پڑھی جاوے اسلئے کہ وہ تابع ہے احد الابوین کا یعنے احکام دنیا میں اسکا تابع ہے
آخرت میں بسبب اس قول کے کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے مع خود بخود کی قید اسلئے لگائی کہ اگر کسی نے مثلاً حاملہ کے پیٹ پر مارا اور
بچہ مردہ نکل پڑا تو وہ وارث اور موروث ہوگا کیونکہ شارع نے جب غرہ اسکے قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اسکی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی ولو سبی بدونہ
فہو مسلم تبعا للدار او السابی او بہ فاسلم ہو او اسلم الصبی وہو عاقل ای ابن سبع سنین صلے علیہ لتبیرورتہ مسلما اور اگر بچہ بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان
ہے بتبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بہ تبعیت گرفتار کنندہ کے جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ وہ بچہ کپڑا گیا ماں باپ کے ساتھ پھر ماں یا باپ مسلمان
ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہو گیا حالانکہ وہ عاقل ہو یعنے سات برس کا ہو تو اسپر نماز پڑھی جاوے بسبب ہو جانے اس بچہ کے مسلمان یعنے بتبعیت ماں
یا باپ کے خواہ اپنے مسلمان ہو جانے سے جو سات برس کے لڑکے کے مسلمان ہونے کی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہے اور عنایہ میں عاقل بچہ اسکو کہا ہے
کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہ کہ اسلام ہدایت ہے اور اسکا اتباع بہتر ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنے ایمان اللہ تعالیٰ اور اسکے
فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت اور تقدیر پر رکھتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اسکے سامنے ان امور کی تفصیل کیجاوے
اور اس سے ایمان کا سوال ہو تو کہدے کہ میں ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسال العامی عن الاسلام بل یذکر عندہ حقیقتہ وما یجب الایمان بہ ثم یقال انت
مصدق بہذا فاذا قال نعم اکتفی بہ ولا یضر توقفہ فی جواب ما الایمان ما الاسلام فتح فقہا نے کہا ہے کہ عامی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیے بلکہ اسکے
سامنے اسلام کی حقیقت اور جسپر ایمان واجب ہے اسکو ذکر کرنا چاہیے پھر اس سے کہا جاوے کہ کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہے پس اگر وہ ہاں کہدے تو اس کے

مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیجاسے اور اسکو مضر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کے کہ ایمان کیا چیز ہے اسلام کیا ہے کذا فی الفتح کیونکہ عوام
اکثر ان تفصیلون سے ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین (ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی اما المرتد
فیلقی فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فلو لہ قریب فالاولی ترکہ لہم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ ولیس
للکافر غسل قریبہ المسلم) اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کیوقت تو اگر اس کافر
کے اور رشتہ دار ہون تو بہتر ہے کہ مسلمان اس کافر مردے کو ان رشتہ دارون کے حوالہ کرے اپنے آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت نہلاوے بدون
رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنے طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہین اور اسکو ایک کپڑے مین لپیٹے اور ایک
گڑھے مین ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلیے لگائی کہ مرتد کو کتے کیطرح گڑھے مین ڈالدے غسل و کفن
کچھ نکرے اور نہین جائز ہے کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا ہم شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر مین اترنا اسکے دفن کرنیکو (واذا حمل الجنازۃ وضع
مقدمہا بکسر الدال وتفتح وکذا المؤخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ ثم وضع مؤخرہا علی یمینہ کذلک ثم
مقدمہا علی یسارہ ثم مؤخرہا کذلک فیقع الفراغ خلف الجنازۃ فیمشی خلفہا) اور جب کوئی شخص جنازہ اٹھاوے تو مستحب یہ ہے کہ جنازے کے اگلی جانب یعنے سرہانا اول اپنے داہنے
مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنے پیتانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی جانب بائین مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائین مونڈھے پر
اسیطرح رکھے تو پچھلی جانب پر ہم قدم سے فراغت ہو جائیگی اسوقت جنازے کے پیچھے چلے اور اسطرح اٹھانا اسلیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہے کہ جو کوئی
جنازہ کو ہم قدم اٹھاوے تو اسکا اٹھانا بھی گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہے شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہے اور کبھی بفتح بھی بولتے ہین اور یہی حال مؤخر کا ہے کہ کسر اصح ہے
اور فتح بھی دیتے ہین ہم گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرون کی نسبت سے بڑے ہون یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہے فاعل اسکا
جنازہ ہے بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیے مترجم نے موقع پر اسکا ترجمہ کیا
(وصح انہ علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ) اور ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ رض کا اٹھایا ہے ہم یہ صحابی بڑے جلیل القدر ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا (وکرہ عندنا حملہ بین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لا علی
العنق کالامتعۃ ولذا کرہ حملہ علی ظہر دابۃ) اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اٹھانا مردے کا چارپائی کی دو پٹی یا سرون کے بیچ مین سے پکڑ کر خواہ دو شخص اٹھاوین
یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑ کر اٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھ لے جیسے اسباب اٹھایا کرتے ہین اور اسوجہ سے مکروہ ہوا لادنا مردے کا
پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اٹھانے کا ہے جنازے مین مسنون یہ ہے کہ چار شخص ایک ایک پایہ اٹھا کر پٹی کو مونڈھے پر رکھین (والصبی
الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا یحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی الجنازۃ) بچہ شیرخوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ
عمر کا اسکو ایک شخص اپنے دونون ہاتھون پر اٹھاوے اگرچہ اٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کھٹولے یا چارپائی پر اٹھایا جاوے (ویسرع بہا بلا خبب
ای عدو سریع ولو بہ کرہ) اور جلد لیچلین جنازے کو بدون تیز جھپٹنے کے اور تیز جھپٹنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہے بوجہ ایذائے مردہ اور ساتھ والون کے ہم جنازے مین اسقدر چلنا
مسنون ہے کہ میت چارپائی پر ادھر ادھر حرکت نکرے کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہے تو جلد اسکو اچھی جگہ پہونچاؤگے اور اگر برا ہے
تو جلد اپنی گردنون سے برائی کو دور کروگے کذا فی الشامی (وکرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب
دفنہ قنیہ) اور مکروہ ہے مردے کی نماز اور دفن مین اسلیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اسپر نماز پڑھین ہان جب یہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ
فوت ہو جائیگا تو اس صورت مین دفن مین تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیۃ (کما کرہ لمتبعہا جلوس قبل وضعہا وقیام بعدہ) جیسے مکروہ ہے پیچھے چلنے والون کو بیٹھنا پہلے

تو بیٹھ جانے کا مضائقہ نہیں اور کھڑے رہنا بہتر ہو جنازہ رکھنے کے بعد بیٹھنے کے حکم کیا وہ بھی عبادت سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے نہ تھے جب تک کہ جنازہ لحد میں
نہ رکھا جاتا ایک یہودی عالم آپ کے قریب سے گذرا ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں پس آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ مخالفت
کرو ان کی کذا فی الشلبی اور اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہو ولا یقوم من فی المصلی لها اذا رآها قبل وضعها اور جو لوگ نماز میں بیٹھے ہون
وا ورد فیه منسوخ زیلعی اور نہ کھڑا ہو جو شخص نماز جنازہ کی جگہ میں ہو جب جنازے کو دیکھے پیشتر اسکے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو چکا ہو جب جنازہ ہو کر رکھنے
میں قول مختار یہ ہو جو کھڑا ہونے کے باب میں وارد ہو وہ منسوخ ہو کذا فی الزیلعی ہم کہتے یہ جو حدیث میں آیا ہو کہ جب جنازہ کو دیکھو تو اسکے لیے
کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہو اس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علی سے روایت کی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنازے کے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اسکے بعد بیٹھے رہے اور ہم کو حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اسی مضمون کی
روایت کیا اور کہا کہ کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا کذا فی الشامی وندب المشی خلفها الا ان یکون خلفها نساء فالمشی امامها احسن اور
افضل مستحب ہو پیچھے چلنا جنازے کے اسلیے کہ جنازہ متبوع ہو اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہو مگر یہ کہ ہو وہیں جنازے کے پیچھے عورتیں تو اس صورت میں جنازے
کے آگے چلنا بہتر ہو کذا فی الاختیار ہم جنازہ کو متبوع اسلیے کہا کہ حدیث میں حکم ہو اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہو نہ آگے چلنے والے
پر کذا فی الشامی دیگر وخروجهن تحریما وزجر النائحة ولا یترک اتباعها لاجلها مکروہ تحریمی ہو نکلنا عورتوں کا جنازے کے ساتھ اور زجر کیجاے نوحہ کرنیوالی
اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جاے بسبب نوحہ کرنیوالی کے ہم حدیث میں ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جنازے کے ساتھ
دیکھکر پوچھا کہ تم اٹھانے والوں کے ساتھ جنازے کو اٹھاوگی یا قبر میں اتارنے والوں کے ساتھ مردے کو اتاروگی یا نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھوگی
انھوں نے عرض کیا کہ ان باتوں میں سے کوئی نکرینگے آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ انتہے اور نوحہ والیکے سبب سے جنازے کا
ساتھ اسلیے نہ چھوڑا جاے کہ نوحہ بدعت ہو اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جاے تو جنازہ کے امور کا کل وقوف
ہو جاے کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینها ویسارها ولو مشی امامها جاز وفیه فضیلة ایضا ولکن ان تباعد عنها او تقدم الکل او رکب امامها کره کما
کره فیها رفع صوت بذکر او قراءة فتح اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائیں یعنے داہنے بائیں چلنا اولے نہیں اور اگر جنازے کے آگے چلے تب بھی
درست ہو اور اسمیں بھی فضیلت ہو لیکن اگر جنازہ سے دور ہو گیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازہ کے آگے سوار ہو لیا تو مکروہ ہو جیسے مکروہ ہو جنازے
کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قراءت قرآن میں کذا فی الفتح ہم آگے چلنے میں فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہو یعنے افضل صیغہ افعل
التفضیل ہو تو مطلق فضیلت آگے چلنے میں بھی ہوئی اور اشارہ درمختار یہ ہو کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اکیلا جاتا ہو اور ذکر اور قراءت پکار کر نہ پڑھے اگر منظور ہو تو
اپنے دل میں پڑھے کذا فی الشامی ویحفر قبره فی غیر داره مقدار نصف قامة فان زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوة اور کھودی جاے قبر
مردے کی اسکے مکان کے سوا دوسری جگہ میں بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہو یعنے اسقدر گہرائی ادنے مرتبہ اور چھاتی تک اوسط درجہ
اور قد آدم سب میں افضل ہو اور لحد بنائی جاوے یعنے جانب قبلہ قبر کے گڑھا کھودا جاے چھپے ہوے مکان کی صورت اور شق نہ کیجاے یعنی قبر کے بیچ
میں گڑھا کیا جاے مگر زمین نرم میں اگر لحد نہ ٹھہرے تو شق بنائی جاوے ہم غیر دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہو اور طول قبر بقدر
مردہ کے ہونا چاہیے اور عرض آدھا طول سے لحد بفتح وضم لام ہو اور شق اسلیے منع کیا کہ حدیث میں آیا ہو کہ لحد ہمارے لیے ہو اور شق غیروں کے لیے یعنی اہل کتاب
شق بنانا نہ چاہیے ولا یجوز ان یوضع فیه مضربة وما روی عن علی غیر مشهور ولا یوخذ به ظهیریة اور نہیں جائز ہو کہ قبر کے اندر گدا رکھا جاے اور جو کہ حضرت علی سے مروی
ہو وہ مشہور نہیں اور اسپر عمل نہیں کذا فی الظهیریة ہم ظهیریہ میں بجاے علی کے ذکر حضرت عائشہ کا ہو کہ انھوں نے گدا رکھوایا اور یہ مشہور نہیں یعنے ثابت نہیں ہوا

الحد اور حدیثون سے اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباسؓ مکروہ جانتے تھے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاے اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میرے
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سب کا حکم ایک ہی کسیکا رکھنا نچاہیے کذا فی الشامی ولا باس باتخاذ تابوت ولو من حجر
وحدید له عند الحاجة کرخاوة الارض ویسن ان یفرش فیه التراب اور کچھ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردے کے لیے تابوت بنانیکا اگرچہ پتھر یا لوہے
کا ہو مثلاً زمین کی نرمی کی جہت سے اور مسنون ہی کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچھا دیجاوے ہم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاوے تو چاہیے
کہ اسکے نیچے مٹی بچھاوین اور دہنے اور بائین ہلکی اینٹین کچی رکھین اور ڈھکنے کے اندر کیجانب پر مٹی لیسدین تاکہ لحد کیصورت بنجاے اور بدون حاجت صندوق
بنانا مکروہ ہی مات فی سفینة غسل وکفن وصلی علیه والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من البر فتح ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جاے اور کفنایا جاے اور
نماز پڑھکر دریا مین ڈالدیا جاے اگر کشتی خشکی سے نزدیک نہو کذا فی الفتح ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ہذہ السنة بالانبیاء علیہم
السلام واقعات اور نہین چاہیے کہ مردہ مکان مین دفن کیا جاے اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھ کذا اسنے
واقعات ہم یعنے جس مکان مین مرے اسمین دفن ہو یہ طریق مخصوص بہ انبیا علیہم السلام ہی اور دون کے لیے نہین چاہیے ویستحب ان یدخل من قبل
القبلة بان یوضع من جهتها ثم یحمل فیلحد وان یقول واضعه بسم الله وبالله وعلی ملة رسول الله ویوجه الیها وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سے
قبر مین اُتارا جاے کہ وہ سمت معظم ہی اسطرح کہ جنازہ اسی طرف رکھا جاے پھر اُٹھاکر لحد مین اُتارا جاے اور مستحب ہی کہ لحد مین اُتارنے والا مرد یا یون کہے
بسم اللہ وباللہ وعلی ملة رسول اللہ اور قبلہ کیطرف اسکا منھ کردیا جاے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہی کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی وینبغی
کونه علی شقه الایمن ولا ینبش لیوجه الیها وتحل العقدة للاستغناء عنها ویسوی اللبن علیه والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حوله اما فوقه
فلا یکره وکره ابن الملک اور مناسب ہی ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اُدھیڑی جاے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے یعنے بعد مٹی دینے کے اگر معلوم
ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہی تو قبر نہ اُدھیڑی جاے اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کھولدیجاے بسبب بے پروا ہونے کے اُس سے یعنے کفن کے کھلنے
کے خوف سے گرہ دیتھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاوین اُسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کے ہو لیکن اسکے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہین کر
لیا ہی اسکو ابن ملک نے ہم کچی اینٹین اول لحد کے منھ پر کھڑی کیجاوین اور انکی درزون پر نرکل یا ڈھیلے رکھدیے جاوین تختہ نرکھین اور اگر اڑانے پر تختہ
رکھا جاوے تو مکروہ نہین فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی لحد ولبنات لحد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع بہنسی شمار کچی اینٹون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی لحد شریف کا ۹ ہی ذکر کیا ہی اسکو بہنسی نے طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹون کے ساتھ نرکل کے سینٹے تھے وجاز ذلک حوله بارض رخوة کالتابوت اور جائز ہی
پکی اینٹ اور تختہ گرد میت کے نرم زمین مین جیسے صندوق درست ہی ویسجی ای یغطی قبرها ولو خنثی لا قبره الا لعذر کمطر اور ڈھانپی جاے قبر عورت کی
قبر مین اُتارنے کے وقت یہانتک کہ لحد کا منھ بند کیا جاے اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جاے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے و
یہال التراب علیه ویکره الزیادة علی ما خرج منه التراب لانه بمنزلة البناء ویستحب حثیه من قبل راسه ثلثا وجلوس ساعة بعد دفنه
لدعاء وقراءة بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمه اور بعد لحد بند کرنے کے اُسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہی زائد کرنا مٹی کا اُس مقدار سے جو قبر مین سے
نکلی ہو اسلیے کہ زائد مٹی بجاے عمارت کے ہی اور مستحب ہی مٹی دینا اسکے سر کی جانب سے تین بار یعنے دونون ہاتھون سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ مین
کہے منها خلقناکم اور دوسرے مین کہے وفیها نعیدکم اور تیسری مین کہے ومنها نخرجکم تارة اخری چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہی اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قرارت کے لیے اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اسکا گوشت بٹ جاے
ہم قبر کی مٹی سے زائد مٹی ڈالنی اسلیے مکروہ ہوئی کہ ابو داؤد کی حدیث مین اس سے ممانعت وارد ہی اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابو داؤد مین

یعنی شروع ہی اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر یعنی خدا کے نام سے

ہوتو بہتر ہے [illegible] دفن ہو چکتا تو اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو [illegible]
[illegible] اسی طرح اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن [illegible] قبر پر [illegible] تک [illegible]
[illegible] ولا باس برش الماء علیہ نقلہ الزاہدی [illegible] اور دیکھ فتح القدیر میں پانی چھڑکنے کا قبر پر [illegible]
[illegible] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکوایا [illegible]
[illegible] والاحب الی [illegible] الشبر [illegible] ولا یجصص [illegible] اور قبر پر [illegible] بنائی جائے [illegible]
[illegible] تاکہ ان کے برابر استحباب [illegible] ہے کہ اونچا کرنا واجب ہو بقدر ایک بالشت کے [illegible] قبر
[illegible] کرنے سے [illegible] یہ ہے کہ مٹی کو ملا کر [illegible] نہ کیا جائے [illegible] کو اون کے [illegible] امام محمد رحمہ اللہ
نے آثار میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چونا گچ کرنے سے منع فرمایا اور مسلم میں مروی ہے کہ آپ نے قبر پر گچ کرنے لیپنے اور عمارت بنانے
سے منع فرمایا کذا فی الشامی والطحطاوی ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وہو المختار کما فی کراہیۃ السراجیۃ اور نہ گچ کیجئے قبر اور نہ اوس پر کوئی عمارت
بنائی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ گچ کا کچھ مضائقہ نہیں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ سراجیہ کے باب الکراہیۃ میں ہے شامی نے کہا کہ [illegible] کو مناسب تھا
کہ وقیل لا باس الخ کو جنائز والا فصلین کے بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ میں گچ کرنے کو مختار کہا ہے چنانچہ انکی عبارت یہ ہے وذکر فی تجرید ابی الفضل ان
تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ یعنی ابو الفضل کی تجرید میں مذکور ہے کہ قبروں کا گچ کرنا مکروہ ہے اور مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور اسی عبارت منقسم
کو منح الغفار میں سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہے کہ قبر پر عمارت کا جواز میں نے کہیں نہیں دیکھا کسی نے اسکو مختار کہا ہو جیسا کہ اون کی ظاہر عبارت سے مفہوم
ہوتا ہے اور طحطاوی نے کہا کہ تہر میں البحر میں برہان سے منقول ہے کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطے حرام ہے اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہے لیکن
بنی ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں وفی جنائز الدلالۃ باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتی لا یذہب الاثر ولا یمتہن اور سراجیہ کے باب الجنائز میں ہے
کہ کچھ مضائقہ نہیں لکھنے کا قبر پر اگر اسکی ضرورت ہو اس غرض سے کہ اس قبر کا نشان باقی رہے اور پامال نہو مسلم نے جابر سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کے پختہ کرنے اور اوس پر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت اوسوقت ہے کہ حاجت نہو اور لا باس
لکھنے سے اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکھنا بہتر ہے اور فتاوی محب میں ہے کہ قرآن کا لکھنا قبروں پر مکروہ ہے اسوجہ سے کہ بوسیدہ ہو کر کلمات
پامال ہونے اور یہی حال ہے دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منہ بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ
[illegible] ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جائے مگر
حق آدمی کے لیے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردے کا رہنا پسند نہ کرے یا جس زمین میں دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے
مرد [illegible] جاتا کہ اس زمین میں مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردے کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے میں جیسی مالک
کو ہر حال میں دونوں پر حق رکھنا ہو چاہے مردے کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کر دے اور چاہے اندر بھی نہ رہنے دے جیسے
قبر کا اور اسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدہا حی یضطرب شق بطنہا من الایسر
ویخرج ولدہ ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی الاختیار ایک عورت حاملہ مر گئی اور اسکا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہو تو بائیں
طرف سے چیر کر اسکے بچہ کو نکال لیا جائے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی بچہ مر گیا اور عورت زندہ ہے اور خوف ہے ماں کے مرجانیکا تو بچے کو کاٹ کر
اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نکالا جائے کیونکہ ماں کا مرجانا [illegible] بچہ کو قتل کرا دینا امر کے لیے جائز نہیں کذا فی الشامی [illegible]

کہا کہ شارح کا لو میتا کہنا زائد ہی اسلیے کہ لو بالعکس سے اسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہی ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول نعم فتح اور اگر کوئی شخص پرایا مال نگلکر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا جاے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہی کہ ہان چیرا جاے کیونکہ اسکی حرمت اسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی فروع مسائل لحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل لو قرابۃ او جوار او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہی بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو وجہ افضل ہونے کی یہ ہی کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہی اسلیے اسکا ثواب زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی یندب دفنہ فی جہۃ موتہ وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ او من یعینہ وان رای بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہی دفن کرنا میت کا اسکی موت کی جہت مین یعنے جس جگہ مرا ہو وہان کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہی وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہی جلدی کرنا دفن مین اور مستحب ہی نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلاً صورت کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردون کی اور باز رہو انکی برائیون سے ہم شامی نے کہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا بأس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہین مردے کو دوسری جگہ لیجانیکا پیشتر اسکے دفن ہونے کے ہم یعنے دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہی کتنا ہی فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین نہو تو نقل درست ہی اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگادی ہی کہ اسقدر دوری تک نقل درست ہی اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہی کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہین میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک دوسرے سے کہدینے تاکہ لوگ اسکا حق ادا کرین اور تجہیز و تکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر او غیرہ لکن یکرہ الافراط فی مدحہ لاسیما عند جنازتہ لحدیث من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہین مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہی زیادتی کرنی اسکی تعریف مین خصوص اسکے جنازے کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام جاہلیت کے رونے سے یعنے وہ ہم سے نہین ہم جاہلیت کے رونے سے مراد چینا اور نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہی کہ یہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثاء باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہی مصدر اسکا مرثیہ ہی وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنے اور انکو صبر مین رغبت دلانے کی ہم شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناوے گا کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہین میت کے گھر والون کے لیے کھانا پکوانے کا ہم فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے رشتہ دارون کو مستحب ہی کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوائین جو انکو اس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل وہ حدیث ہی کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین لگے ہین وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھ مضائقہ نہین سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا دوسرے مکان مین اور اول روز یعنے جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنون سے بہتر ہی کیونکہ پہلے روز مین وحشت فراق زیادہ ہوتی ہی تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہی اور مکروہ ہی تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہین یعنے اگر کسی شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اسوقت وارثون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہو

دن بعد ... مستحب ہی اُسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ ہو کذا فی الشامی و تکرہ التعزیۃ ثانیا و عند القبر و عند باب الدار و یقول اعظم
اللہ اجرک و احسن عزاءک و غفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ دینی اگر تعزیت کرلی ہو تو دوسری بار نہ کرے اور مکروہ ہی تعزیت قبر کے پاس
یعنی قبر کے پاس میت کے دفن ہونے کا مقام ہی تعزیت کا اور مکروہ ہی تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالی بڑا ثواب
دیوے تمکو اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیری میت کو بخشے و بزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا اور کچھ ڈر نہین
قبرون کی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے مین نے تمکو منع کیا تھا قبرون کی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت
کیا کرو اور بعض نے کہا کہ عورتون کو قبرون کی زیارت کرنی حرام ہی اور شارح نے لا باس بہ کہا خیر الدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہی یعنی اگر عورتین
اسواسطے جاوین کہ غم تازہ ہو جاوے اور رونا پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبرون پر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالی لعنت کرے
ان قبرون کی زیارت کرنیوالیون پر تو اُنسے وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر امور نامشروع کرین اور اگر اسواسطے جاوین کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک
کیواسطے صلحا کی قبرون پر جاوین تو اس صورت مین اگر عورتین بوڑھی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو انکے حق مین زیارت مذکور مکروہ ہی اور مردون کے
حق مین بحدیث بالا زیارت قبور مستحب ہی اور افضل یہ ہی کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن پیچھے کذا فی الشامی و یقول السلام علیکم دار
قوم مؤمنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون و یقرأ یس وفی الحدیث من قرأ الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وھب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت
کرنیوالا قبرستان مین یہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنی سلام ہو تمپر ای باشندو مومنون کے گھروالون بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تم سے ملینگے اور سورہ یسین
پڑھے اور حدیث مین ہی کہ جو شخص سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھکر اسکا ثواب مردون کو بخشدے تو مردونکے شمار کے موافق اسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا اگر
احد عشر کی جگہ احدی عشر ہو تو صواب ہی و یحفر قبرا لنفسہ و قیل یکرہ والذی ینبغی انہ لا یکرہ تھیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہین اپنے لیے قبر کھود رکھنے کا
اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہی اور مناسب اقوال سے یہ ہی کہ کفن جیسی چیز کا تیار کرلینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے مروجہ قبر کے کھود رکھنے کی یہ ہی کہ جلد سفر آخرت کی تیاری ہو
اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہ نے ایسا کیا بھی ہی اور جن لوگون نے مکروہ کہا اسکی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہین کہ مین کہان
مرونگا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی پھر خاص جگہ قبر کھودنا اُس کے خلاف ٹھہرتا ہی طحطاوی نے کہا قبر کھود رکھنا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلیے کہ اس سے کچھ
نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی ہو یعنی اگر خود وہان نہ مرا تو دوسرے کے کام آویگی و یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطء قبر ترکہ
مکروہ ہی چلنا قبرستان کے اُس راستے مین جسکو گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہی یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچ سکے تو
اُسکے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ہم شرح منیہ مین کہا کہ دن کو دفن کرنا مستحب ہی کذا فی الشامی ولا اجلاس
القاری عند القبر ھو المختار اور نہین مکروہ ہی قرآن خوانون کو بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہی ہم نور الایضاح کی عبارت ہی کہ قرات قرآن کے لیے
قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس
نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہی کہ قاریون کو بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہی کہین مصرح نہین عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکھتی ہی یہانتک کہ قبر
مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاوے تو اسکو توڑا نہ جائیگا اور نہ کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا انما یعذب المیت ببکاء اھلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب
ہوتا ہی اُسکے گھروالون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو ہم اس مسئلہ مین اختلاف ہی کچھ لوگون کا قول یہ ہی کہ گھروالون کے
رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہی اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ میت کو گھروالون کے رونے سے عذاب ہوتا ہی اور اکثر علما کا قول یہ ہی
کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہی ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور حدیث کے معنی یہ ہین کہ اس زمانے کے لوگ نوحہ کرنے کی وصیت

کیا کرتے تھے اسلیے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہی کہ آپ نے یہ ارشاد اسوقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی
کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اسکو تو عذاب ہوتا ہی اور یہ لوگ اُسپر روتے ہین کتب علی جبہۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہد نامہ
یرجیٰ ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا گیا تو توقع ہی کہ میت کو اللہ تعالیٰ بخشدے عہد نامہ کی دعا یہ ہی اَللّٰہم فاطر السمٰوٰت
والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعہد الیک فی ہذہ الحیوۃ الدنیا انی اشہد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمداً
عبدک ورسولک فلا تکلنی الیٰ نفسی فانک ان تکلنی الیٰ نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہداً عندک
توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکھے ہین باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اُسکو
بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہی مگر ابن صلاح نے فتوےٰ دیا ہی کہ قرآن اور اسماء معظم مین سے کچھ نہ لکھا جاوے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات
متبرکہ کو لکھنا جان بوجھ کر مردہ کی نجاستوں مین آنکو آلودہ کرنا ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ قرآن اور اسماء الٰہی کا لکھنا روپیون اور محرابون اور دیوارون
پر مکروہ ہی اسلیے کہ خوف اُنکے پانون تلے آنے اور اہانت کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولےٰ مکروہ ہوگا جبتک کہ مجتہد
سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصراً اوصیٰ بعضہم ان یکتب فی جبہتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رئی
فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما رأوا مکتوباً علی جبہتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی شخص
نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اسکو خواب مین دیکھکر اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا
کہ جب مین قبر مین رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب اُنھون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی اُنھون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب
سے امون ہوا ھ چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہی کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہی تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ
صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح اُنگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور
کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہرحال کسی طرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہو سکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہی شہید کے احکام مین ہم ہرچند شہید بھی مردہ ہی مگر اُسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہی وہ دوسرے مردہ کو نہین
کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فہو شاہد شہید وزن فعیل ہی بمعنی مفعول سو جہ سے کہ اسکے لیے جنت سامنے کی گئی یا
بمعنی فاعل ہی کیونکہ وہ زندہ ہی اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہی ھم شہید مشتق شہود سے ہی یا شہادت سے تو شہود کبھی ہو سکتا ہی کہ فرشتے
اُسکی تعظیم کو آتے ہین اور جنت اُسکے سامنے پیش کیجاتی ہی اور شاہد بھی ہو سکتا ہی کہ خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتا ہی یا یہ کہ اُسکا خون اور زخم اسکے شاہد موجود
ہین ہو کل مکلف مسلم طاہر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہی وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہی ھم یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہی مطلق شہید کی
نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکلگیا کہ گو ظلماً مارا گیا
ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگے تو اُنکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رأت ثلثۃ ایام غسلت والا العدم کونہا
حائضاً یس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیا جاوے بسبب نہونے اُس عورت کے حائضہ ھم یعنے ایک عورت نے
مثلاً تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے ماری گئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعاً ناپاک ہوگئی تھی اسلیے اسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے
کے دو روز کے بعد ماری گئی تو غسل نہ دیا جاویگا کیونکہ بسبب کمتر مدت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہین ہو سکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعد علیہ السلام غسل حنظلۃ

مقصود تعلیم تھا کہ یہی حضرت آدم کی اولاد کی سنت ہے اور جو حضرت حنظلہ کو دیا گیا وہ غسل دینا اس سبب ہوا کہ غسل کے فرشتون کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی نسبت سے حضرت انس بن مالک کی حدیث جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ نے ان کو غسل دیا ہے اسکی حقیقت ان کی بی بی سے پوچھو تو کہا کہ وہ ناپاکی کی حالت میں نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتون نے انکو غسل دیا تو بھی ثابت ہوا کہ اگر ناپاک شہید ہو تو اسکو بھی غسل دینا واجب ہوتا اور چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے تو شاید امام محمد کی یہ حجت ہو کہ غسل ناپاک شہید پر واجب ہے مگر نہلانے والے کوئی فرشتہ نہیں کہ آدمی ہون چنانچہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ بالجنائز میں گذرا کہ جو فرشتون نے نہلایا تھا اسکی یہی دلیل ہے اب جو فرض غسل یعنے طہارت فرشتون کے نہلانے سے حاصل ہو گئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت ہے کذا فی الشامی مختصرا۔ قتل ظلما بغیر حق بجارحۃ ای بما یوجب القصاص ولم یجب بنفس القتل دیۃ بل قصاص شہید ہو وہ پاک مسلمان مکلف جو ظلم سے ناحق قتل کیا جاوے اگر دہ بہتیار سے ہو یعنی ایسی چیز سے مارا جاوے جو قصاص کی موجب ہو مثلا تلوار اور چھری اور برچھی وغیرہ سے نہ لاٹھی اور پتھر کے مارنے سے کہ ان دونون سے اپنے کی صورت میں قصاص لازم نہیں آتا اسلیئے اسکے کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہووے خود اسی قتل کے سبب مال یعنی واجب ہو قصاص سے تو وجب المال بعارض کالصلح وقتل الاب ابنہ لا تسقط الشہادۃ یہانتک کہ اگر مال واجب ہو کسی عارض کی جہت سے نہ قتل کی وجہ سے جیسے قتل سے صلح کرنے میں کہ ہر چند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہو جاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل کرے باپ بیٹے کو کہ یہان بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہیں لیا جاتا تو ان دونون صورتون میں شہادت ساقط ہوگی یعنی انکو غسل نہ دیا جاویگا وعلم ان شرط غسل کا یہی اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ نہ رہا ہو پس اگر زندہ رہا ہو تو غسل دیا جاویگا چنانچہ آگے مذکور ہوگا اصطلاح میں ارتثاث میدان جنگ سے اُٹھا لانے کو کہتے ہیں جبکہ زخمی میں جان باقی ہو اور یہ فعل مجہول مستعمل ہوتا ہے کذا فی النہایہ اور شرع میں جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی وکذا یکون شہیدا لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق ولو تسببا او بغیر آلۃ جارحۃ فانہ تو قتیلہ بای آلۃ قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسیطرح یعنے بشرط زندہ نہ پائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اسکو باغی یا کافر حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون اوزار زخم کرنیوالے کے ہو تب بھی شہید ہوگا کیونکہ ان لوگون کا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی طرح سے انکو مارین اسلیئے کہ اصل اس باب میں جنگ احد کے شہید ہین اور وہ سب ہتھیار سے نہیں مقتول ہوئے تھے مع قتل سبب کی مثال یہ ہے کہ مثلا کسی کافر یا راہزن یا باغی سوار کے پاؤن تلے دبکر مسلمان مرگیا یا انھون نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑے کو بھڑکایا یہانتک کہ وہ گرکر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی جگہ میں آگ لگا دے اُس سے مرگیا تو ان صورتون میں شہید ہوگا کذا فی الشامی بتصرف او وجد جریحا میتا فی معرکتہم والمراد بالجراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم من عینہ او اذنہ او حلقہ صافیا لا من انفہ او ذکرہ او دبرہ او حلقہ جامدا یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جاوے زخمی مردہ ان لوگون کے میدان جنگ میں شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر میں زخم ہو یا نہو مثلا نکلنا خون کا اسکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ نکلنا خون کا اسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا مع یعنے خون جس مقام سے نکلتا ہو دیکھا چاہیئے کہ اُس مقام سے بدون کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا نہین اگر نکلتا ہو جیسے نکسیر تو اس صورت میں شہید نہ ہوگا اور اگر بدون مرض باطنی نہین نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہ خون علامت قتل ہے اس سے شہید ہوگا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہو تو اگر سر سے اُترتا ہو تب تو شہید نہ ہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہو تو شہید ہوگا کیونکہ بدون زخم باطنی کے پیٹ کیطرف سے خون منہ کو نہین آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی البحر والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں قلب ہو گیا صواب یہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہیئے اور صافیا آخر میں فیتفرع عنہ ما لا یصلح للنفی

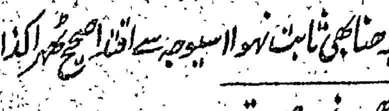
ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ **وینقص** ان زاد لاجل ان یتم کفنہ المسنون پس اتار یجاے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اُسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جاے اگر اُسکا لباس زیادہ ہوتا کہ اُسکا کفن مسنون پورا ہو جاے ہم جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا ہو تو اُسکو نہ اتار جاے اور اُسکے سب کپڑے اتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہی کذا الشامی **ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن** بدمہ وثیابہ لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑھی جاے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جاے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ اُنکو کپڑون مین لپیٹو مع اُنکے زخمون کے ہم یہ ارشاد آپ نے شہداء احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہی اُسکو احمد نے اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہی کہ شہداء احد کے باب مین انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکے بدن سے لوہا اور پوستین اتار لو اور اُنکو مع اُنکے خون اور کپڑون کے دفن کرو کذا فی الطحطاوی **ویغسل من**

وجد قتیلاً فی مصر او قریۃ فیما ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع **ولم یعلم قاتلہ** او علم ولم یجب القصاص فان وجب کان شہیداً کمن قتلہ اللصوص لیلاً فی المصر فانہ لاقسامۃ ولا دیۃ فیہ للعلم بان قاتلہ اللصوص غایتہ الامر انا عنیہ لم تعلم فلیحفظ فان الناس عنہ غافلون اور غسل دیا جاے وہ شخص کہ پایا جاے مقتول شہر یا گانون مین اس جگہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اُسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہی اور اُسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلاً وہ شخص جسکو چورون نے اُسکو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اسمین نہ تو محلہ والون پر قسم ہی نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اُسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہین ہم یعنی قسامت اور دیت اسی صورت مین واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اُنپر ثابت نہین ہو سکتا بھاگ جانے کے باعث سے اسلئے اُنکا مقتول شہید ہوگا **او قتل بحد** او قصاص ای یغسل وکذا لتعزیر او افتراس سبع او جرح **وارتث** وذلک بان **اکل او شرب او نام او تداوی** ولو قلیلاً او آوی خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل ویقدر علی ادائہا او نقل من المعرکۃ وہو یعقل سواء وصل حیاً او مات علی الایدی وکذا لو قام من مکانہ الی مکان آخر بدائع یا قتل کیا جاے حد مین یا قصاص مین یعنے وہ بھی غسل دیا جاے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ اُنکا قتل ہونا ظلم سے نہین یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجاے یا زخمی ہوا اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہی کہ کھاوے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تھوڑی ہی ہون ذرا سا کھایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہ لی یا گذرا اُسپر ایک نماز کا وقت اس حال مین کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان جنگ سے حالت ہوش مین اُٹھایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتھون پر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہ سے اُٹھکر دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدائع ہم خیمہ مین جگہ لینے سے مراد یہ ہی کہ اُسپر خیمہ اُسی جگہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اُٹھکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش کے ساتھ اُٹھائے جانے کی قید اسلیے لگائی کہ بیہوشی مین اُٹھایا جائیگا تو گو دن رات گذر جائے غسل ندیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اُٹھائے جانیکا حکم ایسا ہی ہو جیسا میدان جنگ سے اُٹھایا جانیکا کذا فی الشامی **لا لخوف وطء الخیل** میدان جنگ سے اُٹھایا گیا ہو نہ گھوڑونکے روندنے کی خوف سے یعنے اگر گھوڑون کے تلے پس جانے کے خوف سے اُٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل ندیا جائیگا **او اوصی بامور الدنیا وان بامور الآخرۃ لا تصیر مرتثاً عند محمد وہو الاصح** جوہرہ لانہ من احکام الاموات **او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر** والا فلا یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو ارتثاث شرعی پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سے منتفع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہی کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ وصیت امور اخروی کے باب مین اموات کے احکام سے ہی یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نکیا تو مرتث نہوگا ہم

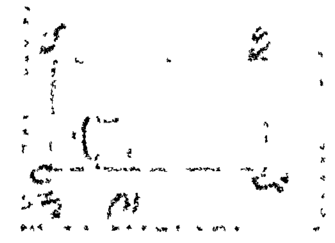
[illegible] ہو یا خسل دیا گیا ہو [illegible] ثابت ہوا ہو [illegible] شہید [illegible] شہادت [illegible]
[illegible] گیا ہو [illegible] بیٹھے ہوئے کے [illegible] تو شہادت کامل نہ ہوگی [illegible]
[illegible] الحمد [illegible] شہادت [illegible] ان سب باتون سے شہادت ناقص ہوتی ہے اس صورت مین [illegible]
[illegible] سے کسی صورت مین شہید کامل ہوگا [illegible] الشہید الکامل [illegible]
شہید الآخرة والذا [illegible] سب صورتون مین شہید کامل ہے اب [illegible] دنیا اور آخرت دونون مین شہید ہو اور شہید آخرت [illegible]
[illegible] شہید آخرت ہو [illegible] اور شل [illegible] مقتول جو ظلم سے مارا جاوے اور [illegible] واجب ہو بھی شہید آخرت [illegible]
[illegible] شہید کامل کی جو مذکور ہوئی [illegible] سوم [illegible] جیسے [illegible] قتل ہونا [illegible] اجارہ [illegible]
[illegible] ہونے کے [illegible] اور شہید دنیا [illegible] کہ غسل نہ دیا جاوے [illegible] اس صورت مین کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا [illegible]
[illegible] شہید آخرت سے [illegible] کہ جو ثواب شہدا کے لیے [illegible] وہ اسکو حاصل ہوگا کذا فی الفردوس [illegible] والغریق والحریق
والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب [illegible] ومن مات وہو طالب للعلم [illegible] الشہید [illegible]
واللہ تعالی اعلم اور شہید آخرت وہ جو شخص [illegible] دشمن کا قصد کرے اور ہتھیار اپنے ہی مارے اور پانی مین ڈوبا ہوا اور جلکر مرگیا ہو اور سفر مین مرگیا ہو اور جسپر مکان
گر گیا ہو اور پیٹ کی بیماری یعنی دستون یا استسقا سے مرگیا ہو اور [illegible] شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا مین اپنے شہر مین صابر بہ نیت حصول ثواب
ٹھہرا رہے وہ اگر اس مرض مین کسی اور مرض سے مرجاوے تو وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس مین اور جو شخص جمعہ
کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اس حال مین مرے کہ علم کا طالب ہو یعنی علم مین مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو یا
سنتا ہو اور شہدا آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس کے شمار کیا ہو واللہ اعلم اور جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت مین ان کو اسطرح بیان کیا ہے
پیٹ کی بیماری والا غریق دبکر مرنے والا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ یعنی پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجاوے آگ سے جلا ہوا سفر مین مرنے والا [illegible]
اپنے گھر والون کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے مین مرنے والا ظلم سے مرنے والا عشق مین مرنے والا جسکو [illegible] اور بدشیرگی کے مارا
ہو جس شخص کے گلے مین پانی وغیرہ کا پھندا لگ کر اچھو ہوا ہو جسکو درندے نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی ہوا ہو یا بادشاہ کے خوف سے
چھپا پھرتا ہو اور مرگیا ہو اور جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب مین مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سچ بولتا ہو جو شخص اپنے
فرزند اور ملوکون مین اللہ تعالی کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے انکو کھلاتا ہو جسکو جہاز مین متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرے
جو شخص ہر روز پچیس بار یہ کہا کرے اللہم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھتا اور ہر مہینہ مین تین روزے رکھے اور وتر کو
کبھی سفر مین نہ مقام مین جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت مین چالیس بار کہے لا الہ الا انت سبحانک
انی کنت من الظالمین کذا فی الحاشیۃ اور شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علما نے اور زیادہ کیے ہین جو جلکر مرجاوے جو گھوڑے سے گر کر مرجاوے جو رباط کرے
جو ہر شب سورہ یس پڑھے جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے جو باطہارت سووے اور مرجاوے جو شخص مکہ یا مدینہ کے [illegible]
جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ مین قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانون کے کسی شہر مین
غلہ لیجاوے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتین سورہ حشر کے آخر کی
پڑھے اور اس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث مین آیا اور جو اسباب شامی مین [illegible]

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

یہ باب ہو کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت مین فے الباب زیادۃ علے الترجمۃ وہو حسن اس باب مین مضمون بہ نسبت عنوان کے زیادہ ہی یعنے عنوان مین صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہی اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہی اور یہ اچھی بات ہی کہ عنوان سے زاید بیان کیا جاے اور معیوب یہ ہی کہ جس بات کا ذکر عنوان مین ہو اُسکا حال نہ بیان کیا جاے **یصح فرض ونفل فیہا وفوقہا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ہی العرصۃ والہواء الی عنان السماء** درست ہی فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہو اسلیے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہی آسمان کی سطح تک ہم امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہین اسلیے کہ جب ایک طرفکو منھ کریگا دوسری جانب کو پشت ہو گی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہی اور ہماری دلیل یہ ہی کہ واجب یہ ہی کہ کعبہ کے ایک جزو معین کیطرف منھ کیا جاوے اور یہ بات جس جزو کیطرف منھ کرکے نماز شروع کریگا حاصل ہو جائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا اُسکے غیر کیطرف پشت کرنا مفسد نماز نہو گا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہین بلکہ خالی جگہ اور اُسکے اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہی کذا فی الشامی **وان کرہ الثانی للنہی وترک التعظیم** اگرچہ مکروہ ہی دوسری صورت یعنے نماز پڑھنا اوپر خانہ کعبہ کے لسبب ممانعت کے اور بسبب نہونے تعظیم کے شرح ملتقی مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اول اونٹون کے بیٹھنے کی جگہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے کی جگہ چہارم شارع عام پنجم کمیلہ یعنے جانورون کے ذبح کرنے کی جگہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر **منفردا او بجماعۃ وان وصلیہ اختلفت وجوہہم فی التوجہ الی الکعبۃ الا اذا جعل قفاہ الی وجہ امامہ فلا یصح اقتداؤہ لتقدمہ علیہ** صحیح ہی نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کیطرف منھ کرنے مین جماعت والونکے منھ جدا طرفکو ہون مگر جبکہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اُسکا اقتدا درست نہو گا بسبب آگے بڑھجانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت مین کہ مقتدی کی پشت امام کیطرف ہی تو دونوں کا منھ ایک ہی طرف اور مقتدی کعبہ سے قریب ہی شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہی شرطیہ نہین **ویکرہ جعل وجہہ لوجہہ بلا حائل ولو بجنبہ لم یکرہ فہی اربع** اور مکروہ ہی کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلیے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہی اور اگر امام کے پہلو کیطرف منھ کریگا تو مکروہ نہو گا تو یہ چار صورتین ہوئین ہم یعنے صورت اول یہ ہی کہ مقتدی کا منھ امام کے منھ کیطرف ہو یہ صورت مکروہ ہی دوم یہ کہ مقتدی کا منھ امام کے پہلو کیطرف ہو یہ بدون کراہت جائز ہی سوم یہ کہ مقتدیکا منھ امام کی پشت کیجانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہی چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منھ کیطرف ہو یہ صورت ناجائز ہی کذا فی الطحطاوی **وصح لو تحلقوا حولہا ولو کان بعضہم اقرب الیہا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لتاخرہ حکما** اور درست ہی نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور کعبہ سے قریب شخصونکی نماز اسلیے درست ہی کہ وہ حکماً امام سے پیچھے ہین ہم یہان سے حکم کعبہ کے باہر یعنے مسجد الحرام مین پڑھنے کا ذکر ہی کہ جماعت اُسمین گرد کعبہ کے حلقہ کیصورت درست ہی کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آجتک اسی طرح نماز ہوتی آئی ہی پھر اس حلقہ کی جماعت مین سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر شخص مذکور اُسی طرف ہی جسطرف امام ہی تو اُسکی نماز نہو گی کیونکہ اس صورت مین وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہو گا اسلیے اُسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سے قریب ہو گیا ہی تو اقتدا درست ہی اسلیے کہ آگے بڑھنا امام سے اُسوقت ہوتا ہی کہ دونوں کی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہوا اسیوجہ سے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی **ولو وقف مسامتا لرکن فی جانب الامام وکان اقرب لم ارہ وینبغی الفساد احتیاطا لترجیح الامام وھذہ صورتہ**



اور اگر کوئی مقتدی اُس کونے کی سیدھ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہی اور کعبہ سے بہ نسبت امام کے زیادہ قریب ہی تو مین نے اس مسئلے کا حکم نہین دیکھا اور احتیاط کی روسے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہی بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہی ہم اس مسئلے کے سمجھانے کے لیے ہم صورت مذکورۂ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہین فرض کرو کہ ش ع ی ح خانہ کعبہ ہی اور رکن حجر گوشہ ح ہی اور فرض کرو



اور جو دونوں جانب کے مقتدی امام سے قریب ہیں اور وہ مقتدی جو امام کی جہت میں ہے اس کی نماز درست نہیں چونکہ وہ شخص
جو مقتدی کی جہت میں ہے تو مقتدی کی جہت امام سے قریب ہے اور اگر شخص دونوں جانب ہیں لیکن امام کی جہت
سے قریب ہو جائیگا تو اسکی نماز درست ہوگی اسلیئے کہ وہ جانب جو کی ہی اسکی جہت ہے اگرچہ کہ
یہ جانب امام ہی ہو احتیاطاً اسمین ہے کہ اس جہت کی مقتدی کی جہت جدا ہی جائے تو مقتدی کی کعبہ
سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کی صورت میں اپنے امام سے آگے بڑھ گیا اور مقتدیوں کا بیٹھنا ایسی صورت میں ہے کہ امام کی طرف کے مقتدی مقام
مقتدیوں میں جو امام کی نسبت کعبہ سے دور ہیں اور باقی مقتدی میں کعبہ سے قریب ہیں و کذا الواقف و امن خارجہا و امام فیہا والباب مفتوح
لانہ کقیامہ فی المحراب اور اسیطرح درست ہے اگر مقتدی کعبہ کے باہر ہے اور امام اندر ہو کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اسلیئے کہ امام کا
کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہے جیسا محراب میں کھڑا ہونا اور امام کا کعبہ کے اندر ہونا امام ہو اس سے کہ مقتدیوں میں سے کوئی اسکے ساتھ ہو یا نہیں اور یہ اقتدا اگر درست ہے
مگر کراہت کے ساتھ اسلیئے کہ امام کا قد آدم اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید اسلیئے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی معلوم
کرلیں پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی تکبیر امام کے اللہ اکبر کی آواز پہونچاتا جائے تو اقتدا جائز ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم

کتاب الزکوٰۃ

یہ کتاب ہے احکام زکوٰۃ کے بیان میں قرنہا بالصلوٰۃ فی اثنین وثمانین موضعا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ
قبل فرض رمضان متصل بیان کر نماز زکوٰۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف میں دلیل ہے دونوں میں کمال کے درجے کے اتصال کی اور زکوٰۃ دوسرے
برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر یہ بیان مناسبت کا شارح نے کر دیا کہ ہر چند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہیں دونوں ایک جگہ ہونی
چاہیئیں مگر چونکہ نماز زکوٰۃ میں اتصال شدت سے ہے اسوجہ سے زکوٰۃ کو روزے پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہ بتبعیت صاحب النہر الفائق اور
بحرالرائق کے لکھدیا جنہوں نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ شمار غلط ہے صحیح یہ ہے کہ ۳۲ جگہ ایک ساتھ دونوں کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے
ہمارے استادوں نے اسکو شمار کیا ہے ولا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوٰۃ واجب نہیں انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق مفتی ابوالسعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر
زکوٰۃ واجب نہونے کی یہ لکھی ہے کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اسکو صرف کرواتے تھے اور ہمیشہ صرف کرنے سے
اسکو روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوٰۃ طہارت ہے اس شخص کے حق میں جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں کذا فی الطحطاوی بحی الغمر

الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوٰۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم

مضمرات خلافا للثانی بزازیہ زکوٰۃ لغت میں پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہیں اور شرعاً مالک کرنا ہے فقیر کو اس حصہ مالی کا جسکو شارع نے معین کیا ہے
شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کر دینا نکلگیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادائے زکوٰۃ کوئی شخص کھانا کھلا دیوے تو کافی نہوگا بسبب نہونے
تملیک کے مگر جبکہ کھانے کی چیز یتیم کو دیدے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہے ادائے زکوٰۃ کے لیئے اگر کپڑا پہنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو لینا
نہ پھینکتا ہو لیکن جبکہ حکم ہو کہ اس شخص پر یتیموں کے نفقہ کا حکم ہو گیا ہو اب انکو کپڑا پہنانا ادائے زکوٰۃ میں کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے
کذا فی البزازیہ سمجھ چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونوں سے متعلق ہے اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہے کہ مثلاً قاضی نے یتیموں کا نفقہ کسی ایسے آدمی
شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوٰۃ میں شمار کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی اسلیئے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہے پس ایک واجب سے دوسرا
واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتہم میں مناسب نہیں ضمیر مفرد چاہیے اسلیئے کہ اسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اباحت

سے بھی اداے زکوٰۃ درست ہی کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہی کہ اباحت سے چیز اُسکی ملک مین نہین آتی صرف مباح ہو جاتا ہی یہ نہین کہ اُسمین جو تصرف چاہے وہ کرسکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہی مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اُسکو اختیار اسکے کھا لینے کا ہی نہ اور تصرف کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھائے چاہے دوسرے کو دیدے یا بیچ ڈالے جزر مال خرج المنفعة فلو اسکن فقیرا داره سنة ناویا لایجزیه عینه الشارع وھو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلة والفطرة زکوٰۃ مالک کرنا ہی مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اُسکو ٹھہرا دیا ہی اور وہ چالیسوان حصہ اُس مال نقد کا ہی جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنے وہ زکوٰۃ مین محسوب نہین ہو سکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر مین ایک سال بہ نیت اداے زکوٰۃ رکھا تو کافی نہوگا کیونکہ اُسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اُسکے باب مین کچھ تعین ہی نہین اور صدقہ فطر بھی نکلگیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ جو چالیسوان حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوٰۃ جانورون اور غلہ کی بھی اسمین شامل ہی کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہی من مسلم فقیر ولو معتوها غیر هاشمی ولا مولاه ای معتقه هذا معنی قول الکنز تملیک المال اے المعهود اخراجه شرعا مالک کرنا ہی مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اُنکے مولی یعنے آزاد کیے ہوے غلام کو اور یہی ہی مراد کنز کے قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہی ہم مصنف نے زکوٰۃ کی تعریف مین تملیک جزر مال عینه الشارع کہا ہی اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہی تو شارح کہتا ہی کہ مآل دونون تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز مین المال سے مال معہود مراد ہی اور الف لام عہد کا ہی یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہی مع قطع المنفعة عن الملک من کل وجه فلا یدفع لاصله وفرعه مالک کرنا ہی اسطرح کہ منفعت مالک کی جو اسکے دینے والا ہی ہر وجہ سے منقطع ہو جاوے اس سے یہ نکلا کہ زکوٰۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ انکو دینے مین من وجہ اسکی منفعت باقی ہی لله تعالی بیان لاشتراط النیة مالک کرنا ہو خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہی نیت مشروط ہونیکا یعنی جب یہ کہا کہ فقیر کو دینا خدا تعالی کی امر کی بجا آوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ مین نیت شرط ہی جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہی بالاجماع کذا فی البحر شرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحریة والعلم به ولو حکما الکونه فی دارنا اور زکوٰۃ کے فرض ہونیکی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہی اگرچہ فرض ہونیکا علم حکم کی رو سے ہو جیسے مالدار کا دار الاسلام مین ہونا کہ یہان بے علمی عذر نہین ہو سکتی ہان اگر کوئی کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اُسکو زکوٰۃ کا حال معلوم نہوا تو اُسپر زکوٰۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے مین اتنی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوٰۃ نہین وسببها اے سبب افتراضها ملک نصاب حولی نسبة للحول لحولانه علیه تام بالرفع صفة ملک خرج مال المکاتب اور سبب اُسکا یعنے زکوٰۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہی شارح نے کہا کہ حولی نسبت ہی حول کیطرف یعنی سال اور اُس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اُسپر سال گذر جاتا ہی اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہی ملک کی اس قید سے مکاتب کا مال نکلگیا کہ اُسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسیوجہ سے اُسکے مال پر زکوٰۃ نہین ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا فی الشامی اقول انه خرج باشتراط الحریة علے ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہی حریت کی شرط ہونے سے علاوہ اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہی کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہی شامی نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہی کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہی جو جامع و مانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاسے اور تام کی قید نہ لگائی جاسے تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہی کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ توجیہ

ف: نصاب لغت مین اصل کو کہتے ہین اور شریعت مین اُس مال کو کہتے ہین جس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہو ۱۲ منہ کیونکہ مال نام خاص ہی معین سکے لیے یعنی اُن چیزون کو مال کہتے ہین جنکو حاجت کے لیے رکھ چھوڑتے ہین ۱۲

اگر چیزیں خرید کر اُنکو بیچ ڈالا ہو تو انکا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس صورت میں بسبب خبث مغصوب کے مخلوط ہونے کے اُن سب کا تصدق واجب ہے اور جب سب کا تصدق واجب ہوا تو زکوٰۃ اسپر کیونکر واجب ہوگی جبکہ وہ مال بسبب خبث کے جیسے تصدق ہوئی چیز کو جیسے مال ہوتا ہے ایسا ہی یہ مال ہوا اور مالک ہونا اسکا بسبب خلط کے ہے کیونکہ اگر دے انکو بعینہٖ مال مغصوب کی قیمت اسکے ذمہ مال ہوا۔ یہ صورت مسئلہ کی ہے کہ ایک شخص نے لیا مال جیسے اپنے مال میں ملا لیا کہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے تو امام صاحب کے نزدیک اسکا مالک ہو جاتا ہے اسکا تاوان دینا ہوگا جیسے اسکو تلف کر ڈالا ہو اور اس شخص پر تاوان لازم ہوا تو اس سب مال کی زکوٰۃ اسکے ذمہ نہیں ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبث ہے وہ مال مغصوب کا مالک ہو گیا ہے مگر سب کی زکوٰۃ دینے میں یہ شرط ہے کہ اسکے پاس مال مخلوط کے سوا اتنا مال ہو کہ اس سے تاوان ادا کر سکے۔ اگر وہ مال اسکے مال میں غیر متمیز ملا ہو اسلئے اسپر مغصوب مال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور جبکہ تاوان ادا کر دیا یا تلف کر ڈالنے کے بعد اسکو دینا ہو تو اس سے الگ حاجت ہوگی اور زکوٰۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی **فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد** سواء کان لله

کزکوٰۃ وخراج او للعبد ولو کفالۃ او موجلا ولو صداق زوجتہ الموجل للفراق او نفقۃ لزمتہ بقضاء او رضاء بخلاف دین نذر وکفارۃ وحج لعدم المطالب سبب وجوب زکوٰۃ ملکیت نصاب کی شرط یہ ہے کہ اتنا قرض نہ ہو جسکا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو برابر ہے کہ قرض حکم خدا تعالیٰ کا ہو جیسے زکوٰۃ اور خراج کا قرض یا بندوں کا قرض ہو اگرچہ وہ کفالت ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ مہر اپنی زوجہ کا ہو جو کسی مدت یا وقت فراق پر ہو یا قرض نفقہ کا ہو کہ اسپر قاضی کے حکم یا رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ اور حج کے اسلئے کہ ان قرضوں کا طلب کرنے والا کوئی بندہ نہیں ہے اگرچہ امام وقت ان کا مطالبہ کرے حضرت عثمان غنی کے وقت تک زکوٰۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے تقدیر کی زکوٰۃ مالکوں کے سپرد کر دیا تاکہ تحقیقات کرنے والے لوگ مالکوں کی طرف سے زکوٰۃ لینے کا اپنے مال سے دلیل ہو گیا اور قرض زکوٰۃ سے زکوٰۃ کے واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہے اور اسپر دو برس گذر گئے تو اسپر دوسرے برس کی زکوٰۃ واجب نہوگی اسلئے کہ پہلے برس کی زکوٰۃ اسکے ذمہ قرض ہے اسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہو جائیگی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض لئے اور دس آدمی اسکے کفیل ہوئے اور ان سبکے پاس ہزار ہزار روپئے ہیں تو ان میں سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں اسلئے کہ قرض دینے والے کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اپنا قرض لے سکتا ہے اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوٰۃ نہیں کیونکہ عادت یہ ہے کہ اسکو کوئی مانگتا نہیں اور قہستانی میں اسی کو صحیح کہا ہے لیکن **الطحطاوی** تو شارح کا قول مہر موجل کے باب میں ضعیف ہے شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہے اور بالفتح نصب کے ساتھ حال ہے کفالت پر دلالت کرتا ہے

وجوب عشر وخراج وکفارات اور قرض مانع نہیں ہیں وجوب زکوٰۃ اور خراج اور کفارات کے واجب ہونے کا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو زمین کی پیداوار سے دسواں یا خراج اسکے ذمہ واجب ہوگا یا کفارہ کسی قصور کا اسپر واجب ہو کیونکہ عشر و خراج متعلق پیداوار سے ہیں جو شے پیدا ہو تا رہتا ہے اور کفارہ متعلق ذمہ سے ہے اسمیں مفلس اور تونگر برابر ہیں اتنا فرق ہے کہ مفلس کو مہلت دستیابی تک دیجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مرتبہ سے متعلق تھا

شارح نے بڑھا دیا ہے **وفارغ عن حاجته الاصلیة لان المشغول بها کالمعدوم وفسره ابن ملک بما یدفع عنه الهلاک تحقیقا او تقدیرا** اور یہ اور نصاب مذکور فارغ ہو اُس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتوں میں لگا ہوا ہو وہ نہونے کے برابر ہے اور حاجت اصلی کی تفسیر ابن ملک نے یوں بیان کیا ہے کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاکت دفع کرے حقیقت میں جیسے اسکے کپڑے ہیں یا ہلاکت تقدیری دفع کرے جیسے دین حاجت اصلی کی چیزیں یہ ہیں خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ وروں کے اوزار سامان خانہ داری سواری اہل علم کے حق میں کتابیں اور قرض کہ ہلاک تقدیری اسلئے کہا کہ اسکی فکر میں آدمی شب و روز گھٹتا ہے اور اسکو قرض ادا کرنا ہے اور دینا ادا

قرضخوا ہون کے ہاتھ سے ذلت اُٹھاتا ہو کذا فی الشامی نام ولو تقدیرا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیراً بڑھے
اسطرح کہ مالک اسکے بڑھانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو مال زکوٰۃ دو طرح ہو ایک خلقی یعنے جسکی پیدائش دفع حاجت کیلیے
ہو وہ تو چاندی اور سونا ہو تو ان دونوںمین زکوٰۃ واجب ہوتی ہو خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوٰۃ کی لیاقت پیدا
کرتا ہو اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہو ایک حقیقی تجارت اور جانورون کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنے تجارت
وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علی سببہ بقولہ فلا زکوٰۃ علی مکاتب
لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ للتجارۃ قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع
کی کہ زکوٰۃ نہین مکاتب[ف] پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہو وہ مکاتب کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اسمین حق
اسکے آقا کا لگا ہوا ہو جبتک مال کتابت اسکے ذمہ ہو اور نہ اس غلام کی کمائی مین زکوٰۃ ہو جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہو بشرطیکہ مال غلام کے
قبضے مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز مین زکوٰۃ ہو مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنے اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسون تک رہن رکھا تو بعد
چھڑانے کے اسکی زکوٰۃ زمانہ رہن کی اسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اسکی زکوٰۃ ہو کیونکہ اسکی ملک نہین اور نہین زکوٰۃ
اس مال مین کہ اسکو تجارت کے لیے خرید ا ہو بیشتر اسکے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلا قبضہ کیا تو ان برس
کی زکوٰۃ مشتری پر نہوگی ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اور نہین زکوٰۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اسکے قرض کے پس زکوٰۃ دے
زائد قرض کی اگر وہ نصاب زکوٰۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اسکے پاس مال زکوٰۃ دو سو روپیہ کا ہو تو سو کی زکوٰۃ دے
کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین اور اگر کم بچین یا کچھ نہ بچے تو زکوٰۃ نہین مثلاً ۲۰۱ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ
کے سو دیکر ۱۰۱ بچینگے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری صورت مین کچھ نہ بچیگا تو ان دونون صورتون مین زکوٰۃ اسپر نہین وعروض الدین کالہلاک
عند محمد ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا ہوجانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہو امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہو اسکو بحرالرائق
مین صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوٰۃ ہو آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہوگئے اور سال پورا
ہونے کے بعد پھر دو سو ہوگئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سر سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوٰۃ اسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع
زکوٰۃ نہین اس سال کی بھی زکوٰۃ اسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہوجاوے تو اس سے زکوٰۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی
الطحطاوی ولو لہ نصب صرف الدین لایسرہا قضاء ولو اجناسا صرف لاقلہا زکوٰۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالونکی نصابین
ہون تو قرض اس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے اداے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اس نصاب
مین لگایا جائیگا جسکی زکوٰۃ کمتر ہو اور اگر زکوٰۃ مین جنسین برابر ہون مثلاً چالیس بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونون کی زکوٰۃ ایک بکری ہو تو مالدار کو اختیار
دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین رکھکر باقی جنس کی زکوٰۃ دے عم کئی نصابون کی مثال یہ ہو کہ ایک شخص کے پاس روپے اشرفیان بھی بقدر نصاب
ہین اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسونکی مثال
یہ ہو کہ مثلاً جانورون کی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائین نہونگی
کیونکہ ۳۰ گایونکی زکوٰۃ ایک برس کا بچھڑا ہو اور بکریون اور اونٹونکی زکوٰۃ ایک بکری جو کم قیمت ہو بچھڑے سے اور یہ صورت اسوقت ہو کہ صدقہ لینے والا موجود ہو
ورنہ صاحب مال کو اختیار ہو چاہے دین کو مویشی کیطرف لگا کر روپیون اشرفیون کی زکوٰۃ دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن

[ف] مکاتب وہ غلام جسکو آقا نے کہا ہو کہ اتنا روپیہ کما دے تو تو آزاد ہے ۱۲

الحوائج الاصلیۃ جیسے اہل حرفت کے آلات اور آلات المنزل و دور السکنی وغیرہ اور نہیں زکوۃ واجب ہے ان چیزوں میں جو حاجت اصلیہ میں
داخل ہیں اور نہیں زکوۃ ہے گھر کے اسباب اور پہننے کے کپڑوں اور اسکے مثل پہننے کے جوتوں اور سواریوں میں جبکہ ہو
وکذا کتب العلم ان کان من اہلہا والا نصابا الا ان تکون للتجارۃ ولو لغیر اہلہا نقد و مدنیت
اور اسیطرح زکوۃ نہیں ہے کتابوں میں اگرچہ ہوں اسکے پاس جو انکے اہل ہوں یعنی علم ہو اس شخص کے پاس ہوں تب بھی نہیں
اگر تجارت کی نیت نہیں ہو ان میں اور جو اہل نہیں ہے اسکو زکوۃ لینا جائز ہے اگرچہ کتابیں کئی نصاب کے برابر ہوں جیسے کتابیں فقہ کی تو زکوۃ ہوگی
جبکہ انکے پاس کتابیں بقدر نصاب ہوں تو اسکو زکوۃ کا لینا جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی اگر ہوں کتابیں فقہ و حدیث و تفسیر کے
سوا بقدر نصاب انکے ہونے سے عالم کو بھی زکوۃ کا لینا درست نہیں پایا کہ کتابیں علوم دینی کی ہوں مگر وہ دو نسخوں سے زیادہ ہوں
تب بھی زکوۃ لینا درست ہیں یہی قول مختار ہے طحطاوی نے کہا کہ دو نسخوں سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہے زکوۃ کے نہ لینے میں
تب بھی زکوۃ لینی درست ہوگی اور فی القنیہ اور نہر الفائق میں اسکو مختار کہا ہے وکذا آلات المحترفین الا ما یبقی اثر عینہ کالعصفر
لدبغ الجلد ففیہ الزکوۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون یساوی نصبا وان حال الحول اور اسیطرح زکوۃ نہیں حرفہ والوں کے آلات میں مگر جس کا اثر باقی رہے
جیسے کسم کھال رنگنے کے لیے تو اس میں زکوۃ ہے بخلاف اس چیز کے کہ باقی نہ رہے جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اسپر برس گذر جاوے کہ زکوۃ
نہ ہوگی حرفہ والوں کے آلات دو قسم ہیں ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود رہیں جیسے بسولا اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نہ رہیں اور اس قسم کی دو
نوع ہیں ایک وہ کہ انکا اثر موجود رہتا ہے جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے میں اور کسم و تیل کھال رنگنے میں دوسرے وہ کہ اسکا اثر نہ رہے جیسے صابن تو پہلی قسم
کے آلات میں زکوۃ نہیں اور دوسری کی پہلی نوع میں یعنی کسم وغیرہ میں زکوۃ ہے اور دوسری نوع میں نہیں اور بعض نسخوں میں عفص کی جگہ عصفر ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ
عصفر کسم کو کہتے ہیں جو کپڑا رنگنے میں کام آتا ہے نہ کھال رنگنے میں قال الشامی و فی الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد
اشباہ میں ہے کہ عالم اپنی حاجت کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا یعنی اسپر زکوۃ واجب نہیں ہوتی اور زکوۃ کا لینا درست ہے مگر بندوں کے قرض میں مالدار
مشہور ہوگا کہ اسکا قرض ادا کرنے کے لیے اسکی کتابیں فروخت کیجاینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ بعدہا ومغصوب لا بینۃ
علیہ فلو لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور نہیں ہے زکوۃ گم شدہ مال میں جسکو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام
گذشتہ کی زکوۃ واجب نہ ہوگی اور نہ اس مال میں جو دریا میں گرا اور بعد کئی برسوں کے نکالا اور نہ اس مال میں جو کسی نے چھین لیا اور اسپر گواہ نہیں ہیں
اگر اسکے گواہ ہوں تو ایام گذشتہ کی زکوۃ واجب ہوگی جو چھینے میں آئے مال سے مگر سائمہ جانوروں کے غصب میں کہ زکوۃ واجب نہ ہوگی اگرچہ چھیننے والا
غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ میں ہے سائمہ ان جانوروں کو کہتے ہیں جنکو اکثر ایام سال میں باہر جنگل میں چرا کے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے
رکھیں چونکہ بعد غصب ہونے کے اسکو حاصل نہ ہوگا اسلیے ان ایام کی زکوۃ اسکو دینی نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ بعد الحول
وعند غیر معارف اور نہیں زکوۃ اس مال میں جو جنگل میں مدفون ہوا اور دفن کی جگہ بھول گیا ہو پھر اسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہیں اتفاق سے مال مل گیا اور نہیں
اس امانت میں زکوۃ نہیں جو امانت لوگوں کے پاس ہو کیونکہ اس صورت میں نسیان کا غالب ہے اور اگر مال جان پہچان والوں کے پاس امانت ہو تو زکوۃ واجب
ہوگی بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ میں مدفون ہو کہ اسپر زکوۃ واجب ہے کذا فی الطحطاوی خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا گھر
وجہ وجوب یہ ہے کہ سب گھر کھود کر مال نکل سکتا ہے لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اسمیں دفن کیا ہوا مال ایسا ہے جیسا جنگل میں واختلف فی المدفون فی ارض مملوکۃ
اور خلاف ہے اس مال کی زکوۃ میں جو کسی زمین مملوکہ میں دفن ہو بعض اسپر زکوۃ واجب بتاتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہے

اور یہ واجب نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سب زمین کا کھودنا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہیں کذا فی الطحطاوی ودین کان جحدہ المدیون سنین ولا بینۃ له
علیہ ثم صارت لہ بان اقر بعد سنین عند قوم وقیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلفہ علیہ عند القاضی اما قبلہ فتجب لما مضی اور نہیں زکوٰۃ اس قرض میں
جسکا قرضدار نے برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اسپر گواہ نہ تھے پھر اسکے پاس گواہ ہوگئے اسطرح کہ قرضدار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے
قرض کا اقرار کر دیا اور زکوٰۃ کے واجب نہونے کو مقید کیا ہے خانیہ کے باب المصرف میں اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لیگئی ہو قاضی کے محکمے میں اس
سے پہلے کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کر دیگا تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ بعد سنین لعدم النمو
اور نہیں زکوٰۃ اس مال میں کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جاوے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے حموی طحطاوی نے کہا
کہ لعدم النمو علت ہے مال مفقود سے لیکر مال مصادرۃ تک کی یعنے ان مالوں میں وجہ زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ ہے کہ مالک کسیطرح بڑھا نہیں سکتا
والاصل فیہ حدیث علی لا زکوٰۃ فی مال الضمار وہو ما لا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوٰۃ کے نہونے میں حدیث حضرت
علی رضی اللہ عنہ ہے کہ زکوٰۃ نہیں مال ضمار میں اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اس سے فائدہ لینا اسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او علی
معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوٰۃ وہو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاض
سیجئ ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر
توانگر نادہند پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیے پر یعنے جسکے مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہوچکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اسپر گواہ ہوں یا اس قرض کو قاضی
جانتا ہو پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک میں پہونچے تو اسپر گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہے کہ منکر پر قرض
ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک اور دوسرے لوگوں نے کیونکہ گواہ بعض وقت مقبول
نہیں ہوتے تو انکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ میں حکم کر دیگا تو اسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کا
تفصیل ہم مال کی زکوٰۃ کے بیان میں عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہے قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اسپر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی وسبب لزوم
ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالی آتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہے کہ زکوٰۃ دو
یعنی جو آیت میں خطاب مکلفون پر بصیغہ امر دینے کے لیے ہے تو ادا کرنا اسکا لازم ہے شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہے اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا
وہ مجازی تھا وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وہو فی ملکہ وثمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوٰۃ
کیفما امسکہما ولو للنفقۃ او السوم بقیدہا الآتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اسکی یعنے اداے زکوٰۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہے اسطرح کہ مال
مالک کی ملک میں رہے اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوٰۃ میں جیسے روپے اشرفیاں ہیں بسبب متعین ہونے ان دونوں کے تجارت کے لیے اصل پیدائش میں
تو لازم ہوگی ان دونوں پر زکوٰۃ جسطرح انکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیاں رکھ چھوڑے یا جنگل میں چرنا قید آیندہ کے ساتھ یعنی جانوروں کی
زکوٰۃ کے ادا میں جیسے برس کا گذرنا شرط ہے ویسے ہی جنگل میں چرنا بھی شرط ہے یا شرط ہے نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب میں ہم پہلے جو شرطیں عقل وغیرہ کی
مذکور ہوئیں وہ صاحب مال میں تھیں اور یہ شرطیں خود مال کی ہیں مگر کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ میں برس کا گذرنا شرط نہیں کذا فی الشامی اما صریحا او دلالۃ
من مقارنتہا لعقد التجارۃ کما سیجئ او دلالۃ بان یشتری عینا بعرض التجارۃ او یؤجر دارہ التی للتجارۃ بعرض فتصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب میں نیت
تجارت یا صراحۃ ہو اور ضرور ہو متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کیوقت نیت کر لے کہ جو چیز میری ملک میں آتی ہے وہ
تجارت کی ہے تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کر لے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہے یا نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول لے

[illegible]

[illegible] نیت [illegible]

[illegible] مال زکوۃ [illegible]

[illegible] تجارت کے [illegible] ضرورت [illegible] نیت [illegible]

شخص کی ملک میں چیز کے [illegible] نیت [illegible] المحتار [illegible]

اصل نیت تجارت کی اس پیداوار میں [illegible] زمین عشری [illegible] یا اُن میں مالک مع ہو [illegible]

یا اس میں بھی [illegible] کرایہ اور [illegible] نیت درست [illegible] زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور [illegible]

کرایہ دار اور مانگنے والے سے ہوتی ہے اسلیے اگر پیداوار میں زکوۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہوجائینگے اور اگر زمین خراجی ہو تو [illegible]

ہو تو اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار میں کریگا تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت میں دو حق جمع ہونگے خراج اور [illegible]

زکوۃ دوسرے ہر کذا فی الطحطاوی وشرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم

بید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا لذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان المعتبر نیۃ الامر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارۃ

ثم نواہ عن الزکوۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادائے زکوۃ کی شرط وہ نیت ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلا زکوۃ

دی پھر نیت کی اُس وقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہے یا ایک شخص کو اپنے زکوۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور نے روپیہ دینے کے وقت نیت

زکوۃ کی کر لی پھر وکیل نے بلانیت مستحقوں کو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیروں کو دیدے تو درست ہے اسلیے کہ نیت

حکم کرنے والے کی ہے اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کی عوض ہے پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسی کو دے نیت

کر لی کہ زکوۃ کی طرف سے ہے تو درست ہے ہم نے اگرچہ وکیل دینے کے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو نیت موکل اسکے دینے سے

پیشتر نیت کر لیگا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی میں کافر کی نیابت جائز ہے بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہے

عبادت بدنی اور مالی سے اسمیں کافر کو وکیل کرنا درست نہیں کذا فی الشامی ولو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل

نے اپنے موکلوں کی زکوتیں باہم خلط کر دیں تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیروں کو دیدالیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنیوالا ہوگا

موکلوں کی طرف سے زکوۃ ادا نہوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل مذکور کو فقیروں نے مال زکوۃ لینے کو اپنی طرف سے وکیل کیا ہو ضمان وکیل

اس صورت میں ہے کہ مالکوں نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃ یا دلالۃ اذن ہو اسطرح کہ مالکوں کو معلوم ہو اور وکیل نے

تعرض نکیا تو اس صورت میں خلط جائز ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل

کو جائز ہے کہ زکوۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہیں جائز ہے کہ لیا خود اپنے لیے مگر جس صورت میں کہ مالک نے کہدیا ہو کہ

صرف کرنا زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اس صورت میں اگر وکیل مصرف زکوۃ ہو اور اپنے لیے رکھ لے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں کذا فی [illegible]

ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزأ ان کان علے نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپیے زکوۃ میں دیئے تو کافی

ہے بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیوں میں سے انکے لے لونگا اور موکل کے روپیہ بھی اُسکے پاس موجود ہوں تو اگر موکل کے روپیہ

اُسکے پاس اُٹھ گئے ہوں یا اُسنے نیت اپنے روپیوں کا عوض لینے کی نہ کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہ ہوگا کذا فی الشامی

او مقارنة بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العہدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت اداے زکوٰۃ متصل ہو زکوٰۃ واجب کے علیحدہ کرنے
سے خواہ کل واجب کے علیحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہوگا زکوٰۃ کو علیحدہ کر دینے سے بلکہ فقیرون کو دینے کی جہت سے
ذمہ پاک ہوگا م یعنے اگر زکوٰۃ کا مال جو علیحدہ کیا تھا ضائع ہوجائیگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی او تصدق بکلہ الا اذا نوی نذرا او واجبا آخر فیصح ویضمن
الزکوٰۃ یا اداے زکوٰۃ کی صحت کے لیے شرط ہی کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت مین کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے
واجب کی تو یہ خیرات اُسکی نیت کے موافق درست ہوجائیگی، اور زکوٰۃ کا ضمان دے حم طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا اگر مال کو
بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کر دیگا تب بھی زکوٰۃ ساقط نہوگی جیسے نذر مین اُٹھا ڈالنے سے ساقط نہین ہوتی ولو تصدق ببعضہ لا تسقط
حصتہ عند الثانی خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوے کی زکوٰۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام
محمد رح کے کہ اُنکے نزدیک ساقط ہوجائیگی اور امام ابو حنیفہ اُس مسئلہ مین امام محمد رح کے ساتھ ہین تو یہی راجح معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی واطلقہ
فیعم العین والدین حتے لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وتسقط عنہ اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہی موجود چیز اور دوسرے کے ذمہ دین کو یہانتک
کہ اگر فقیر کو بری کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوٰۃ اُسکے ذمے سے ساقط ہوگی م یعنے مثلاً زید کا قرض ذمہ عمرو کے بقدر نصاب ہی اور عمرو مفلس ہو زید نے
اُسدیا کہ مین نے تجکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہی اور زید کے ذمہ سے زکوٰۃ بھی اُس نصاب کی ساقط ہوگئی واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن
العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ
موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہی اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اُس دین کے جو عنقریب قبضے مین آویگا درست نہین حم مراد دین
سے وہ مال زکوٰۃ ہی جو دوسرے کے ذمہ ہوا اور عین سے یہ مراد ہی کہ اُسکی ملک مین قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین اسلیے کہ زکوٰۃ دو
حال سے خالی نہین یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوٰۃ دینی منظور ہی وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرح کا ہو سکتا ہی ایک وہ کہ قبضے مین
نہ آوے ساقط ہوجاے اور ایک وہ کہ بعد زکوٰۃ اُسکے قبضہ کرنے کا استحقاق رہے تو اب پانچ صورتین ہوگئین جنمین سے تین مین ادا درست ہی اور دو مین
ناجائز پہلی صورت زکوٰۃ دین کا ادا کرنا اُس مال دین سے کہ ساقط ہوجاے جسکی مثال اوپر گذری یعنی یون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دینا دوسرے
ادا کرنا زکوٰۃ عین کا مال موجود سے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہی انمین سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہی سوم ادا نے زکوٰۃ عین مال
دین کے عوض مثلاً ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہی مگر کسیکو قرض دے رکھے ہین تو اُنکی زکوٰۃ مین پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیے تو یہ ادا درست ہوا
اور جن صورتون مین ناجائز ہی اُنمین سے اول یہ ہی کہ مال موجود کی زکوٰۃ مین دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۲۰۰ روپیہ موجود ہین اُنکی زکوٰۃ پانچ
روپیہ ہوے اور اُسکے ۲۰ روپے کسی مفلس پر آتے ہین تو اُن روپیون کو اس مال موجود کی زکوٰۃ مین مجرا دینا جائز نہین دوسری صورت یہ ہی کہ ادا
کرے دین کو اُس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہوگا مثلاً حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمے قرض ہین حامد نے اُسکو ۵۰ روپیے
معاف کر دیے تو ان ۵۰ کی زکوٰۃ بھی اُسکے ذمے سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے اُنکی زکوٰۃ بھی انھین پچاس
مین آجاوے تو یہ درست نہوگا کیونکہ جب سو اُسکے قبضہ مین آئینگے تو عین ہوجاینگے اور عین کی زکوٰۃ دین سے درست نہین کذا فی
الشامی بتصرف وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوٰتہ ثم یاخذہا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذہا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان
مانعہ رفعہ للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوٰۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہی کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کرے
پھر اُس زکوٰۃ کو عوض اپنے قرض کے اُس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اسکو اُسکے حق کی جنس مل گئی

دو شخص جسکو زکوٰۃ دیتا ہے اپنے حق کی قیمت سے زیادہ قرضہ میں بقدر دینے کا اگر محتاج قرابت کرے تو زکوٰۃ اسکے پاس بھیجا ہے
اور وہ اس سے ادا ہوگی اس صورت میں نیت فرض کی ہو جائیگی ... اور وہ بیگی ادا ہوگی
... ثواب ... اشباہ میں ہے کہ حیلہ زکوٰۃ کے کفن دینے کا یہ ہے کہ زکوٰۃ کو کسی محتاج کی ملک کر دے پھر وہ
محتاج اس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت میں ثواب دونون کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہے زکوٰۃ کو مسجد کی تعمیر میں لگانے کا ...
میں ... اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلون کے بیان میں ہے اور یہی حیلہ ہے اسکو زکوٰۃ کے دینے کا ... درمیانی شخص میں ...
... وافتراضہا عمری ای علی التراخی وصححہ الباقانی وغیرہ وقیل فوری ای واجب علی الفور وعلیہ الفتوی کما فی شرح الوھبانیۃ فیاثم
اور زکوٰۃ کا فرض ہونا عمری ہے یعنی تاخیر سے اور اسی کو صحیح کہا ہے باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہے کہ اسکا فرض ہونا فوری ہے
یعنی اسی وقت ادا کرنا واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے فیاثم بتاخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر
معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح پس گنہگار
ہوگا ادائے زکوٰۃ میں بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اسکی گواہی مقبول نہوگی یعنے بسبب فاسق ہوجانے کے اسلیے کہ زکوٰۃ کو فقیر پر صرف کرنے کے
امر کے ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ امر فقیر کے دینے کا اسکی حاجت کے دور کرنے کو ہے اور اسکی حاجت سردست موجود
ہے پس اگر زکوٰۃ علی الفور واجب نہو تو زکوٰۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر میں ہے ولا فی التجارۃ ما اشتراہ لہا
مثلا اشتراہ لہا فنوی بعد ذلک خدمتہ ثم نواہ للتجارۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوٰۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا تتم
بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا نہین باقی رہتا تجارت کے لیے وہ مال یعنے مثلا غلام کہ اسکو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اسکے
نیت کر لی اس سے خدمت لینے کی تو مجرد نیت خدمت کے تجارت کا نہ ہوگا پھر جس مال کو استعمال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہ ہوگا اگرچہ بعد اسکے
تجارت کے لیے نیت کرے جبتک کہ اسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچ ڈالے جسمین زکوٰۃ ہوتی ہے یعنی مثلا غلام خدمت کی نیت سے مول لیکر تجارت کی نیت کی
تو صرف نیت سے تجارت کا نہ ہوگا جبتک اسکے عوض لیا مال نہ لے جسمین زکوٰۃ ہے اور فرق دونون صورتون میں یہ ہے کہ تجارت ایک عمل ہے تو صرف نیت سے
پورا عمل نہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہے اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہوجاتا ہے بجنس ما فیہ الزکوٰۃ کی قید سے یہ صورت
نکلگئی کہ مثلا غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر میں دیدیا یا قصاص کی صلح میں دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض میں حوالہ کیا تو ان صورتون
میں زکوٰۃ اسپر نہ آویگی اور ترک عمل میں صرف نیت کافی ہے مثلا مقیم اور روزہ دار اور کافر میں صرف نیت کافی ہے کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہے اور روزہ
ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل میں صرف نیت کافی نہیں مثلا صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان
کذا فی الشامی وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ ای ناویا فتجب الزکوٰۃ
لاقتران النیۃ بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ لما فی الخانیۃ لو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ او لا اور جو مال کہ تجارت کیواسطے مول لیا ہو تجارت
ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہین ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہونے عقد کے یعنے میراث
کے ملنے میں کوئی عقد معاوضہ نہین کہ اسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت میں تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کے وقت مثلا
نیت کرے کہ جسکا عوض تجارت کے لیے ہے تو اب زکوٰۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی
اور چرائی کا جانور اگر میراث میں ملے تو اسپر زکوٰۃ لازم ہے اسلیے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اسکی زکوٰۃ اسپر لازم ہے برس گذرنے کے بعد نیت ہو

لی کرے یا کرے ہم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہین اسلیے میراث مین پانے سے انپر زکوٰۃ ہوگی خواہ تجارت
کی نیت کرے یا نہین اور سائمہ مین چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہین غرضکہ برس گذرنیکے بعد ان تینون
پر زکوٰۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی و ما ملکہ بصنعہ کہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود وقید بالقود لان العبد للتجارۃ لو قتلہ عبد خطاً
وودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قبض بہ مال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر ونواہ لہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون
لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ مین لینا
یا وصیت مین یا مہر نکاح مین یا خلع کے عوض مین یا صلح بعوض قصاص مین اور اس مال مین نیت تجارت کی کرلے تو یہ مال امام ابو یوسف کے
نزدیک تجارت کا ہوجائیگا اور صحیح تر یہ ہے کہ تجارت کے لیے نہو گا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے عوض اور ان معاملات مین مال بدون مال
کے ہاتھ لگتا ہے تو تجارت کے لیے نہ ٹھہرا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح مین قود کی قید اسلیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام
براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور
اسیطرح جو چیز مال تجارت کے عوض قبضے مین آوے تو وہ بھی تجارت کے لیے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے مین
نیت تجارت ولالۃ موجود ہے تو نیت جدید کی حاجت نہین وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شرح
اشباہ مین ہے کہ جب نیت متصل ہو اس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہین تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب ہم اس قول کو شارح نے
اصح قول کی تائید کے لیے بیان کیا لا زکوٰۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفاً اتفاقاً الا ان تکون للتجارۃ نہین ہے زکوٰۃ موتیون اور جواہر مین اگرچہ
ہزار کی قیمت کے ہون بالاتفاق مگر اس صورت مین کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہون تو انپر زکوٰۃ ہوگی ہم جواہر سے مراد یاقوت زمرد وغیرہ ہین اور
انپر زکوٰۃ نہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل پیدایش مین یہ چیزین ثمن نہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط
عدم المانع المودی الی الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوٰۃ کے ہونے
کا یہ ہے کہ جو مال سوا چاندی اور سونے اور چرائی کے جانورون کے ہے اسپر زکوٰۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرط نہونے مانع کے جس سے
دوبارہ زکوٰۃ کی نوبت پہونچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد
کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ و نون مفتوح والف مقصورہ ایک برس مین دوبار صدقہ لینے کو کہتے ہین تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اسمین زکوٰۃ نہوگی کہ عشر اور زکوٰۃ دونون جمع ہو جائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئاً للقنیۃ ناویا
انہ ان وجد ربحا باعہ لا زکوٰۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر مین رکھنے
کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ دینگے تو اسپر زکوٰۃ نہین بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اس پیداوار مین جو پیدا ہو
اسکی زمین عشری یا خراجی مین تو اسپر بھی زکوٰۃ نہوگی کیونکہ یہان مانع موجود ہے یعنے عشر اور خراج مانع زکوٰۃ ہین وکما لو شری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ
او عشریۃ و زرعہا او بذرا للتجارۃ و زرعہ لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اسکو بو دے
یا نہین یا زمین عشری مول لے اور اسکو بو دے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اسکو بو دیا تو ان صورتون مین پیداوار تجارت کے لیے نہوگا بسبب موجود ہونے
مانع کے ہم یعنی اول صورت مین خراج اسکے ذمے ہے بسبب مالک ہونے کے خواہ بو دے یا نہین اور دوسری صورت مین عشر بونے والے پر ہے تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اسکی زکوٰۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت مین اسوقت مال تجارت کا نہوگا

کہ جب تک عید نہ آئی یا ششماہی میں چرے اور اگر دونون برابر ہیں تو بھی زکوٰۃ واجب ہوگی کذا فی شرح وقایہ

باب السائمۃ

یہ باب چرنے والے جانورون کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے والسائمۃ ہی التی تکتفی بالرعی فی اکثر الحول لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادۃ والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع لو اسامہا للحم فلا زکوٰۃ فیہا الی اسامہا للحمل والرکوب فلا زکوٰۃ ولو للتجارۃ ففیہا زکوٰۃ التجارۃ ولعلہم ترکوا ذلک لتصریحہم بالحکمین سائمہ لغت مین چرنے والے جانور کو کہتے ہین اور شرع مین وہ جانور جو اکتفا کرے سال بھر چرائی پر یعنی جسمین مالک کو دانہ نہ دینا پڑے اس قید کو زیلعی نے ذکر کیا ہے اکتفا کرے اکثر سال مین واسطے قصد دودھ کے اور نسل یعنی بچہ لینے کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ کیا ہے دو دونی اور موٹاپے کے لیے تاکہ شامل ہو صرف نرون کو بھی لیکن بدائع مین ہے کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو انمین زکوٰۃ نہین ہے ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو انمین زکوٰۃ تجارت کی ہے اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو اس لیے نہین ذکر کیا کہ دونون حکمون کی تصریح کر چکے ہین ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ جب مال کی نیت تجارت کی ہو تو اسمین زکوٰۃ ہے اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہے اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہون انمین زکوٰۃ نہین ہے قال الشامی فلو علفہا النصف لاتکون سائمۃ فلا زکوٰۃ للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانورون کو آدھے برس یعنی گھر پر باندھ کر تو سائمہ نہوگی اور اسلیے زکوٰۃ بھی نہین ہوگی کیونکہ موجب زکوٰۃ یعنی سوم مشکوک ہے ہم پہلے کہہ چکے کہ جانورون مین زکوٰۃ بشرط سوم ہوتی ہے تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم مین شک پڑ گیا ویبطل حول زکوٰۃ التجارۃ بجعلہا للسوم لان زکوٰۃ السوائم وزکوٰۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدہما علی الآخر اور زکوٰۃ تجارت کا برس باطل ہوجاتا ہے انکے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوٰۃ سوائم کی اور زکوٰۃ تجارت کی مختلف ہین مقدار مین اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر بنی نہین ہو سکتا ہم اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد آٹھ انکو دودھ اور نسل کے لیے چرنے چھوڑ دیا تو اب سال زکوٰۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن سال مین محسوب نہونگے کیونکہ زکوٰۃ تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہے اور سوائم کی زکوٰۃ جانور دینا پڑتا ہے اور دونون زکوتون کا سبب بھی مختلف ہے کہ تجارت مین نصاب مال کا مالک ہونا سبب ہے اور سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لہا ای للتجارۃ ثم جعلہا سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باع السائمۃ فی وسط الحول او قبلہ بیوم بجنسہا او بغیر جنسہا او بنقد ولا نقد عندہ او بعروض ونوی بہا التجارۃ فانہ یستقبل حولا آخر جوہرہ وفیہا لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوٰۃ لعدم المالک ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعۃ القوائم لانہا لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جس وقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس پورے سے ایک دن پہلے بدلے انکے جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اسکے پاس موجود نہین یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کر لی اسباب مین تجارت کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اسمین یہ بھی ہے کہ وقفی مواشی مین زکوٰۃ نہین اور نہ گھوڑون مین جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی مین اور نہ پانون کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ نہین ہم نقد پاس نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اسکے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دینی ہوگی نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لا نصاب عندہ کہتا تاکہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنی جنسی اور غیر جنسی کو اور گھوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوٰۃ نہین اور ظہیریہ مین لکھا ہے کہ اندھے مواشی مین دو روایتین ہین اور

صاحبین کے نزدیک واجب ہی اور بحر الرائق مین بھی واجب لکھا ہی قالہ الشامی

باب

یہ باب ہی اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان مین ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہی اور اُسکی خبر محذوف ہی نصاب الابل بکسر الباء وتسکن مونثۃ لا واحد لہا من لفظہا والنسبۃ الیہا ابلی بفتح الباء سمیت بہ لانہا تبول علی افخاذہا نصاب اونٹوں کے پانچ ہین شارح نے کہا ابل بؔ کے کسرہ کے ساتھ ہی اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہی مونث مستعمل ہی اُسکا واحد اس لفظ سے نہین آتا اور یائے نسبت لگانے سے بؔ کو فتح ہوجاتا ہی اور اونٹ کو ابل اسلیے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہی ہم یعنے ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہی اور وہ یہ ہی کہ اکثر حروف مین اشتراک ہو اور معنون مین مناسبت طحطاوی نے کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہی اور خمس اُسکی خبر خمس فیوخذ من کل خمس منہا الی خمس وعشرین بخت جمع بختی وہو الہ سنام منسوب الی بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی فولد منہما ولد فسمی بختیا او عراب شاۃ وما بین النصابین عفو نصاب اونٹوں کے پانچ ہین پس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون یا عربی شارح نے کہا کہ بخت جمع بختی کی ہی اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہی بخت نصر کیطرف اسلیے کہ اول اُسنے عربی اور عجمی اونٹوں کو جمع کر کے نسل حاصل کی تھی اسلیے وہ بختی نسل کہلائی اور مابین ہر دو نصاب کے عفو ہی ہم یعنے جیسے پانچ پر ایک بکری ہی چھ سات پر بھی وہی ایک بکری ہی نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوٰۃ نہین وہ معاف ہین وفیہا ای الخمس وعشرین بنت مخاض وہے التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اُسمین یعنے پچیس اونٹوں مین بنت مخاض ہی اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہی جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اُسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے برس اُسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہی دوسرے بچے کی وفی ست وثلثین الی خمس واربعین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا تکون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس اونٹوں مین پینتالیس تک بنت لبون ہی اور بنت لبون وہ اونٹنی ہی جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اُسکے لفظی معنی ہین دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اُسکی ماں اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جنکر دودھ والی ہوتی ہی وفی ست واربعین الی ستین حقۃ بالکسر وہی التی طعنت فی الرابعۃ وحق رکوبہا اور چھیالیس مین ساٹھ تک حقہ ہی حاے حطی کے کسرے اور حقہ وہ اونٹنی ہی جسکو چوتھا برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الی خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت فی الخامسۃ لانہا تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ مین پچھتر تک جذع ہی ذال معجمہ کے فتح سے یعنے وہ اونٹنی جو پانچوین مین لگی ہو اور اُسکے لفظی معنی ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہی وفی ست وسبعین الی تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین الی مائۃ وعشرین حقتان کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ اور چھہتر مین نوّے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین ایک سو بیس تک دو حقہ ہی مکاتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا م لفظ کتب مصدر مضاف ہی اور بعض نسخون مین الی ابی بکر ہی یعنے کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوٰۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اس نامے کے موافق حضرت ابوبکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملے کو بیان درج کیا آخر کلام مین نہین لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات مین کچھ اختلاف ہی اور ایکسو بیس تک اتفاق ہی مگر وہ جو حضرت مرتضی علی سے منقول ہی کہ پچیس پر پانچ بکریان بھی جائز ہین کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیوخذ فی کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فی کل مائۃ

خمس واربعین بنت مخاض و حقتان ثم فی کل مائۃ و خمسین ثلث حقاق پھر از سرنو زکوٰۃ حساب کیجاوے یعنی ہر پانچ پر ایک بکری مع دونوں حقوں کے پھر پچیس میں بنت مخاض اور دو حقے پھر ایک سو پچاس میں تین حقے امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک جب ایک سو بیس پر ایک بھی زیادہ ہو تو اسمین تین بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایک سو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالک سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی کے موافق کذا فی الفتح ثم تستانف الفریضۃ بعد المائۃ والخمسین یعنی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم کل خمس و عشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست و ثلثین بنت لبون مع الحقاق ثم فی مائۃ وست و تسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کیجاوے زکوٰۃ مفروضہ یعنی ڈیڑھ سو کے بعد ہر پانچ میں ایک بکری ساتھ تین حقوں کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقوں کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقوں مذکور کے پھر ایک سو چھیانوے میں چار حقے دو سو تک اور مترجم نے قول مصنف کل خمس و عشرین سے لفظ کل حذف کر دیا چاہیے کہ حذف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل تکرار کو مقتضی ہے کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہیں ہے اور ایسے ہی مصنف کل مائۃ و خمس و اربعین ہے دونوں موقع میں بجائے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونوں جگہ نہیں کیا ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی تجب فی کل خمسین حقۃ پھر از سرنو زکوٰۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ مراد یہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو انمین ایک بکری اور چار حقے یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریاں چار حقے اور دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہوں تو انمین ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو چھتیس اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقوں کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھیانوے میں چھ حقے ہوں تین سو تک کذا فی الشامی والبحر فی ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہیں کافی نر اونٹ مگر جب قیمت مادہ کے لینے مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹوں میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونوں میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زکوٰۃ البقر

یہ باب ہے زکوٰۃ گائے بیل کا من البقر بالسکون وھو الشق سمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ لبقر بفتحتین مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی چیرنے کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہیں اسلیے کہ زمین کو اوٹھاتا ہے یعنے لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرۃ ہے اور ت تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحش والھیۃ بخلاف عکسہ وحشی بقر وغنم وغیرہا فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ گائے بھینس کی نصاب تیس عدد ہیں جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہوں شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوے ہوں بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری کے کیونکہ یہ نصاب میں شمار نہیں کیے جاتے اسلیے کہ جانوروں میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں ہے غیر مشترک کی قید اسلیے لگائی کہ اگر تیس مال مشترک ہونگے تو انپر زکوٰۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیہا تبیع لانہ یتبع امہ وھو سنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور تیس گائے میں جو دو برس ... کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلیے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنے ہیں ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی

مان کے ساتھ رہتا ہو کا لفظ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ دوسری برس مین لگا ہو پس جب ایک برس کا پورا ہوگا تو دوسرا برس خواہی نخواہی شروع ہوجاویگا کذا فی الشامی وفی اربعین مسن ذو سنتین او مسنۃ اور چالیس مین پورے دو برس کا نر یا مادہ جو مسنہ کے معنی دانت والا اور اسکو مسن اسلیے کہتے ہین کہ اس مدت مین دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت نکلتے ہین وفیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لا شیء فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اسی حساب سے زکوۃ بھی لیجاویگی ساٹھ تک یعنے اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنہ کا اور دو مین بیسوان حصہ یہ مذہب ہے امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ زیادہ مین کچھ نہین لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھ مین دونا اسکا ہے جو تیس مین لازم آتا ہے یعنے دو تبیع وہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر ناقلا عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع اتبعۃ وثلث مسنات وہکذا پھر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس مین ایک مسنہ مگر اس صورت مین کہ دونون یعنے تبیع اور مسنہ متداخل ہون جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیعہ دیوے چاہے تین مسنہ وعلی ہذا القیاس یعنے دو سو چالیس مین آٹھ تبیعہ یا چھ مسنہ قالہ الشامی متداخل سے یہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دے ۔

باب زکوۃ الغنم

یہ باب ہے زکوۃ بھیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم بفتحتین مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہے اور سینگون کا عدم وجود مراد ہے کیونکہ انسے مدافعت نہین کرسکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانہما سواء فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوا لا فی اداء الواجب والایمان اربعون وفیہا شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونون کو شامل ہے اسلیے کہ دونون برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ ادائے واجب مین اور قسمون مین مثلا اگر آدھی بھیڑ بکری ملکر چالیس ہون تو زکوۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بھیڑی کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہے اور ادائے واجب اور قسم مین برابر نہین یعنے اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیان ہون تو اسپر ایک بھیڑی واجب ہوگی اس سے بکری نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھاؤنگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین یعنے چالیس سے جو زاید ہو ایک سو بیس تک اسمین کچھ نہین بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری اور اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین تو ساعی کو نہین پہونچتا کہ انکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو آدمی کی ہین تو انمین سے کسی پر زکوۃ نہین ہے اور ساعی کو نہین جائز کہ انکو جمع کرکے انپر زکوۃ لے لے اسلیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریان چار سو ہوگئین تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہے بے انتہا تک

مسئلہ مرا قاعدہ مجھ [illegible] اسلام [illegible] کرتا ہے ۱۲

[illegible] المختار [illegible] ۔

[illegible] قال ابو یوسف [illegible] ۔

[illegible] ہو کہ [illegible] ۔

[illegible] روایت [illegible] ۔

[illegible] اسکو کمال نے [illegible] ۔

[illegible] تھی جہاں [illegible] پانچ برس کا [illegible] ۔

[illegible] الاصح لا [illegible] ۔

[illegible] صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ وغیرہا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے [illegible]
[illegible] فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب دیا ہے [illegible]
[illegible] اور یہ قول باعتبار بحث کے قوی ہے جیسا [illegible] کذا فی الشامی اور جب
[illegible] زکوٰۃ [illegible] تو کوئی نصاب بھی انکے لیے مقرر ہوا ہے تو بعضوں نے تین اور بعضوں نے پانچ کہے ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی نصاب
مقرر نہیں [illegible] سلف سے منقول نہیں ہے کذا فی البحر وتمیر سائمۃ احترازا البیت للتجارۃ فلو لها فلا کلام لانها من العروض [illegible]
[illegible] کہ تجارت کے نہ ہوں پس اگر تجارت کے ہوں تو کچھ کلام نہیں زکوٰۃ کے واجب ہونے میں
کیونکہ وہ [illegible] علوفۃ للتجارۃ اور نہیں زکوٰۃ کام کرنے والے جانوروں یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ
میں [illegible] جانوروں میں زکوٰۃ [illegible] کہ گھر والے جانور تجارت کے نہ ہوں ہم عوامل میں قید تجارت کی نہیں لگائی [illegible]
[illegible] تجارت کے لیے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلیے کہ حاجت اصلی میں مشغول ہیں کذا فی الشامی [illegible]
[illegible] البقرۃ [illegible] زکوٰۃ [illegible]
[illegible] کے ہوں یا [illegible] اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاویں اور بچے باقی رہیں اور پھر برس گذر جاوے ہم بچوں
امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک [illegible] زکوٰۃ میں واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک انھیں میں سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ بچوں کے
[illegible] کی نصاب میں [illegible] ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوتا اور صحیح قول طرفین
کا ہے کذا فی الشامی [illegible] ولو واحد ولو ناقصا فلو جید [illegible] الوسط [illegible] بچوں میں زکوٰۃ نہیں [illegible]
[illegible] اگر بڑا ایک ہی ہو [illegible] زکوٰۃ میں [illegible] اگرچہ ناقص [illegible] اول قسم کا ہو تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا [illegible] برس
کا [illegible] کے ہلاک ہو جاوے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے ہم یعنے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے [illegible] لازم
[illegible] کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جز یعنے چالیسواں حصہ ساقط ہو گیا قال الشامی ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار
[illegible] الشامی اور اگر زکوٰۃ کا واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاویں اور چھوٹوں سے لا کر پورا کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول امام
ابو یوسف کے ہم بیان اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انتیس بکری کے بچے ہوں تو اس صورت میں واجب دو مسنہ
ہیں بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہوں تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک

ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر ہوویں انسٹھ گاے کے بچے اور ایک تبیع کذا فی الشامی و لا فی عفو وہو ما بین النصب فی کل الاموال
اور نہین زکوۃ اُس عدد مین جو عفو ہو اور عفو وہ عدد ہو کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین ہم شیخین رح کا قول ہو یعنے واجب
بمقابلۂ نصاب کے ہو نہ عفو کے اور امام محمد رح اور زفر کہتے ہین کہ واجب بمقابلۂ کل عدد کے ہو اور نتیجہ خلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہو کہ ایک
شخص کے پاس نو اونٹ ہین اور چار ہلاک ہو گئے تو شیخین رح کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امام رح کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے
لازم آوینگی اور چار نوین حصہ ساقط ہو جاوینگے قالہ الشامی وخصاہ بالسوائم اور صاحبین نے عفو کو خاص کیا ہو سوائم مین یعنی نقود مین ہم اسواسطے
کہ نقود مین جو دو سو درم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہین ہو بلکہ چالیسوان حصہ کل کا لازم ہوتا ہو بخلاف امام اعظم رح کے کہ انکے
نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہو جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہون تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنے چھ درم
ہو جاوینگے الغرض درم کی کسر امام صاحب کے نزدیک معاف ہو کذا فی الشامی و لا فی ہالک بعد وجوبہا ومنع الساعی فی الاصح لتعلقہا بالعین
لا بالذمۃ وان ہلک بعضہ سقط حظہ اور جو مال ہلاک ہو گیا ہو بعد وجوب زکوۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اُسمین زکوۃ نہین اصح مذہب پر یعنے
اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہو گیا تو صحیح یہ ہو کہ زکوۃ ساقط ہو گئی کیونکہ زکوۃ معین
چیز سے علاقہ رکھتی ہو نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہو گیا تو اُسی قدر کی زکوۃ ساقط ہو گئی ویصرف الہالک الی العفو
اولا ثم الی نصاب یلیہ ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاویگا پھر اُس نصاب کی طرف جو اسکے متصل ہو پھر اُسی طرح
اُس نصاب کی طرف جو اُس سے نیچے ہو ہم یعنے اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین نصابین اور کچھ شی زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اُسمین سے
کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ اولاً عفو مین سے سمجھا جاویگا پھر جو زائد تھا اگر سب ہلاک ہو گیا تو وہی تین نصابون کی زکوۃ اُسکے ذمہ واجب ہوگی
اور اگر زیادہ ہلاک ہو گیا تو یہ منصرف ہوگا اُس نصاب کی طرف جو اسکے قریب ہو یعنے تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابون کی زکوۃ
دیگا اور یہی حال ہو اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستہلک بعد الحول لوجود التعدی منہ ومنہ
ما لو حبسہا عن العلف او الماء حتی ہلکت فیضمن بدائع بخلاف اُس صورت کے کہ قصداً ہلاک کر دے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی اُسکی
طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک ہو گئے پس زکوۃ کا
ضامن ہوگا بدائع والتوی بعد القرض والاعارۃ واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ ہلاک وبغیر مال التجارۃ والسائمۃ بالسائمۃ استہلاک
اور گم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہو اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ
سواے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہو ہم حکم نقود کا حکم مال تجارت کا ہو یعنے مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم
ہین پھر اسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خرید ا پھر وہ ہلاک ہو گیا تو زکوۃ ساقط ہو گئی اور اگر غلام خدمت کا
خرید ا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہ ہو کہ لفظ بالسائمہ ساقط کر دیا جاوے تا کہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درم ہون یا عروض کیونکہ
زکوۃ متعلق ہوتی ہو عین کے ساتھ اولاً اور بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہو گیا عین یعنے سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ اور
پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اُسوقت ہو کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جبتک اس عوض پر برس
نگذریگا زکوۃ واجب نہوگی یا یہ کہ اسکے پاس اَن دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہون تو انکے ساتھ ملا کر سب کی زکوۃ دے کذا فی الشامی
وجاز دفع القیمۃ فی زکوۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء

ہوگا [illegible] قیمت کا [illegible] اور عشر [illegible] اور [illegible]
[illegible] قیمت دینی [illegible] جب تک اس [illegible] بکریاں [illegible] قیمت [illegible] بکریاں [illegible]
[illegible] نصاب [illegible] جب [illegible] دیوے تو انکی قیمت معتبر [illegible]
[illegible] گیہوں کے اچھا [illegible] بدلے پانچ درم [illegible] دیئے جائز ہیں اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت [illegible]
[illegible] اور قیمت [illegible] معتبر [illegible] زکوٰۃ کے [illegible] اور صاحبین [illegible] کہ اس دن کی جس روز ادا کرتا ہے اور [illegible]
اس کی قیمت معتبر ہوگی [illegible] المال الذی [illegible] اور مال کی قیمت [illegible]
[illegible] اور اگر [illegible] وہاں سے قریب ہو کذا فی [illegible] اور اگر ایک غلام کو کسی شہر میں بھیجا تجارت کے لیے تو اسکی قیمت [illegible]
معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی [illegible] المصدق لا یاخذ الا الوسط وہو اعلی الادنی وادنی الاعلی ولو کلہا جیدا اخذ جیدا اور زکوٰۃ لینے والا لیوے
مگر وسط اور اوسط وہ ہے کہ اعلیٰ سے کم درجہ کی ہو اور ادنیٰ سے زیادہ درجہ کی اور اگر سب اعلیٰ قسم کی ہوں تو اعلیٰ ہی لیوے [illegible]
واجب ہوتی ہے تو سب [illegible] سے اچھی چھانٹ کر نہ لیوے اور نہ سب سے بری لیوے [illegible] المصدق وکذا ان [illegible]
وجب [illegible] المالک الادنی مع الفضل جبر اعلی الساعی لانہ دفع بالقیمۃ اور دفع الاعلی ورد الفضل [illegible]
ہو [illegible] سراج اور اگر زکوٰۃ کے مال میں مصدق اس عمر کا سائمہ نہ پاوے جو زکوٰۃ میں واجب ہوا ہے اور یہی حکم ہے اگر اس عمر کا یا اس صفت کا مال [illegible]
موجود ہو [illegible] کی اتفاقی ہے تو مالک ادا کرے ادنے درجہ کا مع زیادتی کے زور سے مصدق پر اسلیے کہ ادا سے قیمت [illegible]
ادا کرے اور زیادتی واپس کرلے بغیر جبر کے اسلیے کہ اس صورت میں مصدق مشتری ہے پس اسکی رضامندی ضرور ہے یہی صحیح ہے کذا فی [illegible]
او دفع القیمۃ ولو دفع ثلث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریاں فربہ بدلے چار اوسط بکریوں کے دیئے
تب بھی جائز ہے [illegible] المستفاد ولو بہبۃ او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے [illegible]
ہو اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے وہ ملایا جاوے اسکی جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اسکی زکوٰۃ دیجاوے اصلی نصاب کے برس کی تمامی پر
سوائم میں بچوں کا پیدا ہونا درمیان سال کے اور تجارت کے مال میں نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو
اور اگر پہلی نصاب پوری نہ ہو تو جس وقت سے بچوں یا مال مستفاد کے نصاب پوری ہوا اس وقت سے برس ورے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی [illegible]
اس صورت کے کہ شروع سال میں نصاب پوری ہو پھر بیچ میں ناقص ہوگئی پھر سال تمام پر پوری ہوگئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہیں
ہمارے نزدیک اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہے یہاں تک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہوگئی تو مستفاد کا برس نئے سرے
شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل نصاب میں سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوٰۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادی زکوٰۃ نقدہ [illegible]
سائمۃ لا تضم اور اگر اپنے نقد کی زکوٰۃ دے کر اسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے نجاوینگے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص
کے پاس کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہے اسنے بعد ادا سے زکوٰۃ نقد کے اسکے بھی سوائم خرید لیے تو ان نو خرید سوائم کو پہلے سوائم میں نہ ملایا جاویگا
بلکہ انکا برس نیا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوٰۃ دے کر نقد کے بدلے
بخلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اسکو بیچ ڈالا تو قیمتیں بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائی جاوینگی
اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ ثمن سائمہ کا مال زکوٰۃ کا بدل ہے اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہے پس اگر ملایا جاویگا تو تکرار زکوٰۃ

کا لازم آویگا ولہ نصابان من مال لم یضم احدہما کثمن سائمۃ مزکاۃ والف درہم وورث الفا ضمت الی اقربہما حولا وربح کل یضم الیٰ اصلہ اور اگر اسکے
پاس دو نصاب ہین ایسی ہین کہ نہین ملائی جاتین جیسے ثمن سائمہ زکوٰۃ دی ہوئی کا اور ہزار درم اور وراثت مین ملے اسکو ایک ہزار تو ہزار
وراثت کے اُسکے ساتھ ملا کے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہو اسلیے کہ ملانے مین تو دونون برابر ہین مگر قرب کی جہت سے قریب
کو ترجیح ہو اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہو کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اسکی اصل کے ساتھ ملایا جاوے یعنی اگرچہ اسکا برس پورا ہونے مین دیر
ہو کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہو اور یہی حکم ہو بچے کا سوائم مین اخذ البغاۃ والسلاطین الجابرۃ زکوٰۃ الاموال الظاہرۃ کالسوائم والعشر
والخراج لا اعادۃ علی اربابہا ان صرف المأخوذ فی محلہ الآتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم وبین اللہ اعادۃ غیر الخراج لانہم مصارفہ
اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوٰۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہو گا
بشرطیکہ اُنھون نے اسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف
نہین کیا تو مال والون کے ذمے دیانت کی راہ سے پھیر دینا لازم ہو سواے خراج کے کہ اُسکا اعادہ لازم نہین اسلیے کہ وے لوگ خراج کے
مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہو اور اہل بغی اہل حرب سے مقابلہ کرتے ہین ہم مال ظاہری وہ کہلاتا ہو جسکی زکوٰۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہو
یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے واختلف فی الاموال الباطنۃ ففی الولوالجیۃ وشرح الوہبانیۃ المفتی بہ عدم الاجزاء اور اختلاف
ہو اموال باطنیہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہو کہ مفتی بہ عدم کفایت ہو ہم مال باطن نقود اور اسباب تجارت کو کہتے ہین یعنی
اگر مال باطن کی زکوٰۃ باغیون نے لے لی تو فتوے اسپر ہو کہ مالک کی طرف سے کافی نہو گی اسکو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہو کہ عاشر کے
سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوٰۃ کا حکم ہو گا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہو کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہو حالانکہ اُسمین
بھی اختلاف ہو اور تفصیل اسکی شامی مین ہو وفی المبسوط الاصح الصحۃ اذا نوی بالدفع لظلمۃ زماننا الصدقۃ علیہم لانہم بما علیہم من التبعات
فقراء حتی افتی امیر بلخ بالصیام لکفارۃ عن یمینہ اور مبسوط مین ہو کہ اصح یہ ہو کہ درست ہو یعنے مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی
کی زکوٰۃ باغیون اور ظالمون نے لے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالمون کے دینے سے اُنکے اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر
ہین بسبب اُن حقوق کے جو اُنکے پیچھے لگے ہین اور اسواسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین یہ ہین کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنے موسے
بن عیسے بن ہامان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنے قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوے
دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کا کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہو اور جب یہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہو مگر چونکہ امیر
مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلیے اسکو فقیر بے دسترس تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہو کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے
وصیت کی کہ ثلث مال اُسکا فقرا کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اُسکی وصیت ادا ہو گئی ولو اخذہا الساعی جبرا لم تقع زکوٰۃ لکونہا
بلا اختیار ولکن یجبر بالحبس لیؤدی بنفسہ لان الاکراہ لا ینافی الاختیار اور اگر لے لیا مصدق نے زکوٰۃ کو جبر تو زکوٰۃ نہو گی کیونکہ اسمین
اختیار نہوا اور زکوٰۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہو لیکن مالک مال کا قید کیا جاوے تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دینا اختیار
کے منافی نہین ہم مختصر کرخی مین ہو کہ اگر امام نے صدقہ جبر لیکر مصرف مین صرف کیا تو کفایت کرتا ہو اسلیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہو
[illegible] مالک کے دینے کے قائم مقام ہو گیا بحر الرائق مین ہو کہ مفتی بہ تفصیل ہو یعنے اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض
[illegible] اسواسطے کہ سلطان کو اور اسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہو اور اگر اموال باطنی مین سے بزور لے لیا ہو تو ساقط

[illegible] ہو کہ جائز کر دینے کی [illegible] ہو کہ زکوۃ
[illegible] والموخذ السلطان ان المال الماخوذ [illegible] الزکوۃ [illegible]
[illegible] مال حسب [illegible] بادشاہ [illegible]
[illegible] ہوگی اور [illegible] مولی اپنے [illegible]
[illegible] کرنے کے [illegible] سبب [illegible] ثابت ہو [illegible]
[illegible] ہو اسوقت [illegible] مال [illegible] خالی ہوتا [illegible]
[illegible] الایم [illegible] ادا [illegible] جاری [illegible]
[illegible] کی میراث [illegible] ہوگی [illegible] خلاف [illegible]
الاشباہ الفیہ من اخذ [illegible] سے زکوۃ واجب ہوگا اس صورت مین ہے کہ اسکے پاس جو مال ہو اسکے حساب سے
الگ کیا ہوا تھا اور اسکے سوا [illegible] ورنہ زکوۃ نہین لازم آویگی جیسے اس صورت مین کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النہر عن الحواشی السعدیہ
[illegible] جب خبیث مال نصاب کو پہنچ جاوے تو زکوۃ لازم ہوگی کیونکہ اس مال کو تمام تصدق کرنا واجب ہے [illegible]
[illegible] کذا فی الشامیہ وفی شرح الوہبانیہ عن البزازیۃ انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی اما اذا اخذ من انسان مائۃ ومن آخر مائۃ وخلطہا
ثم تصدق لا یکفر لانہ لیس بحرام قطعی لاستہلاکہ بالخلط اور وہبانیہ کی شرح مین بزازیہ سے نقلا منقول ہے کہ آدمی [illegible] صورت مین کافر ہوتا ہے کہ
حرام قطعی کو صدقہ دیوے ثواب کی نیت سے حلال جانتے ہوئے لیکن جب ایک سے سو اور دوسرے سے سو [illegible]
انکو ملا دیا پھر سب کو صدقہ کیا تو کافر نہ ہوگا کیونکہ یہ دو سو حرام قطعی نہین اسلیے کہ خلط کی وجہ سے گویا اسنے انکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب
ضمان اسکا مالک ہو گیا اور شارح نے صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اسمین اشارہ ہے کہ مال مخلوط مین تصرف کرنا بدون ادائے ضمان کے جائز نہین گو خلط
کی وجہ سے مالک ہو گیا ظہیریہ مین ہے کہ کسی شخص نے مال حرام مین سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہوا اور دعا دی
اور معطی نے آمین کہی تو دونو کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ اگر غیر شخص آمین کہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا حال بھی یہی ہے اور دادمی
اس سے ناقل ہین اور یہان سمین شبہ ہے شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر گویا ظہیریہ کے کلام کو مقید کر دیا اور رفع کر دیا کہ مراد حرام سے
حرام قطعی ہے جسمین کافر ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب زکوتہ لسنین او لنصب صح لوجود السبب وکذا لو عجل عشر زرعہ
او ثمرہ بعد الخروج قبل الادراک اور مالک نصاب والا زکوۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابون کی زکوۃ ادا کر دے تو درست ہے کیونکہ
سبب زکوۃ یعنے نصاب موجود ہے اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا ثمار کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہے مثلا کسی کے
پاس تین سو درہم ہین اور اسنے دو سو درہم کی زکوۃ سو درہم بیس برس کے لیے ادا کیے تو درست ہے یا یہ کہ سو درہم ادا کیے بہ نیت دو سو
درہم نصاب موجودہ و ۱۹ نصاب غیر موجود کے پھر اس برس مین وے نصاب ین اسکے پاس موجود ہو گئین تو درست ہے اور اگر اس برس مین
موجود نہوئین تو زکوۃ ملحدہ ضرور ہے اور وہ سو درہم زکوۃ نصاب موجود کی یعنے دو سو درہم کی بیس برس کے لیے ہو جاوینگے جیسا پہلے مسئلہ
مین تھا کذا فی الشامی واختلف فیہ قبل النبات وخروج الثمرۃ والاظہر الجواز وکذا لو عجل خراج راسہ وتمامہ فی النہر اور اختلاف ہے اس
صورت مین کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر خراج جو سر اسم ذمیون پر لگایا جاتا ہے

[illegible]

اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہی اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہی ھم قہستانی مین کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لیے جائز ہی قولہ وکذا لو عجل معطوف ہی ولو عجل ذو نصاب پر وان وصلیۃ ایسر الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہی اگرچہ فقیر قبل پورا کرنے برس کے تو انگر ہو جاوے یا مر جاوے یا مرتد ہو جاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا اسوقت معتبر ہی جب زکوۃ اسکو دیجائے دینے کے بعد کا اعتبار نہین ولو غرس فی ارض الخراج کرما فالم یثم الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی اور اگر خراجی زمین مین انگور بوئے تو جب تک انگور پورے نہون اسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زرعی کو گویا معطل کر دیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے اسوقت خراج انگور کا اسکے ذمہ ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہی اور انگور کا خراج دس درم ہین اور یہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل مین چاہیے یہان تبعاً ذکر کر دیا ہی کذا فی الشامی ولا شی فی مال صبی تغلبی بفتح اللام و بکسرہ نسبۃ لبنی تغلب بکسرہا قوم من نصاری العرب وعلی المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہین ہی زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بھی جائز ہی منسوب ہی بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہی عرب کے نصارے مین سے اور انکی عورتون پر بھی اسی قدر لازم ہی جسقدر انکے مردون پر یعنے نصف العشر اور انکے لڑکون کے مال مین زکوۃ نہین مگر عشر لیا جاتا ہی دونا مسلمان کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ تغلبیون سے اسی طرح صلح ٹھہری تھی ویوخذ فی زکوۃ السائمۃ الوسط لا الھرم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوۃ مین اوسط لیا جاوے نہ بڈھا نہ بہت بڑھکا اور اسکا ذکر پہلے ہو چکا یعنے نہ دودھ پلاتی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے لیے رہتا ہی ولا توخذ من ترکتہ بغیر وصیتہ لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصی بہا اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثۃ اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہی اور وہ معدوم ہی اور اگر میت وصیت کر کے مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز رکھین وحولہا ای الزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی وسیجی الفرق فی العنین اور ادائے زکوۃ مین جو سال معتبر ہی وہ قمری ہی نقل کیا ہی بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق باب العنین مین آویگا یعنے سال قمری ۳۵۵ روز کچھ اوپر ہی اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہی شک انہ ادی الزکوۃ اولا یودیہا لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہین تو اسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہی کوئی وقت مقرر نہین کہ بعد اسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ھم بحر مین واقعات سے منقول ہی کہ فرق ہی امین اور نماز کے شک مین وقت گذرنے کے بعد اور یہان کے مسئلہ کی نظیر یہ ہی کہ نماز کا وقت موجود ہی اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہین تو اس صورت مین اعادہ لازم ہی

باب زکوۃ المال

یہ باب ہی زکوۃ مال کے بیان مین ال فیہ للمعہود فی حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہا الف لام زکوۃ المال مین عہد کا ہی اسی مال کیطرف کہ حدیث شریف مین ہاتوا ربع عشر اموالکم مین مذکور ہی اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہی سوا اسکے کہ سوائم مین زکوۃ چالیسوان حصہ مقرر نہین ہی ھم یہ جواب ہی اسکا کہ کہتے ہین مال وہ ہی جس سے تو انگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اس سوال کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہی کہ مراد مال سے مال عرفی ہی اور عرفاً نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی

یہ مثقال اٹھارہ قیراط کا ہو تو [illegible] سات درہم سونے کی نصاب بیس مثقال ہو اور چاندی کی دو سو درہم ہو دس درہم بوزن سات مثقال کے [illegible]
بیس قیراط کا ہوا اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا بس مثقال سے درہم [illegible]
دو تہائی حصہ درہم کا ہوا معلوم ہوا نصاب سونے کی بیس مثقال یعنے ساڑھے سات تولہ وزن ہے اور نصاب چاندی کی دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ [illegible]
جسکے ستاون روپیہ بحساب انگریزی روپیہ کے ہوتے ہیں اور دو سو درہم بحساب [illegible] روپیہ یعنی [illegible] تقریباً حساب [illegible] اشرفی [illegible]
اور وزن بہرہ شاہی روپیہ کا ہو اور جاننا چاہیے کہ درہم حضرت عمر کے زمانہ میں مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درہم بعضے چھ مثقال کے دس درہم
بعضے پانچ کے دس درہم حضرت عمر نے سب کو جمع کرکے وزن سات کی اکائی یا تو سات مثقال کے دس درہم ٹھیرے اور شامی میں [illegible]
ہو وقیل یعتبر فی کل بلد وزنہم [illegible] متفرقات البیوع اور یہ بھی کہا ہے کہ ہر شہر میں اُسکے وزن کے موافق فتویٰ دیا جاوے اور متفرقات بیوع میں
اسکی تحقیق آویگی ہم شامی میں لکھا ہو اس فتوے کو تسلیم کیا ہو [illegible] میں [illegible] کو لیا ہو [illegible] نے اور [illegible] کیا ہو [illegible] السوال [illegible]
اور خانیہ اور فتح القدیر میں ہو اسکے بعد میں کہتا ہوں کہ درہم رائج الوقت کمتر ہونا چاہیے اُس درہم سے جو حضرت کے وقت میں کم سے کم وزن کا
رائج تھا یعنی وزن خمسہ کا لیکن جمہور کا قول یہ ہو کہ درہم چودہ قیراط کا ہو اور اسپر کتب متقدمین و متاخرین متفق ہیں اور بیع میں جو درہم کی تحقیق کی ہو اسکو
زکوٰۃ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ عقود سے متعلق ہو یعنے عرف میں کونسا درہم مراد ہوتا ہو جب مطلق بولیں والمعتبر وزنہما اداءً ووجوباً لا قیمتہما اور زکوٰۃ
کے نصاب میں معتبر وزن سونے چاندی کا ہو باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت اُن دونوں کی ہم مثلاً اگر برتن چاندی کا سو درہم کے وزن کا
کسی شخص کے پاس ہوا اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اُسکی قیمت دو سو درہم کی ہو تو اسپر زکوٰۃ نہ آویگی جبتک وزن پورا دو سو درہم کا نہ ہو واللازم
مبتدأ فی مضروب کل منہما ومعمولہ ولو تبراً او حلیاً مطلقاً مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقۃ لانہما خلقا اثماناً فیزکیہما کیف کانا اللازم مبتدا ہو
اسکی خبر آگے آتی ہو ربع عشر یعنے چالیسواں حصہ لازم ہو اُس مال میں جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درہم دینار روپیہ اشرفی یا اُنسے کچھ بنا ہو
جیسے برتن یا تلوار کی کوتھی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنایا گیا ہو ہر حال میں یعنی اُسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ آرائش کے
لیے یا نفقہ کے لیے رکھا ہو اسلیے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لیے موضوع ہیں تو اُسکے اوپر زکوٰۃ ہر صورت میں ہوگی وفی عرض تجارۃ
قیمتہ نصاب الجملۃ صفۃ عرض وہو ہنا ما لیس بنقد وما عدم صحۃ النیۃ فی نحو الارض الخراجیۃ فلقیام المانع کما قدمنا لا لان الارض لیست من العرض
فتنبہ اور چالیسواں حصہ لازم ہو اسباب تجارت میں جسکی قیمت نصاب کو پہونچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہو عرض کی اور عرض سے مراد
یہ ہو کہ نقد نہوا اور زمین خراجی میں جو نیت تجارت کی صحیح نہیں ہو وہ بسبب مانع کے ہو جیسا پہلے گذر چکا یعنے تکرار زکوٰۃ کا لازم آنا ہو نہ اس جہت
سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہیں ہوتا اس بات کو سمجھ لو من ذہب او ورق ای فضۃ مضروبۃ فافاد ان التقویم انما یکون بالمسکوک عملاً
بالعرف من ذہب او ورق بیان ہو نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی سے تو اس
سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہیں ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہو مقوماً باحدہما ان استویا فلو احدہما اروج تعین التقویم
قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور اُنمیں سے کسی ایک سے اگر دونوں برابر ہوں یعنے چلن میں پس اگر ایک رواج میں زیادہ ہو تو قیمت کرنے
کے لیے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدہما نصاباً دون الآخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر پہونچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے
کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہونچے وہی متعین ہو قیمت کے تقرر کے لیے مثلاً مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کی جاتی ہو تو مائتین
[illegible] کا [illegible] سے کرنے میں دونوں برابر [illegible] ہو تو قیمت چاندی سے [illegible] ولو بلغ باحدہما نصاباً [illegible]

اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج اور اگر پہونچے سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو اور دوسرے کے
ساتھ قیمت کرنے سے کمتر کو تو انکو تقویم کرین اُسکے ساتھ جو فقیرون کے حق مین نافع ہو کذا فی السراج م یعنے اگر دراہم کے ساتھ قیمت کرین تو دو چالیس
درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تئیس۲۳ دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرینگے کیونکہ اسمین چھ درہم لازم ہونگے بخلاف دنانیر کے کہ اسمین واجب نصف
دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درم کو اور اگر دیناروں سے ۴۸ کو پہونچے اور دراہم سے ایک سو چھبیس۱۲۶ کو تو دیناروں کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہے کہ شرع
مین دینار دس درم کا ہوتا ہے فتح القدیر مین کہا ہے کہ دینار کی قیمت جو دس درہم لگائے جاتے ہین تو شرع مین ایسا ہی تھا ربع عشر خبر قولہ اللازم

وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درہما درہم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابہ وہی
مسئلۃ الکسور ربع عشر خبر ہے اللازم کی یعنے واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہے اور ہر پانچوین حصہ نصاب مین اسی حساب سے واجب
ہے یعنے ہر چالیس درم پر ایک درم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب
سے زیادہ ہو سکی اسی حساب سے زکوٰۃ لیجاوے یعنے خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھین وہ انکے نزدیک نہین اور یہ مسئلہ الکسور ہے
ماخوذ ہے حدیث لاتاخذ من الکسور شیا یعنے نہ لے کسرون مین کچھ کذا فی الشامی وغالب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب وما غلب غشہ منہما یقوم

کالعروض وتشترط فیہ النیۃ اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اُسکا حکم سونے چاندیکا ہے اسمین
لف ونشر مرتب ہے یعنے اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہے اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس مخلوط مین زکوٰۃ سونے چاندیکی لازم ہے یہانتک
کہ اگر بہ نیت تجارت بھی رکھا ہوگا تو زکوٰۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب تجارت
کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان یخلص منہ ما یبلغ نصابا او اقل وعندہ ما یتم بہ او کانت اثمانا رائجۃ وبلغت نصابا من ادنے نقد تجب کوتہ
فتجب والا فلا نیت مشروط ہے مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ
نصاب سے کم ہے لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہے اُسکے پورا کرنے کو اُسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہے یا یہ کہ غالب الغش
ثمن مروج ہون اور قیمت مین اُس ادنے نقد کے نصاب کے برابر ہون جسپر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی
واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومہا احتیاطا خانیہ ولذا لا تباع الا وزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اسمین ملونی اور چاندی یا ملونی اور
سونا دونون برابر ہین اسمین اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوٰۃ لازم ہے احتیاطا کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اُسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہے
تاکہ ربوا لازم نہ آوے واما الذہب المخلوط بالفضۃ فان غلب الذہب فذہب والا فان بلغ الذہب والفضۃ نصابا وجبت اور سونا جو چاندی مین مخلوط
ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہے م شمنی مین اسطرح تقریر کی ہے
کہ اگر گھلا لیا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل زکوٰۃ سونے کی دیجاویگی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلیے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچ گئی تو کل کی زکوٰۃ چاندی کی زکوٰۃ ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے مخلوط
ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونون حد نصاب کو پہونچین یا نہ پہونچین سونا فقط نصاب
ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین ممتنع ہین ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی
دونون برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی
دو ثلث چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ کل کا حکم چاندی کا نہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے سے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو اسمین چاندی کی زکوٰۃ لازم آوے گی بالاتفاق وہی حکم غیر کا اس صورت مین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوٰۃ سونے کی ہوگی واسطے تمام قالات اسکی دوسرا نقشہ حاصل ہو ایک کا معلوم ہوتا ہو جہت کے حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا در صورت مخلوط ہونے کے کہ زکوٰۃ لازم ہوتی ہی یا نہین

سونا غالب اور ہر ایک	چاندی غالب اور ہر ایک	دونوں برابر اور ہر ایک
بقدر نصاب	بقدر نصاب	بقدر نصاب
حکم سونے کا ہوگا	حکم سونے کا	حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا	چاندی غالب اور فقط سونا	دونوں برابر اور فقط سونا
بقدر نصاب	بقدر نصاب	بقدر نصاب
حکم سونے کا	حکم سونے کا	حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی	چاندی غالب اور فقط چاندی	دونوں برابر اور فقط چاندی
بقدر نصاب	بقدر نصاب	بقدر نصاب
ناممکن ہے	حکم چاندی کا	ناممکن
سونا غالب اور دونوں مین سے کوئی	چاندی غالب اور دونون مین سے	دونوں برابر اور کوئی بقدر
نصاب نہین	کوئی نصاب نہین	نصاب نہین
اسمین زکوٰۃ نہ ہوگی	اسمین زکوٰۃ نہین	زکوٰۃ نہین

جاننا چاہیے کہ اسمین سے وہ صورت خارج ہی کہ سونا چاندی دونوں ملکر پوری نصاب ہو جاوین تو یہ خاص صورت متن مین آوے گی و شرط کمال النصاب دو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ یبطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول و لو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہی پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لیے اور آخر مین وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثنائے حول مین مانع وجوب زکوٰۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہو گئی تو برس کا حساب باطل ہو گیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین لاوے اسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو یہ قول امام ابو یوسف کا ہی اور امام محمد سے بھی ایسا منقول ہی جیسا مجمع مین ذکر کیا ہی مگر شارح نے شروع کتاب الزکوٰۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوٰۃ علی مکاتب و مدیون للعبد الخ بیان کیا ہی کہ دین عارض ہو جانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہی امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح ہی کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوٰۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہی نقدین تو سبب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونوں مین ثمنیت پائی جاتی ہی اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین اجزاء کے اعتبار سے

یعنی ہے فلو له مائة درہم وعشرة دنانير قيمتها مائة واربعون تجب ستة عنده وخمسة عندهما فافهم پس اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود
ہون کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہون تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک (زکوۃ دینے والا ۱۲)
ہم یعنی نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہین اُسکی زکوۃ ڈھائی درم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہے امام صاحب کے نزدیک
باعتبار قیمت کے ملائے جائینگے اور قیمت اُنکی ایک سو چالیس درم مفروض ہین جسکی زکوۃ ساڑھے تین درم ہوئے پس کل زکوۃ چھ درم ہوئی اور صاحبین
کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہے اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہو گئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درم کی ہوتی
ہے تو دو سو کی زکوۃ یعنی پانچ درم لازم ہونگے شامی نے کہا کہ یہ بتبعیت نہر الفائق شارح نے پانچ درم کہے حالانکہ صورت مفروضہ مین صاحبین کے
نزدیک بھی چھ درم ہوتے ہین کیونکہ ہر نصف نصاب سے چالیسوان حصہ لازم ہے تو دس دینار کا چالیسوان حصہ دینار کی چوتھائی ہے اور
بیان ۱ دینار چودہ درم کا مفروض ہے تو اسکی چوتھائی ساڑھے تین درم ہوئے جسکو سو درم کی زکوۃ مین ملانے سے چھ درم ہوتے ہین اور شارح نے فافہم
کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہ کہتے ہین کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزاء کے پورا ہونے سے ہے قیمت کا اعتبار نہین چنانچہ اگر کسی کے پاس
سو درم اور دس دینار ہون جنکی قیمت سو درم سے کم ہو تو زکوۃ واجب ہے حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درم نہین مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے
کی اور چاندی کی ملکر پوری نصاب ہے اور یہ قول کافی کا غلط ہے اسلیے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہے اور مثال الاہین جہاں
نصاب چاندی کی پوری نہین مگر جب سو درم کے دینار بنائے جائین تو دس دینار ہو کر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہو جائیگی غرضکہ امام صاحب
کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہین کہ دونوں نصاب پوری ہو سکے بلکہ یہ غرض ہے کہ دونوں مین سے کسی کی پوری ہو جائے کذا فی الطحاوی

(۵) کیونکہ اسکی قیمت ۱۴ فرض کی گئی ہے ۱۲

تبصرة ولا تجب الزكوة عندنا في نصاب مشترك من سائمة ومال تجارة اور نہین واجب ہوتی زکوۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک مین خواہ سائمہ
ہو یا مال تجارت ہو نصاب مشترک سے یہ مراد کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوۃ کے لائق نہین بلکہ جب دونوں کا مال ملا وین تو نصاب ہوتی ہے وان صحت
الخلطة فيه اي في النصاب باتحاد اسباب الاسامة التسعة التي جمعها اوص من يشفع وبيانه في شرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہو گیا ہو نصاب مین بسبب
متحد ہونے سببوں چرائی کے جو عدد مین نو ہین جسکی طرف ایما کرتا ہے جملہ اوص من یشفع کا اور اسکا بیان شرح مجمع مین ہے ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہے طرف خلاف
امام شافعیؒ کے کہ اُنکے نزدیک زکوۃ واجب ہے اور اسباب تسعہ کہا حقیقت مین شروط تسعہ ہین مجازا شرط کو سبب کہا اور اوص من یشفع مین ہمزہ اشارہ ہے طرف
اہلیت کے یعنی دونوں شریک اہل ہون وجوب زکوۃ کے اور واو اشارہ ہے وجود اختلاط کیطرف شروع سال مین اور صاد قصد اختلاط کیطرف یعنی اختلاط اختیاری ہو
ہو اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونوں مواشی کا چراگاہ مین ایک جگہ سے اور نون اشارہ اناء واحد کیطرف یعنی دوہنے کا برتن دودھ دوہا جاوے ایک ہی
ہو اتحاد راعی کیطرف کہ دونوں کا چرانے والا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب کیطرف یعنی پانی پینے کا کنوان یا تالاب ایک ہو اور فا اتحاد فحل کیطرف یعنے
ایک ہی نر دونوں پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کیطرف یہ شرطین سوائم کے اختلاط کی ہین اور شروط اختلاط کی مال تجارت مین کتب شافعیہ مین مذکور ہین منجملہ
اُنکے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت کا (جہان بیٹھے جگہ ۱۲) علحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعا ويتراجعان بالحصص وبيانه في الحاوي
اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوۃ واجب ہے یعنے اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہے تو زکوۃ دونوں پر واجب ہے ہر ایک کے
مال کی اور آپس مین ایک دوسرے سے پھیر لیوین بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی مین ہے ہم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ
بیان کیا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے پاس ایک سو تیئیس بکریان ہین ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی ہین زکوۃ واجب
دو بکریان ہوئین تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق ملے لے پھر دو تہائی مال والا تہائی اُس بکری کی جو ایک تہائی والے نے دی ہے

پھر جسے دو ایک تہائی کا مالک ہو وہ دو تہائی والے سے بکری کی کہ وہ ثلث والے کے دی ہو وہ اس سے تو ثلث ثلث کے بدلے میں ہوا اور اسکا باقی دو ایک تہائی
اس بکری کی دو تہائی کا مالک وہ ذی کا مطالبہ دو تہائی واپس لے کرے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو کہ مرابحہ جائز نہیں ہے تو ہوا حاصل یہ کہ ان کی ہر ایک
لان کل نصیب احدہما انصابا زکوۃ ودون الآخر یس کہ چونکہ ہر ایک کا ان دونوں میں سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے
اور دوسرے پر اسکی صورت یہ ہو کہ اسی بکریاں دو شخصوں کی مشترک ہیں ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مقدار نصاب میں سے ایک بکری ان میں سے دو
تہائی والے کی زکوۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ نہیں کذا فی الشامی ولا یصیبه درتر ہین
ثمانین جاانا ہوں ثمانین علیہ لانہ مال لانقسم خلافا لہما سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسی آدمیوں کی شرکت میں اسی بکریاں ہوں تو پہلے شخص
نصف شاۃ اس شخص پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ یہ مال مشترک اس قبیل سے ہے کہ تقسیم نہیں ہو سکتا یعنی ہر بکری کو آدھا نہیں ہو سکتا بخلاف امام
ابو یوسف کے کذا فی السراج ہم تجنیس میں ہے کہ اسی بکریاں درمیان چالیس آدمیوں کے مشترک میں اس طرح کہ ایک شخص کی ہر بکری میں سے
آدھی اور دوسرا نصف باقی لوگوں میں ہو تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام کا ہو اور اگر دو ہی شخص مشترک
ہوتے دونوں پر زکوۃ واجب ہوتی اسلیے کہ اس حالت میں تقسیم ہو سکتی ہے اور پہلی صورت میں تقسیم نہیں ہو سکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری نصف نصف ہے
تو تقسیم نہیں ہو سکتی بدون اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اسی کے دو آدمیوں میں دو ذکر کرے کہ یہی کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی
ومتوسط وضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ
فکلما قبض اربعین درہما یلزمہ درہم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہیں ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس
زکوۃ دیون واجب ہوتی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہیں بلکہ چالیس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی کہ
قرض یا مال تجارت کا بدل ہے سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آویگا یعنی ہر چالیس پر ایک درم پھر جب چالیس اور وصول ہوں
تو دوسرا درم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہیں عن الشامی وعند قبض مائتین منہ لغیرہا ای من بدل
مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوہما مما ہو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب واملاک اور لازم ہے زکوۃ وقت قبضہ دو سو درم
کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہ ہو اور یہ دین متوسط ہے جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل اسکے ان چیزوں کی کہ حوائج
اصلی میں مشغول ہیں جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی ہم املاک جمع ملک کی ہے یعنی مملوک مطلق یہ عطف عام کا ہے خاص پر اور عرف میں
اراضی کو کہتے ہیں اس صورت میں یہ عطف مباین کا ہے عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور گنا جاویگا برس
کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت میں ہم دین متوسط میں دو روایتیں ہیں روایت اصل یہ ہے کہ زکوۃ واجب ہے اور
ادا لازم نہیں یہانتک کہ قبض کرے دو سو درم اسوقت زکوۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت میں امام ابو حنیفہ سے یہ ہے کہ نہیں زکوۃ واجب ہے
یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذرے اسواسطے کہ یہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہے تو بمنزلہ اس مال کے ہے جو ابھی پیدا ہوا اور یہ بنا بر اسکے
کی ہے کہ جب اسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہے کہ مبنی اختلاف کا دین متوسط میں یہ ہے
کہ وہ مال زکوۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہے یا قبل اسکے پہلی صورت میں وہ برس گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری میں وقت بیع سے
وقت بیع سے ہے اور اصح یہی ہے اور بعض تشبیہوں سے اس جگہ خلل واقع ہوئی ہے اور دین قوی میں کچھ اختلاف روایات نہیں ہے زکوۃ اسمیں اصل سے
برس سے واجب ہے مگر ادا اسوقت لازم ہے کہ چالیس وصول کر لے کذا فی الشامی تصرف ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط

مسئلہ مشکل ہوا کہ وارث ہوا اُس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ پر ہے یعنی نصاب اسکی وقت وراثت سے معتبر ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے تنبیہ پہلے جو ذکر ہوا کہ دین قوی اور متوسط مین اداے زکوٰۃ نہین واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مر گیا قبل قبض دین کے تو اسکو وصیت اخراج زکوٰۃ کی قبضہ ہونے پہ لازم نہین ہے کیونکہ ادا اسکے ذمے ابھی لازم ہی نہین ہوا اور وارث کے ذمے زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ اسکی ملکیت وراثت سے پہلے نہ تھی تو اسکا ابتداے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ ای بعد القبض من دین ضعیف وہو بدل غیر مال کمہر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع اور زکوٰۃ لازم ہے وقت قبضہ دو سو درم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہے الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف کما مر مگر جبکہ ہو اسکے پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا ہم یہ استثنا ہے اشتراط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب کچھ حاصل ہو اور اسکے پاس پہلے سے نصاب ہے تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہین وقولہ کما مر اشارۃ الی ما استفاد فی اثناء الحول الخ کیطرف اور مرادیہ ہے کہ یہان جو مذکور ہے وہ اسی قاعدے مین داخل ہے ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہین کی ولو ابرأ رب الدین المدیون بعد الحول فلا زکوٰۃ سواء کان الدین قویا اولا خانیہ اور اگر معاف کر دیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوٰۃ نہین برابر ہے کہ دین قوی ہو یا نہو کذا فی الخانیہ وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فہو استہلاک فلیحفظ بحر اور محیط مین عدم زکوٰۃ کو ابراء دائن کی صورت مین مقید کیا ہے مدیون مفلس کے ساتھ اس صورت مین ابراء بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہے تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہے یعنے زکوٰۃ واجب ہوگی یاد رکھو کذا فی البحر قال فی النہر وہذا ظاہر فی انہ تقیید للاطلاق وہو غیر صحیح فی الضعیف کما لا یخفی نہر الفائق مین کہا اور یہ یعنے قول بحر کا وقیدہ الخ ظاہر ہے اس باب مین کہ قول مذکور یعنے سواء کان الدین قویا اولا کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہے عام نہین ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھ اور صحیح نہین ہے دین ضعیف مین کیونکہ دین ضعیف مین زکوٰۃ نہین واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت مین اسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوٰۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط مین ہے کذا فی الشامی وتجب علیہا ای علی المرأۃ زکوٰۃ نصف مہر من نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضتہ مہرا ثم ردت النصف لطلاق قبل الدخول فتزکی الکل لما تقرر ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ اور واجب ہے عورت پر زکوٰۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹایا گیا بعد برس روز کے اس ہزار مین سے کہ جسکو بعد مہر قبض کیا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوٰۃ دیوے کل ہزار کی اسلیے کہ ٹھہر چکا قاعدہ ہے کہ نقد یعنے سونا چاندی عقود مین یعنے بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ مین اور فسوخ مین یعنے اقالہ اور خلع وغیرہ مین متعین نہین ہین ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہے سائمہ سے اور شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اسکی ضرورت نہین ہے کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہے وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنے کل مہر اسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوٰۃ ہے مرد کے ذمے نہین کیونکہ عقود دین نقد متعین نہین ہوتے اُسنے جو قبض کیا تھا وہ اسکی ملک مین ہو گیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہین ہین بلکہ اُسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہے اسی جہت سے زکوٰۃ اُسی کے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوٰۃ نہین کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیۃ وتسقط الزکوٰۃ عن موہوب لہ فی نصاب مرجوع فیہ مطلقا سواء رجع بقضاء او غیرہ بعد الحول لورود الاستحقاق علی عین الموہوب ولذا لا رجوع بعد ہلاکہ اور ساقط ہوتی ہے زکوٰۃ موہوب لہ کے ذمے سے اس صورت مین کہ واہب نے بعد برس روز کے نصاب کو دیکر ہٹایا ہو

ہو جیسے قاضی کا تصرف بنا برولایت کے ہے کہ متعلق قرضخواہ موہوب پر واقع ہوا اسی وجہ سے ہبہ باطل ہوگا موہوب کے رجوع سے نہیں پہونچتا فیہ بانہ لا زکوٰۃ علی الواہب الخ اور واہب پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ موہوب لہ کی قیمت زکوٰۃ کے مقدار میں سوائے ایک سال گذرنے کے ... واجب نہیں ہے کیونکہ اسکی ملک منقطع ہوگئی تھی اور یہ تقریر زکوٰۃ کے لیے ایک حیلہ ہے اور اتفاق کے لفظ میں اشارہ ہے کہ ... موہوب سے زکوٰۃ ساقط ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ الا مرقوم موہوب کے قول میں ہے کہ فقیر جسکو مالک بنا دیا ہے اس نے اپنے اختیار سے ... یہ صورت اور حیلہ کے ... لیکن ہر ایک میں اختیار نہیں ہے کہ ... وہ شخص کے پاس اس کو ... پھر لے لیا اسوجہ سے ... وجہ وہ شخص کے ... وہ مستحق ہے کذا فی الشامی ومنہا ان یہ اشتری قبل التمام بیوم اور ایک حیلہ شفعہ وزکوٰۃ کو ہر سال کے اپنے ... مال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ہے اور اسمیں ... زکوٰۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں ... ہمیشہ ... اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے دفع شفعہ کے حیلہ میں اور کہا گیا ہے کہ فتویٰ شفعہ کے باب میں امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوٰۃ میں امام محمد کے قول پر اور یہ تفصیل اچھی اور پسندیدہ ہے کذا فی درر البحار اور کتاب الشفعہ میں مصنف ... کیا ہے

باب العاشر

یہ باب ہے عشر لینے والے کے بیان میں قبل ہذا من تسمیۃ الشئ باسم بعض احوالہ والحاجۃ الیہ بل العشر لم ... اما غایۃ ... فان تمہ ... ذکرہ سعدی ... کی علم جنس ... کیا ہے کہ یہ نام رکھنا ہے کسی چیز کا اسکے بعض حالات کے اعتبار سے یعنی عاشر کبھی عشر لیتا ہے اور کبھی نصف العشر اور کبھی ربع العشر پس چونکہ بعض حالتیں وہ ہیں کہ جنمیں عشر لیتا ہے تو اسی اعتبار سے انکا نام عاشر رکھا گیا اور اسکے ... کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ عشر ... نام ہو اس چیز کا جو عاشر مال والوں سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے یعنی یہ علم جنس ہے ... شامی نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس میں علمیت بضرورت ... کرتے ہیں جیسا اسامہ میں کہ ... استعمال ہوا ہے اور کوئی ... کا نہیں اور یہاں کوئی ضرورت علم ماننے کی نہیں ہے حر مسلم ... حریتہ تولیتہ الیہ ووصف الاسلام ... مسلمان ... ہونا ... سے معلوم ہوا کہ ... کو عامل بنانا حرام ہے غیر ہاشمی ... من شبہۃ الزکوٰۃ ... ہاشمی نہووے کیونکہ اسمیں زکوٰۃ کا شبہ ہے کہ ... ہاشمیوں کو جائز نہیں ... غیر ہاشمی ... شرط ... اسکے سوا اور کسی کتاب میں نظر نہیں آئی اور یہ مخالف ہے اسکے ... وغیرہ میں ... کہ ہاشمی صدقات پر مقرر کیا جاوے تو ... اجرت لینا حلال نہیں اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور ... کسی دوسری جگہ سے ... زیادہ بلا اجرت ... کام کرے تو درست ہے کذا فی الشامی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچاؤ کی چوروں اور رہزنوں سے اسلیے کہ لینا مال کا تجارت سے بسبب حمایت کے ہے یعنی امام جو مال لیتا ہے تو اموال کی حفاظت کے لیے لیتا ہے نصبہ الامام علی الطریق للمسافرین خرج الساعی فانہ الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقۃ المواشی ... کہ اسکو مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافرین کے لیے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ ساعی وہ ہے کہ جو قبائل میں جاوے تاکہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانوں پر پہونچکر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیبا للعبادۃ علی غیرہا اسکو امام نے مقرر کیا ہے تاکہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ عاشر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے جزیہ تو تعریف میں صرف صدقہ کا ذکر کرنا صحیح ہے عبادت کو غیر عبادت پر ... من التجار جمع تاجر ... المارین باموالہم الظاہرۃ والباطنۃ علیہ ... تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر وصول کرے صدقے ان تاجروں سے کہ اسپر گذریں اپنے مال سمیت خواہ مال ظاہر ہو یا باطن جو مال کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن ظاہر مواشی اور جو عاشر کے پاس تاجر لیکر آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا فی البحر اور بیان باطنہ سے مراد مواشی کے سوا ہیں ... المارین باموالہم کے

باب العاشر

ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے کسواسطے کہ اموال باطنہ جو گھر مین ہین اگر عاشر
کو خبر بھی کرے تو اُنمین سے نہین لے سکتا جیسا بحر مین صحیح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ ہین کیونکہ
اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جا کر وصول کرتا ہے اور اشارہ اسطرح ہوا کہ یہ مبنی ہے عاشر اور ساعی مین فرق کرنے
پر حالانکہ ان دونون مین فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار محمول علی الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرون کی مذمت
مین وارد ہوا ہے (لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ) یعنے نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت مین سو یہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام
الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص للنصاب لان ما یاخذہ زکوٰۃ معراج وھو الحق بحر ولہذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار
کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے تجارت کی نیت نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہے یا اسقدر دین کہ بعد ادا کے مال بمقدار نصاب نہین رہتا
شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اسواسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بصیغۂ زکوٰۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسلیے مصنف نے دین کو مطلق
رکھا او قال ادیت الی عاشر آخر وکان عاشر آخر محققا یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا او قال ادیت انا الی الفقراء
فی المصر لا بعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کر چکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنے ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چھٹی دوسرے
عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا علی خلاف اسم ذلک العاشر
وحلف صدق وعدت عدما یہان تک کہ اگر چھٹی پیش کی برخلاف نام اُس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چھٹی کالعدم شمار کیجاوے
ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہو دے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوٰۃ لی جاوے اُس سے الا فی السوائم والاموال
الباطنۃ بعد اخراجہا من البلدۃ یہ استثناء ہے صدق سے یعنے قول مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر
سے نہ مانا جاوے لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاہرۃ فکان الاخذ فیہا للامام فیکون ہو الزکوٰۃ والاول ینقلب نفلا اسلیے کہ اموال مذکورہ
نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہوگئے پس حق لینے زکوٰۃ کا انمین امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوٰۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل
ہو یا خذ منہ لقولہ لقول عمر لا تفتشوا علی الناس متاعہم لکنہ یحلفہ اذا اتہم اور لیوے زکوٰۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اسکے بیان کے کیونکہ حضرت
عمر نے فرمایا ہے کہ نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم ممامر
صدق فیہ ذمی لان لہم ما لنا اور امور مذکورہ مین سے جو امر ایسے ہین کہ انمین مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول انمین مانا جاتا
ہے کیونکہ اُنکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لیے ہے الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایتہ ذلک مگر ذمی کا یہ قول کہ مین نے فقیر
کو دیدیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اُسکی ولایت نہین ہے اسواسطے کہ جو کچھ اُس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ مین جب ادا کا دعوے
کرے تو نہین مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اسکے مصرف نہین اور کافر کو مستحقون پر یعنے مسلمانون پر صرف کرنے کی ولایت نہین کذا
فی الشامی لا یصدق حربی فی شی اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنے اسکی طرف التفات نہین اگرچہ گواہون سے ثابت
کرے افادہ الکمال الا فی ام ولدہ مگر اسکے ام ولد کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جائیگا بخلاف
اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہین اسلیے کہ دار الحرب مین مدبر کرنا صحیح نہین کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا ولدی
اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہے یعنے اور پہلے سے

وہ زکوٰۃ جو عشر اور خراج کے علاوہ ہے [illegible] عشر و خراج کے مصرف میں دوسرے مسلمانوں کی طرح بیٹے اور غریبوں کو دینا

ان کا [illegible] مال میں [illegible] کی طرح بال کی [illegible] کو ہر ایک [illegible] مستحق ہے [illegible] عشر لینا [illegible]

[illegible] جو عشر لینا [illegible] وہ [illegible] قولہ ادیت الی عاشر آخر وثمہ

[illegible] ہو کر [illegible] قولہ ادیت الی عاشر آخر وثمہ

عاشر آخر [illegible] اس صورت میں کہ [illegible] دوسرے عاشر کو ادا [illegible] کوئی [illegible] [illegible] سال

ترجمہ [illegible] ذکرہ الزیلعی [illegible] المصنف من اجل [illegible] قول [illegible] جاوے کہ [illegible] ال [illegible] جرمانہ [illegible]

یعنے پھر عاشر کو عشر دیتے [illegible] اس [illegible] نہیں کیا ہو [illegible] ذکر کیا [illegible] بجہت [illegible] یعنی [illegible]

جاوے یوں ہی نقل کیا مصنف نے بحر سے ہو قولہ الاخر و اسی طرح ہو بعض نسخ بحر میں زیادت [illegible] شرح الدرر اور دوسرے نسخہ میں [illegible]

ہو اور یہی صواب ہے اسلئے کہ عبارت [illegible] کی مانند عبارت کنز کے ہو اور وہ عبارت جسکو شارح نے ذکر کیا ہو وہ عبارت امام محمد بن محمد

بخاری کی مشہور [illegible] کی ہو [illegible] کتاب [illegible] درر البحار میں لکن جزم فی الغایۃ والذخیرۃ لعدم [illegible] لیکن [illegible]

غایۃ البیان میں [illegible] نصف العشر من الذمی سواء کان تغلبیا او لم یکن [illegible]

من الظہیریۃ الی عشرہ و من الحربی العشر اور لیا جاتا ہے یعنے مسلمانوں سے چالیسواں حصہ اور کافر ذمی سے بیسواں حصہ خواہ وہ تغلبی ہو

یا وہ جیسا [illegible] میں ہو منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسواں حصہ [illegible] اسیکا امر فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعنے ان تینوں باتوں کا امر

ساعیوں کو کیا بحر الرائق میں ہو کہ مسلمانوں سے جو لیا جاتا ہو وہ زکوٰۃ ہو اور ذمی سے دونا صدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسواں حصہ اور یہ مال

جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف میں صرف کیا جاوے بشرط کون المال اکثر واحد نصابا لان ما دونہ عفو بشرط ہونے مال ہر ایک کے بقدر

نصاب اسلئے کہ نصاب سے کم معاف ہو و بشرط جہالۃ قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کسقدر لیتے ہیں فان

اعلم اخذ مثلہ مجازاۃ [illegible] [illegible] مسلمانوں سے لیتے ہیں واسطے مکافات کے ہم بھی لینا [illegible] مجازاۃ [illegible]

انسے بسبیل حق لیتے ہیں اور وہ لوگ [illegible] حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام میں آگئے تو انسے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانوں سے کفار کتنا

لیتے ہیں تو اسی قدر مسلمان لوگ بھی انسے بطور مجازات کے لیوینگے مگر اس صورت میں کہ وہ کل لیتے ہوں اور اگر کمیت اور مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم

ہو تو عشر یعنے دسواں حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہو چکا اور اعتبار مجازاۃ کا ستقدر [illegible] ذمی سے دونا [illegible] گیا

کیونکہ حربی بچاو اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہو وتمامہ فی النہر الا اذا اخذوا الکل فلا ناخذہ بل نترک لہ ما یبلغہ مامنہ ابقاء للامان [illegible]

کہ کفار مسلمانوں سے جو دار الحرب میں جاویں کل مال لیتے ہوں تو ہم لوگ کل مال نہ لیوینگے بلکہ اسقدر انکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ انکو اپنے امن [illegible]

پہونچا دیوے واسطے ثبوت حق امان کے و لا ناخذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا و ان اخذوا منا فی الاصح اور ہم نہ لیوینگے انسے کچھ جبکہ مال

نصاب کو نہ پہونچے اگرچہ وہ ہمسے لیتے ہوں اصح روایت میں لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلئے کہ نصاب سے کم مال میں سے کچھ لینا ظلم ہو اور ظلم

میں کسی کا اتباع نہیں ہم اسمیں اتنی بات ہو کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہیں خواہ نصاب ہو یا نہ ہو سراسر ظلم ہو ان کے یہاں کہیں کہ قلیل مال سے لینا

صریح ظلم ہو جیسے کہ سب نقل واسطے حمایت کے [illegible] صرف [illegible] کے واسطے ہو [illegible] اسمیں لینا مقتضائے امان کے مخالف ہو [illegible]

[illegible]

بالمكارم اور اسليے كہ اتمام مكارم اخلاق كے ہم زيادہ مستحق ہين ولا يؤخذ العشر من مال صبي حربي الا ان يكونوا ياخذون من اموال صبياننا
شيئا كما في الحاكم اور نہ ليا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت مين کہ وے لوگ ہمارے لڑکون کے مال مين سے
کچھ لیتے ہون جیسا کہ ہر حاکم کی کافی مین اخذ من الحربي مرة لا يؤخذ منه ثانيا في تلك السنة الا اذا عاد الى دار الحرب
حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اس سے اس برس مین نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے یعنے اور پھر دار الاسلام مین آوے تو دوبارہ
عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او عهد كيونكہ لينا جائز نہين جب تک نیا سال نہو یا نیا عہد نہو ہم حربی کو قدرت نہ دی جاوے دار الاسلام
مین ٹھہرنے کی پورے برس بلکہ اسکو امام آتے وقت یہ کہدے کہ اگر تو یہان اقامت کریگا تو تجھپر جزیہ لگایا جاویگا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ
لگا دے پھر دار الحرب مین نجانے دے كذا في الفتح ولو مر الحربي بعاشر ولم يعلم به العاشر حتى دخل دار الحرب ثم خرج ثانيا لم يعشره لما
مضى لسقوطه بانقطاع الولاية اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے
نکل آیا تو اس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنے دار الحرب مین جانے سے حکومت اہل اسلام کی اسپر
نہین رہتی بخلاف المسلم والذمي لعدم المسقط ذكره الزيلعي بخلاف مسلمان اور ذمی کے کہ اگر بیخبری مین گذر جاوین پھر عاشر کو خبر ہو تو ان سے
عشر لیا جاوے کیونکہ یہان مسقط یعنے عشر کا ساقط کرنے والا مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ويؤخذ نصف عشر من قيمة خمر وجلود ميتة كافر
یعنی عدم ولایت
كذا اقر المصنف متنه في شرحه لو للتجارة وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسوان حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اسکی مردار کی کھالون کی قیمت
سے اگر تجارت کے لیے ہون اور نصاب کو پہونچین شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے ہم خمر مضاف ہے
اور جلود میتہ دوسرا مضاف ہے اور کافر مضاف الیہ اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہے اور یہان یہ اشکال ہے کہ کھالین مثلی نہین
ہین بلکہ قیمت کی چیز ہین تو یہ سور کے مانند ہوئین نہ شراب کی تو انسے عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہ ہے کہ خنزیر عین کی قیمت مین جس سے بالکل انتفاع نہین
ہو سکتا اور اس چیز کی قیمت مین کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہے فرق ہے پس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہین اور جلود میتہ سے بعد دباغت کے
انتفاع درست ہے اور اسلیے انکو علما نے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کے مانند نہین رکھا كذا في الشامي باختصار ويؤخذ عشر القيمة من حربي بلا نية تجارة ولا يؤخذ
من المسلم شيء اتفاقا اور لیا جاوے دسوان حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ باتفاق ہم اسلیے کہ
مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے تو اگر اس سے عشر لیا جائیگا تو اسکا قبضہ اسپر اور مستحکم ہو جائیگا كذا في الطحطاوي ولا يؤخذ من خنزيره
مطلقا لانه قيمي فاخذ قيمته كعينه نہ لیا جاوے عشر کافر کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزون سے ہے تو اسکی قیمت کا لینا گویا اسکا خود لینا ہے
ہم اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہے اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آیا تو چاہے
قیمت ادا کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہین اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا
تو عورت اسکے لینے پر جبر نہ کیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے

كذا في شرح الجامع لقاضي خان بخلاف الشفعة لانه لو لم ياخذ الشفيع بقيمة الخنزير يبطل حقه اصلا فيتضرر ومواضع الضرورة مستثناة ذكره [illegible]
یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہین ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا گھر بدلے خنزیر کے دوسرے ذمی
کے ہاتھ بیچ دیا اور اسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شارح نے اسکا جواب یہ دیا کہ شفعہ کا حکم اسلیے خلاف ہے کہ اگر
شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اسکا حق باطل ہوگا پس اسکا نقصان ہوگا اور مواضع ضرورت قواعد کلیہ

سے بہت قریب ہوتے ہیں ذکر کیا ہو کیونکہ اسی سے حاصل یہ کہ بیان ہوا حق العبد کے لیے ہو کہ وہ جو متعلق ہو یعنی عشر وغیرہ واجب نہیں کیونکہ تابع
متعلق ہو ان سب سے فی المعراج عن الثانی ولا یوخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا اور نہ لیا جاوے اس مال سے جو کہ گھر میں رکھا ہو اسکے گھر میں خواہ وہ
وہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو ولا من مال البضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے اور بضاعت لغت میں ایک ٹکڑا مال کا ہے اور شرع
میں وہ مال جو مالک کسی کو تجارت کے لیے سپرد کرے اس شرط کہ نفع سب مالک کا ہو اور اس کا کچھ نہیں کہ ذمی ہو اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ امانت کہتا
جیسا منیۃ المفتی نے کہا تو کافی ہوتا اور جو ماعدا ہو کو ہی ہے اسکی ضرورت ہے نہ الا ان تکون حربی مگر یہ کہ وہ مال بضاعت کسی حربی کا ہو تو عشر لیا جاوےگا
ولا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت میں کہ مضارب کو نفع
پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاویگا اگر نصاب کی مقدار کو پہنچے و ان کسب ماذون مدیون بدین محیط بمالہ و رقبتہ اور نہ لیا جاوے
عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اسکے مال اور اسکی جان کو مع یہ قید اسلیے بڑھائی کہ یہ مسئلہ مختلف ہے امام صاحب
اور صاحبین میں امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اسکی کمائی کا مالک ہے جیسے اسکی جان
کا بالاتفاق مالک ہے پس اگر عبد ماذون کی کمائی میں کوئی غلام ہو اور اسکو مولی آزاد کر دے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری ہوگا اور صاحبین
کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اس سے کچھ نہ لیا جاویگا اسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اسکی حق ہے
ہے اور یہ مولی کی ملک میں نہیں اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہیں او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون
قرضدار ہو لیکن اسکے ساتھ اسکا آقا نہیں تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی ہے عبد مدیون کہ دین اسکا محیط نہووے اور جس صورت میں کہ آقا اسکے ساتھ ہو
اور اسپر دین نہیں یا ہے لیکن محیط نہیں اسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہے اگر بقدر نصاب ہو تو اسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج علی الصحیح منہ
الثالثۃ لعدم الملک عشر نہ لیا جاوے بنابر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ میں واسطے مفقود ہونے ملک ان تینوں کے یعنی مضارب اور بضاعت
والے اور غلام کے ہم معراج میں ہے کہ ایضاح میں مذکور ہے کہ لینے میں شرط ہے حاضر ہونا ملک اور مالک دونوں کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے
اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولذا لا یوخذ العشر من الوصی اذا قال ہذا مال الیتیم ولا من عبد و مکاتب اور اسی لیے یعنی بوجہ
نہونے ملک کے نہیں لیا جاتا ہے عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہے اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اسکی ملک تام
نہیں مر علی عاشر الخوارج فعشروہ ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بہم سو اگر گذرا باغیوں کے عاشر پر
پس انہوں نے اس سے عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس
جانا یہ قصور اسی کا ہے بخلاف ما لو غلبوا علی بلد بخلاف اس صورت کے کہ خوارج یعنی باغی تسلط کر لیں کسی شہر پر یعنے اس صورت میں اگر
وہ صدقات وصول کر لینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت میں قصور امام کا ہے نہ مالداروں کا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ تحفہ
شارح کا مر بعاشر بالرطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع لہم تاجر میوہ تر بقدر نصاب
تجارت کے لیے لیکر عاشر پر گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت میں کہ عاشر
کے پاس فقرا موجود ہوں تو مال والے سے عشر لے تاکہ انکو دیدے ہم رطاب سے مراد جو چیزیں سال بھر میں نہ رہیں شرنبلالیہ میں کہ صورت
مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اسکے بدلے بقولات میوہ تر میں سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے
نزدیک زکوۃ نہیں لیکن مالک کو کہا جاوے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال میں سے اسی جنس کی زکوۃ لے لیا جاوے

کیونکہ آخر حمایت امام کی اسکو مشتمل ہی کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ مین کمال نے ذکر کیا ہی کہ اگر لیگا تو یہ چیزین ہونی خراب ہو جاوینگی اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھ فقرا ہون یا اپنے عملہ مین صرف کرنے کو لیتا ہی تو اسکو اجازت ہی کذا فی الشامی نہر بحثاً یہ مذکور ہی نہر الفائق مین بطریق بحث نکے ہم نہر کی عبارت مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ برین ذکر کیا ہی اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہین ہی سہنداجو کچھ کمال نے ذکر کیا ہی وہ شرح منظومہ مین مع زیادت مذکور ہی زیادتی یہ ہی کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیجاے اور عنایہ مین باب العاشر مین یہ مذکور ہی کہ جب خضروات یعنی سبزی ترکاری لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لیے انمین سے بعینہا عشر لینا چاہے در صورت انکار کرنے مالک کے اعطاء قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا کے واسطے کی ہمنے اسلیے قید لگائی کہ اگر اپنے عملہ کے لیے خضروات بعینہ لے لیوے تو جائز ہی اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر راضی ہو تو اسکے جواز مین کچھ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہی دفینہ کے احکام مین الحقوہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہانے رکاز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہی ہم یہ جواب ہی اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اسمین سے جو لیا جاتا ہی وہ زکوۃ نہین ہی کذا فے النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلیے کہ رکاز محض قربت ہی اور عشر ایک مشقت ہی جسمین معنی قربت کے ہین کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز اے الاثبات بمعنے المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہی رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہی ہم شامی نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہی ہوگی اور احتمال یہ ہی کہ حال ہو رکز سے یعنے رکاز رکز سے ماخوذ ہی درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنے موجود[12] مرکوز اور یہ اولے ہی اسلیے کہ رکاز اسم جامد ہی مصدر نہین ہی وشرعًا مال مرکوز تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہی کہ موجود ہی زمین کے نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی ہی کہ یہ معنی لغوی نہین ہین اور منح مین مغرب سے منقول ہی کہ وہ معدن ہی یا کنز یعنے کان یا دفینہ اسلیے کہ یہ دونون مستقر ہین زمین مین اگرچہ راکز مختلف ہی انتہی اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونون مین حقیقی ہی اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے عنوان کے مناسب ہی کذا فے الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہی اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اسکا خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدن خلقی خلقہ اللہ تعالے ومن کنز اے مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذے یخمس لیس لسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہی کان خلقی سے کہ اللہ تعالے نے اسکو زمین مین پیدا کیا ہی اور عام ہی کنز سے یعنے مدفون کہ زمین مین رکھا ہو کفار نے اسلیے کہ اسی کا خمس لیا جاتا ہی اگر مسلمان کا مال ہو گا تو اسکا حکم لقطہ[1] کا ہو وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا انثے پائی کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنے حکم عام ہی پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا نہو کذا فے النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی وہو کل جامد ینطبع بالنار ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز منجمد ہی کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسی مین ہی پارہ ہم یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر قول ہی اور قول اول یہ تھا کہ پارہ مین کچھ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہی امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہی اور انمین خمس نہین ہی امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ پارہ چشمہ سے نکالا جاتا ہی اور [illegible] اور دوسری چیز کے

باب الرکاز

[1] جو چیز گری ہوئی کسی کو ملے ۱۲

[illegible] مثل کسی [illegible] جیسے [illegible] اور منقوش [illegible] نہیں [illegible] اور منقوش [illegible]

خمس [illegible] جیسے [illegible] حالانکہ خمس [illegible]

[illegible] اور اسکی [illegible]

ہے جو [illegible] نہیں ہوتے جیسے کان [illegible] قسم [illegible] ایک وہ جو سخت جیسے

[illegible] جاتی ہیں آگ سے جیسے [illegible] جیسے [illegible] نہیں ہوتے جیسے [illegible]

یاقوت وغیرہ [illegible] نہیں جیسے پانی [illegible] ایک [illegible] پانی [illegible]

اور [illegible] وہ جس سے [illegible] کرتے ہیں [illegible] الشامی [illegible]

[illegible] اور [illegible] کیونکہ وہ [illegible]

داخل [illegible] اور [illegible] ہے [illegible] اسکے قبضہ میں [illegible]

لیا جاتا [illegible] نہیں [illegible] خمس [illegible] احد [illegible] الرکاز [illegible]

اور [illegible] المعدن [illegible] مسلمان یا ذمی کی [illegible] حدیث [illegible] الرکاز خمس

اور یہ شامل ہے معدن کو جیسے [illegible] الکافی [illegible] پانچواں خمس زمین کے مالک [illegible]

زمین کسی کی مملوک ہو [illegible] حاشیہ ابوسعود میں [illegible] پانے والے کی [illegible] کیونکہ پانے والے کی مالک [illegible]

تو اسمیں خمس ہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہے [illegible] شامی نے [illegible] وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جب پانیوالا

مالک زمین ہو تب تو خمس واجب ہو [illegible] مالک ہو تو واجب ہو کیونکہ علت وجوب دونوں میں ایک ہے وہ یہ کہ معدن تمام اجزائے

مالک کی ملک ہے [illegible] یقیناً یہ بیان [illegible] کہا ہے [illegible] اس اختلاف

یوں دفع کیا کہ زمین مملوک کی معدن میں دو روایتیں ہیں روایت اصل یہ کہ اسمیں خمس نہیں کل مالک کا ہے اور جامع صغیر کی روایت

یہ ہے کہ اسمیں خمس ہے اور چار خمس مالک کے ہیں پس [illegible] کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہے اور قول آئندہ موافق روایت اصل کے [illegible]

الشامی [illegible] الجلیل [illegible] زمین [illegible] کی ملک نہ ہو جیسے [illegible] جنگل پس وہ چیز پانے والے کی ہے و المعدن

لاشی فیہ ان وجدہ [illegible] معدن میں کچھ لازم نہیں آتا اگر پاوے اسکو اپنے گھر میں اور اپنی دکان میں معدن کے

[illegible] میں احتراز ہے [illegible] اسلیے کہ اسکا خمس لیا جاتا ہے اگرچہ کسی کی مملوک زمین میں ہو یا اسکے گھر میں ہو اسلیے کہ وہ اجزائے زمین سے

نہیں ہے جیسا بیان میں ہے اور گھر اور دکان کی معدن میں کچھ نہ [illegible] امام صاحب کے نزدیک ہے برخلاف قول صاحبین کے کذا [illegible]

الشامی [illegible] روایۃ الاصل [illegible] الکنز [illegible] کچھ لازم نہیں آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی میں اصل کی روایت کے موجب

اور اسی کو اختیار کیا ہے کنز میں [illegible] غایۃ البیان میں کہا ہے کہ زمین مملوکہ میں امام صاحب سے دو روایتیں ہیں روایت اصل کے موافق

ارض اور دار میں کچھ فرق نہیں یعنی دونوں میں کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ زمین جب اسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے

منتقل ہوئی اور معدن بھی اسی زمین کی شی ہے تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کردے تو اہل لشکر کا

حق اس سے ساقط ہوجاتا ہے اسلیے کہ وہ خمس اسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہے [illegible] کہا ہے جصاص نے اور جامع صغیر کی روایت

کے موافق انمین فرق ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ دار مین کسی طرح کی مشقت اور گھیرا نہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب پانے والے کا ہوا اختلاف
ارض کے کہ اسمین مؤنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہی پس اسمین خمس لازم ہی اور کنز کے اختیار کرنے کو بیان کرنے سے ظاہر اً شارح کو ترجیح
روایت اصل کی مقصود ہی لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے بموجب بیان کی اور اصل
کی روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہی کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہی کہ قیاس بھی
ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہی دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اُن پر معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہی دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین
کا ہی تو متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولے ہی حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہی وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور
گھر کے اور درمیان زمین سلطان اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہین کیا انمین وجوب کے باب مین کذا فی الشامی ولا شئ
فی یاقوت وزمرد وفیروزج ونحوہا وجدت فی جبل ای فی معادنہا اور کچھ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اُسکی مثل
مین یعنے پتھر کی قسم جو نرم نہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہ ہی کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو ولو وجدت دفین الجاہلیۃ
ای کنزا خمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیاے مذکورہ یاقوت وغیرہ اور حالیکہ مدفون جاہلیت کے ہون یعنے کنز جسکا حکم آگے
آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہی کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز
یخمس کیف کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین کہ آگ
سے نرم ہو جاوے یعنے بالتحات مین خمس ہی مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین ولا فی لولو ہو مطر الربیع اور کچھ نہین
لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینھ سے پیدا ہوتا ہی یعنے سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہی مچھلی کی قسم سے اللہ تعالے اسمین موتی پیدا
کرتا ہی کذا فی الکرمانی وعنبر حشیش یطلع فی البحر او خثی دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہی کہ دریا سے اُگتا ہی یا گوبر کسی چوپایہ کا ہی
حمو شیخ داؤد انطاکی نے اپنے تذکرے مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ دہنیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہی اُسکو
دریائی موج کنارے پر ڈالتی ہی وہ عنبر ہی کذا فی الشامی وکذا جمیع مایستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذہبا کان کنزا فی قعر البحر
اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنے کسی کا رکھا ہوا اور رکھا
یہ ہی کہ اُسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القہر فلم یکن غنیمۃ اس واسطے کہ اُسپر غلبہ اور تسلط
کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا اور حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہی اور غنیمت وہ ہی کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانون نے اسکو بزور لے لیا ہو
اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا افادہ قاضی خان وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او
غیرہ فلقطۃ سیجئ حکمہا اور جو دفینہ کہ اُسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا اسکے پس وہ لقطہ ہی کہ اُسکا حکم آگے آویگا اور غیر
نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ
کا حکم جو آویگا وہ یہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہانتک کہ گمان ہو کہ مالک اُسکی طلب سے بیٹھ رہا
ہوگا پھر اگر خود فقیر ہی تو اپنے آپ صرف مین لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اسکا آوے تو ضمان دے کذا
فی الشامی وما علیہ سمۃ الکفر خمس وباقیہ للمالک اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اُسپر علامت کفار کی ہو تو اُس مین سے خمس
لیا جاوے اور باقی اُس شخص کا ہی جو اول فتح اسلام مین اُسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے م قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہی

یعنے کنز یعنے دفینہ وارث نہین ہو تو خمس ہے جو تصرف کرنا اسمین ہو سکتا ہو بخلاف معدن کے دفینہ کے تو جیسا وارث بیت المال ہے الا مالک ہے
واسطے مالک کے وارث کا ہو گر وہ نہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہو اور یہ وجہ ہو ظاہر نہین ہو گر وارث مالک معلوم کے معلوم
ہون تو اُسکے مالک زمین کا اُس کو وارث ہو اور اسی سبب سے کہا کہ بیت المال مین رکھا جاوے فتح القدیر مین کہا کہ یہ موجب ہو تا مل
کے یہ انتہا اسلیے کہ جو شئ مذکور ہو کہ کنز زمین مین امانت ہو پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اُسمین رکھا ہوا اُسکا بھی مالک ہوا
اور اگر زمین کو وہ بیچے تو فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہو اُسکی ملک سے نقل نہ ہوگی جیسے مچھلی کے پیٹ مین موتی
وہاں ملکت زمین و الا فللواجد یہ اس صورت مین ہو کہ زمین اُسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا
ہو یعنے خمس نکالکر کما فی البحر یہ اشارہ ہو باقیہ للمالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہو اور ہدایہ وغیرہا سے اسکی ترجیح معلوم ہوتی ہو
لیکن سراج مین مذکور ہو کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ باقی پانے والے کا ہو جیسا حال غیر مملوکہ زمین کا ہو اور اس پر فتویٰ ہو شارح نے
کہا کہ آج کل یہی مناسب ہو کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہو و لو ذمیا فی ذمیا فی صغیرا ا ـے لا مم من اہل الغنیمۃ اگرچہ پانے والا ذمی ہو یا غلام
ہو یا صغیر ہو عورت ہو اسلیے کہ یہ سب اہل غنیمت مین یعنے امام غنیمت مین سے کچھ بطور عطا انکو دیا کرتا ہو شامی عن ا‍ تحتی خلا حربی
مستامن فانہ یسترد منہ ما اخذ یعنے پانے والے کا ہو سوائے کافر حربی مستامن کے کہ لوٹا یا جاوے اُس سے جو اُسنے لیا کیونکہ غنیمت
مین اُسکا کچھ حق نہین الا اذا عمل فی المفاوز باذن الامام علی شرط فلہ المشروط مگر جبکہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن
سے کسی شرط پر تو اُسکو مشروط یعنے مقررہ ملیگا و لو عمل رجلان فی طلب الرکاز فہو للواجد اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کے طلب
مین تو وہ اُسکا ہوگا جسنے پایا امر ظاہر اسکا دلالت کرتا ہو کہ دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اُس صورت مین ہو کہ ایک نے کھودا پھر دوسرا آیا
اُسنے باقی رہا ہوا کھودا اور نکالا لیکن اگر وہ دونون شترک ہون اُسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدہ مین آویگا کہ شرکت صحیح
نہین گھاس کھودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور
نکالنا اُنھون کا سباح مٹی سے اسلیے کہ یہ شرکت متضمن ہو وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہین اور جو کچھ انمین
سے کسی نے حاصل کیا وہ اُسی کا ہوگا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہو اور جو کچھ
ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اُسی کا ہو اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہو امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے
نزدیک اسقدر کہ اُس شئ کی نصف ثمن سے زیادہ نہو و ان کانا اجیرین فہو للمستاجر اور اگر وہ دونون مزدور ہون تو مال اُسکا ہوگا
جسنے انکو اجرت پر رکھا و ان خلا عنہا ای العلامۃ او اشتبہ الضرب فہو جاہلی علی ظاہر المذہب ذکرہ الزیلعی لانہ الغالب
دفیل کا للقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہو یعنے اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہو اسکو
زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہو اسلیے کہ کفار حریص ہوتے ہین جمع اموال پر کذا فی الطحطاوی اور ایک قول یہ ہو کہ مال مذکور
لقطہ کے مانند ہو م ہدایہ مین ایک قول یہ کہا ہو کہ اُسکو مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنے ظاہر یہ ہو
کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہین رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہو جب تک اسکا خلاف معلوم نہو اور حق یہ ہو کہ اِس ظاہر ہونے
کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہرون مین نکلتے رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود جنمین علامت
اہل حرب کی ہو اور اہل اسلام مین رائج ہو ظاہر یہ ہو کہ وہ قسم مشتبہ سے ہین لیکن بعض نے شرح نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہو

دیکھ اُسمین لکھا ہی کہ کفار کے درم مسلمانون کے درمون مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زمانا رواج ہی اسلامی ہی ہونے کے سبب اُسمین
ولا تخمس رکاز اسی ناکان او کنز او جدفی صحرا دار الحرب بل کلہ للواجد ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے دو رکاز
کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہی اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے
کہ وہ شخص چور کی طرح ہی ولو دخل جماعۃ ذو منعۃ وظفروا بشی من کنوزہم وجب معدنہم خمس لکونہ غنیمۃ اور اسی واسطے
اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور کچھ خزانہ یا معدن انکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہی یعنے
غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہی وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم ردہ الیہ مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن
یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اسکو اُسکے مالک کو ہٹا دے غدر سے بچنے کے لیے م یعنے حربیون کے مال اُس
شخص مستامن پر بدون اُنکی رضامندی کے حرام ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ منہا
ملکہ ملکا خبیثا فسبیلہ التصدق بہ پس اگر نہ ہٹایا اسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اُسکا مالک ہوجاویگا خبیث ملک سے کہ اُسکا
تصدق کرنا واجب ہی فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہی کیونکہ اُسکی ملک ثابت
ہی لیکن مشتری کو اچھا نہین م بخلاف اُس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز شراء فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو مشتری
ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہی کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہوگیا کذا فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ
ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ ولا یخمس لانہ متلصص الا تری لا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا
غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اسکو حلال ہی پس نہ ہٹاوے اور نہ اُس مین خمس لیا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری یعنے
وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہی کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے م متاع کے معنون مین فقہا کا
اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ متاع وہ ہی جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی
النقایۃ من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہی کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہی م نقایہ
کتاب ہی صدر الشریعۃ کی اور یہی ہی وقایہ مین جو اُسکے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہی درر مین کہا ہی کہ یہ صحیح نہین ہی کیونکہ شراح
ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہی کہ خمس واجب ہوتا ہی اُس چیز مین کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر
مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہی وہ اس طرح کی صورت نہین ہی کیونکہ مستامن مثل چور کے ہی اور
زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ مین نہین آئی طحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی صرف بیانی ہی الا ان یحمل علی متاعہم
الموجود فی ارضنا مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے جو حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہی فرع مسئلہ تحفہ شارح کا للواجد
صرف الخمس لنفسہ واصلہ وفرعہ واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہی خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل مان باپ پر اور
اپنی فرع یعنے اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون م یعنے وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اسکا کام نہین
نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اسکو جائز نہین کذا فی البحر
عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہی کیونکہ بعض اوقات نصاب سے انکی حاجت کافی نہین ہوتا مثلاً جبکہ پانے والا قرضدار ہو
پس بہتر یہ ہی کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہی کہ جسکو رکاز کا مال ملے اسکو گنجائش ہی کہ صرف کرے خمس

[illegible] ہو [illegible] اور [illegible]

اور یہ [illegible] لائن عشر [illegible] زمین پر [illegible]

کذا فی رد الشامے

باب العشر

یہ باب ہے دسویں حصہ کے احکام میں عشر کہتے ہین دس مین کے ایک گڑے کو اور یہان مراد وہ ہے جو عشر کی طرف منسوب ہے تاکہ شامل ہو نصف العشر اور ربع العشر کو کذا فی الحموی اور اسکو زکوۃ میں اسلیے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے یجب العشر ش کی فان قلّ واجب ہے دسوان حصہ شہد مین اگرچہ قلیل ہو م شامی مین کہا اصل بن کسرہ ہے خوبی نہین کیونکہ ضمیر ارض کی طرف ہے اور لفظ ان قلّ کی ضرورت نہین اسلیے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہے ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ الجبل ومفازۃ عشر واجب ہے اس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا یجتمع العشر والخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنے اسمین عشر نہین تاکہ نہ جمع ہو جاوین عشر اور خراج ش ارض غیر الخراج کے لفظ مین اشارہ ہے کہ یہ شامل ہے زمین عشری کو اور اس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن شامیہ مین ہے کہ پہاڑ عشری ہے یعنے اگر استعمال مین آوے تو عشری ہے کذا قالہ الشامی وکذا یجب العشر فے ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہے پہاڑی یا جنگلی میوہ مین اگر امام نے اسکی حفاظت کی اسلیے کہ وہ مال مقصود ہے م امام کی حفاظت اسلیے مقصود ہے کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہے تو یہ علت اشتراط کی ہے یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہے کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہے تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لا ان لم یحمہ لانہ کالصید عشر واجب نہوگا اگر امام نے اسکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اسمین بھی عشر نہین ویجب فے مسقے سماء اے مطر او سیح کنہر اور واجب ہے عشر اس زمین مین جو سینچا گیا ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے م سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنے نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی المغرب بلا شرط نصاب راجع للکل بدون شرط نصاب کے یعنے کچھ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا ہونا سب مذکورات کی طرف ہے یعنے شہد و میل و غلہ و بلا شرط بقاء و حول لان فیہ معنے المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر مین معنی مونۃ الارض کے ہین یعنے اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا م اگر پیداوار سال بھر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمہ یعنے بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک درم یا مثل اسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہے تو وہ برس روز مین ایکبار واجب ہوا کرتا ہے کرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی ولذا کان للامام اخذہ جبرا ویوخذ من الترکۃ اور اسلیے امام کو گنجائش ہے کہ ان چیزون کا عشر زبردستی لیوے اور ترکہ سے لیا جاسکتا ہے ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب ومادون ووقف اور واجب ہوتا ہے یہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین مین م زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہے اسلیے کہ عشر پیداوار مین ہے زمین مین نہین تو زمین کا مالک ہونا اور نہونا دونون برابر ہین اور زمین وقفی مین عشر اس صورت مین ہے کہ اہل وقف نے اسکو بویا ہو کذا فی الشامی مختصرا

وتسمیتہ زکوۃ مجاز اور عشر کو زکوۃ کہنا مجازاً ہے اسیا ہی مفہوم ہوتا ہے عنایہ سے اور نہر مین اسی کی تقویت کی ہے لیکن عنقریب اس باب مین
کچھ گفتگو ہو چکی ہے الا فی نالا یقصد بہ استغلال الارض مگر ان چیزون مین عشر نہین کہ زمین کے محاصل مین مقصود نہون نحو حطب وقصب
فارسی جیسے لکڑی اور نے ہے قصب لغت مین نبات ساقدار گرہ والی کو کہتے ہین اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہوگیا گنے اور قصب الذریرۃ سے
جسکو قصب السنبل کہتے ہین کیونکہ ان دونون مین عشر ہے کما فے البحر والنہر اور سراج مین ہے کہ گنے کے رس مین عشر ہے نہ خود گنے مین کذا فے
الشرنبلالیہ وحشیش وتبن اور جیسے گھاس ہرا اور سوکھا ہے فتح مین کہا مگر اتنی بات ہے کہ اگر اسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اسمین عشر
واجب ہے کیونکہ وہی مقصود ہوگیا اور ایک روایت امام محمد سے ہے کہ سوکھی گھاس مین عشر ہے کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وخطمی
واشنان اور جیسے کھجور کے پتے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہے اور خطمی اور اشنان وشجر قطن وباذنجان اور جیسے گھاس کا
درخت اور بینگن کا درخت ہے یعنے ان دونون کے درختون مین عشر نہین بلکہ جو کپاس اور بینگنون مین عشر ہے کذا قالہ الطحطاوی وبذر بطیخ وقثاء
وادویۃ کحلبۃ وشونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیان مثل میتھی اور کلونجی کے ہے کیونکہ تخم سے مقصود ترکاریان ہوتی ہین اور ان مین
عشر لازم آتا ہے خود تخم مقصود نہین ہین حاشیہ مین ہے کہ دواؤن مین عشر نہین ہے جیسے کیلہ اور ہلیلہ اور کندر مین کذا قال الشامی حتے لو اشتغل
ارضہ بہا یجب العشر یہانتک کہ اگر زمین کو انہین چیزون مین لگا دیا تو عشر واجب ہوگا ہے یعنی اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس
وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اس مین عشر ہوگا کذا فے غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی مین
کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہین اسی لیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنے بیچنے کی قید نہین لگائی کذا فے الشامی ویجب نصفہ فی مسقی غرب اے
دلو کبیر ودالیۃ اے دولاب لکثرۃ المونۃ اور نصف عشر یعنے بیسوان حصہ واجب ہے اس زمین کی پیداوار مین جو چرس سے پانی دی گئی ہو
یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے ہے یہ وجہ ہے نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ مین مذکور
ہے یا اس صورت مین کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہین ہے یعنے اس صورت مین حنفیون کے نزدیک بھی بیسوان حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا وبآلۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنے چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا
اکثر ہے اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسوان حصہ کذا فے الزیلعی ولو استویا
فنصفہ اور اگر دونون طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی مین شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہین ہوتا وقیل ثلثۃ
ارباعہ اور ایک قول یہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت مین لازم ہین ہے غایۃ البیان مین کہا کہ یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف دونون
وظیفون کا لیا جاوے یعنے چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسوین حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسوین حصہ کا
آدھا لازم ہوا اسی لیے تین ربع عشر کے ہوے اور زیلعی نے روایت اول یعنے لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سوائم پر قیاس کرکے
جس صورت مین آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن اے کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلیے کہ علمانے تصریح کی ہے عشر کی
کل پیداوار سے ہے یعنے عشر اول صورت مین اور نصف عشر دوسری صورت مین جو لازم ہے تو کل مین سے لازم ہے بغیر مجرا کرنے مزدوری
کمیرون اور خرچ بیلون کے اور نہرون کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فے الدرر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی
مطلقاً واجب ہے دونا عشر کا یعنے پانچوان حصہ اس عشری زمین مین جو تغلبی کی ہو ہر صورت مین ہے بنی تغلب قوم نصاری مین سے ہین

[illegible] عشری [illegible] لیا جاوے [illegible] سبب [illegible]
[illegible] باقی رہیگا [illegible] اسلئے وجہ [illegible] مسلمانون کی نسبت [illegible] لیا جاوے [illegible]
مین [illegible] اور اسلام اور [illegible] امام [illegible] کی ہو [illegible]
ذمی [illegible] مسلمان ہو [illegible] تضعیفی موجود [illegible] کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری
ہوجاتی ہے [illegible] کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کو کسی [illegible] تو شیخین کے نزدیک
تضعیفی ہوجاتی ہے [illegible] ایک عشری باقی رہیگی کذا فی العینی [illegible] اسلم او [illegible] الی التضعیف [illegible]
یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج [illegible] تبدیل ہو کر [illegible] تضعیفی
رہی تغلبی سے خریدنے [illegible] تضعیفی رہتی ہے کذا فی العینی اور [illegible] سب [illegible] مین [illegible]
[illegible] بالاتفاق اور تضعیف مین امام ابو یوسف کا [illegible] خلاف [illegible] تغلبی مسلمان ہوجاوے
[illegible] کسی مسلمان [illegible] عشری [illegible] جیسا [illegible] بیان ہو چکا کذا [illegible] واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی
اشتری ارضا عشریۃ من مسلم وقبضہا منہ للتنافی اور لیا جاویگا خراج اس ذمی سے جو تغلبی نہ ہو اور خریدا ہو اس نے عشری مسلمان سے
اور قبضہ کیا اسلئے کہ عشر مین [illegible] ذمی سے خراج لیا اس صورت مین مذہب شیخین کا ہے اور امام محمد کے نزدیک عشری
رہیگی اور غیر تغلبی کی قید [illegible] عشری [illegible] تضعیفی ہوجاتی ہے شیخین کے نزدیک اور قبضہ کی قید اسلئے لگائی کہ خراج
واجب نہین ہوتا مگر زراعت پر قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہین حاصل ہو سکتی بدون قبض کے اور کفر منافی ہے عشر
کے اسلئے کہ عشر [illegible] عبادت [illegible] حاصل یہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس
جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہے اور
امام ابو یوسف [illegible] کہتے ہین کہ عشری ہوجاویگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہیگی اور اگر
عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہوجاویگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی
یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہوجاویگی اگر ٹھہرے اسکی ملک مین امام اعظم کے نزدیک کذا قال الشامی
ومنہا العشر من مسلم اخذ ارضا منہ ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ اور لیا جاویگا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے
شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدیل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے مطلب یہ کہ گویا کہ مسلمان نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ
بیچ مین سے اٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ اور ردت علیہ لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے [illegible] اور رد عشر
ہو [illegible] یعنے جبکہ خریدا اسکو ذمی نے مسلمان سے بشراء فاسد پھر وہ زمین بجہت شراء فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری
ہو گی بدستور بحر مین کہا ہے کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلئے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع نہین
ہوا [illegible] کہ ہنوز استحقاق پھیر لینے کا اسکو ثابت ہے او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے [illegible] یعنے جس صورت مین کہ بائع کو
خیار تھا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح مین قید لگائی ہے اسلئے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو قالہ الشامی او رویۃ مطلقا
یا رد کی گئی ہو بخیار رویت بہر حال یعنے رد قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے قاضی کے

حکم سے ہم تو ان پانچون صورتون مین مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو بغیرہ لقیت خراجیہ لانہ اقالۃ لا فسخ اور اگر رد کی گئی بغیر حکم قاضی کے تو رہیگی خراجی اسواسطے کہ یہ اقالہ ہے نہ فسخ یعنے اقالہ بیع جدید ہوتا ہے غیر متاقدین کے حق مین کذا فی الشامی واخذ خراج من دار جعلت بستانا او مزرعۃ ان کانت للذمی مطلقا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنا لیا ہو اسکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت مین ہم یعنی عشر کے پانی سے اسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہے نہ عشر کے کذا فی البحر والمسلم وقد سقاہا بماۂ ارضا بہ یادہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہو خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اسنے خراج کا پانی اپنے کھیت کو دیا م خراج کا پانی یعنے وہ نہرین کہ عجمیون نے کھودین جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور اسی کے مانند ہے سیحون اور جیحون ودجلہ وفرات برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینہ اور کنوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی وشرح عتابی نے اشکال کیا تھا کہ یہان مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً لازم آتا ہے شارح نے اسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہے خراج بجبر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہان مسلمان نے جو کہ خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہے کذا قال فی البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بماۂ او بہما لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونون طرح کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہے مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شئی فی دار ومقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہین لازم گھر مین اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو م کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہے صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہے کہ رہنے مین نمو وزیادتی نہین اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہے اور اسی قیاس پر مقابر مین زیلعی اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے مین کچھ فرق نہین لیکن علمائے تصریح کی ہے کہ اگر کسی خراج زمین کو معطل رکھے تو اسپر خراج لازم ہے خانیہ مین ہے اگر خراجی زمین کو خرید کر کے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اسپر اس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اس صورت مین کہ اسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ مین ہے پھر کہا کہ فتادی ابو اللیث مین ہے کہ جب کرین خراجی زمین کو مقبرہ یا کرایہ کے لیے یا گھر فقیرون کے لیے تو خراج ساقط ہو جاتا ہے انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہے منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین قیر اسے زفت اور کچھ نہین رال کے چشمے مین م اسلیے کہ رال زمین کا نما یعنے بڑھوتری نہین ہے یعنے زمین سے نہین پیدا ہوتی ہے بلکہ چشمہ ہے جو ش مارتا جیسے پانی کا چشمہ تو اسمین عشر اور خراج نہین کذا فی البحر ولفظ دہن یعلوا الماء مطلقا اے فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہین نفط مین کہ ایک روغن ہے کہ جو پانی پر آجاتا ہے کسی صورت مین یعنے رال وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج خراج لیکن خراج زمین کے چشمہ کے گرد ونواح مین جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہے لا فیہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ خراج نہین خود چشمہ مین اسلیے کہ خراج متعلق ہے کھیتی کی قدرت پر م یہ علت ہے الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف مین بن سکتی ہے اور خراج مقاسمہ کا حکم مانند حکم عشر کے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ والا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہے عشری زمین کے چشمہ کے گرد ونواح مین بشرطیکہ بو دے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیدا وار سے متعلق ہے ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا بان تامن العاہۃ من فساد ہا اور لیا جاوے عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اسکی درستی کے یعنی گدرا ہونیکے کذا فی البرجندی اور نہر مین شرط کیا ہے کہ فساد سے مامون ہو جاوے م جوہرہ مین کہا ہے کہ اختلاف ہے عشر کے وقت مین جو کھیتون اور میوہ جات مین سے لیا جاتا ہے پس امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہین کہ اسوقت لیا جاوے کہ جب پھل ظاہر ہوا اور خرابی سے محفوظ ہو اگرچہ کٹنے کے لائق نہو یعنے اس درجہ کو پہونچے کہ اس سے انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی

ف ۱ اور ملک مین بھی کچھ نہین کذا فی الکافی والنہایۃ وغیرہ ۱۲

اور تحمل امام صاحب ایضا خراج کی مقابل ادا ہر جبا اور نہیں جنڈل فرا بی زمین دے کیونکہ عمارت اسکی آمدنی خراج کے درست
چہ مضمون سے کہا کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہے اسلئے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہے پیداوار سے اسکو تعلق نہیں اور بعضون نے کہا ہے
امام ابوحنیفہ کا بھی ایسا ہی ہے اسلئے کہ امام یعنے حاکم کو جس کا حق ہے خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو اما خراج کو ادا کرے
کذا فی الذخیرہ فتاویٰ میں ہے کہ واقعات میں جو نقل ہے البزازیہ کہ پیداوار کہ نادرست ہے قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی عشر ادا کرنے سے
عشر کے کیونکہ مالک عشر ادا کرنے کا رکھتا ہے اور یہ قید حسن ہے کما فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتی یودی العشر وان اکل ضمن عشرہ
مجمع الفتاوی اور نہ کہا وے مالکوں زمین عشریہ سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھا لیا تو اسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاویٰ اور تتمہ
میں مضمرات سے منقول ہے کہ اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھا لے تو اسپر کچھ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا
فی المحیط الرضوی وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہنچتا ہے کہ پیداوار کو روک دے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین لم یوخذ
لما مضی عند ابی حنیفہ خانیہ اور جس شخص نے خراج چند سال نہ ادا کیا ہو تو گذرے برسون کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی
الخانیہ ہم اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ میں مع شے زائد مذکور ہے اور خانیہ کا یہ قول محمول ہے اس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہے
اور دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی مختصرا وفیہما من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل
یسقط بالموت والاول ظاہر الروایۃ اور خانیہ میں ہے جسپر عشر یا خراج ہو جب مر جاوے تو اسکے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہ ہے کہ نہ لیا
جاوے بلکہ موت کی جہت سے ساقط ہو جاتا ہے اور اول ظاہر الروایۃ ہے مم شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں ہے کہ نہیں ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے
دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ہو ظاہر الروایت میں اور ابن المبارک نے ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے پھر دو ورقون کے بعد ہے کہ ساقط ہوتا ہے
خراج اسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہے جبکہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہوجاتا ہے پس معلوم ہوا کہ بنا بر دونون
روایتون کے فرق ہے درمیان عشر و خراج کے اور سقوط میں خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہیں ہوتا مانند
عشر کے ظاہر الروایۃ میں انتہی فروع مسائل المقتضیٰ شارح کے تمکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر اور جو زمین کا قابض زراعت پر قادر ہو یا
تو خراج واجب ہے نہ عشر ہم یعنے خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہیں ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج میں ذکر
کر چکا کذا قالہ الشامی ویسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہو جاتے ہیں دونون یعنے عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہو جانے سے لیکن
موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہے اور بعد کٹنے کے نہیں کذا قالہ الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا
ولا بینۃ لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر ہے اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون ہم خانیہ میں ہے
کہ وہ زمین کہ اسکا خراج مقرر ہے کسی شخص نے اسکو غصب کر لیا اور غصب سے منکر ہے اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اسکو نہین بویا تو خراج
کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہے اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس
گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین میں کچھ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہے اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام
صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے غاصب
کے ہاتھ اور یہی تفصیل ہے زمین عشری کی غصب میں کذا قالہ الشامی والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان لم یقبض یدہ اور بیع بالوفا میں خراج
بائع پر ہے اگر زمین اسکے قبضہ میں رہے ہم بیع بالوفا کا نام بیع الطاعت بھی ہے اسمین شرط ہوتی ہے کہ مبیع بائع کو پھیر دینا ہے جب وہ ثمن مشتری کو

پھیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع مین آویگا انشاء اللہ تعالی ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہی اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہی م اور یہ شامل ہی اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کھیتی کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہی اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہی کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر اسقدر مدت باقی رہی کہ اسمین کھیتی کر سکتا ہی تو عشر مشتری پر ہی نہین تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتوی تین مہینے پر ہی اور اگر بیچ دیا مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسنے تیسرے کے ہاتھ یہانتک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہو گا یعنے کسی کے ہاتھ مین اسقدر مدت نرہی کہ زراعت کرسکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قالہ الشامی والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر اور عشر اجارہ دینے والے کے ہی امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہی اور کہا ہی صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہی م یعنے اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر امام کے نزدیک موجر پر ہی اجرت مین سے جیسا تاتارخانیہ مین ہی اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر شرح فتح القدیر مین ہی کہ صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ عشر کا تعلق پیداوار کے ساتھ ہی اور وہ مستاجر کا ہی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ زمین کا نماء جیسا زراعت سے ہوتا ہی ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہی تو یہان اجرت مقصود ہی جیسا پھل تو نما حقیقت مین موجر کے پاس ہی اور وہی مالک بھی ہی تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولی ہی کمستعیر مسلم مانند عاریت لینے والے مسلم کے م یعنے جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہی اور زفر کے نزدیک عاریت دینے والے پر ہی کیونکہ جب اسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخششی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہی ہم کہتے ہین کہ وہ منفعت زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہی بالاتفاق کیونکہ اسنے حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی درر البحار یعنے اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے نزدیک عشر اسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہی اور ایک روایت مین مالک پر تامل کذا فی الشامی وفی الحاوی بقولہما ناخذ اور حاوی مین ہی کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کیطرف سے ہو تو عشر اسپر ہی اور اگر مزارع کی طرف سے ہی تو دونون پر حصہ رسد ہی م واضح ہو کہ عقد مزارعت اسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتین جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہ تفصیل جو شارح نے بیان کی ہی نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہی نہ صاحبین کے اسلیے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہی خواہ بیج اسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون پر ہی حصہ رسد اور یہی مذکور ہی اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہی اور خراج بالاتفاق مالک پر ہی کذا فی الطحطاوی والشامی ومن لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ہو وجہ لہ اخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اسپر قابو پا گیا تو اسکا لے لینا اسکو دیانۃ جائز ہو م شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بیت المال کے حقدار کو پہونچتا ہی لے لینا جہان سے پاوے اگرچہ اس خاص مین سے نہو جو اسکے واسطے مقرر ہی اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہی ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ ہاں امام کو البتہ پہونچتا ہی کہ وقت ضرورت ایک مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اسکو اسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہی کہ دوسری مدین سے بھی امام کو

[illegible] یہ مسئلہ مذکور ہے [illegible] کو [illegible] پہونچا [illegible] تو [illegible] کے [illegible] حق [illegible]
کے لیے جائز ہے اسلیے [illegible] جو لازم آتا ہے کہ کوئی [illegible] اپنے حق کو پہونچے کیونکہ بیت المال کی بات بہت [illegible]
ہوتی بلکہ سب مال کو [illegible] کذا قال الشامی [illegible] اور وارث [illegible] جس شخص کے [illegible]
ایسی چیز امانت مرگیا اور کوئی وارث نہیں تو اسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہے اگر مصرف ہو [illegible] جب کسی کے پاس
ودیعت رکھی ہو اور جسنے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک وہ لا وارث مرگیا جو تو ودیعت رکھنے والیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا [illegible] کہ اگر اسکو بیت المال [illegible]
تو ضائع ہو گی کیونکہ بیت المال والے مصارف میں صرف نہیں کرتے پس اگر یہ شخص مصرف رکھتا ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ورنہ [illegible] مصارف صدقات [illegible]
تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی و دفع النائبة والظلم عن نفسه اولی الا اذا تحمل حصته باقیهم دفع کرنا اور ظلم کا اپنے نفس سے [illegible]
صورت مین کہ اسکا حصہ باقی جماعت پر پڑے [illegible] جو بادشاہ وغیرہ کیطرف سے لازم ہو حق یا ناحق جیسا قنیہ مین ہے منقول من البزدوی اور [illegible]
بیان وہ ہے جو ناحق ہو اسواسطے ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور اسمین یہ بھی ہے کہ شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہے کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چیز ناحق
لگائی جاوے تو بعض کو ان مین سے پہونچتا ہے کہ اپنی ذات پر سے اسکو دفع کرے جس صورت مین کہ اسکا حصہ باقیون پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر ہے کہ
اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قال الشامی و تصح الکفالة بها اور نائبہ کی کفالت جائز ہے نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر
کھدوانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلہ کے چوکیدار کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہے اور مسلمان قیدی جو کفار کے [illegible]
اسیر ہین انکا چھڑانا تو اگر ان اشیاء کی ضرورت ہو اور بیت المال مین کچھ نہو اور لوگون پر اسکو حصہ رسد بانٹ دیا جاوے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق
جائز ہے دوسری قسم جو ناحق ہے جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہ بھی مطالبہ مین اشارہ بدیون کے ہے اور صحت کفالت کے معنی نائبہ کے حق مین یہ ہین کہ کسی نے
جب اسکے امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اس سے کرسکتا ہے نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہوجاوے کذا قال الشامی
و یوجر من قام بتوزیعها بالعدل وان کان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہے وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کردے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق ہو
ہم معنے ہر ایک پر بقدر اسکی طاقت کے تقسیم کردے اسلیے کہ اگر اسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہوگی تو بہتیرے غربا کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہ ظلم
پر ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اسکو تقسیم کردے تو ظلم مین کمی ہوجاویگی اسی واسطے اسکو اجر ہوگا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہے قال الشامی
وهذا یعرف ولا یعرف کفا لمادة الظلم اور یہ مسئلہ سیکھا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے روکنے مادہ فساد کے مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اسکی
اصل قنیہ مین ہے اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہے بادشاہ رعیت پر انکی مصلحت کے لیے ہوجاتا ہے دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور
ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کردے لوگون پر انکی مصلحت کے لیے ان سب کا یہی حکم ہے یہانتک کہ محافظون کو رستون پر معین کرنا اور چورون
کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور پھاٹک لگانے اور کوچہ بندی کرنے اور یہ امر اب معلوم کرلینا چاہیے اور بتلانا نہ چاہیے فتنہ کے خوف سے
یعنی تا حکام کو جرأت زیادہ ستانی پر نہو مین کہتا ہون کہ اسمین اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اس صورت مین ہے کہ بیت المال مین اسقدر روپیہ نہ ہو کہ اس
کام کے لیے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین آویگا انشاء اللہ تعالی کذا قال الشامی و یجوز ترک الخراج للمالک لا العشر اور جائز ہے چھوڑ دینا خراج کا مالک
کو نہ عشر کا ہم باب الجہاد مین متن اور شرح مین مذکور ہے کہ اگر بادشاہ یا نائب اسکا خراج چھوڑ دے زمین والیکو یا بخشدے اگرچہ مثاقین ہی سے
ہو تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہے اگر مصرف ہو ورنہ اسکو تصدق کردے اسی پر فتوی ہے اور حاوی مین جو ترجیح کر کے بیان
کیا ہے کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہے سو یہ مشہور کے خلاف ہے اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہے اور خود اسکو فقیرون کو دیدے

کذا فی السراج ویجی تمامہ مع بیان بیوت المال ومصارفہا فی الجہاد ونظمہا ابن الشحنۃ فقال اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف کے کتاب الجہاد مین آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہی اور کہا ہی ؎ بیوت المال اربعۃ لکل ؞ مصارف بینتہا العالمون ؞ بیت المال چار قسم ہی ہر ایک کے لیے مصرف جدا گانہ ہی کہ انکو علما نے بیان کیا ہی ہم شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین ذکر کیا ہی کہ علما نے کہا ہی کہ امام کو چاہیے کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپسمین ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو اور اس مصرف کے خزانہ مین سے اتنا نہو جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیکر کارروائی کرے پھر جب اس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا اسکو ادا کرے مگر جس صورت مین کہ مال صدقہ کا ہی یا غنیمت کا خمس اور اگر اسکو خراج والون پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہون تو کچھ ہٹانا نہ چاہیے کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہین کذا قالہ الشامی ؎ فاولہا الغنائم والکنوز ؞ رکاز ابعدہا المتصدقون ؞ چار قسمون مین کا پہلا بیت المال لغنائم والکنوز والرکاز ہی اور اسکو بیت المال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہین اور رکاز مین الف لام اور عاطفہ ضرورت شعر کی جہت سے حذف کیا گیا اور بعد اسکے بیت المال المتصدقین ہی یہ دوسرا بیت المال ہی اور بہتر یہ تھا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھرتی ہی مگر یون کہا جاوے کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہی اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کیطرف پھیری جاوے حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہی یعنی زکوۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجرون سے لیتا ہی کذا فی الشامی نقلا عن البدائع ؎ وثالثہا خراج مع عشور ؞ وجالیۃ یلیہا العاملون ؞ اور تیسرا خراج ہی مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوتے ہین اسکے کارپرداز حاکم کے ہم بدائع مین کہا کہ تیسرا زمینون کا خراج اور جزیہ جو فی کس مقرر کیا جاتا ہی اور جو بنی نجران سے کپڑون پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجرون سے لیتے ہین یا حربی ستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین زیلعی سے یہ زیادہ کیا ہی کہ ہدیہ حربیون کا اور جو انسے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی انپر چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہی جو اہل ذمہ اور ستامنون سے لیا جاتا ہی اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہی اور وہ عشر جو مسلمانون سے لیا جاتا ہی اسکا ذکر زکوۃ کے ساتھ مین آچکا دوسری قسم مین اور جالیہ اہل ذمہ ہین کیونکہ حضرت عمر رض نے انکو عرب سے جلا وطن کر دیا تھا پھر عرف مین جزیہ کو کہنے لگے ؎ ورابعہا الضوائع مثل مالا ؞ یکون لہ اناس وارثون ؞ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنے لقطون کا ہی مانند ان اشیا کے کہ نہو انکا کوئی وارث ہم ضوائع جمع ضائعہ کی ہی یعنے لقط وقولہ مثل مالا الخ یعنے مانند اس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اسپر رد نہو سکتا ہو جیسے زوجین مین سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہی کہ مالا یکون بحذف حرف عطف معطوف کہین ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت مقتول کی کہ اسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم مین شامل کی ہی اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہی اور اسی وجہ سے اسکا دین اسمین سے ادا کیا جاتا ہی کذا قالہ الشامی ؎ فمصرف الاولین اتی بنص ؞ وثالثہا حواہ مقاتلون ؞ پس مصرف دونون پہلی قسمون کا منصوص ہی قرآن شریف مین مصرف الاولین مین حرکت ہمزہ کی نقل کرکے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنے مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہی مذکور ہی آیہ واعلموا انما غنمتم من شئ مین اور اسکا بیان جہاد مین آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہی آیہ انما الصدقات للفقراء الخ مین اور اسکا بیان عنقریب آتا ہی اور تیسری قسم یعنے خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہین اسکو مقاتل ؎ ورابعہا مصرفہ جہات ؞ تساوی النفع فیہا المسلمون ؞ اور چوتھی قسم کا مصرف وہ صورتین ہین جنمین نفع سب مسلمانون کو پہونچتا ہی ہم یہ موافق ہی اسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ مین بزدوی سے نقل کیا ہی یعنے یہ کہ صرف کیا جاوے مسلمانون کے منافع مین مثل تعمیر پلون اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنے اعدا کے روکنے کے درہ اور تنخواہ قاضیون اور علما کے رد یعنے

ف ا
اور جان لو کہ جو کچھ تم غنیمت مین پاؤ تو اللہ کیلیے ہی اسمین سے خمس اور رسول کیلیے ۱۲

[illegible] ... ہو جاتی ہے ... [illegible]

[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... جیسا ... [illegible]

[illegible] ... کرتا تو اکثر ... کے موافق ہوتا ... [illegible]

باب المصرف

یعنی مصرف الزکوٰۃ والعشر یہ باب ہے مصرف زکوٰۃ اور عشر کے خرچ کرنے کی جگہوں کے بیان میں اور سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر اور ربع العشر تو شامل ہیں ... مصرف عشر کا ... مصرف صدقہ فطر اور کفارہ اور نذر اور ... قوت کا ... خمس المعدن مصرفہ ... اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہے ... بجملہ اقتصار زکوٰۃ وعشر کی وجہ کی طرف اشارہ ... ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہیں اگرچہ ... میں ذکر کیا ہے اور اولیٰ یہ تھا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تاکہ کنز کو بھی شامل ہوتا کیونکہ مصرف میں کنز بھی مثل معدن کے ہے کذا فی الشامی ہو فقیر وہو من لہ ادنیٰ شیء ایک مصرف زکوٰۃ وعشر کا فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جس پاس تھوڑا مال ہے ہم نے فقیر کو مقدم کیا آیت شریف کے اتباع سے اور اسلئے کہ فقیر شرط ہے تمام اقسام میں سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شرح ... وہ مراد ... سے مراد اس سے کم اور ظاہر یہ تھا کہ ... لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین میں مقصود ہے ... غنی ہیں اور فقیر ہیں اور مسکین کے معنی یہ ہیں کہ اسکے پاس کچھ نہو تو اسکے مقابلے کی وجہ سے فقیر کے یہ معنی ہوئے کہ اسکے پاس کچھ مال ہو کذا فی الشامی مختصرا ... دون نصاب او قدر نصاب ... مستغرق فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت میں مشغول ہو جیسے حاجت میں مشغول جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابیں جنکو انکی ضرورت ہو پڑھانے میں یا ... التصحیح میں جیسا زکوٰۃ کے شروع میں بیان اسکا گذرا پس اگر یہ چیزیں مستغرق بالحاجۃ ہیں تو مالک کو مباح ہے زکوٰۃ کا لینا نہیں تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوٰۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شیٔ لہ علی المذہب دوسرا مصرف زکوٰۃ وعشر کا مسکین ہے یعنی وہ شخص جسکے پاس کچھ نہو بنا بر مذہب صحیح ہم یعنی مذہب یہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہے لیکن پہلا صحیح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے معلوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفیں ہیں مصرف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی صنف ہیں کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالیٰ او مسکینا ذا متربۃ بدلیل قول حق سبحانہ تعالیٰ کے یا مسکین خاک میں ملا ہوا یعنی اپنی جلد مٹی میں لگ رہا ... تمام ازار کے نہ ہونے کی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکھا ہے بھوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اس بات پر موقوف ہے کہ ذا متربۃ صفت کاشفہ ہے احترازی نہیں ہے اور اکثر اسکے خلاف ہیں باقی فتح القدیر میں مذکور ہے و آیۃ السفینۃ للترحم اور آیہ سفینہ میں مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے ہم جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہیں وہ آیہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہیں کہ انکے پاس کشتی تھی پھر انکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ انکو مساکین ترحما کہا ہے اور دوسرا جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی انکی ملک نہ تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا عاریت تھی کذا فی الفتح اس صورت میں لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا فی الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہے اور یہ عام ہے ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل میں سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امن نے ... وغیرہ

لینے کو مقرر کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا لانہ فرغ نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لا یمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر
عن البدائع سو عامل کو زکوٰۃ کے مال میں سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیے کہ اُسنے اپنی ذات کو اس کام میں لگا دیا پس اسکو ضرورت ہو
خرچ کی کہ اُسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اُسکی ممانعت نہیں ہے جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنے عامل جو عمل کی
اجرت لیتا ہے اسلیے اگر زکوٰۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کریں تو عامل کو کچھ نہیں ملیگا اور اگر ہلاک ہوجاویگا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا
تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمین شبہہ صدقہ ہونے کا ہے بدلیل ساقط ہونے زکوٰۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل ہاشمی کو
لینا حلال نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہے کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے شرافت کو
نہین پہونچتا تو اُسکے حق مین شبہہ معتبر نہوا زیلعی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث مین موجود ہے اور نہایہ مین ہے کہ اگر
عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اُسکو لینا نہین چاہیے اور اگر وہ بیگار کرے
اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین بحر مین کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہے اور اُسکو اجرت
صدقات سے لینا مکروہ ہے حرام المراد کراہت تحریم ہے کیونکہ علما اسکو لا یحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی و بہذا التعلیل یتقوی ما نسب
للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لا بد منہ کذا
ذکرہ المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہے وہ روایت جو منسوب ہے واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اگرچہ
غنی ہو جب اپنے آپ کو لگا دے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہے اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی ہے کذا
ذکر کیا ہے مصنف نے م یعنے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہے اگر زکوٰۃ لینا اُسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اُسکے پاس ہے
وہ فنا ہوجائیگا پھر وہ محتاج ہوجاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا خیر ذہن سست ہوجاویگا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہے اُسکے جو علما نے
غنی کو زکوٰۃ لینا مطلقا حرام کہا ہے اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہے کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہے اور بہتر ہے کہ
طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوٰۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر
قادر ہو لقدر عملہ ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنے عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق بقدر کہ اُسکو اور اُسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط درجہ
پر اسلیے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہے کیونکہ اسراف ہے اور امام کے ذمہ ہے کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہو ورنہ
لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنے اگرچہ زر کفایت تمام مال زکوٰۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے
زیادہ نہ دیوین اسلیے کہ تنصیف عین انصاف ہے کذا فی البحر و مکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوٰۃ کا مکاتب ہے کہ ہاشمی کا مکاتب نہو کیونکہ
جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہے اُسکو بطریق اولے دینا جائز نہین اور
مکاتب کو زکوٰۃ کا مال لینا جائز ہے اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہوگیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ
نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہوجاوے تو مال زکوٰۃ کا جو مکاتب کے پاس ہے اُسکے مولی کو حلال ہے
اگرچہ مولی غنی ہو م اسلیے مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا ہے اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہے اور
ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن سبیل وصل لمالہ جسطرح
حلال ہے فقیر کو کہ غنی ہوجاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنے اگر فقیر کے پاس مال زکوٰۃ کا باقی ہو اور پھر اُسکو غنا حاصل ہو تو

ہو اُنکے پاس موجود ہو اُسکو حلال ہو کیونکہ اعتبار فقیر ہونیکا ادا کے وقت ہو اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا یہ ہدایہ میں مذکور ہے فی الشامی
وسقط من المؤلفة قلوبهم الصنف ... سکوت کیا صحابہ نے مؤلفۃ القلوب کے مال سے کیونکہ وہ ساقط ہو گئے حضرت ابوبکر
کی خلافت مین اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہ وجہ انکو دینے کی نہ رہی ہم مؤلفۃ القلوب وہ لوگ کہ انکی خاطر داری سے مال صدقہ انکو دیا جاتا تھا اور وہ
تین قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت انکو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آوین اور ایک قسم ایسے تھے کہ دفع شر کیلئے انکو
دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لاتے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت انکو اسلیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت رہین بعد ازان ان لوگون کو خدا
اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے محتاج نہ رہا فتنہ دور ہو گیا انکے دینے کی حاجت نہین رہی کذا فی الشامی او نسخ بقولہ صلی اللہ
علیہ وسلم لمعاذ فی آخر الامر خذها من اغنیاءهم وردها فی فقراءهم یا اسی بات سے کہ مؤلفۃ القلوب کو دینا منسوخ کیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر وقت معاذ بن جبل کو آخر امر مین کہ لے صدقہ انکے اغنیاء سے اور دے انکے فقیرون کو مگر الفاظ اس حدیث
شریف کے جیسا کہ صحاح ستہ سے منقول ہین یہ ہین فاعلمهم ان الله فرض علیهم صدقة تؤخذ من اغنیاءهم فترد علی فقراءهم اور جن
الفاظ سے کہ شیخ نے یہ حدیث ہدایہ نقل کیا ہے سو حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ مین نے کسی سند مین نہین دیکھا الحاصل چونکہ ضمیر فقراءهم کی
مسلمین کیطرف پھرتی ہے تو مؤلفۃ القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہے یہ نسخ حضرت کی حیات مین
حدیث مذکور سے ہوا یا اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو انکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کی ناسخ ہو سکے
اور بحر مین اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہے جسکو حضرت عمر نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء
فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہین ٹھہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع
نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو منح مین ذکر کیا ہے قالہ الشامی والمدیون لا یملک نصابا فاضلا
عن دینہ پانچوان مصرف زکوۃ کا مدیون ہے کہ اُسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے شامی نے کہا کہ آیت
شریف مین جو غارم کا ذکر ہے اُس سے مراد مدیون ہے و فی الظهیریة الدفع للمدیون اولی من الفقیر اور ظہیریہ مین ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت
زیادہ مناسب ہے کیونکہ اُسکو احتیاج زیادہ ہے و فی سبیل اللہ وهو منقطع الغزاة چھٹا مصرف زکوۃ کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنے جو
غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکے فقر کی بابت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو انکو صدقہ لینا حلال ہے اگرچہ وہ
کسب کر سکتے ہون اسلیے کہ اگر کسب مین مشغول ہونگے تو جہاد سے رہجاینگے کذا فی قہستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ
سے مراد منقطع الحاج ہے یعنے جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاجی اگرچہ مفرد ہے لیکن مثل محتاج ہے اور یہ قول امام محمد کا ہے اور پہلا
قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے غایۃ البیان مین ہے کہ یہی اظہر ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے وقیل
طلبة العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا فی الظهیریة والمرغینانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع مین فی سبیل اللہ
کی تفسیر کی ہے کل قربات اور خیرات سے سو داخل ہے اسمین ہر شخص کہ خدا تعالیٰ کی طاعت مین اور سبیل خیرات مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو
کذا فی الشامی وثمرة الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ مین مگر یعنے اختلاف حکم مین نہین اسلیے کہ بشرط
احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت
کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیے کذا قالہ الشامی ومصرف وابن السبیل وهو کل من له مال لا معه ساتوان مصرف مسافر ہے

یعنے وہ شخص کہ اسکی ملک میں مال ہو لیکن اُسکے ساتھ نہیں ہے یعنے وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن میں اسطرح ہو کہ اُسکا قرضہ لوگوں کے ذمہ ہو اور اُسکے
لینے پر قادر نہو کذا فی البحر عن النقایہ اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہیں اور اولی یہ ہے کہ قرض
لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہیں اور نہ بچے ہوئے کا صدقہ کرنا واجب ہے جیسے اُسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اُسکو حاجت سے
زیادہ لینا بھی درست ہے کذا الشامی والحق به من له مال مؤجل او على غائب او معسر او جاحد ولو له بينة في الاصح اور اسی قسم میں شامل ہے اگرچہ
اسکے پاس مال اُدھار یا کسی شخص غائب کے ذمہ ہے اگرچہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اُسکے پاس گواہ بھی ہوں اصح روایت پر ہم کہتے
اگر مال موجل ہو اور اسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اُس مدت مقررہ تک کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے کذا فی البحر عن الخانیہ اور اگر مفلس پر
اسکا دین آتا ہے تو اصح اقوال میں زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہے اور اگر مدیون اقرار کرتا ہو تو اگر موسر ہو تو نہیں جائز کذا فی الخانیہ اور فتح القدیر
میں ہے کہ اگر کوئی عورت فقیرہ کہ اُسکا مہر اُسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہے اور خاوند مالدار ہو اسطرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو
زکوٰۃ لینی جائز نہیں اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہے بحر میں کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہے اور اخذ زکوٰۃ سے منع نہیں کذا فی الشامی وللمالک
المصرف المزکی ان يدفع الى كلهم او الى بعضهم ولو واحدًا من اى صنف كان زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوٰۃ ان سب اقسام میں صرف کرے
یا بعض میں اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان ال الجنسية تبطل الجمعية اسلئے کہ الف لام جنسی جمع کے معنوں کو کھو دیتا ہے ہم جنس سے لیا کرے
صفت ہو ایک فرد پر اقتصار کرنے کی اقسام سبعہ مذکورہ میں سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مراد آیۂ شریفہ میں
بیان ان اصناف کا ہے جنکو دینا جائز ہے نہ کہ تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی الدفع الى ثلثة من كل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ ہر قسم میں سے
تین تین شخصوں کو دیوے ویشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة كما مر اور شرط ہے کہ دینا زکوٰۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور اباحت کے جیسا
گذرا اول کتاب الزکوٰۃ میں اور فرق تملیک و اباحت میں مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہے لا يصرف الى بناء نحو مسجد خرچ نہ کرے زکوٰۃ
مسجد وغیرہ کی بنا میں ہم مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی چیزیں ہوں کہ جنمیں تملیک نہو کذا فی
الشامی عن الزیلعی ولا الى كفن ميت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن میں ہم اسلئے کہ میت میں معنوں تملیک کے نہیں ہیں اسواسطے اگر
میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث کا کذا فی النہر وقضاء دينه اور میت کے دین کے ادا کرنے میں
نہ صرف کرے ہم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہیں مثلاً اگر دائن اور مدیون باہم تصدیق کریں کہ قرض ہے
تو ادا کرنے والا اپنا دیا ہوا اُن سے پھیر سکتا ہے اور مدیون اسکو نہیں لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہو تو مردہ کا بطریق اولی نہوگا
کذا فی الشامی اما دين الحى الفقير فيجوز لو بامره لیکن دین زندہ محتاج کی طرف سے ادا کرنا جائز ہے مال زکوٰۃ سے اگر اسکی اجازت ہو یعنے اسکے حکم سے
زکوٰۃ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور وہ اس سے فقیر کی طرف سے نائب ہو کر لیکر قرضخواہ کے دین میں بھر لیا کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب
یفید عدم الجواز وهو الوجه نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مرگیا تو اطلاق کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجہ ہے کذا فی النہر ہم
کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونوں نے دین میت کو مطلق رکھ دیا ہے اور کوئی قید نہیں لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہے ہدایہ کی شرح میں
کہ کہا ہے کہ اگر زکوٰۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اُسکے امر سے تو جائز ہے اور خلاصہ خانیہ کا بھی اسی کے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق
کتاب کا مفید ہے عدم جواز کو میت میں ہر حال میں اور خلاصہ سے بھی ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کہا ہے اگر ادا کرے دین زندہ کا یا مردہ کا
بغیر اذن زندہ کے تو نہیں جائز ہے پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وہ جواز کی وجہ سے یہ غرض کہ زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے

دینے میں امر ثبوت تملیک نہیں ہوتی کیونکہ جب فوت ہوا تب تملیک سے خارج نہیں ہوتا تو ادا کے وقت
میں تملیک کے وقت ہوا ہو جیسے کہ اوپر شامی وغیرہ میں لکھا ہے ثبوت اور نہیں جائز صرف کرنا زکوٰۃ کا قیمت میں کسی ایسی جائداد وغیرہ کا
جیسے زکوٰۃ کے مال سے غلام خریدا کہ آزاد کرے تو زکوٰۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو خرید کر زکوٰۃ کی نیت سے خریدے تب بھی زکوٰۃ ادا نہوگی بعد
تملیک نہوا لکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہے صحت ہر سب مسائل مذکورہ کی کذا فی الشامی وقد مر ان الحیلۃ ان یتصدق
علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء اور پہلے بیان ہو چکا ہے حیلہ زکوٰۃ کی درستی کے لیے یہ ہے کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ دے اور یہ کہدے کہ
امورات مذکورہ میں اپنی طرف سے صرف کر دے کہ اس شخص کو زکوٰۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اس خیرات میں صرف کرنے کا
کذا فی البحر وہل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم یعنی یہ بات کہ فقیر کو زکوٰۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہو یا نہیں میں نے
اس مسئلہ کو کہیں نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مخالفت جائز ہے اسلیے کہ فقیر تو جب مالک ہوگیا تو اپنی ملک میں جو چاہے سو کرے کذا فی النہر
ولا الی من بینہما ولاد اور نہ اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کہ ان میں اور دینے والے میں قرابت تولد کی ہو اسلیے کہ منافع املاک کے
آپس میں ملے جلے ہیں تو تملیک پوری پوری نہوگی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہے سب اصول کو یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی
وغیرہم اور شامل ہے سب فروع کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہے صدقہ واجبہ
جیسے فطرہ وندر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ مستحسن ہے کذا فی البدائع ماں باپ کے لیے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے
اور کہدے کہ ان پر صرف کر دے مکروہ ہے کما فی القنیہ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ مشہور ہے اور اکثر کتابوں میں مذکور ہے اور مملوکا
لفقیر اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنی اسکو زکوٰۃ دینا تب بھی ناجائز ہے او بینہما زوجیۃ ولو مبانۃ یا دینے والے اور لینے والے
میں رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنے عدت میں ہو اگرچہ تین طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ
وقالا تدفع ہے لزوجہا اور صاحبین کہتے ہیں کہ عورت دے سکتی ہے اپنے خاوند کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن
مسعود کی زوجہ کو جب انھون نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہیں کذا فی الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی
اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اپنے مملوک کو یا ایسے ناتے والے کے مملوک کو جنمیں قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور نہر میں کہا ہے
کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہیں جیسا اپنے بیٹے کو نہیں جائز شرنبلالیہ ولو مکاتبا او مدبرا اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر ہو
یعنی اسوجہ سے کہ عبد اور مدبر میں تو تملیک نہوگی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہیں رکھتے اور مکاتب کے کسب میں مولے کا حق ہے
کذا فی الزیلعی ولا الی عبد اعتق المزکی بعضہ اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اس غلام کو کہ مزکی نے آسکے بعض کو یعنے نصف یا چوتھائی
وغیرہ کو آزاد کیا ہو سوا اسکے ان کان لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لا یدفع لہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے کہ ہووے غلام
بتمامہ مزکی کا یا مشترک ہو انمین اور اسکے بیٹے میں پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی ایسے غلام کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا
اسلیے کہ وہ یا اسکا خود کا مکاتب ہے یا اسکے بیٹے کا ہم کیونکہ جب غلام بتمامہ اسکا ہے یا اسمین اور اسکے بیٹے میں مشترک ہے اور باپ
تو انگر ہے اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اسقدر
ادا کر دے تو آزاد ہوا اور اگر باپ مفلس ہے یا تو انگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے
مکاتب کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں اور یہ جو تقریر کی اس سے واضح ہوا کہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہیں ہے جیسا

شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہی قالہ الشامی وامّا المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ
علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اُسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم بحر مین ہی کہ اگر غلام مشترک
دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہی اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اُسکو
زکوۃ دے سکتا ہی کیونکہ یہ مکاتب اُسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو نہین پہونچتا کہ اُسکو زکوۃ دے کیونکہ اُسکا مکاتب ہی اور اگر معتق
تو انگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوۃ دے سکتا ہی اسلیے کہ یہ اجنبی ہی اور معتق زکوۃ نہین دیسکتا جب
اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت مین وہ اسی کا مکاتب ہی کذا قالہ الشامی لانہ انا مکاتب نفسہ او غیرہ
اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اُسکا خود کا ہی یا غیر کا ہم اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہی وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے ہین
کہ جائز ہی ہر صورت مین ہم یعنے معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام تمامہ اُسکا ہو یا مشترک درمیان اُسکے اور اُسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا
قالہ الشامی لانہ حر کلہ او حر مدیون فافہم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہی تمامہ یا آزاد ہی اور قرضدار سو اسکو سمجھ لے ہم تمامہ آزاد ہی یعنے غیر مدیون
جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اُسکا ہو مگر معتق تو انگر ہو اور شریک اُس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اُس صورت مین کہ معتق مفلس ہو
اس لیے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کماویگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار
ہی چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کمو الے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ مالدار
ہو تو شریک مذکور اُس سے تاوان بھی لے سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے کموانے کے اور مالداری کی صورت مین
بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور فافہم کا اشارہ اسطرف ہی کہ ہمنے تحریر مطلق کی
اسطرح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہی یہان نہین وارد ہوتا اگرچہ شراح نے تکلف کر کے تاویلین کی ہین جیسا ملاحظہ
کتب ہدایہ و درر سے واضح ہی کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من ای مال کان اور نہین جائز زکوۃ
دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زاید ہو اگرچہ کسی مال کی ہو ہم واضح ہو کہ نصاب تین ہین ایک نامی جو دیون سے
زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مالی چیزون کی واجب کرنے والی ہی مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی
کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہی اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب
کے مالک کو بھی حرام ہی جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہی اور ایک نصاب وہ ہی جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہی وہ غذا
ایک روز کی ہی اُسکو نصاب کہنا مجاز شرعی ہی کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغرے سے منقول ہی کہ ایک شخص کے پاس گھر ہی کہ اُس مین
رہتا ہی لیکن اُسکی قدر حاجت سے زیادہ ہی کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اُسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہی اور یہی مین
یہ ہی کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہی کہ اُسکو بوتا ہی یا دکان کہ اُسکا کرایہ کھاتا ہی یا مکان ہی کہ کرایہ اُسکا تین ہزار ہین اور
اُسکے عیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہین کرتا تو اُسکو زکوۃ کا لینا حلال ہی اگرچہ اُسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر
فتوے ہی اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ لا تساوی مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر والنہر
واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف مافی الوہبانیۃ وشرحہا من انہ تحل لہ الزکوۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اُس
شخص کو کہ اُسکے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہونچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہی اور اسی کو مصنف

نہ واجب ہو تو یون کہکر اس سے نہ منع ہوئی اسکی نصاب من جو جہانیہ اور اسکی شرح میں مذکور ہر یعنے اسکو زکوۃ لینا حلال ہر اور اسکے اوپر زکوۃ
نہ بالا تہ اونٹ ذہم قیمت کا ہر کہ نصاب نامی مین داخل ہر یا نفی اونٹ ہیں اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کو سوا نمی مین سے کسی مال
کا مین سے ہو تو اسکو زکوۃ مین سے دینا جائز نہین ہر برابر ہر کہ دو سو درہم کو اسکی قیمت پہونچے یا نہ پہونچے اور ہدایہ کے شارحون نے اسکی تصریح
کی ہر قالہ الشامی ملخصا لکن اعتمد فی الشرنبلالیۃ ماف الوہبانیۃ و مر و جزم بہ فی البحر و ہم لیکن شرنبلالیہ مین وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہر
اور جزم کیا ہر کہ بحر مین جو مذکور ہر وہ وہم ہر اور شرنبلالیہ مین کہا ہر کہ جو بحر مین اسکے خلاف مذکور ہر کہ سو درہم ہر پس اس سے متنبہ رہو
والا کہ صاحب بحر نے اسکے مخالف اشباہ و نظائر کے الغاز مین ذکر کیا ہر پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور مین نے کسی کو نہین دیکھا
ہدایہ کے شارحون مین سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ انکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہر اور اکثر کتابون مین اسکی تصریح کی ہر
کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہر اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اسکی دونون شرحون اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ مین مذکور ہر کہ زعفرانی نے
کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہون کہ انکی قیمت دو سو درہم سے کم ہو تو اسکو زکوۃ لینا حلال ہر اور اسپر زکوۃ واجب بھی ہر
اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہر کسی مال سے جو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہونچے یا نہ پہونچے انتہی قال الزعفرانی
یہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہر شامی مین اسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہر اور بحر کے کلام مین اور اسمین تطبیق کی ہر جو چاہے
دیکھ لے اور نہ اس مالک کرے ولا الی مملوکہ اسے اپنی ولو مدبرا اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو اس سے معلوم ہوا کہ
فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہر کما فی منیۃ المفتی اور مدبر کے حکم مین ام ولد ہر قالہ الشامی عن البحر او زمنا لیس فی عیال مولاہ او کان مولاہ
غائبا علی المذہب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولے کی عیال مین نہو یا مولے اسکا غائب ہو تب بھی اسکو زکوۃ دینا درست نہین بنا بر مذہب
صحیح کے اور ذخیرہ مین کہا کہ روایت ہر ابو یوسف سے کہ اسکو زکوۃ دینا جائز ہر فتح القدیر مین کہا کہ اسمین نظر ہر کیونکہ وجہ امتناع کی یہ ہر کہ
زکوۃ عبد کی ملک نہین ہوتی بلکہ مولے کی ملک ہوتی ہر اور وہ غنی ہر اور اسکا جواب اسطرح دیا جاسکتا ہر کہ جس صورت مین کہ مولے
غائب ہر اور مملوک کسب پر قادر نہین تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہین ہر کہ جسکو زکوۃ لینا جائز ہر کذا فی الشامی لان الملک وقع
للمولی اسواسطے کہ عدم جواز زکوۃ اس جہت سے ہر کہ جو عبد کو دیا جاتا ہر وہ اسکے مولی کی ملک ہو جاتا ہر غیر المکاتب والماذون
المدیون بمحیط فیجوز غنی کے غلام کو زکوۃ دینا جائز نہین سوائے مکاتب کے اور ماذون لہ کے جسپر دین اتنا ہو کہ اسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو
سو انکو زکوۃ دینا جائز ہر مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولی
نہین ہوتا اس صورت مین بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوۃ دینا جائز نہین غنی کے
لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے ہم یعنے بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوۃ کا دینا بالاجماع جائز ہر اور بعد تقرر کے
امام محمد کے نزدیک جائز ہر برخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہین اور غنی کی دختر خداوند والی مین اختلاف ہر
اور صحیح جواز ہر اور یہی قول طرفین کا ہر اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر وابیہ وامراتہ الفقراء وطفل الغنیۃ فیجوز لانتفاء
المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اسکی بی بی کے بشرط فقیر ہونے کے بخلاف مالدار عورت کے لڑکے کے یعنے اگرچہ اسکا باپ نہو
سو ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہر واسطے نہونے مانع کے ہم یہ سب کی علت ہر یعنے چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہر اپنے باپ کے غنا سے
بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسی طرح لڑکا اپنی ماں کے مالدار ہونے سے غنی نہین شمار کیا جاتا ہر کذا فی البحر

ولا الی بنی ہاشم اور نہین جائز ہی زکوۃ دینا بنی ہاشم کو ہم جاننا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی
اُسکا چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوے جنمین سے ایک عبد المطلب ہین باقیون کی نسل منقطع ہو گئی
عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوے سو زکوۃ ان سب کو دیجا سکتی ہی بشرطیکہ مسلمان اور حاجتمند ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور
حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنے حضرت علی وجعفر وعقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق
بیان کرنا چاہیے اسلیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوۃ حرام نہین ہی بلکہ بعض پر حرام ہی کذا فی الشامی الا من ابطل النص قرابتہ وہم بنو لہب
فتحل لمن اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب مگر اُسکو جائز ہی کہ جسکی قرابت بنص رسول صلے اللہ علیہ وسلم منقطع ہو گئی اور وہ ابو لہب کی اولاد
ہین پس جو انمین سے اسلام لے آیا اُسکو زکوۃ جائز ہی جیسا حلال ہی مطلب یعنے ہاشم کے بھائی کی اولاد کو ہم نص سے مراد قول
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی وبین ابی لہب فانہ آثر علینا الافجرین اور بعض نسخ مین بنو ابی لہب ہی اور یہی درست ہی
کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لایجوز نہر پھر ظاہر مذہب یہ ہی کہ بنی ہاشم کو مطلقاً
ممنوع ہی یعنے خواہ بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہی اور عینی نے جو کہا ہی کہ جائز ہی ہاشمی کو کہ زکوۃ دے
اپنے مثل یعنے ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہین جائز ہی کذا فی النہر م ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہی کہ فی زماننا بنی ہاشم کو
زکوۃ دینا جائز ہی اسلیے کہ زکوۃ کا عوض یعنے پانچوین حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ اُنکو نہین پہونچتا کیونکہ غنیمت کے
باب مین اور اُسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اُنکو نہ پہونچا تو اصل کی طرف رجوع کیا
کذا فی البحر اور نہر مین کہا ہی کہ امام ابو یوسف نے کہا ہی کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہی اور عینی مین جو یہ
کہا ہی کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہی کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لایجوز ہے
چاہیے یعنے امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کو دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پھر درست ہونے
کی صورت مین اُنکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار مین ابہام ہی قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی موالیہم ای عتقائہم فانہم منہم
اور نہین جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوے غلامون کو اور جب آزاد کیے ہووٗن کو نہین جائز تو غلامون کو بطریق اولے نہین
جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہی لحدیث مولی القوم منہم بنی ہاشم کے موالی کو زکوۃ دینا جائز نہین بسبب اس حدیث
شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اُنھین مین سے ہوتا ہی ہم اسکو روایت کیا ہی ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے بلفظ مولے
القوم من انفسہم وانا لاتحل لنا الصدقۃ م ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ حکم صدقہ کی حرمت وحلت کے باب مین ہی نہ جمیع
وجوہ مین کیونکہ مولے (غلام آزاد شدہ) اپنے معتق (آزاد کنندہ) کا کفو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہی اور تغلبی سے آزاد
کیے ہوے سے دو چند نہین لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النہر حلہا لاقربائہم لا لہم
اور باقی انبیا علے نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہین اسمین خلاف ہی اور نہر مین حلت کو معتمد کیا ہی اُنکے
اقربا کے لیے نہ اُنکے خود کے لیے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم ای لبنی ہاشم سواء سماہم الواقف
اولا علے ما ہو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہی نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہی کہ وقف کرنیوالے نے اُنکا نام
لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہی جیسا فتح القدیر مین اُسکو تحقیق کیا ہی م شامی نے کہا کہ بحر مین متعدد کتابون سے نقل کیا ہی

لہ نہین ہی قرابت میرے بیچ مین اور ابو لہب مین کیونکہ اُسنے اختیار کیا ... آزاد کیا ہوا کسی قوم کا اُنھین مین سے ہوتا ہی اور ہمکو صدقہ حلال نہین

کہ نفل صدقہ انکو جائز ہے بالاجماع اور ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اور بیہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہے جیسا کہ ... ہے

زمین مین اسکے خلاف ہے یعنے صدقہ نفل انکو بالکل حرام ہے اور فتح مین اسی کی تقویت کی ہے اور کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ وقف کو بجائے نفل

کے سمجھنا چاہیئے اور حلبی نے اسکی عبارت طویل نقل کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ وقف بھی بنی ہاشم کو منع ہے مثل نفل کے اور

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین ہے اور وقف انکو

حلال ہے لیکن حلبی نے جس نسخہ در المختار سے لکھا ہے اسمین علے ما ہو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہے وقیل لا مطلقا تو اس

زیادتی سے البتہ عبارت درست ہوجاتی ہے اور بعض نسخون مین یہ زیادتی ما بعد کے ولا تدفع الے ذمی تک ساقط ہے انتہی

قالہ الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سمّاہم جاز والا لا قلت وقد حملت الاشباہ محل القولین لیکن سراج وغیرہ مین ہے کہ اگر

بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہے تو جائز ہے نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی یعنے صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح

ہیں انہی نے سراج کی عبارت کو دونون قولون کا محل ٹھہرایا ہے م یعنے جس صورت مین نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز

اور وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیون کو جائز نہوا اور جب انکا نام لے دیا تو تبرع

اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جاتا ہے اغنیا پر پھر فقرا پر قالہ الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط ہل تحل الصدقۃ

لسائر الانبیاء قیل نعم وہذہ خصوصیۃ لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحل لقراباتہم فہی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکراما واظہارا لفضیلتہ

صلی اللہ علیہ وسلم انتہی ملخصا پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہے صدقہ باقی انبیا کے لیے تو ایک قول

یہ ہے کہ ہان جائز ہے اور یہ خصوصیت ہے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ انکو نہین جائز اور ایک قول یہ ہے کہ انبیا کو حلال نہین بلکہ

انکے اقربا کو حلال ہے تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے بجہت اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

یاد رہے م یہ مسئلہ مکرر ہے سابق اسکا مذکور ہوچکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہے قالہ الشامی ولا تدفع الے ذمی لحدیث معاذ اور

نہین جائز دینا زکوٰۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رض کے م یعنے وہ حدیث ہے جسکو شارح نے بلفظ خذہا من اغنیائہم الخ بیان کیا ہے

اسلیے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کی طرف پھرتی ہے تو فقرائہم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیئے کذا فی

المعراج وجاز دفع غیرہا وغیر العشر والخراج الیہ اے الذمی اور جائز ہے صدقہ دینا سوائے زکوٰۃ کے اور سوائے

عشر اور خراج کے ذمی کو م عشر زکوٰۃ کے ساتھ ملحق ہے لیکن خراج ان صدقات مین نہین ہے جنکا ذکر ہے کیونکہ انکا مصرف مصلحت عام

مسلمین ہے جیسا پہلے بیان ہوا اور اسی سیلیے کنز اور ہدایہ مین اسکا استثنا نہین کیا قالہ الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ

خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے م یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ

واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین تصریح کی ہے کہ یہ ایک روایت ہے ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر

دلالت کرتا ہے کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہے وبقولہ یفتی حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ

ہے کذا فی حاوی القدسی م لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قول طرفین کا راجح ہے اور اسی پر متون معتمد ہین کذا فی الشامی واما

الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہین

بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہے کہ نفل صدقہ حربی کو دینا

جائز ہی م یعنے مستامن کو جیسا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی پھر شامی نے کہا کہ اُسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی ابو السعود وغیرہ نے کہا ہی معہذا اتفاق کے دعوے کے خلاف ہی لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہی کہ سیر کبیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہی کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اُسکا ہدیہ قبول کرے اس وجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی کہ پانسو دینار قحط کے دنون مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دین کہ وے فقرائے اہل مکہ پر تقسیم کردین اور اسوجہ سے کہ صلہ رحم ہر دین مین پسندیدہ ہی اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہی انتہی قالہ الشامی **دفع بتحر لمن یظنه مصرفا** یا اٹکل کرکے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین مصرف جانتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہی یا اُسکا مکاتب ہی یا حربی ہی اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی م یعنے عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلیے کہ اسکا حق مکاتب کی کمائی مین لگا ہی تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ کا نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہ ہی کہ دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی **وان بان غناه او کونه ذمیا او انه ابوه او ابنه او امراته او هاشمی لا یعید** اور اگر ظاہر ہوا کہ جسکو دیا تھا وہ غنی ہی یا ذمی ہی یا اُسکی بی بی ہی یا اُسکا خود باپ ہی یا بیٹا ہی یا ہاشمی ہی تو اعادہ لازم نہین لانہ اتے بما فی وسعہ اسلیے کہ وہ کرچکا جسقدر اُس سے ہوسکتا تھا م یعنے تملیک کردی جو اُسکی وسعت مین تھی رہی یہ بات کہ اندھیرے مین یہ پوچھے کہ تو کون ہی اور نسب اُسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہی کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن تھی پوری ہوجاتی ہی پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہی کذا فی الشامی **حتی لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطا** یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہی اگر خطا ظاہر ہو **وکره اعطاء فقیر نصابا او اکثر** اور مکروہ ہی دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ م اور ایک روایت ابو یوسف سے ہی کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہی اسلیے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فے الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہی اور باقی رہا ہو انصاب سے کم ہی کذا فے الشامی **الا اذا کان المدفوع الیه مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقه علیهم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینه نصاب فلا یکره** فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہی مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے بانٹے نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہین کذا فی الفتح م بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ رکھتا ہی اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف ونشر غیر مرتب ہی اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہی کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال ہی پر ہی جنپر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج **وکره نقلها الا الی قرابته** اور مکروہ ہی زکوۃ کا نقل کرنا یعنے ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لیجانا مگر اپنے اقربا کی طرف م کیونکہ اسمین رعایت پڑوس کی ہی تو یہی اولے ہی زیلعی اور اُن سے تبادر یہ ہی کہ کراہت تنزیہی ہی پس اگر نقل کرے تو جائز ہی کذا فی الدرر اور زکوۃ مین معتبر وہ جگہ ہی جس جگہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی **بل فے الظهیریة لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محاویج حتی یبدا بهم** بلکہ ظہیریہ مین ہی کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اُس شخص کا کہ قرابتی اُسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع اُنھین سے کرے م عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہی اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہی قہستانی مین ہی کہ افضل بھائی اور بہن ہین پھر اُنکی اولاد پھر مزکی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام

جیسے کہ کسی تجارت کو جیسا کہ وہ چھوڑے تو اوا احوج اواصلح او اورع او نفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام
اور نقل کرنا مکروہ نہیں طرف زیادہ حاجتمند کی یا زیادہ نیک بخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اُس شخص کے جو مسلمانوں کو نفع پہنچاوے
یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف یعنی کیونکہ دار الاسلام کے فقرائے مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہیں کذا فی البحر یعنی
کہا ہے کہ مسلمان قیدیوں کو مستثنیٰ کرنا چاہیئے جبکہ ان لوگوں کے رشتے میں اعانت ہو قید سے چھڑانے پر کذا قال الشامی او
اے طالب علم و فی المعراج التصدق علے العالم الفقیر افضل او الے الزہاد و کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خیبر
او مکروہ نہیں نقل کرنا کسی طرف طالب علم کے اور معراج میں ہے کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہے یا اہل تقویٰ پر اور مکروہ نہیں
نقل طرف زاہدوں کے یا یہ کہ زکوٰۃ پیشگی دیدے سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا مکروہ نہیں کذا فی الفتاوی و لا یجوز صرفہا
لاہل البدع کالکرامیۃ اور نہیں جائز اُسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ ہیں عبارت بزازیہ کی یہ ہے کہ نہیں جائز صرف کرنا
کرامیہ کی طرف پس مراد بدعت سے وہ ہے جو تکفیر تک نوبت پہونچا دے تامل اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہے منسوب عبداللہ
بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہے کہ حق تعالیٰ عرش پر مستقر ہے اور اسم جوہر کا اُس پر اطلاق ہو سکتا ہے کذا فی المغرب لانہم
مشبہۃ فی ذات اللہ تعالیٰ و کذا المشبہ فی الصفات فی المختار اسلیے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہے خداوند تعالیٰ کی ذات میں
اور یہی حکم ہے اُس فرقہ کا جو صفات میں تشبیہ کے قائل ہیں مذہب مختار میں ہم یہ وہ فرقہ ہے کہ قیام حوادث کا خدائے تعالیٰ کی ذات
کے ساتھ جائز رکھتے ہیں تو بعض صفات کو حادث کہتے ہیں جیسے اور حوادث کے صفات ہیں کذا فی الطحطاوی لان مفوت المعرفۃ
من جہۃ الصفات ملحق بمفوت المعرفۃ من جہۃ الذات تجمع الفتاوی اسواسطے کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا صفات میں
یعنے نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہے اُسکے ساتھ جسنے فوت کر دی معرفت ذات کی یعنے تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات
ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی مجمع الفتاوی کما لا یجوز دفع زکوٰۃ الزانی لولدہ منہ اے من الزنا و کذا الذی نفاہ احتیاطا
جیسا نہیں جائز ہے زانی کو زکوٰۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہے اور ایسے ہی اُسکو جسکا نفی کر چکا ہے خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو
نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہے الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف
فتہ ولیین مگر اس صورت میں کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہیں کذا فی جامع الفصولین ہم عمادیہ میں اسکی وجہ
یہ لکھی ہے کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے تو یہ شرعاً بیٹا ناکح کا ہوا اور رحیمیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہے
والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہاں تک اشباہ میں مذکور ہیں و لا یحل ان یسأل
شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہیں حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ اُسکے پاس
اس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوۃ موجود ہو مثلاً تندرست کہ کمائی پر قادر ہو ہم شیئا من القوت اسلیے کہا کہ اگر حاجت کی
چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہے قالہ الشامی و یأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اُسکو دینے والا
اگر اُسکا حال جانتا ہے کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہے ہم اکمل نے شرح مشارق میں کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ
از روئے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اسکو ہبہ کہیں تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح میں کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد علما کی اس
سے یہ ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرتا ہے سوال پر اس حیثیت سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کرے

کذا فی الشامی ولو سال للکسوۃ اولاشتغالہ عن الکسب بالجہاد او طلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہیں کر سکتا تو جائز ہے اگر محتاج ہو ھم یعنے اگرچہ قوی اور کسب پر قادر ہو ذکرہ فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے ندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السوال مستحب ہے اسقدر دینا کہ اس روز اُسکو سوال کی ضرورت نہو و اعتبار حالہ من حاجۃ و عیال اور معتبر ہے حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے ھم مستحسن یہ ہے کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل دین اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوٰۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوٰۃ میں وہاں کے فقیر ہیں جہان مال ہو ھم یعنے اگرچہ مال والا دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوٰۃ اُس شہر کے فقیرون کو دی جاوے جہان مال ہے قالہ ابن کمال یعنی جمیع روایات میں یہی ہے کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت میں معتبر ہے مکان وصیت کرنیوالیکا ھم ایسا ہی جوہرہ میں منقول ہے فتاوے سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا میں خلاصہ سے منقول ہے کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہے کہ انھین پر صرف کریں اور اگر اورون کو دیدین تب بھی جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور اسی پر فتوی ہے ھم اور امام محمد کہتے ہیں کہ نہین جائز ہے کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المودی عند محمد وہو الاصح لان رؤسہم تبع لراسہ اور فطرہ میں مکان ادا کرنے والے کا یعنی نہ مکان اُن لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہے امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح ہے اسلیئے کہ جن لوگون کیطرف سے دیتا ہے وہ ادا کرنیوالے تابع کے ہین ھم بلکہ نہایہ اور عنایہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا شرنبلالیہ میں ہے اور یہی مذہب ہے جیسا البحر میں ہے کذا فی الشامی دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید او الی مبشر او مہدی الباکورۃ جاز زکوٰۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون یعنے عقبا کو عید کی تقریبات یا خوشخبری سنانے والے کو یا اُس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہے الا اذا نص علے التعویض مگر جبکہ تصریح کر دی معاوضہ کی تو جائز نہو گی ولو دفعہا لاختہ ولہا علے زوجہا مہر یبلغ نصابا وہو ملی مقر ولو طلبت لم یمتنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دے زکوٰۃ اپنی بہن کو اور اُسکے خاوند کے ذمہ مہر ہے جو نصاب کو پہونچتا ہے اور وہ شخص توانگر ہے کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اُسکا زکوٰۃ دینا جائز نہین اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے ولو دفعہا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی زکوٰۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اُسکا کام کرتا تو درست ہے ورنہ نہین درست ھم اسلیئے کہ دیا ہوا بمنزلہ عوض کے ہو جاتا ہے اور اسمین یہ خدشہ ہے کہ انعام نئے پھل لانے والے کا ایسا ہے تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہیئے قالہ الشامی ولو وضعہا علے کفہ فانتہبہا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوٰۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیرون نے تو جائز ہے ھم اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوٰۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہے جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصۃ اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اُسکو اُٹھا لیا پھر مالک راضی ہو گیا تو جائز ہے اگر اُسکو پہچانتا ہو اور مال بھی قائم ہے کذا فی الخلاصۃ ھم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اُسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اُسکو کہا کہ فقیر اُسکو اُٹھا لے گیا جسکو مالک نہین پہچانتا تھا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہو گا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوٰۃ تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونے کی اسواسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ وہ مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقداروں کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص

افضل ہی جبکہ زیادہ ہو کہ اسکو پانچ نصف صدقہ کفایت کرے ا سے کم کرنا مکروہ ہو کذا فی شرح درر البحار اور تاتار خانیہ مین محیط سے منقول ہی کہ جو شخص نفل صدقہ دے تو افضل یہ ہی کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ انکو ثواب پہونچیگا اور اسکے اجر مین سے کم نہوگا

واللہ اعلم

باب صدقة الفطر

یہ باب ہی صدقہ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوۃ سے یہ ہی کہ دونون وظیفہ مالیہ ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہی کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہی اور فطر سے مراد فطر کا دن ہی۔ نووی نے کہا کہ اسکا ترجمہ یہ ہی شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہی اور اسکو صدقہ اس بات سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہی کذا فی المرقاة مین اضافة الحکم لشرطہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہی شرط کیطرف ہی حکم سے مراد وجوب صدقہ ہی ایسے کہ کہ شرعی وجوب ہی تو یہان خرف شامل کا ہی اور وجوب سے مراد وجوب ادا ہی اسواسطے کہ وجوب الادا کی شرط فطر ہی نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہی اور مبسوط مین ہی قال الحلبی والفطر لفظ اسلامی والفطرة مولد بل قیل لحن اور فطرہ اصطلاح اسلام والون کی ہی اور فطرہ ساختہ ہی بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہی ظاہر یہ ہی کہ شارح کی مراد یہ ہی کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہی اور نام روز مخصوص کا ہی یہ لفظ شرعی ہی یعنی اطلاق اسکا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہی کیونکہ افطار جو ضد صوم کی ہی لغوی ہی شرع سے پہلے مستعمل ہی یا مراد اسکی لفظ فطرہ کا ہی یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین لیکن ان معنون مین یعنی اور وہ جو قاموس مین مذکور ہی کہ فطرہ بالکسر صدقة الفطر تو قاموس کے الفاظ مین شمار کیا گیا ہی اور نووی نے تحریر مین کہا ہی کہ اسم مولد ہی اور غالبا ماخوذ ہی فطرة سے جو بمعنی خلقت کے ہی یعنی گویا کہ یہ زکوۃ ہی بدن کی قال الشامی وامر بہا فی السنة التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوۃ اور حکم کیا گیا ہی ادا سے صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے ہم روزے رمضان کے فرض ہوے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہی یہی صحیح ہی قال الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ الشمنی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اسکو شمنی نے عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہی عبد اللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح یجب وحدیث فرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر معناہ قدر للاجماع علی ان منکرہا لا یکفر واجب ہی صدقة الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہی کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو اسکے معنی یہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہی اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہی ہم امام شافعی کے نزدیک صدقة الفطر فرض ہی انکا استدلال حدیث مذکور ہی شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع مطلقا بان الامر بادائہا مطلق کالزکوۃ علی قول کما مر واجب ہی صدقة الفطر اسطرح کہ مدة العمر مین ادا کی گنجائش ہی ہمارے نزدیک اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہی ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقة الفطر کی ادا مین مطلق ہی یعنی وقت کی قید نہین سو مدة العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا بان الندبہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہی کذا فی البدائع اور زکوۃ کے کہ اسکا وجوب بھی موسع ہی ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا وہو ما ادا ہا وارثہ جائز اور اگر مر گیا پھر اسکے وارث نے

صدقۃ الفطر اسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہی م جوہرہ مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہووے اور وہ مرجاوے تو اُسکے ترکہ سے نلیا جاوے مگر یہ کہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بھی ہون اور جبر نکیا جاوے اُنپر اور اگر خود وصیت کر کے مرا تو ثلث مین وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی وقیل مضیقاً فی یوم الفطر عیناً اور کہا گیا ہی کہ ادا اسکا مقید ہی خاص عید کے روز م یہ قول حسن بن زیاد کا ہی کہ ادا کرنا اسکا یوم الفطر مین ہی اول سے آخر تک اگر اسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جائیگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع وشروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح دی ہی کہ یہ مطلق نہین ہی بلکہ مقید بالوقت ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوہم م فی ہذا الیوم عن المسالۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسیکا اتباع کیا ہی بحر مین لیکن اُسنے اپنی شرح مین جو منار پر ہی کہا ہی کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہی مین کہتا ہون کہ یہ تیسرا قول ہی مذہب سے خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا مغائر اس قول کے ہی کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہی اور علامہ مقدسی نے اسکو رد کیا ہی کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہی تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا اسواسطے کہ اگر خاص اس روز کے ساتھ مقید تھا تو اُس سے پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہی استحباب پر کذا فی الشامی فبعدہ یکون قضاء واختارہ الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہوویگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہی کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح دی اسکو تنویر البصائر مین م پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہی کہ سوائے ابن ہمام کے کسی اور نے نہین کہا اور اسمین جو کچھ ہی وہ بھی واضح ہو چکا اسصورت مین اس تفریع مین نظر ہی قالہ الشامی علی کل حر مسلم ولو صغیراً او مجنوناً واجب ہی صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو م حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اُسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنوناً واو کے ساتھ واقع ہی اور یہ اُس صورت مین ہی کہ اُن دونون یعنے صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہی کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین ہی امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو انکا ولی صدقہ نکالے اُنکے مال مین سے اور امام محمد اور زفر کہتے ہین کہ نہین واجب ہی پس اگر ولی صدقہ اُنکے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی حتے لو لم یخرجہا ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیہ کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اسکی حاجت اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا وبہ بہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب الاضحیہ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہی صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہی قربانی اور نفقہ محارم کا بنابر قول راجح کے م یعنے اُنکو جو فقیر ہون اور جو کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید ہی ماں باپ کے نکالنے کو کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہون تو مختار یہ ہی کہ اُنکو اپنے نفقہ مین شامل رکھے اگر کسب کرتا ہی وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہی ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاءہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہی جو واجب ہو بفور قدرت کے فعل پر پس نہین شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کیواسطے اسلیے کہ وہ صرف شرط ہی م واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کر سکے

اور قسم ثانی وہ ہے جو آخری ... تو مجبور ہو تکو نعمت حق ... کہتے ہین کیونکہ انکی جہت سے آدمی ادا سے
... اور اگر قدرت کے ساتھ تو آخری ... واجب
ہو جیسے نصاب ... قدرت ممکنہ ہو ... اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے
... قدرت میسرہ ... جیسے نصاب ... کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے
جو تعریف کی ہے وہ خود قدرت کی ہے بلکہ اس واجب کی ہے جو قدرت کے ... پر مشروط ہوا اور بقائے قدرت ممکنہ کے شرط ہونے سے
یعنی اگر نصاب ... کی ... جاتی نہین تو صدقہ فطر ساقط ہو گیا چنانچہ آگے آویگا لا بقاء ... تو میسرہ ہی ایجب بعد التمکن بصفت
الیسر ای من العسر الی الیسر یعنی قدرت میسرہ کے ساتھ یہ شرط ہے کہ سرد ... قدرت میسرہ وہ ہے کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت
کے وصف کے ساتھ سو بدل دیا ہو اسکو دشواری سے آسانی کیطرف ہم اس تعریف مین بھی وہی فعل ہے جو قدرت ممکنہ کی تعریف مین
الخ یا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہر کار شرط ہے تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوئی کہ اسمین معنی علت کے نہین لیس اُسکا بقا بھی شرط
نہین بقا واجب کے لیے کیونکہ بقا مغائر ہے وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہین کہ بقا کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے ستاہد کہ شرط
ہین انعقاد نکاح مین نہ بقائے نکاح مین بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہے کہ اُسمین معنی علت کے ہین کیونکہ آسنے فعل
واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا یعنے ہوسکتا تھا کہ فعل واجب ہوتا بفور وجود قدرت ممکنہ کے بصفت
دشواری سو دشواری کو چھوڑ کر اسکو بصفت یسر واجب کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہے باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہین
باقی رہسکتا بدون اُسکے کذا فی الشامی مختصرا فیشترط بقاء ہا لانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہے بقائے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط ہے
علت کے معنی مین ہم یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھ رہتا ہے وجود اور عدم مین کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور یہ اُسکو منقح بیان کیا ہے
منار کی تعلیقات مین ثم فرع علیہ فلا تسقط الفطرۃ وکذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اُسپر جو سابق مین مذکور
ہے یعنے قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جانے سے واجب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونون
مین قدرت ممکنہ بیسر ہے کذا قالہ الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزکوۃ
والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنے خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہے یعنے تمام
یعنے اگر مال برس گزرنے کے بعد ہلاک ہو جاوے اما کی قدرت اسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے بخلاف استہلاک کے کیونکہ اس
صورت مین تقدیراً قدرت باقی ہے کہ اسمین زجر ہے تعدی سے اور فقیرون کا بھی لحاظ ہے عن نفسہ متعلق یجب وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق
ہے یجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہے اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو ہم یہ بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اسمین خود
اُسکا نفس ہے اور آدمی بیشک اپنا جب آپ اُٹھائے ہوئے ہے اور اپنے راس کا آپ متولی ہے تو اُسی کے معنون مین ہے وہ جو اُسکے ساتھ ملحق ہے یعنے
اُسکے تو ابع جنکی مونت اُسکے ذمہ ہے اور صوم مین عذر کی قید اتفاقی ہے اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ فطرہ کے ادا
مین یہ شرط مذکور نہین قالہ الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے ہم یعنے
جو کہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اُسکے مال مین سے ہوگا امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا
کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی دونون کو شامل ہے کذا فی المغرب قالہ الشامی ولو تعدد الآباء فعلی کل فطرۃ
اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا ہم اسکی صورت یہ ہے کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوے کرین کہ یہ میرا بیٹا ہے یا مشترک باندی کے

ہیں پر دونوں الکون نے دعوی کیا قالہ الشامی و زوج صغیرۃ الصالحۃ لخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت
کر سکتی ہو پس فطرہ لازم نہین آتا نہ خاوند پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکا لفظ صالحۃ ہی صغیرہ اگر اپنے خاوند
کے سپرد کی گئی ہو تو اسکے باپ پر فطرہ نہین ہی کیونکہ اسکی مؤنت اسکے ذمہ نہین رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مین دو قیدین ہین خدمت کی
صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قال الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہی باپ کے نہوتے جیسا اختیار
مین اسکو اختیار کیا ہو یہ حسن کی روایت ہی اور ظاہر الروایۃ کے خلاف ہی کہ دادا باپ کے حکم مین ہی مگر چند مسائل مین انمین سے ایک مسئلہ یہی ہو
اور فتح القدیر مین بھی اسی کو اختیار کیا ہو کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہی یعنے راس اور اسکی مؤنت اور تولیت بولایت مستقل اور اسکے ذمہ ہو اسی واسطے
شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ لخدمتہ ولو مدیونا او مستاجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب
ہی اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگرچہ مدیون ہو یعنے مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ راہن کے پاس دین کے
دینے کی قدر ہو یعنے دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ مین ہی اور مراد نصاب سے یہ ہی کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی مین ہی کذا
فی شرنبلالیہ ولا العبد الموصی بخدمتہ لواحد وبرقبتہ لاخر فنفقتہ علی مالک رقبتہ وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اسکی
ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہی کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے
کسیکا نقصان کیا ہو کہ انکا صدقہ مالک کے ذمہ ہی جنایت کوئی سی ہو عمدًا ہو یا خطا کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہی جب جنایت
کے بدلہ مین اسکو دیدے پہلے سے زائل نہین ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہین ہی
خطا ہی کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح حم زیلعی مین ہی کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اسکا فطرہ مالک پر نہین لیکن شبلی محشی زیلعی نے اسکو
محمول کیا ہی اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا
لتحقق السبب وہو راس یمونہ ویلی علیہ اور صدقہ دے اپنے مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہی یعنی راس
جسکی مؤنت اسکے ذمہ ہی اور اسکا وہ ولی ہی حم یعنی مؤنت واجبہ کالمستقلہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکلگئی جو بلا اپنے ذمہ رکھے تو جیہ اور دوسری
قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اسکی مؤنت کامل نہین اور تیسری سے زوجہ نکلگئی کہ اسکی مؤنت مستقل نہین بلکہ مؤنت ضروری ہی انتظام
خانگی کے لیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہین جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہین
واجب ہی صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے جو بالغ عاقل ہو حم زوجہ کی طرف سے اسلیے نہین واجب کہ اسپر
ولایت تامہ نہین کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہین ہی اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش
مین اسکا شریک ہو مگر اسکا صدقہ باپ پر واجب نہین کیونکہ ولایت نہین کذا فی الجوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے
کہ انکا حکم مانند صغیر کے ہی ولو ادی عنہما بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادۃ اے لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کیطرف یا ولد
بالغ عاقل کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہی بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃً اذن موجود ہی یعنے اگر اسکے عیال
مین ہو ورنہ نہین کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو حم للاذن عادۃ سے اشارہ ہی کہ نیت حکمًا موجود ہی ورنہ بدائع مین تصریح
کی ہی کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہین ہوتا بحر مین کہا ہی کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کیطرف
سے جو اسکے عیال مین ہین یعنے جنکا خورد و نوش اسکے متعلق ہی بدون انکی اجازت کے تو جائز ہی مطلقًا یعنے قید زوجہ اور ولد کی نہین

ولا عن عبید عبدہ ولا الآبق ولا المغصوب المجحود یعنی غلام کے غلامون کی طرف سے نہ بھاگے ہوے غلام کی طرف سے کیونکہ ولایت اسپر قائم
نہین اور نہ اپنے غلام کی طرف سے ادا کرنا لازم ہی جب تک وہ مغصوب کیے ہوے کیطرف سے جبکہ غاصب منکر ہو اگر غصب
پر گواہ نہ ہون کذا فی خلاصۃ المفتین اور تنقیح وجواب ہو تو بھی ذکر ہوتی یہ ہی کہ واجب نہ ہو اگرچہ گواہ بھی ہون کیونکہ ہر قاضی عادل
نہین ہوتا اور مدعی ہر کوئی ہوتا قبول کذا فی التحفۃ والاصح الاول الا ادی تجب لما مضی کذا فی ہدایہ پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سالہاے گذشتہ
کا فطرہ کذا فی قہستانی یہ استثنا راجع ہو آبق کی طرف جیسا نہر مین اور منح مین ہی اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر مین ہی حلبی سے ذکر کیا لیکن ظاہر
یہ ہی کہ اسوقت کا حکم بھی یہی حکم ہی کذا فی الشامی ولا عن مکاتبہ ولا تجب علیہ الا ان یؤدی عن مولاہ اور نہین واجب ہی مکاتب کیطرف
سے اور نہ واجب ہی اُس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ مین ہی مولی کی ہی اسلیے کہ مکاتب عبد ہی ہی جبتک اسپر ایک درم بھی
باقی ہی اور عبد محض مملوک ہی تو مالک نہین ہوسکتا کذا فی البدائع و عبید مشترکۃ اور نہ مشترک غلامون کیطرف سے کیونکہ ہر شریک کی ولایت
اور مؤنت قاصر ہی اور یہ امام صاحب کا قول ہی اور صاحبین کہتے ہین کہ ہر ایک کے ذمہ پورے غلامون کا فطرہ ہوگا جتنے اُسکے حصے مین
آوین گنے ہون کا ادا ہوگا جیسا ہدایہ مین ہی یعنے اگر چار غلام ہون تو دونون شریکون کے ذمہ دو دو غلامون کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام
ہون تو ایک ایک کا فطرہ دونون پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور محیط مین ابو یوسف کو ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہی اور یہی اصح ہی
جیسا حقائق اور فتح مین ہی الا اذا کان عبد بین اثنین وتہایاہ و وجد الوقت فی نوبۃ احدہما تجب فی قول مگر جبکہ غلام مشترک ہو دو شخصون
مین اور نوبت نوبت اُس سے خدمت لیتے ہون اور ایک کی نوبت مین وقت وجوب پایا جاوے یعنے طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول مین
واجب ہی یعنے قول ضعیف مین جیسا بعض نسخون مین موجود ہی اور وجہ اس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہی کہ سب متون و شروح کے اطلاق
کے مخالف ہی قال الشامی و توقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر یوم الفطر والخیار باق تلزم الفطرۃ من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب
موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے اور اختیار باقی ہو فطرہ لازم اُس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار
پاوے کالام بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونون کا اور موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہی پس اگر خیار تھا اور بعد یوم الفطر
کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو کسی پر واجب نہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر گیا یا خیار رویت
کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر گیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من برا و دقیقہ
او سویقہ نصف صاع فاعل ہی یجب کا یعنے فطرہ کا مقدار واجب آدھا صاع گیہون کا یا اُسکے آٹے کا یا اُسکے ستو کا اور اولے یہ ہی کہ آٹے اور ستو
مین مقدار اور قیمت دونون کی رعایت ملحوظ رہے احتیاطا اگرچہ بعض اخبار مین آٹے کی تصریح آئی ہی کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ اسناد
مین سلیمان بن ارقم ہی جو متروک الحدیث ہی پس احتیاط واجب ہی یعنے اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے
کہ برابر ہو نصف صاع گیہون یا ایک صاع جو کو اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہون کا آٹا ہو جو قیمت مین برابر ہو نصف صاع گیہون
کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت مین برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا کہ قیمت مین نصف صاع گیہون کے
برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت مین ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ مین اولی سے تعبیر کیا ہی اور فتح القدیر مین الاحوط سے
کذا فی الشامی او زبیب وجعلاہ کالتمر وہو روایۃ عن الامام وصححہا البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم مین کیا
ہی یعنی ایک صاع دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہی امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہی اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے لم یبین انہ ...

جو ملتقی پر ہی اور مراد یہ ہی کہ اُسنے تصحیح بیان کی ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ اُسکی تصحیح کی ہی ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہی ابن ہمام
نے فتح القدیر مین دلیل کی رو سے فی الحقائق والشرنبلالیہ عن البرہان وبہ یفتے اور حقائق اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ
اسی پر فتویٰ ہی او صاع من تمر او شعیر ولو ردیا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو ھم بحر مین کہا ہی کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا ہی
اور جید کی قید نہین لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہی اور اگر ادا کیا بو دار یا عیب دار تو اُسکا نقصان بھی بھر دے
اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہگئی وہ بھی ادا کر دے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس اگر جو غالب ہون تو ایک
صاع اور اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی وما لم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اسمین تصریح وارد نہین ہوئی اُسمین معتبر قیمت ہی جیسے جید اور ردی ھم بدائع مین کہا ہی کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض جگہ قیمت کے
اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ جس چیز کے بدلہ مین دیا ہی وہ اُسکے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلاً گیہون دیا گیہون کے بدلے قیمت کے
اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون دیے تو جائز نہین یا دوسرا مثلہ گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار
سے دیے وہ بھی جائز نہین جیسے نصف صاع کھجور جو قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کرے بلکہ بجاے نصف صاع
کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اُسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وھو ای الصاع المعتبر ما یسع
الفا و اربعین درھما من ماش او عدس اور صاع جو شرعاً معتبر ہی وہ ظرف ہی جسمین ایکہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سماوین
اور صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہمون سے دو سو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار بکسر
ہمزہ درہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونون برابر ہین یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا
چوتھائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہی کہ صاع مین اختلاف ہی امام ابوحنیفہ اور محمدؒ نے کہا ہی کہ آٹھ رطل عراقی کا ہی اور امام ابویوسف
نے کہا ہی کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہی کہ اختلاف نہین ہی بلکہ تعبیر کا فرق ہی اسلیے کہ ابویوسف نے اندازہ مدینہ شریفہ کے رطل سے
لیا ہی جو تیس استار کا ہی اور عراقی بیس استار کا ہی اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا ۵⅓ رطل مدنی کے ساتھ تو دونون برابر ہین کیونکہ
بیس استار کو آٹھ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس
کے دس ہوے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہو گئے اور یہی مشابہ بصواب ہی کیونکہ امام محمد نے خلاف ابویوسف کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک
ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہی اور جو اب متعارف ہی وہ سولہ قیراط کا ہی جب صاع ایکہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو
متعارف دراہم کے وزن سے نو سو دس کے برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہی کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہی ہر استار ۴½
مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپے دہلی کے ہی یعنے ہر روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہی حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰) درم = ۲۷۳ تولہ دہلی =
۲۸۲ روپے چہرہ شاہی کچھ کم = ۳۰۰ یا دو دو روپے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہی اور قریب ۳ سیر ۱۲ چھٹانک کے سہارنپور کے
سیر سے ہی جو اٹھاسی روپے بھر کا ہی انما قدر بہا لتساویہما کیلا و وزنا ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے
ہین یعنی بعضے پھولے اور بعضے ٹھوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار (۱۰۴۰) درہم کے ہون
پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اُسمین بھرین تو ہلکے یا بھاری نہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ انمین بعض
بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہین تو اُسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہو سکتا ہی پس عدس اور ماش سے کیال اسواسطے مقرر کیا کہ نتیجا ہو مختلف نہو

او فی الفقیہ ... [illegible] افضل ... [illegible] دینا قیمت سے ... درہم وغیرہ کا دینا افضل ہے ... [illegible]
سے ... [illegible] قیمت زیادہ ... کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ ... [illegible] فی الظہیریۃ ... [illegible]
[illegible] کذا فی ... [illegible] فی الظہیریۃ ... کے قائل ہیں ... حضرات ... کیونکہ دینا افضل ... سبب [illegible]
ایام ... کے ... موافق سنت کے ... کذا فی ... میں اختلاف ... [illegible]
[illegible] ادا کرنا افضل ہے ... کے دنوں میں لیکن گرانی کے دنوں میں [illegible]
[illegible] افضل ہے ... اس بات کو دلالت کرتا ہے کہ یہ شارح کی طرف سے [illegible]
[illegible] سلمہ کی طرف نسبت کیا ہے ... کہا ہے کہ یہ تحسن ہے کذا قال الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق
ہے ... صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے ... صادق کے ... اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے
آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع فمن مات قبلہ ای الفجر او ولد بعدہ او اسلم لا تجب علیہ پس جو شخص مر گیا [illegible]
پہلے یا پیدا ہوا اسکے بعد یا اسلام لایا تو اس پر واجب نہ ہوگا کیونکہ یہ اشخاص وجوب کے وقت اہلیت سے خارج ہیں کذا فی النہر [illegible]
[illegible] جاوے فجر سے پہلے ... [illegible] کذا فی [illegible] ویستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع
فجر الفطر عملا بامرہ وفعلہ علیہ الصلاۃ والسلام اور مستحب ہے فطرہ دینا عیدگاہ میں جانے سے پہلے بعد طلوع ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل
حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے ہے اس قول و فعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور فتح القدیر میں اسکو
بیان کیا ہے قال الشامی وصح اداؤہا اذا قدمہ علی یوم الفطر او اخرہ اعتبارا بالزکوۃ اور درست ہے ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور
پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے والسبب موجود اذ ہو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہے ... اولی یہ ہے کہ بخاری کی حدیث سے استدلال
کیا جاوے کہ صحابہ عید سے ایک دو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر میں ہے کہ پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا
بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوا کذا قال الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای مسئلۃ التقدیم ہو الصحیح وبہ یفتی جوہرۃ وبحر عن الظہیریۃ
بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ میں یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے کذا فی الجوہرۃ والبحر عن الظہیریۃ یعنی اگر رمضان سے پہلے
فطرہ دیا گیا تو صحیح نہ ہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان
ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہیں تقدیم کی درستی پر ہر صورت میں یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک شخص نہیں بلکہ بہتوں
نے اسکی تصحیح کی ہے اور نہر میں اسکو ترجیح دیا ہے اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے میں کہتا ہوں پس یہی مذہب ہے [illegible]
کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہے وہ مقدم ہے ... ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین [illegible]
اور جائز ہے دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہیں وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط
وتبعہ الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرہان فکان ہو المذہب کتفریق الزکوۃ اسی پر جزم کیا ہے ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط
میں اور انکا اتباع کیا ہے زیلعی نے باب الظہار میں بدون ذکر اختلاف کے اور برہان میں اسکو صحیح کہا ہے پس یہی مذہب ہے جیسے زکوۃ کی تقسیم
درست ہے ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لا یکرہ التاخیر ای تحریما [illegible] حدیث
شریف اغنوہم امر استحباب کے لیے ہے پس مفید اولویت کا ہے اسی واسطے ظہیریہ میں کہا ہے کہ تاخیر مکروہ نہیں ہے یعنی تحریما [illegible]

ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمر سے ان لفظون سے روایت کی ہی اغنوہم عن الطوف فی ہذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ اغنا حاصل نہین ہوتا جبتک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ ندیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو بمقتضاے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارح نے جوابدیا کہ امر استحباب کے لیے ہی ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف مکروہ تحریمی نہو گا بلکہ تنزیہی ہو گا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہی جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا ہان مگر یہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوے کہ اگر لوگ یوم العید سے تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل نہو گا بخلاف اسکے کہ متفرق دین کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہو جاتا ہی جیسے کرخی نے یہ علت بیان کی ہی قالہ الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف یعتد بہ جیسا جائز ہی دینا متعدد شخصون کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو ہم یعتد بہ سے مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہی یعنی مراد نفی خاص خلاف کے ہی کیونکہ مواہب الرحمن مین دونون مسئلون مین خلاف کی تصریح کی ہی کہ جائز ہی لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تر کے اس سے معلوم ہو کہ قول صحیح عدم جواز ہی مین کہتا ہون کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیون نے اپنے فطرہ جمع کرکے ملا دیے اور ایک کو دیدیے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہی قالہ الشامی خلطت امرأۃ امرہا زوجہا باداء فطرتہ حنطتہ بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اسنے بلا اجازت خاوند کے اسکے گیہون اپنے گیہون مین ملا لیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کیطرف سے جائز ہی مرد کی طرف سے ناجائز ہم اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال مین سے دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ مین ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہو گیا تو اسکی مالک عورت ہو گئی اور عورت کے ذمہ اتنے اناج کا ضمان لازم آویگا قالہ الشامی لما ان الاختلاط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندہما لا یقطع فیجوز ان اجاز الزوج ظہیریۃ اسوجہ سے کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنے مخلوط ہونا استہلاک ہی امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کردیتا ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہو گا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ ہم یعنے زوج کیطرف سے بھی جائز ہو گا ولو بالعکس قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کردے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ مین ملا لیا اور فطرہ دیا) تو نہر مین کہا ہی کہ مین نے اس صورت کو نہین دیکھا و مقتضی ما مر جوازہ عنہا بلا اجازۃ تہا اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنے ولو ادی عنہا بلا اذن اجزا) وہ مقتضی ہی کہ خاوند اور بی بی دونون کیطرف سے جائز ہے بدون عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہین کیا کذا فی البدائع ہم یعنی یہ ثابت نہین ہوا کہ کسیکو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کرکے صدقہ فطر وصول کر لاوے قالہ الشامی وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب مین مانند زکوۃ کے ہی سب حالات مین ہم فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے مراد نہین ہی کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی شرطین ہین جو دوسرے کے لیے نہین ہین مثلاً زکوۃ مین شرط ہی سال اور نصاب نامی اور عقل و بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہی بلکہ یہان مراد تعمیم احوال کی ہی مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہو گی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہی جو مجھے ظاہر ہوئی قالہ الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی و عدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر مگر زکوۃ اور فطرہ مین اتنا فرق ہی کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہی اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہین ہوتا اور دونون مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہی کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہی اور مکروہ ہی نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت مین امام ابو یوسف سے جائز نہین اور حاوی مین ہی کہ فتوی امام ابو یوسف کے

قال پیرق باتن و عود فع صدقۃ الفطر قال الی روجہ حید دبا۔ ودان کانت نفقتہا علیہ صدقۃ الفطر وفی الشبیہ اما لو ادیا بامرہ یجزی لم یقل یجزی اسکے باپ کو ادا کرنا ہو یعنی بی بی کا صدقہ اوس کے ذمہ ہو کیونکہ فی صدقۃ الفطر وفی الشبیہ ہم یعنی نفقہ سب کی بی بی کا اوسکے ذمہ ہو تبرعا ادا کرے تو اسکے اسکو ادا کرنا ہو اور اسکو بجا لیا سمجھ لیا گیا اسکے نفقہ جیسے ذمہ ہو ویسے نفقہ کے عوض بی بی اسکو بجوا سکتی ہو قال بنا من خاتمۃ واجبات الاسلام سجدۃ الشکر والعمرۃ والتعزیۃ وتحیۃ المسجد وشرع وصف خاتمۃ ہو الامر قال بہا اما دی خاتمہ اسلام کے واجبات میں قربانی وصدقۃ الفطر وقربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق میں اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الدر صاحب جوہرہ نے انکو اسلام کی واجبات کی طرف نسبت کیا ہو اور اصول میں ثابت ہو کہ اعداد کے لیے مفہوم مخالف نہیں ہو یا یون کہا جاوے کہ واجبات مذکور آخر میں ہیں اور انکو واجبات اسلام میں اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ اسمین یہ شریک ہوں سوا واجبات کے جو دین وارد ہوتا ہو کہ یہ سات چند کئی ہوسے جملہ واجبات اسلام ہیں اور طحطاوی نے کہا ہو کہ اگر واجبات سات سے مراد ہین تو غیر مسلم ہو کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ بھی ہیں اگر مطلق واجبات مراد ہین تو ناتمام ہین میں دوسرے واجبات ہین۔ اور واجب سے مراد وہ ہو کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات میں گننا اس قول کے بموجب ہو جسکے نزدیک عمرہ واجب ہو اور اختلاف تصحیح کا اس باب میں آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتاب الصوم

یہ کتاب ہو روزہ کے بیان میں ہم ایضاح میں ہو کہ روزہ دین کا ایک رکن ہو اور شریعت متین کا مضبوط قانون ہو اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہو اور یہ مرکب ہو دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کھانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچھی خصلت ہو مگر نفس پر البتہ دشوار ہو پس حکمت الہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوۃ پھر جو زیادہ دشوار ہو یعنی روزہ اور اسی ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا قرآن مجید میں والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات اور بنائے اسلام کے پانچ بیان فرمائے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان اسلیئے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات میں یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح

ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لمانی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالی ففدیۃ من صیام کہا گیا ہو (یعنے صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجائے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ میں کہا ہو کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیواسطے مجھپر صوم ہو تو اس صورت میں اسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف میں وارد ہو ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنے بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا اور وجہ استشہاد کی یہ ہو کہ یہ فرع جو ظہیریہ میں ہو دلالت کرتی ہو کہ لفظ صیام جمع ہو اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہو جیسا آیت شریف میں ہو پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہو یعنے صاحب نہر نے کہا کہ صوم کے انواع متعدد ہین ہم یعنی صوم اسم جنس ہو اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہو خواہ اسکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہ دونون مصدر ہین صام کا اور صیام اور صوم اور صیام میں ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہو اور اسلیئے قاضی بیضاوی نے آیہ شریف کی تفسیر میں کہا ہو کہ یہ بیان ہو جنس فدیہ کا اور مقدار روزون کی کعب کی حدیث سے معلوم ہوتی ہو اور صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہو لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیہ شریفہ میں یہ معنی مراد ہو سکتے ہین علے ان الا قبل معنی الجمع علاوہ برین لام والف جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہو ہم یعنے اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

وصیام برابر ہوگئے یہ تقریر کلام شارح کی ہی نہر کے موافق اس صورت مین ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہی اگرچہ نہر مین کہا ہی کہ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اُسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر مین اسی کا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے قالہ الشامی والاصح انہ لایکرہ قول رمضان اور اصح یہ ہی کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہی ہم بعضون نے کہا ہی کہ مکروہ ہی جو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہی اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہی بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسمار الٰہی سے ہی اور اکثر مشائخ اس بات پر ہین کہ یہ قول مکروہ نہین ہی کیونکہ احادیث صحیح مین وارد ہی جیسا فرمایا من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر اور دوسری جا ارشاد ہی عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ مین رمضان کا اسماے الٰہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسماء مشترکہ مین ہوگا جیسا حکیم کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کی طرف سویہ شعبان کو ہجرۃ سے ڈیڑھ برس کے بعد ہو لغۃ امساک مطلقا صوم لغت مین کسی چیز سے باز رہنا ہی مطلق ہم یعنے طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہ ہی کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہی اور صحاح کی عبارت اسی کو مفید ہی اور مغرب مین ہی کہ وہ باز رہنا ہی انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی و شرعا امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنے والی چیزون سے جنکا ذکر آگے آوے انکا حقیقۃ او حکما کمن اکل ناسیا فانہ ممسک حکما باز رہنا حقیقۃً ہو یا حکماً جیسے کسی نے کھالیا بھولکر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہی ہم یعنی شارع نے اُسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص وھو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہی ہم یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہی یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہی جیسا نماز صبح مین اختلاف ہی اور پہلے مین احتیاط ہی اور دوسرے مین وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہی اور محیط مین ہی کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہی نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دارالاسلام مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دارالحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہونے کی صورت مین ہم پوشیدہ نرہے کہ کلام مطلق صوم مین ہی فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دارالاسلام مین ہونا شرط فرضیت وجوب رمضان کی ہی جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہی صحت صوم کی شرط نہین پس مناسب یہ ہی کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر پر کذا قالہ الشامی [illegible] والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اُس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہوجاوے یا بیہوش ہوجاوے درست ہی اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بیہوش کا درست نہین ہوتا تو نیت کے نہونے سے درست نہین ہوتا ہم یہ جواب ہی اُس سوال سے کہ کوئی یون کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون اور بیہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہ ہی کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہی اور دو رکن کے ذکر نے یعنے امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہوسکتی ہی اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس [illegible] ہم موقع ہی قالہ الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہی اگرچہ منہی عنہ ہو مانند ثواب نماز کے زمین مغصوبہ مین ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہی جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہی مگر کاقول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہی قالہ الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ویلغو التعیین اور نذر کیے ہوے روزہ کا سبب نذر ہی اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اُسکے بدلے اُس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہی

کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہو اور تعیین یا محل کی نہ ہوگی مگر اس سے ثابت ہوا کہ جو ہر ہفتہ کے دن شنبہ اور جمعرات کے روزہ کی کسی نذر کی ہو تو اسکے
بدلے دوسرے دنون مین ہو سکتا ہو لیکن یہ حکم اس نذر کا ہو جسکو کسی چیز پر مشروط نکیا ہو جیسا کہ قبول ہو تو نذر آویگا قالہ الشامی و کفارات کفارہ
اور قتل وغیرہ سبب کفارات کے وہ دن ہو جسمین توڑنا روزہ یا قتل کرنا کسی نفس کو خطا یا قتل کرنا صید کا احرام مین یا شامی نے کہا کہ اولی
عبارت دوسری ہو یعنی کفارات کے وجوب کا سبب انکے باب مین قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسکا سبب جو ہے اسمین سبب کی طرف اضافت ہوتی ہو
اور روزہ توڑنا رمضان مین اور احرام مین قال الشامی ورمضان شہود جزء من الشہر من لیل او نہار علی المختار کما فی الخبازیہ سبب
رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس مہینے سے خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار مشہور کے جیسا خبازیہ مین ہو لیکن فخر الاسلام
وغیرہ نے کہا الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہو کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہو جس مین روزہ کی ابتدا ممکن ہو
ہم یعنے صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچھ پہلے تک کیونکہ رات مین اور خود دوپہر اور اسکے بعد مین انشاء صوم ممکن نہین اور رات مین تو
صرف نیت ہی ہو نہ صوم لیکن بحر مین تصریح کی ہو کہ سبب وہ جزو ہو جسکے ٹکڑے نہین ہو سکتے ہر روز مین پس روزہ واجب ہوتا ہو اسی جزو کے
متصل اور یہ کلام بحر کا مقتضی اس بات کو ہو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی ہو جیسا اور علما نے بھی اسکی تصریح کی ہو قال الشامی حتی لو افاق المجنون
فی لیلۃ او فی اخر ایام رمضان بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتوی کما فی المجتبی والنہر عن الدرایۃ یہانتک کہ اگر مجنون کو کسی رات مین افاقہ ہو یا آخر
روز رمضان مین بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اسپر قضا لازم نہین اور اسی پر فتوی ہو جیسا مجتبی مین ہو اور نہر مین منقول ہو درایہ سے وصححہ غیر واحد
وہو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگون نے اسکی تصحیح کی ہو اور یہی حق ہو جیسا غایہ مین ہو یعنی صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضیخان اور غایہ اور
اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہو مین کہتا ہون کہ اسی کی تصحیح کو ذخیرہ مین نقل کیا ہو لیکن یہ بھی نقل کیا ہو کہ لزوم قضا صحیح ہو اور
اسیطرف فتح القدیر چلا ہو اور شرح ملتقی مین ہو کہ یہی ظاہر الروایت ہو اور بدائع مین اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہو اور خلاصہ مین
نقل کیا اور ایسا ہی سراج مین ہو اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہو حاصل یہ کہ دونون قولون
کی تصحیح کی گئی ہو اور معتمد دوسرا قول ہو کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہو اور متون اسی پر منعقد ہین قال الشامی وہو اقسام ثمانیۃ فرض وہو نوعان معین
کصوم رمضان اداء وغیر معین کصومہ قضاء وصوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمین ہین ایک فرض ہو اسکی دو قسمین ہین معین جیسے رمضان
کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفارون کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا
لابن الکمال لیکن کفارون کے روزے فرض عملی ہین نہ اعتقادی اسلیے اسکے منکر کو کافر نہین کہتے یہ بہنسی نے کہا ہو ابن کمال کی اتباع سے ہم
ایضاح الاصلاح مین کہا ہو کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہو اسکی فرضیت پر اجماع نہین منعقد ہوا بلکہ اسکے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے
نہ اعتقاد کے اعتبار سے اسیواسطے اسکا منکر کافر نہین حاصل یہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہو لیکن اسطرح نہین ہو کہ اسکا منکر کا درجہ
جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہو مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر متن کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم مین ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہو
قال الشامی وواجب وہو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہو اسکی دو قسمین ہین ایک معین جیسے
نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ہم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلا جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایکدن کا روزہ مثلا اور واجب
کے اقسام مین ہو نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے یا نفل کی قضا کو فاسد کر دے اور اعتکاف کے روزے قال الشامی اما قولہ تعالی ولیوفوا نذورہم
فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعیا لیکن قول حق سبحانہ تعالی کا ولیوفوا نذورہم اسپر خصوص وارد ہوا ہو یعنی گناہ کی نذر اسمین سے مخصوص ہو

ہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہین ہوتا وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل
اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اُسپر اعتماد کیا ہی م پس اسمین یہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو
اور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دونون لفظون کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر
مین یہ ہی کہ فرضیت اس سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اُسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قال الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ
لا تودی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی
بخلاف قضا نمازون کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اُسکی نماز مکروہ نہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لا یفید الفرض القطعی
کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی بنا بر اظہر قول کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہی کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا م فرض عملی کہکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہی
کہ خود بھی اسکو اچھا نجانیگا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی کہتا ہی نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہی اور اسی طرح فتح
مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہین ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہی اور صدر الشریعۃ نے اسکو چھوڑ کر اجماع سے استدلال کیا ہی کذا افادہ
الشامی کما بسط خسرو جیسا تفصیل بیان کیا ہی خسرو نے م یعنے درر مین صدر الشریعۃ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہی اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع
ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی
اور فرضیت ان معنون سے مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جب منذور
مین اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قال الشامی
ونفل کغیرہا اور ایک روزہ نفل ہی چنانچہ فرض واجب کے سوا دوسرے روزے م یہان نفل کے معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمین
دونون قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس
اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قال الشامی نعم السنۃ
کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے روزہ دسوین محرم مع نوین کے م جو فعل کہ اُسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاء
راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم ہی ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد
جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام وقعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہ ہی کہ صوم عاشورا قسم ثانی مین ہی بلکہ خانیہ
مین اسکو مستحب کہا ہی اور ایسا ہی بدائع مین ہی تامل قالہ الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام
بیض کے روزے م بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور
مندوب مین فرق نہین یعنی وہ فعل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی کیا ہو مگر رغبت اسکی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا
کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار جواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قالہ الشامی ویوم
الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہی جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو م نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہی
اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے مکروہ کہا ہی اور اسکی مثل محیط مین ہی اور یہ سبب بیان کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت
ہی اور اُنکے روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبہ نہین ہی پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول بعض کا ہی اور
خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبد اللہ بن عباسؓ اسکا روزہ رکھتے اور افطار نکرتے تھے

[illegible] اس قول [illegible] روایت [illegible] سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف نے [illegible] روزے کو [illegible]
[illegible] پانچ [illegible] قال الشامی [illegible] اور نفل میں [illegible] روزہ [illegible] ضعیف [illegible]
[illegible] سکوت [illegible] اور [illegible] کذا فی المحیط [illegible]
مکروہ ہے کذا قال الشامی مالکرو تحریما والعیدین وہ نفل شامل ہے مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ اور ایام تشریق کا کذا فی الدر المختار
[illegible] ابو یوسف [illegible] ہوا [illegible] صورت میں [illegible] نفل کی [illegible] کیا گیا مکروہ کے شامل [illegible]
نہیں قال الشامی [illegible] شامل ہے مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا مع [illegible] ایک ہی دن کو کہ ساتھ نہ ملایا ہو
[illegible] مشابہت ہو یہود سے کذا فی المحیط قال الشامی و سبت وحدہ اور ہفتہ کے روزے کا اکیلا ہم کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کذا فی البحر ابو یوسف کی
[illegible] پر دلالت کرتی ہے کہ [illegible] کراہت تحریمی تشبہ مشابہت سے ہوتی ہے و نیروز و مہرجان ان آمہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصد
اسکو کیا ہو [illegible] روزہ اس روز کا نام ہے کہ آفتاب برج حمل میں آتا ہے اور مہرجان معرب ہے مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان میں آتا ہے اور یہ دونوں
[illegible] کے عید کے دن ہیں قولہ ان تعمدہ کذا فی المحیط پھر محیط میں کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل
یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہ حرام ہے قال الشامی وصوم دہر وصوم صمت و وصال وان افطر الایام الخمسۃ
اور شامل ہے نفل کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنی یہ کہ روزہ میں کلام نہ کرے اور کلام نہ کرنے کی کراہت سوائے ہے کہ
مجوس کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ روزے میں نہیں بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہے وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھتا اور بیچ میں افطار کرے
اور عمر بھر روزہ رکھنا مکروہ ہے اگرچہ پانچ دن ممانعت کے یعنی دونوں عید کے دن اور تین ایام تشریق میں افطار کرے ہم خلاصہ میں ہے کہ جب ایام منہیہ میں افطار
کرے تو مختار یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں قال الشامی وہذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جیسا محیط میں ہے ہم یعنی مکروہ ہونا عمر بھر
کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہے کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری میں ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اسکی شریعت
ہو جائیگی شفقت نہ ہوگی کذا فی الحلبی فہی خمسۃ عشر تقریع ہے لعم السنۃ الخ یعنی جملہ مذکورات جو نفل میں داخل ہیں پندرہ ہیں ہم اس طرح کہ عیدین کو دو شمار
کریں اور اتوار کا دن کہ بہت سے نسخوں میں موجود ہے اسمیں شامل رکھیں لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رہ گئے اور مکروہ تنزیہی سے
عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رہ گئے اور
مندوبات میں سے دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ اور صوم داؤد یعنی ایک روز صوم اور ایک روز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہ گئے قال الشامی انواعہ ثلثۃ عشر
اور انواع صوم لازم کے تیرہ ہیں سبعۃ متتابعۃ سات قسمیں بلا فصل روزہ رکھے جاتے ہیں رمضان وکفارۃ ظہار وقتل ویمین وافطار رمضان ونذر معین
واعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ قسم کے پانچویں کفارہ افطار رمضان کا
چھٹے نذر معین ساتویں اعتکاف واجب کے وستۃ مخیر فیہا النفل وقضاء رمضان وصوم متعۃ وفدیۃ حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چھ قسمیں وہ ہیں جن میں
کو اختیار ہے فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع (اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہ ہو اور تین روزے ایام حج
میں اور سات پھرنے کے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے پانچویں جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنے جسمیں معین
یا پیاپے رکھنے کی قید نہیں لگائی اور نہ نیت کے اذا القرینہ فیصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیۃ من اللیل جب یہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہے
رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کے رات سے نیت کرنے سے ہم ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کی اور قضاء نذر معین و نفل

کی قضا کے لیے رات سے نیت کرنی اور تعیین مشروط ہے جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوا ئے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر والنہر اختیار میں کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ میں یعنی دل میں جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی راتوں میں کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں اور زبان سے نیت کا کہنا شرط نہیں اور بحر میں ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ سحر کھانا نیت ہے قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عندہ پس نیت نہیں صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت ہم یعنی اگر نیت کرے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہانتک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کذا فی الخانیۃ قالہ الشامی الی الضحوۃ الکبری لا بعدہا ولا عندہا اعتبارا لاکثر الیوم صحیح ہے نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اسکے بعد اور نہ اسکے متصل بلحاظ اکثر یوم کے ہم ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی شروع صبح صادق سے ہے غروب شمس تک اور اسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ میں تعبیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روز میں ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہے نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہے تاکہ اکثر ہونا ثابت ہو قالہ الشامی من طلوع الفجر اے بنیۃ الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہیں صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنے روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہے ہم مطلق نیت یہ کہ اسمیں فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض روزون کے لیے پورا وقت ہے اسمیں دوسرا صوم مشروع نہیں پس فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اسمیں تعین کی ضرورت نہیں اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعین سے متعین ہے اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونوں میں مطلق نیت کافی ہے اور چونکہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مسلم ہے کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی و بنیۃ نفل لعدم المزاحم اور درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہیں جیسا مطلق نیت میں بیان ہو چکا و بخطاء فی وصفہ کنیۃ واجب آخر فی اداء رمضان فقط لتعینہ بتعین الشارع اور درست ہے باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف اداء رمضان میں ہے (نفل اور نذر معین میں نہیں) کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے تو پھر کوئی روزہ نہیں سوا ئے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اسکا وجوب ناذر کے قول سے ہے جب اسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا اپنے کو باطل کیا الا اذا وقعت النیۃ من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثنا ہے بنیۃ نفل و بخطاء فی وصفہ سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق میں ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض اور مسافر کی طرف پھرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہو سکتا ہے کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنے نفل یا واجب بموجب اس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہیں کذا فی البحر ہم میں کہتا ہوں بحر میں جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق میں ہے اور مسافر کے حق میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا تو اس نیت ہوگی امام صاحب سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہے اور وہ فرض میں زیادہ ہے قالہ الشامی و ہو الاصح سراج وقیل بانہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے پس اسلیے مصنف نے اسکو اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی مسافر نوی واجبا آخر واختارہ ابن الکمال فی الشرح الیہ عن البرہان انہ الاصح

سلہ بعض مشائخ نے تصویر اس مسئلہ کی یوم الشک میں قرار دی ہے تاکہ اسکا یہ مگان غلط ہو ورنہ جو شخص رمضان کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتا اسپر کفر کا خوف ہے ۱۲

ہین وفیہا میں فرق ہی ہی کہ اگر سب نفل کی نیت سے واقع ہو تو سواے مسافر کے کہ جب نیت کرے کسی واجب کی اور سبکو بیان کے
کے منقول ہیں اور شرح وقایہ میں بیان سے منقول ہی کہ واقع ہوتا ہی سے مراد یہ کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مشتق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت اور
مسافر نیت کرے یا نیت کرے کسی دوسرے واجب کی تو اسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہی رمضان میں
روزہ نہ رکھنے کی تو وہ اس وقت کو دوسرے واجب میں صرف کر سکتا ہی بخلاف مریض کے تنبیہ کلام ہدایہ سے مستنبط ہی کہ مریض کے باب میں دو قول ہین ایک وہ جو شامل
بیان ہوا اور اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور جماعت نے اختیار کیا ہی اور تصحیح میں اسی کی تصحیح کی ہی اور دوسرا وہ جو متن میں ہی کہ اسکی نیت کی طرف سے واقع ہوگا اور یہ
متن میں اختیار کیا ہی اور اکثر مشائخ اسکو کہتے ہیں کذا فی الفتح اور ہدایہ میں لیکن نفل کی صورت میں چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ کنز الدقائق نے تیسرے قول
میں اسکو اختیار کیا ہی اور اسکو ترجیح دی ہی کہ جب نیت کرے نفل کی تو اسکا حال مثل مسافر کے ہی جبکہ نیت کرے کسی اور کی تو اسی کے موافق واقع ہوگا اگر
یہ تفصیل اور اسکے صوم اسکو ترک کرنا جائز ہو تو رخصت متعلق ہوئی زیادت کے ساتھ ہی تو اسکا حال مثل مسافر کے ہی پس جب نیت کرے کسی اور کی تو اسی کے موافق واقع ہوگا اگر
روزہ اسکو ضرر نہ کرتا جیسے سوء ہضم میں تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھ ہی پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور شرح میں یہی اختیار کیا ہی کذا فی الشامی
والنذر المعین لا بمطلق النیۃ واجب آخر بل یقع عن واجب نواہ مطلقا اور قائم ہین تعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہیں درست ہوتی کسی دوسرے واجب
کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورت میں اسلیے کہ شارع کی تعیین میں ایسے جیسے رمضان میں ہی اور بندہ کی تعیین میں ایسے
نذر معین میں ہی فرق نہ ہوگا مثلا کہ یہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کی صورت میں جب روزہ اس دوسرے واجب
کی طرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول یہ ہی جیسے بحر میں منقول ہی ظہیریہ سے **ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو لجہلہ بہ ای برمضان**
فہو عنہ لا عما نوی لحدیث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی نادانستگی سے ہو تو وہ روزہ
رمضان ہی کا ہوگا نہ اسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف میں ہی جب آگیا رمضان تو روزہ نہیں مگر رمضان ہی کا **ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی**
نیۃ ولو صحیحا مقیما تمیز اللعبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ میں ہر روز نیت کی احتیاج ہی اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے
تمیز ہو یعنی کبھی پرہیز کی وجہ سے یا عذر سے امساک کی عادت کرتے ہیں وقال زفر و مالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوٰۃ اور کہا ہی زفر اور مالک رحمہما اللہ نے
کہ ایک نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہی جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتوں کے لیے کافی ہی ہم اور امام زفر رح سے روایت ہی کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہیں اور
اگر مسافر ہی تو نہیں جائز یہانتک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدید نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوۂ کبری مقیم ہو
یا مسافر کذا فی السراج قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوٰۃ ہم کہتے ہیں امام زفر رح کے جواب میں کہ فاسد ہونا بعض روزوں کا نہیں موجب ہی سب کے
فساد کا بخلاف صلوٰۃ کے یعنی قیاس روزوں کا نماز پر درست نہیں **والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما** اور باقی صیام میں شرط ہی نیت کا متصل
ہونا فجر کے ساتھ اگرچہ حکما ہو ہم باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضا نذر معین اور قضا نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار اور قتل اور یمین
افطار اور ان کے ملحقات یعنی جزاے صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی **وہو تبییت النیۃ للضرورۃ** اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہی ضرورت
کی جہت سے ہم یعنی صبح کے وقت کی الکل شاق ہی اور حرج شرع میں مدفوع ہی اسلیے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی **وتعیینہا لعدم تعین**
الوقت اور شرط ہی تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزوں میں وقت معین نہیں بخلاف اداے رمضان اور نذر معین کے کہ انمیں وقت معین
ہی اور ایسا ہی نفل کیونکہ سواے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہی قالہ الشامی **والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصومہ** اور شرط نیت میں
مطلق نیت میں یہ ہی کہ اپنے دلمیں جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہی قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہی کہ نیت کا لفظ کرے
ہم سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یعنے رات ہو تو یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا

اور اگر دن کو نیت کرے تو یون کہے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہون قالہ الشامی ولا تبطل بالمشیئة بل بالرجوع عنها بان یعزم لیلا علے الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاءاللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرنے سے باطل ہوجاتی ہے اسطرح کہ رات سے عزم کرلے افطار کا ہم نہین باطل ہوتی یعنی استحسانا یہی صحیح ہے اسواسطے کہ یہ حقیقت مین استثنا نہین ہے بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہے یہانتک کہ اگر ارادہ استثنا کا کرے بتحقیق توصائم نہوگا جیسا تتارخانیہ مین ہے قالہ الشامی ونیة الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب مین لغو ہے یعنے دنکو صرف نیت افطار سے روزہ نجایگا ونیة الصوم فی الصلوٰة صحیحة ولا تفسد بالا بالتلفظ اور نیت روزہ کی نماز مین درست ہے اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء نهارا صار نفلا فیقضیه لو افسده لان الجهل فے دارنا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون بحر اور اگر دن کو نیت قضا روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑ دے تو قضا کرے اسواسطے کہ دارالاسلام مین جہل غیر معتبر ہے پس نہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر ہم فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہے کہ لزوم قضا اُس صورت مین ہے کہ جانتا ہے کہ قضا کی نیت دن کو درست نہین لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دارالاسلام مین جہل معتبر نہین خصوص اُس صورت مین کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر اتفق علیہ ہے اور ظنی روزہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اس گمان سے کہ میرے ذمہ روزہ ہے بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہے کیونکہ اُسنے اپنا ذمہ بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک هو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علة اور نرکھا جاوے روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر و غبار نہو ہم شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ اس سے رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا الخ یعنی اُسنے مقید کیا ہے کہ یوم الشک اُس صورت مین ہے کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہے یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقون نے ہلال دیکھا اور اُنکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہین ہے اور ایسا ہی معراج مین ہے کذا فی الشامی لسے علے القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرویة فے بلدة اخری واما علی مقابله فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاهدی یعنی شک کا روز بنابر اُس قول کے ہے کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنابر قول اعتبار اختلاف مطالع کے یعنے ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہین تو اس صورت مین وہ روز روز شک نہین ہے اور روزہ بالکل نرکھا جاوے کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاهدی ہم یعنی ابتدائً نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے مین کچھ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا نفلا ویکرہ غیرہ مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے ہم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا متردد سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہے کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہے کذا فی المعراج ولو صامه لواجب اٰخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک مین کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہے ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکھا تو مکروہ تحریمی ہے ہم اسلیے کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہے کہ اُنھون نے اپنے روزون مین کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر حدیث شریف محمول ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزے مین سبقت نکرو کذا فی البحر ویقع عنه فی الاصح ان لم یظهر رمضانیته اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تھی صحیح روایت مین اگر نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہے ہم معراج مین ہے کہ جب کسینے اور واجب کی نیت سے اُس روز روزہ رکھا تو اُسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہے کہ یہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہوجانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے بھی کافی نہین پس مصنف کو یون کہنا مناسب تھا جیسا ہدایہ مین ہے کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہے تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے کافی ہے صحیح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان مین مجرا ہوگا کیونکہ اصلی نیت موجود ہے قالہ الشامی والا بان ظهرت فعنه لو مقیما اور اگر ایسا نہو یعنے رمضانیت ظاہر ہوجاوے تو وہ روزہ رمضان

اور جو شخص مقیم ہو اور مرض سے چنگا ہو گیا ہو [illegible] رمضان میں دوسرے واجب کی نیت سے تو اس میں دو قول ہیں [illegible]

اسکے لئے واجب نفی نیت کہ ان [illegible] فیعرب اصحب قول [illegible] اتفاق میں واقع ہو اسیط وہ دوسرے من اخر شعبان کی نیت سے ۔ اور نفل کی نیت سے

روزہ رکھنا شک کے روز بلا اتفاق اصح ہی اور اگر رکھا تو رمضان کے روزے ہو یا آخر شعبان میں تین روزے یا دو رکھے تو حکم یہ ہی کہ

اس کی عادت دو شنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہی اور یوم الشک دو شنبہ کو پڑا یا جمعرات کو تو یہ آخر شعبان میں تین روزے [illegible]

رکھنے شروع کئے یہاں یوم الشک بھی آگیا تو اسکا روزہ نفل ہی حدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم و یومین کیونکہ یہ شریعت میں

وارد ہوا کہ رمضان سے پیشتر ایک دو روزے روزہ کا ہم بیشتر صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہی جو عمل کہ جبکہ

کر رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی کر وہ شخص کہ اس روز روزہ رکھتا ہو تو وہ اسکو رکھے اور اس سے مراد نفل روزہ کے سوا اور

اور ہدایہ اور اسکی شرح وغیرہ میں تصریح کی ہی کہ ممنوع تقدم ایک دو روزے کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہی اور وجہ تخصیص ایک دو روزہ

کی یہ ہی کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو مہینے میں ہوتا ہی پس ایک دو روز زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اسکو احتیاطاً تصور کرے یہ کہ وہ تو بدعت

مختصراً اور حدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل له لیکن یہ حدیث کہ جس نے روزہ رکھا روز شک میں اُسنے ابو القاسم کی نافرمانی کی

کی تو اسکی کچھ اصل نہیں ہم زیلعی نے بھی یہی کہا اور کہا ہی کہ موقوفاً عمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہی اور ہر جیسی صورت میں بغیر نفی کے اندر

میں کہتا ہوں کہ لا اصل له کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیئے ورنہ یہ حدیث موقوفاً وارد ہی عمار سے اور ابو عبیدہ سے اور اسکو بخاری نے تعلیقاً بیان

کیا ہی اصطلاح کہ قال صلة عن عمار من صام الخ قال الشامی وتمامه فی الفتح والا تیه صام الخواص ویفطر غیرهم بعد الزوال به یفتی نفیا للتهمة انتهى اور اگر

نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اُس دن کا روزہ رکھیں اور عوام بعد زوال کے افطار کریں اسی پر

فتویٰ ہی تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہیں ہم فتح القدیر میں ہی کہ خواص مطلق روزہ رکھیں کہ عوام کو خبر نہ ہو تاکہ جہال کو شبہ رمضان کی

زیادتی کا ہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیة صوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو کیفیت صوم الشک کی

وہ خواص میں ہی نہیں تو عوام میں ہی والنیة المعتبرة هناان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلك الیوم اما المعتاد فحکمه مر اور

نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک میں یہ ہی کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اس دن کے روزہ کا عادی نہیں ہی اور جو عادی ہی اُسکا حکم سابق میں گذرچکا

کہ مکروہ نہیں ولا یخطر بباله ان کان من رمضان فعنه ذکره اخی زاده اور اپنے دل میں اس بات کا خطرہ ہی نہ رکھے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہو تو

روزہ رمضان کا ہو ذکر کیا اسکو اخی زادہ نے حاصل یہ کہ نیت میں تردد نہ رکھے کہ اگر یہ دن شعبان کا ہی تو روزہ نفل ہی اور اگر رمضان کا ہی تو روزہ

فرض ہی بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقیناً اور رمضانیت کا خطرہ دل میں آنا بعد نیت نفل کے مضر نہیں کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہی کذا قال الشامی ولیس

بصائم لو تردد فی اصل النیة بان نوی ان یصوم غداً ان کان من رمضان والا فلا لعدم الجزم فی العزم اور اس شخص کا روزہ نہیں جسنے

اصل نیت میں تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہی نہیں تو نہیں کیونکہ یقینی نیت کی نہیں کما انه لیس بصائم لو نوی ان لم یجد

غداء فهو صائم والا فمفطر ایسا اس شخص کا بھی روزہ نہیں ہی کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نہ ملا تو روزہ ہی نہیں تو ناشتہ و یصیر صائماً مع الکراهة

لو تردد فی وصفها بان نوی ان کان من رمضان فعنه والا فعن واجب آخر روزہ دار ہوگا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتھ اگر نیت

کے وصف میں تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان کا ہی نہیں تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکره لو قال انا صائم ان کان

من رمضان والا فعن نفل اور ایسا ہی مکروہ ہی اگر کہا میں روزہ سے ہوں اگر دن رمضان کا ہی اور نہیں تو روزہ نفل ہی متردد میں مکروہ ہی اور مکروہ ہی غیر کرنا کیونکہ نیت

تردد ہی درمیان دو مکروہون کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسئلہ مین یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض ونفل کے دوسرے مسئلہ مین فان ظہر رمضان فعنہ والا فنفل فیہما ای الواجب والنفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التنفل قصدا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہین تو نفل ہوگا دونون صورتون مین یعنی واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آویگی کیونکہ قصداً نفل نہین تھا اسلیے کہ من وجہ اسقاط فرض کا قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونون مین اسقاط مد نظر ہی نہ التزام قال الشامی اکل المتلوم ناسیا قبل النیۃ کاکلہ بعدہا وہو الصحیح شرح وہبانیہ متلوم کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بھولکر کھانا اور یہی صحیح ہی کذا فی شرح وہبانیہ متلوم یعنی یوم الشک مین ایک شخص نے نصف روز تک انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصے مین کچھ کھالیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی اسواسطے کہ بھولکر کھانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہ ہی کہ نہین جائز ہی جیسا قنیہ مین ہی اور اسی کا جزم کیا ہی سراج اور شرنبلالیہ مین قال الشامی رد اسکے مکلف ہلال رمضان او الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا قول حجت شرعیہ کی روسے نمانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوباً اور کہا گیا ہی کہ روزہ رکھے ندباً مکلف عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہین اور یہی حکم ہی اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگون کو نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور ظہیر الدین زیلعی نے کہا ہی کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہ ہونیکی جہت سے تو اس صورت مین بھی یہی حکم ہی فان فطر قضاہ فقط فیہما للشبہۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہی دونون مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ مسترد ہونے شہادت کے ام اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت مقیدہا کفارہ کی ہی ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اس جہت سے کفارہ نہین کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی کذا فی النہر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا قال الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین فیما اذا افطر قبل رد الشہادۃ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لان ما راٰہ یحتمل ان یکون خیالا لا ہلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہی کہ کفارہ واجب نہین اور یہی کی تصحیح کی ہی بہتون نے کیونکہ جو اسنے کہا ہی شاید خیال ہو ہلال نہو حضرت عمر سے منقول ہی کہ جسنے چاند دیکھا تھا اسکو کہا کہ اپنی بھوون کو دھو پانی سے پھر کہا اب بتا چاند کہان ہی اسنے کہا وہ تو گم ہوگیا جب فرمایا کہ بال بھون مین قائم ہوگیا تھا تو نے اسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہ علت ہلال رمضان مین تو ہو سکتی ہی اور عید مین یہ کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی قال الحلبی واما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت کے یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہی اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر کیونکہ تو لوگون کے روزہ رکھنے کا دن ہی پس اگر عدل ہی تو چاہیے کہ وجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہی کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہین اور وہ یہان منتفی ہی کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہی کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہی اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہی کذا قال الشامی وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر وغبار کے تغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہی شہادت نہین خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل مفعول مالم یسم فاعلہ ہی قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنسبت اس قول کے کہ بزازی نے اسکی تصحیح کی ہی ظاہر الروایت کے خلاف ہم اور معراج اور تجنیس مین بھی اسی کی تصحیح کی ہی اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہ روایت ہی حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہی اور نور الایضاح والاجبی اودھر ہی گیا ہی مین کہتا ہون کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہی کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جس نے امام محمد رح کے اقوال انکی

کہ یون مستحب کہے ہین جو نقل ہوا روایت اسکی کافی ہین کیونکہ اگر قبول کیا ہو شہادت مستور و فاسق کی خواہ عادل ہونے غیر عادل اور غیر عادل سے مراد مستور ہر جیسا الشامی مین نقل کیا قہستانی تو ظاہر یہ ہو نزدیک انکے قول فاسق کا بالاتفاق اسواسطے کہ فاسق کا قول ایسے دینیات مین قبول نہین نقل کیا ہر عادل سے مستور ہو سکتا ہو جیسے روایت احادیث نجاست پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے اسکی خبرمین اعتبار کیا گیا ہر اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیزون کا قضا دونون سے میسر نہین ہوتا قال الشامی نقل ابن الہمام علیہ الفتوی قال البزازی
حم لان القاضی ربما قبلہا اور اگر فاسق جاتا ہو اسکا کہ شہادت دیوے باوجود کہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہان اسواسطے کہ قاضی کبھی فاسق کی شہادت قبول بھی کرلیتا ہو حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہو اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اس رات شہادت ادا کرے کہ ہمین لوگ صبح کو افطار نہ کرلین اور یہ شہادت فرض عین ہر لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اسپر اداے شہادت واجب ہر اور مستور مین دو روایتین ہین کذا فی المعراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیۃ الرؤیۃ او لا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت یا زنا کی تہمت مین پڑا ہو کہ توبہ کرلی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنا بر مذہب درست کے ہم بر خلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہین کہ واحد عدل کی خبر جب مقبول ہوتی ہر کہ تفسیر کرے اور کہے کہ مین نے شہر کے باہر جنگل مین دیکھا ہر یا کہے کہ شہر مین ابر کے ٹکڑون مین دیکھا ہو اور بدون ایسی تفسیر کے مقبول نہین کذا فی الظہیریۃ قال الشامی وتقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد و انثی اور مقبول ہو گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہو شہادت غلام و عورت کا ہم یعنے بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام مین کہ وہ مقبول نہین جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتین شاہد نہون کذا قال الحلبی ولو علی مثلہا اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو اس تعمیم سے یہ نکلا کہ ان دونون کی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہر اور اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہر اور کہا کہ مین نے نہین دیکھا وتجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما فی الخانیۃ اور واجب ہو لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردون مین آمد رفت نہین رکھتی کہ نکلے اس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے جیسا خانیہ مین ہر ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہر کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا بے نکاح بطریق اولی نکلین قالہ الطحاوی اور ظاہر یہ کہ اسکا محل وہ ہو کہ اثبات رویت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہین قال الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد و عدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد اور ہلال عید مین غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتھ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتین) شرط ہر اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہر کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہر ہم یہ علت ہر اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر مین نہ صوم مین یعنی چونکہ صوم امر دینی ہر اسمین یہ شرط نہین اور فطر مین نفع دنیاوی ہر پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزین حقوق مین شرط ہین وہ یہان بھی شرط ہونگی قال الشامی لکن تشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہین شرط ہر دعوی جیسا نہین شرط ہر لونڈی کے عتق مین اور حرہ کی طلاق مین ہم لونڈی کی آزادی مین دعوی اسلیے شرط نہین کہ اسمین حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالی کا بھی ہر یعنی حفاظت اپنی فرج کی اسیطرح فطر اگرچہ حق عبد ہر لیکن اسمین بھی حق اللہ تعالی کا ہر یعنی صوم اس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور نماز عید کا واجب ہونا اسلیے اسمین بھی دعوی شرط نہین ہوا اور طلاق مین حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہر کہ زوجہ مملوکہ مین دعوی شرط ہر اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہر کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ اور اگر لوگ ہوویں ایسے شہر مین یا گانون مین کہ اسمین حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھین ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہر ایسا معلوم ہوتا ہو مصنف کی شرح سے ہم مین کہتا ہون کہ ظاہر یہ ہر کہ گانون والون پر روزہ لازم ہر تو پونگی آوازون سے یا قندیلونکی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر دلالت ہر اور غلبہ ظن کو مفید ہر اور غلبہ ظن حجت ہر عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہر اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شی کیواسطے ہو بعید ہر کیونکہ یہ سب

لیلۃ الشک مین نہین کیے جاتے مگر ثبوت رمضان کے لیے قال الشامی وافطروا باخبارہ لیس من تعلقہ الضرورۃ اور افطار کرین دو عادل کے خبر دینے سے اگر آسمان مین غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے ہم یعنی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ کوئی حاکم موجود نہین جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے اور مع العلۃ متعلق ہے صاموا اور افطروا ان دونون کے ساتھ قال الشامی ولو رآہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرہم بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند مین اسکو یہ اختیار ہے کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگون کو روزے کا حکم دے بخلاف عید کے چاند کے کہ نہین ایک آدمی کافی نہین ہے کذا فی الجواہر ہم نصب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ ہے اور اسکے معنی ظاہر یہ ہین کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے تاکہ اُس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب مین کہا ہے کہ اگر حاکم کو کسی کے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے کہ اُسکے روبرو دعویٰ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہین اور یہ معنی جو یہ معنی کے اسکی دلیل یہ ہے کہ بعض نسخون درمختار مین نصب نائب ہے بدلہ نصب شاہد کے قال الشامی ولاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہین اعتبار نجومیون کا اگرچہ عادل ہون بنا بر مذہب صحیح ہم یعنی وجوب صوم کے باب مین معراج مین کہا ہے کہ ان لوگون کا قول بالاجماع معتبر نہین اور خود منجم کو نہین جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر مین ہے کہ منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہین اگرچہ منجمین عدول ہون صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ وقول اولی التوقیت لیس بموجب ❊ وقیل نعم والبعض ان کان یکثر ❊ وہبانیہ مین کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنے والونکا روزہ رکھنے کا موجب نہین اور کہا گیا ہے کہ ہان اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہون ہم یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اسکو کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمل کو موجب ہے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد مین ہے اور قنیہ مین تینون قول نقل کیے ہین پس پہلے قاضی عبدالجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہے کہ منجمون کے قول کے اعتبار کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ انسے پوچھا کرتے تھے اور اُنکے قول کا اعتبار کرتے تھے بشرطیکہ انکی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہے اور منجمون کا قول ماخوذ نہین پھر مجدالائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابوحنیفہ رح سواے شاذ و نادر کے اور شافعیہ سب متفق ہین کہ منجمونکے قول کا اعتماد نہین کذا قالہ الشامی وقبل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنی غلبۂ ظن اُنکی خبر سے ہم یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی کیطرف متوجہ ہین اور کوئی مانع نہین اور سب کی بینائی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہون اُسکی غلطی کی دلیل ہے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت مین اسلام اور عدالت شرط نہین جیسا امداد الفتاح مین ہے اور نہ حریت اور نہ دعویٰ جیسا قہستانی مین ہے مین کہتا ہون جو امداد کیطرف نسبت کیا ہے سو مین نے اُمین ملاحظہ کیا وہان نہین پایا اور اسلام شرط ہونے مین نظر ہے کیونکہ جمع عظیم سے یہان یہ مراد نہین ہے کہ حد تواتر کو پہنچے جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اُمین اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہے کہ غلبۂ ظن کو مفید ہو اور نہین اسلام شرط نہونا اسکے لیے کوئی صریح نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح اصولیون کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو یقین کے معنی ہے اسپر نص کی ہے منافع اور غایۃ البیان اور بحر مین نقلا عن الفتح اور صدرالشریعۃ نے جو علم بمعنی یقین لیا ہے ابن کمال نے اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطا ہے صدرالشریعۃ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب اور وہ امام کی رائے پر مفوض ہے بغیر تعیین عدد کے بنا بر مذہب صحیح کے ہم سراج مین کہا ہے اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایت مین معین نہین ہے اور ایک روایت مین ابویوسف سے ۵۰ مرد ہین اور بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد مین سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہے کہ بلخ مین قلیل ہین

اور ابر سب ہی سے متحقق ہو تو امام کی رائے پر مفوض ہو اگر اپنے وقت کی درستی اور کثرت سمجھے تو روزہ کا حکم دے اور رمضان سب پر ہی متحقق ہو اور
شہر ہلال نے اسی کو ترجیح کیا ہے اور بحر میں فتح سے نقل کیا ہے کہ حق یہی ہے اور امام محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ اعتبار خبر متواتر کا ہے جو ہر طرف سے
اور بحر میں کہا ہے کہ یہ تصحیح مذہب کے موافق ہے قال الشامی وہی الّتی مشی علیہا فی الکنز وغیرہ اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اکتفا
کیا جاوے دو گواہوں پر اور ہی کو اختیار کیا ہے اور ہمارے زمانہ میں چاہیئے کہ عمل اسی روایت پر ہو واسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے
کاہلی کرتے ہیں پس جو لکھا ہے کہ جم غفیر ہلال دیکھے ... متحقق ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہے اسکی تائید کی لیکن بہ
اور غفیر ظاہر ہو اور الاستاد کرنی مین کذا ہے کہ حدیث شریف اشتراط الاعداد جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہے اور اسی کو صادق رکھا ہے شہر میں اور
منح میں قال الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ میں جو ایک کتاب کا
نام ہے تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے اور فتاوی صغری
میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اصل کی کتاب الاستحسان میں مگر خلاصہ میں کہا ہے کہ
ظاہر الروایت یہ ہے کہ شہر اور خارج شہر میں فرق نہیں ہے اور معراج وغیرہ میں کہتا ہوں کہ نہایہ میں کہا ہے کہ مبسوط میں ہے کہ امام اسکی شہادت
رد کرے اگر آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان میں ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول
ہو گی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور محیط میں اسی پر جزم کیا ہے اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے
پھر ذکر کیا ہے کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ رویت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی و کدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے
ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ
ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہے کیونکہ مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہے پس
معلوم ہوا کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایت ہیں کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعید ان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ بقبض دین علی الحاضر فیقر
بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برویۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخولہ تحت الحکم اور رمضان اور عید کے
اثبات کا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہے رمضان یا عید کے
آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دیں پس
حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہیں ہے یدعی مجہول ہے یا معلوم
ہے اور فاعل ضمیر یدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہے یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اسقدر درہم ہیں اور
مجھکو اسنے کہدیا ہے کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہے دین کے قبض کرنیکے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت
بھی واجب ہو سکتا ہے یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات میں سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہیں آتا اور اس وقت میں فائدہ رمضان کے اثبات کا
بطریق مذکور یہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر لہذا بات
دو گواہوں سے ثابت ہو سکتی ہے حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہیں ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اور جب دخول ضمنا ثابت ہوا تو روزہ
واجب ہوا قال الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی
قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخوں میں شہدا بلفظ تثنیہ ہے اور بعض نسخوں میں شہدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

مافوق الواحد ہے یعنی اگر دو گواہوں نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے دو نے شاہدوں نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہے اور وہاں کے قاضی نے اُسپر حکم لگایا ہے اور شرائط دعوی کی سب پائی گئیں تو اس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ وہان کے قاضی کی قضا حجت ہے اور یہان کے گواہوں نے اُنکی شہادت دی لا لو شہدوا برؤیۃ غیرہم لانہ حکایۃ نہ حکم یعنی یہ قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہے حکم نہیں یعنی نہ اُنھون نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اُس شہر کے قاضی نے لوگون کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ فعل قاضی کی حکایت ہے اور وہ حجت نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے مجموع شرائط کی قید لگائی نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ ہان اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شائع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی اور ذخیرہ مین ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہ ہے کہ خبر جب پھیل جاوے اور متحقق ہو جاوے دوسرے شہر مین تو اُن کو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کرین وہان کی خبر کہ اُنھون نے روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع بعلی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کس نے شائع کین چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اسکا ذکر کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کس نے کہا ہے سو ایسی اس قسم کی بات لائق سماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو مین کہتا ہون کہ یہ خوب کلام ہے اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہے او استفاض وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر الباء متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل لوجوب نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے روزہ رکھا ہو تو بعد ۳۰ دن کے افطار حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہے صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہے فعل حل کا معنی اگر اکتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف تصحیح کی ہے مجموع النوازل مین اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ سے اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور فیض مین ہے کہ فتوی افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہے اور حال یہ ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمدؒ کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے حیث یجوز مین حیثیت تقیید ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کر لی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی انہین سے ہے جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہین کذا فی الفتح یعنے شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی ان لیتے ہین جب آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور وغم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قالہ الشامی لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کے نظر آنیکے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے م یہ استدراک ہے اُسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمدؒ کا اُسوقت ہے کہ عید کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور خلاف اس صورت مین ہے کہ ابر نہ ہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمدؒ کے نزدیک حلال ہے ایسا شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہے غایۃ البیان مین کہا ہے کہ محمدؒ کے قول کی وجہ کہ وہی قول صحیح ہے یہ ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتداءً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتین اور امام محمدؒ

سے پوچھا تو جواب میں یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا اور اس کے قول سے نہیں یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند میں ایک آدمی کے قول پر
حکم کیا تو پس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہو گیا قالہ الشامی وفی الزیلعی وشبہ ابن غرس بالدال والزیلعی میں ذکر شاید یہ ہے کہ اگر ابر ہو
تو افطار حلال ہے اور جو صحو ہو تو نہیں وہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب اور بقرعید کا چاند اور باقی نو مہینوں کا مانند عید کے ہے
صحیح مذہب پر ہم قولہ وہلال الاضحی کالفطر یعنی ذو الحجہ شوال کے مانند ہے پس ابر میں ثابت ہوگا گو دو مرد دن سے یا ایک مرد دو عورتوں سے اور صفائی کی
حالت میں زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر میں امام صاحب سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہے اور تحفہ میں اسی کی تصحیح کی لیکن پہلی بات
اول ظاہر المذہب ہے اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اسکی شروح اور تبیین میں کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اس واسطے ہے کہ وہ مذہب ہے
کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہے یعنی نہیں مقبول ہوگی مگر گواہی دو مردوں کی یا ایک مرد دو عورتوں کی جو آزاد ہوں اور
تہمت زنا میں سزا یافتہ نہ ہوں جیسے اور احکام میں کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد میں ذکر کیا ہے کہ ان مہینوں کا حکم صفائی کی حالت
میں مانند رمضان اور عید کے ہے یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ باقی مہینوں میں ابر اور غیر ابر میں کچھ فرق نہیں کیونکہ
جماعت عظیم کی شرط نہیں پائی جاتی یعنی سب لوگوں کا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردوں نے گواہی دی صفائی کی صورت میں شعبان کے
چاند کی اور شعبان ثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت میں دو شخصوں کی گواہی
سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں اسکا ثبوت ضمنی ہے اور ضمنیات میں بہتیری باتوں میں درگذر ہوتی ہے جو قصدیات میں نہیں ہوتی
قالہ الشامی ورویتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دن کو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت میں
صحیح مذہب پر ذکر کیا اسکو حدادی نے عام یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا ہے بدائع میں
کہا ہے پس وہ دن رمضان کا ہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کہتے ہیں کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بیشک آیندہ شب کا ہے اور
اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہے
ہر صورت میں اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے
اسلئے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہیں آتا عادۃ مگر یہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان میں وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے
چاند میں عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رویت کا اعتبار نہیں اعتبار رویت بعد الغروب کا ہے کیونکہ حضرت صلعم نے امر فرمایا
صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ پس امر صوم و افطار کا رویت کے بعد ہے اس صورت میں امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہے انتہی مختصرا اقول
میں ہے کہ حدیث شریف موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہے نزدیک اصحاب اور
تابعین ومن بعدہم کے بخلاف ما قبل الزوال کے تیسویں تاریخ اور مختار امام ابوحنیفہ و محمد کا قول ہے قالہ الشامی واختلاف المطالع ورویتہ نہارا
قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دن کو چاند دیکھنا زوال سے
پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر عن الخلاصۃ ہم جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف
مطالع میں نزاع نہیں ہے یعنی کبھی دو شہروں میں اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک میں ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے میں نظر نہ آوے کیونکہ انفصال
ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکوں کے اور یہی حال ہے اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک میں صبح ہوگی تو
بعض میں سورج نکلیگا اور بعض میں غروب ہوگا اور بعض میں آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے میں خلاف ہے کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا

اعتبار لازم ہی اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے سب کو اسی پر عمل کرنا لازم ہی یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہی کہ بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بعضے قول اول کے قائل ہوے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہی اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہی کیونکہ ہر قوم کو خطاب الله اُنکے موافق ہی جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہی اور وہی ہمارے یہان معتمد ہی اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہی مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرویتہ مین بخلاف اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو اُن لوگون کی رویت اُس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق مین گذرا ہم یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت پس یا خبر مستفیض ہو بخلاف اُس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکھا ہی کذا ذکرہ الحلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہ ہی کہ اختلاف مطالع معتبر ہی قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہی کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین احتیاط زیادہ ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اذا رأوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہیۃ البزازیۃ جب چاند دیکھین تو مکروہ ہی کہ اُسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہی جیسا سراجیہ مین ہی اور بزازیہ کے باب الکراہتہ مین ہم یعنی اگرچہ اوسکا مدد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکھا ہی اور علت بظاہر دلالت کرتی ہی کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہ باب ہی اُن چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین ہم مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونون لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جسکا کرنا مباح ہی دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہی الفساد والبطلان فی العبادات یکسان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین ہم اور معاملات مین فرق ہی اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہوئے تو بطلان ہی اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہی تو فساد ہی نہین تو صحت ہی حلبی عن البحر بیان اسکا یہ ہی کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہی تو یہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کردیا تو مشتری اُسکا مالک ہو جاتا ہی لیکن اُسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہی تو یہ بیع فاسد ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اُسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہی اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنی روزہ نہین ٹوٹتا جب کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھولکر کرے فرض مین یا نفل مین نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیۃ علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق ہی اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ مین بھی نقل کی ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار مین افطار کی چیزون سے توقف کیا اور بھولکر کچھ کھا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کرسکتا ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف تنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھالے تو اُسکو ناسی نہین کہتے اور ایسا ہی حکم ہی صوم قضا و کفارہ مین ہان البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہی اداے رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جبکہ یاد دلایا جاوے پر نہ یاد کرے ہم یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اُسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت مین برخلاف بعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہی پس اُسپر واجب تھا کہ تامل کرتا اور اُدھر التفات کرتا کذا فی البحر مین کہتا ہون لیکن اُسپر کفارہ نہین مختار ہی جیسا تاتارخانیہ مین ہی منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ تمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر مشقت کے روزہ پورا کر لیگا اور کمزوری کی جہت سے مشقت نہ ہوگی تو اسے یاد دلا دے اور اگر وہ ضعیف
ہو تو بہتر یہ ہے کہ اسکو یاد نہ دلاوے کذا فی الفتح و البحر الرائق میں کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت میں یاد دلانا لازم ہے ترک کرے یا یاد نہ دلاوے
ولیس عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد میں عذر نہیں ہے یعنی اگر ودیعت کو بھول گیا جاوے تو اسکا ضمان لازم ہوگا
نہیں ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ اور روزہ نہیں ٹوٹتا اگر حلق میں غبار یا
مکھی یا دھواں اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچاؤ ناممکن ہے اور قیاس میں فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت میں کیونکہ مفطر
پہنچ گیا اگرچہ غذا نہیں جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا
لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے کہ اگر بقصد دھواں حلق میں پہنچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھواں ہو
اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار رہے جس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے یعنی کسی صورت سے
دھواں داخل کیا ہو یا اسطرح کہ اگر بخور کیا اور بقصد اسکو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت میں روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور
اس سے اکثر لوگ غافل ہیں اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا نہ چاہیے کیونکہ فرق ہے یہ کہ ہوا خوشبودار ناک میں جاوے اور
یہ کہ خود دھواں اپنے فعل سے جوف میں پہونچا دے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں
اسکی تصریح کی ہے قال الشامی او ادھن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ روزہ نہیں جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ
اپنے حلق میں پاوے ہم اور ایسا ہی اگر تھوک میں اسکا رنگ پاوے صحیح روایت پر کذا فی البحر نہر میں کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق میں ایک اثر ہے جو مسام کی راہ
سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو منفذ کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی میں پھر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اور امام
نے جو پانی میں داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ میں مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری میں تنگدلی معلوم ہوتی ہے
نہ یہ کہ موجب افطار کا ہے قال الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا یا احتلام
ہوا یا انزال ہو گیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا او بقی
بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق یا منہ میں تری باقی رہ گئی کلی کرنے کے بعد اور اسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا ہم فتح اور بدایہ میں اسکو مثل دخول
غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یوں چاہیے کہ پانی منہ سے گرانے کے بعد تھوکنا شرط ہے کیونکہ پانی تھوڑا
لا رہتا ہے البتہ تھوکنے میں مبالغہ شرط نہونا چاہیے قال الشامی کلکلم او دقہ وفی اولہ جیسے ذرہ دوائیوں کا اور رہ جاتا ہے کام یعنی دوائیوں کے کوٹنے سے
انکا مزہ اگر اپنے حلق میں پاوے تو روزہ نہیں جاتا جیسا محیط میں ہے اور ہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قال ابو عبیدۃ الفرا یعنی اگر ہڑ کو چباوے اور
تھوک حلق میں اسکا جاوے لیکن اسکے اجزا میں سے نہ پہنچاوے تو روزہ نہیں جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف مصری جیسی چیز کے کہ اسکے
چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اسکے کان میں اگرچہ اسکے فعل سے ہو تو روزہ نہیں جاتا
مذہب مختار پر ہم ہدایہ اور تبیین میں اسکو اختیار کیا ہے اور محیط میں اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ میں کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ میں تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان میں چلا گیا تو نہیں جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اسکے فعل سے جوف میں پہونچا تو اس میں صلاح بدن کا اعتبار
نہیں ہے اور یہی بزازیہ میں ہے اور فتح اور برہان میں اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان میں ڈالا تو بالاتفاق روزہ
جاتا رہا اور اگر پانی کان میں چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہیں جاتا اور اگر بقصد پانی کان میں ڈالا تو اسمیں اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قالہ الشامی کما لو حک اذنہ بعود ثم اخرجہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اسکو نکال لیا اور اُسپر میل تھا
پھر اُسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو اس مسئلہ کو مشبہ بہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہی کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا اور ظاہر یہ ہی کہ
اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہی ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہی قالہ الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وہو دون الحمصۃ لانہ تبع لریقہ
ولو قدرہا افطر کما سیجئ یا نگل گیا جو دانتون مین ہی بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہی اور بحر مین کہا ہی کہ اتنی چیز
قلیل ہی اُس سے احتراز غیر ممکن ہی پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہی تو روزہ ٹوٹ جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین
اسنانہ ودخل حلقہ یعنی ولم یصل الی جوفہ یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین یعنی جوف تک نہین پہونچا متن کے اطلاق سے ظاہرا معلوم
ہوتا ہی کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسی کی تصحیح کی ہی جیسا کہ سراج مین ہی اور کہا ہی کہ وجہ یہ ہی کہ عادۃً اس سے احتراز
ناممکن ہی اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ اُسنے اپنی شرح مین لکھا ہی
اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمہ بزازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونون
برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اُسکا مزہ کذا فی البزازیۃ واستحسنہ المصنف وہو ما علیہ الاکثر وسیجئ اور اسکو
مصنف نے پسند کیا ہی اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہی جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہی کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا یعنی اُسکے قول الا ان یجد
الطعم فی حلقہ مین اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہین ہی قالہ الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ یا کوچہ دیا جاوے نیزہ سے پھر
پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہی اور جامع صغیر
کی شرح مین کہا ہی کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اُسکو کتاب مین ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہی جیسا لکڑی
دبر مین چڑھلانے سے اور بعضون نے کہا ہی کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہی کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین اسکے بدن کی اصلاح ہی
انتہی قالہ الشامی کما لو القی حجر فی الجائفۃ او نفذ السہم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اُس زخم مین جو جوف تک پہونچا ہوا ہی یعنے غیر
شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اُسکا فعل کچھ نہین اور نہ اُسکے بدن کی اصلاح ہی بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اُس سے
روزہ جاتا رہیگا یا تیر اسطرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا ولو بقی النصل فی جوفہ فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی
تو روزہ ٹوٹ گیا ام یہ ایک ہی دونون قولون مذکورون مین کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہین ہی فتح القدیر مین تصریح کی ہی
کہ خلاف دونون مین جاری ہی اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہی اور زیلعی نے جزم کیا ہی کہ دونون مین عدم افطار صحیح ہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین اضطراب ہی کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اُسکا مقابل قالہ الشامی او ادخل عودا ونحوہ فی مقعدتہ
وطرفہ خارج وان غیبہ فسد یا داخل کر لیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھا لے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ من بوطۃ الا ان ینفصل منہا شئ اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق مین غائب ہوجاویگی
تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دھاگا اگرچہ اس مین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اُسمین سے کچھ جدا ہوجاوے یعنی پیٹ مین رہجاوے تو روزہ
جاتا رہیگا ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہی کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا ٹھہرنا پیٹ مین
شرط ہی فساد صوم کی کذا فی البدائع یعنے جب فقہا نے تصریح کردی کہ داخل ہونے والی چیز مین سے اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جائیگا
نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہی کذا فی الطحاوی او ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ ام فرجہا

ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہین جاتا اگر سوکھی انگلی دبر مین دی یا عورت نے اپنی فرج مین۔ اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہو کلام اور فی کی ضمیر شخص صائم کیطرف پھرتی ہو جو شامل ہو مذکر و مونث کو قال الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہو گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج مین نکلی ہوئی رہی تو نہین ٹوٹا ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وہذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجا مین مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہونچ گیا تو روزہ فاسد ہو گیا اور یہ بہت کمتر ہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے اور موضع حقنہ سے مراد وہ جگہ ہے جہان دوا انکے وسیلہ سے امعا مین کرتی ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام یا جماع کرتا تھا بھول کر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہین جاتا ایسا ہی روزہ نہین ٹوٹتا اگر قبل الفجر جماع کیا پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ قضی وکفر ولو کان ٹھہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہو گئی اور حرکت نہین کی تو صرف قضا لازم ہے اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین اور حتی امنی فساد کی شرط نہین ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہے شارح نے بیان صرف روایت وجوب کفارہ کا ذکر کیا ہے حالانکہ فتح القدیر وغیرہ مین دونون روایتین ذکر کی ہین بدون ترجیح کے اور بدائع مین ہے کہ عدم الفساد اس صورت مین کہ نکال لے بعد یاد آنیکے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو اسپر قضا ہے کفارہ نہین ظاہر الروایت مین اور روایت ہے امام ابو یوسف سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر مین واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت مین اسواسطے کہ ابتدا جماع قصدا تھی اور جماع ابتداء وانتہاء ایک ہی ہے تو جماع بالقصد سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہے بعد وجود کے اور اسکا جماع مین مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب کفارہ یاد آنے کیصورت مین متفق علیہ ہے کیونکہ ابتدا جماع اس صورت مین عمدا نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اسمین شبہہ ہے خلاف امام مالک رحمہ کے یعنی انکے نزدیک بھولکر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصدا جماع کر لیا تو انکے نزدیک کفارہ نہین غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر مین ہے نہ یاد آنے کیصورت مین اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر تحریک مین کچھ فرق نہین ہے قال الشامی کما لو نزع ثم اولج جیسا کفارہ واجب ہے اگر نکال لیا پھر داخل کیا امام یعنی دونون مسئلون مین کیونکہ خلاصہ مین ہے اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہے اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکور مین چاہیے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم ہو چکا کہ اسمین شبہہ خلاف امام مالک کا ہے اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمین اعتبار اسکا نہین ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے منہ مین سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی روزہ نہین جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منہ مین سے نہین نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر منہ سے نکال کر نگلے ہوئے کو کھا لیا تو کفارہ لازم نہین ہے کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ مین محیط سے منقول ہے قالہ الشامی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج مین یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری جگہ مین مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نہ جائیگا ماتن کا مراد فرج سے قبل اور دبر دونون ہین اسواسطے کہ فرج اگرچہ دبر کو شامل نہین لغۃً لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب مین کہا ہے کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہے باتفاق اہل لغت کے

پھر کہا ہے کہ قبل اور دبر دونوں فرج میں حکم میں قال الشامی وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا
ہاتھ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے مگر یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا
لازم ہوگی جیسا منظرات میں تصریح آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سے قیاد و ما انزال ہی ہے بقرینہ ما بعد کے پس یہ معنی ہے غیر مختار ہے قال
الشامی ولو خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہے خدا سے کہ اس فعل کا اسپر کچھ وبال نہو ہم
سراج میں ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دل کو احاطہ کر رہی ہے اور یہ شخص بے نکاح ہے نہ بی بی ہے نہ باندی یا ہے لیکن
اس تک پہونچنے کی قدرت نہیں تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اسپر وبال نہو لیکن جس صورت میں کہ مزہ لینے کے لیے کریگا تو
گنہگار ہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ میں داخل کیا یا انسان مردہ میں بغیر
انزال کے یعنی اس سے صوم نہیں جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتھ لگایا
یا اسکا منہ چوم لیا پھر انزال ہوا ہم یعنی باوجود انزال کے اس صورت میں روزہ نہیں جاتا تو بغیر انزال بطریق اولی نجاویگا او رجح اور
زیلعی وغیرہ میں اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہیں جاتا اس صورت میں اگرچہ انزال بھی ہوجاوے قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا
وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ میں پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے صحیح مذہب پر ہم یعنی اس سے بھی
روزہ نہیں جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہ رح کا اور محمد رح بھی انکے ساتھ ہیں اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف رح کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور
اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ مثانہ اور جوف میں منفذ ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ انمیں منفذ نہیں اور پیشاب انمیں براہ مسامات مثل
عرق کے جمع ہوتا ہے اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہیں زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی میں رہجاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا
قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ میں ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہے
او اصبح جنبا وان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت میں صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب میں رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہیں جاتا
او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فدخل حلقہ وان نزل الراس انفہ یا داخل ہوا اسکی ناک میں یعنی مغز سے اتر آیا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس
حلق میں چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے ہم یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کما لو ترطب شفتاہ بالبزاق عند الکلام ونحوہ فابتلعہ
او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستشفہ جیسا اگر تر ہوجاویں ہونٹھ تھوک سے بات کرنے وغیرہ میں پھر اسکو نگل جاوے یا پہونچ
جاوے لعاب اسکا ٹھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اسکو سانس سے چڑھا لیوے ہم بعض نسخ میں فاستنشقہ ہے
استنشاق سے اور وہ مناسب نہیں کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی انہ قادر علی مج النخامۃ فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر
چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی اس سے روزہ نہیں جاتا برخلاف امام شافعی رح کے انمیں جو قدرت رکھتا ہے کھنکار کے پھینک دینے
پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو انکے نزدیک روزہ فاسد ہوجاویگا پس احتیاط چاہیے ہم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہے اور
یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اسکے کہ کھنکار نے کے باعث حلق سے منہ میں
آگیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز منہ سے اگرچہ چکھنا مکروہ ہے
لم یفطر جواب الشرط نہیں ٹوٹتا روزہ ان صورتوں مذکورہ میں شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہے شرط کا جو شروع باب میں
مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو فتل الخیط ببزاقہ مرارا ان بقی فیہ عقدا البزاق اور یہی حکم ہے اگر دھاگا بانتھوک میں

[illegible]

اور تھوک جمع ہونا اگرچہ بہت ہو منہ میں تھوک متعلق دو تین دن میں جب ناک سے بانٹتے ہو بار دو کرے ورتھوک میں جمع کرکے جو نگلے منہ میں جمع ہو کر دو سے
اگرچہ تھوک نگل تھی ناک میں کہ جاوے تو روزہ نہ جاویگا اور نہ روزے کی قضا ہو کہ روزہ جاتا رہتا ہو اور ایسا ہی التنقیح و الاشباہ الا
ان تیون لعبۃ نافظۃ فیہ فی مسئلۃ وابتلع فانہ کمکہو کو یعنی مرد نے عورت کا تھوک منہ میں لا اسکو نگل جاوے اور روزہ ٹوٹ جاوے
تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا و نظمہ ابن الشحنۃ فقال سے مگر بل خیطا بالریق فادخلہ فاہ وعدد فیہ ادخل فی فیہ ابن الشحنہ
نے نظم کیا ہو اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونے والا تھوک میں بانٹتے ہوئے نہیں نقصان اٹھاتا ہو تاگا منہ میں داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد
نہیں ہوتا ہم تکرر بعد امتثالات ہو اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ متعلق خبر کے ہو سے وعن بعضهم ان بلع الریق بعد ما ثبت غیر صحیح لونہ فیہ
یظہر اور بعض مشائخ سے مروی ہو کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہو جیسا تاگہ کہ اسکی رنگت تھوک میں
ظاہر ہو جیسے انبوہ جیسا تاگہ کا روزہ توڑتا ہو اور اس میں خلاف نہیں ہو اور توڑنے کی ضمیر صبیغ کی طرف پھرتی ہو اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور
یظہر متعلق ہو یظہر کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطاء کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا
ست جیسے کلی کی اور منہ میں پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے میں یا سحری کھائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہیں ہوئی ہو ان افطر الخ شرط ہو اسکی جزا
آگے مذکور ہوگی یعنی قضی قضا اور یہان سے شروع ہو قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی
کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ توڑنے کا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہ کہ اگر کلی کرتے ہوئے پانی حلق میں
چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہو تو جاتا رہا نہیں تو نہیں جاتا اور سوتے کو مخطی ٹھہرانے میں یہ کلام ہو کہ نائم کا فعل قصدا نہیں ان نہر میں البتہ تصریح کی ہو کہ
مکرہ اور نائم مخطی کے مانند ہیں بھولنے والے کے حکم میں نہیں کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہیں اور بسم اللہ بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہو کذا فی البحر
عن الخانیہ زیلعی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ نہ کرنے میں بخلاف نوم اور جنون کے سوا اسی طرح مفطرات میں نسیان مذہب
کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہو اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم میں یا جنون میں نادر الوقوع ہو اسلیئے نسیان کے ساتھ لاحق ہو افادہ الشامی او جبر
مکرہ یا اسکے حلق میں کوئی چیز ڈالی جاوے بزور حلق میں ڈالنا شرط نہیں ہو بلکہ اگر کھا لیا یا پی لیا زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاویگا پس لفظ اوجبر
اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہو تاکہ شامل ہو صورت مذکورہ کو اور شامل ہو اس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو افادہ الشامی او نائما یا حلق میں ڈالی جاوے کوئی چیز
سونے کی حالت میں یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمیں خطا کے رفع کا ذکر ہو پس اس سے مراد
رفع گناہ کا ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ
مخطی اور مکرہ کا روزہ تام رہتا ہو کیونکہ دونو مانند بھولنے والے کے مرفوع القلم ہیں اسکے جواب کی تقریر یہ ہو کہ حکم بیان سے صحیح کلام کے یہ مقدر ہو
تو اقتضاء ثابت ہو اور مقتضی کے لیئے عموم نہیں ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہو تو دوسرے معنون کا ارادہ یعنے حکم دنیاوی کا
کہ فساد صوم ہو درست نہیں اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہو تو دوسری حدیث کی جہت سے ہو کہ آپ نے فرمایا جو شخص
بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھاوے یا پیوے تو چاہیئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو کھلا پلا دیا اور یہ قیاس
انکے نہ بھی یون چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول میں ہو و فی التحریر المواخذۃ بالخطاء جائزۃ عندنا خلافا للمعتزلۃ اور
تحریر میں ہو کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہو یعنی عقلا کما فی شرح التحریر برخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع ناسیا
او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القیء فظن انہ افطر فاکل عمدا للشبہۃ یا کھایا یا جماع کیا بھولکر یا احتلام ہو گیا یا انزال ہو گیا نظر

یا قے آگئی اور ان صور مذکورہ مین اُسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ شبہہ کی جہت سے
ہم یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہین ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت مین ہوا اسلیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہی کھانے پینے
جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہی اُسنے جماع سہو کو اُسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہی کیونکہ امام مالک
کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہی بھولکر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہی قصداً قے کرنے کو اور ایسا ہی ہی احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہی شہوت سے پس
قضاء شہوت عمداً کے مشابہ ہی اور اگر وہ جانتا ہی کہ ان امور سے روزہ نہین گیا پھر کھا لیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ خلاف کا ہی نہ اشتباہ کا کذا فی الشامی ولو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسالۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہۃ خلاف مالک خلافا لہما کما فی المجمع وشروحہ فقید الظن انما
ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہی کہ روزہ نہین ٹوٹا تو اُسکو کفارہ لازم ہی مگر متن کے مسئلہ مین یعنی جب بھولکر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے
کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھالے قصداً کیونکہ اسمین کفارہ نہین ہر صورت مین صحیح مذہب پر یعنی افطار کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک متن
کے مسئلہ مین بھی کفارہ لازم ہی جب جانتا ہی کہ روزہ نہین ٹوٹا جیسا مجمع اور اسکی شروح مین ہی پس ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہی نہ واسطے
احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیا او اقطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھالی یا ٹپکایا کان مین تیل او داوی
جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ جائفہ اُس زخم کو کہتے ہین جو جوف تک پہونچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اُس زخم کو کہتے ہین جو
ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہونچ جاوے ہڈی توڑ تک یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہونچی دوا حقیقت مین جوف تک جائفہ مین اور
دماغ تک آمہ مین ہم بحر مین کہا ہی کہ تحقیق یہ ہی کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہی پس جو چیز سر مین پہونچی ہو وہ پیٹ تک پہونچ جاتی ہی اور
حقیقت مین دوا پہونچنے سے اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت مین واقع ہوا ہی کہ فساد دواے تر کے ساتھ مقید ہی یہ عادت پر مبنی ہی کہ دواے تر
پہونچ جاتی ہی نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہی یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہونچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دواے تر نہین پہونچی تو فاسد
نہوگا اور خلاف اس صورت مین ہی کہ معلوم نہو یقیناً تو تر کی صورت مین فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہین کذا افادہ فی الفتح
قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یاکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہین کھاتا ہی یا مکروہ جانتا ہی
یا نفرت کرتا ہی ہم کنکر وغیرہ کے کھالینے مین قضا واجب ہی کیونکہ صورۃً افطار موجود ہی اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ معنی افطار نہین پایا گیا یعنی جوف مین پہونچنا
ایسی چیز کا جسمین نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلیے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر ونظمہ ابن الشحنۃ فقال شعر ومستقذر مع غیر ماکول مثلنا فقد نفی اکلہ
التکفیر یعنی وسیجری اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہی اور کہا جو شے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہی اور غیر ماکول ہی نوع انسانی کا تو اُسکے کھانے مین کفارہ
نہو اور جستر ک ہی او لم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا مع الامساک لشبہۃ خلاف زفر یا نیت نہ کی تمام رمضان مین نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک
کے کیونکہ اسمین خلاف زفر کا ہی ہم یعنی صرف قضا لازم ہی کفارہ اسواسطے نہین کہ امام زفر کا اختلاف ہی کہ اُنکے نزدیک وہ صائم ہی کیونکہ اُنکے نزدیک
صحت واقامت و امساک چاہیے گو نیت نہو اور تعلیل مین اولی یہ ہی کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے
کفارہ لازم آتا اور تمسک شبہہ کے ساتھ تو اصل کے تحقق کے بعد ہوتا ہی جیسا مسئلہ آیندہ مین ہی قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ
قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اس حال مین کہ نیت صوم کی نہین کی پھر جانکر کھالیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہی
نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے ہم کیونکہ صوم اُنکے نزدیک نہین صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہین صحیح ہی تو اُنکے نزدیک روزہ ہی نہین
جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم مطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہی

اور جلق حالانکہ مسنون و تنگ ہے [illegible] شہادت غلو فیما و تحفظ ہیں من وجوہ و سبب [illegible] عمل ہو حتی ہیں ہیں [illegible] وقت [illegible]
انعقاد [illegible] سے احتیاج ہو سکتی ہے جیسا کہ سنت جانور مثل جنابت کے اور جنابت ایک دو قطرہ نسوئے لیس تک کہ ثابت نہ ہو سکن نہیں
ہے تو قضا بھی نہیں [illegible] وجہ ملوث فی تحقیق قدمہ حتی غش کے تبلہ افطار و الا افطار اور دو قطروں سے زیادہ ہیں کہ شہوت کام
ہوتی ہیں یا سے [illegible] کاف ہو جاویں اور اگر کل یا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور نہیں ٹوٹیگا کذا فی الفتح یعنی کہ دو قطرہ اگرچہ
شہوت کی سبب میں یا یا جادے لیکن قلت کی وجہ سے حلق تک نہیں پہونچ سکتے متفرق ہو جاتے ہیں قال الشامی او وطی امرأة میتة او بہیمة
مردہ عورت کے ساتھ جماع کریں اور اسکے بابعہ میں کفارہ لازم نہ آیا اس وجہ سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے محل پوری شہوت والا ضروری تحقق فی اتم
او صغیرة لا تشتہی یا چھوٹی کی لڑکی غیر مشتہاة کے ساتھ کذا فی النہر او بہیمة او فخذا او بطنا او قبل ولو قبلة فاحشة بان یدغدغ او یمص شفتیہا اولمس
کی جو کے ساتھ یا ران میں یا پیٹ میں یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی اسطرح کہ گدگدا وے یا عورت کے ہونٹوں کو چوسے ہم نے بوسہ کا ذکر کیا
کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاوے اور رطوبت ظاہر نہ پاوے تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا ابو یوسف کے نزدیک برخلاف
قول امام محمد کے اور یہی حکم مس میں ہے کذا فی البحر عن المعراج اور دغدغہ سے مراد شاید ہونٹوں کا منہ یا فرج کا بوسہ اور قاموس میں ہے کہ دغدغہ ایک حرکت
اور گدگدانا ہے بغل اور تلوے وغیرہ میں قال الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارة یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو جو وصول حرارت کو
مانع نہ ہو ہم نے آدمی کی قید اسواسطے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا بالاتفاق اور آڑ میں قید لمنع حرارت ہونیکی
اسلیے ہے کہ اگر عورت کو چھووے کپڑوں کے اوپر اور حرارت جلد کی محسوس نہ ہو تو روزہ نجاویگا او استمنی بکفہ او مباشرة فاحشة ولو بین المرأتین یا منی نکالی
اپنے ہاتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذا فی السراج یا مباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتوں میں ہو مباشرت فاحشہ یہ کہ دونوں ننگی ہوں اور
دونوں کی فرج ملی ہو اور یہ قید اتفاقی نہیں ہے اور یہی حکم متشبع الذکر کا ہے عورت کے ساتھ قال الرملی کذا فی الشامی فانزل قید للکل حتی لو لم ینزل
لم یفطر کما مر جیسے انزال ہو گیا یہ قید ہے سب مسائل میں یعنی وطی امرأة میتة سے آخر تک یہانتک کہ اگر انزال نہوا تو روزہ فاسد نہیں ہوا جیسا سابق مذکور
ہوا یعنی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل انتہی او افسد غیر صوم رمضان اداء لاختصاصہا بہتک رمضان یا فاسد کردیا کوئی روزہ سوائے رمضان
کے روزہ ادا کے تو قضا لازم ہے نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کیواسطے مخصوص ہے یعنی رمضان میں روزہ نہ رکھنا یہ جنایت کاملہ ہے اور روزے
وجوب کفارہ میں اسکے ساتھ لاحق نہیں ہو سکتے کیونکہ کفارہ اسی میں وارد ہوا ہے خلاف قیاس قال الشامی او وطئت نائمة او مجنونة بان اصبحت صائمة
فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا درحالت جنون یعنی اسطرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کیوقت روزے سے تھی پھر مجنون ہو گئی ہم نے جو کہا یہی
حکم ہے جب رات سے نیت کی تھی پھر مجنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوۂ کبریٰ کے روزہ کی نیت کی پھر مجنون ہو گئی پھر وطی
واقع ہوئی او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیہ لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر یا سحری کھائی یہ گمان کرکے
کہ ابھی رات ہے حالانکہ صبح ہو گئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ آفتاب نہیں ڈوبا تو قضا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت میں لف
ونشر مرتب ہے اسلیے مترجم نے ترجمہ اسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہے جسمیں روزہ دار نے کھایا ویکفی الشک فی الاول دون الثانی در
کافی ہے اسقاط کفارہ کے لیے شک اول صورت میں یعنی سحر کھانے کی صورت میں نہ دوسری صورت یعنی افطار میں اسلیے کہ اول صورت میں رات کا ہونا
اصل ہے اور اسکے خروج میں شک ہے اور دوسری صورت میں دن کا ہونا اصل ہے اور غروب میں شک ہے تو غروب میں شک کا ہونا اسقاط کفارہ میں کافی نہ ہوگا
چنانچہ شارح کہتا ہے عملا بالاصل فیہما یعنی دونوں صورتوں میں اصل پر عمل کرنے سے ہم اسلیے کہ اول صورت میں اصل بقائے شب ہے سو کفارہ واجب نہوا اور

ثانی مین اصل بقاء روزہ ہی پس انہین ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قالہ الشامی ولو لم یتبین الحال لم یقض فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہو تو قضا لازم نہین ظاہر الروایت مین ہم یعنی جس صورت مین کہ بقاے شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کہاوے اور یقین صبح ہونے کا نہو تو قضا بھی لازم نہین کیونکہ اصل یہ ہی کہ شب باقی ہی پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسالۃ تتفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور مسئلہ نکل سکتا ہی ۳۶ طور پر اسکے ذکر کی جگہ بڑی کتابین ہین ہم نہر مین مذکور ہی کہ یہ مذکورہ اسطرح نکلتی ہین کہ یہان دو چیزین ہین ایک مباح کرنے والی افطار کی چیزون کی یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا تو ان دونون مین سے ہر ایک مین یہ گمان غالب ہی یا صرف گمان ہی یا شک ہی تو یہ چھہ ہوئین پھر انہین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین یا یہ کہ جو کچھ اُسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت و غلطی منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسمون مین سے ہر ایک یا ابتداء صوم مین یعنی سحر کے وقت ہی یا انتہاء صوم مین یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئین اور اسمین نظر ہی کیونکہ تقسیم اول مین فرق کیا ہی ظن مین اور غلبہ ظن مین اور اسمین کچھ فائدہ نہین کیونکہ یہ دونون احکام مین متحد ہین اگرچہ مفہوم مختلف ہون اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو ظن کہتے ہین پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہو وے تو اسکو غلبہ ظن اور اکبر راے بولتے ہین اسی جہت سے بحر مین ۲۴ قسمین کی ہین پھر نہر اور بحر دونون پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ شک کو دو بار شمار کرنیکی کوئی وجہ نہین ہی کہ مباح کرنیوالی چیزین بھی لیا جاے اور حرام کرنیوالی مین بھی کیونکہ جب ایک مین شک ہوا تو دوسری مین شک یقینًا ہوگا اسی جہت سے کہ شک مین دونون طرفین برابر ہوتی ہین بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اس طرح کرنی چاہیے کہ یا وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہو اور ہر ایک انہین سے یا ابتداے صوم مین ہو یا انتہا مین اور یہ چھہ صورتین یا یہ کہ منکشف ہوجاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوے نو ابتداے صوم مین اور نو انتہا مین اسیواسطے زیلعی نے سواے اٹھارہ کے اور نہین ذکر کین اور انہین کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کہائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہوگئی تو اسپر صرف قضا ہی اور یہی حال ہی جب رات مین شک ہوا اور اگر سحر کہائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہوگئی تب اسکے ذمہ صرف قضا ہی ہی اور اگر کچھ منکشف نہوا تو اسکے ذمہ کچھ نہین ظاہر الروایت مین اور کہا گیا ہی کہ قضا کرے احتیاطًا اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات تہی تو اسکے ذمہ کچھ نہین پس یہ نو صورتین ابتداے صوم مین ہوئین اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہوگیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہی اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر غروب مین شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہوا تو اسپر قضا ہی اور لزوم کفارہ مین دو روایتین ہین اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون لازم ہین اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہوگیا تو کچھ لازم نہین اور اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہوا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون ہین اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ لازم نہین اور یہ نو انتہا مین ہوئین حاصل یہ ہی کہ اٹھارہ مین سے دس صورتون مین کچھ لازم نہین ہی یعنی نہ قضا لازم ہی نہ کفارہ اور چار صورتون مین صرف قضا لازم ہی اور چار صورتون مین قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کذا فی الشامی عن الحلبی قضی فی الصور کلہا فقط تمام صور مذکورہ مین صرف قضا کرے کفارہ لازم نہین ہم صور کلہا سے مراد وہ ہین جو مذکور ہوئین وان افطر خطاء الخ نہ تفریع کی صورتین جو ہمنے بیان کین کذا فی الشامی کما لو شہدا علی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر فظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہی اگر شہادت دی دو شاہدون نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ اُسنے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضی وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر مین ہو تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کیونکہ شہادت نفی کی نہین معارضہ کرسکتی شہادت

اثبات [illegible] ثبات ہو واسطے ہوتے ہین [illegible] کے لیے توقیت کی شہادت مقبول ہوتی [illegible] کذا فی البحر [illegible]
[illegible] فان [illegible] کذا فی [illegible]
[illegible] شخص سے [illegible]
[illegible] واجب ہو گا [illegible] حکم [illegible] سے اور [illegible]
[illegible] کذا فی الفتح اور [illegible] کذا فی [illegible] والاخیران یمسکان بقیۃ یومہما وجوبا فی الاصح اور دونون پچھلے یعنی جب سحر کھالی یا افطار کیا
رات جانکر امساک کرین باقی روز براہ وجوب صحیح روایت ہے اور قول ضعیف یہ ہو کہ امساک مستحب ہو کذا فی الفتح اور واجب ہو امسیر کہ حائض اور
نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہین اور اسپر کہ جو براہ خطا افطار کرے یا عمدا یا یوم الشک مین جو ظاہر ہو کہ رمضان کا دن ہی اسپر امساک
بقیہ یوم واجب ہو ذکر کردہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہین ہوتی جیسا شارح بھی انکی طرف اشارہ کر چکا ان تفطیر قبیح و ترک القبیح
شرعا واجب اسواسطے کہ افطار رمضان مین قبیح ہو اور قبیح کا ترک شرعا واجب ہو ہم مفطر سے مراد مفطر کے طور پر کھانا پینا ہو کیونکہ صوم تو پہلے ہی فاسد
ہو چکا قال الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہو مسافر پر کہ مقیم ہو گیا اور حائضہ
اور نفسا پر کہ پاک ہوئی ہون اور مجنون کہ ہوش مین آیا اور مریض جو اچھا ہو گیا ہم مسافر مقیم ہوا یعنے دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے کھانا کھانے
کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہو گا تو روزہ لازم ہو گا اگرچہ نیت افطار کی کر چکا ہو جیسا اگلی فصل مین آویگا اور ان مسائل مین
قاعدہ یہ ہو کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہو جاوے کہ اگر اُس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اُسکے ذمہ امساک لازم ہو کذا فی
الخلاصہ والنہایۃ والعنایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہین ہو کیونکہ اِسمین سے خارج ہو وہ شخص جو یوم الشک مین صبح کو مفطر ہوا اور وہ
جو رات کے گمان سے سحر کھالے یا افطار کرے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع مین یہ کہا ہو اور اسی طرح حال ہو
اُس شخص کا کہ اُسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اُسکا پورا کرنا متعذر ہو گیا ہو جیسے جانکر افطار کر ڈالے
یا یوم الشک مین مفطر ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہو یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہین ہوئی پھر معلوم ہو گیا کہ صبح ہو گئی ان صورتون مین
بھی امساک واجب ہو صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع مین وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قال الشامی اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر کے
یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش مین آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اُسکا روزہ صحیح ہو گا اور ظاہر یہ ہو
کہ امساک اُسپر بھی واجب ہو جیسا مسافر پر قال الشامی ومفطر ولو مکرہا او خطاء اور جیسے امساک واجب ہو افطار کرنے والے پر اگرچہ کسی کے
دباؤ سے افطار کیا ہو یا خطا سے ہم مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب برابر ہین کسی مین کچھ فرق نہین اسمین اشارہ ہو کہ مصنف کے
قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہین وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہو لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا کافر پر کہ مسلمان
ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الاخرین اور یہ سب جو مذکور ہوئے قضا کرین جو اُنسے فوت ہوا یعنی اُس روز کا روزہ مگر دونون پچھلے
یعنے لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اُس روز کے روزہ کی قضا نہ کرین وان افطر العدم اہلیتہما فی الجزء الاول من الیوم گو وہ دونون
پچھلے افطار کرلین کیونکہ یہ دونون اُس روز کے اول جزء مین روزہ کے اہل نہ تھے ہم یعنی اہل وجوب ہی کے اہل نہین بخلاف حائض و مسافر و
مریض کے کہ اُنکے اوپر روزہ واجب ہوتا ہو لیکن وجوب ادا اُنسے ساقط ہو اسلیے قضا واجب ہوتی ہو وہو السبب فی الصوم اور وہی جزء اول سبب ہو صوم
مین ہم سبب ہی ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہو اُسکے جو سرخسی نے اختیار کیا ہو اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول مین بیان کیا ہو کہ ابتدا ماہ رمضان

سکے دن یا رات کے ایک جز کا سبب روزہ کا ہی لکن لو نوی قبل الزوال کان نفلا فیقضی بالافساد کما فی الشرنبلالیہ عن الخانیۃ لیکن اگر وہ دونون پچھلے روزہ کی نیت کرین زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا توڑنے سے اُسکے قضا لازم آویگی کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ م یہ استدراک ہی اُس سے جو اسکا سے مفہوم ہوا کہ دونون کا روزہ صحیح نہین ہوا سو بیان کر دیا کہ فرض صحیح نہین ہوا ظاہر الروایت مین برخلاف امام ابو یوسف رحمہ کے اور نفل صحیح ہی اگر نیت کرلین زوال سے پہلے یہانتک کہ اگر اُسکو توڑ دینگے تو قضا واجب ہوگی قال الشامی ولو نوی المسافر والمجنون والمریض قبل الزوال صح عن الفرض اور اگر نیت کرلی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہی بجائے فرض کے م زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہی اور یہ لفظ اسی طرح بہتر ہی کتب مین متعدد جگہہ واقع ہی تسامحا یا بنا بر قول ضعیف قال الشامی ولو نوی الحائض والنفساء لم یصح اصلا للمنافی اول الوقت وہو لا یتجزی اور اگر حائض نے یا نفسا نے نیت کرلی تو صحیح نہین ہی بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت مین منافی صوم کا موجود ہی اور صوم عبادت واحد ہی متجزی نہین ہوتا یعنی جب مفسد ایک جز مین پایا گیا تو اُسنے باقی کو بھی فاسد کر دیا کذا فی الطحاوی ویؤمر الصبی بالصوم اذا اطاقہ ویضرب علیہ ابن عشر کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزے کا حکم کرین جب اُسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر مین مثل صلوۃ کے صحیح روایت پر م یعنی لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہی کہ یہ امر واجب ہی اور اسی طرح منکرات سے منع کرین تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے اور اگر تمام مہینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اُسقدر کا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہی نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑ دے تو قضا لازم نہین قال الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتہی فی رمضان اداء اور لمامر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتہی کے ساتھ رمضان کے ادا روزہ مین ادا کی قید اسوجہ سے ہی کہ گذری یعنی کفارہ ہتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہی اور قضا مین ہتک رمضان نہین م قسم ثالث قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صورتوں مین قضا و کفارہ دونون لازم ہین اور مکلف کی قید سے نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی سے مراد مشتہی علی الکمال ہی پس میتہ یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہین گو انزال ہو جاوے کذا فی البحر او جومع و توارت الحشفۃ فی احد السبیلین انزل اولا یا جماع کیا اُسکے ساتھ اور غائب ہوگیا راس ذکر قبل یا دبر مین انزال ہو یا نہو م جومع شامل ہی اُسکو کہ زوج صغیر جماع کرے عورت کے ساتھ کیونکہ قہستانی مین ہی کہ جیسا مرد کے ذمے مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہی ایسا ہی عورت کے ذمہ ہی صبی یا مجنون کے جماع سے اور وہ نو صورتون مین مشائخ کا اختلاف ہی کما فی التمرتاشی اور حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اسکے جماع متحقق نہین اور انزال اور عدم انزال اسواسطے برابر ہوا کہ عدم انزال کی صورت مین بھی قضاء شہوت متحقق ہی اُس سے حد لازم ہوتی ہی جو عقوبت محضہ ہی پس کفارہ جسمین معنے عبادت کے بھی ہین بطریق اولی لازم ہوگا کذا فی البحر او اکل او شرب غذاء بکسر الغین و بالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دواء ای ما یتداوی بہ یا کھاوے یا پیوے غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذا غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی رکھے جیسے گیہون کی روٹی گوشت اور پانی کو غذا مین اسواسطے شمار کیا ہی کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہی گو غذا نہین اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب کیجاوے والضابط وصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ درایہ وغیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی شناخت کا یہ ہی کہ پہنچنا ایسی شیٔ کا پیٹ مین جسمین اُسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کھلاتی ہی اور اسمین ہی لعاب دہان محبوب کا سو اگر نگل جاوے تو اسمین کفارہ لازم ہی کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہی کذا فی الدرایۃ وغیرہا و ما نقلہ الشرنبلالی عن الحدادی ردہ فی النہر اور جو شرنبلالی نے حدادی سے نقل کیا اُسکو نہر مین رد کیا ہی م شرنبلالیہ مین ہی کہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہی بعض نے کہا ہی جسکے کھانے کو طبیعت چاہے اور پیٹ کی خواہش رفع ہو اور بعض نے کہا ہی کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بدن پر عائد ہو اور فرق اسطرح کا معلوم ہوتا ہی کہ کسی شخص نے لقمہ چبا کر منہ سے نکالا

مشغول ہوگیا تو دوسرے دن کے خلاف جیسے قضا واجب ہو اور قول اول کے واسطے یہ دلیل ہے کہ کیونکہ ان چیزون کے کھانے کی عادت نہیں ہے لیکن
اصل یہ ہو باقی ہو جو قول ثانی کے موجب کفارہ نہیں لیکن طبیعت اُس کی طرف میل کرتی ہو اور پیٹ کی خواہش اس سے بجھتی ہو تو کفارہ واجب ہوگا
بموجب قول اول کے اور زین کا ذکر ہو کہ تحقیق سے جیسے ہم سوا اسکے ذکر ہو تقدیر پر نقل کیا قول اول اور دونون کو ذکر کیا اور ذکر کیا قول جو مفسرین نے ذکر
کیا ہو کہ فطر کے معنی میں جو صورت ہو خواہ اس چیز کا پیٹ میں پہونچانا ہو ان کی ہو خواہ نفع ہو یا ضرر ہو کیونکہ یہ قول مقابل ہو اور اول قول کا
در اصل خلاف کی تحقیق میں یہی مناسب ہو اسی میں ہو تو بیان کیا کہ مسئلہ یہ ہو کہ تغذی کے معنون میں اختلاف نہیں ہو کہ فطر کے معنون میں
لیکن صاحب ہدایہ نے جو محققین سے نقل کیا ہو درست ہو لازم نہیں آتا کہ تغذی میں اختلاف ہو اور یہی تحقیق ہو کہ تغذی کے معنی میں پیٹ
تک پہونچنا فطر کے اسواسطے کہ علما نے ذکر کیا ہو کہ کفارہ واجب نہیں ہو تا جس صورت میں کہ افطار صورۃ ہو نہ معنی جیسے اکل میں افطار صورۃ موجود
ہو یعنی نگلنا اور فطر معنوی یہ ہو کہ اُس سے بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے یہ نکلتا ہو کہ کفارہ واجب ہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ
صرف صورت اکل کی ہو اور نہ حقیقۃ وغیرہ میں کیونکہ صرف اکل معنوی ہو چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح نقل کیا ہو اور بدائع میں ذکر کیا ہو کہ کفارہ واجب
ہوتا ہو اُس چیز کے جوف میں پہونچانے سے جس سے قصد تغذی کا یا تداوی کا ہو منھ کی راہ سے بخلاف غیر اس صورت کے پس کفارہ واجب ہوگا اگر بادام
یا اخروٹ ثابت خشک نگل لیا کیونکہ یہ صورۃً ہو معنی نہیں اسواسطے کہ ان اشیا کو اسطرح کھانے کی عادت نہیں تو مانند کنکری اور گٹھلی کے ہوئے
اور سوکھا آٹا یا چاول نگلنے میں یا تر آٹا کھانے میں بھی نہوگا کیونکہ اس سے مقصود تغذی اور تداوی نہیں ہو اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادۃً ماکول
ہین تو کفارہ واجب ہوگا ورنہ صرف قضا لازم ہو اور ایسا ہی اگر تھوک منھ سے نکالا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک چاٹ لیا کیونکہ اسکو طبیعت مکروہ
جانتی ہو اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہو تو کفارہ واجب ہوگا ذکرہ الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہیں کرتی ہو اور اس سے ظاہر ہوا کہ مراد انکی
ما یتغذی بہ سے وہی ہو کہ جس میں اصلاح بدن کی ہو اسطرح کہ عادۃً ماکول ہو یا بقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ کذا فی الشامی مختصراً عمداً راجع للکل نفذ عمداً
سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہو یعنی اکل و شرب و جماع قصداً ہو تو اس سے مخطی اور مکرہ نکل گئے کذا فی البحر میں کہتا ہون کہ ناسی بھی نکل گیا کیونکہ مراد
ان چیزون کے عمداً کرنے سے قصد افطار کا ہو اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصداً کرتا ہو لیکن افطار کا قصد نہین کرتا قالہ الشامی او احتجم ای فعل ما لا یظن
الفطر بہ کفصد و کحل و لمس و جماع بہیمۃ بلا انزال او ادخال اصبع فی دبرہ و نحو ذلک یا پچھنے لگوائے یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہین ہوتا جیسا
فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی خشک مقعد میں دینی وغیرہ اور شارح نے اسی فعل کہنے سے اشارہ کیا کہ یہ
حکم خاص پچھنون کا نہین ہو اور اس سے احتراز ہوگیا ان اشیا سے جنمین گمان افطار کا ہو سکتا ہو مثلاً اول بھول کر کھا لیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان
سے عمداً کھا لیا تو کفارہ لازم نہین شبہہ کی جہت سے جیسا سابقاً مذکور ہوا قالہ الشامی فظن فطرہ بہ فاکل عمداً پھر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ
ٹوٹ گیا پھر جان کر کھا لیا قضی فی الصور کلہا و کفر قضا کرے اور کفارہ دے تمام صورتون میں یعنی و ان جامع سے یہانتک اور وقت وجوب قضا اور
کفارہ کا بیان نہ کرنے سے جتلا دیا کہ وجوب علی التراخی ہو جیسا امام محمدؒ کہتے ہین اور ابو یوسفؒ کہتے ہین کہ علی الفور ہو اور ابو حنیفہؒ سے دو روایتین ہین
کذا فی التمرتاشی لانہ ظن فی غیر محلہ اسواسطے کہ یہ گمان بے موقع ہو یعنی پچھنے لگوانے کسی طرح مفطر نہین تو انکو مفطر سمجھنا بے موقع ہو حتی لو افتاہ مفت
یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا و لم یعلم تاویلہ لم یکفر للشبہۃ یہانتک کہ اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اسپر فتوی دیا یا حدیث سنی اور اسکی تاویل نہین جانتا
تو کفارہ نہ دے واسطے شبہہ کے مم غرض یہ ہو کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہین اور مفتی کا معتمد ہونا اسلیئے کہا کہ نہایہ میں کہا ہو کہ شرط یہ ہو
کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہون اور شہر میں اُسکے فتوی پر اعتماد ہو کیونکہ اس صورت مین اُسکے فتوے سے شبہہ ہوگا اور اُسکے غیب

حدیث سے مراد یہ حدیث ہے کہ پچھنے لگانیوالا فتوی کا اعتبار نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ معتمد صیغہ مجہول کا ہے پس اکیلے سائل کا اعتماد کافی نہین اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہے کہ پچھنے لگانیوالا اور جسنے لگوائے دونون کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے امام محمد رح کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص بعد پچھنے کے عمداً کھالیگا تو کفارہ لازم نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہے مفتی کے قول سے پس اسمین شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہے اور امام ابو یوسف رح اسکے خلاف کہتے ہین انکا قول یہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت پر نہین پہونچ سکتا ہے تو کفارہ ساقط ہونے مین حدیث کا سننا اسکو کافی نہین اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے یا جنکی شان مین حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً بعد پچھنون کے کھالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فی الشامی ملتقطا وان اخطا المفتی ولم یثبت الاثر اگرچہ اس فتوی مین مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب مین اثر ثابت نہین اہم مراد یہ ہے کہ سواے حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہین ہے کیونکہ یہ توضیح دثابت ہے قالہ الشامی الافی الادہان یہ استثنا لم یکفر سے ہے یعنی اگر تیل لگایا پھر کھالیا تو کفارہ دے کیونکہ اسنے عمداً یہ کام کیا بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہان کارآمد نہین کیونکہ یہ صورت مشتبہ نہین ایسے اشخاص پر جنکو ادنی دخل فقہ مین ہو اسی طرح کمال نے نقل کیا ہے بدائع سے لیکن اسکے مخالف ہے جو خانیہ مین ہے کہ جو شخص سرمہ لگاوے یا تیل لگاوے بدن کو یا مونچھون کو پھر کھالیوے قصداً تو اسپر کفارہ ہے مگر اس صورت مین کہ جاہل ہو اور کسی نے اسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہ ہے کہ استثنا نہ چاہیے پس شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند العامۃ زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہے کہ اگر غیبت کرنے کے بعد بقصد روزہ توڑے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہے اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علمانے اسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہے جیسے امام احمد رح اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علماے ظاہریہ کا خلاف غیبت مین معتبر نہین کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہے بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کرچکے تھے کذا فی الفتح لکن جعلہا فی الملتقی کالحجامۃ ورجحہ فی البحر للشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی مین حجامت کے مانند کہا ہے اور اسی کو بحر مین ترجیح دیا ہے شبہہ کی جہت سے ہم تکو معلوم ہوچکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اس سے شبہہ نہین ہوتا اور عمل اسپر ہے جسپر اکثر مشائخ ہین واللہ اعلم قالہ الشامی ککفارۃ المظاہر الثابتۃ بالکتاب واما ہذہ فبالسنۃ کفارہ روزہ کا دے مثل کفارۂ ظہار کے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہے اور کفارہ روزہ کا سنت سے ہم یعنی اسکی مثل ہے ترتیب مین پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پیاپے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو ٦٠ مسکینون کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ مین مذکور ہے پس اگر پیہم روزہ رکھنے مین افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نہ رکھے اور کفارہ قتل مین بھی تابع شرط ہے اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اسمین عتق مشروع ہے کذا فی النہر اور وجوب کفارہ مین مرد عورت مین غلام آزاد مین بادشاہ وغیرہ مین فرق نہین قالہ الشامی ومن ثم شبہوہا بہا اور اسی جہت سے کفارۂ صوم کو کفارۂ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین ہم یعنی چونکہ کفارۂ ظہار ثابت بالکتاب ہے تو اعلی درجہ ہوا کفارۂ صوم سے کہ ثابت بالسنۃ ہے اسلیے ادنے کو اعلی کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ کفارۂ ظہار کا منکر کافر ہو اور کفارۂ صیام کا منکر کافر نہو تنبیہ تشبیہ مین اشارہ ہے کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم نہین اس واسطے کہ جماع اثنا کفارہ مین تابع کو قطع کردیتا ہے کفارہ ظہار مین مطلقاً عمداً ہو یا نسیاناً رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارۂ صوم و قتل کے کیونکہ جماع تتابع کو ان دونون مین نہین قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بے عذر اور غیر عذر سے مراد ماسواے حیض کے ہے

حاصل یہ کہ روزہ میں جبکہ کوئی شخص روزہ رکھنے کی نیت رات سے کرے اور بلا عذر توڑ ڈالے تو بخلاف تفارد مذہب قال الشامی ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرہا ولم
یطرء مسقط کمرض وحیض جو کفارہ واجب ہونا اسی صورت میں لازم آتا ہے کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو تو یہ کہ دن کی نیت میں شافعی کو عذر سے ہو جس شبہ
کفارہ لازم ہونے کا ہو وہ اپنے کسی کی طرف سے آبرو ہو اور یہ عادت ہو جب عمداً افطار کرے تو کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط کرے جیسا کہ حیض
جس میں افطار مباح ہو یا حیض کہ بعد روزہ جاوے اور اکراہ کی صورت میں بھی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فیما لو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ کرہا
والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہے اس صورت میں کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی اسکو سفر میں لیجاوے اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ
لازم ہے سفر کو آرادہ کے ساتھ قید کیا ہے مصنف نے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ
واجب نہیں کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اسپر حرام ہے اگر سفر روزہ کے بعد کیا جیسا اسکے مذکور ہوگا قال الشامی وفی المبتغیٰ دمینا والمتیقن
قتال عدو لو افطر ولم یحصل العذر والمعتمد سقوطہا اور اختلاف ہے اسمیں جسکو عادت مقررہ ہو تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہو دشمن کے مقابلہ
اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ ساقط ہے یہ اسی کی تصحیح کی ہے بزازیہ میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور
شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن یہ مخالف ہے بحر کے کہ اسمیں کہا ہے کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اسکے حیض کا دن ہے اور
اسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا تاتارخانیہ
میں منقول ہے اور اسیطرح سراج اور فیض میں وجوب کا جزم کیا ہے دونوں مسئلوں میں اور حاصل یہ ہے کہ تپ اور مرض کی عادت والوں میں تصحیح کا
اختلاف ہے اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو اسپر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسی کا خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہ ہے کہ قتال دشمن کے لیے تقدیم
افطار کیطرف احتیاج ہوتی ہے تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین میں یہ فرق لکھا ہے قال الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ
ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما اور اگر اسنے مکرر روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں کیا تو اسکو ایک ہی کفارہ
بس ہے گو دو رمضانوں میں کے روزے ہوں امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما اور بحر میں اسکو اسرار سے
نقل کیا ہے اور جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر دو رمضانوں میں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی
صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اس جہت سے ہے کہ ظاہر الروایۃ ہے قال الشامی واختار بعضہم للفتویٰ ان الفطر
بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتویٰ کے لیے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور
اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جداجدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو کیونکہ جماع بڑا قصور ہے اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک
جماع ہی میں کفارہ ہے کھانے پینے میں نہیں قال الشامی ولو اکل عمداً شہرۃ بلا عذر یقتل وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور اگر کھاوے قصداً علی الاعلان
بے عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اسکو پورا بیان کیا ہے وہبانیہ میں کہا ہے ~ ولو اکل الانسان عمداً وشہرۃ + ولا
عذر فیہ قیل بالقتل یوسر + شرنبلالی نے کہا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ بقصد کھایا کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے
ساتھ تمسخر کرتا ہے یا منکر اسکا جو دین میں بالضرورۃ ثابت ہے اور اسکے قتل کی حلت میں اور حکم دینے میں خلاف نہیں ہے پس قیل جو مولف وہبانیہ نے
کہا ہے ضعف کے سبب سے نہیں ہے قال الحلبی وان ذرعہ القیء وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقا ملاء او لا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور منہ میں اگرچہ حلق
میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہر صورت میں یعنی منہ بھر کے آوے یا نہیں ہم یہ مسلہ ۲۴ طرح پر ہو سکتا ہے کیونکہ قے آپ سے آوے یا قصداً کرے اور دونوں
صورتوں میں بھر منہ ہو یا کم اور چاروں صورتوں میں یا خارج ہو جاوے یا خود حلق میں عود کرے یا بالقصد گلے میں اُتارے اور ان بارہ صورتوں میں یا یہ کہ روزہ یاد ہے یا نہیں

اور روزہ نہین ٹوٹتا سب صور تو نمین بنا بر صحیح روایت کے مگر اعادہ اور استقاء مین یعنی بقصد عود کرنے مین اور بقصد قے کرنے مین بشرطیکہ بھر منھ ہو اور روزہ یاد ہو
کذا فی شرح الملتقی **فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملاء الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی** پس اگر از خود ہٹ گئی گو منھ بھر کر ہو باوجودیکہ روزہ یاد ہو
تو روزہ نہین ٹوٹا بخلاف امام ابی یوسف رحمہ کے **وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حدادی افطر اجماعا ولا کفارۃ فیہ ان ملاء الفم والا لا ہو المختار**
اور اگر قصداً قے کو اندر ہٹا لیا یا اسمین سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قالہ الحدادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قے منھ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہین ہے
اور اگر قے ملاء الفم نہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہوگا اور یہی مختار ہے م اور خانیہ مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے کذا فی البحر
اور قدر حمصۃ مین اشارہ ہے کہ حکم مین فرق نہین اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منھ بھر ہو حدادی نے سراج مین کہا ہے کہ مبنی خلاف کا یہ ہے
کہ ابو یوسف ملاء الفم کو اعتبار کرتے ہین اور محمد رحمہ اُس شخص کے فعل کو پس ملاء الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اُس سے کمتر گویا خارج ہی نہین کیونکہ اُسکا ضبط
ممکن ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلو نمین ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ ملاء الفم نہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہین جاتا ابو یوسف رحمہ کے نزدیک
اس جہت سے کہ اُسکو حکم خارج کا نہین اور امام محمد کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمین دخل نہین دوسرا یہ کہ قے ملاء الفم ہو اور اُسکو اعادہ کیا
کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف مین اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملاء الفم نہین ہے اور اسکو اعادہ کیا
تو امام محمد کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نہین ٹوٹا کہ قے پری دہن نہین ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ قے ملاء الفم ہو
اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسف رحمہ کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی **وان استقاء ای**
طلب القی عامدا ای متذکرا للصوم ان کان ملاء الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصداً قے کی اسطرح کہ روزہ یاد ہے اگر قے ملاء الفم ہے تو روزہ فاسد
ہو گیا بالاجماع ہر صورت مین م یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر مین کہا ہے کہ اسمین تفریع عود اور اعادہ کی نہین جاری
ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونون ہون قالہ الشامی **وان اقل لا عند الثانی وہو الصحیح** اور اگر قے ملاء الفم سے کم ہو
یعنی بشرطیکہ عود نکرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے **لکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح**
عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمد رحمہ کے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا فتح مین نقل کیا ہے کافی سے **فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعادہ**
ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمین دو روایتین ہین اُنمین اصح یہ ہے
کہ نہین ٹوٹتا کذا فی المحیط م یعنی ابو یوسف رحمہ سے دو روایتین منقول ہین کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہین چل سکتی قالہ الشامی **وہذا کلہ فی قی طعام**
او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قے مین ہے یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی م ظاہر یہ ہے کہ خون سے مراد خون بستہ ہے اور نہین تو کیا فرق ہے
اس خون مین اور جو دانتون مین سے نکلے پھر اُسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا مزا معلوم ہو جیسا اول باب مین مذکور
ہوا **فان کان بلغما فغیر مفسد مطلقا خلافا للثانی** پس اگر بلغم ہے تو غیر مفسد ہے مطلقا یعنی خود قے کرے یا آپ آجاوے ملاء الفم ہو یا نہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہو
بخلاف ابو یوسف رحمہ کے کہ وہ کہتے ہین کہ اگر قے عمداً ملاء الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے **واستحسنہ الکمال وغیرہ** اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال نے اور غیر اُسکے نے م کمال نے
کہا ہے کہ قول ابو یوسف کا یہان احسن ہے اور ابو حنیفہ اور محمد رحمہ کا قول نقض وضو مین احسن ہے کیونکہ افطار مین یہ قید ہے کہ کوئی چیز پیٹ مین جاوے یا عمداً
قے کرے بغیر ملاحظہ اُسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب مین بلغم وغیر بلغم مین فرق نہین بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر مین اسی کو مقرر رکھا ہے اور یہی
مراد ہے شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی **ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ فاکثر**
قضی فقط وفی اقل منہا لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتون مین ہے اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہے تو صرف قضا کرے اور چنے سے

... روزہ فاسد ہو جاتا ہے ... شیخ نے ... اختیار کیا ہے اور یہی سب نے اختیار کیا ہے کہ جسکا نکلنا ممکن ہو بدون ... لعاب دہن کے
... اسکو پسند کیا ہے کہ دانتون سے جو چیز کہ جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہ اُسی صورت میں ہے کہ خود تھوک کے ساتھ جوف میں چلا جاوے
... الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ یعنی منہ سے نکال کے پھر کہا جاوے یعنی اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا ولا کفارۃ
... وکذا ... لازم ہوتی ہے کیونکہ نفس اسکو کہ وہ گھنا ہو اکل مثل سمسمۃ من خارج یفطرہ وکفرالاصح اور کہا لینا مقدار ایک تل کے
... روزہ توڑتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہے روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ کہ چبا وے اسطرح کہ اسکے اجزا متفرق
ہو جاوین منہ میں مثل اسواسطے کہ دانتون میں بیٹ جاویگا اور جوف میں کچھ نہ پہونچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت رہیگا
الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مرمگر یہ کہ مزہ پاوے اپنے حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا سے الکمال قال کمال وہو الاصل فی کل
قلیل مضغہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی قاعدہ کلیہ ہے ہر قلیل شے میں جسکو چبا وے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا
ورنہ نہ جاتا رہیگا وکرہ لہ ذوق شئ وکذا مضغہ بلا عذر قیدفیہما قال العینی اور مکروہ ہے صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بے عذر یہ قید
دونون میں ہے قال العینی م ظاہر یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے قال الزیلعی کان زوجہا وسیدہا سیئ الخلق فذاقت مثل اسکے کہ عورت کا خاوند یا مالک
بدخلق ہو اور وہ نمک چکھے اسم یہ مثال چکھنے کی ہے اور چبانے کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہ میں کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص
چبانے والا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہو وفی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے میں دو قول ہیں ووفق فی النہر
بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر میں دونون قولون میں توفیق کی ہے اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح سے سکتا ہے اور غبن کا
خوف نہین تو چکھنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکھنے چارہ نہین اور غبن کا خوف ہے تو مکروہ نہین م نہر مین کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ چکھنے
کے سوا کوئی تدبیر ہو سکے اسکے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہے البتہ والا لا نہر کے موافق ہے
قالہ الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فیبقی الکراہۃ اور چکھنا فرض میں مکروہ ہے نہ نفل میں
اسی طرح علما نے کہا ہے لیکن اسمین کلام ہے کیونکہ نفل میں بھی افطار بے عذر مکروہ ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی م رملی نے کہا ہے کہ
فرض میں مکروہ ہے اسکی قوت کی جہت سے کہ اسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل میں مکروہ نہین
اسواسطے کہ نفل روزہ اصل میں جائز الطرفین تھا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچھے رکھا کہ جو چیز اکثر افطار کو
نوبت نہین پہونچاتی اسکو نفل میں جائز رکھا نہ فرض میں قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا جو سفید
ہوتا ہے چبانے کا قابل بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا م علک کو جدا بیان کیا اسلیے کہ عورتین اسکو بجاے مسواک چبایا کرتی ہین تو اس سے
شبہہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جوف میں مادہ نہین پہونچاتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہین چباتے اور پسا ہوا جوف میں چلا جاتا ہے
پس اگر یہ بھی جوف میں پہونچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر ویسا گوند بھی جوف میں نہ پہونچیگا تو روزہ نہین ٹوٹیگا وکرہ للمفطر میلا الا فی الخلوۃ
بعذر اور مکروہ ہے استعمال علک کا مفطرون کو مگر خلوت میں عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی عورتون کی مشابہت مقتضی ہے کراہت کو
مردون کے حق میں اور کوئی اسکا معارض نہین اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک قول یہ ہے کہ
گوند کا چبانا مباح ہے م فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام میں اشارہ ہے کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہین ہے لیکن مردون کو اسکا
ترک مستحب ہے مگر عذر کی جہت سے مثلاً منہ میں بدبو ہو ویستحب للنساء لانہ سواکہن فتح اور مستحب ہے عورتون کے لیے کیونکہ وہ عورتون کی

مسواک ہی ہم یعنی یہ سبب اسکے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو مسواک شاید مسوڑھون کو نقصان کرے یا دانتون کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسدۃ وان آمن لا باس اور مکروہ ہی بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہم سراج مین جزم کیا ہی کہ قبلہ فاحشہ یعنی اُسکے ہونٹون کو اپنے منھ مین لیکر دبانا مطلقاً مکروہ ہی خوف ہو یا نہو لا یکرہ دہن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ نہین مکروہ ہی تیل لگانا مونچھون کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل لگانے سے مقصود داڑھی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنے ایک مشت موجود ہی ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہی اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہی نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہی اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہی اُسمین فخر تکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہی کذا فی الفتح ملخصاً وصرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہی کہ جو زیادہ یک مشت سے ہو اُسکا کاٹنا واجب ہی اور یہ اس بات کو چاہتا ہی کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہوم کیونکہ نہایہ مین کہا ہی وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسیٰ یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی معراج مین ہی اور فتح القدیر مین اسکو نقل کیا ہی اور برقرار رکھا ہی نہر مین کہا ہی کہ بعض موالی سے مین نے سنا ہی کہ نہایہ مین یجب بجاے مہملہ ہی تو اس صورت مین زائد کو نہ کاٹنے کا مضائقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہی کہ یہ خلاف ظاہر ہی کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاوین ہم اسکی مؤید یہ ہی کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار ودوام پہ دلالت نہین کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد یقص اور اسی طرح شرح شیخ اسمعیل مین اور منیہ مین ہی اور یہ سنت ہی جیسے مجتبیٰ مین ہی اور مجتبیٰ اور ینابیع وغیرہما مین مذکور ہی کہ کچھ مضائقہ نہین داڑھی کترواسے مین اطراف سے جب دراز ہو اور نہ بڑھے بال اکھاڑنے مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوون کے بال لینے مین اور منھ کے بالون مین جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈواوے اور ایک روایت ابو یوسف رح سے ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہی واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہا احد واخذ کلہا فعل یہود الہند ومجوس الاعاجم فتح اور داڑھی مین سے لینا اُس حال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہی اور عجم کے مجوسیون کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعم ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے روز صحیح ہی اور حدیثین سرمہ لگانے کی اُس روز مین ضعیف ہین نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہی ہم حدیث توسعہ کی یہ ہی کہ جو شخص دسوین محرم کو اپنی عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکواوے تو اللہ تعالیٰ تمام سال اُسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو ۴۰ برس تجربہ کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہی جو بیہقی نے روایت کی ہی اور کہا ہی کہ ضعیف ہی جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اُسکی آنکھ کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہان یہ ہی کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہی اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہین ہی اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشورا کے روز اور اس روز کے روزہ کیطرف بھی ہم کہا ابن عبد العزیز نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بجز روزہ کے اور کچھ ثابت نہین ہوا چونکہ رافضیون نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اُسکے جواب مین جاہل سنیون نے اظہار سرور وطعام واکتحال نکال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ مین روایت کین اور قول ابن عبد العزیز کا رد ہی اسطرح کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد العزیز ہی جیسا نہر اور حواشی سعدیہ سے واضح ہوتا ہی

اور ابن عبد البر نے حکایت کی ہے ہے ثبوت سنت پر وہ مسواک والوں کے ساتھ اور عشیا اور یہ ابلغ ہے مذہب اور شافعی کے نزدیک مکروہ ہے مسواک کرنا بعد زوال کے
اور پانی میں بنا بر مذہب شیخ کے اور ہم بھی پانی میں تر مسواک کو مکروہ نہیں جانتے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک یہ متعلق ہے اسکا جواب ہے اور کہ
آخر دن کی بو زیادہ نہیں ہوتی اور تازہ مسواک کسی کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اگرچہ شافعی بعد الزوال اور شافعی نے مکروہ کہا ہے مسواک کو بعد زوال
کے کذا فی البحر اور ایسا ہی مکروہ نہیں چبانا کولا اور تعمیم مضمضہ و استنشاق اور غسل الا للتبرد ہے کذا فی البرہان اسی طرح مکروہ نہیں پچھنے لگوانے
اور سرمہ لگانا اور سر کو تیل لگانا اور ناک میں پانی دینا اور نہانا اور کپڑا تر لپیٹنا ٹھنڈک کے لیے روزہ دار کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان
اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا حالانکہ آپ روزے سے تھے پیاس کی وجہ سے یا گرمی سے اور ابن عمر کپڑا تر کر کے
اور لپیٹ لیتے تھے روزے کی حالت میں اور اسوجہ سے کہ ان امور میں اعانت ہے عبادت پر اور دفع تنگی کا ہے اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بظاہر ان میں
دلالت کا اظہار ہے کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہے سحری کھانا اور سحری
تاخیر کرنا اور افطار میں جلدی کرنا کہ حدیث شریف میں وارد ہے تین چیزیں رسولوں کی عادت میں سے ہیں افطار میں جلدی کرنا اور سحری کھانے میں تاخیر کرنا اور مسواک
کرنا اور مجھے یہ کہا ہے کہ میں نے فقہا کے کلام میں تصریح نہیں دیکھی کہ اسکی ہی پانی سے بھی سنت سحر ادا ہوجاتی ہے کہ نہیں لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہے یہ دلالت
کرتی ہے کہ سنت ادا ہوجاتی ہے چنانچہ فرمایا کہ سحری کھانا بالکل برکت ہے تو تم اسکو ترک نہ کرو اگرچہ کوئی تم میں سے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ اور
اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں سحری کھانے والوں پر اور تاخیر اس مقام تک مستحب ہے کہ رات باقی رہنے میں شک نہ ہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہے صحیح روایت پر اور
تعجیل افطار مستحب ہے غیر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان دیدے اور تعجیل مستحب یہ ہے کہ تارونکے چمکنے سے پہلے ہو کذا فی
الشامی تنبیہ قنیہ میں کہا ہے کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک کہ اسکے نزدیک شمس غروب نہو جاوے اور شہر والے اس سے پہلے
افطار کر سکتے ہیں اگر انکے نزدیک غروب ہو جاوے اس سے پہلے اور یہی حال ہے طلوع کا فجر میں یا سحر میں فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یصل الی الضعف
فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہیں جائز ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ضعف ہوجاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلاً یوں کرے کہ آدھے روز کام کرے
اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجھکو کفایت کے لیے بس نہیں ہے تو تکذیب کیا جاوے جاڑے
کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہے اور رملی نے کہا ہے کہ جامع الفتاوی میں ہے کہ اگر معیشت میں اشتغال کی جہت سے روزے سے
ضعیف ہو جاوے تو اسکو افطار جائز ہے اور ہر روز کے بدلے نصف صاع کھانا دے یعنی اس صورت میں کہ اور دنوں میں گنجایش روزہ رکھنے کی نہ ملے ورنہ
قضا واجب ہوگی اور رملی نے کہا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزے میں قادر نہو اور تاخیر میں کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا میں کچھ شک نہیں اور یہی
حال نانبائی کا ہے کہ جیسے کھانے کا ذکر جو شارح نے کیا مجھے نظر ہے اسواسطے کہ دنکی زیادتی کمی کو کفایت میں دخل نہیں پس اسی کی رائے پر مفوض ہوگا
کہ اسکے حال کی صلاح پر معمول کرنا چاہیے انتہی لیکن نور الایضاح میں جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لیے بیان کی ہے جسکے ہمیشہ روزے
نرکھے ہوں اور ہمارا کلام روزہ رمضان میں ہے پس حرفہ والے کے باب میں یوں کہنا چاہیے کہ جب اسکے پاس اسکے اور اسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اسکو افطار
حلال نہیں ہے کیونکہ اسکو سوال حرام ہے تو افطار بالاولیٰ حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اسکو عمل کرنا اس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہے اور بغیر افطار کیے اگر
عمل نہو سکتا ہو تو افطار جائز ہوگا بشرطیکہ دوسرا کام نہیں کر سکتا جس میں روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری ہو جانیکا اور کوئی آدمی
ایسا نملے جو اجرت رائج پر کام کردے اور یہ خود اس کام کو کر سکتا ہو تو افطار جائز ہے اسواسطے کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہے قالہ الشامی
فان جهد الحر نفسه بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارته قولان قنیہ پس اگر عمل کی جہت سے کسی آزاد نے مشقت اٹھائی یہاں تک کہ مریض ہو گیا پھر

حاشیہ: نسخہ ... [illegible]

افطار کیا تو اُسکے کفارہ مین دو قول ہین کذا فی القنیہ م بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہی اور بعض نے کہا نہین اور بقالی نے اسی پر فتوی دیا ہی اور آزاد کی قید اسلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہوکر افطار کرین تو انپر بالاتفاق کفارہ نہین کیونکہ وہ معذور ہین اور مولی کے حکم سے مجبور ہان اُنکو پہونچتا ہی کہ ایسے کام سے باز رہین تو اِس تعلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ آزاد پر کفارہ واجب ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین اسکی ترجیح بیان کی ہی کذا فی الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز من القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین اور بزازیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز مین کھڑا ہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونون عبادتین ادا ہون واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہی اُن عوارض مین جنمین روزہ نہ رکھنا جائز ہی وقد ذکر المصنف منہا خمستہ اور مصنف نے عوارض مین سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت مین نو ہین چنانچہ شامی نے چار یہ بیان کیے ہین اکراہ یعنی دوسرے کے دباؤ سے روزہ توڑنا جہاد شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اسلیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہگئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے م لسعۃ حیۃ معطوف ہی عطش پر جو متعلق ہی خوف ہلاک سے لہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہی اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنون مین عمارت کے کام پر پکڑ لیجائین اور کام مین جلدی ہوا اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو فطار درست ہی اور خلاصہ مین ہی کہ جب غازی یقیناً جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان مین اور درصورت عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصر المسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ للمسافر خبر مقدم ہی اور الفطر جو آگے آتا ہی مبتدا موخر ہی اور لام سے اشارہ اسطرف ہی کہ افطار جائز ہی لیکن روزہ رکھنا افضل ہی اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہی مسافر کو کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ مین سفر ہو وحامل او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہی جسکو حمل ہو یا دودھ پلاتی ہو خواہ مان ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے م دایہ تو اِس جہت سے کہ عقد کے جہت سے اُسپر دودھ پلانا واجب ہی اور مان اِس جہت سے کہ اسکو دودھ پلانا دیانۃً ہر حالت مین واجب ہی اور قضاءً جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہی کہ دایہ کو افطار جائز ہی اگرچہ عقد رمضان ہی مین واقع ہو برخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حالت کو مقید کیا ہی اور کہا ہی کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہی خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہی اگر خوف کرتی ہو مرضع ظن غالب کی روسے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البہنسی تبعا لابن الکمال بما اذ تعینت للارضاع اور مقید کیا ہی اُسکو بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اُس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ یا جائز ہی افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو م یا دیر مین اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنیکا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا اور سوا اسکے اور یہی حکم ہی اگر بیمارداری کرتا ہی بیمارونکی یعنی اگر روزہ رکھے گا تو بیمارونکی خبرداری نہ کرسکے گا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اُسکو بھی افطار جائز ہی قالہ الشامی او صحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۃ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ او باخبار مکر خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبۂ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبۂ ظن ہو خبر دینے سے طبیب یا ہر مسلمان مستور الحال کے م حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو دخل تھوڑا سا طب مین ہو اُسکے قول کی تقلید جائز نہین اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہین شاید اسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نہ کرے اسی وجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر اور مستور سے

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ معنی ہیں کہ خاص شعور کے کہنے سے ثابت ہو کہ جب اپنے طبیب کے قول سے اور خوف کرنے کیونکہ بیشتر معیوب مورد میں توکلتا ہو لازم ہو کہ طبیب ثقہ کہ بدون علت
واضح ہوئے کیونکہ غلبۂ ظن ہو اور لوگ سب سے ناقص ہیں کذا الشامی وافاد فی النہر تبعا للبحر جواز التطبب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ اور نہر میں تجا
تجربہ کیا ہو کہ علاج میں فائدہ ہوگا قول لانا جس جگہ ابطال عبادت کا نہیں ہو جائز ہے قلت وفیہ کلام لان عندہم منع المسلم الکافر فی تطبب بھم میں کہتا ہون کہ
اسمین کلام ہو کیونکہ کافر کے نزدیک مسلمان کی بدخواہی کافر ہو جبکہ ان کے ہاں علاج کرایا جا سکتا ہو وفی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمتنع من امتثال امر المولی
اذا کان یعجزہا عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر میں نقل کیا ہو ظہیریہ سے کہ لونڈی کو پہونچتا ہو کہ مولی کے فرمان کو
نہ مانے جب کہ امر کرنا اسکو عاجز کرے فرائض سے اداسے کیونکہ فرائض کے باب میں اسکو اصل حریت پر باقی رکھا ہو ہم مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ
ہو جاوے تو طاعت خداوندی مولی کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی یہانتک کہ روزہ افطار کر لیا تو باندی پر کفارہ
لازم ہوگا کذا فی الشامی المفطر یوم العذر الا السفر کما یجی یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہو جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا متن میں مذکور ہوگا یعنی
جس روز سفر کرے اُس روز کا اتمام واجب ہو کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کرین مسافر و حامل وغیرہا جسقدر روزے
افطار کرین بدون فدیہ کے اسمین اشارہ ہو امام شافعی کے خلاف کا کہ انکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہو ہر روزہ کے لیے نصف صاع گیہون
کذا فی البدائع وبلا ولاء لانہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کرین بدون شرط پیاپے ہونے کے اسواسطے کہ قضائے صوم
فوراً واجب نہین اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہو اور اگر علی الفور وجوب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہو اُسکے تنگ وقت
سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو جو شخص کسی نماز سے سو جاوے یا اسکو بھول جاوے
تو چاہیے کہ اسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہو قضا پڑھنے کی اور جزا شرط سے پیچھے نہین ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فوراً ادا کرے ہی پڑھے
اور ظاہر یہ ہو کہ جسکے ذمہ فوائت ہون اُسکو نفلین مکروہ ہون لیکن میں نے مصرح نہین دیکھا کذا فی النہر میں کہتا ہون کہ قضائے فوائت میں ہم بیان
کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہین مگر موکد سنتین مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ لما مر
خلافاً للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہین کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہین ہو برخلاف امام شافعیؒ
کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روز کے لیے کہتے ہین قالہ الحلبی ویندب لمسافر الصوم لآیۃ وان تصوموا خیر لکم والخیر
بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہو مسافر کو روزہ بمقتضائے آیہ شریف وان تصوموا خیر لکم کے یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہو تمہارے لیے
اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر بمعنی نیک کے ہو نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل لینے سے یہ معنی ہونگے
کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہو اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہو نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ پس
اگر دشوار ہو روزہ اُسپر یا اُسکے رفیقون پر تو افطار افضل ہو بسبب موافقت اپنے گروہ کے ہم رفیق اسم جنس ہو شامل ہو واحد اور جمع کو اور
بعض نسخون میں رفقتہ ہو یعنے جب اُسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہون اور نفقہ مشترک ہو تو افطار افضل ہو جیسا خلاصہ وغیرہ میں ہو اور جماعت کی موافقت
یعنی اُنپر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہو یا اُنکا ساتھ دینا شاق ہو قالہ الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ
لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مر جاوین معذور مذکور اُسی عذر مین تو اُنپر وصیت فدیہ کی واجب نہین ہو کیونکہ اُنکو نہین ملی فرصت شمار
دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی مین منصوص ہو یعنی جبتک نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوئی کہ وصیت وجوب کی فرع ہو اور
معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہو جب اُسکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم

عدۃ من ایام اخر اور اگر مریض زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہی بقدر شمار اُن ایام کے جو اُنکو ملے و اما من افطر عمدا فوجوبہا علیہ بالاولی لیکن جس
شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اُسکے ذمہ بطریق اولی ہی ہم رحمتی نے کہا کہ اس شخص کے لیے فرصت اور اک زمانہ قضا کی شرط
نہین کیونکہ ادا وقت پر رکھ سکتا تھا اُسنے وقت کو بے عذر کھو دیا و فدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور فدیہ
دیوے وجوبا میت کیطرف سے اُسکا ولی جو اُسکے مال مین تصرف کرتا ہو مانند فطرہ کی مقدار کے م یعنی ولی کو فدیہ ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہی جب وصیت
کی ہو اور نہین تو لازم نہین بلکہ جائز ہی سراج مین کہا ہی کہ اسیطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اُسکا اخراج لازم نہین مگر وصیت پر مگر یہ کہ وارث تبرعا ادا کرے اور
الذی یتصرف سے اشارہ ہی کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہی کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار اور ادا قیمت کے جواز مین ہی بیان تملیک کہ
تملیک بیان شرط نہین بلکہ اباحت کافی ہی بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہی کہ اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہی کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیوے تو جائز ہی عدد
شرط ہی نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار مین نہین اسی پر فتوی ہی یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا گذر چکا قال الشامی بعد قدرتہ علیہ ای
علی قضاء الصوم و فوتہ ای فوت القضاء بالموت بعد اسکے کہ میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی او نظرت یعنی بعدہ متعلق
فدی کے ہی اور فوتہ کا عطف قدرتہ پر ہی فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فداہا فقط پس اگر دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر اسکو پانچ روز کی قدرت ملی
تو پانچ ہی کا فدیہ دے م اس تفریع مین اشارہ ہی کہ طحاوی نے جو کہا ہی کہ یہ قول محمد کا ہی اور شیخین کے نزدیک وصیت ادا کرے تمام روز کا واجب ہی
اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہی اسواسطے کہ یہ خلاف صرف نذر مین ہی نہ رمضان مین کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے
ہوتا ہی جیسا ہدایہ وغیرہ مین تنبیہ کی ہی بوصیتہ من الثلث متعلق بفدی وہذا لو لہ وارث والا فمن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے
ثلث مال سے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیوے کذا فی قہستانی م اسلیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث
کے حق کے سبب سے ہی پھر جب وارث نہو تو منع نہین ہی جیسا اس صورت مین کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہی اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی
زوجین مین سے کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہی قالہ الشامی وان لم یوص و تبرع ولیہ جاز انشاء اللہ و یکون الثواب
للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہین کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہی انشاء اللہ تعالی اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار م
اختیار کی عبارت مین نے اسطرح دیکھی ہی وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تؤدی الا بامرہ وان فعلوا ذلک جاز ویکون لہ ثواب انتہی اور
کچھ شبہ نہین کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہی اور یہی ظاہر ہی کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہی نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ
مین تصریح کی ہی کہ انسان کو پہونچ سکتا ہی کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہان اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکے ثواب
مین کچھ کمی نہوگی قالہ الشامی و ان صام او صلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز
پڑھے میت کی طرف سے اُسکا ولی تو نہین جائز ہی واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کیطرف سے لیکن کھانا
دیوے اُسکی طرف سے اُسکا ولی و کذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل باطعام او کسوۃ بغیر اعتاق اور اسیطرح جائز ہی اگر تبرع کیا اُسکی طرف سے اُسکے ولی نے
کفارہ یمین یا قتل مین ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوائے آزاد کرنیکے م اسیطرح ہی زیلعی اور درر اور بحر اور نہر مین لیکن شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ تبرع وارث کا
کفارہ قتل مین کسی چیز کے ساتھ صحیح نہین ہی کیونکہ اُسمین واجب اعتاق رقبہ کا ہی اور وارث کا اعتاق اُسکی طرف سے صحیح نہین جیسا ذکر کیا ہی اور اعتاق کا بدل صوم ہی جسمین
فدیہ صحیح نہین اور اطعام اور کسوہ اس کفارہ مین ہوتا ہی نہین تو کفارہ قتل کو کفارہ یمین کے شریک کرنا سہو ہی انتہی ما فی الشرنبلالیہ و کذا فی العزمیہ اور علامہ مقدسی
نے اُسکا جواب دیا ہی چنانچہ ابو السعود نے اُسکو نقل کیا ہی کہ قتل سے مراد قتل الصید ہی نہ قتل النفس مین کہتا ہون کہ اسپر بھی وارد ہوتا ہی کہ صوم قتل الصید مین

اصل نہیں ہو بلکہ وہ بدل ہو سو حنث کر واجب ہوتی ہو کہ اسکی قیمت سے وہ بدی خریدی جاوے جو حرم میں پہنچ جاوے یا طعام کو صدقہ دیا جاوے ہر فقیر کو نصف
صاع یا جو نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھا و نحوہ اور کفارہ قتل میں مخفی یہ ہو کہ یہ شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہو جیسا کفارہ یمین اور قتل میں ہو جو تعریف
ہو وے تیں جیسا ت میں اصل کر شیخ فانی ہو تو نہیں صحیح ہو وہ روزے کفارون میں اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہو وہ نذر میں اور اگر اسکی طرف سے
اسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل میں صحیح نہیں کیونکہ اسمین واجب عتق ہو اور تبرع اسکا درست نہیں اور کفارہ یمین میں صحیح ہو لیکن کسوت و طعام میں نہ
اعتاق میں جیسا جنت بیان کیا یہ تمام اسطرح سمجھنا چاہیے بغیت بانظر کہ بیان بہت سے فوائد کے قدم لغزش کرنے ہیں قال الشامی و بطل الثانی میں الزام الولی
للمیت بلا رضاہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہیں کہ اسمین میت کے ذمہ ولاء کا لازم کرنا ہو بدون اسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے
صحیح کیا جاوے تو ولاء یعنی ترکہ غلام آزاد مذکور کا در صورت نہونے اسکے کسی وارث نسبی کے میت کو پہونچیگا اسواسطے کہ ولاء ایک علاقہ ہو مانند علاقہ نسب کے علاوہ
برین ولا نفع خالص نہیں کیونکہ کبھی اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہو کہ اسکی طرف سے خونبہا دیتا ہو اور ایسے ہی اسکے عصبات بعد اسکی موت کے اور یہان نہیں وارد
ہوتا ہو جو ہدایہ میں مذکور ہو کہ انسان کو جائز ہو کہ عمل کا ثواب غیر کو دیدے اور یہ اعتاق کو بھی شامل ہو کیونکہ یہان مراد اعتاق بطور نیابت کے ہو میت سے روزے
کے باب بخلاف اس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اسکا ثواب میت کے لیے کردے اسواسطے کہ اعتاق معتق کیطرف اصالۃ ہوا اور ولاء اسی کی رہی
صرف ثواب میت کو ہوا اور بخلاف تبرع کسوت و اطعام کے کہ نیابۃ ہو سکتا ہو واسطے نہونے الزام کے قال الشامی و فدیۃ کل صلوۃ ولو وترا کما مر فی قضاء الفوائت کصوم یوم
علی المذہب و فدیہ ہر نماز کا اگرچہ وتر ہو جیسا قضاے فوائت میں مذکور ہوا مثل فدیہ ایک روز کے روزہ کے ہو صحیح مذہب پر ہم اور محمد بن مقاتل سے امام محمد سے اولا
روایت کیا ہو کہ ہر روز کی پانچون نمازون کے لیے نصف صاع ہو پس انھون نے اس سے رجوع کیا ہو اور کہا ہو کہ ہر نماز فرض ہو جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہو اور یہی
صحیح ہو کذا فی السراج وکذا الفطرۃ اور اسیطرح فطرہ ہم یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہو چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا اور ممکن ہو کہ تشبیہ مسئلہ تبرع کی ہو اور مطلب شرح کذا فی
کذا الفطرۃ کے معنی یہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم کالفطرۃ والوالجیہ اور اعتکاف واجب میں کھانا کھلایا جاوے
میت کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار میں کذا فی الوالجیہ ہم اگر میت نے وصیت کی ہو تو لزوما ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جوازا والحاصل ان
ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال
المیت بحر اور حاصل یہ ہو کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کی طرف سے کھانا دے اسکے مرنے کے بعد بدلے ہر واجب کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہو
جیسے زکوۃ پس نکالے میت کی طرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہو بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرا دے میت کیطرف سے ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سے
کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہو افطار جائز ہو اور فدیہ دیوے
وجوبا اگرچہ مہینے کے شروع میں دیدے ہم فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانیوالا نہیں ہو کہ قضا لازم آوے کذا فی النہر اور فدیہ دینے میں رمضان کا اول و
آخر برابر ہو کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اور فدیہ میں تعدد فقیرون کا شرط نہیں ہو اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر توانگر ہو ورنہ
اللہ تعالی سے استغفار کرے ہم استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر میں مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہو جبکہ نذر کرنیوالا روزہ نہ رکھے اور معیشت میں مشغول
ہو جاوے پس ظاہر یہ ہو کہ یہ اسی کے ساتھ متعلق ہو نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اس سے پہلے ہو کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہیں پائی گئی بخلاف
نادر کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑ کر جب معیشت میں مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہو اسلیے کہ اسمین حظ نفس کی ترجیح ہو قال الشامی
ہذا اذا کان الصوم اصلا بنفسہ وخوطب باداۂ وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پر اس صورت میں ہو کہ صوم بذات خود اصل ہو اور بندہ اسکی ذات کا مخاطب ہو جیسے
رمضان اور اسکی قضا اور نذر کے روزے مثلا کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن معین گذر گیا تو فدیہ جائز ہو کذا فی البحر حتی لو لزمہ الصوم

لکفارۃ یمین او قتل ثم عجز لم تجز الفدیۃ لان الصوم ہنا بدل عن غیرہ یعنی اگر لازم ہوا صوم کفارہ یمین یا قتل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہیں ہی کیونکہ صوم یہان غیر کا بدل ہی ہم یہ تفریع ہی اصلا بنفسہ کے مفہوم پر اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہی کفارہ ظہار اور افطار سے جب اعتاق سے عاجز ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے زیادت عمر کے سبب تو اسکو بالنص جائز ہی کہ ۶۰ مسکینون کو کھانا دیوے اور اطعام کفارہ یمین مین صیام کا بدل نہین بلکہ صیام بدل ہی اطعام کا کذا فی السراج اور بحر مین غایۃ البیان اور خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اسیطرح اگر مونڈا اپنا سر حالت احرام مین تکلیف کی جہت سے اور ذبح کی مقدور نہین اور نہ تین صاع طعام کی کہ چھ مسکینون پر تقسیم کرے اور روہ شخص شیخ فانی ہی روزہ کی طاقت نہین رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز ہوا کیونکہ صوم بدل ہی قالہ الشامی ولو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم تجب الایصاء اور اگر مسافر ہو پھر مر جاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اسکو واجب نہین ہم یہ تفریع ہی خوطب باداۂ پر اور ضمیر کان کی عائد ہی عاجز کیطرف یعنی وصیت اسپر اس جہت سے واجب نہین کہ اسکو بقدر رخصت نہین ملی کہ ایام صیام کی قضا کرتا و متی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اور جب قدرت ہو (یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہی) تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہی خلیفہ ہونے فدیہ کا صوم مین ہم بحر مین کہا ہی کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہین باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم کا خلیفہ ہونا مشروط ہی صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قالہ الشامی وہل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ مین کافی ہی یا نہین ہین دو قول ہین مشہور یہ ہی کہ کافی ہی اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہی ہم جسمین فقط اطعام وارد ہوا ہی اسمین اباحت اور تملیک دونون جائز ہین بخلاف اسکے جسمین لفظ ایتاء یا اداء کا ہی اسلیے کہ وہ صرف تملیک کے واسطے ہی قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل شرع فیہ قصدا کما فی الصلوۃ اور لازم ہی وہ روزہ نفل کہ شروع کیا ہی اسکو قصدا جیسا صلوۃ مین مذکور ہوا فلو شرع ظنا فافطر ای فورا فلا قضاء پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ واجب ذمہ پر نہین ہی پھر افطار کیا اسی وقت یعنی بجرد معلوم ہونے کے تو قضا اسکے ذمہ لازم نہین ہی اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی علیہ فی ہذہ الساعۃ تجنیس ومجتبی لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی پھر افطار کیا تو اسپر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری تو گویا اسنے نیت روزہ کے بقا کی اس ساعت مین کی کذا فی التجنیس والمجتبی اداء وقضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح وجب القضاء لازم ہی نفل اداءً یا قضاءً یعنی واجب ہی پورا کرنا ادا کی صورت مین پھر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے ہوا تو اصح روایت مین قضا واجب ہی الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین اور ایام تشریق مین کہ انمین اتمام لازم نہین نہ اداءً نہ قضاءً اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا نہی کا ہم پس اسکی حفاظت واجب نہوئی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہی پس جیسے اتمام واجب نہوا قضا بھی واجب نہوئی بخلاف اسکے کہ ان ایام کے صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہی اسطرح کہ ایام غیر منہیہ مین انکی قضا کرے کیونکہ نفس نذر مین ارتکاب معصیت کا نہین ہی بلکہ شروع صوم معصیت ہی پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونون مین کذا فی الطحاوی واما الصلوۃ فلا یکون مصلیا مالم یسجد بدلیل مسئلۃ الیمین اور نماز مین تو مصلی نہین شمار کیا جاتا ہی جبتک سجدہ نہ کر چکے بدلیل مسئلہ یمین کے ہم یہ جواب ہی ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہی کہ اوقات منہیہ مین چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ مین شروع کرنے سے نہین واجب ہوتا جواب کا حاصل یہ ہی کہ نماز مین معصیت کا مباشر صرف شروع سے نہین ہوتا جبتک کہ سجدہ نکرے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا تو بغیر سجدہ کیے حانث نہین ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ مین کہ صرف شروع سے معصیت کا مباشر ہو گیا کذا فی المنح ولا یفطر الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنیوالا نفل مین یعنی روزہ نہ توڑے بے عذر ایک روایت مین یہی روایت صحیحہ ہی ہم یہی ظاہر الروایۃ ہی کذا فی المنح وغیرہا پس اسکو تنکیر کے ساتھ بیان کرنا نچاہیے تھا قالہ الشامی وفی اخری یحل بشرط ان یکون من نیتہ القضاء

ف؎ یعنی حالت حیات مین کفارہ یمین کی صورت مین فدیہ کی وصیت سے ... جیسا کہ ابھی گذر چکا ہی

وصححہ الاکمال وتاج الشریعۃ وصدر الشریعۃ فی الوقایۃ وشرحہا اور دوسری روایت مین توڑنا حلال ہو بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسی کو کمال نے اختیار کیا ہو اور تاج الشریعۃ نے وقایہ مین اور انکی شرح مین ہم شارح نے صاحب بحر کا اتباع کیا ہو جس عبارت مین حالانکہ تصریح اختیار کی وقایہ اور شرح وقایہ مین نہین والضیافۃ عذر للضیف والمضیف ان کان صاحبہا ممن لا یرضی بمجرد حضورہ ویتاذی بترک الافطار فیفطر والا لا ہو الصحیح من المذہب ظہیریۃ اور ضیافت عذر ہو مہمان کے لیے اور دعوت کرنیوالے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑنے مین نہ فرض ورواجب مین بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے راضی ہو اور ترک افطار سے اسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نہ کرے یہی صحیح مذہب ہو کذا فی الظہیریہ اور ایک قول یہ ہو کہ قبل الزوال عذر ہو بعد الزوال نہین اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہو کہ اگر اپنے ساتھ اعتماد ہو کہ قضا کرلیگا تو توڑے ورنہ نہین شمس الائمہ نے کہا کہ یہ قید سب سے بہتر ہو مین کہتا ہون کہ قول صحیح مین بھی یہ تقیید ضروری ہو کیونکہ جب وثوق قضا کا نہین حاصل ہو تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہو غیر کی رعایت سے شارح نے جو مقید کیا ہو اصل قول کے ساتھ جیسا آگے آتا ہو تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہو گیا قال الشامی ولو حلف رجل علی الصائم بطلاق امرأتہ ان لم یفطر افطر ولو کان صائما قضاء ولا یحنث علی المعتمد بزازیہ اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بی بی کے طلاق کی در صورتیکہ نہ افطار کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق مذہب کے اگرچہ روزہ قضائے رمضان ہو اور اسکو قسم مین حانث نکرے معتمد روایت پر کذا فی البزازیہ وفی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا ہذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ فلا الا لاحد ابویہ الی العصر لا بعدہ اور نہر مین ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہو کہ یہ حکم اس صورت مین ہو کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہین مگر ان باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہو نہ بعد عصر کے وفی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما غیر قضاء رمضان اور اشباہ مین ہو کہ کسی بھائی نے دعوت کی تو افطار مکروہ نہین ہو اگر روزہ ہو سوائے قضائے رمضان کے اور قضائے رمضان کا افطار مکروہ ہو کہ اسکو رمضان کا حکم ہو کذا فی الظہیریہ اور قضائے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہرا دلالت کرتا ہو کہ صوم کفارہ اور نذر مین بعذر ضیافت افطار مکروہ نہین ہو اور یہ روایت ہو ابو یوسف سے لیکن انکے نزدیک قضائے رمضان مین بھی استثنا نہین جیسا کہ محیط مین ہو کہ امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر مین افطار کرے تو ظاہر یہ ہو کہ مصنف اسی روایت پر چلا ہو اس صورت مین قضائے رمضان کا استثنا نہ چاہیے تھا قال الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر بہ اور نفل روزہ نہ رکھے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہ ہو تو جائز ہو یعنی اسطرح پر کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اسکو منع نہین ہو نہ بجا اور عورت روزہ رکھ سکتی ہو گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہو یعنی وطی کے سبب تو ان حالات مین روزہ سے اسکا کچھ حرج نہین کذا فی السراج اور ظہیریہ مین منع کو مطلق رکھا ہو اور صاحب بحر نے اسی کی تقویت کی ہو کہ روزہ عورت کو دبلا کرتا ہو اگرچہ بالفعل وہ وطی نکرے نہر مین کہا ہو کہ میرے نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولی ہو کیونکہ ایک روز کا روزہ دبلا ہونیکا باعث نہین ہو پس باقی رہا اگر حق وطی تو اگر یہ ضرر ہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز ہو قال الشامی ولو افطر او جب القضاء باذنہ او بعد البینونۃ اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہو مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہو اور اسیطرح غلام کا حال ہو اور بحر مین خانیہ سے نقل کیا ہو کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اسکا کھلوانا جائز ہو اور یہی حال نماز کا ہو کذا فی الشامی ولو صام العبد وما فی حکمہ بلا اذن المولی لم یجز وان افطر قضی باذنہ او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکھا یا اسکے حکم مین ہو یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہین جائز ہو اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کرین مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے مگر نہین جائز یعنی مکروہ ہو خانیہ مین کہا ہو مگر اس صورت مین کہ مولی غائب ہو اور اسکا کچھ ضرر نہ ہو یعنی اسکا حال مانند عورت کے ہو لیکن محیط وغیرہ مین ذکر کیا ہو کہ غلام کو روزہ مکروہ ہو اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ پہنچاوے کیونکہ اسکے منافع ملک مین مولی کے ہین بخلاف عورت کے کہ اسکے منافع زوج کے مملوک نہین ہین صرف اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہو اور بحر مین اسی کی تقویت کی ہو اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہین کیا سو سراج مین ہو کہ اگر اسکا روزہ مستاجر کو نقصان کرتا ہو

تو نفل روزہ نچاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہین کرتا تو اُسکو روزہ جائز ہے ولو نوی مسافر الفطر او لم ینوہ فاقام ونوی الصوم فی وقتہا
قبل الزوال صح مطلقاً اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہوگیا اور نیت کرلی روزہ کی نیت کے وقت مین زوال سے پہلے یعنی نصف النہار
شرعی سے پہلے اور کہانے سے پہلے تو صحیح ہے ہر صورت مین م یعنی نفل ہو یا نذر معین یا اداے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے جسمین
رات سے نیت کرنی نہین ہے پس اگر اُس روزہ کی نیت کی جسمین رات سے نیت ضرور ہے تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قالہ الشامی ویجب علیہ الصوم لو کان
فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہے روزہ اُسپر اگر یہ واقعہ رمضان مین ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہوگیا اور نیت
اقامت کی کرلی روزہ واجب ہوگیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذالک الیوم جیسا واجب ہے مقیم پر تمام کرنا اُس روزہ رمضان
کا جسمین سفر واقع ہوا ہے م اسواسطے کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہے نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہین ہے بحر مین کہا ہے کہ یہی حکم ہے
اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اُس نیت کو نہین توڑا پھر روزہ رکھا تو اُس روز افطار حلال نہین اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہین ولکن لا کفارۃ
علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ وآخرہ اور لیکن کفارہ نہین لازم اگر افطار کیا دونون مسئلون مین یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے وقوع شبہہ کے
اُسکے اول و آخر مین م یعنی اول مسئلہ مین شبہہ اول وقت مین ہے اور دوسرے مسئلہ مین آخر مین یہ لف ونشر مرتب ہے قالہ الشامی الا اذا دخل مصرہ لشئ نسیہ فافطر
فانہ یکفر مگر اُس صورت مین کہ اپنے شہر مین داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کرلیا تو اس صورت مین کفارہ دے م اسواسطے کہ کھانیکے وقت
وہ مقیم ہے کہ گھر آنیکی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہان قیاس پر عمل ہے نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہوچکا کہ اگر کسی شخص نے کھالیا پھر سفر کیا یا باکراہ سفر کرایا گیا
تو کفارہ نہین ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطراً کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیۃ قال وفیہ خلاف الشافعی اور
اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہوجاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے جسطرح نماز مین نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیہ
ابن شحنہ نے کہا کہ اسمین خلاف ہے شافعی کا م طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہی ہے کہ اس سے نماز نہین فاسد ہوتی وقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستغرقا
للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہے م یعنی بغیر کھانے پینے کے اسقدر
مدت جیتا رہے یہ نادر ہے اور نادر واقعات مین حرج نہین ہے کذا فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سواے
اُس روز کے جسمین بیہوشی طاری ہوئی یا اُسکی رات مین سو اُسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اُسکی نیت نہین کی م قضا کرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہے کہ
رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہے تو بطریق اولی اُسپر حمل کرسکتے ہین یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہے رمضان مین کھانے کی عادت
رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی ما مضی اور جنون مین اگر تمام ماہ نہ رہا ہو جسقدر
ایام گذرے ہون اُنکی قضا کرے م اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقاً قضا لازم نہین بلا خلاف قالہ الشامی وان یستوعب الجمیع ما یمکنہ انشاء الصوم فیہ
علی ما مر لا یقضی مطلقاً للحرج اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمین صوم شروع ہوسکتا ہے جیسا اول کتاب الصوم مین گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے
دفع حرج کے م انشاء صوم جسمین ہوسکتا ہے وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہے ہر دن مین پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہین ہے
یعنی اگرچہ نیت اُسمین ہوسکتی ہے لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہین ہوسکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہے مصنف کی مراد کو کہ اُسنے استیعاب کو
مطلق کہا ہے یعنی وہ مقتضی ہے کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہین اور اُسنے اول کتاب الصوم
مین اختلاف کا بیان کیا ہے اور یہ کہ دونون قول صحیح ہین اور معتمد دوسرا ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور متون مین مذکور ہے اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہوگیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہے اور امام محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ ان دونون مین فرق ہے اسلیے کہ جب بالغ ہوا

[illegible] ہو گیا وہی نذر ہو
[illegible] ایام کی قضا نہیں ہوتی ہے روایت میں ہے
[illegible] طلاقا فی الشمار [illegible] روزے [illegible]
[illegible] اپنے قول سے [illegible] اوپر لازم کرے اور سابق میں ان
[illegible] زبان کا ہو اور اسکی صحت کی شرط ہے کہ معصیت نہ ہو جیسے شرب
[illegible] واجب ہونگے [illegible] شرط ہے کہ اسکی جنس کا کوئی
[illegible] اگر سرقہ ہو یا [illegible] اور جو زبان سے بولا ہے وہ مقصود
[illegible] کہ کسی شخص نے نذر مانا صد علی صوم یوم اور اسکی زبان سے نقل کیا صوم
[illegible] روزے لازم ہونگے [illegible] نذر کا لفظ نقل کیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر
[illegible] امام صاحب سے روایت کی ہے کہ [illegible] یہی صحیح ہے اور یہی قول ہے
[illegible] روایت کی ہے کہ اگر معین کیا تو صحیح نہیں [illegible] روزے کی نذر کی اور قضا دونوں یوم النحر ہو تو صحیح ہے کذا فی الشامی
[illegible] شروع کرنے میں [illegible] بیان کیا ہے کہ شروع کرنا
[illegible] درست ہوگی [illegible] کہ افطر الایام المنہیۃ وجوبا تحامیا عن المعصیۃ وقضاہا اسقاطا للواجب لیکن ناذر
ایام منہیہ میں افطار [illegible] واجب ساقط کرنے کو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع الحرمۃ اور اگر
انہیں دنوں میں روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا [illegible] فلو بعدما لم یقض شیئا [illegible] علی ما ہو الصواب
اور اسوقت [illegible] ایام منہیہ سے پہلے [illegible] بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلا [illegible] ذی الحجہ کو تو کچھ قضا کرے اور اسکو صرف
باقی سال کے روزے [illegible] ذی الحجہ کی [illegible] لازم ہونگے [illegible] اگر سال معین کے روزے نذر کیے تو قضا ایام منہیہ کی
لازم ہوگی [illegible] سال کے روزوں کا لازم ہونا [illegible] السنۃ کا اشارہ
[illegible] جسقدر زمان اسکے مقابلہ میں
[illegible] الحکم [illegible] المتتابع فیفطرہا
[illegible] ایام منہیہ کو ہم اور اگر انہیں ایام میں روزہ رکھے
[illegible] ایام منہیہ کی قضا کرے [illegible] لازم یعنی آخر برس
[illegible] بخلاف المعینۃ اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے
روزے [illegible] اگر ایک روز کے روزہ [illegible] ایک ہی نہ ہو بخلاف سال معین کے
[illegible] لازم آگیا ہے اسی واسطے اگر ایک دن افطار کرے
تو صرف اسی دن کی قضا [illegible] لازم ہوگی [illegible] اور اگر متتابع شرط کیا
ہو [illegible] روزے [illegible] ایام چھوڑے اور [illegible] دن رمضان کے

[illegible]

اور پچھلے روزون سے متصل رکھنے چاہیین اور اگر وصل نکرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت پر کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر تحتمل الیمین فلذا کانت ست صور ذکرہا بقولہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہی قسم کا بھی پس اسلیے چھ صورتین ہوئین انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر ونوی ان لا یکون یمینا کان فی ہذہ الثلاث الصور نذرا فقط اجماعا عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہین کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہونیکی تو ان تینون صورتون مین نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنیکے موافق صیغہ کے م یعنی وجہ اول مین اور اسیطرح دوسرے اور تیسرے مین بطریق اولی وان نوی الیمین وان لا یکون نذرا کان فی ہذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لحنثہ اور اگر نیت کی قسم کی اور اسکی کہ نذر نہو تو اس صورت مین صرف قسم ہوگی بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا م یعنی قول نذر کا معنی صوم دلالت کرتا ہی التزام پر اور یہ صریح ہی نذر مین پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم بولا اور لزوم مراد لیا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہی اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہی قالہ الشامی وان نواہما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان فی الصورتین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونون کی یا نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونون صورتون مین نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے عمل کرنیکے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف رح کے م امام ابو یوسف کے نزدیک اول صورتمین نذر ہوگی اور دوسری مین قسم اسلیے کہ استعمال صیغہ کا نذر مین حقیقی ہی اور قسم مین مجازی اول صورتمین حقیقت کو ترجیح ہی اور دوسری مین نیت کے باعث مجاز متعین ہی اور چونکہ نذر و قسم کا ہونا ایک ہی صیغہ ہوجانا حقیقت ومجاز کا ہی ایک لفظ مین اور یہ ہو نہین سکتا اسلیے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین مین منافات نہین ہی کیونکہ دونون وجوب کو تقاضا کرتے ہین مگر نذر بنفسہ وجوب کو چاہتی ہی اور یمین لغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہمنے دونون جمع کردیا تا کہ دونون دلیلون پر عمل ہو باقی کتب اصول مین مذکور ہی قالہ الشامی والطحطاوی وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مندوب ہی کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال مین اور اسکا پیہم رکھنا مکروہ نہین ہی مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف رح کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ فلو افطر الفطر لا یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان کے پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہین کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب ومسنون ہی قالہ ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی مین وارد ہی کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے انکے ساتھ ملاوے تو یہ تمام سال کے روزے ہوے ولو نذر صوم شہر غیر معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنہیۃ استقبل لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر من ایام نہی نہر بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پے در پے رکھونگا پھر ایک روز افطار کرلیا اگرچہ افطار کا دن ایام خمسہ مین کا ہو تو پھر نئے سرے روزہ رکھے کیونکہ اسنے کھودیا وصف تتابع کو باوجود یکہ ایسا مہینا مل سکتا تھا جسمین ایام نہی واقع نہوں کذا فی النہر بخلاف برس کے پیہم روزون کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اسمین ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے م یہ جواب ہی اسکا کہ جیسا سال بھر کی نذر مین ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہان بھی صرف اس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ مین واقع ہوا الا ان یستقبل فی نذر شہر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت تہ استیناف کرے جس صورت مین کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تا کہ روزے تمام غیر وقت مین واقع نہون م کلہ کی تقیید اسی صورت مین ظاہر ہوتی ہی کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسوین دن افطار کرے مثلا تو مین ظاہر ہوتی کیونکہ اگر گیارہوین سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزے رکھے تو بعض روزے وقت مین ہونگے اور بعض غیر وقت مین قالہ الشامی ولو النذر من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف ہو یا حج

[margin note:] ۹۷ نذر کے مسائل مین جب سلسلہ ذکر غیر ... ہر کو صاحب در ... اجماع سے بیان ذکر کیا ... ۱۲ مح

ونماز یا روزہ یا سواے اینکے اگر چہ تعین ہو تعیینات (وغیرہ) اپنی خصوصیت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھ یا مکان کے یا درہم کے یا فقیر کے لغو ہیں تصدق یوم جمعہ

یا جمعہ سے پہلے ہیں پس ان خلاف جائز ہے اگر نذر کی کہ کہ فلانی جمعہ کے دن مکہ میں یہ درہم فلانے شخص پر خیرات کرونگا پھر اسکے خلاف کیا تو جائز ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ وقت کی

قید یا مکان یا درہم کسی روز میں سواے جمعہ کے مکہ میں نہیں اور درہم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہ اسلیے جائز ہے کہ نذر میں وہ چیز داخل ہے جو عبادت

ہو یعنی تصدق ہے اور تعیین سبب تعیین باطل ہو گئی اور قربت لازم ہوئی کذا فی الدر اور معراج میں ہے کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھونگا پھر اسکو پرسون

رکھا تو جائز ہے اور چاہیے کہ کچھ برائی نہیں ہو جو یا کسی نے نذر کی کہ یہی ایک درہم صدقہ دونگا پھر قصور دوسرا درہم دیا تنبیہ بحر میں جو کہا ہے کہ نذر تعیین

میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی معین درہم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درہم جاتا رہا تو نذر ساقط ہو جاتی ہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ قول لغو کا کہ دینا درہم کی

خصوصیت لغو ہے عام نہیں بلکہ یہ صورت انہیں ہی مخصوص ہے کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تھا کہ واجب اسکے ذمہ پر رہتا اور درہم کے

ہلاک ہونے سے واجب نہ ساقط ہوتا اور اسیطرح یہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہے یہ بھی مطلق نہیں ہے کیونکہ بدائع میں کہا ہے کہ اگر نذر کی کہ معین اس فقیر کو

کچھ کھلاؤنگا یعنی مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہیں کیا تو ضرور ہے کہ وہ چیز اسی فقیر کو دے کیونکہ جب شئ منذور کو معین نہیں کیا تو تعیین فقیر کی مقصود

ہوگئی تو دوسرے کو دینا جائز نہیں قال الشامی وکذا التعجیل فلو نذر ان یتصدق بھذا الدرهم للاعتکاف او للصوم فتعجله قبله صح اور اسیطرح جائز ہے اگر وقت سے

پہلے ادا کرے پس اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کے لیے یا صوم کے لیے پھر اس سے پہلے انہی کے بدلے ادا کیا تو درست ہے ہم بخلاف قول محمد و زفر

کے اتنا فرق ہے کہ محمد تعجیل کو بالکل جائز نہیں رکھتے اور زفر اس صورت میں کہ زمان معجل میں فضیلت کم ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص نے

رجب کے روزوں کی نذر کی پھر اس سے پہلے ۲۹ روزے رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم ہونا چاہیے یہی صحیح ہے جیسا سراج میں ہے اور

اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذر ان یحج سنة کذا فحج سنة قبلها صح او صلوة یوم کذا فصلاها قبله لانه تعجیل بعد وجود السبب وھو النذر

فیلغو التعیین شرنبلالیہ فلیحفظ اور اسی طرح اگر نذر کی کہ فلانے سن میں حج کرے گا پھر اس برس سے پہلے حج کر لیا تو درست ہے یا نذر کی نماز کی فلانے روز

پھر نماز پڑھ لی اس روز سے پہلے کیونکہ یہ تعجیل ہے بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ ناذر کا نذر کرنا ہے پس تعیین لغو ہو جاویگی کذا فی الشرنبلالیہ اسکو یاد رکھو

ہم یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ بھی نہ تھی تو لغو ہو گئی اور اس مسئلہ میں بھی خلاف محمد و زفر کا ہے کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق فانه لا یجوز تعجیله قبل

وجود الشرط کما یجئی فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اسمیں تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہیں ہے جیسا ایمان میں مذکور ہوگا ہم ہر برابر ہے کہ تعلیق

کرے ایسی شرط پر جسکا ہونا اچھا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھوں یا شرط کا نہونا اچھا ہو مثلاً اگر زنا کرے تو میرے ذمہ بقدر لازم ہے اتنا فرق ہے

کہ پہلی صورت میں اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہے اور دوسری صورت میں اختیار ہے نذر کے پورے کرنے میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معلق میں تعجیل

اسلیے جائز نہیں کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہے وہ بالفعل سبب نہیں ہے بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول میں مقرر ہو چکا ہے پس اگر اسکی تعجیل جائز

ہو تو لازم آتا ہے کہ اسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہو اور یہ ناجائز ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے معین ہے لیکن تاخیر

صحیح ہے واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے ایسا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعیین مکان اور درہم اور فقیر متعین نہیں ہیں کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد

سبب کا موخر ہو گیا ہے تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درہم اور فقیر اپنی اصل پر ہے اسواسطے کہ تعلیق انمین اثر نہیں کرتی تامل شامی ولو قال مریض لله

علی ان اصوم شهرا فمات قبل ان یصح لاشئ علیه اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ یہ ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکھوں پھر مر گیا

اچھا ہونے سے پہلے تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں ہے وان صح ولو یوما ولم یصم لزمه الوصیة بجمیعه علی الصحیح اور اگر تندرست ہو گیا اگرچہ ایک ہی روز ہو

اور اس روز روزہ نذر رکھا تو اسکو وصیت جمیع صیام کی لازم ہے صحیح مذہب پر ہم یہ شیخین کا قول ہے اور محمد کہتے ہیں کہ جسقدر قوت ہووے اسی قدر کی وصیت لازم ہے

جیسا قضاے رمضان مین وقد بسطہ الشامی کما صحح اذا نذر [illegible] ات قبل تمام الشہر لزمہ الوصیۃ بالجمیع بالاجماع کما فی الخبازیۃ بخلاف القضاء فان سببہ
ادراک العدۃ مانند نذر سے کے کہ نذر کی مہینے کی اور حقیقت کے تمام ہونے سے پہلے مرگیا اور اس [illegible] مین روزہ نہین رکھا تو اُسکو وصیت جمیع مہینے کی
لازم ہی بالاجماع جیسا خبازیہ مین ہی بخلاف قضاے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک اُسقدر مدت کا ہی یعنی جس صورت مین کہ رمضان فوت ہوجاوے
کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اُسکو گنجایش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اُسکو وصیت کرنی اُس مقدار کی کہ [illegible] کی ہی بالاتفاق لازم ہی صحیح مذہب پر بخلاف طحاوی
کے کہ اُسنے کہا ہی کہ خلاف اس مسئلہ مین بھی جاری ہی کذا فی الحلبی فروع مسائل جزئیہ جو شارح نے ملحق کیے قال واللہ اصوم لا اصوم علیہ بل ان صام حنث
کما سیجئ فی الایمان یہ لفظ کہا واللہ اصوم تو روزہ اُسکے ذمہ لازم نہین بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان مین آویگا اس جہت سے
کہ مضارع مثبت جواب قسم مین نہین واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور مین نہین تو لا نفی کا حذف ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اُسنے واللہ
لا اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق مین تھا قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی مین صرف لفظ لا کے ہونے اور نہونے سے فرق
کرتے ہین پس یہ مثل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہی قسم کے باب مین قالہ الشامی نذر صوم رجب فدخل وہو مریض افطر وقضی کر رمضان نذر کی رجب کے روزون کی
پھر رجب آگیا اور یہ مریض ہی تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر او صوم الابد فضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کما مر
یا نذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہوگیا معیشت مین مشغول ہونے کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم مین کہ مثل فطرہ کے
کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الزوال او حیضہا قضی عند الثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جسدن فلانا شخص آویگا سو آیا وہ
کھانے کے بعد یا ضحوہ کبری کے یا حیض آنیکے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد رح کے ہم فتح القدیر اور نہر مین کہا کہ بعد زوال کے آیا تو محمد رح
کہتے ہین کہ اُسپر کچھ لازم نہین اور سواے محمد رح کے اور کسی سے روایت نہین ہی سرخسی نے کہا کہ اظہر یہ ہی کہ دونون برابر ہین یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال پس شارح
فرع ثانی مین اسی پر چلا ہی ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان مین تو قضا لازم نہین بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اُسکی
رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین ہوتا قالہ الحلبی ولو عنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیۃ فنواہ عنہ بر بالنیۃ ووقع عن
رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس اوس نے نذر کی نیت کرلی تو نیت کی
جہت سے نذر ادا ہوگئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا اعلم ان المسئلۃ کے بیان مین اختصار مخل واقع ہوا ہی نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ فتح وغیرہ
مین اسطرح مذکور ہی اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اُس روز کا لازم ہی جس روز فلان شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین
کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن مین آیا تو اُسپر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط نپائی گئی یعنی روزہ بہ نیت شکر
اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے مین صوم نذر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ رمضان کے
واسطے بھی کافی ہی قضا لازم نہین اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہوجاتا ہی قالہ الشامی ولو نذر شہرا لزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک مہینے کی
تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے ہم اور جس روز چاہے شروع کرنے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی تو چاند کے
اعتبار سے مقصور ہوگا کذا فی الفتح او الشہر فبقیتہ یا نذر کی اُس مہین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا اسواسطے کہ اُسکو معرف باللام ذکر کیا ہی
تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہی وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اُسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اُسکا بھی محتمل ہی فتح عن التجنیس
او جمعۃ فالاسبوع الا ان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت
ثمانیۃ ایام صام سبتین ولو قال سبعۃ فسبعۃ اسبات والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبت فحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی

... یا مثلاً شنبہ سے دو شنبہ تک ان دونوں کے بیچ میں پانچ روز ہوں اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روز تو وہ روزے سات شنبہ سے شروع ہونگے تو اون میں
ایک شنبہ کا روزہ داخل ہوگا اس لیے کہ دوسری صورت میں سات کا حصول ہوا بخلاف اول صورت کے تو اون دونوں میں شنبہ کا روزہ ہو سکتا ہے
تو اور دو شنبہ میں جو نذر ہو سکتا ہے وہی مراد ہوگا ایسا ہی انساب میں ہے اور ان دونوں روزوں شنبہ کے نذر روزوں میں وقت کا تعین ضروری نہ ہوگا
تعین کیا اسوقت جو نذر ہو اوس کی نیت معلوم ہو نہیں تو تعیین نیت ہو گی وہی لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام
ان یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام الخ جان تو کہ نذر جو عوام کی طرف سے مردوں کے لیے
واقع ہوتی ہے اور جو کچھ لیا جاتا ہے نقد یا روپیہ ایسے ہی تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہ سب بالاتفاق باطل و حرام ہے
چند وجوہ سے اون میں ایک یہ ہے کہ یہ نذر مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی
دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کی نذر کی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ مالک نہیں ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوا خدا تعالیٰ کے اور
اسکا یہ اعتقاد کفر ہے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیرے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو
روا کر دے تو میں اون فقیروں کو کھانا کھلاؤں جو دروازے پر خانقاہ سید یا امام کے ہیں یا اون کی مسجد کے لیے فرش یا تیل خریدوں یا اون کی مسجد کی خدمت کرنیوالوں
کو روپیہ دوں یا سوا اسکے جس میں نفع فقیروں کا ہو اور نذر خاص خدا تعالیٰ کے لیے ہو اور ذکر اوس بزرگ کا صرف اسلیے ہو کہ بیان ہو یہ
ہیں جو لوگ مستحق مقیم ہیں وہ مصرف نذر کے ہیں پس اس اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور اسکا صرف جائز کسی منصب والے یا سید یا ذی نسب یا عالم پر جائز نہیں جبتک
کہ محتاج نہو اور شرع میں ثابت نہیں کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی بالاجماع حرام ہے یہ نذر نہ منعقد ہوتی ہے اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہے
اور اسوجہ سے کہ وہ حرام محض ہے اوس بزرگ کے خادم کو اسکا لینا جائز نہیں مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اوسکے عیال فقرا عاجز ہوں تو اسکو نذر بطور صدقہ ابتدائی کے
لے سکتا ہے اور اسکا لینا بھی مکروہ ہے جبتک نذر کرنیوالے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کیطرف نہو اور اوس بزرگ سے بالکل قطع نظر نہو کذا فی البحر
ملخصا من شرح العلامۃ قاسم مالم یقصدوا صرفہا للفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح
درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہے اور جو دراہم وغیرہ لیے جاتے ہیں حرام ہیں جب تک کہ قصد نہ کریں اونکے صرف کا فقرا کے لیے اور اسمیں لوگ
مبتلا ہیں خاص کر ان ایام میں اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں بسط سے بیان کیا ہے یعنی اسطرح نذر ہو سکتی ہے کہ صیغہ نذر کا خدا تعالیٰ کے لیے
ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اسکے فقرا مراد ہوں اور یہ نہیں مخفی ہے کہ اوس شخص کو اسکا صرف غیر کیطرف بھی جائز ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا اور یہ بھی
ضرور ہے کہ نذر اس قسم کی ہو جسکا نذر کرنا صحیح ہے جیسے دراہم صدقہ کے لیے یا مثل اسکے لیکن جب نذر کرے تیل کی چراغوں کے لیے قبر پر یا مینار دوں میں جیسے
عورتیں حضرت سید عبد القادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہیں اور مشرقی مینار وں میں اسکو روشن کرتی ہیں سو یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قبیح ہے
نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا مناروں میں کہ اسمیں راگ اور لعب ہوتا ہے اور اسکا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہے قال الشامی بعد نقلہ قال الامام محمد
لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واسقطت ولائی وذلک لانہم لا یہتدون فالکل بہم یتغیرون اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں اونکو
آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام ہدایت پر نہیں ہوتے پس سب لوگوں کو انسے عار ہے مراد اوسکے ساقط کرنے سے یہ مراد کہ اونسے
مواخذہ بالکل نہ کرتا اور نہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے نسب نہیں ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہے اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبۃ لہ والتاخیر اشتراط الصوم فی بعضہ والطلب الاکید فی العشر الاخیر وجہ مناسبت اعتکاف کی

رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہی بعض اقسام اعتکاف میں اور طلب موکدہ عشرہ اخیر میں ہم یعنی اعتکاف واجب میں صوم شرط ہی اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہی اسلیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان میں اعتکاف کی تاکید ہی اور روزہ اُسپر ختم ہی تو مناسب ہوا کہ کتاب الصوم کے ختم میں مسائل اعتکاف مذکور ہوں قالہ الشامی ہو لغۃ اللبث وشرعاً لبث بفتح اللام وتضم المکث ذکر ولو ممیزا فی مسجد جماعۃ لغت میں اعتکاف کے معنی ٹھہرنا یعنی کسی مقام میں ہو اور اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہی اور شرع میں ٹھہرنا مذکر کا ہی گو لڑکا عاقل ہی ہو مسجد جماعت میں ہم بلوغ اسمین شرط نہین ہی جیسا بحر میں ہی اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہی کہ اُسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت سے صحیح ہی اور ذکر کی قید لگائی گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد میں متحقق ہی اس لحاظ سے کہ یہاں تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہی اور اعتکاف عورت کا مسجد میں مکروہ ہی جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وہو مالہ امام ومؤذن اودیت فیہ الخمس اولا مسجد جماعت وہ ہی کہ اُسکے لیے امام اور مؤذن ہون خواہ نماز پنجگانہ لوگ اُسمین پڑھتے ہون یا نہین وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصححہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف میں شرط ہی اور بعض فقہا نے اسکی تصحیح کی ہی ہم بحر میں ابن ہمام سے اسکی تصحیح نقل کی ہی وقالا یصح فی کل مسجد وصححہ السروجی اور صاحبین نے کہا ہی کہ اعتکاف صحیح ہی ہر مسجد میں اور اسی کی تصحیح کی ہی سروجی نے اور یہی اختیار کیا ہی طحاوی نے واما الجامع فیصح فیہ مطلقاً اتفاقاً اور جامع مسجد میں تو صحیح ہی مطلقاً یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا نہوتی ہو بالاتفاق ہم یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہی نہر میں اور فتح القدیر میں کہا ہی کہ اعتکاف مسجد الحرام میں افضل ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں پھر بیت المقدس میں پھر جامع مسجد میں بشرطیکہ اسمین جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل ہی تاکہ اسکو نکلنے کی حاجت نہو پھر جسمین نمازی زیادہ ہون قالہ الشامی او لبث امرأۃ فی مسجد بیتہا یا ٹھہرنا عورت کا ہی اپنے گھر کی مسجد میں ہم مسجد البیت سے مراد وہ جو عورت کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنا لینی مندوب ہی جیسا بزازیہ میں ہی کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردون کو بھی تخصیص کسی موضع کی گھر میں نوافل کے لیے مستحب ہی اور فرض اور اعتکاف تو مسجدون میں ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی قالہ الشامی ویکرہ فی المسجد اور اعتکاف عورت کو مسجد میں مکروہ ہی ہم یعنی تنزیہی جیسا نہایہ میں ظاہر معلوم ہوتا ہی کذا فی النہر اور بدائع میں تصریح کی ہی کہ افضل نہین ولا یصح فی غیر موضع صلاتہا من بیتہا کما اذا لم یکن فیہ مسجد اور نہین صحیح عورت کا اعتکاف سوائے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہین صحیح ہی جب گھر میں مسجد نہو ہم اور وقت اعتکاف کے کسی موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرے تو چاہیے کہ جائز ہو قالہ الشامی وہل یصح من الخنثی فی بیتہ لم ارہ والظاہر لا لاحتمال ذکورتہ اعتکاف خنثی کا صحیح ہی اُسکے گھر میں میں نے اس مسئلہ کو نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ نہین صحیح ہی کیونکہ خنثی میں احتمال مذکر ہونے کا ہی ہم نفی خنثی باعتبار مونث ہونے کے مقتضی ہی کہ اسکا اعتکاف گھر میں مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہی کہ کسی وجہ درست نہو قالہ الحلبی بنیۃ فاللبث ہو الرکن والکون فی المسجد والنیۃ من مسلم عاقل طاہر من جنابۃ وحیض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف ٹھہرنا ہی بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہی اور مسجد میں ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونون شرطین ہین ہم بدائع میں طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہی نہر میں کہا کہ یون چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض ونفاس سے اعتکاف میں مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف میں اور جس روایت میں صوم شرط نہین تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے طہارت جنابت سے اور میں نے نہین دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہی کہ طہارت ان تینون سے شرط ہی حلت کی اور طہارت حیض ونفاس سے شرط صحت کی بھی ہی اعتکاف منذور میں اور ایسے ہی نفل میں بنا بر اُن روایات کے جسمین صوم شرط ہی بخلاف جنابت کے کہ جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہی قالہ الشامی وہو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال او اعتکاف تین

قسم ہی ایک واجب ہی بسبب نذر کرنے کے یعنی منت ہو یا بسبب شروع کرنے کے اور بسبب شروع کرنے کے تو کہا گیا ہی یہ قول بعض علما کا ہی ان کی قید

سے کہا کہ واجب کرنے میں صرف نیت کافی نہین اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف ہی بلکہ حق یہی ہی کہ نفل اعتکاف ہر روزہ شرط

ہی اور واجب سمجھے یہ ہی کہ اعتکاف نفل کے لیے مقدار ایک ساعت ہی تمام دن تک نہیں تو شروع کرنے سے واجب ہوگا اور باعتبار سنت ہی

الندر یہ اس سے بنا بر معلوم ہوتا ہی کہ نذر اور شرط اور تعلیق دوسری چیز کو کسی شرط اور حلوت ملیہ ایک دوسرے سے غیر ہوتے ہیں حالانکہ تعلیق

بھی نذر ہی ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا واجب بالنذر منجزا ومعلقا یعنی واجب ہی نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط

ہو جیسا بحر میں اور امداد میں ہی قال الشارح وسنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان قسم دوم مؤکدہ ہی رمضان کے اخیر عشرہ میں اور سنت

کفایۃ کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہی کہ بعض کے کرنے سے اوروں کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان میں ہی م اسکی نظیر جماعت سے تراویح کا

پڑھنا ہی کہ اگر بعض لوگ انکو پڑھ لیں کہ باقیوں سے ساقط ہو جاتی ہیں پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کریں تو گنہگار ہونگے اور اگر ہر

ہر ایک شخص پر ہوتین تو ترک کرنا سنت مؤکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہی کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ

کیونکہ صحابہ میں سے جس شخص نے اسکو ادا نہین کیا تو حضرت نے اسپر انکار نہین کیا اور نہین تو کام یہ جواب ہی اسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض

کیا ہی ہدایہ کا قول یہ ہی کہ صحیح یہ ہی کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرۂ رمضان میں مواظبت کی ہی اور

مواظبت دلیل ہی سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہی کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہی وجوب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت مؤکدہ اسکا

جواب یہ ہی کہ حضرت نے تارک پر انکار نہین کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور روکتے کذا فی الشامی ومستحب فی غیرہ من الازمنۃ ہو بمعنی غیر المؤکدۃ

تیسری قسم اعتکاف مستحب ہی جو اسکے سوا اور زمانون میں ہی اور مستحب یعنی سنت غیر مؤکدہ کے ہی وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط

علی المذہب اور شرط کیا گیا ہی روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کے م علی المذہب فقط کے ساتھ

علاقہ رکھتا ہی اور یہی روایت ہی اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہی کہ نفل اعتکاف میں بھی شرط ہی اور یہ مبنی ہی اختلاف پر اس

بات میں کہ نفل میں تقیید وتقدیر یوم کی ہی یا نہین پس اصل کی روایت پر یوم کی قید وتقدیر نہین ہی اسلیے روزہ بھی شرط نہین اور جس

روایت میں یوم کی قید ہی یعنی حسن کی روایت میں تو اسمیں صوم شرط ہی جیسا بدائع وغیرہ میں ہی میں کہتا ہون کہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ اعتکاف

مسنون میں بھی صوم شرط ہی کیونکہ وہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں ہوتا ہی یہانتک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے

کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل ہو قالہ الشامی وتبعہ فلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان

نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لا یخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہین صحیح ہی اگرچہ اسکے ساتھ

دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہین ہی لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہی اور فرق مخفی نہین ہی م فرق یہ ہی کہ پہلی

صورت میں یوم کو تابع رات کے کیا ہی اور جب متبوع میں نذر نادرست ہوئی تو تابع میں بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت میں لیلۃ بولا اور

یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلۃ کو مطلق زمانہ میں استعمال کیا پھر اس مطلق کو مقید میں استعمال کیا یعنی

یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی میں کہتا ہون کہ یہ فرع مشکل ہی کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہی نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسیطرح بولنا

اطلاق وتقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا

جائز ہو حالانکہ کتب اصول میں اسکے خلاف کی تصریح کی ہی قالہ الشامی بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلا ونہارا فانہ یصح وان

لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یدخل اللیل تبعا بخلاف اسکے کہ کہے اپنی نذر مین رات اور دن کہ یہ نذر درست ہی اگرچہ رات محل صوم کا نہین ہی کیونکہ رات
بالتبع داخل ہی واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم مین شرط ہی لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصدا
رکھنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہم یعنی اعتکاف مین روزہ کا وجود ضروری ہی نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز کے
لیے شرط ہی نہ یہ کہ قصدا نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف
پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر
اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقادہ من اولہ تطوعا فتعذر جعلہ واجبا لیکن فقہانے کہا ہی کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اُس روز کے اعتکاف کی نذر
کی تو صحیح نہو گی کیونکہ روزہ شروع مین نفل تھا پھر اُسکو واجب کرنا متعذر ہی اور یہ بھی وجہ ہی کہ دن بھر کا اعتکاف پورا نہوا جو اعتکاف واجب
کی اقل مقدار مقررہ ہی کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر اُس رمضان کا اعتکاف
نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے مین ساتھ صوم مقصود کے ہم یعنی پہیم کیونکہ اُسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے مین اور وہ فوت ہوگیا
تو اُسکی قضا بھی پیا پی ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اُسمین اعتکاف نہ کیا کذا فی البدائع لعود شرطہ الی الکمال
الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے ہم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولا لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف
رمضان کے ساقط ہو گیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اُسنے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اُس نذر کے ہوئی جسمین وقت کی قید نہو تو اُسکی شرط نے
کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علٰحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قالہ الشامی فلم یجز فی
رمضان آخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے
رمضان مین نہ کسی دوسرے واجب صوم مین سوائے قضائے رمضان اول کے کیونکہ قضائے رمضان خلیفہ ہی اول کا یعنی ادائے رمضان کا اور
تحقیق اِس مسئلہ کی اصول فقہ مین ہی امر کی بحث مین واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ
وبہ یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہی رات کی یا دن کی نزدیک امام محمدؒ کے اور یہی ظاہر الروایت ہی امام صاحب سے واسطے
مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہی یعنی نفل مین آسانی کی جہت سے وہ باتین جائز ہین کہ فرض و واجب مین نہین ہوتین مثلاً نماز نفل
بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون
کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح مین ایک ادنی جزو ہی زمانہ کا نہ چوبیسواں حصہ شب و روز کا جو منجمون کی اصطلاح ہی چنانچہ
غرر الاذکار وغیرہ مین مذکور ہی فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع کیا
نفل اعتکاف مین پھر توڑ دیا تو نہین لازم ہی قضا اُسکی کیونکہ صوم شرط نہین ہی اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وما فی بعض المعتبرات
انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابون مین ہی جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہی
سو متفرع ہی ضعیف روایت پر ذکر کیا اُسکو مصنف نے اور اُسکے غیر نے ہم یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہی جسمین یہ ہی کہ اعتکاف کی اقل مدت
ایک یوم ہی قالہ الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہی مسجد سے نکلنا اُس معتکف کو
کہ اعتکاف واجب کر رہا ہی لیکن نفل مین اُسکو خروج جائز ہی اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہی نفل والے کے حق مین نہ باطل کرنیوالا
جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایک ساعت ہی ہم اعتکاف واجب مین نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہی عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہین ہی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یخرج من معتکفہ الا لحاجۃ الانسان ۔ قال بول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال
فی المسجد کذا فی النہر حرام ہے معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت انسانی یہ ہے جیسے بول وبراز وغسل اگر احتلام ہو جاوے
اور مسجد مین غسل کرنا ممکن نہو کذا فی النہر پس اگر ممکن ہو یعنی یا کہ مسجد ملوث نہو تو خروج مطلقاً نہین اور اگر مستعمل پانی سے مسجد ملوث ہو تو غسل ہے
کیا جاوے کیونکہ نظافت اور صفائی مسجد کی واجب ہے کذا فی البدائع او شرعیۃ کعید واذان لو مؤذنا وباب المنارۃ خارج المسجد والجمعۃ وقت الزوال
یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے اور اذان کے ساتھ موذن ہونے
کی قید قول ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ موذن اور غیر موذن مین فرق نہین جیسا کہ امداد مین ہے اور بحر مین کہا ہے کہ جو چڑھنا اس جگہ پر بابت اذان دیکھنے کے مفسد
نہین ہے اگر دروازہ اسکا مسجد مین ہو اور جو مسجد سے باہر ہو تب بھی یہی حکم ہے ظاہر الروایت مین انتہی مین کہتا ہون کہ بدائع سے ظاہر اسلوم ہوتا ہے کہ اذان
بھی شرط نہین ہے کیونکہ اُسنے کہا ہے کہ اگر منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد مین ہے
اسواسطے کہ جو چیز مسجد مین ممنوع ہے وہ منارہ مین بھی ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورت مین کہ دروازہ خارج
ہو اسکو مقید کرنا چاہیئے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہے لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ تک جاویگا وہ نکلنا بے عذر ہے اور اس
تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہین اور جملہ وباب المنارۃ الخ حال ہے موذن سے جسکا مفہوم مخالف معتبر ہے قالہ الشامی ومن بعد منزلہ
عن معتکفہ خرج فی وقت یدرکہا مع سنتہا یحکم فی ذلک رایہ اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اسکی دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ مع اسکی
سنتون کے پاوے اس باب مین اپنی رائے کو حکم کرے ہم یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا بدائع مین ہے مگر اسکو ذکر نہین کیا کیونکہ سنتین پہلے خطبہ کے ہوتی ہین
قالہ الشامی ویستن بعدہا اربعا او ستا علی الخلاف اور سنتین پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک
چار اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع ولو مکث اکثر لا یفسد لانہ محل لہ وکرہ تنزیہا المخالفۃ ما التزمہ بلا ضرورۃ اور اگر جامع مسجد مین زیادہ ٹھہرا
یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہان ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہے لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ جو
التزام کیا تھا اسکی مخالفت کی بے ضرورت ہم اور اسمین اشارہ ہے کہ جامع مسجد مین ٹھہرنا اور گھر مین ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونون مین
فرق ہے کہ گھر مین ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور بدائع مین مذکور ہے کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے یعنی رخصت
عیادت مریض اور صلوۃ جنازہ کے باب مین پس ابو یوسف نے کہا ہے کہ محمول ہے اعتکاف نفل پر اور ممکن ہے کہ رخصت محمول ہو اُس صورت پر کہ نکلا کسی
حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ مین مریض کی عیادت کرلے اور جنازہ کی نماز پڑھ لے بغیر اسکے کہ قصداً اُسکے واسطے نکلے اور یہ جائز ہے انتہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کے واسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اسی صورت مین مضر ہے کہ مسجد مین نہو اور عیادت کے واسطے نہو قالہ الشامی فلو
خرج ولو ناسیا ساعۃ زمانیۃ لا رملیۃ کما مر بلا عذر فسد فیقضیہ پس اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا
نہ ساعت رملی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اسکی قضا کرے ہم یعنے اگر اعتکاف واجب یا منذر ہو اور تطوع ہو
اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہین قضا ہے مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف منذور کو
مع صوم کے اتنی بات ہے کہ اگر معینا معین ہے تو قضا بقدر فساد کے ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا تتابع پایا گیا
اور فرق نہین ہے اگر فساد صنع عبد سے بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کی وجہ سے نکل آنا یا بغیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض
یا نفاس وجنون ودیر تک بیہوشی اور اسکا حکم یہ ہے کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا ہے تو اسی قدر قضا کرے فقط

اور استینافات واجب نہین اور اگر کل فوت ہووے تو کل کی قضا کرے پیہم پس اگر قادر رہا اور قضا نہ کی یہانتک کہ مرگیا تو وصیت کرے ہر روز کے لیے
مسکین کا اطعام اور اگر بعض پر قادر رہا تب بھی یہی حکم ہی اگر وقت نذر کے صحیح وسالم ہی اور اگر وقت نذر کے تندرست نہین تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست
ہوگیا تو وہ اسی خلاف پر ہی جو روزہ کے باب مین مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہین ہوا تو اسپر کچھ لازم نہین کذا فی البدائع ملخصًا الا اذا فسدہ
بالردۃ مگر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف مرتد ہوکر ہم اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہی اُسکو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خداے تعالی کے ایجاب سے ہویا بندہ
کے اونذر بندہ کے واجب کرنے سے ہی قالہ الشامی واعتبرا اکثر النہار قالوا وہوا الاستحسان اور خروج مین صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہی علمانے
کہا ہی کہ یہی استحسان ہی ہم اسواسطے کہ خروج قلیل مین ضرورت ہی کذا فی الہدایہ اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشارہ
ہی اسوجہ سے کہ کمال نے اسمین بحث کی ہی قالہ الشامی وبحث فیہ الکمال اور اسمین کمال نے بحث کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہی اور
بے عذر نکلنے مین ضرورت نہین ہی پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہین وان خرج بعذر یغلب وقوعہ وہو ما مر لا غیر لا یفسد واما ما لا یغلب کانجاء غریق
وانہدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی لعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہی اور وہ سابقًا
مذکور ہوچکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہین فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہین ہی جیسا ڈوبنے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہی نہ بطلان
کو ورنہ نسیان کی صورت مین بطریق اولی فاسد ہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہی خلافا لما فصلہ الزیلعی وغیرہ برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہی ہم
زیلعی نے مفسدات مین شمار کیا ہی نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچاؤ کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام کو اور اداے شہادت
کو بخلاف اسکے کہ مسجد سے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد مین چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہوگئے کہ اس صورت مین صلوۃ خمسہ کی جماعت نہ ملیگی یا ظالم نے
بزور نکالدیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدامہ ولبطلان جماعتہ اخراجہ کرہا استحسانا لیکن نہر وغیرہ مین ہی کہ اگر
مسجد گرجاوے یا جماعت باطل ہوجاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہین ہوتا بدلیل استحسان ہم حاصل یہ ہی کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہی کہ اعتکاف
خروج سے فاسد ہوجاتا ہی مگر بول وغائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل مین عدم فساد کو مستحسن جانا ہی اور شامی نے اس جگہ بسط کیا ہی وفی
التتارخانیۃ عن الحجۃ ولو شرط وقت النذر ان یخرج بعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہی کہ اگر شرط
کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم مین حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہی یہ یاد رہے ہم لفظ شرط سے ایما ہی کہ صرف
نیت پر اکتفا نہین حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکمًا مستثنی ہین اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہین ہین تو وہ مستثنی نہین ہین مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی
وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ او رمخصوص ہی معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو
خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد مین ہم باء داخل ہی مقصور علیہ پر یعنی معتکف مقصور ہی کھانے وغیرہ پر مسجد مین اُسکو یہ چیزین حلال نہین سوا مسجد کے یہ معنی
نہین کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد مین نکرے کیونکہ عقد نکاح ورجعت غیر معتکف کو بھی مسجد مین مکروہ نہین قالہ الشامی فلو لتجارۃ کرہ پس
اگر عقد تجارت کے لیے ہی تو مکروہ ہی ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد مین حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضیخان نے اختیار کیا ہی اور زیلعی نے ترجیح دی ہی کیونکہ وہ خدا تعالی
کیطرف متوجہ ہی دنیا سے منقطع ہی اُسکو ان امور دنیاوی کیطرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ فلو خرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند
بیع اور نکاح اور رجعت کے رجعت کا عطف اکل پر ہی کیونکہ بیع پر عطف نہین ہوسکتا جب تک عقد مین ایسی تاویل نکرین کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا
فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہوگیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی ہم ظہیریہ مین ہی کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے انتہی اور یہ محمول ہونا چاہیے
اُس صورت پر کہ اُسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کھانا پہونچاوے اسلیے کہ اُسوقت یہ نکلنا حوائج ضروریہ مین ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریما لانہا محل

[illegible] اور [illegible] مسجد میں [illegible] مکروہ تحریمی ہو کراہت تحریمی [illegible] مطلق [illegible] ہیں
مطلق مکروہ ہونے [illegible] اور [illegible] مباح [illegible] اسی واسطے [illegible]
[illegible] کے واسطے [illegible] کے [illegible]
[illegible] نے منع فرمایا ہی بیع و شراء [illegible] مسجد میں اور [illegible]
کذا فی الفتح [illegible] اور اسیطرح مکروہ ہی غیر معتکف کو [illegible] مسجد میں [illegible]
بیان کرچکے ہیں [illegible] لکن قال ابن کمال لا یکرہ الا لمن [illegible] وغیرہ فی حقیقی ابن کمال [illegible] مکروہ [illegible]
مسجد میں [illegible] جیسے جلبی میں [illegible] ابن کمال نے [illegible] سے نقل کیا ہی کہ غیر معتکف کو جائز ہی [illegible]
[illegible] قبلہ [illegible] اور طرف لیجا سکتا ہی [illegible] جائز ہی انتہی اور معراج میں بھی اسکو نقل کیا ہی [illegible]
کہ یہ قول کہ [illegible] غیر مسلم ہی کیونکہ علمانے اسکی کراہت پر تصریح کی ہی اور شارح کے کلام [illegible]
[illegible] مسجد کو [illegible] کیونکہ مسجد کی صفائی [illegible] واجب ہی لیکن [illegible]
[illegible] غیر معتکف اور [illegible] نے اسکی شرح میں کہا ہی کہ غیر معتکف کو [illegible] ان اشیاء مذکورہ [illegible] مسجد میں [illegible]
پھر جلبی کی عبارت نقل کی ہی قال الشامی و یکرہ تحریما الصمت ان اعتقدہ قربۃ و الا لا لحدیث من صمت نجا اور مکروہ تحریمی ہی اعتکاف میں چپ رہنا اگر اسکو
عبادت جانتا ہو ورنہ مکروہ نہیں کہ حدیث میں آیا ہی جو شخص چپ رہا نجات پائی امام ابو حنیفہ نے ابو ہریرہ سے مسندا روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے منع فرمایا ہی صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قال الشامی و یجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر خدیث رحم اللہ امرا تکلم فغنم او سکت فسلم و یجب اذا
ہو اجب [illegible] کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت
رہے [illegible] کما الفرض نہیں کہا تا کہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہی جیسے غیبت مثلا اور کبھی مکروہ ہوتی ہی جیسے برے شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا
چیز کی بکری کے واسطے پس چپکا رہنا اول قسم سے فرض ہی اور دوسری قسم سے واجب قال الشامی و تکلم الا بخیر و ہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہی اعتکاف میں
بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہی کہ جسمین گناہ نہو و منہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا و ہو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یا کل الحسنات کما یاکل النار
الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام میں گناہ نہیں اسمین داخل ہی کلام مباح جب اسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے یعنی امور دنیاوی میں
کلام کرنا جسوقت اسمین قصد تقرب کا نہو ورنہ اسمین ثواب ہی کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محل ہی فتح القدیر کی عبارت کا کہ کلام کرنا
مسجد میں مکروہ ہی حسنات کو اسطرح کھاتا ہی جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر میں اسکو محقق کیا ہی حرام مسجد میں کلام مکروہ اسوقت ہی کہ کلام کے لیے مسجد میں
بیٹھے جیسا ظہیریہ میں قید لگائی ہی ذکرہ فی البحر اور معراج میں شرح ارشاد سے نقل کیا ہی کہ مسجد میں بات کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں ہی اگر قلیل ہو پس اگر
مسجد کا قصد باتوں کے لیے کرے تو مکروہ ہی اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہی قال الشامی کقراۃ قرآن و حدیث و علم و تدریس فی
سیر الرسول علیہ السلام و قصص الانبیاء علیہم السلام و حکایات الصالحین و کتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزیں ہیں جیسے قرآن پڑھنا اور حدیث
اور علم دین اور پڑھانا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیا علیہم السلام کے اور حکایتیں صلحا کی اور لکھنا دینی باتوں کا و بطل
بوطی فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہی اعتکاف وطی سے فرج میں یعنی آگے مقام میں یا پیچھے میں انزال ہو یا نہو و لو کان وطیہ
خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصدا ہو یا بھول کر

اصح روایت مین اسواسطے کہ حالت اعتکاف کی یاد دلاتی ہو م درر کے اتباع سے یہ تعمیم کی ہو اسمین اشارہ ہو کہ غایہ وغیرہ مین جو مذکور ہو وہ مردود ہو یعنی معتکف
تو مسجد مین رہتا ہو اُسکو وطی کہان میسر آئی پھر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہ کی ہو کہ جب اپنی حاجت کے لیئے نکلے تو اُسوقت وطی کرنی حرام ہو اور شرح تاویلات مین
ذکر کیا ہو کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاے حاجت یعنی جماع کر کے غسل کر کے پھر اعتکاف کے مقام مین چلے جاتے تھے اُسپر یہ آیت نازل ہوئی
(ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد) یعنی اُنسے صحبت نکرو جسوقت کہ تم مسجدون مین معتکف ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہو کیونکہ مسجد مین
وطی ممکن ہو اگرچہ اسمین حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد مین بحالت جنابت رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہو کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گھر کی مسجد مین اور
اُسکا خاوند اُس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہو جاویگا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہو کہ بھول کر وطی سے اعتکاف نہین جاتا
صوم پر قیاس کر کے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہو کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہو کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہو یعنی
مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے قالہ الشامی وبطل بانزال بقبلۃ او لمس او تفخیذ اور باطل ہوتا ہو اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتھ
لگانے یا ران مین دینے کے کہ یہ فعل انزال سے بمنزلہ جماع کے ہو گئے ولو لم ینزل لم یبطل وان حرم الکل لعدم الحرج اور اگر انزال نہو تو نہین باطل ہوتا
اگرچہ دواعی وطی کی تمامہا حرام ہین واسطے ہونے حرج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی ولا یبطل بانزال بفکر او نظر ولا بسکر لیلا اور نہین باطل
ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نشے سے رات کو ولا باکل ناسیا لبقاء الصوم بخلاف اکلہ عمدا وردتہ اور نہین باطل ہوتا کھانے سے
بھول کر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہو بخلاف اسکے کہ عمدًا کھائے یا مرتد ہو جاوے کہ اسنے باطل ہوتا ہو م قاعدہ یہ ہو کہ جو ممنوعات اعتکاف کے
ہین یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوتی ہین نہ روزے کی جہت سے تو نہین سہو اور عمدا اور دن اور رات برابر ہین جیسے جماع اور خروج مسجد سے
اور جو مخطورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف مین ممنوع ہوے ہین تو نہین عمد اور سہو اور رات اور دن مین فرق ہو جیسے کھانا پینا کذا
فی البدائع وکذا اغماۂ وجنونہ ان دام ایاما فان دام جنونہ سنۃ قضاہ استحسانا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا بیہوشی اور جنون سے اگرچہ چند روز ہین ایام سے
مراد یہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے پس اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف قضا کرے استحسانا ہم اور قیاس یہ ہو کہ قضا نہ کرے جیسا
صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہ ہو کہ رمضان کے روزون مین جو قضا ساقط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہو تو کمتر
جاتا ہو چونکہ رمضان ہر سال آتا ہو تو روزون کی قضا مین تنگ ہو گا اور اعتکاف مین یہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قالہ الشامی ولزمہ اللیالی ایضا بنذرہ
بلسانہ اعتکاف ایام ولاءای متتابعۃ وان لم یشترط التتابع اور لازم ہونگی اُسکو بیچ راتین یعنی اُنکی اعتکاف بسبب نذر کرنے کے زبان سے اعتکاف
ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پیاپے ہونیکی شرط نہ کی ہو م ولا حال ہی لیالی سے اور اصل یہ ہو کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونون پیاپے
لازم ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہو گا کذا فی البحر اسیطرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو
پورے پورے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزون کی اور بیچ کا ذکر نکرے اور نہ نیت کرے تو اسکو اختیار ہو کہ متفرق رکھلے
اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہو اُسکی بنا اتصال پر ہو کعکسہ لان ذکر احد العددین بلفظ الجمع وکذا التثنیۃ تینا ول الآخر جیسا اُسکے برعکس
اور وہ یہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگے اسواسطے کہ ذکر ایک کا دونون عددون مین سے لفظ جمع کے ساتھ
اور اسیطرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہو دوسرے کو بھی م یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلاً عرف مین کہتے ہین کہ ہم وہان تین روز رہے
یعنی تین دن مع راتون کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثلث لیال سویا اور ثلثۃ ایام الا رمزا
ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہو پس مراد دونون جگہ رات اور دن ہو دونون مین اور جمع عام ہو

تو واحد کی صورت میں ایام و لیالی دونوں ضمناً ہو جائیں گے۔ اور جمع و تثنیہ کی صورت میں اعتکاف دونوں کے مع دونوں کے طرفین کے نزدیک لازم ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اسمین داخل نہیں قال الشامی فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصۃ صحت نیۃ لنیۃ حقیقۃ
پس اگر نذر سے ایام اور نیت کی خاص دنوں کی یعنی فقط دن کی تو اسکی نیت صحیح ہو کیونکہ اُسنے حقیقت لغوی کی نیت کی کو عرف میں یوم
آٹھ پہر کو یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہیں اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت
عرفی کی طرف مصروف ہوتا ہو اسی جہت سے بیان نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اُسکی نیت صرف نہار میں درست ہوئی تو اسکو اعتکاف
ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد میں داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان نوی اللیالی
او بالایام اللیالی لا یصح لانہ نوی ما لا یحتملہ کلامہ اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہیں ہو بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونوں کیونکہ ایسی
نیت کی جو کلام کی متحمل نہیں ہو کذا فی البحر اور ماحصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک انمین سے یا یوم ہو یا لیل اور ہر ایک مین ان
چھون مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونوں کی یا بالکل نیت نہو یہ چوبیس صورتین ہوئین اور مثنی اور مجموع کا حکم مع اُنکی اقسام
کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اُسکی کرے یا نکرے اور اگر اُسکے ساتھ رات
کی بھی نیت کی ہو تو دونوں لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم ہوگا جب تک اُسمین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قال الشامی کما لو
نذر اعتکاف شہر و نوی النہار خاصۃ او نوی عکسہ ای اللیل خاصۃ فانہ لا تصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشتمل الایام واللیالی فلا یحتمل ما دونہ
جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنوں کی خاص کر یا نیت کی اُسکے عکس یعنی راتوں کی صرف تو اسکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ
شہر یعنی مہینا نام ہو ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہو ایام و لیالی کو پس اُسمین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہین ہو ہم یہ جب ہو کہ بلفظ شہر تعبیر
کرے اور اگر ثلثین یوما کہے گا تو اُسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہار اگر اس صورت مین
کہ استثنا کرے راتون کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا م نہر بالضم جمع ہو نہار کا و لو استثنی الایام صح و لا شئی علیہ مامر
اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہو اور اُسپر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی باب اول مین کہ رات محل صوم نہین حاصل
یہ کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہگئین اُن مین اعتکاف منذور صحیح نہین ہو کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی
صوم کی منافات ہو قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ و لیالی النحر فتبع للنہار الماضیۃ رفقا بالناس کما فی
الضحیۃ اور لوالجیۃ ہذا اور جان لو کہ راتین تابع ہین ایام کی مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتین سو یہ تابع ہین گذشتہ روز کی
لوگون کی سہولت کے لیے جیسا و لوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہو اسکو یاد کر لو ہم یعنی ہر شب تابع ہو اُسکی روز کی جو اُسکے بعد ہو چنانچہ
تراویح رمضان کی اول شب مین پڑھی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب مین تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر مین تثنیہ یا جمع
کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن بعد غروب کے چنانچہ خانیہ مین اسکی تصریح کی ہو اور
یہ بھی تصریح کی ہو کہ جب ایاماً بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے الخ سو اس تقدیر پر
لیل داخل نہوگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہو یوم الترویہ کے اور
نحر کی رات تابع ہو عرفہ کے یہان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہو و لیلۃ القدر دائرۃ فی رمضان اتفاقا
تتقدم و تتاخر خلافا لہما اور شب قدر رمضان مین دائر ہو بالاتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی [illegible]

موخر ہوتی رہتی ہے بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تاریخ معین ہے مقدم موخر نہیں ہوتی وثمرتہ فیمن قال بعد لیلۃ منہ انت حر او انت
طالق لیلۃ القدر فعندہ لا تقع حتی ینسلخ شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاولے وفی الآتی فی الاخیرۃ وقالا تقع اذا مضی مثل
تلک اللیلۃ فی الآتی ولا خلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اُس صورت مین
کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہے یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہے شب قدر مین تو امام اعظم
کے نزدیک عتق وطلاق واقع نہونگے جب تک کہ دوسرا رمضان تمامہ نہ گذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اِس رمضان کی
شب قدر پہلی تاریخ ہوچکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اس رمضان کی جس تاریخ
یہ قول کہا ہے جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق وطلاق واقع ہوگئے اور اگر رمضان کے شروع سے
پہلے یہ قول کہا ہے تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق وطلاق واقع ہونگے قال فی المحیط والفتوی علی قول الامام
لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع والعشرین واللہ اعلم محیط مین کہا ہے کہ
فتوی امام صاحب کے قول پر ہے لیکن صاحب محیط مین قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہے اس بات سے کہ جس نے عتق و
طلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہے وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہے تو شب قدر ستائیسوین ہے
کیونکہ اول تو عوام اُسی کو شب قدر کہتے ہین دوسرے ایک قول اقوال مین سے یہ بھی منقول ہے کہ ستائیسوین رات کو
شب قدر ہوتی ہے اور احادیث کثیرہ اُسپر دلالت کرتی ہین امام صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ اُس برس مین اُسی تاریخ مین
تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے یہ ایک قول ہے امام کا اور بحر مین
خانیہ سے منقول ہے کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہے کہ تمام سال مین دائر ہے کبھی رمضان مین ہوتی ہے کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون
کہ اسی کا موید ہے وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہے کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف
کیا ہے سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہے اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اُسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی
ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین اور ایک بار عشرۂ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین
سو مجھکو یقین ہے کہ وہ سال بھر مین دائر ہے مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب مین علما کے اور اقوال بھی ہین جو
شمار مین چھیالیس کو پہونچتے ہین

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہے اُسکی طلب مستحب ہے اور وہ برس مین افضل شب ہے قرآن مجید مین اُسکو ہزار مہینے سے افضل
فرمایا ہے عمل خیر اُسمین ہزار عمل کے برابر ہے بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنے کے مسلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہے یہ دولت
نصیب کرتا ہے اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپاوے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللھم انا نسالک الاخلاص فی القول
والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل واللہ اعلم تم الشامی والحمد للہ اولا وآخرا والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین
یہانتک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا وللہ الحمد

کتاب الحج

یہ کتاب بیچ احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صوم اور زکوۃ کے اسواسطے ذکر کیا کہ یہ مانند ہے عبادات بدنیہ اور مالیہ کے [illegible]
ہو حج بالفتح والکسر لغتان القصد الی المعظم یعنی حج کے معنی قصد کا ہے جانب معظم کی یعنی حج کے معنی لغت عرب میں قصد کرنے کے ہیں [illegible]
ہر قصد کو چنانچہ بعضے علما نے بیان کیا ہے مگر تحقیق یہ ہے صاحب فتح القدیر کی تحقیق قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے [illegible]
قصد ہے اور قصد خاص سے بھی یعنی کہ معظم کا قصد کرنا واسطے ادائے عبادات کے وشرعا زیارة ای طواف و وقوف فی مکان مخصوص ای
الکعبة وعرفة فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی آخر العمر وفی الوقوف من زوال الشمس یوم عرفة الی فجر النحر بفعل مخصوص ای بنیة
محرما بنیة الحج سابقا کما یجئ فلم یقل لاداء رکن من ارکان الدین لیعم حج النفل اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں
زمانہ مخصوص میں مخصوص فعل سے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہے یعنی بیت اللہ کے گرد
پھرنا عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات میں ٹھہرنا عرفہ کے دن دوپہر ڈھلے سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھکر طواف اور
وقوف سے پہلے خلاصہ یہ ہے کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھکر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا اسکا نام حج ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے
آویگی مصنف نے حج کی تعریف میں یوں نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تاکہ حج
نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر ادائے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکل جاتا اسواسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہیں نہ نفل کو اور ارکان دین پانچ ہیں
کلمہ شہادت اور نماز اور زکوۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض سنة تسع واخره علیه السلام لعشر لعذر مع علمه ببقاء حیاته لیکمل التبلیغ حج مفروض ہوا ہجرت کے
نویں سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے حج میں دسویں برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے اسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقائے حیات کا
علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوے ہم نویں سال یہ آیت نازل ہوئی (وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا) یعنی خدا کے واسطے لوگوں پر لازم ہے حج
بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اسکی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نویں سال حج نہ کیا تو عذر سے نہ کیا عذر یہ کہ یہ آیت بعد گذر جانے
ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اسپر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نویں سال صدیق اکبر اور علی مرتضی کو بھیجکر
کافروں کو بیت اللہ میں آنے سے منع کردیا تب دسویں سال حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہ ہے کہ تعجیل فرض ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا [illegible]
کذا فی حاشیة الحلبی عن الزیلعی مرة لان سببه البیت وهو واحد والزیادة تطوع تمام عمر میں ایکبار حج فرض ہے اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہے
لہذا سبب بھی واحد ہوا اور ایک بار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے ہم عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کوئی ایکبار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابوداود چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید اور احادیث
کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اسکا تارک فاسق ہے وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانه کما یجب علیه
احد النسکین فان اختار الحج اتصف بالوجوب اور کبھی واجب ہو جاتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طے کر جاوے تو اسپر [illegible]
واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وقد [illegible]
کالحج بمال حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا اسواسطے [illegible]
شوق ہو اسکو اول مال حلال پیدا کرنا لازم ہے طبرانی نے معجم اوسط میں ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]
حلال لیکر اور رکاب میں پاؤں رکھکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول [illegible]

نفقہ خبیثہ لیکر نکلتا ہو اور رکاب مین پانؤن ڈالکر لبیک کہتا ہو تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہو لا لبیک ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام اور تیرا حج مقبول نہین ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و بالکراہۃ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور گاہے حج مکروہ کہلاتا ہو جیا نچہ حج کرنا بلا اجازت اُس شخص کے جس سے اذن لینا واجب ہو جیانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسیطرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اِس شخص پر فرض ہو تو شارح کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہو اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ہو حج مباح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اصل عبادت ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل مین ہو کہ اگر لڑکا گورا خوبصورت ہو تو اُسکے باپ کو جائز ہو کہ اُسکو سفر حج سے منع کرے داڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام

ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہو پہلے سال مین نزدیک ابی یوسفؒ اور امام مالک اور امام محمدؒ کے اور امام اعظمؒ کی اصح روایت مین اسواسطے کہ احتیاط یہی ہو کہ اول سال امکان مین اداے حج ہو کیونکہ سال بھر مین حج کا ایک وقت معین ہو اور موت کا کوئی وقت معین نہین تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہو ابو یوسفؒ کی وہ حدیث دلیل ہو جو امام احمدؒ اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اُسکو جلدی کرنا لازم ہو اسواسطے کہ گاہے آدمی بیمار ہوتا ہو اور راحلہ گم ہو جاتا ہو اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہو کذا فی العینی شرح الکنز اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حج علی الفور فرض نہین بلکہ علی التراخی فرض ہو بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ اے

سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان اداء وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اُسکی گواہی مردود ہوگی حج مین تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہو اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہین ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہو کذا فی البحر اور دلیل اِس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہو نہ کبیرہ یہ ہو کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہو اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی جیانچہ قول سابق کے بیان مین مذکور ہو جکی ظنی ہو نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہین ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے و لہذا فقہا کا اجماع ہو اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر

علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ تعالی بذلک اے لو ناویا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہو کہ اگر مقدور والے نے حج نہ کیا یہانتک کہ اُسکا مال تلف ہو گیا تو اُسکو جائز ہو کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اُسکو قدرت نہو اداے قرض کی اور امید ہو کہ حق تعالے اِسکا مواخذہ نہ کریگا اگر بدون ادا کرنے کے مرگیا بشرطیکہ اُسکو ادا کرنے کی نیت ہو در صورت قدرت جیانچہ یہی قید لگائی ہو عدم مواخذہ کی ظہیریہ مین ہم طحطاوی نے کہا کہ تمرتاشی مین ابو یوسفؒ سے منقول ہو کہ ایسی صورت مین قرض لینا حج کیواسطے لازم ہو علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع

الا بالایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہو مسلمان پر نہ کافر پر اسلیے کہ کافر مخاطب نہین فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق مین اِلّا در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہو اور البتہ ہمنے اِس مسئلہ اصولی کو شرح منار مین محقق کیا ہو ہم یہان سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوتی تو اجمالاً دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہین ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب اداے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی سو شرائط وجوب کی آٹھ ہین بنابر قول اصح کے اسلام[۱] عقل[۲] بلوغ[۳] حریت[۴] وقت[۵] قدرت[۶] زاد قدرت[۷] راحلہ فرضیت[۸] حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہین بقول اصح صحت[۱] بدن کی قدرت زوال[۲] موانع حسیہ امن[۳] راہ عدم[۴] قیام عدت عورت کے حق مین خروج[۵] زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہین احرام[۱] حج زمانہ[۲] خاص مکان[۳] خاص اسلام[۴] کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم بفرضیۃ اما بالکون بدار نا او باخبار عدل او مستورین حج فرض ہو حر مکلف پر جو

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہو یا دار الاسلام میں رہتا ہو یا اوس پر یہ بات پہنچ چکی ہو کہ حج فرض ہے اور شخص کی خبر سے جسکا قول معتبر ہو تو اوس پر حج فرض ہے اور جو کوئی غلام ہو اور مسلمان ہوا ہو اور دار الحرب میں رہتا ہو اور کسی نے اوسکو خبر نہ دی ہو تو اوس پر حج فرض نہیں ہے جب تک اوسکو فرضیت حج کی خبر نہ ہو اور اگر قدرت ہو اور اوسکو جانا چاہئے اور جب دونوں باتیں ہوں اور بیمار و اپاہج نہ ہو تو اوس پر حج فرض ہے اور جسکو معلوم نہیں وہ اوسکا حکم نہیں رکھتا ہے اور جو کوئی کہ جانا فرض نہیں سمجھتا ہے اوس پر حج فرض نہیں ہے اور عبادت والے پر بھی نہیں اور جو آدمی کہ ایسا ہو کہ اوسکو حج کرنے سے روکتا ہو تو قید اور خوف مذکور ہو تو اوس پر حج فرض نہیں اگرچہ مال رکھتا ہو کیونکہ اوسکو جانے کی طاقت نہیں تو بھی اوس پر حج فرض نہیں بنا بر قول مشہور کے امام سے اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہیں کہتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ذی زاد و تحج بہ بدنہ فالمعاد لمثلہ فلو قدر علی خبز و جبن لا بلحم لا یعتبر قادرا فرض ہے صاحب زاد و راحلہ پر اور ایسا توشہ جس سے اوسکا بدن صحیح سالم رہے تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانے کی عادت ہو جبکہ اوسکو روٹی اور پنیر پر قدرت ہو اور گوشت کی قدرت نہ ہو تو قادر نہیں کہا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت سے صحت بدن دشوار ہے و راحلۃ مختصۃ بہ وہو المسمی بالمقتب ان قدر ولا فشق محمل او زاملۃ فرض ہے حج اوس پر جو راحلہ رکھتا ہو جو اوسکے واسطے مخصوص ہو یعنی اوسکو نوبت بنوبت اترنا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو مقتب کہتے ہیں یعنی چھوٹی کاٹھی والا اونٹ سواری کے واسطے کافی ہے اگر اوسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر سوار نہ ہو سکے بسبب مرفہ الحال کے اور نازک مزاج کے تو فرضیت حج کی شرط ہے کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ مرفہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہیں ہو سکتا بلکہ اسطرح اوسکی ہلاکی کا خوف ہے تو ہر شخص کے واسطے وہ راحلہ ہے جس پر وہ پہنچ جاوے کذا فی النہر ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباس نے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد راحلہ سے تفسیر فرمائی راحلہ اوس اونٹ کو کہتے ہیں جو کہ اوسپر بوجھ لادا جاوے اور مطلق مرکب شتر کو راحلہ بولتے ہیں نر ہو یا مادہ کذا فی الصحاح للآفاقی بالزاد والراحلۃ لا لکی یستطیع المشی اس صورت میں راحلہ شرط ہے آفاقی کے واسطے جو کہ مکہ سے دور رہتا ہو مکی کے واسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہو اسواسطے کہ مکہ سے عرفات تک چلنا نماز جمعہ کے واسطے اوس جانے کے مشابہ ہے اور اگر بسبب شدت ضعف کے نہ چل سکے تو اوسکے واسطے بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر وافاد انہ لو قدر علی غیر الراحلۃ من بغل او حمار لم یجب قال فی البحر ولم ار صریحا وانما صرحوا بالکراہیۃ اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدھے پر تو حج واجب نہ ہوگا بحر الرائق میں لکھا کہ میں نے اس مسئلہ کو کتب فقہ میں صریح نہیں دیکھا اور فقہا نے تو گدھے اور خچر کی سواری کی کراہت حج کیواسطے صاف صاف بیان کی ہے یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیۃ تحفۃ الاخیار میں حلبی سے کہا کہ سواے اونٹ کے اور سواری سے حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہیں اسواسطے کہ ہر چند اصل لغت میں راحلہ اونٹ کو کہتے ہیں لیکن یہاں راحلہ سے مراد وہ ہے جس پر سواری ہو وے قہستانی نے تصریح کی کہ راحلہ سے مراد وہ ہے جس پر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اوسپر لادے جاتے اور آتے ہوں انتہی اور شرح مناسک میں ہے کہ شرط وجوب حج یہ ہے کہ مسلمان قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے پر یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ میں مکروہ ہے تکلیف کشی کے سبب سے وفی السراجیۃ الحج راکبا افضل منہ ماشیا یعنی والمقتب افضل من المحارۃ اور سراجیہ میں ہے کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہے پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا اکثر بد خلقی کرتا ہے اور رفیقوں سے سخت کلامی کرتا ہے اور اگر بد مزاج نہ ہو تو پیدل افضل ہے سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہے کہ اوس میں غرور نہیں کذا فی الطحطاوی وفی اجارۃ الخلاصۃ حمل الجمل مائتان وار بعون منا وحمار مائۃ وخمسون والظاہر ان البغل کالحمار اور خلاصہ کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ اونٹ کا بوجھ ۲۴۰ من ہے اور گدھے کا بوجھ ۱۵۰ من ہے اور ظاہر خچر کا بوجھ میں گدھے کے برابر ہے من شرعی ۴۰ استار کا ہے اور استار ساڑھے چھ درم کا ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وہب الاب لابنہ مالا یحج بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلہا وہذا منہا باتفاق الفقہاء خلافا للاصولیین لو اگر باپ

یا غلام احرام باندھکر آزاد ہوگیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر آئی اگلے احرام پر ہر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونون کا فرض حج ساقط نہوگا اسلیے
کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا فلو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفہ بعرفۃ
ونوی حجۃ الاسلام اجزاہ پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہی یعنی
فرضیت ادا ہوگی مگر احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہان دوسرا احرام باندھکر حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد المعتق
ذلک التجدید المذکور لم یجزہ لانعقادہ لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اسکو کفایت نہ کریگا یعنی اسپر سے
فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہوگیا تو اسکو توڑ نہین سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام
لازم نہین تو اسکو احرام توڑنا جائز ہی اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے **والحج فرضہ ثلثۃ الاحرام** اور حج مین تین کام فرض ہین
اول احرام باندھنا فرض وہ ہی جسکے ترک سے حج باطل ہوجاوے اور سال آیندہ مین اسکی قضا لازم آوے وہو شرط ابتداء ولہ حکم الرکن انتہاء حتی لم یجز لفایت
الحج استدامتہ یقضی بہ من قابل اور احرام شرط ہی باعتبار ابتدا کے لہذا اسکی تقدیم حج کے مہینون پر جائز ہی جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہی اور احرام کو
رکن کا حکم ہی باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہوگیا ہو اسکو احرام کا باقی رکھنا تا کہ سال آیندہ اس سے حج کی قضا کرے جائز نہین اور اگر
شرط ہوتا ہر طرح سے تو اسکا باقی رہنا جائز ہوتا **والوقوف بعرفۃ** فی اوانہ سمیت بہا لان آدم علیہ السلام وحوا تعارفا فیہا اور دوسرا فرض عرفات کا ٹھہرنا ہی
اسکے خاص وقت مین عرفات کا نام عرفات اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہما السلام مین وہین تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق اترے پھر بعد
مدت عرفات مین یکجا ہوے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا **ومعظم طواف الزیارۃ** وہما رکنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت ادر دونون یعنی وقوف
عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہین حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہی طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہی اور جماع قبل
طواف سے فاسد نہین ہوتا کذا فی العالمگیریہ **وواجبہ نیف وعشرون** اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہین چنانچہ چھبیس کام ہین چنانچہ شمار واجبات کا
رقم ہندسہ سے معلوم ہوگا واجب وہ ہی جسکے ترک سے حج باطل نہین ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہی **وقوف جمع** وہو المزدلفۃ سمیت بہ لان آدم اجتمع بحوا عم
وازدلف الیہا ای دنا منہا ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہان جمع ہوے اور انسے قریب ہوگئے **والسعی** عند
الائمۃ الثلثۃ ہو رکن **بین الصفا** سمی بہ لانہ جلس علیہ ادم صفوۃ اللہ **والمروۃ** لانہ جلس علیہا امراتہ وہی حوا ولذا انثت ۲- اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان
اور تینون امامون کے نزدیک سعی کرنا رکن ہی صفا اور مروہ دو پہاڑیان ہین مسجد الحرام کے پاس صفا سو اسواسطے اسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اسپر بیٹھے اور
مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امراۃ یعنی عورت اسپر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہین اور اسی واسطے لفظ مروہ مونث ہی مگر بعضے علما نے وجہ تسمیہ یون بیان
کی ہی کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونون نے بیت اللہ مین حرام کاری کی حق تعالی نے انکو پتھر کر ڈالا دونون صورتون کو
دونون پہاڑیون پر لوگون کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم **ورمی الجمار** لکل من حج ۳- اور کنکریان مارنا جمرات ثلثہ پر
ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ منفرد **وطواف الصدر** ای الوداع للآفاقی غیر الحائض ۴- اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف
آفاقی کو سواے حائض کے تو مکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہین **والحلق او التقصیر** ۵- اور سر منڈانا یا بال کترانا **وانشاء الاحرام
من المیقات** ۶- اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے **ومد الوقوف بعرفۃ الی الغروب** ان وقف نہارا ۷- اور دراز کرنا
وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن مین وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقت کو جمع کرنا واجب ہی **والبدایۃ بالطواف من الحجر الاسود** علی الاشبہ
لمواظبتہ علیہ السلام وقیل فرض وقیل سنۃ ۸- اور واجب ہی حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنابر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ ابتدائے طواف حجر اسود سے

گرینقطہ ادا بعضون کے نزدیک واجب ہی اور بعضون کے نزدیک سنت ہی والتیامن فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹ اور طواف کو اپنے داہنی طرف سے کرنا
یعنی قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے بعد عمرہ کے اور وہ دروازہ بیت اللہ کی ہی والمشی فیہ لمن لیس لہ عذر یمنعہ
۱۰ اور طواف میں بغیر عذر کے پیادہ چلنا اور اگر سوار ہو کر طواف کیا تو دم واجب ہی اور واجب ہی طواف میں اپنے پاؤن چلنا جسکو پیادہ کہتے ہیں تو جو شخص نذر مانے اور
طواف کی زمین پر گھسٹکر تو اسپر پیدل طواف کرنا لازم ہی اور اگر نفل طواف زمین پر گھسٹکر شروع کیا تو اسکو طواف میں پاؤن سے چلنا افضل ہے
والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب قیل والحقیقیۃ من ثوب وبدن ومکان الطواف والاکثر علی انہ سنۃ مؤکدۃ کما فی شرح اللباب ۱۱ اور طواف میں
طہارت نجاست حکمی سے واجب ہی بنابر قوی مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہی کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب ہی
اور اکثر علما کا یہ قول ہی کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہی نہ واجب جیسا لباب المناسک کی شرح میں مذکور ہی وستر العورۃ فیہ وکشف ربع
عضو کالکشف فی الصلوۃ یجب الدم ۱۲ اور ستر کا ڈھکنا طواف میں اور چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف میں فرض کرنا واجب ہوتا ہی چنانچہ کشف
عضو کا بیان کتاب الصلوۃ میں گذرا وبدایۃ السعی بین الصفا والمروۃ من الصفا لو بدأ بالمروۃ لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳ اور صفا اور مروہ
کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کرے تو شوط اول میں اسکا شمار نہو گا قول اصح میں یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک
یہ شوط اول میں داخل نہین بسبب ترک واجب کے کیونکہ شوط اول عبارت ہی ابتدا سے صفا کے مروہ تک والمشی فیہ ای فی السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴ اور
چلنا سعی میں جسکو چلنے میں کچھ عذر مانع نہین چنانچہ طواف میں مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵ اور ذبح کرنا بھیڑ بکری کا قارن
اور متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہا ای طلیہ دم قیل نعم فیو صی بہ ۱۶ اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہی سات بار بیت اللہ
کے گرد گھومنے کے بعد کوئی طواف کیوں نہو یہانتک کہ طواف نفل میں بھی دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا تو اسپر خون کرنا
کیا واجب ہی بعضے علمانے کہا کہ ہان واجب ہی تو اگر قبل ذبح کے موت اسکو آوے تو ذبح کرنیکی وصیت کرجاوے والترتیب الاتی بیانہ بین الرمی والحلق
والذبح یوم النحر ۱۷ اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اس ترتیب کا آویگا واما الترتیب
بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شئ علیہ ویکرہ لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے
کے درمیان میں ہی سو تو سنت ہی واجب نہین تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اسپر لازم نہین لیکن مکروہ تنزیہی ہی بسبب ترک سنت کے
انتہی لباب المناسک وسیجی ان المفرد لا ذبح علیہ فتحققہ اور آگے آویگا کہ مفرد پر یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران اور بلا تمتع اسپر ذبح واجب نہین اور
تحقیق اسکی باب الجنایات میں ہم آپ تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیارۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸ اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارۃ
کا اسی دن میں قربانی کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹ اور واجبات سے ہی طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ حطیم جگہ
ہی جو بیت اللہ کے جانب مغرب اور شمال واقع ہی اسکے گرد چھوٹی دیوار ہی کمان کے مانند حدیث صحیح میں ثابت ہی کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں بیت اللہ
کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت میں جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کردیا ہی جب حطیم بیت اللہ میں داخل ہی تو
طواف میں اس کا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اسکا بیت اللہ میں بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف
معتد بہ ۲۰ اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہی یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد ہی واسطے کہ دو تین شوط سے طواف معتبر نہین وتوقیت الحلق
بالمکان والزمان ۲۱ اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص میں یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام نحر میں واجب ہی وترک المحظور
کالجماع بعد الوقوف ۲۲ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہی چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہی

حج کا و لبس المخیط ۲۳- اور جیسے سِئے لباس کے پہننے کو ترک کرنا وتغطیة الراس والوجہ ۲۴- اور سر کو ڈھکنا ۲۵- اور چہرے کو ڈھکنا وانما بدان کل
ما یجب بترکہ دم فہو واجب صرح بہ فی الملتقی وسیتضح فی الجنایات اور قاعدۂ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس فعل کے ترک کرنے سے ذبح کرنا
واجب ہو سو وہ فعل واجب ہے یہی تصریح ہے ملتقی مین اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہے اُسکا بیان باب الجنایات مین واضح ہوگا ہم شارح نے بعد
شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵- امور مین منحصر نہین اسواسطے کہ کوچ کرنا عرفات سے
امام کے ساتھ واجبات سے ہے اور حالانکہ اسکو نہ مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیة الطحطاوی شرح دقایہ اور درر مین پانچ چیزون کو واجب کہا
یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہے کہ سواے فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال
سنت ہین یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ واجبات پانچ مین منحصر نہین اور ایسے مقام مین شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہے کذا فی منح الغفار فائدہ جلیلہ
اکثر کتب مین افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات مین شمار کیا ہے اور بعضی کتابون مین دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہے چنانچہ ملتقی الابحر سے شارح نے
نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہین جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات مین اسکی خود تصریح موجود ہے لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵
واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرہا سُنن وآداب کان یتوسع فی النفقة ویحافظ علی الطہارة وعلی صون لسانہ اور فرائض
اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہین اور مستحب چنانچہ کشایش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اوپر اسلیے کہ حج مین خرچ کرنا ثواب مین
جہاد کے خرچ کے برابر ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہے
علی الخصوص حج مین زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہے قال اللہ تعالیٰ (فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) ویستاذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ
اور مستحب ہے حج کی اجازت لینا اپنی مان اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکے کہنے سے اُسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکے بدون
امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیة الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلہم ویلتمس دعاءہم اور مستحب ہے
محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہونا اور اپنے دوستون سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعاے خیر کرین اور مستحب ہے دوستون اور آشناؤن سے
اپنے قصور معاف کروانا اور اُنسے دعا کی درخواست کرنا اور فتح القدیر مین ہے کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستون
کو اُسکے پاس آنا چاہیے ویتصدق بشیء عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس ففیہ خرج علیہ السلام فی حجة الوداع او الاثنین او الجمعة بعد التوبة والاستخارة
اے فی انہ ہل یشتری او یکتری وہل یسافر براً او بحراً وہل یرافق فلاناً او لا لان الاستخارة فی الواجب والمکروہ لا محل لہا وتمامہ فی النہر اور
مستحب ہے کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع ہے بلا کا اور سنت ہے سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے حجة الوداع مین اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہے بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی اسمین استخارہ کرے
کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی مین کرے یا دریا مین اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نہ کرے اور یون نہ استخارہ کرے
کہ مین حج کرون یا نہ کرون اسواسطے کہ واجب اور مکروہ مین استخارہ بےموقع ہے ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ٭ اور پورا بیان اسکا
نہر الفائق مین ہے اور باقی مضمون نہر الفائق کا یون ہے کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری
رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث مین ثابت ہے پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جنکی حق تلفی کی ہو اُنسے معاف
کراوے اور جسکا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اُسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات مین قصور ہوا ہو اُنکی قضا کرے اور اپنے
گناہون سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر اُن گناہون کو نہ کریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار مین ان نجاسات کو لیجانا

[illegible] کوشش [illegible]

[illegible]

[illegible] طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھے اور سفر حج میں [illegible]

[illegible] سفر میں [illegible]

جدال [illegible] فتح القدیر میں ہے کہ تحصیل نفقہ حلال میں کوشش بلیغ لازم ہے اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہیں ہوتا اگرچہ فرض ساقط
ہوجاتا ہے [illegible] اور عدم قبول حج میں کچھ مخالفت نہیں عدم قبول کے یہ معنی کہ ثواب حاصل نہیں ہوتا اور سقوط کا یہ مطلب کہ آخرت میں عذاب نہیں
ہوتا کہ تارکین حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ جب آدمی کے پاس حلال مال نہ ہو اور اس میں کچھ شبہہ ہو حرمت کا تو حیلہ یہ ہے کہ [illegible] قرض لیوے
قرض لے اور اپنے اس مال سے قرض کو ادا کرے اور رفیقوں میں ہر حال کا خرچ دیجاوے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ میں تقوی اختیار کرے اور ذکر
اللہ کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگوں کی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریۃ اور سفر کی [illegible]
[illegible] وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرلے یا لکھ لے تاکہ انکو اپنے وقت پر پڑھا کرے اور مستحبات اور آداب [illegible] بقدر ضرورت مذکور ہوئے
[illegible] اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے طواف القدوم اور طواف میں رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو تیر میلوں کے درمیان شتاب چلنا
اور ایام حج کی راتوں میں منا میں رہنا اور عرفہ کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کی طرف جانا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہے
کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ میں رات کو رہنا سنت ہے اور جمرات ثلثہ کی رمی میں ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الجوہرۃ اور ممنوعات حج دو قسم ہیں
ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھ طرح پر ہے جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرے کو ڈھانکنا اور سیا ہوا کپڑا پہننا اور
دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر میں کرے جیسے شکار کرنا اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریۃ **واشہرہ شوال وذو القعدۃ**

[illegible] وعشر ذی الحجۃ بکسر الحاء والفتح وعند الشافعی لیس منہا یوم النحر وعند مالک ذو الحجۃ کلہ عملا بالآیۃ قلنا اسم الجمع یشترک فیہ ما وراء الواحد
حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینوں میں نہیں ہے اور امام
مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینوں میں داخل ہے بدلیل آیت قرآنی کہ حق تعالی نے فرمایا (الحج اشہر معلومات) یعنی حج کے مہینے معلوم ہیں
[illegible] میں لفظ اشہر جمع ہے اور اقل جمع تین ہے شارح کہتا ہے ہم جواب دیتے ہیں امام مالک کے استدلال کا کہ جمع میں ما وراء واحد بھی مشترک ہے
یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید میں ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (فقد صغت قلوبکما) یعنی تم دونوں کے دل مائل ہیں تو قلوب
جمع ہے اور مراد تثنیہ ہے یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو مصرح کیا ہے تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق اولی
صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ میں دیا **وفائدۃ التوقیت انہ لو**
فعل شیئا من افعال الحج خارجہا لا یجزیہ اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہ ہے کہ اگر افعال حج میں سے کوئی فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت
نہ کریگا یعنی مثلاً اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھیں شوال سے تو جائز نہیں یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے
تو صحیح نہیں اور احرام باندھنا اشہر حج میں مکروہ نہیں اور اس سے قبل جائز ہے مع الکراہت جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ شارح کو
لازم تھا کہ بجائے لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے [illegible] کرتا ہے مگر حلال نہیں
تو شارح نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہیں لیکن حلال نہیں بلکہ حرام ہیں کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الچلپی

اور انہ یکرہ الاحرام بہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظورات لشبہتہ بالرکن کما مر واطلاقہا یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہی احرام باندھنا قبل ان مہینون
کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان فرائض حج مین گذرا
اور مطلق ہونا کراہت کا تحریم کا مفید ہو یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہی والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ موکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر مین ایکبار
سنت موکدہ ہی بنابر قوی مذہب کے اور بعضے علماء حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ مین
وجوب اسکا عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید مین ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کے واسطے اس آیت مین اتمام
کا صیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہی وجوب کا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب
دیتے کہتے ہین کہ آیت مین امر ہی اتمام کا اور اتمام نہین ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسکے تو ہم قائل ہین کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہی
عمرہ مشتق ہی اعتمار سے اور اعتمار لغت مین آباد مکان کی طرف جانیکو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی وحلق
او تقصیر اور شرع مین عمرہ عبارت ہی احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہما
واجب ہو اور مختار سو احرام باندھنا عمرہ مین شرط ہی اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہی اور باقی واجب ہی اور یہی قول
مختار ہی یعنی سعی اور حلق کا عمرے مین واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی مین ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا
کرتا ہی اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی
کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہی عمرہ کرنا تمام سال مین سوا ایام منہیہ کے اور مستحب ہی رمضان شریف مین ہم سنن ابی داؤد مین
عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان مین عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنیکے برابر ہی اور نسائی مین عبداللہ
سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہون کو دور کرتے ہین جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہی وکرہت
تحریما یوم عرفۃ والاربعۃ بعدہا ای کرہ انشاءہا بالاحرام حتی یلزم دم وان رفضہا لا اداءہا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا لم یکرہ لج
وعلیہ فالاستثناء الثانیۃ القارن منقطع فلا یختص بیوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہی عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے بعد چار دن
اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنون مین مکروہ ہی یہانتک کہ اسپر ذبح کرنا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے
اسکا ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنون مین مکروہ نہین چنانچہ قران کرنے والے کو حج نملا اسواسطے ان دنون مین
عمرہ کیا تو مکروہ نہین کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثناء ثانیہ کا قارن کو استثنائے منقطع مین داخل ہی یعنی خانیہ مین جو یون
کہا ہی کہ عمرہ ان دنون مین مکروہ ہی مگر قارن کو مکروہ نہین تو یہ استثناء متصل نہین بلکہ منقطع ہی اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہی
اور مکروہ ان دنون کا احرام ہی تو مستثنے داخل نہین مستثنے منہ مین اسی کا نام منقطع ہی پھر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن
عمرہ مکروہ ہی تو کراہت فقط عرفے کے دن کو مخصوص نرہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہی والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزہا
مرید مکۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہین پانچ ہین م مواقیت جمع ہی میقات کی لفظ
میقات مشترک ہی درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہان مکان ہی کذا فی المنح تبعا للبحر اور نہر الفائق مین ہی کہ میقات عبارت ہی وقت معین
سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہی اور جوہری کا صحاح مین یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہی وہ ہمارے قول کے مخالف نہین اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہین تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز مین اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دھوکا کھایا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ

معلوم کرنا چاہیے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے ثبوت ملتی کہ بزرگی دی اسکو اللہ تعالی نے قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اسکا طواف بنایا اور بیشتر اسکے مسجد الحرام کو امان قرار دیا اور حرم کو اسکا پہلو ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجرا گاہ قرار دیا اور وہان سے احرام باندھنا واجب کیا اس بقعہ مبارک کے اظہار شرف کے واسطے تو آدمیوں پر سب جو مکہ میں داخل ہوں خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت تجارت خواہ بہ نیت تجارت ہر صورت احرام واجب ہے

ذو الحلیفۃ بضم فتح مکان علی ستۃ امیال من المدینۃ وعشر مراحل من مکۃ تسمیہا العوام ابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون انہ قاتل الجن فی بعضہا وہو کذب ایک میقات ذو الحلیفہ ہو بضم حا وفتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہو مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہو مکہ معظمہ سے وہان کے کنوئین کو عوام بیر علی کہتے ہین انکا گمان یہ ہو کہ علی مرتضی نے جنون سے قتال کیا وہان کے کسی کنوئین مین اور حالانکہ یہ جھوٹ ہو کوئین ثابت نہین یہ میقات بہ اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہ میقات دور ہو مکہ معظمہ سے وذات عرق بکسر فسکون علی مرحلتین من مکۃ اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی یہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہو جانب مشرق کے وجحفۃ علی ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہو قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اسکو رابغ کہتے ہین کذا فی النہر اور یہ قریہ ہو مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات ہو اہل مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقرن علی مرحلتین من مکۃ وفتح الراء خطاء ونسبۃ اویس الیہ خطاء آخر اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہو عرفات سے نظر آتا ہو مکہ سے دو منزل ہو اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہو جوہری کی اور اویس کی نسبت کرنا اسکی طرف دوسری خطا ہو اسواسطے کہ اویس قرنی اس قبیلہ کیطرف منسوب ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی المنح ویلملم جبل علی مرحلتین ایضا اور یلملم بفتح مثناۃ تحتانی و دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہو یہ بھی دو منزل پر ہو مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدنی والعراقی ذو الحلیفہ میقات ہو اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہو اہل عراق کا عراق اس ملک کا نام ہو جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہو اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہو والشامی الغیر المار بالمدینۃ بقرینۃ ما یأتی در جحفہ میقات ہو اس شامی کا جو مدینہ میں ہو کر مکہ مین نہین آیا یہ قید شارح نے بقرینہ آیندہ لگائی والنجدی والیمنی لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہو اہل نجد کا اور یلملم میقات ہو اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے ذکر کیا واسطے اختصار کے دیکھو اول قول ہے عرق العراق یلملم الیمنی وبذی الحلیفۃ یحرم المدنی والشام جحفۃ ان مررت بہا ولاہل نجد قرن فاستبنہ اور جمع کیا ہو مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول مین تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہو اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہو اور واسطے شام کے جحفہ اگر گذرے تو اس شامی جحفہ کی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہو سو ظاہر سمجھ لے وکذا ہی لمن مر بہا من غیر اہلہا کالشامی یمر بمیقات اہل المدینۃ فہو میقاتہ قال النووی الشافعی وغیرہ اور اسی طرح یہ مکانات انکے واسطے بھی میقات ہین جو ان مکانات کی طرف ہو کر نکلے دوسری طرف والا جیسے شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے تو وہی اسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ ادھر گیا ذو الحلیفہ مین ہو کر نکلا تو اب یہین سے اسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہو ہم شارح نے اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہو حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وقال لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لاشیء علیہ علی المذہب اور علما نے کہا ہو کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اسکا احرام باندھنا اس میقات سے افضل ہو جو مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام باندھنے مین دوسرے میقات تک تو اسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہین بنا بر قوی مذہب کے وعبارۃ اللباب سقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہو کہ ساقط ہو گیا اسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اسپر لازم ہو گیا تھا جب دوسرے میقات پر اسنے احرام باندھا تو اسپر سے ذبح

کرنا ساقط ہوگیا ولو لم یدر بہا تحری واحرز اذا حاذی احدہا وابعدہا افضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی
میقات نہ ملے تو وہاں سوچے اور اٹکل کرے اور وہاں سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے
مقابلہ ہوتا ہو تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا ہوتا ہو یا اٹکل میں نہ آتا ہو تو جب مکہ معظمہ دو
منزل پر رہے تو وہاں سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات دو منزل سے کمتر نہیں وحرم تاخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی
الحرم ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اُس باہر والے کے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور
حاجت کے واسطے وہاں گیا سوائے حج اور عمرے کے اسواسطے کہ احرام اِس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو یہیں ہر طرح کے جانیوالے برابر ہیں اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ میں بلا احرام تشریف لیگئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ میں اسکی تصریح موجود ہے کذا فی المنح اما لو قصد موضعا
من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وہو حیلۃ لمن یرید ذلک الا المامور بالحج لمخالفتہ لیکن اگر آفاقی
یعنی باہر والا حرم کے سواحل میں کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو اسکو میقات
سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں ملگیا اور وہاں کے لوگوں کو مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے تو اسکو بھی بلا احرام
جانا جائز ہے اور یہ حیلہ ہے اُس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہیں بسبب اُسکی مخالفت کے
اسواسطے کہ اُسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو تو اسکا حج
مکی ہوگیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریائے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور رسال ہے کے درمیان کنارے پر
پہونچا تو اسکو جائز نہیں کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور
نے احرام حج کا باندھا تو اُسکو عمرہ کر کے احرام چھوڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہراً اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام
حج کے قریب ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھ آوے تو جائز ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا البحر وصح تقدیمہ لاحرام علیہا بل ہو الافضل
ان فی اشہر الحج وامن علی نفسہ حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور اپنی ذات
پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے
اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاہل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکا للحرج کما لو جاوزہا حطابوا مکۃ
اور ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ عین میقات میں ہوں یا علیحدہ حرم کی طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بوجہ
تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تاوقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہوگا جیسے حلال
ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والوں کو جو لکڑیوں کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر کوئی وہاں سے بھی باہر نکلے گا تو وہ
آفاقی ہو جاویگا اب اُسکو بدون احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فہذا میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اسکا میقات
حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہے وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول و تشدید لام اُس موضع کو کہتے ہیں جو مواقیت اور حرم کے
درمیان ہے والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والوں کا یعنی جو حرم کے اندر ہیں اُنکا میقات حج کے واسطے حرم ہے جہاں
اپنے گھروں کے اندر سے احرام باندھیں اور عمرے کیواسطے حل میقات ہے تحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچھ
سفر کرنا ثابت ہو اسلیے کہ حج ہوتا ہے عرفات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے بیت اللہ

ہین دو دو حرم یمین ہی تو جب عمرے کا احرام حل مین باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھنے کا اجر دونون سے فوت ہین سفر کا مضمون پایا گیا اور تنعیم حل کی اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہی اور تنعیم ایک مکان کا نام ہی مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہین سے احرام باندھین ونظم حدود الحرم ابن المقرى فقال سعد للحرم التحديد من ارض طيبة ثلثة امیال اذا رمت اتقانه وسبعة امیال عراق وطائف وجدة عشر ثم تسع جعرانة ومن يمن سبع بتقديم سينها وقد كملت فاشكر لربك احسانه اور ابن المقری نے حرم کی حدون کو یون نظم کیا ہی کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہی جبکہ اے مخاطب تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے اور جدہ کیطرف سے دس کوس ہی پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہی اور یمن کیجانب سے سات کوس ہی اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہوگئی سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا بتقدیم سین ہے تا تسعہ کے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل في الاحرام

وصفة المفرد بالحج اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہی مفرد بالحج اسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام مین نکرے من شاء الاحرام جو احرام کا ارادہ کرے حم احرام لغت عرب مین دخول في الحرمة کو کہتے ہین یعنی حرمت مین داخل ہونا اور شرع مین احرام عبارت ہی حرمات مخصوصہ کے داخل ہونے سے بشرط نیت مع الذکر یا سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنهر الفائق وهو شرط صحة النسك كتكبيرة الافتتاح للصلوة فالصلوة والحج لهما تحريم وتحليل بخلاف الصوم والزكوة اور احرام شرط ہی حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہی تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہی بخلاف صوم اور زکوة کے کہ انکے لیے تحریم و تحلیل نہین ہم نسک بمعنی مطلق عبادت کے ہی لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہی ثم الحج اقوى من وجهين الاول ان القضاء يلزمه مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوة پھر حج قوی تر ہی نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہی کہ حج کا قضا کرنا بہر صورت لازم ہی اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہی اور اُسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اسکو ادا کرنا لازم ہی اور اگر ترک کریگا تو اُسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اُسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر الثاني انه اذا اتم الاحرام بحج او عمرة لا يخرج عنه الا بعمل ما احرم به وان افسده الا في الفوات فبعمل العمرة والاحصار فبذبح الهدي دوسری وجہ یہ ہی کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ نکلے اُسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اسکو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے مین البتہ احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلاً حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین (حصر یعنی روکے جانا) مگر دو صورت مین ایک یہ ہی کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہی کہ بسبب احصار کے حج کے واسطے نجاسکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اُسمین کا حکم بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہی مثلاً ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہی اور کوئی چیز اُسپر لازم نہین کذا فی حاشية الطحطاوي توضأ وغسله احب وهو للنظافة فيستحب لحائض ونفساء وصبي جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اُسکا مستحب ہی اور یہ غسل صفائی وستھرائی کے واسطے ہی نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین بھی غسل کرنا مستحب ہی ولا التيمم له عند العجز عن الماء ليس بمشروع لانه تلوث بخلاف جمعة وعيد ذكره الزيلعي وغيره ولكن سوى في الكافي بينها وبين الاحرام ورجحه في النهر اور تیمم کرنا احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت مشروع نہین اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہی نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عید کے کہ اُنمین تیمم مشروع ہی اگر غسل کیواسطے پانی نہ ملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور کافی مین جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کہا ہی اور

فصل في الاحرام

کافی کی روایت کی ترجیح دی ہے نہر مین اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ مٹی ملوث اور متغیر ہے کذا فی النہر وشرط لنیل السنۃ ان یحرم وہو علی طہارتہ اور شرط غسل کی واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہے کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹیگا پھر احرام باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن البنایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق راسہ ان اعتادہ والا فتسریحہ اور غسل کی طرح مستحب ہے احرام کرنیوالے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھون کا کترانا اور زیر ناف کے بالون کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہون تو انہین کنگھی کرے ہم بدن اور بالون کا گرد اور غبار اور میل چھڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی وجماع زوجتہ او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو جیسا کہ حیض ولبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندھے ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی کتفہ الایسر فان زرہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہ ہے کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کرکے اپنے بائین مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر مین گھنڈی لگائی یا اسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن یہ قصور نہین کہ ذبح کرنا اسپر لازم آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف تہ بند اور چادر نئی ہون یا دونون پرانی دھوئی پاک سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہے اور یہ جو مذکور ہوا تہ بند اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا والا احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہے وطیب بدنہ ان کان عندہ لا ثوبہ بما یبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن مین خوشبو لگا دے اگر اسکے پاس ہو اور نہو تو کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو لگا دے جسکا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح تر ہے دوسرے قول سے ہم بدن مین خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہے ظاہر الروایت مین خواہ اسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مین نے مشک لگایا اور اسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست نہین جو نمودار ہو وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اسوقت مین جو مکروہ نہین اور کافی ہے اسکو نماز فرض ما نند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے (اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی) یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہے کہ حج مین مشقت زیادہ ہے اور مدت دراز اسکے ادا کرنے مین لگتی ہے تو اسمین درخواست آسانی کی مناسب ہے اور قبول ہونیکی خواہش کی قید باقتدا دعاے ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کے کہ دونون حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بلا شک تو سمیع اور علیم ہے وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اسمین آسانی کی دعا ضرور نہین اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعممہ الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الہدایۃ اولی اور بعضے علماء نے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمد سے روایت کی کہ نماز مین بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت مین اسکو عام کہا ہے اور جو ہدایہ مین ہے وہی بہتر ہے ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بقلبہ لکن بشرط مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ وان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہے شروع حج کا بطریق کامل ورنہ الا حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہے اگرچہ دل ہی مین نیت حج کی کرکے زبان سے

ذکر سے تلبیہ ... متصل کرنے نیت کے ساتھ تلبیہ یا ذکر کے جس سے تعظیم رب تعالیٰ مقصود ہو جیسا کہ بیچ نیت کے سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہے
اگر فارسی زبان میں کرے اگرچہ زبان عربی جانتا ہو اور محرم لبیک کہے نیت کے ساتھ یعنی دل میں اسواسطے کہ زبان سے پڑھنا دوسرا امر ہے زیادہ سنت ہو
سنت ہو اور نیت کو نہ زبان سے شرط نہیں ہاں مستحب ہے اور تلبیہ یہ ہے لبیک اللہم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد
والنعمۃ لک والملک لاشریک لک اور بنا بر مذہب درست کے ان الحمد زبر سے اور زیر سے پڑھنا دونوں درست ہیں یعنی حاضر ہوں تیری
خدمت میں حاضر ہوں تیری اور تیری بندگی میں بار بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں حاضر ہوں تیری خدمت میں بلا شک سب تعریفیں اور سب نعمتیں تیرے واسطے
ہیں اور بادشاہی تیری ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں فقہاء ان کا ہمزہ کسرہ سے پڑھنا صحیح ہے اور فتحہ بھی جائز ہے اور نعمت کی ت کو فتحہ دو نعمت لک مبتدا
اور خبر بنا کر اور اس صورت میں ت کو ضمہ ہوگا یہ تلبیہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح احرام کے وقت فرماتے
تھے اور نہ یا قیہا ای ینقص الالفاظ اور زیادہ کرے بنا بر مستحب ہونے کے ان تلبیہ میں یعنی ان تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا بڑھانا مستحب ہے اور ان تلبیہ کے
الفاظ کے اندر اور الفاظ کو زیادہ کرنا نہیں ہے جس کی مانند یہ ہیں کہ بعد تلبیہ ماثورہ کے یوں کہے لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل لبیک
الہ الحق غفار الذنوب لبیک کذا فی الخ ولاینقص منہا فانہ مکروہ تحریما لقولہم انہا مرۃ شرط والزیادۃ سنۃ ویکون مسیئا بترکہا وبترک رفع الصوت
بہا اور ان تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نہ کرے اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہے بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایکبار کہنا شرط ہے اور ایکبار سے زیادہ کہنا
سنت ہے اور محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ میں آواز بلند کرنے سے بدکار ہوتا ہے واذا لبی ناویا فسکا او ساق الہدی او قلدا ی ربطا
قلادۃ علی عنق بدنۃ نفل او جزاء صید قتلہ فی الحرم او فی احرام سابق ونحوہ کجنایۃ ونذر ومتعۃ وقران اور جب لبیک کہا حج کی نیت کرکے یا ہدی کو
ہانک لیچلا یا نفل کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم میں یا احرام سابق میں قتل کیا تھا اسکے بدلے کے اونٹ یا گائے
کی گردن میں پٹا ڈالا اور مانند اسکے کسی قصور اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا وتوجہ معہا والحال انہ یرید الحج
اور خود لیچلا اس اونٹ یا گائے کو حج کے قصد پر وہل العمرۃ کذلک یعنی نعم اور کیا عمرہ بھی امور مذکورہ میں حج کے مانند ہے یوں لائق ہے جواب دینا کہ
ہاں عمرہ بھی حج کے مانند ہے یعنی انہیں افعال سے عمرے کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے او بعثہا ثم توجہ ولحقہا قبل المیقات فلو بعدہ لزمہ الاحرام بالتلبیۃ
من المیقات یا اونٹ یا گائے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کردیا پھر خود متوجہ ہوا اور اسکو ملگیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اسکو احرام کرنا
میقات سے لبیک کہکر لازم ہوگا یعنی اس صورت میں پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے ہوگا او بعثہا المتعۃ او قران وکان التقلید والتوجہ فی
اشہرہ والا لم یصر محرما حتی یلحقہا او توجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلحقہا استحسانا فقد احرم لان الاجابۃ کما تکون بکل ذکر تعظیمی تکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ
یا گائے کو تمتع یا قران کے واسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینوں میں واقع ہوا اور اگر دونوں کام موسم حج میں نہوے تو یہ شخص
محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گائے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گائے کو روانہ کیا اور خود متوجہ ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اسکو قبل میقات
کے نہ ملا بنا بر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہوگیا ان سب صورتوں میں اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح ہر تعظیمی ذکر سے ہوتی ہے اسیطرح ہر ایک اس فعل سے
ہوتی ہے جو فعل کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہیں ہم نے احرام جو اذا لبی کی خلاصہ یہ ہے کہ احرام کا ثبوت دو طرح
سے ہے ایک یہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حج کی نیت کرکے یہ افعال مذکورہ بشروط متصلہ عمل میں لاوے ثم تعقد الاحرام
لا یتوقف علی نیۃ النسک لانہ لو ابہم الاحرام حتی طاف شوطا واحدا صرف للعمرۃ شارح کہتا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہیں مخصوص حج یا عمرے
کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی احرام باندھنے کے وقت بالخصوص حج یا عمرے کا خیال دل پر نہ آیا یہاں تک کہ بیت اللہ کے گرد ایکبار گھوما

تو اس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے چاہے عمرے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج
نفل کی تعیین نہ کی تو فرض حج کیطرف پھیرے یعنی فرض حج اس احرام سے ادا کرے اور اگر اسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل ہی حج صحیح ہوگا اگرچہ اسنے ہنوز فرض حج کیا
کذا فی شرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعر بالجرح سنامہا الایسر او جللہا بوضع الجل او بعثہا لا لمتعۃ وقران ولم یلحقہا کما مر وقلد شاۃ لا یکون محرما لعدم
اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنی کوہان کی بائیں طرف ہلکا سا زخم کر دیا کہ ہدی کا نشان ہو جاوے یا اسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اسکو روانہ کیا
بنیت تمتع یا قران کے اور اسکو جا کر نہ ملگیا چنانچہ ملجانے کا مسئلہ مذکور ہوچکا یا بھیڑ بکری کی گردن میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہ کام حج
یا عمرے کیواسطے مخصوص نہیں ہیں اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہے اور صاحبین کے نزدیک
خوب ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے ابو جعفر طحطاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ رح کے نزدیک مکروہ نہیں
اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور امام رح نے مکروہ نہیں کہا مگر اس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام رح نے انکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے انہنے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسطرح زخم لگاوے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے علما
نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کی نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز وبعدہ ای الاحرام یا بولہ یتقی
الرفث ای جماع النساء او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق ای الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے فوراً اجتناب
کرے اور رفث یعنی عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الہی کے چھوڑنے
سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق میں یہ زیادہ ترقبیح ہے یعنی خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خرخشہ نہ کرے بلکہ انکی سخت گوئی اور
زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہیں فرمایا (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ
فی الحاضر والدلالۃ علیہ فی الغائب ومحل تحریمہا ما اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے
اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتا دینے سے
اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہاں حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے محرم پر
کچھ جرم نہیں قول اصح میں والتطیب وان لم یقصدہ وکرہ شمہ اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن میں خوشبو لگاوے
نہ کپڑے میں اور مکروہ ہے سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلہ او بعضہ کفمہ
وذقنہ ثم فی الخانیۃ لا باس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا چنانچہ اپنا منہ اور ٹھڈی
بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہاں خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والراس بخلاف المیت وبقیۃ البدن اور پرہیز کرے
سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مرجاوے تو اسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہیں اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی
بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ہو ممنوع نہیں لیکن اس حالت میں مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل علی راسہ ثیابا کان تغطیۃ لا حمل عدل وطبق
فالم یتبد یوما ولیلۃ فعلیہ صدقۃ اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑوں کو اٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اٹھانے سے
ڈھکنا ثابت نہوگا جب تک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا م
خانیہ میں ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہیں بطور عادت کے اسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس کرنے کی

لازم نہیں جیسا کہ تبیین اور بحر میں ہے تو کسی شک سے لازم نہیں ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال لو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب راسہ او وجہہ کرہ والا فلا باس بہ
دو نماز سے کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اُسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہی اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہیں وغسل
راسہ ولحیتہ بخطمی لانہ طیب او یقتل الہوام اور محرم بچاوے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی کے دھونے سے اسواسطے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار
چیزوں میں داخل ہی تو دم دینا محرم پر لازم ہوگا یا اسلئے کہ خطمی کیڑوں کو مارتی ہی اور بالوں کو نرم کرتی ہی اور صاحبین کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا بخلاف
صابون و دلوک والاشنان اتفاقا بخلاف صابون اور مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزوں سے بالوں کو دھویگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے
اسپر کچھ لازم نہوگا ہم دلوک بفتح دال مسور کے آٹے کو کہتے ہیں جس سے ہاتھ دھوتے ہیں اور اشنان ایک گھاس ہی کہ میل کو صاف کرتی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
زاد فی الجوہرۃ والسدر وہو مشکل زیادہ کیا ہی جوہرہ میں کہ بیر کے پتوں سے بال دھونے میں باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہیں آتا اور یہ تو مشکل ہی
وجہ اشکال کی یہ ہی کہ خطمی اور بیر دونوں سے کیڑے مرتے ہیں اور بال نرم ہوتے ہیں تو لائق یوں تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ
واجب ہوتا کذا فی منح الغفار الطحطاوی محشی نے کہا کہ یہ امر توی یا بدن میں زیادہ تر قوی ہی باوجود خوشبو کے واللہ اعلم وقصہا ای اللحیۃ وحلق راسہ
وازالۃ شعر بدنہ الا الشعر الثابت فی العین فلا شئ فیہ عندنا اور بچے محرم داڑھی کترنے سے اور اپنے سر کے منڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے
مگر وہ بال جو آنکھ کے اندر ہیں جسکو پڑبال کہتے ہیں تو اسکے دور کرنے میں کچھ نہیں ہمارے نزدیک اگر محرم کو بالوں کا دور کرنا اسیطرح جائز نہیں نہ کترنے سے نہ مونڈنے
سے نہ اکھاڑ ڈالنے سے نہ نورہ لگانے سے کذا فی المنح ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر بدنہ او بعضہ کزردیۃ وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتے اور پاجامے
کے لباس سے یعنی اُس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہی اسطرح پر کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے دوخت
کے سبب سے یا چپکانے سے یا کسی اور طرح پر جیسے لوہے کی زرہ اور بارانی کے مانند دامن دراز ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز
الا ان یزرہ او یخللہ اور بچے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونوں آستینوں میں اپنے ہاتھ ڈالے تو اسطرح کا پہننا جائز ہی مگر یہ کہ اسکو گھنڈی سے یا کانٹے
سے اٹکا دے تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہر اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ از قبیل لباس معتاد کے ہی ویجوز ان یرتدی بالقمیص والجبۃ
ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور باتفاق یہ جائز ہی کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اسکو سونے وغیرہ میں بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ
سر اور چہرہ کو نہ ڈھنکے وعمامۃ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین عند معقد الشراک فیجوز لبس الذر موزۃ لا الجوربین اور بچے
پگڑی اور ٹوپی اور موزوں کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونوں موزوں کو دونوں کعب کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہاں قدم کا درمیانی والا جو
مراد ہی جہاں نعل کا تسمہ لٹکایا جاتا ہی کعب سے یہاں ٹخنہ مراد نہیں تو سر موزوں کا پہننا محرم کو جائز ہی نہ جراب کا اسواسطے کہ سر موزہ میں قدم کی پشت کی ہڈی
نہیں بند ہوتی اور جراب میں بند ہو جاتی ہی موم نعل کو تیل کہتے ہیں چمڑے کے تلے پر پٹا اور تسمہ سیا ہوتا ہی ہندوستان میں کمار اور بعضے مخترقہ پہنتے ہیں اور سر موزہ
اُن جوتیوں کو کہتے ہیں جنکو موزوں کے اوپر پہنتے ہیں وثوب صبغ بما لہ طیب کورس وہو الکرکم وعصفر وہو زہر القرطم الا بعد زوال الطیب الا یفوح فی الاصح
اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر کہ اس سے خوشبو
نہ آوے پھر اسکا پہننا درست ہی قول صحیح میں ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہی یمن میں جسکو کرکم کہتے ہیں اسکا رنگ زرد ہوتا ہی ہم یہ مسائل اس حدیث سے
ماخوذ ہیں جو صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسہ
ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین لا یتقی الاستحمام لحدیث البیہقی انہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام
فی الجحفۃ محرم پرہیز نہ کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیگئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہی کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث مین ثابت ہی کہ حضرت نے حالت
احرام مین غسل فرمایا طحطاوی نے کہا کہ غسل جائز ہی لیکن میل چھڑانا مکروہ ہی والاستظلال ببیت ومحمل لم یصب رأسه ووجهه فلو اصاب احدهما کره
کما مر اور پرہیز نکرے گھر اور عماری کے سایہ مین ہونے سے بشرطیکہ عماری کی چھت اور پردہ اسکے سر اور چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگیگا تو مکروہ ہی چنانچہ
عنقریب مذکور ہو چکا کہ کپڑے کا سر پر اٹھانا سر ڈھکنے مین داخل ہی اور کعبہ کا غلاف سر پر لگنا محرم کے واسطے مکروہ ہی وشد همیان بکسر الهاء فی وسطه ولو
پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے خواہ اسمین اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی المنح ومنطقة وسیف وسلاح وتختم زیلعی لعدم التغطیة واللبس ولو
پرہیز کرے کمربند اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی کے پہننے سے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ گھر اور محمل کا استظلال تغطیہ نہین اور ہمیانی وغیرہ کا
باندھنا لباس مین داخل نہین واکتحالا بغیر مطیب فلو اکتحل بمطیب مرة او مرتین فعلیه صدقة ولو کثیرا فعلیه دم سراجیه اور نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ
خوشبودار سرمہ نہو سو اگر خوشبودار سرمہ ایک دو بار لگاویگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگاویگا اسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی
السراجیہ ولا یتقی ختانا وفصدا وحجامة وقلع ضرسه وجبر کسر وحک رأسه وبدنه لکن برفق ان خاف سقوط شعره او قملة فان فی الواحدة یتصدق بشئ
وفی الثلث کفا من طعام غرر الاذکار اور محرم پرہیز نہ کرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچھنون سے اور اپنی ڈاڑھ اکھاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندھنے
سے اور اپنے سر اور بدن کے کھجلانے سے لیکن آہستہ کھجلاوے اگر بال یا جون جھڑنے کا خوف ہو اور اگر اسکا خوف نہو تو زور سے کھجلاوے کذا فی المنح
ایک جون مین کچھ صدقہ دے اور تین جون مین مٹھی بھر گیہون خیرات کرے کذا فی غرر الاذکار اور باقی اسکا بیان آگے آویگا واکثر المحرم التلبیة ندبا متی صلی
ولو نفلا او علا شرفا او هبط وادیا او لقی رکبا جمع راکب او جمعها رکبان او مشاة وکذا لو لقی بعضهم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنابر استحباب بعد کے
جبکہ نماز پڑھے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑھے یا جب نالی مین اترے یا جب شتر سوارون یا پیدلون سے ملے اور اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب
ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہی رکب بسکون ثانی جمع ہی راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونون کی جمع رکبان ہی او اسحار اے دخل
فی السحر یا جب سحر کے وقت مین داخل ہو تو لبیک کہے ہم سحر کہتے ہین رات کے پچھلے چھٹے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہی کذا فی حاشیة الطحطاوی
اذ التلبیة فی الاحرام کالتکبیر فی الصلوة حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہی جیسے اللہ اکبر کہنا
نماز مین تو جیسے نماز مین ایک حال سے دوسرے حال کے انتقال کے وقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیے رافعا
استنانا صوته بها بلا جهد کما یفعله العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کر کے سنت جانکر نہ چلا کر جیسے عوام لوگ کرتے ہین واذا دخل مکة بدأ بالمسجد
الحرام بعد ما یأمن علی امتعته داخلا من باب السلام نهارا ندبا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالة البقعة اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہو تو اول مسجد
الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکھکر مسجد الحرام مین داخل ہو دن کو
بنابر استحباب کے اس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکسارانہ گڑگڑاتا عظمت اور
جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوئے اندر جاوے ہم شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہی اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہی کہ داخل ہو
بلندی کیطرف سے جدھر قبرستان ہی جسکو جنت المعلا اور کدا بالفتح کاف کہتے ہین اور رخصت کے وقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بالضم کاف بولتے ہین
اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہی اور دن کو مستحب ہی لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہی اور مستحب ہی کہ مکہ مین داخل ہوتے یہ دعا کرے
(اللهم هذا حرمک وامنک فلیت وقولک الحق ومن دخله کان آمنا اللهم فحرم لحمی ودمی علی النار وقنی عذابک یوم تبعث عبادک) کذا فی شرح المختار
والبرہان ویسن الغسل لدخولها وهو للنظافة فیجب لحائض ونفساء اور مسنون ہی غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے اور یہ غسل صفائی کے واسطے ہی

[illegible] مستحب ہے کہ دیکھتے ہی بیت اللہ کو کہے ربنا زدنی تعظیما [illegible] مسجد حرام مین داخل ہو [illegible]

[illegible] بیت اللہ کو دیکھے تو [illegible] بیت اللہ [illegible] ہو [illegible]

[illegible] عبادت [illegible]

[illegible] حاشیہ [illegible] حدیث [illegible] حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھا [illegible] تکبیر [illegible]

[illegible] فی الفتح اور عطاء سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھا [illegible]

[illegible] اور سب [illegible] کرتے تھے [illegible]

[illegible] اللہ کے [illegible] مقبول ہوتی ہے اور امام شافعی نے مسند مین [illegible] نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو

دیکھتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے [illegible] اور فرماتے تھے (اللّٰھم زد ھذا البیت تشریفا و تعظیما و تکریما و مہابۃ و زد من شرفہ و کرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا و تعظیما

و تکریما و برا) اور بیہقی مین مروی ہے کہ عمر فاروق جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے (اللّٰھم انت السلام و منک السلام فحینا ربنا بالسلام [illegible]

[illegible] الاسلام) کذا فی الفتح [illegible] ابتدا بالطواف [illegible] فوت المکتوبۃ او جماعتہا او الوتر او سنۃ راتبۃ پھر طواف شروع کرے اس واسطے کہ

طواف بیت اللہ کا تحیہ ہے جب تک کہ فرض نماز کا یا اوس کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف فوت ہو جانے کا [illegible] اگر خوف ہو تو نماز کے

بعد طواف کرے سنت موکدہ جانے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہونچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہیگا سنت کا

تو اس صورت مین اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف مین مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فاستقبل الحجر مکبرا مہللا رافعا یدیہ کما مر فی

[illegible] مستقبلا باطن کفیہ [illegible] پھر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمہ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کے اور حجر اسود کو اپنی دونون

ہتھیلیون سے [illegible] اور اوسکو چومے بدون آواز کے یعنی لبون کے لگانے مین آواز نہ نکالے استیلام حجر یہ کہ دونون ہاتھ اوسپر رکھے اور اسکو چومے سنن

ابن ماجہ مین عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونون لبون کو اوسپر رکھا اور دیر تک [illegible]

التفات کیا تو عمرؓ کو روتے دیکھا تو فرمایا ای عمر یہان آنسو بہانا چاہیے اور صحاح ستہ مین مروی ہے کہ عمر فاروقؓ نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے

اگر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو مین تجھکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہے کہ استلام کے وقت یہ دعا کرے (اللّٰھم [illegible] ایمانا بک و تصدیقا

بکتابک و وفاء بعہدک و اتباعا لنبیک اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ آمنت باللہ و کفرت بالطاغوت) کذا فی شرح [illegible]

[illegible] اور کہا سجدہ کرے حجر اسود پر یعنی علماء نے کہا کہ سجدہ کرنا جائز ہے ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبداللہ بن عباسؓ حجر اسود پر سجدہ

کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر بلا ایذاء [illegible] سنت و ترک الاذی واجب [illegible]

[illegible] استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہان کے لوگون کو دھکیلے اس واسطے کہ استلام سنت ہے اور [illegible] مسلمان کا

ترک کرنا واجب ہے تو سنت کے واسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہین سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونون ہاتھون کو اوسپر رکھے پھر

ہاتھون کو چومے یا ایک کو اوسپر رکھے اور اسکو چومے و ان لم یمکنہ ذلک مس بالحجر شیئا فی یدہ او [illegible] اور اگر یہ بھی نہو سکے تو اپنے

ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود مین لگا دے اگرچہ ہاتھ مین عصا ہو تو اوسکو لگا دے پھر اوس چیز کو چومے و ان عجز عنہما ای الاستلام والامساس

استقبلہ مشیرا الیہ بباطن کفیہ کانہ واضعہما علیہ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور مس چیز کا نہ ہو سکے تو حجر اسود کے

سامنے کھڑا ہو اپنا دونون ہتھیلیون کے اندر کی جانب سے اسکی طرف اشارہ کرے اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیون کو حجر اسود پر رکھے ہے

وکبر وہلل وحمد اللہ تعالیٰ وصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید پڑھے اور حق تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو چومے وفی بقیۃ الرفع فی الحج یجعل کفیہ للسماء الا عند الجمرتین فللکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات مین رفع الیدین کے وقت ہتھیلیوں کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے بطور دعا کے مگر جمرتین کے پاس سو وہان کعبۂ معظمہ کیطرف کرے ظاہر الروایت مین کذا فی النہر عن الخانیۃ **وطاف بالبیت طواف القدوم** ولیس ہذا الطواف للافاقی لانہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اس سے پہلا طواف کو طواف القدوم کہتے ہین یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے اسواسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے نہ اہل مکہ پر چنانچہ تحیۃ المسجد آنے والے پر سنت ہے نہ مسجد کے بیٹھنے والے پر **واخذ الطائف عن یمینہ مما یلی الباب** فتصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالموتم بہا والواحد یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اسی صورت مین کعبہ طائف کے بائین طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنے والا بجاے مقتدی کے ہے اور کعبہ بجاے امام کے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کی داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے طواف مین جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے (اللّٰہم الیک مددت یدی وفیما عندک عظمت رغبتی فاقبل دعوتی واقلنی عثرتی وارحم تضرعی وعدلی بمغفرتک واعذنی من مضلات الفتن اللہم ان لک علی حقوقاً فتصدق بہا علی) اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے (اللّٰہم ہذا البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے (اللّٰہم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق ومساوی الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد) اور جب میزاب رحمت کے مقام پر ہو تو کہے (اللّٰہم انی اسألک ایماناً لا یزول ویقیناً لا ینفذ ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی بکاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم شربۃ لا اظما بعدہا ابداً) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے (اللّٰہم اجعلہ حجاً مبروراً وسعیاً مشکوراً وذنباً مغفوراً وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللّٰہم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی مین بسند حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان مین یون فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ادعیہ اسوقت ہو سکینگی جب طواف مین ٹھہرتا ہو تو جس طواف مین رمل سنت ہے اسمین استیعاب انکا نہین ہو سکتا اور یہ ادعیہ صحابہ اور تابعین سے متفرق منقول ہین علماے متاخرین نے انکو یکجا جمع کر لیا ہے کذا فی فتح القدیر **ولو عکس اعاد ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم** وکذا لو ابتدا من غیر الحجر کما مر اور اگر اسکے بالعکس کرے یعنی اپنے بائین جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکہ مین مقیم ہے اور اگر وہان سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا چنانچہ واجبات حج مین مذکور ہو چکا کہ ابتداے طواف حجر اسود سے واجب ہے قالوا ویمر بجمیع بدنہ علی جمیع الحجر فقہاء نے کہا ہے کہ شروع طواف مین اپنے تمام بدن کو سارے حجر اسود کے سامنے کر کے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کر طواف کرے اس طرح کل بدن انکا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا **جاعلاً قبل شروعہ ردائہ تحت ابطہ الیمنی ملقیاً طرفہ علی کتفہ الایسر استناناً وراء الحطیم وجوباً لان منہ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ لم یجز** کاستقبالہ وحتیاطاً قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائین مونڈھے پر ڈال کر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے لغت عرب مین اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہین سو یہ سنت ہے اور حطیم کو ملا کر طواف کرنا واجب ہے اسواسطے کہ حطیم مین چند ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف کرنے والا اس کشادگی اور رستے مین گھسکر جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان مین ہے تو یہ طواف جائز ہوگا جیسے نماز کے وقت فقط استقبال کرنا حطیم کا جائز نہین بنابر احتیاط کے

بین شفاءان ہین تو امر تو قرآن سے فرض ہوا اور تحیۃ بیت سے جو داخل ہو اسکے واسطے ثابت ہوا اور جو قول سے تو تیسرا ہوا کہ قسمین ہو گئین طواف قدوم
یا طواف نفل ہو اور فرض نہ ہو تو یہ طواف نفل اور مستحب ہے اور اسلام کی قبر اور صیغہ اشواط اور تعقیب سے سات اشواط ہیں اگر کوئی شوط
کے بعض شوط کی ہوا کہ گھوڑ سے سات ہین یعنی پر سوء ہو تو سات بار کرے کہ ایک طواف ہوا تو لازم ہوا کہ ثابت ہوا
اسی طرح نفل اگر شروع کرے اسکا لازم ہو یہ وجوب التشروع کیونکہ شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے کہ جو سے کرے حتی کہ طواف
شوط کہ کوئی خود تو مذہب ہے کہ اگر کسی نے شروع کیا اگر سات شوط نفل میں سے دو شوط کئے وہ لازم ہو جب شروع کردیئے گئے
یعنی اسکے واسطے کہ ایسے دوسرا طواف شروع کرے یا التزام کرے تو طواف لازم ہوا اگر شروع کیا تو دوسرا طواف لازم
ہوا کہ اسکا شروع کرنا بنا پر سابق التزام کے ہو جیسا کہ بطور استحباب شروع کرنے سے بھی تمام کرنا لازم ہو جاتا ہو
بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی الفتح من الحجر واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد ولو طاف من وراء زمزم او خارج المسجد لا یجزیہ اور معلوم کر طواف
کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہے اندر کی طرف سے اگر بیچ زمزم کے پیچھے طواف مین داخل کرے اور باہر مسجد الحرام سے طواف کرنا جائز نہین اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام
کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا اور بہرحال تمام مسجد الحرام مین طواف جائز ہو لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہین اسکے
اندر طواف ہوتا ہو اسکو مطاف کہتے ہین اور نقشہ بیت اللہ کا یون ہو کہ میدان مین بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہو اسکے گرد مطاف کے ستون ہین پھر چارون طرف
بڑا صحن ہو جسمین زمزم کا کنواں اور مقام ابراہیم اور چارون اماموں کے مصلے ہین پھر چارون طرف مسجد الحرام کے عمارت ہر ایک منزل تین درجہ کی بیچ
پشت کی دیوار ہو اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہو اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے متصل
دو سبز مینار ہین جنمین سعی کرتے ہین اور بیت اللہ کے چار کونے ہین جنکو ارکان کہتے ہین ایک کونے پر تخمینا تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہو جسکو حجر اسود
سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازے کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہو اسکو رکن عراقی کہتے ہین پھر اسکے بعد تیسرا کونا ہو جسکو رکن شامی بولتے ہین پھر
چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہین اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہو اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منا ہو جہان قربانی ہوتی ہو اسکے آگے
تین کوس پر مزدلفہ ہو جہان مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑھتے ہین پھر اسکے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہو جہان حج ہوتا ہو اسقدر جان لینے سے مسائل
حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہو ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی اور اگر کوئی سات شوط کے طواف سے نکلا یا سعی
کرنے سے نکلا نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہین آوے جہان سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہین سے جو تے
وجاز فیہا اکل وبیع وافتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی مین جائز ہو کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہو کذا فی النہر اور جائز ہو فتوی دینا
اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہو قرآن کے پڑھنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نکہے تو اسکے دس گناہ مٹائے جاتے
ہین اور دس درجے اسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہین کذا فی النہر وفی منسک النووی الذکر الماثور افضل واما فی غیر الماثور فالقرآن افضل نظیر ابن حجر اور نووی شافعی کی منسک
مین یون ہو کہ ذکر منقول افضل ہو اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہو طواف مین تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ طواف مین تو
مجرد ذکر اللہ معروف ہو اور مجکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہین جسمین قرأۃ قرآن طواف مین مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع مین طواف کے اندر تسبیح اور تہلیل
اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہو والا ہو رمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطی وہز تفیہ فی الثلثۃ الاول استنانا فقط اور رمل کرے یعنی جلد
چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونون مونڈھون کو ہلا کر جیسے بہادر پہلوان صف جنگ مین اکڑتے ہین اس طرح اکڑنا فقط پہلے تین شوط طواف مین

مسنون ہی سو کتب احادیث مین ثابت ہی کہ اکڑنے کا طواف مین یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے
تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانون کو توڑ دیا اور دبلا بے طاقت کر ڈالا حضرت نے فرمایا مسلمانون کو کہ اکڑ کے طواف کرین تا کافرون پر رعب پڑے
پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الٰہی کے یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا
پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین مین جاری رہا صحیح بخاری مین عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہی کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے کہا کہ ہمکو اس اکڑنے سے کیا حاصل یہ
اکڑنا تو ہمنے مشرکون کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اسکو
چھوڑین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروقؓ سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈھون کا کھولنا کسواسطے ہی اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن
باوجود اسکے ہم نہ چھوڑینگے اس چیز کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہم کرتے رہے فلو ترکہ او نسیہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط
اول مین ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نہ کرے مگر انھین دونون شوطون مین جو اول کے بعد ہین اور اگر تینون شوطون مین رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطون
مین رمل نہ کرے ہکذا فی الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن البحر شارح کے کلام مین ظاہرا شرط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہی یعنی حق عبارت تینون کتابون کے موافق یون ہی
فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا
غالب ہی کہ یہ اسقاط کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دو نسخون مین اسی طرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور
اگر ہجوم ہو لوگون کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہان تک کہ کشادگی پاوے پھر تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اسکے واسطے بسبب ہجوم کے
توقف کرنا نچاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہی یعنی استقبال اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہین من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے
حجر اسود تک تین بار ہر شوط مین دکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام اور ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان تک بسبب
ہجوم کے نہ جا سکے تو عصا یا تلوار اسمین لگا دے اور اسکو چومے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وہو مندوب
لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ والدلائل یویدہ ویکرہ استلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہی امام اعظم کے نزدیک بلا تقبیل یعنے
فقط اسپر ہاتھ رکھے لیکن اسکو نہ چومے اور محمد رح نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہی اور اسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمد رح کے
قول کی تائید کرتے ہین اور سواے حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہی بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبداللہ بن عمرؓ سے
مروی ہی کہ مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سواے دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباسؓ سے مروی ہی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلے شفعا فی وقت مباح یجب
بالجیم علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمے الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت مین
دو رکعتین نماز پڑھے جو واجب ہین بنا بر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہی جسمین ابراہیم علیہ السلام کے
دونون قدمون کے نقش ظاہر ہین جب اسمعیل اور ہاجر کے دیکھنے کو تشریف لائے تو سواری پر سے اوترتے اور چڑھتے اسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک
روایت یہ ہی کہ جب بحکم الٰہی حج کے واسطے سب خلق کو پکارا تو اسی پتھر پر قدم رکھے ہوئے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالے نے زمین پر اوتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت
نماز پڑھی پھر دعا کی (اللہم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم ما عندی فاغفرلی ذنوبی) (اللہم انی اسالک ایمانا یباشر قلبی
ویقینا صادقا حتے اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت لی ورضنی بقضائک) تو حق تعالے نے آدم پر وحی اتاری اور فرمایا اے آدم تو نے ایسی دعا مجھ سے

اُلٹی طرف سے شروع کرے تو بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے اور جو شخص حرم سے باہر ہو اور طواف کرے تو جائز ہے اور اگر کسی نے طواف کیا اور حطیم کے اندر سے گذرا تو اسکا اعادہ کرے

یہ مکروہ ہے کذا فی کنز العمال اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ مسجد الحرام کے سوا اور کسی مسجد میں طواف نہیں ہوتا اور مسجد الحرام میں دو دو طواف کا پڑھنا مستحب ہے

یہ پیادہ رہنا کذا فی السراج الوہاج اور مسجد الحرام کے سوا اور کہیں بھی جائز ہے اسلئے مسجد الحرام کی تعیین نہیں ہے اور ہمارے نزدیک یہ قول معتمد ہے

کہ مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے فیلتزم الملتزم و یشرب من ماء زمزم پھر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چمٹے اور سینہ اور پیٹ

اور دونوں رخسارے اس سے لگاوے اور دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر پھیلا کر دیوار میں چپٹا دے اور زمزم کا پانی پیئے اور یہ دعا پڑھے اللّٰہم انی

اسئلک رزقا واسعا و علما نافعا و شفاء من کل داء کذا فی فتح القدیر یہ عادات ارادوا سعی اور پھر آوے حجر اسود کی طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا

ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہ ہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے کیونکہ طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ طواف

سے دن فرض اور رفع اور ذکر کے اشغال در پیش ہیں اور افضل یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد ادا کرے

اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہ ہے کہ فرض کے تابع ہو کذا فی النہر پھر استلام الحجر و کبر و ہلل و خرج من باب الصفا اور حجر اسود کا استلام کرے

اور اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ پڑھے اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے بایاں قدم آگے بڑھا کر اور یہ دعا پڑھے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیہا واعذنی من الشیطان کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری الکعبۃ من الباب و استقبل البیت

و کبر و ہلل و صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصوت رفیع خانیہ پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور اللہ اکبر

کہے اور کلمہ توحید اور درود پڑھے بلند آواز سے کذا فی الخانیہ سنن ابو داؤد میں جابر سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر آئے

پھر کعبہ بیت اللہ نظر آیا پھر حق تعالیٰ کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وھو علی کل شیء قدیر لا الہ

الا اللہ وحدہ انجز وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ پھر اسکے درمیان میں دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا و رفع یدیہ نحو السماء و دعا لحاجتہ العبادۃ بہا شاء

ان شاء اللہ من قبلہ علی مذہب برقۃ القلب دان تبرک بالماثور حسن اور دونوں ہاتھ اٹھا دے آسمان کیطرف ہتھیلیاں کرکے جیسا کہ پنجگانہ نماز کے بعد

معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہ وقت ہے تو جو چاہے سو دعا کرے اسواسطے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے مناسک حج میں کوئی دعائے خاص معین نہیں کی اسلئے

کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنے جوش دل سے ہو اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے بلکہ اکثر لوگوں کے

حق میں ادعیہ منقولہ بہتر ہیں چنانچہ مترجم نے کچھ دعائیں ذکر کی ہیں اور کچھ آیندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروزآبادی نے سفر السعادت میں نقل کیا کہ رسول خدا صلی

اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک و عزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا

کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ میں موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللھم انک قلت ادعونی

استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد وانا اسئلک کما ہدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم) ثم مشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین الاخضرین

المنحوتین فی جدار المسجد پھر صفا سے اتر کے مروہ کیطرف چلے اور دونوں سبز میناروں کے درمیان جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار میں تراشے ہوئے

ہیں ہم جب صفا سے اترے تو یہ دعا پڑھے (اللھم استعملنی بسنۃ نبیک و توفنی علی ملتہ و اعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین) اور جب

دو سبز میناروں میں سعی کرے تو یہ دعا پڑھے (رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم) یہ دعا عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کذا فی

الفتح اور سفر السعادت میں دعائے مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ و صعد علیہا و فعل ما فعلہ

علی الصفا یفعل ہکذا سبعا مبتدئا بالصفا و یختم الشوط السابع بالمروۃ اور چڑھے مروہ پر اور ویسا ہی کرے جو صفا پر کرچکا ہے اسیطرح

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط
ہوا اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروۃ لم یعتد بالاول ہو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط اول مین نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح
ہے اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اُس سے جس سے حقتعالی نے ابتدا
کی یعنے فرمایا قرآن مجید مین (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و ندب ختمہ برکعتین فی المسجد کختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتون
پر جنکو مسجد الحرام مین جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام
مین جاکر پڑھین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب بن وداعہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکۃ محرما بالحج ولا یجوز
فسخ الحج بالعمرۃ عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندھے ہوے اور عمرہ کرکے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے جائز نہین یعنے
جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہین اور وہ جو صحیحین مین حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ
الوداع مین اصحاب سے عمرہ کرواکر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابوذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا
عمرہ سے یہ صحابہ کبار کو مخصوص تھا و طاف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی وہو افضل من الصلوۃ نافلۃ للآفاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ
کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے طواف کرنا افضل ہے نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہے طواف سے وفی البحر ینبغی
تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوۃ مطلقا اور بحر الرائق مین ہے کہ فضیلت صلوۃ مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی مکیون کیواسطے ایام حج
مین طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے اسیطرح طحطاوی اور ابن حبان
نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کردیا ہے تو جو کہ کلام کرے تو سوائے خیر کے
نہ بولے کذا فی المنح والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین یون مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑھین گویا اُسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اُسی کتاب مین ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللہم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ
وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا ٥٠ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اُسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول
وخطب الامام اولی خطب الحج الثلث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال وبعد صلوۃ الظہر وکرہ قبلہ وعلم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے
پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحجہ کے امام پڑھے دو پہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا
اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہان سے پھرنا لوگون کو سکھا دے ہم حج کے تین خطبہ ہین ایک ساتوین تاریخ مکہ مین اور دوسرا
عرفات مین اور تیسرا گیارھوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب
خطبون مین اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی المنح والطحطاوی
فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ ثامن الشہر خرج الی منی قریۃ من الحرم علی فرسخ من مکۃ ومکث بہا الی فجر عرفۃ پھر جب ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین
پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفے کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گانون ہے حرم کی حدین کہ سے تین کوس ہم اقامت
مکہ مین جمیع حالات مین لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللہم ایاک ارجو وایاک ادعو والیک ارغب اللہم

لبیک پڑھتا ہوا منی سے عرفات کو جاوے اور وقت صبح ... نماز پڑھ کر جب آفتاب نکلے تو منی سے عرفات کو جاوے
... کذا فی البدائع ... اور ... مسجد خیف ...
اترے کذا فی فتح القدیر فیمضی بعد طلوع الشمس الی عرفات یعنی آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو جاوے نمرہ کی راہ ...
سنت ہے اور عرفات کے پہنچنے کے وقت یہ دعا پڑھے اللّٰهم الیک توجهت وعلیک توکلت ووجهک اردت فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی
ولا تخیبنی ... بعرفات ... جب عرفات کے قریب پہنچے اور جبل رحمت پر نظر
پڑے تو سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر پڑھے ... عرفات میں داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلها موقف الا بطن عرنة
... وادی ... عرنہ ... اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہے مگر بطن عرنہ میں ٹھہرنا جائز نہیں عرنہ ...
... جنگل ہے ... مسجد عرنہ کی مغرب کی طرف اور عرفات ... فبعد الزوال قبل صلوة الظهر خطب الامام فی المسجد
خطبتین کالجمعة یعنی دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد میں دو خطبے پڑھے مانند جمعہ کے یعنی جیسے خطبہ جمعہ میں امام درمیان
دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی اسمین بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ میں امام کے سامنے موذن اذان کہتا ہے ویسا ہی یہاں بھی اذان
سنت ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی وعلم فیها المناسک وبعد الخطبة صلی بهم الظهر والعصر باذان واقامتین وقراءة سرية ولم يتنفل بينهما
شيئا على المذهب ولا بعد اداء العصر في وقت الظهر اور امام اس خطبہ میں احکام حج کے تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات اور مزدلفہ اور
وہاں سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد خطبہ کے لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھاوے ایک اذان
اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کے واسطے اور دوسری عصر کے واسطے اسلیے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور
ہوا اور امام قرات کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے یہانتک کہ سنت موکدہ بھی نہ پڑھے بنابر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے
کوئی نماز پڑھے ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہے وشرط لصحة هذا الجمع الامام الاعظم او نائبه والاحرام بالحج فیهما
الصلوتين اور اسواسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر شرط ہیں امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب جیسا کہ قاضی اور
اگر بادشاہ یا اسکا نائب نہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں یا جماعت اور دوسری شرط یہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونوں نمازوں میں تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے
احرام سے پڑھے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہیں اسواسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام مشروط ہے اور اسیطرح اگر بدون احرام کے
دونوں نمازوں کو جمع کریگا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیة الطحطاوی فلا یجوز العصر للمنفرد فی احدهما فلو صلی الظهر وحده ولم یصل العصر مع الامام تو جائز نہیں
عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اسنے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ عصر کے وقت
پڑھے ولا یجوز العصر لمن صلی الظهر بجماعة قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقته اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر
اسنے حج کا احرام باندھا تو اسکو عصر کا پڑھنا جائز نہیں مگر عصر کے وقت میں نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ شرط ثانی مفقود ہے وقالا
لا یشترط لصحة العصر الا الاحرام وبه قالت الثلاثة وهو الاظهر شرنبلالية عن البرهان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہیں صحت عصر کے واسطے کچھ مگر احرام
یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کافی ہے امام کا ہونا شرط نہیں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا اور یہی قول ظاہر ہے باعتبار دلیل کے
کذا فی شرنبلالیہ عن البرهان امام برہان میں کہا کہ یہ قول اسواسطے اظہر ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوتین اسواسطے ہے کہ امتداد وقوف غروب تک واجب ہے اور
موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہے صفوں کا وہاں برابر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر اپنے وقت پر پڑھی تو وہاں سے نکلنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا ہے

ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اُس حاجت مین منفرد اور جسنے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونون برابر ہین ثم ذہب الی الموقف بغسل سن
ووقف الامام علی ناقتہ بقرب جبل الرحمۃ عند الصخرات الکبار مستقبلا القبلۃ پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کے یعنی ٹھہرنے کے مکان مین جاوے
غسل کرکے کہ مسنون ہی اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھرون کے پاس قبلہ رو ہو کر ہم
یہین کھڑا ہونا سنت ہی اور یہ جو عوام کی عادت ہی کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہین سو بے اصل ہی والقیام والنیۃ فیہ ای الوقوف لیست بشرط
ولا واجب فلو کان جالسا جاز حجہ وذلک لان الشرط الکینونۃ فیہ فصح وقوف مجتاز وہارب وطالب غریم ونائم ومجنون وسکران اور کھڑا ہونا اور
وہان کے ٹھہرنے مین نیت وقوف کی کرنا نہ شرط ہی نہ واجب سو اگر موقف مین بیٹھا رہیگا حج اُسکا جائز ہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہی کہ وہان کا ہونا شرط ہی حج
کی کسیطرح سے ہو تو صحیح ہی وقوف راہ چلتے اور بھاگتے کا اور مدیون کی تلاش کرنے والیکا اور سونے والیکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب
کا وقوف اور جسنے جمع بین الصلوتین نہین کی اُسکا وقوف بھی صحیح ہی کذا فی المنح ودعا جہرا بجہد وعلم المناسک ووقف الناس خلفہ بقربہ مستقبلین القبلۃ
سامعین لقولہ خاشعین باکین اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت اجتہاد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ
امام کے پیچھے ٹھہرین متصل اُسکے رو بقبلہ ہو کر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے ہوئے ہم امام مالک نے موطا مین حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہی اور جو افضل دعا کہ مین نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبرون نے کی وہ یہ ہی (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک
ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شئ قدیر) تو حید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہی مثل مشہور ہی کہ فقیر کی
صورت سوال ہی علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباس رضی سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتون کی طرف دیکھنے لگا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای میرے بھتیجے اس دن مین جو اپنے کان اور
آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے تو اُسکی مغفرت ہوتی ہی اور بزاز وغیرہ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ مین نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ
کے دن دونون ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے تھے جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہی کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہی کہ موقف مین حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ دعا کی (اللّٰہم لک الحمد کالذی نقول وخیرا مما نقول اللہم لک صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی ولک رب تراثی اللہم انی اعوذ بک من عذاب
القبر ووسوسۃ الصدر وشتات الامر اللہم انی اعوذ بک من شر ما تجئ بہ الریح اللہم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی علیک
شئ من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبہ اسألک مسألۃ المساکین وابتہل الیک ابتہال المذنب الذلیل
وادعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عیناہ وذل جسدہ ورغم انفہ اللہم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رؤفا رحیما
یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین) اخرجہ الطبرانی فی المعجم اور سنن بیہقی مین مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور باقی
پیغمبرون کی دعا عرفات مین یہ ہی (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر اللہم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی
بصری نورا اللہم اشرح لی صدری ویسر لی امری واعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنۃ القبر اللہم انی اعوذ بک من شر ما
یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النہار وشر ما تہب بہ الریاح ومن شر بوائق الدہر) کذا فی سفر السعادت للفیروزآبادی اور اختیار شرح مختار مین ہی
کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا مین کثرت سے احادیث ثابت ہین تو لائق یہ ہی کہ دعا مین بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ یاد ہو
کرے اور اگر حفظ پر قادر نہو تو کاغذ مین لکھکر پڑھے اور مستحب ہی کہ اُس دن بعد نماز عصر کے سورۂ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھ کر یہ دعا
کرے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علی کل شئ قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ

[illegible] التضرع [illegible] انا [illegible] صورت [illegible]

[illegible] ساتھ ملا [illegible] انبیاء [illegible]

[illegible] ابراہیم [illegible] محمد [illegible]

انکا مقدم ایک [illegible] مسکین [illegible] فاقش [illegible]

[illegible] تحفة [illegible] من الناس

اور [illegible] لجميع المؤمنين والمؤمنات برحمتك يا ارحم الراحمين اس دن اور اس مکان متبرک میں کہ خلق کی رحمت اور مغفرت کا جوش ہے

[illegible] دل سے جو بیان اپنے [illegible] دولت نصیب ہوتی تو اس عاجز مسکین کو بھی اپنے درد دولت پر کمال ذوق اور شوق سے

یاد کرو اور اپنے کرم سے [illegible] عنایت فرماؤ آمین ومن مواضع الاجابة [illegible] صاحب نہر نقل [illegible] دعا [illegible] استجاب [illegible]

[illegible] الکعبة [illegible] الطواف [illegible] مقام [illegible] میزاب [illegible] ان مقامات سے ہر جا میں دعا قبول

ہوتی ہے اور مواضع اجابت دعا کے مکہ معظمہ میں پندرہ ہیں جنکو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتوں میں نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ دعا خلق کی مقبول

ہوتی ہے کعبہ میں یعنے بیت اللہ کے اندر اور ملتزم میں اور موقف عرفات میں اور موقف مزدلفہ میں اور حجر اسود کے پاس اور طواف میں اور سعی کرنے میں

اور صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب کعبہ کے پرنالے کے نیچے اور تینوں جمار کے پاس ہم صاحب نہر الفائق نے

نظم میں یہ نہیں مذکور کیا کہ ان ۱۵ مواضع میں کون وقت دعا مقبول ہوتی ہے لیکن حاشیہ دلائل الاسرار میں مناسک حسن نقاش سے ساعات مذکورہ کی یوں تعیین

ہے بیت اللہ کے اندر عصر کے وقت دونوں ستونوں کے آگے دعا مقبول ہوتی ہے اور ملتزم میں آدھی رات کو اور موقف عرفات میں آفتاب غروب ہونے کے وقت

اور موقف مزدلفہ میں آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور طواف میں ہر وقت بلا تقید دعا قبول ہے اور سعی میں اور صفا اور مروہ پر عصر کے وقت اور زمزم کے پاس

آفتاب ڈوبنے کے وقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے سحر کے وقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کے وقت دعا مقبول ہے اور اجابت

ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہے جو اہل مکہ کو لکھا تھا کذا فی الشیخ زادہ فی اللباب وعند رؤیة الکعبة وعند السدرة والرکن الیمانی و

في الحجر وفي منى في نصف ليلة البدر اور ملا علی قاری نے لباب المناسک میں یہ مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کیے ہیں یعنے کعبہ نظر آنے کے وقت اور

بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم میں اور منا میں اور ذی الحجہ کی چودھویں رات کے نصف میں منا کے اندر [illegible] کہا کہ میں نے

کسی کتاب میں اس درخت کا محل نہیں دیکھا کہ وہ کس مقام پر ہے واذا غربت الشمس اتى على طريق المأزمين مزدلفة وحدها من مأزمي عرفة الى مأزمي [illegible]

اور جب عرفات میں آفتاب غروب ہو تو وہاں سے مزدلفہ میں آوے مازمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مازمین سے ہے [illegible] مازمین کا اسم مازمین

المضیق ثنیہ تنگ راہ ہے مزدلفہ اور عرفات کے درمیان میں اور دوسرا مازمین منا اور مکہ کے درمیان میں ہے کذا فی القاموس اور حاشیہ دلائل الاسرار میں [illegible]

سے منقول ہے کہ مازمین ایک پہاڑ ہے عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہ ہے کہ منا سے عرفات کو ضب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مازمین

کی راہ سے آوے ویستحب ان یأتیها ماشیا وان یکبر ویہلل ویحمد ویلبی ساعة فساعة اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ میں پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور

تحمید اور لبیک کہتا رہے دمبدم اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ اس راہ میں کثرت استغفار کی لائق ہے کہ حق تعالی نے فرمایا (ثم افیضوا من حیث افاض الناس

واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم) یعنے رجوع کرو جہاں سے لوگ رجوع کرتے ہیں اور مغفرت مانگو اللہ سے البتہ اللہ غفور اور رحیم ہے والمزدلفة كلها موقف

الا وادی محسر [illegible] منى ومزدلفة فلو وقف به او ببطن عرنة لم يجز على المشهور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنے کا مقام ہے سوائے محسر کے اور محسر ایک

نالہ ہو منا اور مزدلفہ کے درمیان مین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹھہر یگا تو جائز ہوگا بقول مشہور ہم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین مصرح ہو کہ عرفات مین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم وتشدید سین مکسورہ اس وادی کا نام ہو جہان اصحاب الفیل غارت ہوئے محسر کے معنی تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوئے لہذا اسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی ونزل عند جبل قزح بضم ففتح لا ینصرف للعلمیة والعدل من قازح بمعنی مرتفع اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اترے قزح بضم اول وفتح ثانی لفظ غیر منصرف ہو بسبب علمیت اور عدل کے یعنے معدول ہو قازح سے جسکے معنی اونچا والاصح انہ المشعر الحرام وعلیہ میقدة قیل کانون آدم اور قول صحیح تر یہ ہو کہ مشعر الحرام بھی جبل قزح ہو کذا فی الکشاف اور اُس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہو بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بھٹی ہو ہم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالے کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہو وصلی العشائین باذان واقامة لان العشاء فی وقتها فلم یحتج الی الاعلام کما لا احتیاج ہنا للامام اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑہے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہو تو اعلام کی حاجت نہین چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہین ہم یہان سوال وارد ہوتا ہو کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبار اقامت نہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت پر ہو اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچھ حاجت نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہو اور امام اعظم کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت مشروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہو حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہو اسواسطے کہ مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہو اور نماز کو پڑہنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہو اور تقدیم نماز کی اپنے وقت پر مخالف قیاس ہو ہر طرح سے لہذا اُسمین مورد کی جمیع شروط وارده واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن مالک اور دونون نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط للملا رحمہ اللہ ولو صلی المغرب والعشاء فی الطریق او فی عرفات اعاده لحدیث الصلوة امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑھے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑھے بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہو ہم صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ مین اترے اور پیشاب کیا پھر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہو پھر حضرت سوار ہوئے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہوگی فتوقتتا بالزمان والمکان

والوقت فالزمان لیلة النحر والمکان مزدلفة والوقت وقت العشاء حتے لو وصل مزدلفة قبل العشاء لم یصل المغرب حتے یدخل وقت العشاء فقد صلح لغز من وجوه تو بمقتضاے حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے تینے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہو اور مکان خاص مزدلفہ ہو اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہو یعنے مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلة النحر عشا کے وقت مخصوص ہو یہانتک کے اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہان تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کے لائق ہو چند وجوہ سے یعنے یہان ایسے سوال متصور ہین جنکے جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو مذکور کرتا ہو طحطاوی سے نقل کرکے سوال کون فرض نماز ہو جسمین نہ اذان ہو نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہو مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ ہو سوال کون نماز ہو جو بیوقت پڑھی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہو سوال کون نماز ہو جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہو اور ایسا ہی عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑھی جاوے سوال کون عشا ہو جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہو جو لیلة

پہونچنے سے پہلے صبح صادق ہوگئی سوال کرنا نماز ترتیب پڑھنا ایک خاص کمی کیونکہ جب تو جواب مزدلفہ کی مغرب اور عشاء ہو امام الشافعی فیعیدہا
الجواز وعندنا ولم یعدہا حتی طلوع الفجر عاد الی الجواز اگرچہ صحت ہماری نماز کا اعادہ اسوقت تک ہے جب تک صبح صادق نہ ہو جب ہو گئی اور یہی سبب سے وہ نماز
جائز ہوجاوے گی خواہ مغرب ہو خواہ عشاء اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے تھا عشاء کے وقت میں سو اب باقی نہ رہا اور یہی معنے مغرب و عشاء
راہ میں پڑھنا اسوقت تک ہے جب تک طلوع فجر کا خوف نہ ہو راہ میں سو اگر خوف ہو طلوع کا تو دونوں نماز کو راہ میں پڑھ لے اسواسطے کہ اگر دیر
ہوئی تو قضا ہوجاویگی کذا فی فتح القدیر ولو صلی العشاء قبل المغرب بمزدلفۃ صلی المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد حتی طلع الفجر
عاد العشاء الی الجواز اور اگر عشاء کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ میں تو پہلے مغرب پڑھے اور عشاء کا اعادہ کرے سو اگر عشاء
کا اعادہ نکیا یہانتک کہ فجر ہوگئی تو وہ عشاء اب جائز ہوجاویگی چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پھر اسکے بعد پانچ
وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر کی اسکو یاد ہے تو پانچون نماز میں جائز نہیں پھر اگر اسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نماز میں صحیح ہوگئیں کذا فی المنح عن البحر
عن الظہیریۃ وینوی المغرب اداء ولو ترک سنتہا اور مزدلفہ میں عشاء کے وقت اداء مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتون کو ترک کرے بنابر قول
صحیح کے کذا فی الطحطاوی ویحییہا فانہا اشرف من لیلۃ القدر کما افتی بہ صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات
لیلۃ القدر سے شریف تر ہے چنانچہ صاحب نہر وغیرہ نے اسکا فتوی دیا ہے ہم نے اتفاق کیا ہے یہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ النحر لیلۃ الجمعۃ سے اشرف ہے
یا نہیں اور میرا میلان ناظر اسی طرف تھا پھر میں نے جوہرہ میں دیکھا کہ لیلۃ النحر سارے سال کی راتون سے افضل ہے طحطاوی نے کہا کہ اس قدر کلام سے فقط
ثابت نہیں ہوتا بالجملہ یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہے تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قرآن اور تضرع میں بسر ہو اور فضیلت لیلۃ النحر کی فقط مزدلفہ
میں منحصر نہیں بلکہ اغلب یہ ہے کہ اسی وجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجزم شراح البخاری منہا القسطلانی بان
عشر ذی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصاً قسطلانی نے اسپر کہ دس روز ذی الحجہ کے افضل ہیں
رمضان کے عشرۂ اخیر سے صحیح بخاری وغیرہ میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جسمیں
عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہو ان دنون سے یعنے عشرۂ ذی الحجہ سے اور طبرانی میں یون ہے کہ ان دنون میں عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر اور محبوب
تر ہے سو ان دنون میں تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر ویصلی الفجر بغلس لاجل الوقوف اور فجر کی نماز پڑھے
اندھیرے میں یعنے بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفۃ ووقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مار
کمانی عرفۃ لکن لو ترکہ بعذر کزحمۃ لا شیء علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ میں اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے ہے طلوع آفتاب تک اگرچہ وہان
گذران چلاجاوے مانند عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب سے تو اسپر کوئی چیز لازم نہیں وکبر وہلل
ولبی وصلی علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف میں تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود
پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہی سنت ہے چنانچہ حدیث جابر میں صریح ہے اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ یون دعا کرنا اولیٰ ہے
مطلوب وخیر مرغوب الیہ الہی لکل وفد جائزۃ وقری فاجعل جائزتی وقرای فی ہذا المقام ان تقبل توبتی وتجاوز عن خطیئتی تجمع علی الہدی امری وتجعل الیقین
من الدنیا ہمی اللہم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی الرزق الحلال اللہم لا تجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنیہ ابدا ما ابقیتنی برحمتک یا ارحم الراحمین
واذا اسفر جدا اتی منی ملبیا تلبیۃ فذا الحج ویبطل محسرا اسرع قدر رمیۃ حجر لانہ موقف النصاری اور جب خوب روز روشن ہوجاوے تو منا کی طرف
چلے تہلیل کرتا اور ورد پڑھتا اور اسفار کی یہ حد ہے کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی المنح عن المحیط والظہیریۃ

پھر جب محسر کے اندر پہونچے تو شتاب چلے بمقدار پھینک مارنے تیر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاری ہے یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہے
غضب الٰہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے
طحطاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہے اور یہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہین بلکہ تقریب ہے ورمی جمرۃ العقبۃ من
بطن الوادی و بکرہ تنزیہا من فوق سبعا خذفا بحصتین ای برؤس الاصابع جب منا مین آوے تو جمرۃ العقبۃ کو نالے کے اندر سے سات کنکریان
انگلیون کے سرے سے مارے اور نالے کے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہے کہ بخلاف سنت ہے جمرہ مفرد ہے اور جمع اسکی جمار ہے اور جمار چھوٹی چھوٹی پتھریون کو
کہتے ہین اور منا مین جمار تین مکانون کا نام ہے جنپر کنکریان اور پتھریان پھینکتے ہین ایک کو جمرہ اولی کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور دوسرا جمرہ وسطی
اور تیسرا جمرۃ العقبہ اور خذف بخاء معجمہ وذال منقوطہ ٹھیکرے وغیرہ کے پھینکنے کو کہتے ہین کلمہ کی دونون انگلیون سے کذا فی القاموس اور مغرب مین کہا خذف یہ ہے کہ
ابہام کے سرے کو سبابہ کے سرے پر رکھکر مارے اور ولوالجی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہے اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ تر اہانت ہے اور اسطرح پھینکنا اولی
مارنا سنت کا بیان ہے ورنہ جس طرح سے مار یگا جائز ہے کذا فی المنح صحیح ابن خزیمہ مین عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
ابراہیم خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبۃ کے پاس حضرت خلیل نے اسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا پھر
جمرۂ ثانیہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ وہ زمین مین گھس گیا پھر جمرۂ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان
مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب للابن حجر ویکون
بینہما خمسۃ اذرع اور مارنے والے اور جمرہ مین پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہے کذا فی
المنح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرۃ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری اور کسی مرد
یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہے اور اگر اسکے قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اسکو حساب مین نہ لاوے دوسری
مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید مین داخل ہے اور اس سے کمتر مین گرنا قریب مین داخل ہے کذا فی الجوہرۃ وکبر لکل حصاۃ ای مع کل منہا اور
اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ مارنے کے وقت یون کہے (بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ) فتح القدیر مین ہے کہ یہ
حسن بن زیاد کی روایت ہے وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہان تک کہ جمرۃ العقبۃ کی رمی کی اور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو رمی باکثر منہا ای السبع
جاز لا لو رمی بالاقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ مارے تو جائز ہے اور اگر سات سے کم مار یگا تو جائز نہین
سات کی قید کمی کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ زیادتی کے روکنے کو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین
والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہے مارنا ہر ایک اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے
جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسی طرح چونہ اور ہڑتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہے اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو
کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہے لا یجوز بخشب وعنبر ولؤلؤ کبار وجواہر لانہ اعزاز لا اہانۃ وقیل یجوز جائز نہین مارنا جمرات کا لکڑی اور
عنبر اور بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے مین عزت دینا ہے نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے یہان
شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہے کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہے کہ جواہرات سے مارنا جائز ہے مناسک طرابلسی مین ہے کہ یاقوت
سے مارنا جائز ہے کذا فی المنح وذہب وفضۃ لانہ یسمی نثارا لا رمیا وبعر لانہ لیس من جنس الارض ومافی فروق الاشباہ من جوازہ

ہے اور جائز نہیں ادا کرنا موتی اور یاقوت سے اسواسطے کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہیں نہ ادا کرنا اور مٹی سے ادا
کرنی جائز نہیں اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہیں اور اشباہ کے فروق کے فن میں جو مٹی سے ادا کا جواز مذکور ہے سو وہ سبب سے
جواہرات کے ہے کہ جنس زمین سے ہیں لیکن جنس ارض سے نہیں ویکرہ اخذہا من عند الجمرۃ لانہا مردودۃ اور حدیث میں ثابت ہے کہ جمرہ کے
پاس کی کنکریاں لینا مکروہ ہے اسواسطے کہ جو کنکریاں وہاں پڑی رہتی ہیں وہ مردود ہیں مقبول نہیں اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکی حج قبول
ہوتا ہے اسکی کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں اور جو باقی رہتی ہیں وہ مردود ہیں جیسے کتب اور مناسک میں مذکور ہے کہ کنکریاں مزدلفہ سے اور راستے سے یا اس پہاڑ سے لے جو مزدلفہ اور منی کے
درمیان ہے سو سنت نہیں بلکہ جہاں سے چاہے اٹھائے مگر جمرات کے پاس سے نہ اٹھائے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ میں نے ابن عباس سے
سوال کیا کہ کیا سبب ہے کہ زمانہ اسلام کے وقت سے جمرات پر کنکریاں پھینکتے ہیں سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیوں نہ ہوگئے جو آسمان کے کنارے کو
پہنچ جاتے تو ابن عباس نے جواب میں کہا کہ تجکو معلوم نہیں کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہے اسکی کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں اور جسکا حج مقبول نہیں ہوتا اسکی باقی رہتی ہیں
راوی کہتا ہے میں نے ابن عباس سے سنا تو اپنی کنکریوں پر نشان بنایا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پھر میں نے انکو تلاش کیا تو انکو نہ پایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ
ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین حجرا صغیرا ان یرمی بنجسۃ یعنی اور یہ مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو اٹھاوے پھر اسکو توڑ کر ستر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بناوے
جیسا کہ اکثر عوام کرتے ہیں اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہے اس سے مارنا بھی مکروہ ہے اور کنکری کی مقدار میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ بقدر باقلا ہو اور اگر
بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہے اور سب جمرات کی کنکریوں کا شمار ستر ہے سات جمرۃ العقبہ کے یوم النحر میں اور منا کے تین دنوں میں ہر دن تینوں جمرات کو
سات سات کنکریاں مارتے ہیں تو سب ملا کر ستر ہوئیں اور بعضے علماء نے کنکریوں کا دھونا مستحب کہا ہے تاکہ بالیقین طہارت معلوم ہو جائے کذا فی الاختیار ووقتہ من
الفجر الی الفجر ویسن من طلوع ذکاء لزوالہا ویباح لغروبہا ویکرہ للفجر اور جمرۃ العقبہ کے رمی کا وقت دسویں تاریخ کی فجر سے ہے گیارھویں کی فجر تک اور مسنون وقت
طلوع آفتاب سے ہے دوپہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہے زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت ہے غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب دسویں تاریخ بھی مکروہ
ہے کذا فی الطحطاوی ثم بعد الرمی ذبح ان شاء لانہ مفرد پھر رمی کے بعد ذبح کرے اگر چاہے اسواسطے کہ مفرد حج کرنے والے اور مسافر پر ذبح کرنا واجب نہیں نفل ہے
قارن اور متمتع پر البتہ واجب ہے ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا وتقصیر الکل مندوب والربع واجب پھر سر کے بالوں کو کترے اس طرح کہ ہر بال سے
انگلی کے پورے کے برابر کٹے بنا بر وجوب کے اور اسیطرح کترنا سارے سر کے بالوں کا مستحب ہے اور چوتھائی سر کے بالوں کو کترنا واجب ہے ویجب اجراء الموسی علی راس الاقرع
ان امکن والا سقط اور استرہ پھیرنا اسکے سر پر واجب ہے جسکے سر پر بال نہ ہوں اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہوں اور استرہ نہ پھر سکے تو اس صورت میں استرہ پھیرنا ساقط
ہے ومتی تعذر احدہما لعارض تعین الآخر فلو لبدہ بصمغ بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جب کترانے یا منڈانے سے ایک متعذر ہو تو دوسرا متعین ہو جاتا ہے سو اگر
بالوں کو گوند سے ایسا چپکا لیا کہ کترنا متعذر ہوا تو منڈانا مقرر ہو گیا ایسے کترانے اور منڈانے میں اس وقت تک اختیار ہے جبتک دونوں ممکن ہوں اور جب ایک نہ ہو سکے
تو دوسرے کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النہر یہ عبارت بعضے نسخوں میں نہیں ہے وحلقہ اکمل افضل اور منڈانا تمام سر کا افضل ہے اسواسطے کہ سنت ہے
اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہے اور کترانے سے منڈانا افضل ہے اسواسطے کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر
منڈوانے والوں پر رحم کر اور ہر بار اصحاب عرض کرتے تھے کہ کتروانے والوں کے واسطے بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کتروانے والوں پر رحم کر
ولو ازالہ بالنورۃ جاز اور اگر بالوں کو چونا لگا کر دور کرے یا اکھاڑ ڈالے تو جائز ہے اور سر منڈانے کے وقت یہ دعا مستحب ہے الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا
اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح عنی بہا سیئۃ وارفع لی بہا درجۃ اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین
یا واسع المغفرۃ آمین اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعا کرے الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا

واغفر لنا ولوالدینا ولجمیع المسلمین اور مستحب ہی کہ بالون کو دفن کردے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہی کذا فی فتح القدیر وحل

له کل شئی الا النساء ویل والطیب والصید اور بعد کترانے یا منڈانے کے جو چیزین کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہوگئین تھین سو حلال ہوگئین مگر عورتین

ہنوز حلال نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہین ہم عدم حلت خوشبو خانیہ مین مذکور ہی صاحب بحر نے اسکو ضعیف کہا ہی اور

ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہین صاحب نہر نے اسکی تضعیف کی ہی امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہی کہ رمی محلل نہین بلکہ حلق محلل ہی طحاوی

اور دارقطنی کی اس حدیث سے (عن عائشۃ رض قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم الا النساء) یعنے رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمنے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تمکو حلال ہوگئی سوائے عورتون کے اور امام شافعی کے نزدیک رمی محلل ہی بدلیل

حدیث ابوداؤد وابن ماجۃ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارۃ یوما من ایام النحر الثلثۃ بیان لوقتہ الواجب پھر طواف الزیارت کرے ایام

نحر کے تین دنون مین جس دن چاہے ایام نحر مین طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہی سبعۃ بیان للاکمل والا فالرکن اربعۃ طواف

کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہی ورنہ طواف مین رکن تو چار ہی شوط ہین ہم طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضہ

بھی کہتے ہین بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلہما لان تکرارہما لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر

اس طواف سے پہلے سعی کرچکا ہو اور اگر نہ کرچکا ہو تو اب دونون کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہین وطواف الزیارۃ اول وقتہ

بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل ویمتد وقتہ الے آخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہی

قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن مین افضل ہی اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہی آخر عمر تک یعنی تمام عمر مین جب طواف کرلیگا فرض ادا ہوگا وحل

له النساء بالحلق السابق حتے لو طاف قبل الحلق لم یحل له شئی فلو قلم ظفرہ مثلا کان جنایۃ لانہ لایخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اسپر عورتین

حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہان تک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلاً کاٹے گا

تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے محرم نہین نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہی نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نسا مین ظاہر نہین

ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضائے مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہی کذا فی المنح فان اخرہ عنہا ای ایام النحر ولیالیہا منہا کرہ تحریما ووجب

دم لترک الواجب پھر اگر طواف الزیارۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہی اور ایام نحر کی راتین بھی دنون کے حکم مین داخل ہین اور تاخیر سے

ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے وہذا عند الامکان فاذ ظہرت الحائض ان قدرت علے اربعۃ اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ یعنے

تاخیر سے ذبح لازم ہونا اسوقت ہی جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث مین قریب غروب آفتاب کے سو اگر

طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اسنے نہ کیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہین بعد طہارت کے یا مطلقا طاہر نہوئی تو اسپر

ذبح لازم نہین بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فیبیت بہا للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا مین آوے اور وہین رات کو رہے رمی جمار کے واسطے یہی

سنت ہی منا کے سوا اور کہین رہنا ان دنون مین مکروہ ہی کذا فی الطحاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدأ استنانا بما یلی مسجد الخیف

اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنے گیارھوین تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینون جمار کی رمی کرے شروع اس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہی یہی مسنون

ہی اور اسکو جمرہ اولے کہتے ہین خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہین چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہی لہذا اسکو مسجد الخیف کہتے ہین ثم بما یلیہ

الوسطی پھر اس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولے کے قریب ہی جسکو جمرۃ الوسطی کہتے ہین جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی مین ۳۵ ہاتھ کا فرق ہی کذا فی الطحاوی

ثم یاتی جمرة العقبة [illegible] اور چونکہ [illegible]

[illegible] کرتا ہے [illegible] کذا فی الفتح [illegible]

[illegible] ثم رمی الجمرة الوسطی [illegible] العقبة بعد تمام کل رمی کے بعد [illegible]

[illegible] یوم النحر [illegible] تحمید اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے بقدر پڑھنے سورہ بقرہ کے [illegible]

[illegible] توقف کرے [illegible] آسان ہے کذا فی الفتح اور یہ توقف کرنا اس مقام کے بعد [illegible]

[illegible] جمرۃ الوسطی کے بعد [illegible] جمرۃ العقبہ کے بعد ٹھہرنا چاہیے تینون دونون مین اسواسطے [illegible]

رمی کے بعد ٹھہرنا چاہیے اسواسطے کہ اسکے بعد [illegible] توقف مین [illegible] کے بعد [illegible]

[illegible] وغیرہ [illegible] واستقبل القبلة [illegible] دعا کرے اپنے واسطے اور غیرون کے واسطے دونون ہتھیلیان آسمان کی طرف اٹھا کر چنانچہ بعد نماز کے معمول ہے

ہے ابو یوسف [illegible] کے وقت کعبہ معظمہ کی طرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی النہر ثم رمی غدا کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث وھو

احسب یعنی جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسی طرح بارھوین تاریخ کو جو تیرھوین تاریخ کو بھی اسی طرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرھوین تاریخ کا رہنا سنت

مستحب ہے وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب وفی الثانی والثالث من الزوال الی طلوع

ذکا اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے ساتھ امام اعظم رح کے نزدیک اسواسطے کہ اس

دن مین رمی کا وقت فجر سے غروب تک ہے اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھوین اور بارھوین کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے طلوع ہونے تک

لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور [illegible] مکروہ کذا فی الطحطاوی ولہ النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کوچ کرنا منا سے

قبل طلوع ہونے تیرھوین تاریخ کی فجر کے نہ بعد طلوع ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی کلہ

راکبا ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی ماشیا افضل [illegible] لا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ منصرف والراکب اقدر علیہ والحق افضلیۃ المشی فی الظہیریۃ ورجحہ

الکمال وغیرہ اور کل رمی سوار ہوکر درست ہے لیکن جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی مین پیدل افضل ہے اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے تو اگر وہان سوار ہوگا

تو اور ٹھہرنے والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنے جمرۃ العقبہ مین سوار ہوکر رمی کرنا افضل ہے اسواسطے کہ انسان اسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اسکی رمی

کرنے کے بعد پھرتا ہے اور سوار پھرنے پر زیادہ قادر ہے اور یہ تفصیل ابو یوسف رح سے منقول ہے اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقا بیان کی ہے

یعنے تینون مقام مین پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے

قریب تر ہے علی الخصوص اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین جمار ثلثہ کے رمی مین تو سوار ہونے مین انکو تکلیف رسانی ہے اور رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو سوار ہوکر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا تھا

سوار ہوکر کذا فی المنح ولو قدم ثقلہ ای متاعہ وخدمہ الی مکۃ واقام بمنی او ذہب لعرفۃ کرہ ان اطمئن لا ان امن وکذا یکرہ للمصلی جعل نحو نعلہ

خلفہ لشغل قلبہ اور اگر بھیجا اسباب اور خادمون کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر

اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو آتے مکہ مین چھوڑنا مکروہ نہین ہے

اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی المنح من الجوہرۃ یعنے عبادت مین تسکین خاطر چاہیے ایسا کام نکرے جس مین

دل کو کھٹکا رہے کہ جس مین عبادت کا لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استنانا ولو ساعۃ بالمحصب بضم ففتحتین لا الظہر ولیست المقبرۃ منہ جب جاتے منا سے

مکہ کی طرف چلے تو مسنون یہ ہے کہ اول محصب میں اُترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہان ٹھہرے محصب بضم اول وفتح ثانی وثالث وتشدید اُس مکان کا نام ہے جو
مکہ اور منا کے درمیان میں ہے اُسمین پتھریان کثرت سے ہین اُسکو ابطح وبطحا اور حصا بجی کہتے ہین اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب مین داخل نہین ہم
محصب مین اوترنا سنت ہے ادنے رتبہ یہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلے رتبہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء مین پڑھے اور ایک نیند لیکر مکہ معظمہ مین آوے
کذا فی الفتح والمنح صحیح بخاری مین انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا پڑھی اور محصب مین ایک نیند لی پھر سوار ہو کر بیت اللہ کا
طواف کیا امام شافعی رحؒ نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت مؤکدہ نہین اور امام اعظم رحؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اسواسطے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی اسلیے
کہ صحیح بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب ہم منا مین تھے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کی خیف مین اوترینگے
یعنے محصب مین کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای للوداع سبعة اشواط بلا رمل وسعی وهو واجب الا علی اهل مکة ومن فی حکمه
فلا یجب بل ینذب کمن مکث بعده پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے
سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہین حکم مین یعنی مواقیت کے اندر والے لوگ سو اُنپر طواف
الوداع واجب نہین بلکہ مستحب ہے چنانچہ اُس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہان رہگیا امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کے
اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگون کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال مین بیت اللہ کا طواف کرین اور مسلم مین یون ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان ثم النیة للطواف شرط فلو طاف هاربا او طالبا لم یجز پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف
کے واسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بھاگ کر یا کسی کے پکڑنے کو تو جائز نہوگا لکن یکفی اصلها فلو طاف
بعد ارادة السفر ونوی التطوع اجزاه عن الصدر کما لو طاف بنیة التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف مین اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی طواف کی
نیت مین وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہین سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جائیگا
چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر مین تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارة ثم بعد رکعتیه شرب من ماء زمزم پھر طواف الوداع
کے دوگانہ نماز کے بعد زمزم کا پانی پیے دارقطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے حاصل ہو
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو حق تعالی تسکین دیگا اور
یہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق مین یون ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور
خود پانی نکالے اور رو بقبلہ کھڑے ہو کر خوب پیٹ بھر تین بار مین پیے اور ہر بار آنکھ اُٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منہ اور سر اور بدن کو اُسکا پانی چپڑے
اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھ ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ عبد اللہ
بن عباس رضؓ زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے (اللهم انی اسالک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء)[1] کذا فی فتح القدیر وقبل العتبة تعظیما للکعبة ووضع
صدره ووجهه علی الملتزم وتشبث بالاستار ساعة کالمستشفع بها اور بیت اللہ کے آستانہ فیض آشیانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے اور اپنا
سینہ اور منہ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور درخواست کنندہ شفاعت کے کعبہ معظمہ سے ہو اسواسطے کہ جو کسی انسان کیطرف ملتجی ہوتا ہے تو
اُسکا کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اُس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان مین ہے چار ہاتھ کی اُسکی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھکر کہے
(السائل ببابک یسالک من فضلک ومغفرتک ویرجو رحمتک)[2] اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو لم ینلها یضع یدیه علی راسه مبسوطتین
علی الجدار قائمتین والتصق بالجدار ودعا مجتهدا ویبکی او یتباکی اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونون ہاتھ اپنے سر پر کھڑے کر کے دیوار پر

[1] الٰہی میں سوال کرتا ہوں تجھ سے علم نفع دینے والا اور رزق وافر اور شفا ہر مرض سے ۱۲
[2] سائل تیرے دروازہ پر تجھ سے سوال کرتا ہے تیرے فضل اور مغفرت کو اور توقع کرتا ہے تیری رحمت کی ۱۲

... اور اپنے وطن کو ہو یا کعبہ سے جُدا ہووے اور خوب کوشش کرے دعا کی اور رووے یا رونے کی صورت بناوے ... لا فی ... ہو کہ ... خشوع ہوئے
کہ ... فتاوی قاضی خان میں ہے کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور نیت میں ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے اور ملتزم سے لپٹے
وہیں ... قولہ قلت حتی یخرج من المسجد و بصرہ الی البیت اور پیچھے اُلٹے پاؤں ہو کر فرق ... اپنی نسبت ... ہو ... کہ ... ہوا
بیان ... مسجد الحرام سے باہر نکلے ... رخصت کے وقت یہ دعا کرنا مستحب ہے اللّٰہم ان ھذا بیتک الذی جعلتہ مبارکا وھدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
ومن دخلہ کان آمنا الحمد للّٰہ الذی ہدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ اللّٰہم فکما ہدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ آخر العہد من بیتک الحرام وارزقنی العود
الیہ حتی ترضی عنی برحمتک یا ارحم الراحمین کذا فی الاختیار شرح المختار ویسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وھو الیسیر
من الزمن وھو المحمل عند الاطلاق الفقہاء قبل دخول مکۃ ولا شیء علیہ بترکہ اور ساقط ہے طواف القدوم اُس شخص سے جسنے عرفات میں وقوف
کیا ایک ساعت قبل آنے مکہ کے اور کوئی چیز اُس پر لازم نہیں طواف القدوم کے ترک کرنیسے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہے یعنے اندک زمانہ اور
یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام میں نہ ساعت نجومی ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یومہا او لیلتہا الی طلوع فجر یوم النحر
او اجتاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ کذا الواہل عند رفیقہ وکذا غیر رفیقہ فتح بہ او بالحج مع احرامہ عن نفسہ فاذا انتبہ او افاق واتی بافعال الحج جاز وہ
جو ٹھہرا عرفات میں یوم عرفہ کی دوپہر ڈھلنے سے یوم نحر کے طلوع فجر تک یا وہاں ہو کر نکل گیا جلد یا ٹھہرا سونے کی حالت میں یا بیہوشی کے حال میں اور اسی طرح اگر
بیہوش کی طرف سے اُسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کہا بشرطیکہ اُسکے احرام باندھ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندھا
پھر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہوگیا اور کسی شخص نے اُسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پھر جب سونے والا جاگا یا بیہوش ہوش میں آیا اور اُسنے
حج کے افعال ادا کیے تو اُسکا حج جائز ہوگیا اسواسطے ظاہر ہوگیا کہ اُسکی عاجزی فقط احرام میں تھی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بدون اُسکے امر کے نیابت
صحیح نہیں کذا فی الخلاصۃ ولو بقی الاغماء بعد احرامہ لطیف بہ المناسک وان احرموا عنہ کفتہ مباشرتہم اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر بعد احرام
باندھنے کے بیہوشی ہوئی تو اُسکو گھمانا چاہیے مکانات حج میں یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ میں اسواسطے کہ وہ نیت حج کی کرچکا ہے تو تمام افعال حج کا اہل
فاعل ٹھہر چکا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تھا اور اُسکے رفیقوں نے اُسکی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقوں کی مباشرت افعال حج کافی ہے بیہوش کا مناسک حج میں لیجانا
ضروری نہیں ولم ار الوجن فاحرموا عنہ وطافوا بہ المناسک وکلام الفتح یفید الجواز شارح کہتا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی کتاب فقہ میں حکم اُس شخص کا جو قبل احرام باندھنے
کے مجنون ہوگیا پھر رفیقوں نے اُسکی طرف سے احرام باندھا اور اُسکو مناسک حج میں لیگئے یا اور کلام فتح القدیر اُسکا مفید ہے کہ ایسے کا حج بھی جائز ہوا اسواسطے کہ بیہوش
اور مجنون قصد حج اور زوال عقل میں برابر ہیں شارح نے صریحا نہ کہا کہ یہ حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا او جہل انہا عرفۃ
صح ہذا لان الشرط الکینونۃ لا النیۃ یا ایک شخص عرفات میں ٹھہرا اور یہ نجانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اُسکا صحیح ہے اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہے وہاں کا ہونا نیت
وقوف کی کرنا شرط نہیں سو وہاں کا ہونا جیسے جاگتے اور سوتے اسطرح بیہوش اور جاہل پر صادق ہے ومن لم یقف فیہا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ اور جو شخص عرفات
میں نہ ٹھہرا اُسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ ساعۃ
من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنے رسول خدا صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہے جو شخص کہ عرفات میں ایک ساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اُسکا حج پورا ہوا اس
حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل ای بافعال العمرۃ وقضی ولو حجۃ
نذرا او تطوعا من قابل بلا دم علیہ جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرے اور اپنے حج کو
سال آیندہ میں قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اُسپر ذبح کرنا واجب نہیں والمرأۃ فیما مر کالرجل لعموم الخطاب مالم یقم

دلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہو احکام حج مین جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنے عورت اور مرد کو بسبب مکلف ہونے کے حکم شرع
برابر ہو جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین لکنہا تکشف وجہہا لا رأسہا ولو سدلت
شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل ندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اُسکے چہرہ مین ہو نہ اُسکے سر مین
تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اُسکو جدا رکھے تو جائز ہو بلکہ مستحب ہو کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہ ہو
کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے اور ابرتح فالنا کرہ ہو کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہو معمول ہو کہ ایک چیز مانند قبہ اکڑیون سے بناتے ہین عورت اُسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہو
اور کپڑا اُسپر ڈال لیتی ہو تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی المنح سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہو کہ شتر سوار ہمارے
سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر پر سے ڈال لیتے تھے پھر جب وہ
ہم سے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للفتنۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک
نہ کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ اس طرح کہے کہ آپ سنے اور جو بعضون نے کہا ہو کہ عورت کی آواز عورت ہو یعنے چھپانے کی چیز ہو سو قول ضعیف ہو ولا ترمل
ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد
نکالتا ہو اور دونون میناروں کے درمیان جھپٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈاوے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہو جیسا مرد کو ڈاڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر
کے بال پورکی برابر کترا وے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے بشرطیکہ کپڑا ورس اور زعفران سے
رنگین نہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہو کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال اور حجر اسود کے قریب نجاوے
ہجوم کے وقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن ملانا ممنوع ہو والخنثی المشکل کالمراۃ فیہ احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہو جمیع امور مذکورہ
مین بنابر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سواے طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام
مین ہوتا ہو اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شیء علیہا بتاخیرہ اذا لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزمہا الدم بتاخیرہ لباب اور
عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہوے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے
پاک ہو لی اور طواف کیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک وہو بعد حصول رکنیہ یسقط طواف الصدر ومثلہ
النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہو اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط
ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہو جمیع احکام مذکورہ مین والبدن جمع بدنۃ من ابل وبقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی
کہتے ہین اور گاے کو بھی کہتے ہین تو جسپر شرع مین بدنہ واجب ہوا اور وہ گاے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی رح گاے کو بدنہ نہین کہتے والہدی
منہا ومن الغنم کما یجی اور ہدی اونٹ اور گاے کی ہوتی ہو اور بھیڑ بکری کی بھی ہوتی ہو چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا اور ہدی وہ جانور ہو جو مکہ معظمہ مین جا کر ذبح ہو

باب القران

باب القران

یہ باب ہو قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجۃ وعمرۃ
معا وانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہو تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے پاس سے
آیا اور مین عقیق مین تھا سو اُسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہو تمتع وغیرہ سے ہم لفظ وانا بالعقیق
اور معا حدیث مین داخل نہین طحطاوی نے ام سلمہ رض سے یون روایت کی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ یعنی مین نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو تم لوگ حج میں ذکر کر کے دونوں کا ایک ساتھ احرام اور دوسرے حج کا ... عمرہ ... سے بھی روایت ہے
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین میں انس سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہل بالحج والعمرۃ یقول لبیک بحجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان اور عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس واللہ اعلم بالصواب ... [illegible]
ثم دخل ... بیان الجواز ... اور قول ... یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج میں داخل کر دیا ... [illegible]
... قران ... عمرہ کرنے کو موسم حج میں برا جانتے تھے ... علیہ السلام امر ہوئے کہ حج کے ساتھ عمرہ ... [illegible]
... مجد الدین فیروز آبادی نے ... میں خوب تحقیق بیان کیا ہے ... کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام ... [illegible]
احادیث صحیحین میں ... زیادہ ... احرام حج اور عمرے کا معاً تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث میں ... حج کا ... [illegible]
... تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اسکے عمرے کو بھی اس میں داخل کر لیا تو قران ہو گیا
... تمتع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ لینا اسواسطے کہ قران کی ... میں شک نہیں کہ ایک احرام ... ادا ہوئے حج بھی اور
عمرہ بھی اور اصحاب نبی رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضوں نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی تھی تو یہ دونوں قسم کے لوگ اپنے احرام پر رہے
یوم النحر تک اور بعضوں نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی نہ تھی انکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالیں یعنی عمرہ کر کے احرام اتار دیں پھر نیا حج کے واسطے دوسرا
احرام باندھیں فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اس کو کہتے ہیں ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر افراد یعنی فقط حج ... سے افضل ہے والقران ... [illegible]

وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف اربعۃ اشواط او عکسہ بان یہل باحرام العمرۃ
... الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء ... اور قران لغت عرب میں دو چیز ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں قران یہ ہے کہ محرم
لبیک پکارے ساتھ لفظ حج اور عمرہ ساتھ حقیقی معیت ... اس طرح کہ دونوں کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو جیسے یوں کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو
اس طرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکے بالعکس کرے اس طرح کہ عمرے کا احرام
حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا حج پر
داخل کیا اگرچہ اس صورت میں ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران نہ باقی
رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات اذ القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا معاً احرام کرے میقات سے
اسواسطے کہ قارن نہیں ہوتا مگر آفاقی نہ کی یا قبل میقات کے حج کے مہینوں میں دونوں کا احرام باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام
قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما بالنصب والمراد بہ النیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ شرط کالصلوۃ ویسن بعد الصلوۃ اللہم انی
ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا میں حج اور عمرے کا ارادہ
کرتا ہوں سو انکو میرے آسان کر دے اور انکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول یا متن کے کلام میں یا تو منصوب ہے یہل پر عطف ہو کر اس صورت میں
تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جملہ کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے
نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کے کذا فی المجتبی ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرے کا اول کہنا ذکر میں بسبب
مقدم ہونے عمرے کے فعل میں یعنے قران میں اول عمرہ ادا کرتے ہیں پھر حج تو اسی طرح مناسب ہے کہ ذکر میں بھی عمرے کو حج پر مقدم کریں صاحب کنز اور
صاحب مجمع نے بخلاف استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون میں حج مقدم ہے وطاف للعمرۃ ... الا ... وقران ... [illegible]

پہلے عمرے کا طواف کرے یہان تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرے کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہوجاویگی لیکن اس نیت سے ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہین کرتی کذا فی الطحطاوی سبعة اشواط یرمل فی الثلثة الاول ویسعی بلا حلق عمرے کا طواف سات
شوط کرے اور پہلے تین شوطون مین رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سرمنڈانے کے فلو حلق لم یحل من عمرته ولزمه دمان سو اگر قارن نے
بعد عمرے کے سرمنڈایا تو اسکے عمرے کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرے کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہے اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو
احرام مین بسبب حلق کے بے ادبی ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی ثم یحج کما مر فیطوف للقدوم ویسعی بعده ان شاء پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہوچکی
تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضة کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہوچکا فان اتی بطوافین
متوالیین ثم سعیین لهما جاز و اساء ولا دم علیه سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی مین سات
شوط کیے تو جائز ہے اور اسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرے کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہین وذبح للقران وهو دم
شکر فیاکل منه بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنے جمرة العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور
یہ قربانی اداے شکر کی ہے کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوئین تو قارن اس قربانی سے کھاوے اور ماتن نے قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ
ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہین بسبب وجوب ترتیب کے ثم قرآن مجید مین ارشاد ہوا فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی فمن لم یجد فصیام ثلثة
ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة یعنے جو فائدہ لے عمرے سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نہ پاوے تو تین روزے رکھے
حج مین اور سات جبکہ تم رجوع کرو یہ پورے دس روزے ہین تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور در صورت عدم قدرت
دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا و ان عجز صام ثلثة ایام ولو متفرقة آخرها یوم عرفة ندبا رجاء القدرة علی الاصل اور اگر قربانی کرنے سے
عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بامید قادر ہونے کے اصل پر یعنی شاید
عرفہ کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہوجاوے وسبعة بعد تمام ایام حجه فرضا او واجبا ای بمضی ایام التشریق ای این شاء لکن ایام التشریق لا تجزیه لقوله تعالی
وسبعة اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فصام من وطنه منی واتخذها موطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی
بعد گذرنے ایام تشریق کے ہے اور یہ سات روزے جہان چاہے رکھے خواہ منا مین خواہ مکہ مین خواہ اپنے وطن مین لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہین کرتا
اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ صوم سات دن کا ہے جبکہ تم رجوع کرو یعنے جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اسکو بھی شامل ہے جسکا منا
وطن ہے یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہین وطن مقرر نہین خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت مین بمعنی فراغ ہے مجازا اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہے رجوع
کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا انکے نزدیک مکہ مین سات روزے رکھنا جائز نہین کذا فی المنح فان فاتت الثلثة تعین
الدم سو اگر تین روزے فوت ہوے یعنے ایام حج مین یوم النحر تک نہ رکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہوگیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران مین مخصوص بوقت
حج تھے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہین اور اصل قربانی بھی اب وہی متعین ہوگئی فلو لم یقدر تحلل وعلیه دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر
نہو تو احرام اتارے اور اسپر دو قربانیان واجب ہین ایک قران کی اور دوسری احرام اتارنے کی کذا فی الطحطاوی ولو قدر علیه فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومه اور اگر
قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر مین قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم در صورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی
اسپر لازم ہوگئی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہے اب قربانی اسپر واجب نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر فان وقف القارن بعرفة قبل اکثر طواف العمرة بطلت
عمرته سو اگر قارن نے عرفات مین وقوف کیا طواف عمرے کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اسکا باطل ہوگیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرے کا متعذر ہے کیونکہ

لانه اتی بهٔ ہوسکے اور اس کی فضیلت ہی اور وقوف عرفات کی نیت معلوم ہوا کہ پھر تو جو باقی ہے عمرہ باطل نہین ہوتا قول صحیح مین کذا فی النہر
اتی باربعة اشواط وهو لقصد الفعہ الم او انتقص لم یبطل رفضه بالوقوف والاصل ان الماتی به من جنس ما یلتبس بہ فی وقت یصلح له تصرف فیصرف الیہ
قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کئے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کئے تو عمرہ قارن کا باطل نہ ہوگا اور عمرے کو پورا کرے
یعنی باقی تین شوط اور سعی کرے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو چیز لائی جاوے ہم جنس ایسی چیز سے مکلف مشغول اور مشغول ہو رہا ہے تو جبکہ
وہ اسکے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھیر دی جاوے گی جبکہ وہ مشغول ہو اور ہم جنس مشغول کے فعل کے ہے یہان چار شوط مراد ہین جو قبل وقوف عرفات کے
ادا کئے ہوئے لہذا قارن کی عمرہ مین بسبب مجانست اور صلاحیت وقت کے شمار ہونگے وقضیت بشروعہ فیہ اور رجوع عمرہ کر باطل ہوگیا قضا کیا جاوے بسبب
شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کر دیتا ہی عبادت کو مانند نذر کے ووجب دم الرفض للعمرة اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے عمرے کے
وسقط دم القران لانه لم یوفق للنسکین اور قران کا ذبح ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ عبادتون کے جمع کرنے سے فائز نہین ہوا

باب التمتع

ہو افضل من الافراد اور التمتع یہ باب ہی تمتع کے احکام مین تمتع باعتبار لغت کے ہی یا متاع سے ہی یا متعہ سے اور وہ بمعنی نفع لینے کے ہی یا نفع پہونچانے کے وشرعا ان
یفعل العمرة او اکثر اشواطها فی اشهر الحج اور اصطلاح شرع مین تمتع یہ ہی کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کے اکثر شوط یعنی چار شوط کیے جاوین حج کے مہینون مین
سو اگر قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامه کان متمتعا فتح قال المصنف فلتنبیہ
النسخ الی هذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلا رمضان مین یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال مین کیا پھر اسی سال حج کیا تو یہ شخص
متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین ہو مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کی طرف بدلنا چاہیے ہم مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین تصریح کی ہی کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور مجمع سے معلوم ہوتا ہی کہ تمتع مین احرام عمرے کا اشہر حج مین کرنا مشروط ہی حالانکہ فتح القدیر مین صحیح ہی کہ
اشہر حج کا احرام شرط نہین اور اختیار شرح مختار مین صریحا موجود ہی کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج مین ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا واجب کرنے اشہر حج
احرام کی قید نہین لگائی تو اب یہ منتج ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہی کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا بعد اشہر حج مین لہذا
ہمنے بھی تعریف اختیار کی ولیطوف ولیسعی کما مر اور طواف اور سعی کرنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ طواف
اور سعی سے عبارت ہی پھر جب عمرہ تمتع کی تعریف مین مذکور ہو چکا تو اسکی کیا حاجت ہی ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کترا دے اگر چاہے ہم منڈانا یا کترانا
تمتع مین شرط نہین متمتع کو اختیار ہی چاہے محرم بنا رہے چاہے سر منڈا دے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہو گیا کذا فی النہر ویقطع
التلبیة فی اول طوافه للعمرة واقام بمکة حلالا اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف مین اور بدون احرام کے مکہ مین رہے ہم متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہین
خواہ کہ مین رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقة او حکما بان لم یلم باهله المامًا صحیحا پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر مین
وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ کہ عمرہ کر کے اصلا اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہ ہی کہ اپنے اہل مین آوے المام غیر صحیح کر المام غیر صحیح اسکو کہتے ہین
کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ لگا ہو یا ہدی لیجا کر یا قبل حلق کے وطن مین آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجاتا ہی وہ احرام نہین اتار سکتا ذی الحج کی آٹھوین تاریخ
سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اسکو حرم مین پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم مین جانا مستحب ہی اور المام صحیح
یہ ہی کہ حرم مین سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیة الطحطاوی یوم الترویة وقبله افضل ویحج کالمفرد لکنه یرمل فی طواف الزیارة ویسعی
بعده ان لم یکن قدمهما بعد الاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ مکہ سے اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھوین

تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہے اور حج کو ادا کرے مانند تنہا حج کرنے والے کے لیکن متمتع طواف الزیارۃ میں رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف
الزیارۃ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کے یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے ولم
تنب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اور یہ ذبح واجب ہے فان عجز عنہ صام کالقران پھر اگر
متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے یعنے تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد
احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل رجاء وجود الہدی کما اور جائز ہے تین روزے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے
مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم میں عرفہ کے دن تک افضل ہے ہدی کے پاجانے کی امید پر چنانچہ قران میں گذرا وان
اراد المتمتع السوق للہدی وہو افضل احرم ثم ساق ہدیہ معہ اور اگر متمتع ارادہ کرے ہدی کے ہانک لیجانے کا اور یہ افضل ہے اُس متمتع سے جسمیں ہدی ساتھ نہو
اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیچلے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے
ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہیں وہو اولی من قودہ الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیچلنا بہتر ہے اُسکے کھینچ لیچلنے سے مگر جبکہ ہانکنا
مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا اُسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وہو اولی من التجلیل اور پٹا گلے میں ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے اور
پٹا ڈالنا افضل ہے جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرایش کے واسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہے تقلید یہ ہے کہ جانور کے
گلے میں پٹا ڈالے یا جوتی اسمیں باندھے یا ٹکڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا
من الایسر او الایمن لان کل واحد لایحسنہ اما من احسنہ بان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو بائیں یا داہنے
طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ ہر شخص اسکو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہونچتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو
کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ہم بحث احرام میں مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا
اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقاً اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا یتحلل منہا حتی ینحر ثم احرم للحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ
کرنے سے احرام نہ اُتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اُتارنے سے نحر تک پھر آٹھوین تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اس متمتع کے بیان میں
جسنے ہدی کو نہیں ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر میں اور جبکہ اسنے سر منڈا لیا تو حلال ہو گیا اپنے دونوں
احراموں سے یعنی حج اور عمرے کے دونوں احرام حلق کے بعد موقوف ہوئے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا منڈانے تک
والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم میں ہے یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہو وہ نرا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ
حق تعالی نے فرمایا (ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام) یعنے وہ تمتع اُس شخص کے واسطے ہے جسکے اہل و عیال مسجد الحرام میں حاضر نہیں ولو قرن او تمتع جاز واساء
وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور اُسنے برا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہے اور اُسکو روزے
رکھنا واجب نہوگا اگر وہ محتاجی سے ذبح نکر سکے ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ کتب فقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد حلت کی
نفی ہے نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الی بلدہ وحلق فقد الم الماما صحیحا فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی کے
ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اُسنے المام صحیح کیا تمتع اُسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ تمتع کالقارن اور اگر متمتع
ہدی لیگیا اور عمرہ کرکے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے میں اُسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرے کے اُس سال حج نہ کرے تو اُسپر
کچھ مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہیں کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے المام صحیح نہیں تو تمتع اُسکا باطل نہیں مانند قارن کے

یعنے جیسے قارن کے واسطے قربانی اہل نہین ہے کذا فی الخلاصۃ ومن طاف لعمرتہ اقل من اربعۃ قبل اشہر الحج واتمہا فیہا وحج فقد تمتع ولو طاف اربعۃ قبلہا لا۔ اعتبار اللاکثر اور اگر عمرے کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینون سے پہلے اور طواف کے باقی چار شوط پورے کرد یا حج کے مہینون میں تو اسنے تمتع کیا اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہوا اور اگر چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج میں کیے تو تمتع صحیح نہین ہے بنا بر اعتبار اکثر کے واسطے کوفی او خراسانی حل من عمرتہ فیہا او الا اشہر وسکن بمکۃ او داخل المواقیت او البصرۃ او غیرہا وحج من عامہ متمتع لبقاء سفرہ کوفی یعنی آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کر کے احرام اتارا اور مکہ میں رہا مراد یہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ میں رہا بصرہ سے مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہین رہا اور اسی سال اسنے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اسواسطے کہ اسکا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدہا ورجع من البصرۃ الی مکۃ وقضاہا وحج لا یکون متمتعا الا اذا الم کا فی اور اگر اشہر حج میں عمرے کو فاسد کر ڈالا بسبب جماع کے یا بصرہ آیا بصرہ سے مکہ کی طرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرے کے مانند مکی کے ہوگیا یعنے اسکو مکہ میں رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے پھر جب وہ اہل مکہ میں ملگیا تو تمتع نہ ہوا اسواسطے کہ عمرہ اسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الظہیریۃ الا اذا الم باہلہ ثم حج واتی بہما لانہ سفر آخر لا لشیء کون العمرۃ قضاء لما افسدہ مگر جبکہ بعد فاسد کر ڈالنے عمرے کے اپنے شہر ملگیا پھر مکہ سے کہین احرام باندھ کر پھر آیا اور عمرے اور حج کو عمل میں لایا تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب اپنے وطن میں پہونچا تو سفر اول ہوچکا پھر جب دوبارہ مکہ میں آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہ امر تمتع کو مضر نہین کہ یہ عمرہ قضا ہوا اس عمرے کی جسکو فاسد کرچکا ہو ای ایہما افسدہ لا تمتع واتمہ بلا دم للتمتع بل للفساد اور دونون عبادتون میں سے جس عبادت کو تمتع فاسد کیے خواہ عمرے کو خواہ حج کو تو اسکو تمام کرے اسواسطے کہ احرام سے نکلنا بدون افعال مقصودہ کے نہین ہوسکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اسپر واجب نہین اسواسطے کہ دونون عبادتون کے ادا کرنے سے سفر واحد میں تمتع نہین ہوا بلکہ فاسد کرنے سے ذبح کرنا اسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی فتح المعین

باب الجنایات

الجنایۃ ہنا ما یکون حرمتہ بسبب الاحرام او الحرام جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت میں عبارت ہے احداث امر سے اور اصطلاح شرع میں جنایت ہر اُس فعل کا نام اور بیان یعنی کتاب الحج میں جنایت اُس فعل کو کہتے ہین جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم میں داخل ہونے کے وترتیب بیان ادم اوصوم او صدقہ فصلہا بقولہ اور جنایت سے کبھی دو خون واجب ہوتے ہین یا ایک خون یا صوم یا صدقہ سو ان امور کی تفصیل کی ہے ماتن نے اپنے آئندہ قول سے الواجب دم علی محرم بالغ خلافا للشافعی ولو ناسیا او جاہلا او مکرہا فیجب علی نائم غطی راسہ خون واجب ہے محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہین بخلاف امام شافعی کے اگر بالغ محرم بھولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اسکی بے اختیاری میں جنایت ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اُس سونے والے پر جسکا سر کسی انسان نے ڈھکدیا اور عدم اختیار میں گناہ ساقط ہے نہ جزا کذا فی البحر ان طیب عضوا کاملا ولو فما بالکل طیب کثیرا او بلغ عضوا او معا یعنے ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبودار چیز لگائی کسی پورے عضو میں جیسے سر اور پنڈلی اور ران میں اگرچہ منہ خوشبودار ہوگیا ہو بہت خوشبودار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی ہو بقدر کہ اگر سب کو جمع کیجیے تو بقدر ایک عضو کے ہوجاوے والبدن کالعضو ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارۃ اور تمام بدن ایک عضو کے برابر ہے اگر مجلس متحد ہو اور نہین تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنے اگر ایک مجلس میں خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس میں خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانے کا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر ولو ذبح ولم یزلہ لزمہ دم آخر لترکہ اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اسپر لازم ہوا بسبب باقی رکھنے خوشبو کے والثوب المطیب اکثرہ بشرط اللزوم الدم دوام لبسہ یوما اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبودار ہو تو خون کے واجب ہونے میں یہ شرط ہے کہ دن بھر اسکو پہنے رہے او خضب راسہ بحناء رقیق اما الثلبد ففیہ دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی میں پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی کو سر پر لگادیا تو اسمین دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانے کا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے چھپ

فتح المعین

کذا فی الطحطاوی عن البحر بیہقی مین حدیث مرفوع ہی کہ الحنا طیب یعنی مہندی خوشبو ہی چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا بعد ذکر مطلق خوشبو کے اسکو بھی ذکر کردیا کذا فی النہر او دہن زیت او حل بفتح المہملۃ الشیرج ولو کانا خالصین لانہما اصل الطیب بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا میٹھا تیل بدن مین ملا اگرچہ دونون خالص ہون خوشبو سے اسواسطے کہ دونون تیل اصل ہین خوشبو کی امام اعظم کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب اور بیلا اور چمبیلی کے انہین ڈالے جاتے ہین تو دونون خوب خوشبودار ہوجاتے ہین بخلاف اور تیلون کے کہ انکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہین ہوتا مع حل بفتح حاے مہملہ و تشدید لام میٹھا تیل ہی یعنی تلون کا تیل جسکو عرب شیرج اور وہی اسمیہ بھی کہتے ہین اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح اور خوشبودار تیل مین بالاتفاق ذبح واجب ہی فلو اکلہ او استعطہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او قطر فی اذنیہ لا یجب دم ولا صدقۃ اتفاقاً تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا ناک مین ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونون پانون کی بوائی مین لگایا یا اپنے دونون کانون مین ٹپکایا تو اسپر نہ ذبح کرنا واجب ہی نہ صدقہ بخلاف المسک والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء بالاستعمال وعلی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور اسیطرح کی چیزون کے جنمین ذاتی خوشبو ہی اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم آتی ہی اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی جزا مین اختیار ہی چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا فی الطحطاوی ولو جعلہ فی الطعام قد طبخ فلا شئ فیہ وان لم یطبخ وکان مغلوباً کرہ اکلہ کشم طیب وتفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے مین ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمین کوئی چیز لازم نہین خواہ کھانے مین خوشبو باقی رہے یا نہ رہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے مین اوپر سے ڈالا اور خوشبودار مغلوب ہی یعنی کھانے سے کمتر ہی تو اسکا کھانا مکروہ ہی اگر خوشبو معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبودار سیب کا سونگھنا مکروہ ہی مع جس خوشبودار چیز کا کھانا معمول جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الایچی اور دارچینی کے جبکہ وہ کھانے مین مخلوط ہوجاوے تو اسکو کھانا جائز ہی کذا فی منح الغفار او لبس مخیطاً لبساً معتاداً فلو اتزر بہ او وضعہ علی کتفیہ لا شئ علیہ یا محرم نے سیا کپڑا پہنا اس طرح پر جس طرح پہننے کی عادت ہی تو اگر مثلاً قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہ بند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونون مونڈھون پر رکھا تو کوئی چیز اسپر واجب نہین نہ ذبح نہ صدقہ او ستر رأسہ بمعتاد ولو بحمل اجانۃ او عدل فلا شئ علیہ یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا تغار یا گٹھری اٹھانے سے تو کوئی جزا اسپر واجب نہین یوماً کاملاً او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح کرنا اسپر واجب ہی اور اس سے کم مین یعنی دو تین پہر کے پہننے مین یا ساعت بھر مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان تعدد لیلاً واعادہ نہاراً او لو جمیع ما یلبس اور ایکدن سے زیادہ پہننا دن کی برابر ہی یعنی جیسے ایکدن کے لباس مین ذبح واجب ہی ویسے دس دن مین اگرچہ محرم رات مین لباس کو اتار ڈالتا ہو اور دن مین پھر اسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اسنے پہنی ہو یعنے ٹوپی اور قبا اور پاجامہ بہرصورت ایک ہی خون واجب ہی ما لم یعزم علی الترک للبس عند النزع فان عزم علیہ ای الترک ثم لبس تعدد الجزاء کفر للاول اولا ایک روز اور چند روز کا لباس اسوقت تک برابر ہی جب تک محرم نے لباس اتارنے کے وقت ترک لباس کا ارادہ نہین کیا سو اگر اتارنے کے وقت ترک لباس پر عزم کر چکا اور پھر اسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جو بار ترک کا ارادہ کریگا اتنی بار ذبح کرنا اسپر واجب ہوگا خواہ اول قصور کا اسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا یتعدد الجزاء لو لبس یوماً فاراق دماً للبسہ ثم دام علی لبسہ یوماً آخر فعلیہ الجزاء ایضاً لانہ محظور فکان لدوامہ حکم الابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اسنے سیا کپڑا ایک دن پہنا سو اسنے پہننے کی جزا مین ذبح کیا پھر اسکو ایکدن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہی تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتداے لباس کا ہوا یعنے جیسے ابتداے لباس مین جزا واجب ہوئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ودوام اللبس بعد ما احرم وہو لابسہ کانشائہ بعدہ ولو کرہاً او نائماً اور قائم رکھنا اس لباس کا جسکو احرام کے وقت پہنے ہوے تھا ایسا ہی گویا اسنے بعد احرام کے اسکو پہنا تو اگر مثلاً اس قمیص کو

[illegible] ہے اگر کسی نے بدون عذر کے [illegible] ہو تو [illegible]

[illegible] پھر اگر [illegible] خون [illegible] اس کو صحت ہو گئی

بعد اسکے دوسری [illegible] کذا فی فتح القدیر [illegible]

[illegible] اگر محرم کو [illegible] ہوئی [illegible] حاجت ہونی معلوم ہوئی کو [illegible]

[illegible] واجب ہو [illegible] زیادہ [illegible] کذا فی الظہیریہ ولو تیقن زوال الضرورة

[illegible] اور اگر محرم کو یقین ہو گیا کہ [illegible] حاجت [illegible] ایک دن [illegible] اور اگر وہاں حاجت میں شک ہو

[illegible] کذا فی [illegible] کا [illegible] تمام سر [illegible] کفارہ دینا واجب ہوگا

[illegible] محرم کے دونوں کان اور ناک [illegible] کپڑے کے [illegible]

[illegible] سر یا چوتھائی داڑھی کو مونڈے یعنی بال نوچے [illegible] کسی طرح خواہ مونڈ کر یا [illegible]

حلق محاجمہ یعنی والحجم والا فصدقة کذا فی الجوہرة النیرة یا محرم اپنے سر کے پیچھے اس جگہ کو مونڈے جہاں پچھنے لگاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ [illegible]

اور پچھنے بھی لگاوے تب اُس پر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونوں فعل جمع کرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنوں کے یا پچھنے لگاوے بدون مونڈنے

کے تو اُس پر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح یہ شرح بحر الرائق میں منقول از فتح القدیر ہے اسواسطے کہ [illegible] تمام سر سے قلیل ہے تو ذبح کرنے کو

نہ واجب کریگا کذا فی النہر او حلق احد ابطیہ او عانتہ او رقبتہ کلھا او قص اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس تعدد الدم

الا اذا اتحد المحل کحلق الحلیة فی مجلسین او ما سوی الاربعة یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موئے زیار مونڈے یا سب گردن کے بال مونڈے یا اپنے

دونوں ہاتھوں کے ناخن یا دونوں پاؤں کے ناخن کاٹے یا دونوں ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس میں یعنی سب ہی تو اس میں

ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد ہونگے یعنی ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے

ہاتھ کے اور تیسری مجلس میں ایک پاؤں کے اور چوتھی مجلس میں دوسرے پاؤں کے تو چار بکریاں ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہو تو تعدد

مجالس سے تعدد خون کا نہ ہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس میں مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس میں مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگی اسواسطے کہ محل جنایت

متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئے کذا فی المحیط السرخسی او یدا او رجلا لان الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا

اسواسطے کہ چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پاؤں میں ذبح واجب تھا تو ایک ہاتھ یا ایک پاؤں میں بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی ہے کل کا

اور چوتھائی کل کے قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر میں معلوم ہو چکا کذا فی الدرر او طاف للقدوم لوجوبہ بالشروع او للصدر جنبا یا محرم نے طواف القدوم یا

طواف الصدر کو جنابت یا حیض کی حالت میں کیا بسبب واجب ہو جانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہر چند طواف القدوم سنت ہے اور طواف صدر واجب

لیکن جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اُسکا ادا کرنا واجب ہو گیا تو وجوب ذبح میں دونوں طواف برابر ہو گئے او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف زیارة

کو بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہو گی درم سے زیادہ حالت طواف میں تو ذبح یا صدقہ واجب نہیں لیکن بحالت نجاست کا مسجد حرام

میں مکروہ ہے کذا فی المحیط السرخسی ولو جنبا فبدنة ان لم یعدہ اور اگر جنابت میں طواف الزیارة کیا تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہیں کیا اور

اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارة کو بعد غسل و وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اُس پر واجب نہیں ذبح نہ صدقہ کذا فی المحیط و فی الفتح و یجب ان یعاد

[illegible] والمعتبر الاول والثانی جابر له فلا تجب اعادة [illegible] اور قول صحیح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت میں کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر بے وضو

کیا ہو اور یہ قول صحیح ہو کہ درصورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہو اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا اور صفا و مروہ کی
سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ او فتح القدیر میں ہو
کہ اگر جنابت یا وضو نہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اوسپر خون واجب ہوا اور اسی طرح خون واجب ہو اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرے کی جنایات
مین صدقہ کو دخل نہین او افاض من عرفۃ ولو بند بعیرہ قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے
اگرچہ وہان سے آنا اُسکے اونٹ کے بھاگنے سے ہو یعنے وجوب ذبح مین اختیاری آنا اور بے اختیاری دونون برابر ہین ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح
غایۃ اور قول صحیح مین ساقط ہوتا ہی خون عرفات مین پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہان پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی ولم یطف
غیرہ حتی لو طاف للصدر انتقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطون مین سے کمتر کو ترک کیا یعنے
طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے یعنے ہمقدر کے ترک کرنے سے اسوقت ذبح واجب ہوگا جبکہ اُسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف
نہ کیا ہو یہان تک کہ اگر اُسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہو جاوینگے جتنے مین کہ وہ پورا ہو جاوے خواہ ایک شوط
یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اسکے ذمہ پر طواف الصدر سے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہوا اور اکثر شوط رہیں تو خون واجب ہی مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی
اور تین اقل طواف ہین تو اُسمین صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہون تو چار شوط کی کمی پڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف ہین تو اُسمین ذبح
کرنا واجب ہوگا و بترک اکثرہ بقی محرما ابدا ای حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجالس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے
ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتون کے حق مین یہان تک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جس بار کہ وہ جماع کریگا اُتنی بار اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس
جماع کی متعدد ہون مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا
کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجاے کل ہی تو گویا اُسنے اصلا طواف نہین کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ
منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے
اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہین عزم سفر پر موقوف ہی او ترک السعی او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر
کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر سعی کرے بسبب عذر کے تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی الطحطاوی سے
او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ ای اکثر رمی یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ
کے کل رمی کو یا ایکدن کی رمی کو یا پہلی رمی یعنے جمرۃ العقبہ کی رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے م کل رمی کا ترک کرنا یہ ہی کہ یوم النحر سے تیرھوین تک
رمی نکرے کسی دن اور جب تک کہ یہ دن باقی ہین تو اعادہ رمی کا ممکن ہی بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ کہ
یوم النحر مین جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریان مارے تو چار ترک ہوئین یا ایام ثلثہ مین کسی دن گیارہ کنکریان مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور ایک دن
کی رمی ترک کرنے مین ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ متحد الجنس ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان
او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر مونڈا یا حل مین ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہی سو اگر بعد ایام نحر کے منڈاویگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے
محرم نے حل مین سر منڈایا تو ایک خون واجب ہی بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم مین لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرم ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی
ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہین اُس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اُسنے بال کترائے یا منڈائے اور

لیا اور اُن میں سے جو کچھ ہو گیا ہو فوت کے اندر حرم میں پہنچا دے اور اگر بعد ایام تشریق کے اور اپنے اول کے واسطے ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تاخیر کے قولہ
مطلقاً یعنی خواہ انزال ہو یا نہ ہو جیسے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہو لفظ قبل کی صحت نفی پر متصف ہو اور لمس بشہوۃ اور مباشرت فاحشہ تنبیہ
فاحشہ یعنی عورت کو شہوت سے مس کیا انزال ہو یا نہ ہو خون واجب ہو قول صحیح ہے یا مباشرت کی آلۂ تناسل میں برہنہ ہو
انزال نہیں ہوا خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فی الطحطاوی من الحج واخر الحلق ای الحلق وطواف الفرض من ایام النحر قولہ
بتایا امام نے سر منڈانے اور طواف زیارت میں امام اعظم سے تاخیر کی صورت اور طواف الزیارۃ امام محمد بنا پر وجوب کے صاحبین کے
نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر رمی ثم ذبح ثم حلق ثم الطواف یا مقدم کیا
ایک عبادت کو دوسری عبادت پر دسویں تاریخ چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرۃ العقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق میں نہ تنہا
حج کرنے والے کو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب نہیں اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منیٰ کے اندر تھے
اور لوگ مسائل دریافت کرتے تھے سوا ایک مرد آیا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو معلوم نہ تھا میں نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہیں
دوسرا شخص آیا اُس نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو معلوم نہ تھا میں نے نحر کیا رمی سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہیں سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے
سوال ہوا مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ کر لے اب اُسکو اور کچھ حرج نہیں امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی نسک
لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم و تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے نادانستگی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہ ہوتا تو سوال اور عذر بے علمی کی کیا حاجت
تھی اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث ترتیب کے مسنون ہونے اور واجب ہونے دونوں کی محتمل ہے اور چونکہ ابتدائے اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے اُنکو معذور رکھا اور جزا کا
حکم دیا تو تمام مذاہب میں بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہوا علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے
نسک پر مقدم کرے اُس پر خون واجب ہے اور بعضے نسخوں میں بجائے ابن مسعود کے ابن عباس مذکور ہیں ہر چند کہ اسکی سند میں ابراہیم بن مہاجر ضعیف ہے اور روایت ہے لیکن طحاوی
نے اس قول کو عبد اللہ بن عباس سے دوسری سند سے ذکر کیا ہے جس میں ابراہیم بن مہاجر مذکور نہیں تو استدلال پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شی علی من طاف قبل الرمی والحلق
نعم یکرہ لباب وقد تقدم کما لا شی علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب لیکن کچھ واجب نہیں ہے نزدیک اُس شخص کے جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے
ہاں یہ تقدیم مکروہ ہے کذا فی اللباب اور یہ پیشتر گذر چکا جیسے کہ کچھ اُس پر خون واجب نہیں تنہا حج کرنے والے پر مگر اس صورت میں کہ سر منڈاوے پہلے رمی کے کیونکہ اُس پر
ذبح کرنا واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر بسبب عدم وجوب کے اُسکو کچھ ضرر نہ کرے گی کذا فی الطحطاوی ابتداء باب سے یہاں تک وہ مسائل مصنف نے ذکر کیے ہیں کہ ایک خون
واجب ہو ویجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ دم للتاخیر ودم للقران علی المذہب کما حررہ المصنف قال وبہ اندفع ما توہمہ بعضہم من تعدد الجزاء للجنایۃ اور واجب ہوتے ہیں دو خون
اُس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہوا اور دوسرا قران کا بنابر مذہب درست کے چنانچہ اُسکو منقح کر کے
بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور کہا ہے کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہ وہم جو بعضے علماء کو پیش آیا یعنی تصور کرکے کہ یہ دونوں خون جنایت کے ہیں ہم
مصنف نے منح الغفار میں بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن نے جامع صغیر میں تصریح کی ہے کہ ایک خون قران کا ہے اور دوسرا تاخیر نسک کا تو ہمارا قریب ہے صاحب ہدایہ کا قول دفع
ہو گیا کہ دونوں خونوں کو جنایت کا سمجھا ہے وان طیب جواب قولہ الا ان تصدق اقل من عضو او ستر راسہ ولبس اقل من یوم اور اگر خوشبو لگائی ایک عضو سے کمتر میں
یعنی تمام عضو میں نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھانک لیا یا سلا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع گیہوں کے شارح کہتا ہے کہ اُن کی عبارت میں جواب
اُس کا قول ہے یعنی تصدق فی الزائد علی الساعۃ نصف صاع ودونہا قبضۃ وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ میں ہے کہ ایک ساعت کے لباس پہننے میں نصف

صاع کا صدقہ ہی ادا کرے اس سے کم مین مٹھی بھر کا صدقہ ہی شارح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی اڑھائی گھڑی جسکو
بالفعل گھنٹہ کہتے ہین اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اسکو
ذکر نہ کرتا او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ ولحیتہ او بعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا ڈاڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے
بال مونڈے او قص اقل من خمسۃ اظافیر او خمسۃ الی ستۃ عشر متفرقۃ من کل عضو اربعۃ وقد استقرأن لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء یا پانچ
ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنے ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پانون سے چار اور دوسرے پانون
سے چار سب سولہ ناخن ہوئے اور یہ ثابت ہو چکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا مین نصف صاع کا صدقہ ہے تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوئے جسکے تخمیناً کچھ اوپر ۳۲ سیر
گیہون ہوتے ہین تو اتنا دینا چاہیے مگر اس صورت مین جبکہ یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی
جزا کے برابر نہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتمد مین مثل ہدایہ اور اسکی شروح مین یہی مذکور ہے کہ ہر ناخن
کی جزا نصف صاع ہے بخلاف وقایہ اور درر کے کہ انہین ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہے او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سبع الصدر وجب لکل
شوط منہ ومن السعی نصف صاع او احدی الجمار الثلث فیجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما فکما مر وافاد الحدادی انہ ینقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر
کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کر ڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہے
یا جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو کچھ کم کر ڈالے
چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کر ڈالے طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہے معتمد وہی ہے جو متون مین مذکور ہے یعنے
جتنا چاہے کم کر ڈالے او حلق راس محرم او حلال غیرہ او رقبتہ او قلم ظفرہ بخلاف ما لو طیب عضو غیرہ او البسہ مخیطا فانہ لا شیء علیہ اجماعا ظہیریہ یا محرم کسی غیر شخص کا
سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو مین خوشبو لگاوے یا اسکو سیا کپڑا پہناوے
تو اسپر کچھ لازم نہین بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ کذا فی الظہیریہ تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقہ
عید الفطر کے ہم یہ جواب ہے ان طیب کا یعنی اگر ایک عضو سے کمتر مین خوشبو لگاوے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکے یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم
مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر
مونڈے تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہے چاہے نصف صاع گیہون دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح نے
صدقہ فطر کی تمثیل دی وان طیب او حلق او لبس بعذر خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام ولو
متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہے اگر اسکا جی چاہے تو حرم مین ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون
چھ محتاجون کو صدقہ دے جہان چاہے حرم مین یا غیر حرم مین یا تین روزے رکھے جہان چاہے اگرچہ روزے متفرق ہون طحطاوی نے کہا عذر یہ ہے کہ خوف ہلاکی کا ہو
بسبب شدت سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر خوف سے مراد یہ ہے کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اس شرط سے کہ موضع ضرورت سے زیادتی
نکرے یعنے اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہے تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھیگا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب
بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہے ہم صحاح ستہ مین کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مین
اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوئین میرے منھ پر چڑھ رہی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجھکو تکلیف دیتے ہین تیرے سر کے کیڑے مین نے کہا ہان فرمایا کہ
مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجون کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجکو معلوم نہین کہ ان تین چیزون مین سے کون چیز پہلے

بدنة في جميع ذلك حرم کی زمین کے اندر ذبح کرے پیٹ اور بازی میں دم کے قائم مقام صدقہ دونوں صورت ہے یعنے جو شخص تمام بیت سے جدا ہوا اسکو تشکیک ہوتی ہے
ہر صدقہ میں جو وصیت یا صدقہ واجب کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول و صحیحین کی ایک روایت یوں ہے کہ حضرت نے کعب بن عجرہ
کو اختیار دیا کہ بکری ذبح کرے یا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع جو کہ صدقہ اور یہ دم قرآن میں بھی یعنی حضرت سے
اسکی تفصیل بیان فرمائی ووطيه في احد السبيلين من آدمي ولو ناسيا او مكرها او نائمة او صبيا او مجنونا ذكره الحدادي لكن الدم على الصبي والمجنون قبل وقوف
فرض يفسد حجه اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل میں جماع کیا ہو خواہ دبر میں محرم نے خوشی سے کیا یا جبر کر
کے یا غلطی سے کیا یا سوتی ہوئی عورت سے یا محرم صغیر ہو یا مجنون جو شہوت رکھتا ہو یا صغیرہ و مجنونہ کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیر و مجنون پر دم
بہت سے بیچ اور قضا سے بچ لازم نہیں ہے دوسی انسان کی ہر صورت مفسد حج ہی انزال ہو یا نہ ہو اور جانور کی وطی مطلقاً مفسد نہیں اور شامی
نے آدمی کی قید لگائی اور وجہ جو فتح القدیر میں ہے کہ وطی صغیرہ کا مفسد حج نہیں سو یہ قول ضعیف ہے ولو جیسا اور مناسک ابن ضیاء کے مخالف ہے کذا فی النہر وکذا
لو ستر حشفة بخرقة او ذكر انتهى اور اسی طرح اگر عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا تو اسکا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق
یعنی وجوبا في فاسدة كما يمضي في صحيحة ولو نفلا اور واجب ہے کہ اپنے فاسد حج کو کیے جائے جیسے حج جائز کو کرتے ہیں یعنے فاسد ہوا تو اسکو باطل
نہ کر دے بلکہ جس قدر مناسک باقی رہ گئے ہوں انکو پورا کرے اور ذبح کرے اور آئندہ سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ یہ حج فاسد فرض نہ ہو بلکہ نفل ہو
تو بھی قضا واجب ہے اور اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد کے مراسیل میں مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونوں محرم تھے سو
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اگرچہ
یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم رح کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکے دار قطنی نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے
سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو بیٹھ رہے کہا نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہیں سو وہ بھی کرے یعنے مناسک کو عمل میں لاوے اور سال آئندہ
قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبد اللہ بن عباس رض اور عبد اللہ بن عمرو رض بن العاص کا فتوے اسی کے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح
ہیں اور امام مالک کے موطا میں علی مرتضے رض اور عمر فاروق رض اور ابو ہریرہ رض سے اسی قسم کا فتوے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر ولو افسد القضاء هل يجب
قضاؤه لم اره والذي يظهر ان المراد بالقضاء الاعادة اور اگر سال آئندہ میں قضاے حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے یا نہیں شامی
کہتا ہے میں نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا اور ظاہر ہے قضا سے مراد بیان اعادہ ہے حج کا یعنے لغوی معنے مراد ہیں ہم یہ تقریر صاحب نہر کی ہے
جو منہ کے جامع ازہر میں کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر ولم يفترقا وجوبا بل ندبا ان خافا الوقاع اور رجب زوجین
قضاے حج کو دوسرے سال آویں تو انپر جدا رہنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ شفقت قضاے حج کی ترک جماع میں کافی ہے
ووطيه بعد وقوفه لم يفسد حجه وتجب بدنة بعد الحلق قبل الطواف شاة لخفة الجناية اور جماع محرم کا بعد وقوع عرفات کے حج کو فاسد نہیں کرتا
اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا کہ جو عرفات میں ٹھہرا اسکا حج تمام ہوا یعنے فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا
واجب ہے چنانچہ ابن عباس رض سے یہی مروی ہے کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارة کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اسواسطے
کہ اسکا قصور تھوڑا ہے کیونکہ بعد حلق کے سوائے عورتوں کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتی ہیں تمام متون فقہ میں یہی روایت ہے ابن ہمام نے کہا کہ اس میں بھی
اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا لازم ہے اور بحر الرائق میں اسکو رد کیا ہے کذا فی الطحاوی ووطيه في عمرة قبل طواف اربعة يفسدها فمضى
وذبح وقضت وجوبا ووطيه بعد اربعة ذبح ولم تفسد خلافا للشافعي اور وطی محرم کی اپنے عمرہ میں قبل طواف کرنے چار شوط کے

مفسد ہی عمرے کی تو بعد فاسد ہونے کے عمرے کے افعال کو کیے جاوے اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرے کو قضا کرے بنا بر وجوب کے اور وطی اُس محرم کا عمرے مین بعد چار شوط کے مفسد عمرے کا نہین لیکن اس قصور کی جزا مین ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہی اسواسطے کہ عمرہ اُنکے نزدیک فرض ہی کذا فی الطحطاوی **فان قتل محرم صیدا** ای حیوانا بریا متوحشا باصل خلقہ اگر قتل کرے محرم صید یعنے شکار کو تو اسپر جزا واجب ہی صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو هم خشکی کا جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل پانی مین ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور گھڑیال اور مگر تو انکے قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانور مین دوسری قید یہ ہی کہ اپنی اصل خلقت مین وحشی ہو وحشی سے یہ مراد ہی کہ جو اسکو پکڑا چاہے تو بھاگ جاوے خواہ پانون سے خواہ پرون سے تو پلا ہو ہرن صید مین داخل ہی اسواسطے کہ اصلی وحشی ہی اور وحشی اونٹ اور گاے صید مین داخل نہین اسواسطے کہ انکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونون کو شامل ہی تو سب کا قتل محرم کو حرام ہی حل اور حرم دونون مین سواے اُن جانورون کے جو مستثنے ہین اور مصنف انکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحطاوی او دل علیہ قاتلہ مصدقا لہ غیر عالم واتصل القتل بالدلالۃ او الاشارۃ والدال والمشیر باق علی احرامہ واخذہ قبل ان ینفلت عن مکانہ یا محرم نے صید پر اسکے قاتل کو دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان مین ہی دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے تصدیق کا یہ مطلب نہین کہ محرم سے یون کہے کہ تو اس دلالت مین سچا ہی بلکہ تصدیق سے یہ مراد ہی کہ اسکی تکذیب نکرے تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسرے محرم کی دلالت کی تصدیق کرکے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہ ہی کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت سے جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہ ہی کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہی کہ محرم دلالت کرنے والا اور اشارہ کرنے والا اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتلانیکے وقت احرام ہو اور قتل کے وقت احرام اُتار چکا ہو تو اُسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہ ہی کہ قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اُسکے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہین اُسنے اُسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان سے اُٹھ گیا اور دوسرے مکان مین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہ فرق ہی کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہی اور اشارہ سامنے ہوتا ہی بدأ او عودا سهوا او عمدا مباحا او مملوکا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول حج مین ہو یا دوسرے تیسرے حج مین اول بار قتل یا دلالت واقع ہوئی ہو یا دوبارہ بھول کر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنے جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک مین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی ایک قیمت مالک کی اسواسطے اور دوسری قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فعلیہ جزاؤہ ولو سبعا غیر صائل او مستانسا او حماما ولو مسرولا لتبح الواو ما فی رجلیہ ریش نازاول یعنے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اسپر اُسکی جزا واجب ہی اگر صید ایسا درندہ جانور ہو جسنے حملہ نکیا یا صید مانوس درندہ ہو جیسے پلا ہو ہرن یا کبوتر ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم وفتح سین وسکون را وفتح واو اُس کبوتر کو کہتے ہین جسکے پانون مین پر ہون مثل پاجامہ کے امام مالک کے نزدیک مسرول کبوتر صید نہین اسواسطے کہ وہ مانوس ہی وحشی نہین تو اُسکا حکم بط کے برابر ہی ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہی لیکن وہ اپنے بھاری پن سے اُڑ نہین سکتا کذا فی المنح او ہو مضطر الی اکلہ کما یلزمہ القصاص لو قتل انسانا واکل لحمہ یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کھانے مین مجبور اور مضطر ہو تو بھی اُسپر جزا واجب ہی چنانچہ محرم پر قصاص لازم ہی اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اسکا گوشت کھا دے اضطرار مین یعنی ضرورت سے صید کی جزا اور انسان مقتول کا قصاص ساقط نہین ولقدم المیتۃ علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کھانا مقدم ہی صید پر اور صید مقدم ہی مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہی سور پر مع تقدیم مردار کی صید پر نہین اختلاف روایت ہی تتارخانیہ

[illegible] کذا فی فتح القدیر [illegible] بیان کی [illegible] طعام [illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

[illegible] بالاتفاق [illegible]

[illegible] الی شئی فی مقتلہ او فی اقرب مکان [illegible] التخییر [illegible] قیمت [illegible]

[illegible] مقتول [illegible] قتل [illegible] قیمت [illegible]

[illegible] قیمت [illegible] قاتل [illegible] قیمت کی

[illegible] قیمت [illegible] ضعیف [illegible] قرآنی کے خلاف [illegible] ظاہر [illegible]

[illegible] فتح القدیر [illegible] ابو یوسف [illegible] قیمت لازم ہے اور امام شافعی اور محمد کے نزدیک مثل [illegible]

[illegible] قتل میں [illegible] لازم ہے حق تعالی نے فرمایا [illegible]

[illegible] ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ہدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما یعنے [illegible]

[illegible] تو جزا ہے مثل اسکی جسکو مارا جانوروں میں سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم میں سے حکم کریں نیاز پہنچا وے کعبہ کو یا کفارہ

[illegible] مساکین کا [illegible] امام شافعی کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہے یعنے اعتبار

قیمت کا اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ تو وہ ہے جو صورۃ اور معنی دونوں ہو چنانچہ مشترک لفظ میں سو مماثلت مطلقہ تو یہان بالاتفاق مراد نہین لہذا مماثلت

معنوی مراد ہوئی اسواسطے کہ شرع میں مماثلت معنوی ہی متعین ہے چنانچہ حقوق العباد میں کذا فی الہدایہ وشروحہا والجزاء فی سبع ای حیوان لایوکل ولو خنزیرا او

[illegible] لایزاد علی قیمۃ شاۃ وان کان السبع اکبر منہا لان الفساد فی غیر الماکول لیس الا باراقۃ الدم فلا یجب فیہ الا الدم وکذا لو قتل ما لا یحل لحمہ [illegible]

[illegible] اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نکیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہان وہ جانور مراد ہے جو حلال نہین اگرچہ سور ہو یا ہاتھی

[illegible] غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم میں بڑا ہو بکری سے اسکی قیمت زیادہ نکیجاویگی اسلیے کہ غیر ماکول اللحم کے قتل میں سوائے خونریزی کے کوئی فساد

نہین کیونکہ اسکا گوشت لائق کھانے کے نہین تو اسمین واجب نہین مگر خونریزی سو بکری میں حاصل ہے اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندے کو قتل کیا

[illegible] غیر معلم کی جزا دیوے اور اسکے مالک کو معلم کی قیمت دے اسواسطے کہ ضمان مالک [illegible] باعتبار اسکے انتفاع کے ہے اور حق

[illegible] باعتبار اسکی ذات کے ہے قطع نظر تعلیم سے کذا فی النہر ثم للقاتل ان یشتری بہ ہدیا او یتصدق [illegible] علی کل

مسکین نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر کالفطرۃ پھر دریافت کیا جاوے کہ جب مقتول صید کی [illegible] قیمت ٹھہر دیوین تو قاتل کو

اختیار ہے کہ اس قیمت سے ہدی مول لے اور اسکو مکہ میں جا کر ذبح کرے یا اسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہان چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع

[illegible] صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو [illegible] طحطاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ صدقات واجبہ ذمی کو

[illegible] الا یجزیہ اقل او اکثر منہ بل یکون تطوعا [illegible] کم دینا یا اکثر دینا [illegible] افضل صدقہ

[illegible] صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ ہے کہ قاتل کو تین طرح اختیار ہے

[illegible] کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کرکے حرم میں لیجا کر ذبح کرے یا اس قیمت سے مثلا گیہون مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا ہر

نصف صاع کے ایک روزہ رکھے یعنے اگر پانچ فقیرون کو نصف نصف صاع گیہون پہنچتے ہوں تو پانچ روزے رکھے اور اگر دس کو پہنچتے ہوں تو دس روزے

رکھے وان فضل عن طعام مسکین او کان الواجب ابتداءً اقل منہ تصدق بہ او صام یوماً بدلہ اور ایک مسکین کے حصے سے اگر اناج بڑھے یا سرے سے
نصف صاع سے تھوڑا ہی واجب ہوا ہو مثلاً کنجشک خانگی کے قتل سے ربع صاع گیہوں واجب ہوئے ہوں تو اتنا ہی مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع سے کمتر
یا اُسکے عوض ایک دن روزہ رکھے ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین قال المصنف تبعاً للبحر ہکذا ذکروہ ہنا وقدمنا فی الفطرۃ الجواز فینبغی کذلک ہنا
اور جائز نہیں نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں بحر الرائق کی پیروی کرکے کہا کہ اسی طرح فقہاء نے یہاں یعنی جزاے صید
میں ذکر کیا ہے اور صدقۂ فطر میں اسکا جواز مقدم ہوچکا ہے تو یہاں بھی اسی طرح لائق ہے علی الخصوص نص قرآنی یہاں مطلق ہے تو اپنے اطلاق پر جاری رہیگی
کذا فی المنح وتکفی الاباحۃ ہنا کدفع القیمۃ اور یہاں اباحت طعام کافی ہے مانند قیمت دینے کے یعنے طعام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کردیوے
دوسری صورت یہ ہے کہ کھانا پکاکر دونوں وقت انکو پیٹ بھر کے کھلا دے جتنا وہ کھاویں یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دے ولا ان یدفع
کل الطعام الی مسکین واحد ہنا بخلاف الفطرۃ لان العدد منصوص علیہ اور جائز نہیں دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہاں بخلاف صدقۂ
فطر کے اسواسطے کہ جزاے صید میں تعدد مساکین صریح ہے قرآن میں بلفظ جمع کما لا یجوز دفعہ ای الجزاء الی من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وان
علا وفرعہ وان سفل وزوجتہ وزوجہا وہذا ہو الحکم فی کل صدقۃ واجبۃ کما مر فی المصرف جیسا کہ جائز نہیں دینا اس جزا کا ان لوگوں کو
جنکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچے ہوں یعنے اپنے اصول اور فروع کو قریب ہوں یا بعید دینا
جائز نہیں اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہیں اور یہی حکم ہے جمیع صدقات واجبہ میں کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا
جائز نہیں چنانچہ اسکی تفصیل مصرف زکوٰۃ میں مذکور ہوچکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضوہ ما نقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصدہ
کتخلیص حمامۃ من سنور او شبکۃ فلا شیئ علیہ وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے سے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہے جزا بقدر نقصان کے بشرطیکہ
یہ امور محرم سے بقصد اصلاح نہ واقع ہوئے ہوں سو اگر بقصد اصلاح ہوئے ہوں چنانچہ کبوتر کے چھڑانے میں بلی سے یا جال سے کچھ پر اور اکھڑ گئے تو اس صورت میں محرم پر
کوئی چیز واجب نہیں اگرچہ وہ اس حال میں مر بھی جاوے ہم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہے کہ صحیح سالم جانور کی قیمت لگاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی جاوے
توجسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو اتنا محرم پر واجب ہے مثلاً صحیح سالم جانور کی ۲۰ درم قیمت تھی اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۱۰ درم قیمت ہو جاوے
تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اب دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اسکے روزے رکھے ووجب
بنتف ریشہ وقطع قوائمہ حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پانوں کاٹنے سے کل قیمت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے
یعنے اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پروں کے سبب سے اُڑ جاتا ہے اور چوپایہ اپنے پانوں سے بھاگ جاتا ہے پھر جب پرندے کے پر اکھاڑے یا چوپایہ کے
پانوں کاٹے تو وہ اب آپ کو بچا نہیں سکتا تو گویا اسکو جان سے مارا لہذا کل قیمت اسکی واجب ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی وکسر بیضہ غیر المذر اور اسکے انڈے توڑنے سے
کل قیمت انڈے کی واجب ہے بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہوگا تو محرم پر کچھ واجب نہیں وخروج فرخ میت بہ ای بالکسر و قیمتہ واجب ہے مردہ بچہ نکلنے کے
بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہے اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے میں بچہ مردہ ہے تو کچھ واجب نہیں اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے
پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً قیمت واجب ہے کذا فی الدرر وذبح حلال صید الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہے یعنی جو شخص کہ
احرام نہیں باندھے وہ حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اسپر واجب ہے کہ اسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض
روزہ رکھنا جائز نہیں اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرا شخص اسکی دلالت سے ذبح کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی وحلبہ لبنہ و قیمتہ
دودھ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشیشہ وشجرہ حال کونہ غیر مملوک یعنی النابت بنفسہ سواء کان مملوکاً اولا حتی قالوا

تو بہت فی الکرہ میں ہیں ان الفقہا و انسان نعلیہ قیمتہ لذلک دا فرت حق الشرع بنا سے قرہا الملتقی میں بک ادرحق الحرم اور قیمت واجب ہو حرم کی گھاس یا
حرم کے درخت کو کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنے خود بخود اُگا ہو بدون بونے انسان کے خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہو یہاں تک فقط اسے تصریح کی ہے
تو اگر حرم کا درخت جس کا ذکر ہو چکا ہے حرم میں کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اُگے اور کوئی آدمی اسکو کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر
دو قیمتیں واجب ہیں ایک قیمت مالک کے واسطے اور دوسری قیمت حق شرع کے واسطے اس مسئلہ کی بنا پر صاحبین کے مفتی بہ قول پر کہ زمین
حرم کی مملوک ہوتی ہے اور امام اعظم کے نزدیک زمین حرم وقف ہے تو مملوک نہیں ہو سکتی ولا ینبت ای لیس من جنس ما ینبتہ الناس فلو من جنسہ فلا شئ
فیہ اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہے کہ وہ جانے نہ ہو درخت اور ایسے قسم کا درخت نہ جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت کے بوتے اور جلاتے ہیں تو اگر
اسکے جنس سے ہو یعنے ایسا خود رو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جلاتے ہوں تو اسکے کاٹنے سے کچھ شرعاً واجب نہیں ہاں اگر کسی کی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو
البتہ قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی علی الدر وہم کتب فقہ سے بخصوص شرح ہدایہ میں صریح ہے کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت چار قسم میں ایک قسم تو وہ درخت ہے
جسکو لوگ بونے لگے ہوں اور دوسری قسم وہ ہے جو خود رو ہو جیسے اکثر جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہو تو اسکی دو قسمیں ہیں یا ایسا درخت ہے جسکو لوگ بوتے ہیں بطور عادت کے
یا ایسا ہے جسکے بونے کی عادت نہیں ان دونوں قسموں کے کاٹنے میں جزا واجب نہیں اور جو خود رو درخت ہے اسکی بھی دو قسم ہیں یا اُس جنس سے ہے جسکو لوگ بوتے ہیں
تو اسکے کاٹنے میں بھی جزا واجب نہیں یا ایسا خود رو درخت ہے جسکو انسان نہیں بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے میں جزا واجب ہے کذا فی الدر
اور اس امر میں اصل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر حمد الٰہی کی بعد اسکے
فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو یعنے اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر کہ حلال ہو گیا پھر
اسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جائے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہاں کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہاں کی گیلی گھاس اور حلال نہیں یہاں کی
گری چیز تو عباس نے کہا مگر اذخر کہ کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبروں اور گھروں کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنے اسکا کاٹنا حرام نہیں ہے پس
ظاہر حدیث میں سوائے اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنیٰ نہیں لیکن فقہا نے بدلیل اجماع کے تمام اشیاء مذکورہ کو مستثنیٰ کیا ہے اسواسطے کہ حضرت صلعم کے
وقت سے ابتک ان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہے تو حرم کی طرف وہی درخت اور گھاس کی
نسبت کامل ہوگی جو خود رو ہے اور انسان کی طرف منسوب نہیں اور جسکو انسان نے بویا خواہ اسکے بونے کی عادت ہو یا نہو وہ انسان کی طرف منسوب ہو گیا کذا فی الہدایۃ
والاختیار شرح المختار کمقطوع و ورق لم یضر بالشجرۃ وکذا حل قطع الشجر المثمر لان اثمارہ اقیم مقام الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتوں میں مواخذہ
شرعاً کچھ نہیں بشرطیکہ پتوں کا توڑنا درخت کو ضرر نہ کرے اور چونکہ اس گھاس اور درخت کے کاٹنے میں کچھ جزا نہیں جو مجانس ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہے کاٹنا
اس درخت کا جو پھلتا ہو اسواسطے کہ اسکا پھلنا قائم مقام ہے اسکے بونے اور جانے کے قیمتہ فی الکل الا ما جف اوانکسر لعدم النماء و ذہب جعفر کا نون او منسوب
فسقط لعدم امکان الاحتراز عنہ لانہ تبع و واجب ہوگی قیمت اس چیز کی جسکے ہرا کھاڑے گئے یا مقطوع یا مکسور یا ذبح ہونے تمام مسائل مذکورہ میں چنانچہ تفصیل
اسکی ترجمہ میں بتفصیل مذکور ہو چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اسکے قطع کرنے میں قیمت واجب نہیں بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت میں
نمو نہ رہا تو وہ درخت نہ رہا جیسے ہو گیا یا درخت ضائع ہو گیا بسبب جگہ کھودنے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسے امور سے بچنا ممکن نہیں اور دوسری علت یہ ہے
کہ یہ طرح سے ضائع ہونا بالتبع ہے نہ بالاصالۃ والعبرۃ للاصل لا الغصن اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا پس اگر ایک درخت کی جڑ حرم میں ہو اور شاخیں
اسکی حل میں تو وہ درخت حرم کا ہے اسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اسکی حل میں ہے اور شاخیں حرم میں تو وہ حل کا درخت ہے نہ حرم کا ولبعضہ
اور بعض حل کا کہ نہ تھی جانب الحرمۃ اور کچھ کچھ جڑ کا بعد نہ حرم میں تمام ہو چکی برابر ہو بنا بر ترجیح حرمت کے وہ العبرۃ لمکان الطائر ان کان علیٰ غصن جیسے

لو وقع الصید وقع فی الحرم فھو صید الحرم والا لا اور اعتبار اڑنے والے کے مکان کا ہے سو اگر پرندہ شاخ پر بیٹھا ہو کہ اگر شکار کرے تو حرم کی زمین میں گرے تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں نہ گرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم ورأسه فی الحل فالعبرۃ للقوائم بعضها فقط الا لا
وہذا فی القائم فلو نائما فالعبرۃ لرأسه لسقوط اعتبار قوائمه فاجتمع المبیح والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پانوں حرم میں ہوں اور اسکا سر حل میں ہو تو اعتبار
اسکے پانوں کا ہے یعنے وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پانوں کا حرم میں ہونا سب پانوں کے برابر ہے یعنی اگر ایک پانوں بھی حرم کی زمین میں ہوگا
تو وہ حرم کا شکار ہے نہیں اعتبار ہے شکار کے سر کا یعنی اگر اسکے پانوں حل میں ہوں اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہے نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہے
سو اگر صید سوتا ہو یعنے لیٹا ہو تو اسکے سر کا اعتبار ہے اسواسطے کہ اس حال میں اسکے پانوں کا اعتبار ساقط ہے تو یہاں دو امر جمع ہوئے ایک اباحت کا اور دوسرا
تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہوا اور اسکا سر حرم میں ہو اور پانوں حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اسکا حل میں ہے تو وہ حل کا صید ہے والعبرۃ لحالۃ
الرمی الا اذا رماہ من الحل ومر السهم فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہے یعنے اگر غیر محرم نے حل سے بندوق یا تیر مارا
شکار کو تو اسپر جزا نہیں لیکن اگر حل سے مارا اور حرم میں تیر گذرا اور شکار کو لگا تو بنابر استحسان کے اسپر جزا واجب ہے کذا فی البدائع ہم فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ اگر رامی اور مرمی دونوں حرم میں ہوں یا ایک حرم میں ہو تو جزا واجب ہے اور اگر دونوں حل میں ہوں تو جزا واجب نہیں بشرطیکہ تیر حرم میں ہو کر نہ نکلا ہو اور
یہی حکم ہے باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بیضا او جرادا او حلب لبن صید فضمنه لم یحرم اکله وجاز بیعه وکرہ وجعل ثمنه فی الفداء ان شاء لعدم
الذکاۃ بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانه میتة اور اگر حرم کا انڈا یا ٹڈی پکائے یا شکار کا دودھ دوہا اور اسکی قیمت کا ضمان دیا تو اسکا کھانا حرام نہیں اور
اسکا بیچنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر چاہے تو اسکو بیچکر اسکی قیمت جزا میں دے انڈے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ انہیں ذبح کرنا شرط نہیں
بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہے یعنے اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل میں خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا تو وہ مردار ہوگیا
اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہے سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہے تو اسکا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی المنح عن السراجیہ اور محرم کو صید کا زندہ بیچنا بھی
جائز نہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا محرمین کو تم پر حرام ہے صید خشکی کا تو شکار اسکے حق میں ایسا ہوگیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشه
بدابه ولا یقطع بمنجل الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے ہنسیے سے سوائے
اذخر کے اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا بالتماس عباس رض کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث میں مذکور ہو چکا اذخر بکسر اول وثالث ایک خوشبودار گھاس ہے جسکو ہندی
میں گندھیس اور گندھیل اور بہار کی گھاس کہتے ہیں فلا باس باخذ کماۃ لانها کالجاف کچھ مضائقہ نہیں حرم کی کھمبی لینے میں اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہے گھاس
نہیں ہے ولقتل قملة من بدنه او القائها او القاء ثوبه فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادۃ اور اپنے بدن کی جوں مارنے سے یا اسکے ڈالنے سے یا اپنے
کپڑے کو دھوپ میں ڈالنے سے تاکہ وہ مرجاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کے مارنے میں صدقہ واجب ہے یعنی ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج ہم اپنے بدن کی
جوں مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہیں مانند بال کے ولہذا دوسرے شخص کے بدن کی جوں کا اور یا
زمین کی گری جوں کو مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا دھوپ میں ڈالے اور جوں مارنے کی نیت نہو تو اسپر جزا واجب نہیں کذا فی المنح ابوداؤد اور ترمذی میں ابوہریرہ رض سے مروی ہے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہے تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن امام مالک رح کے موطا میں عمر فاروق
سے ثابت ہے کہ محرم کے ٹڈی مارنے میں فرمایا التمرۃ خیر من جرادۃ یعنے ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے بھی
اسیطرح روایت کی ہے اور تمام اصحاب مذاہب حقہ امین فاروق اعظم رض کے تابع ہیں واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیهما ای القملة یا لدلالة کما فی الصید
اور واجب ہے جزا جوں میں بتانے سے بھی چنانچہ صید میں بتانے سے بھی واجب ہے یعنے اگر محرم نے اپنے بدن کی جوں کسیکو دکھائی یا اشارہ کیا اور

نشستہ ہو تو اُس کو معلوم ہو جاوے اور بیع حول کی جیسے ذیب تفی الکثیر من الخشب وغیرہ اور احترازی قشعہ و جزاء فی الاول مع قیمت ہو وہ درخت میں ...
اس لئے کہ وہ اسپ ہو اور کثیرہ دو ہو چکیں سے نا ہری اور نہیں ہو تی بحکم بچہ تو قتل اور قتل کی وجہ سے بچہ کا نی ہو وہ ... نہ قیمت ہو تو
زیادہ کثیر میں وہ اس سے کم قتیل کذا فی الہدایہ و من ہو الاشیٔ وقتل غراب الا العقعق فانہ لیطیر تشبیہا بوجود ان اور وہ کچھ جزا نہیں محرم پر
غراب محرم پر کوے کے قتل کرنے میں سوائے عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الشرح اور جزا واجب کی قیمت ہو کیونکہ ہر ... واقف نیند ...
تسمیہ کرنے کا ارادہ درست ہو تو اسمین عقعق بھی آگیا کیونکہ وہ بھی ہمیشہ جانور کی چیزون کو چرا لیتا ہو کذا فی النہر الفائق یعنی ... بویسطہ ...
صحیح روایت ہو کہ حدیث میں اس کو سے کے قتل کرنے کا حکم ہو جو نجاست کھاتا ہو یہی وہ نجاست دونون کھاتا ہو ... اور اور دونون ...
کہ عقعق جانور کو آخر نہیں ستاتا ہو تو دوام ایذا رسانی کا دعوی منتفی ہو گیا اور غالب یہی ہو کہ عقعق میں دو روایتین ہیں ایک روایت یہ ہو کہ وہ صید ہی نہیں
طحاوی نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہو اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہو اسکی آواز میں اور رفتار کے مشابہ ہو وصراحۃ الشقشقہ یعنی و جزا لیخبد وفی قتل الحدأة و چیل کے
قتل میں کچھ نہیں شارح کہتا ہو حدأۃ بکسر حا و فتح دال و ہمزہ اور برجندی نے کہ اختتام پر بحویز کیا ہو جاء بفتح اول و دوسرے کہتے ہیں دونون حرف بکسر اول ہو
کذا فی القاموس وذئب وحیۃ وعقرب وفارۃ بالہمزۃ وجوز البرجندی التسہیل وکلب عقور ای وحشی الا بخیرۃ ولیس بصید اصلا اور بھیڑیے اور سانپ اور
بچھو اور چوہے اور کلب عقور یعنے وحشی کتے کے قتل میں کچھ جزا نہیں اور وحشی کتے سے مراد بیعنے پالی کتا ہو ترجمہ میں شارح کہتا ہو کہ فارہ کا لفظ ہمزہ ساکنہ سے
اور برجندی نے اسمین تسہیل بھی جائز رکھی ہو یعنے ہمزہ اور الف کے بدلے میں پڑھنا اور وحشی کتا اگرچہ صید ہو لیکن بسبب اسکی ایذا رسانی کے جزا اسکے قتل کی
ساقط ہو گئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب میں سقوط جزا ان حیوانات کا اسیطرح بیان کی ہو اور بخاری اور مسلم میں ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ
موذی جانور ہیں کہ حل اور حرم میں مارے جاتے ہیں کوا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت میں سانپ مذکور ہو بچھو کے عوض اور صحیحین کی دوسری
روایت عبد اللہ بن عمر سے یون ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے میں محرم پر کچھ گناہ نہیں اور دار قطنی اور طحاوی کی حدیث شریف میں
محرم کو بھیڑیے کے قتل کی اجازت ہو اور سنن ابی داؤد کی حدیث مرفوع میں سبع عادی کے قتل کرنے محرم کو اجازت ہو یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی
فتح القدیر وبعوض ونمل لکن لا یحل قتل ما لا یؤذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاہلی اذا لم یؤذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کذا فی الفتح ای وقتل القمل اور
مچھر اور چیونٹی کے قتل میں کچھ نہیں خواہ بڑی قسم کا مچھر ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہو لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہیں کذا فی النہر
ولہذا فقہا نے کہا ہو کہ کلب اہلی یعنے پالا ہوا کتا جبکہ موذی نہو تو اسکا مارنا حلال نہیں اور کتون کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث میں ہو سو وہ منسوخ ہو کذا فی
الفتح یعنے اُس صورت میں ہو جبکہ کتے ضرر نکرتے ہون اسواسطے کہ متقدمین نے تصریح کی ہو کہ جب کتے ایک گانون میں زیادہ ہو جاوین اور وہان کے لوگون کو
ضرر پہونچاتے ہون تو وہان کے لوگ کتون کو قتل کروا دالین کذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلحفاۃ بضم ففتح فسکون وفراش وذباب ووزغ وزنبور
وقنفذ وصرصر وصیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعۃ واربعین (وکذا جمیع ہوام الارض لانہا لیست بصید ولا متولدۃ من البدن) اور پسو اور چیچڑی اور کچھوا
اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ اور بھڑ اور سیہی اور صرصر اور جھینگر اور نیولا اور ام حبین اور کنکھجورا اور ایسے ہی حشرات الارض کے قتل کرنے میں محرم پر کچھ جزا نہیں
اسواسطے کہ یہ جانور اور کیڑے صید نہیں ہیں اور نہ انسان کے بدن میں سے پیدا ہوتے ہیں جنکے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہیں کذا فی الدر
وسبع ای حیوان صائل لا یمکن دفعہ الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتلہ لزمہ الجزاء اسکا ترجمہ شیخ نے بطور کہ اور درندہ یعنے ایسے کسی جانور حملہ کرنے والے کے
قتل سے جزا لازم نہیں جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اسکو قتل کریگا تو اسپر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر
قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنے والا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی النہر طحاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک میں دو قیمتین

لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت جو بکری کی قیمت سے زیادہ نہو گی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو ولہ ذبح شاۃ ولو ابوہا ظبیا لان الام ہی
الاصل وبقرۃ وبعیر ودجاج وبط اہلی اور جائز ہی محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اُسکا باپ ہرن ہوا سواسطے کہ آدمین ماں ہی اصل ہی نہ باپ اور جائز ہی
ذبح کرنا گاے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور اصل خلقت مین وحشی نہین تو یہ صید مین داخل نہین کہ محرم پر انکا ذبح کرنا حرام ہو بط اہلی سے
وہ بط مراد ہی جو گھرون مین اور حوضون مین رہتی ہو اسواسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہین بخلاف وحشی بط کے جو جنگل مین اُڑتی پھرتی
ہین کہ اُسکے ذبح کرنے مین محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی واکل ما صادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانۃ فلو
وجد احدہا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہی محرم کو کھانا اُس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل مین ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کے واسطے شکار کیا ہو لیکن
جائز ہی بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسپر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم
کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہو گا بنا بر قول مختار کے جسکو طحطاوی نے روایت کیا امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کے واسطے
تو اُسکا کھانا محرم کو حلال نہین بدلیل ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث کے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ صید بر حلال ہی جبتک کہ تم نہ شکار
کرو یا تمھارے واسطے شکار کیا جاوے اُسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث کی یحیے بن معین نے تضعیف کی ہی اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہی کہ جب محرم کے امر سے
شکار ہوا ہو تو حلال نہین اور امام اعظم رح کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ابو قتادہ سے مروی ہی کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے غیر محرم
سو مین نے ایک گورخر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب رض نے اُسکو کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کسی نے تم مین سے امر کیا تھا شکار کا یا
اُسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہین حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت یون ہی کہ کیا تمنے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی صحاب
نے کہا نہین فرمایا کہ کھاؤ طحطاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نہ کیا تھا بلکہ محرم صحابہ رض کے واسطے بھی کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے اُسکو
مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم وتصدق بہا ولا یجزیہ الصوم لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم
وقید بالذبح لانہ لا شئ فی دلالتہ الا الاثم صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اُسکی واجب ہی تو اُس قیمت کو تصدق کرے یا اُس سے ہدی مول لیکر مکہ مین
ذبح کرے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہین کرتا اُسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر ڈانڈ ہی نہ کفارہ یہان تک کہ اگر ذبح کرنے والا صید حرم کا
محرم ہوگا تو اُسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور مصنف رح نے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اُسپر کچھ جزا واجب نہین سواے
گناہ کے ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ یعنی الجارحۃ صید وجب ارسالہ اطلاقہ او ارسالہ للحل ودیعۃ قہستانی علی
وجہ غیر مضیع لہ لان تسیب الدابۃ حرام اور جو شخص کہ حرم مین داخل ہوا اگرچہ احرام نہ باندھے ہو یا جسنے کہ احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام باندھا ہو
اور اُسکے حقیقی ہاتھ مین صید ہو حقیقی ہاتھ سے جسمی ہاتھ مراد ہی جسکو جارحہ کہتے ہین تو اُس شخص پر واجب ہی صید کا چھوڑ دینا یعنی اڑا دینا طائر کا یا حل مین
اُسکو کسیکے پاس بھیجدینا بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل مین جانور کو اس طرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہو یعنی چوپاے کو مطلق العنان نکردے اسواسطے کہ
چوپائے کا چھوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہی کذا فی البحر حرم مین جانور کا چھوڑ دینا اسلیے واجب ہوا کہ جب حرم مین داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہو گیا کذا فی النہر
وفی کراہیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت
وحینئذ فتقیید الاطارۃ بالاباحۃ قبل اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑے مول لیے اور انکو چھوڑ دیا
تو جائز ہی اگر چھوڑنے کے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑے وہ انکا مالک ہی اور اُسکے چھوڑ دینے سے اُسکی ملک سے وہ باہر نہین ہوتے خواہ کلام مذکور
کہے یا نہ کہے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہین کہ مال کا ضائع کرنا ہی انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہی جبکہ جامع الفتاوی کی سے

کذا فی غایۃ السروجی فصل حکم معلوم ہوا تو لائق ہے کہ ذات کو یا حنت کر ضیۃ کرا ہیت قبل ازینکہ یعنی از نت ہیئے یوں کہا چاہیے کہ یوں سکو کہ پیٹ وہ سکو قاب کر دیکی بجا
فی الزیادات فتاوی قاضی خان بیعہ وہو تو نہ وانفرد انحوا لا یجل لا ذات بیان القال من نسیہ ان من اخذہ اور ان قال یعنا تجد ابی یا تہ منہ اور القول عشر
اور زیادات فتاوی خان کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے چڑیا پاچھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اسکو پکڑ لیا دو ما سکو اراستہ کیا تو مالک اول کو
اسپر دعویٰ نہیں بشرطیکہ چھوڑتے وقت اسنے یہ کہا ہو کہ یہ اسکا ہے جو اسکو لیوے اور اگر چھوڑنے کے وقت یوں کہا ہو کہ مجکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو مالک اول کو
اسکو لینا جائز ہے اور مالک ہونا قول امین قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہیٰ کلامہ ۔ لا یجب ان کان الصید فی بیتہ بجریان العادۃ انا فشینۃ بذلک وہی
من بعد سے چھوڑنا واجب نہیں اگرچہ یہ محرم کے گھر میں ہو بسبب جاری رہنے عادت قدیم کے یعنی اور جریان عادت دلائل شرعیہ میں سے ایک
دلیل ہے یعنی صحابہ کبار احرام باندھتے تھے اور انکے گھروں میں صید اور داجن موجود رہتے تھے اور انسے منقول نہیں کہ وہ چھوڑ دیتے ہوں تو یہ
اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہے داجن اُس جانور کو کہتے ہیں کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اسکی وحشی ہو یا نوس جیسا چہ ہرن اور کبوتر اور بکری
کذا فی النہر والمنح ہم جریان عادت قرون ثلثہ یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہے کہ انکے حق میں خیر القرون وارد ہوا اور یہ مطلب نہیں
کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے واللہ اعلم او قفصہ ولو انقفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للمحدث یا صید پنجرے میں ہو تو بھی اسکا چھوڑنا
واجب نہیں اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھ میں ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو یعنی جیسے بے وضو کو مصحف کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن اگر
جزدان میں ہو تو لینا اسکا درست ہے اسی طرح محرم کو صید کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن اگر وہ پنجرے میں ہو تو پنجرے کا لینا درست ہے اسواسطے کہ صید
پنجرے میں ہے نہ ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا کہ پنجرے میں لینا ہاتھ میں لینے کے برابر ہے اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب
شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج الصید عن ملکہ بہذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من انسان اخذہ منہ لانہ لم یرسلہ عن اختیارہ اور صید
اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا حل میں جائز ہے اور اسکو لینا صید کا اُس آدمی سے
جائز ہے جسنے صید کو اُس سے لیلیا تھا اسواسطے کہ اسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوری احرام یا بضرورت دخول حرم تھا فلو کان جارحا
کباز فقتل حمام الحرم فلا شئ علیہ بفعلہ او جب علیہ یعنی اگر صید پھاڑنے والا ہو جیسا کہ باز سو وہ حرم کے کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر کچھ
جزا لازم نہیں اسواسطے کہ اُسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا یعنی محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اُسنے چھوڑ دیا اب اگر وہ کسی جانور کو مارے تو
اسکا کیا قصور فلو باعہ رد البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو پھیرے اگر صید باقی ہو اسواسطے
کہ بیع فاسد ہے اور اگر صید مر گیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہے اسواسطے حرمت حرم اور احرام باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع اور
مشتری حرم میں ہوں اور صید حل میں ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز ہے کذا فی المنح ولو اخذ حلال صیدا فاحرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ اتفاقا
ومن الحقیقیۃ عندہ خلافا لہما وقولہما استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اسکا چھوڑ دینے والا اُسکے
حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی اگر گھر میں سے یا پنجرے سے کوئی شخص اُس صید کو چھوڑ دیگا تو اسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اسکے حقیقی
ہاتھ سے کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم کے نزدیک اسپر ضمان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہے بدلیل استحسان کے کذا فی البرہان یہ ہے کہ چھوڑنے
والے نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا وما علی المحسنین من سبیل جیسے خلاف شرع باجوں کے توڑنے میں ضمان نہیں صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین کا قول الات فتوی کے
آرخیہ باجہ الات لہو کے توڑنے میں انکا قول مفتی بہ ہے کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لا یضمن مرسلہ اتفاقا لان المحرم لا یملکہ وضمنہ فلا یا خذہ من اخذہ اور اگر محرم کے
صید محرم نے پکڑا تو اسکے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اسکا مالک ہی نہیں ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے لوہو حق میں

یعنے جبکہ محرم مالک ہی نہوا تو محرم نہ لیگا صید کو اُس شخص سے جسنے اُس سے لے لیا اگرچہ حل مین ہو کذا فی الطحاوی و الصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشرا
و ہبۃ بل بسبب جبری و السبب الجبری فی احدے عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ فلذا قال تبعا للبحر عن المحیط کالارث و جعلہ فی الاشباہ بالاتفاق لکن فی النہر عن السراج
انہ لا یملک بالمیراث و ہو الظاہر اور صید کا مالک نہین ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری سبب سے
مالک ہوتا ہے اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہے گیارہ مسئلون مین جو اشباہ مین مشروحاً مذکور ہین سواسی واسطے باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے
جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنے محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہے اور اسکو اشباہ مین صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن نہر الفائق
مین سراج سے منقول ہے کہ محرم صید کو میراث سے بھی مالک نہین ہوتا اور یہی قول ظاہر ہے اسواسطے کہ محرم کے حق مین صید محرم لعین ہے مطلقاً لقولہ تعالی و حرم
علیکم صید البر مادمتم حرما شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہے تو متن مین داخل کرنا اسکا مناسب نہ تھا فان قتلہ محرم آخر بالغ مسلم ضمنا
جزائین الاخذ بالاخذ و القاتل بالقتل پھر اگر محرم کے پکڑے صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونون محرم دو جزا کا ضمان دین پکڑنے والا محرم
تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی ہم محرم قاتل مین جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل کی بھی قید لگانا تھا کہ مجنون نکلجاتا
جیسے صغیر اور نصرانی دونون قیدون سے نکل گیا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی و رجع اخذہ علی قاتلہ لانہ قرر علیہ ما کان بمعرض السقوط اور پکڑنے
والا محرم قاتل محرم سے پھیرلے جسقدر کہ اُسے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اسکو ثابت کردیا جو معرض سقوط مین تھا یعنے اگر قاتل
اُسکو قتل نکرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہو جاتی اور جبکہ قاتل نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنے پر متعین ہو گئی و ہذا ان کفر
بالمال و ان بالصوم فلا علی ما اختارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئا اور یہ پھیر لینا قاتل سے اُس شرط پر ہے جبکہ پکڑنے والے نے مال کا کفارہ دیا ہو اور
اگر اُسنے اُسکی جزا مین روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہین پہونچتا بنا بر اس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہے
اسواسطے کہ اُسنے کچھ ڈانڈ نہین دیا جسکو پھیرلے اور زیلعی نے بھی اس قول پر یقین کیا ہے اور محیط مین منتقی سے یہی قول مصرح ہے کذا فی المنح
و لو کان للقاتل بہیمۃ لا یرجع علی ربہا و لو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ للہ تعالی و لکن یرجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد
دونون حقوق اللہ تعالی اور اگر صید حرم کا مارڈالنے والا جانور ہو تو اُسکے مالک سے نہ پھیرلے اور اگر اُسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی
سے کافر ہے تو اُسپر جزا واجب نہین بنا بر حق اللہ کے و لیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اُسکی قیمت بھرلے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہین
نہ حقوق اللہ و کل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایۃ علی احرامہ یعنے بفعل شئی من محظوراتہ لا مطلقاً اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع
نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن و مثلہ متمتع ساق الہدی دمان اور جس قصور مین تنہا حج کرنے والے پر
ایک خون واجب ہوتا ہے بسبب اسکے احرام کے جنایت کے تو اُس فعل مین قارن پر دو خون واجب ہوتے ہین ایک حج کا خون اور دوسرا
عمرے کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے اور جنایت احرام سے اُن چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہے نہ ہر طرح کی جنایت
اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن
اُن واجب کو ترک کریگا تو اُسپر جزا متعدد نہو گی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلیے کہ یہ جنایت احرام پر نہین اور قارن کے مانند تعدد جزا مین وہ متمتع ہے جو ہدی کو
ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرے کے احرام نہین اُتار سکتا بدون حلق یوم النحر کے و کذا الحکم فی الصدقۃ فتتعدد ایضاً لجنایتہ علی احرامہ اور ایسا ہی
حکم ہے وجوب صدقہ مین تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اسکے قصور کے کرنے کے اپنے دو احرام پر الا بمجاوزۃ المیقات غیر محرم ستثناء
منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن بلکہ آگے بڑھنے مین میقات سے بدون احرام کے تو اسپر ایک خون لازم ہے اسواسطے کہ اسوقت وہ

اور مین نہین ہو گئی کہ کفارات احرام نہین بلکہ فقط حقوق شرع ہیں ... ولو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء بتعدد الفعل اور اگر
دو محرمون نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہین تو جزا بھی دو لازم ہونگی ولو حلالان صید الحرم اتحد
اور دو غیر محرمون نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہوگی بلکہ ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنے صید ایک ہے تو جزا بھی ایک ہوگی
وبطل بیع محرم صیدا وکذا کل تصرف وشراؤه ان اصطاده وهو محرم والا فالبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہے اور اسی طرح ہر تصرف
مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہے اور محرم کو شکار خرید کرنا بھی باطل ہے اگر اسکو حالت احرام مین پکڑا ہو ورنہ اگر احرام کی حالت مین نہ گرفتار کیا ہو
تو بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب فی یده فعلیه وعلی البائع الجزاء سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اسکے ہاتھ مین ہلاک ہوگیا
تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونون محرم ہون اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی البحر وفی الفاسد یضمن قیمته ایضا
کما هو حکم البیع الفاسد یعنی مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار کیا
اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مرگیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا بھی دینا پڑیگا اسواسطے کہ بائع اسکا مالک تھا
بخلاف بیع باطل کے کہ اسمین بائع مالک نہین ہوتا لہذا اسمین مشتری پر ضمان قیمت کا نہین یہ حکم اس صورت مین ہے جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم نہوگا تو
اسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی البحر والظہیریة ولدت ظبیة بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمهما ہرنی جبکہ حرم سے نکالنے کے بعد
جنے اور ماں اور بچہ اسکا دونون مرگئے تو نکالنے والا دونون کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق امن کا شرعا ہے لہذا اسکا حکم
امن دیدینا واجب ہے تو یہ صفت شرعی امن کی اسکے بچہ مین بھی سرایت کرگئی تو دونون کا ضمان برابر لازم ہوگیا وان ادی جزاءها ثم ولدت
لم یجزه ای الولد لعدم سرایة الامن حینئذ ... بعد الاداء الخ نہر ثم اور اگر ہرنی کی جزا اسنے ادا کی پھر وہ جنی تو بچے کی جزا نہ دے بسبب
نہ سرایت کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچے مین کاہے کو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا
واجب ہوا اسکا ... ظاہر جواب یہ ہے کہ ہان واجب ہے کذا فی النہر آفاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرة فلو لم یرد واحدا منهما لا یجب علیه دم
بمجاوزة المیقات وان وجب حج او عمرة اذا اراد دخول مکة او الحرم علی ما سیاتی فی المتن قریبا وجاوز وقته ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادة
عند المجاوزة ثم احرم لزمه دم کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرے کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر
اسنے احرام باندھا اسپر ذبح کرنا لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے مین لازم ہے اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نکیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے مین
ذبح کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن مین یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق مین جو بدائع
سے منقول ہے اسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہین فان عاد الی میقات ما
ثم احرم او عاد الیه حال کونه محرما لم یشرع فی نسک صفة محرما کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدید التلبیة عند المیقات
بعد العود الیه ... فانه یسقط دمه پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اسنے وہان احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کر میقات کی طرف پلٹ آیا جسنے کوئی
عبادت ہنوز نہین شروع کی مثلا طواف کا ایک شوط بھی نہین کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اسپر سے ساقط ہوگیا ماتن نے لبیک کہنے کو صراحتا
کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہے کہ بدون اسکے ذبح کرنا ساقط نہین ہوتا بخلاف صاحبین رح کے
کہ انکے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم مین شرط نہین میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہے والافضل عوده الا اذا خاف فوت الحج اور افضل تو پلٹ آنا
میقات کی طرف ہے مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے والا ای وان لم یعد او عاد بعد شروعه لا یسقط الدم اور اگر میقات کی طرف

نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہوگا مکی یرید الحج ومتمتع فرغ من عمرتہ وصار مکیا وخرجا من الحرم واحرما بالحج
من الحل فان علیہما دم لمجاوزۃ میقاتہ المکی بلا احرام وکذا لو احرما بالعمرۃ من الحرم وبالعود کما مر یسقط الدم چنانچہ مکی حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنے عمرے
سے فراغت ہوا اور مکی ہوگیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر خون واجب ہے بسبب بلا احرام بڑھنے کے
میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہے نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا انپر واجب ہے
اسواسطے کہ میقات عمرے کا حل ہے اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح کہ مذکور ہو چکا ذبح کرنا ساقط ہوجاتا ہے دخل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا
من الحل داخل المیقات لحاجۃ قصدہا ولو عند المجاوزۃ علی ما مر ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب لہ دخول مکۃ غیر محرم کوفی داخل ہوا بستان میں
یعنے آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کے واسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کے نزدیک ارادہ اُس حاجت کا کیا ہو
چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہوگیا تو اُس آفاقی کو جائز ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب
صحیح کے یعنے پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم کے واسطے جو بستان میں ہے بستان بنی عامر ایک بستی ہے داخل میقات خارج حرم کے اور اصل اُسکا
نام نخلۂ محمود ہے وہان سے مکۂ معظمہ چوبیس کوس ہے کذا فی الطحطاوی ووقتہ البستان ولا شیء علیہ لانہ التحق باہلہ کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان میں
کسی کام کو گیا بستان ہے یعنے حل میقات ہے حج اور عمرے کا اور اُسپر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنے سے
اہل بستان میں ملگیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہے اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہے ویسے ہی آفاقی کا بھی
حل ہے چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وہذہ حیلۃ لآفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام اور یہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا چاہے بدون احرام کے
ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں اُسپر ایک حج یا ایک عمرہ
واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے فلو عاد فاحرم بنسک اجزاہ عن آخر دخولہ وتمامہ فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام جا کر پھر میقات کی طرف پلٹ آیا
سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اُسکو کافی ہوگا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے یعنے مثلاً دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو بس
احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اُسپر دین ہوگیا سو وہ بدون تعیین نیت
کے ساقط نہوگا کذا فی الفتح وصح منہ ای اجزاہ عما لزمہ بالدخول لو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذر او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامہ ذلک لتدارکہ
المتروک فی وقتہ لا بعدہ لصیرورتہ دینا بتحویل السنۃ اور صحیح ہوگا اُس سے یعنی کفایت کرجایگا اُس حج یا عمرہ سے جو اُسپر بلا احرام داخل ہونے سے
لازم ہوگیا اگر اُسنے احرام باندھا ہو اُس عبادت کے واسطے جو اُسپر واجب تھی منجملہ حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہ اُس صورت میں ہے
جب اُسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک ہوگیا تھا اُسکو اپنے وقت میں تدارک کرلیا نہ کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اُس سال کے اسواسطے
کہ متروک دین ہوگیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرۃ ثم افسدہا مضی وقضی ولا دم علیہ لترک الوقت لجبرہ بالاحرام
منہ فی القضاء ایک شخص بڑھگیا میقات سے بلا احرام پھر اُسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے اور
اُسکو قضا کرے اور اُسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اُسکا تدارک ہوجاویگا مکی ومن
فی حکمہ طاف لعمرتہ ولو شوطا ای اقل اشواطہا فاحرم بالحج رفضہ وجوبا بالحلق لنہی المکی عن الجمع بینہما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے
عمرے کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اُس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے اسواسطے کہ
اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہے وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفایت الحج حتی لو حج فی سنتہ سقطت العمرۃ ولو افسدہما قضاہما فقط اور اُسپر

ذبح کرنا واجب ہے بسبب شرک کرنے کے اور حج ... واجب ہے اسواسطے کہ کسی مذکور کے ... حج فوت ہو گیا ... اور فوت ہونے حج کے عمرہ کرکے احرام [illegible]
دوسرے سال حج قضا کرے ... ثانیہ اور کسی مذکورہ کے سال حج کرنے کے بعد ... کرنے کے تو ... احرام اسپر سے ساقط ہو جاویگا اور اگر عمرے کو ترک کیا ... تو قضا عمرہ
کی قضا کرے کذا فی البحر فنوا تعتہما حج وا ما ... فوت حج بود ... الافاقی دم شکر سواکر کسی مذکورہ کے حج یا عمرہ ترک کیا بلکہ دونون کو ادا کیا تو حج اور عمرہ کے واسطے
جمع کیا ... ادا کرنا اسکا اور ایک لیکن ... کہ منع ہو گیا دم گیا وہ ذبح کرے ... کرنا جبر نقصان کے واسطے ہو تو خود ... آفاقی کے حج اور عمرہ کو
جمع کرنے مین ذبح کرنا واسطے شکر کے ہو تو خود اسکی ... کذا فی البحر ومن احرم بحج ووقف ثم احرم یوم النحر باخر فان حلق للاول لزمہ الاخر
احرام واتعلق ... للاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر مین دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈایا ہو اول حج کے واسطے
تو دوسرا حج اسپر لازم ہو گیا دوسرے سال مین بلا وجوب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے واجبات الاحرام مین ... اگر ذبح کرنا
اسپر واجب ہو گا کذا فی البحر عن البحر و الا یحلق للاول لزمہ دم قصر عبرہ ... او لا لجنایتہ علی احرامہ بالتقصیر او التاخیر اور اگر حج اول کے واسطے سر
نہ منڈایا تو دوسرے سال اسپر دوسرا حج لازم ہو گا ساتھ ذبح کرنے کے بالون کو کترا ہو یا نہ کترا ہو اسواسطے کہ جنایت تقصیر ... تعبیر کی اگر چہ ... کو بھی
شامل ہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ ... جنایت کی بال کترانے سے اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا واسطے تاخیر کے واجب ہو احرام جب یوم النحر مین قبل
حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اسپر ذبح کرنا لازم ہو گیا کہ وہ حال سے خالی نہین کہ اول حج کے احرام اتارنے کو سر منڈایا یا نہین منڈایا
اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت واقع ہوئی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہین منڈایا تو اول حج کی عبادت مین یعنی یوم النحر کے سر منڈانے مین تاخیر
واقع ہوئی تو بھی ذبح کرنا لازم ہو گیا کذا فی البحر ومن اتی بعمرۃ الا الحلق فاحرم باخرے فذبح الاصل ان الجمع بین الاحرامین لعمرتین مکروہ تحریما فیلزم الدم الا انہ
فی ظاہر الروایۃ فلا یلزمہ اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوائے سر منڈانے کے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہے کہ دو عمرون کے دو احرامون کا جمع کرنا مکروہ
تحریمی ہے اسواسطے ذبح کرنا لازم ہے اور دو حج کے احرامون کو جمع کرنا ظاہر الروایت مکروہ نہین کذا فی البحر عن المحیط لہذا اسمین ذبح کرنا واجب نہین اور نہایۃ البیان
مین جو دو حج کے احرامون کو حرام اور بدعت کہا ہو صاحب بحر الرائق نے کہا وہ سہو ہے کذا فی البحر افاقی احرم بحج ثم احرم لعمرۃ لزماہ وصار قارنا مسیئا کما مر
ولذا بطلت عمرتہ بالوقوف قبل افعالہا لانہا لم تشرع مرتبۃ علی الحج لا بالتوجہ الی عرفۃ آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرے کا احرام کیا تو دونون اسپر لازم ہوئے اور
یہ شخص قارن برا کرنے والا ہو گیا چنانچہ گذرا اور اسی واسطے باطل ہو گا عمرہ اسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرے کے اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہین حج پر مرتب ہو کر
نہ باطل ہو گا عمرہ عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے سوا اگر بدون وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آوے اور عمرہ اول کرکے حج کرے تو تمتع ہے کذا فی البحر وغیرہ
فان طاف لہ طواف القدوم ثم احرم بہا فمضی علیہما ذبح وہو دم جبر وندب رفضہا لتاکد الاحرام فان رفض قضی لصحۃ الشروع فیہا واراق دما لرفضہا
پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرے کا احرام کیا پھر دونون کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہے کہ حج کے افعال مین عمرہ داخل ہو گیا
اور مستحب ہے ترک کرنا عمرے کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہو گیا سو اگر اسنے عمرہ ترک کیا تو اسکی قضا کرے بعد حج کے بوجہ صحیح ہونے شروع کے
اور ذبح کرے یہ بسبب ترک کرنے عمرے کے حج فاہل بعمرۃ یوم النحر او فی ثلثۃ ایام بعدہ لزمتہ بالشروع لکن مع کراہۃ التحریم ورفضت وجوبا تخلصا
من الاثم وقضیت مع دم الرفض وان مضی علیہا صح وعلیہ دم لارتکابہ الکراہۃ فہو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرے کا احرام کیا یوم النحر یا اسکے بعد کے
تین دن مین تو عمرہ کرنا اسکو لازم ہو گیا بسبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہین ہوئی اور ترک کرنا واجب ہے
تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرے کی قضا کیجاوے ساتھ ذبح کرنے کے ذبح واجب ہے بسبب ترک کے اور اگر عمرے کو ترک نہ کرے اور ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اسپر
ذبح کرنا واجب ہو گا بسبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہے فائت الحج اذا احرم ... وجب الرفض لان الجمع بین ... [illegible]

او لعمرتین غیر مشروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اُسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہی اسواسطے کہ دو حج کے احرامون کو اور دو عمرے کے احرامون کو جمع کرنا مشروع نہین ہم دو حج کے احرام تو ظاہر ہین ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہو گیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یون ہوے کہ ایک احرام تو یہ ہی جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اس طرح کہ فائت الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہی چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہی ولما فاتہ الحج بقی فی حرمۃ فیلزمہ ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرۃ ثم بعدہ لیقضیہ ما احرم بہ لصحۃ الشروع ویذبح للتحلیل قبل ادائہ بالرفض اور جبکہ اُسکا حج فوت ہوا تو احرام اُسکا باقی رہا تو اُسپر لازم ہی حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کرکے پھر بعد اسکے قضا کرے اُسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اسکا صحیح تھا اور ذبح کرے اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہو گیا اسکے وقت سے پہلے یعنے واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہو گیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

باب الاحصار

ہو لغۃ المنع وشرعا منع عن رکن یہ باب ہی احصار کے احکام مین احصار لغت مین بمعنی منع اور حبس کے ہی اور اصطلاح شرع مین احصار عبارت ہی منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ مین منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہی لیکن اُسمین عمرہ داخل نہین رہا حالانکہ عمرہ مین بھی احصار ہوتا ہی لہذا شارح رح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے اذا احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہو جاوے بسبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مرجانے سے عورت محرمہ بند ہو جاوے یا خرچ کے ہلاک ہو جانے سے تو حلال ہی اُسکو تحلل یعنے احرام کا اُتارنا ہم دشمن عام ہی کافر آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہی جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاکی نفقہ راہ مین اس شرط سے مانع ہی کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہین اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہین جیسے حج نفل ابتداءً لازم نہین لیکن بعد شروع کے لازم ہی اور یہ قول محمد کا ہی کذا فی المحیط اور ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آیندہ خوف ہو عاجزی اور تھک جانے کا تو اُسپر حج لازم نہین کذا فی النہر فحینئذ لبعث المفرد دما او قیمتہ فان لم یجد بقی محرما حتی یجد او یتحلل بطواف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جا سکے تو اُسوقت مین تنہا حج کا کرنے والا ایک خون یعنے ایک بکری یا بھیڑ حرم مین بھیجے یا اُسکی قیمت روانہ کرے تاکہ خرید کرکے حرم مین ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نپاوے تو محرم بنا رہے یہان تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کرکے احرام اُتارے اور ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نپاوے تو ہر نصف صاع کی عوض ایک ایکدن روزہ رکھے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف رح کی ضعیف ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو نذکر کرتا والقارن دمین اور قارن دو بکریان روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ مشروع یہ ہی کہ دونون احرامون سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو اُتارنا خلاف مشروع ہی کذا فی الطحطاوی وعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کردے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہین ویذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم مین اگرچہ ذبح یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک احصار حج مین یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہین لیکن عمرہ کے احصار مین جائز ہی ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ بغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فبہا ونعمت والا تحلل بالعمرۃ لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورۃ حتی لا یمتد احرامہ فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو نہ روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے یا احرام باندھے ہوے وہین ٹھہرا رہا یہان تک کہ خوف

زائل ہو گیا اور مانع منقطع ہوا تو جاننا چاہیے کہ بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہے اور اگر موسم حج کا جاتا رہا تو عمرہ کر کے احرام کھولنا چاہیے
اسواسطے کہ فوت ہونا حج کا بسبب احرام کے نہ ہونا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت دراز ہو جاوے کہ اسپر مشقت پہونچ جاوے کذا فی شرح الوقایہ جو شخص کہ محصر ہو گیا
حلق یا تقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے خارج ہو جاتا ہے اگرچہ سر منڈایا ہو اور بال کترے ہوں مگر تحقیق حق اس شخص کو جو کہ فائت ہو بعض ہو کا
فقط بذبح ہدی اور حلق و تقصیر لازم نہیں ہے یعنی جب کہ محصر ہے ہدی کے ذبح ہو جانے کو گمان کیا اور ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا یعنی بغیر علم کے اور بعد یقین
ہوا کہ ہدی ذبح نہ ہوئی تھی یا اس دن ذبح ہوئی تھی نہ حرم میں تو اسپر جنایت کرنے کی سزا لازم ہوگی ویجب علیہ ان حل من حجہ ولو فاتہ حجۃ بالتشبیہ
وعمرۃ للتحلل ان فاتہ حج من عامہ اور اگر حج کا احرام باندھا تھا اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اسپر حج واجب ہے بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہے بسبب
تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی و علی المعتمر عمرۃ اور عمرے کا
احرام باندھنے والا اگر روکا جاوے تو اسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے وعلی القارن حجۃ وعمرتان احدہما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں
ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا مقتضا ہیں انکو اختیار ہے چاہے قران کرے چاہے تینوں کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان بعث
ثم زال الاحصار وقدر علی ادراک الہدی والحج معا توجہ وجوبا پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اسکے احصار زائل ہو گیا اور وہ قادر ہے ہدی کو
اور حج کے پانے پر ساتھی تو اسپر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہووے اور اسوقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے خارج ہونا ہدی کے بھیجنے سے اسواسطے کہ ہدی بھیجنا بدل تھا
حج کا اور حال آنکہ اب خود اصل پر قادر ہو گیا تو عوض کا کچھ اعتبار نہ رہا کذا فی المنح والا یقدر علیہما لا یلزمہ التوجہ وہی رباعیۃ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر قادر
نہ ہووے تو اسپر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنے چار صورتوں کا محتمل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری صورت
یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں تو جانا لازم ہے اور
باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل
یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک صرف حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک ادراک حج کو ہدی لازم ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک قبل یوم النحر
کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایہ ولا احصار بعد ما وقف بعرفۃ لا من من الفوات اور احصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف
عرفات کے فوت ہو جانا حج کا متصور نہیں تو امن حاصل ہو گیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنے وقوف مزدلفہ اور
رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والمنوع ولو بمکۃ من الرکنین محصر
بنا الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنے وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں موجود ہو محصر ہے بقول اصح والقادر علی احدہما
لا اما علی الوقوف فلتمام حجہ واما علی الطواف فلتحللہ بہ کما مر اور جو کہ قادر ہو ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہو اور وہ اسواسطے محصر نہیں
کہ وقوف سے حج تمام ہو گیا اور جو طواف پر قادر ہو وہ اسواسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہو گیا چنانچہ مذکور ہو چکا کہ طواف
اصل ہے تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اسکا بدل ہے اور اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنے بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ وان نواہا
عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرأت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اسکو
جائز ہے کہ اسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہے دلائل قرآنی

احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل ہم قرآن مجید مین ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یون دعا کرے (رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا) یعنے اے پروردگار
رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھون نے مجکو لڑکپن مین پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق مین بیفائدہ ہوتی حالانکہ
یہ غلط ہے اور حق تعالی نے خبر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعاے مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو نیابت
اور ثواب رسانی مین بکثرت ہین از انجملہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ایک مینڈھا
اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد
بن حنبل رحمهم اللہ تعالی اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزار اور دارقطنی رح نے چند صحابہ رض سے روایت کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک
یہ حدیث مشہور ہے اور دارقطنی رض نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جنسے مین انکی زندگی مین نیکی کرتا تھا
سو اب کیونکر مین انکے ساتھ نیکی کرون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہے کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے
صوم کے ساتھ اور یہ بھی اسنے علی مرتضے سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب
مردون کو بخشے تو اسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انس رض نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم
خیرات کرتے ہین اپنے مردون کی طرف سے اور حج کرتے ہین انکی طرف سے اور دعا کرتے ہین انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہے فرمایا کہ ہان البتہ انکو پہونچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہین
اس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہے طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابو داؤد مین مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑھا کرو
تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر واما قولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی الا اذا وہبہ لہ کما حققہ الکمال
او اللام بمعنی علی کما فی لهم اللعنة اور یہ جو قول ہے حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جو کہ اسنے خود کیا تو مراد یہ ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جبکہ
غیر بخشے اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہے کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علے کے ہے چنانچہ لهم اللعنة مین بمعنی علی ہے تو
اس صورت مین یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سواے اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی ہم معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ عبادات کا ثواب سواے
فاعل کے غیر کو نہین پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین وصول
ثواب جائز ہے اور عبادات بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرأت قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ
انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دیئے ہین جواب اول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے بقول ابن عباس رض اس آیت سے (والذین امنوا واتبعتهم
ذریتهم بایمان الحقنا بهم) جواب ثانی یہ ہے کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیهما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہے جواب ثالث یہ ہے کہ الانسان سے مراد اس آیت مین کافر ہے
تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہ ہے کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہے جواب خامس یہ ہے کہ لام بمعنی علی ہے کذا فی العینی شرح الکنز
لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعاء والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے
حق مین اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی
صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہے بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہوگی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے
اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہے حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک رح اور شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنے احادیث
اور اخبار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہو گیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاهدی عن اعتزالہ ہنا واللہ الموفق
اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کھول دیا اور توفیق غیر کی دینے والا اللہ تعالی ہے یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہے مجتبے کی کتاب الحج مین

ادا ہوسکے یہان تک [illegible] جو محتاج کو دیا [illegible] اسکو [illegible] عبادت [illegible]

[illegible] وقت [illegible]

لان تجری فیہا النیابۃ عن الغیر مطلقا عند القدرۃ والعجز [illegible] عبادت مالی [illegible]

اور کفارات و زکوٰۃ اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوۃ نیابت کو قبول کرتی ہیں مکلف کی طرف سے ہر طرح کی قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اور نائب

[illegible] اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ موکل نے وکیل کو دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے [illegible] عبادات مالی میں نیابت اسواسطے جائز ہے

عبادات مالیہ میں [illegible] مقصود [illegible] نائب کے فعل میں بھی حاصل ہے اور [illegible] عبادت [illegible] نیت [illegible]

[illegible] نیت کا [illegible] لیکن [illegible] نائب کی [illegible] نیابت میں [illegible]

دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اسوقت نیت کرے یا درمیان میں کسی عبادت کے نیت کرے کذا فی [illegible]

الصلوۃ والصوم لا تقبلہا مطلقا اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور [illegible] اور قراۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہیں قبول کرتے ہر طرح سے

نہ قدرت میں نہ عجز میں اسواسطے کہ عبادات بدنیہ میں غرض اصلی یہ ہے کہ افعال مخصوصہ سے [illegible] اور بدن پر محنت و مشقت پڑے [illegible]

اور قرب الٰہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہیں ہوسکتا نائب کے عمل سے جب تک کہ خود نہ کرے لہذا اسمین مطلقاً نیابت جائز نہوئی نہ قدرت میں نہ عجز

میں اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا [illegible] اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] کوئی روزہ رکھے

کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنی نیابت صوم و صلوۃ سے فرض ساقط نہیں ہوتا [illegible] ثواب [illegible]

اس حدیث میں مصرح ہے کہ ولد اپنے والدین کے واسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبۃ منہما کالحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز فقط اور

جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونے کے وقت فقط ہر چند کہ حج کی حقیقت میں مال کو دخل نہیں

اسواسطے کہ حج عبارت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے ممکن نہین تھا تو گویا مال حج کا جز ہو گیا کذا فی [illegible]

عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت میں نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض

العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر عاجزی میں نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہین تو نیابت صحیح نہیں اسواسطے کہ حج

تمام عمر میں ایکبار فرض ہے یہان تک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنی ایک شخص حج کرنے سے عاجز ہے سو اپنے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد

اسکے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اسپر واجب ہے کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نہ رہا و بشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن

فلان ولو نسی اسمہ فنوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے بھیجنے والے آمر کیطرف سے حج کرے سو یون کہے احرام کے وقت کہ میں نے

احرام باندھا فلانے شخص کی طرف سے اور میں نے لبیک کہا فلانے کی طرف سے اور اگر بھیجنے والے کا نام بھول جاوے اور امر کرنے والے کی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہے اور دل

کی نیت کافی ہے اور تصریح لفظ ضرور نہیں [illegible] دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ [illegible] ان لم یکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط

الحج الغیر عنہ فلا اعادۃ مطلقا سواء استمر ذلک العذر ام لا [illegible] دوام عجز کا موت تک [illegible] قید [illegible] کذا فی [illegible]

اسکے زوال کی امید ہو جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جاویگا [illegible] اس حالت میں [illegible] مطلقاً [illegible]

[illegible] اسواسطے کہ [illegible] موت [illegible] کذا فی [illegible] کچھ فرق مذکور نہیں [illegible] تفصیل

[illegible] کذا فی [illegible] اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف سے

بحالت صحت مین پھر وہ بعد فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز بنا رہا موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی نہوگا بسبب نپائے جانے شرط کے
یعنے نائب کے حج کرنے کے وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وبشرط الامر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا
حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة اور جائز ہے نیابت بہ شرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا تو جائز نہین حج فرزند کا
باپ کے واسطے بدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کرا دے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے امر مورث کے بنابر دلالت
حال کے یعنے جب وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اس سے کہا کہ میرے اوپر سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی وبقی من شرائطها النفقة من مال الامر کلها او اکثرها

وحج المامور بنفسه وتعیینه ان عینه فلو قال یحج عنی فلان لا غیر لم یجز حج غیره ولو لم یقل لا غیره جاز اور شرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنے شرط ہے کہ کل نفقہ
نائب کا منیب کے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اسکے مال سے ہو تو اگر نائب منیب کا مال نہ لے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا
فی العالمگیریة عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اسکا متعین ہونا مشروط ہے اگر اسکو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یون کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے
نہ غیر اسکا تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہین اور اگر غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے واوصلها فی اللباب الی عشرین شرطا منها عدم اشتراط الاجرة فلو استاجر رجلا بان
قال استاجرتک علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجه وانما یقول امرتک ان تحج عنی بلا ذکر اجارة لباب المناسک مین شرائط نیابت کو بیس تک پہونچایا ہے انمین سے ایک شرط
یہ ہے کہ نیابت مین اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد سے اسطرح پر کہ اس سے کہا کہ مین نے تجھسے ٹھیکا کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض تو اسکا
حج جائز نہین بلکہ یون کہے کہ مین نے تجکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ شارح کا کلام اسکو مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا اور
خانیہ مین مصرح ہے کہ ظاہر الروایت مین حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی تو عبارت خانیہ اسکو مقتضی ہے کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی

ولو انفق من مال نفسه او خلط النفقة بماله وانفق کله او اکثره جاز وبرئ من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ مین جمع کر لینے کی گنجائش
ہے یا مامور نے منیب کے نفقہ مین اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنے بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہے اور مامور ضمانت سے بری ہو گیا
کذا فی الطحطاوی وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا للنفل لاتساع بابه اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہے نہ نفل حج کے واسطے اسلیے کہ نفل

مین وسعت ہے تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہے ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاهر من المذهب وقیل عن المامور نفلا وللآمر ثواب النفقة کحج النفل
اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے بنابر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہے جیسے نفل
حج مین اور یہ قول اخیر محمد رح کا قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ سب متفق ہین اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور مامور سے ساقط
نہین ہوتا کذا فی المنح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین ابن عباس رض سے مروی ہے کہ حجة الوداع مین ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اسنے کہا
یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہے اسکو طاقت نہین کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا مین اسکی طرف سے حج کر دون حضرت صلعم نے فرمایا ہان
اور بخاری اور مسلم مین ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اسنے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مر گئی حضرت
صلعم نے فرمایا کہ اگر اسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اسنے کہا ہان مین ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا کر کہ وہ احق بالقضا ہے کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا
کہ آمر کی طرف سے حج واقع ہوتا ہے نہ مامور کی طرف سے لکنه تشترط لصحة النیابة اهلیة المامور لصحة الافعال ثم فرع علیه بقوله فجاز حج الصرورة بمهملة من لم یحج والمراة

ولو امة والعبد وغیره کالمراهق وغیرهم اولی لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کے واسطے مشروط ہے اہلیت مامور کی یعنے اسلام اور عقل مامور مین لازم ہے
تاکہ اسکے افعال صحیح ہون پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول متفرع کر کے کہا تو جائز ہے حج کرنا اسکا جسنے خود حج نہین کیا اور عورت کا حج جائز ہے اگرچہ وہ لونڈی ہو
اور عبد ماذون وغیرہ کا جیسے صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہے نیابت کے واسطے تا خلاف نہ رہے فائدہ صرورہ بصاد مہملہ مفتوحہ اسکو

لے تو یہ جائز نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر حج کیا مامور نے اور میت کی طرف سے حج کرنے کی نیت کی یا اور وراثت کی بوجہ سبب میت کے نہیں ہو گا کہ حج
کو میت سے منتقل نہیں ہو کر ادا ہو جاتا ہے ایسی صورت ہو تو مذکور ہے پس ایسا کرنا جائز ہے یہ بینا کیا جس میں مذکور ہے کہ حج میت کی طرف سے ہو گا تو شخص
حج کرے گا یہ صورت تو نفل ہو اور اندازہ حج اس طریق سے کہ بدل ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کرے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور قال الشیخ اور اگر کوئی بیمار ہو کوئی شخص
حج کرے کو میت کی طرف سے صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے واذا مرض المامور بالحج فی الطریق لیس له ان یدفع المال الی غیرہ حتی قال ذلک الا اذا اذن
له بذلک بان قیل له وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز له ذلک مرض او لم یمرض کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور جبکہ حج کا مامور راہ میں بیمار ہو گیا تو اسکو جائز نہیں
غیر کو مال دینا کہ وہ شخص غیر میت کی طرف سے حج کرے مگر اس صورت میں جبکہ اسکو غیر کو مال دینے اور حج کروانے کی اجازت دی گئی ہو اس طرح کہ
کہا گیا کہ مال دینے کے وقت اگر جو تیرا جی چاہے تو اسکو غیر سے حج کروا خواہ تو بیمار ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ اس اجازت سے وہ کسی مطلق
ہو گیا خواہ بیمار ہو یا نہ ہو یہ سراج الوہاج میں ہے کذا فی الخلاصۃ رجل خرج الی الحج ومات فی الطریق واوصی ان یحج عنہ فانما تجب الوصیۃ بما اذا اخرہ بعد وجوبہ الا لوقت
من عامہ ذلک ایک مرد عاقل بالغ نکلا حج کے واسطے اور راہ میں مر گیا اور اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی تو یہ وصیت لازم ہو گی اسوقت جب
اسنے بعد وجوب حج کے اداء حج میں تاخیر کی ہو اور اگر اسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو یہ حج کی وصیت لازم نہیں فان فسر المال او المکان فعلی
علیہ ما علی ما فسرہ والا فیحج عنہ من بلدہ قیاسا لا استحسانا کذا فی ... پھر اگر میت نے وصیت میں مال یا مکان کی تفصیل کر دی ہو کہ اس قدر مال سے یا یہاں سے
حج کیا جاوے تو اسکی بموجب ہو گا اور اگر مال یا مکان کو اسنے متعین نہ کیا ہو تو اسکی طرف سے حج کیا جاوے اسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر استحسان کے تو
اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہیں اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہیں اور جہاں قیاس اور استحسان صحیح ہوں وہاں استحسان مقدم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ
اسی مواضع سے ہے جہاں قیاس مقدم ہوتا ہے استحسان پر لہذا مشائخ نے آگاہ کر دیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الخلاصۃ وہی قیاس قول ہے امام کا اور استحسان قول ہے صاحبین کا
وجہ قیاس کی یہ ہے کہ جس قدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہو گیا احکام دنیا کے حق میں اگرچہ آخرت کا ثواب قائم ہے اسواسطے کہ مسلم کی حدیث میں ثابت ہے کہ جب ابن آدم مر گیا تو
اسکا عمل منقطع ہو گیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہے تو میت کے وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جبکہ حج نہ حاصل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہو گیا اور وجہ استحسان
یہ ہے کہ قرآن مجید میں ثابت ہے کہ جو اپنے گھر سے نکلے اللہ اور رسول صلعم کی طرف ہجرت کر کے اور راہ میں مرے تو اسکا ثواب عند اللہ ثابت ہے اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کے واسطے نکلا اور مر گیا تو اسکو حج کرنے والے کا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا تو اس آیت
اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر اسکا موت سے باطل نہیں ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہو گی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ وفتح القدیر فان احج عنہ الوصی من غیر وطنہ یجوز اگر
میت کی طرف سے وصی حج کروا دے اپنے سوا غیر سے تو صحیح نہیں ان وفی بہ ای بالحج من بلدہ ثلثہ وان لم یف فمن حیث یبلغ استحسانا میت کے شہر سے حج کیا جاوے
اگر میت کا ثلث مال اسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہاں سے پہونچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور وللوصی والمیت ادوا بشرط ان یسترد المال منہ ما دام
لم یحرم اور میت کے وصی یا اسکے وارث کو جائز ہے مال کا پھیر لینا مامور سے جب تک کہ اسنے احرام نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا بھی جائز ہے ثم ان ردہ لخیانۃ منہ فنفقتہ
الرجوع من مالہ والا ففی مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا مامور کی خیانت کی جہت سے تو پھرنے کا خرچ مامور کے مال سے ہو گا اور اگر پھیر لینا خیانت کے سبب سے نہیں تو پھرنے کا
خرچ میت کے مال میں ہو گا اوصی بحج فتطوع عنہ رجل لم یجزہ وان امرہ المیت لانہ لم یحصل مقصودہ وہو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرانے کی اپنی
طرف سے سو ایک مرد نے اسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اسکا مال نہ لیا تو حج کفایت نہ کریگا میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہو گا اگرچہ میت نے اسکو حج
کرنے کا امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اسکا مقصود نہ حاصل ہوا یعنی مال خرچنے کا ثواب نہ ملا لکن یوجہ عنہ بقیۃ فی الترکۃ ان لم یکن من مالی ولذا الوارث لا یبرع
کالدین اذا قضاہ من مال نفسہ لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اسکے بیٹے نے اسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کر کے اس نیت سے کہ ترکہ سے

بھریگا تو جائز ہی بشرطیکہ باپ نے وصیت مین یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور اسیطرح کا حکم ہی اگر وارث کسی سے حج کروا دے اور جائز ہین
حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے چنانچہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متروک سے رجوع کر لینا درست ہی لیکن قرض ادا کرنا بلا نیت عدم رجوع
بھی جائز ہی بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون اُسکے امر کے جائز نہین اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہی کذا فی المنح عن التجنیس ومن حج عن کل من
امریہ وقع عنہ وضمن مالہما لانہ خالفہما ولا یقدر علی جعلہ عن احدہما لعدم الاولویۃ اور جسنے حج کیا دو امر کرنیوالون کے واسطے یعنے ایک حج مین دو شخصون کو
شریک کیا تو وہ حج مامور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہو تو دونون کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت
حج مقصود تھا اور مامور قادر نہین کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہرا دے بسبب عدم ترجیح کے وینبغی صحۃ التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یون ہی کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو
مطلق کیا یعنے امر کا ذکر نکیا ہو احرام کے وقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابہمہ فان عین احدہما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر آمر کو مبہم ذکر کیا یعنے یون کہا
کہ مین لبیک کہتا ہون ایک آمر کی طرف سے پھر بعد اسکے اگر دو مین سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہی طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

بخلاف ما لو اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدہما او لہما وفی الحدیث من حج عن
ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہی اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی
شخصون کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون اُنکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہی
بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اُسکو اختیار ہی چاہے ایک کو ثواب دے چاہے دونون کو دے اور حدیث مین وارد ہی کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے
تو اُسنے اپنا حج ادا کیا اور ہوگی اُسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت مین نیکون مین مبعوث ہوگا اور جابر سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
اپنے باپ اور اپنی مان کی طرف سے حج کرے تو اُسنے اپنا حج ادا کیا اور اُسکے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اُسکی طرف سے اور اسکے والدین کی طرف سے اور اُن دونون کی روحین خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار
لکھا جائیگا اور ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا انکا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکون کے
ساتھ وہ شخص اُٹھایا جائیگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے ذکر کیا ہی یہ جو متن اور شارح نے ذکر کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین مین سے کسی پر فرض حج ہو اُسکی دو صورتین
ہین کہ حج کی وصیت اُسنے کی یا نہین اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اُسنے وصیت
نہین کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی اُسکی طرف سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم رح نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار لا غیر علی الآمر
فی مالہ ولو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل ثم ان فاتہ لتقصیر منہ ضمن وان بآفۃ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہی اُسکے مال مین اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اسمین
پھانسا تو اُسی پر چھوڑانا بھی لازم ہی اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہی جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو ضمن میت بھی داخل ہی کذا فی المنح بعضون نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے ذبح کرنا
چاہیے اور بعضون نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہین پھر اگر حج فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنے اپنے کسی کام مین ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا
تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس سے یا سواری کے مر جانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہین کذا فی الطحطاوی

ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج الا اذا اذن لہ الآمر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہی
نہ آمر پر لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہین دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو مامور
ہی ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اُسنے جماع کیا
قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

[illegible] اور وصیت کی [illegible] حج [illegible]

[illegible] تہائی [illegible]

اگر [illegible] کے حج کے واسطے [illegible] تہائی مال سے [illegible] باقی مال سے [illegible] وصیت کے ثلث سے [illegible]

[illegible] وصیت [illegible] تو وصیت [illegible] ثلث [illegible]

[illegible] ثلث سے حج [illegible] باقی [illegible]

[illegible] قول امام [illegible] باقی [illegible] ثلث سے حج کیا جاوے [illegible]

[illegible] حج کیا جاوے اور [illegible] وصیت [illegible] قول [illegible]

ثلث باقی سے حج کروانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے … حج کا پھیر لینا … ہو تو اسکی تصریح کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیئے طحطاوی نے …

کی کتب فقہ کی طرف تو اسکو دیکھا کہ ترکہ مامور سے پھیر لینا جائز ہے … طحطاوی نے … من حیث … استحسان

بیٹے اگر مامور راہ میں مرجاوے تو … اسکے وطن سے حج کیا جاوے نہ وہاں سے جہاں مامور مرگیا برخلاف صاحبین کے اور قول … استحسان ہے اور قول امام کا

قیاس ہے لیکن یہاں استحسان بمقابلہ قیاس کے … فرع مسائل … القران او التمتع …

… لانہ لا استحال … تقیید امور مخالف ہوگا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا مخالف ہوگا سال اول سے تاخیر کرنے سے اگرچہ آمر نے

سال اول ہی مقرر کردیا ہو اسواسطے کہ یہ تعیین جلدی کے واسطے ہے تقیید کے واسطے اسواسطے کہ سب سال برابر ہیں ادائے فرض میں لیکن اول سال افضل ہے کہ

شاید فوت باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی … الافضل ان یعود الیہ … کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کی طرف پھر آوے اور مکہ میں اقامت نہ کرے اگر آنے جانے کے

نفقات کا ثواب آمر کو ملے … وان شرط … اور مامور پر واجب ہو کہ جو خرچ

آنے جانے سے زیادہ بچے اسکو پھیر دے وارث یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال اپنے واسطے شرط کرلی ہو تو یہ شرط باطل ہے مگر اس طرح فاضل مال کا پھیر دینا درست

نہیں اگر مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے ہبہ کردینے کا وکیل کردیا ہو یعنی یوں کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اسکے ہبہ کا میں نے تجھکو وکیل کیا تو یہ مال اپنی ذات

کے واسطے قبضہ کرلیوے کذا فی الفتح یا میت نے مال زائد کی وصیت کی ہو … شخص معین کے واسطے … خواہ مامور ہو یا غیر اسکا کذا فی الطحطاوی یا وارث فاضل مال کو

اپنی خوشی سے مامور کو دیوے پھیر دینا اسواسطے لازم ہے کہ نفقہ مامور کا مملوک نہیں ہوگیا … حج کرنے سے آنے جانے میں … کرنے میں اسکو اختیار ہے بلکہ وہ مال

میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور … ہوتا تو بطور اجارہ مالک ہوتا حالانکہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر … مامور کو اپنے ساتھ کسیکو کھلانا اور

حمام کی اجرت دینا اور چراغ … مول لینا اور … اجرت دینا … اس مال سے جائز نہیں الا باجازت میت یا وارث کذا فی …

یستردا المال من المامور … اور وصیت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھیر لے مامور سے جب تک … احرام نہ باندھا ہو … عن الاحرام …

… احرام باندھا اور حالانکہ اسکو مال دیا تھا میت کی طرف سے حج کرنے کو بلا وصیت پھر اُسنے احرام باندھا پھر آمر کیا تو اسکے وارث کو

مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے … اور وصی کو جائز ہے کہ خود میت کی طرف سے حج کرے مگر اس

صورت میں اسکو حج کرنا جائز نہیں کہ میت نے اسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنی یوں کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا وصی وارث ہو

اور باقی وارث … حج کرنے کو جائز رکھیں تو بھی اسکو بذات خود حج کرنا جائز نہیں … [illegible]

[illegible] تو مامور کی … اور اگر مال خرچ کیا ہو … [illegible]

اُسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ مین حاجیون کا قافلہ لٹا ہو یا مدت تک مینہہ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اُسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججت وکذبوہ فیما
بیمینہ اذا کان مدیون المیت وقد امر بالاتفاق اور اگر مامور نے کہا کہ مین حج کر چکا ہون میت کی طرف سے اور وارثون نے اُسکی تکذیب کی تو مامور کی
تصدیق کیجاوے گی قسم کے ساتھہ مگر اُسوقت تصدیق نہوگی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اُسکو قرض مین سے راہ خرچ کرنے کا امر ہوا ہو ولا اتقبل بینتہم
انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علے اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہونگے وارثون کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اُس شہر مین تھا کیونکہ نفی پر گواہ
مقبول نہین اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثون کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر مین اثبات ہے لیکن درپردہ نفی ہے مگر جب وارث
گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ مین نے حج نہین کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ والشرع ما یہدی الی الحرم من النعم لیتقرب بہ فیہ یہ باب ہے ہدی کے احکام مین ہدی لغت اور شرع مین اُسکو کہتے ہین جو حرم محترم مین چوپایہ حلال
جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اُسکے ذبح کرنے سے حرم مین حق تعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو وادناہ شاۃ ہدی کا ادنے رتبہ بھیڑ بکری ہے وہو ابل ابن خمس سنین و بقر
ابن سنتین وغنم ابن سنۃ اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گاے بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری دنبہ ہے ولا یجب تعریفہ
بل یندب فی دم الشکر اور واجب نہین ہدی کو عرفات مین لیجانا یا پٹہ گردن مین ڈالکر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون مین اشتہار مستحب ہے یعنی قران اور تمتع
اور نفل کے ہدی مین اشتہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی مین اخفا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا لکما
سیجئ فصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلفت اجناسہا اور جائز نہین ہدی مین مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیون مین چنانچہ اُسکی تفصیل
کتاب الاضحیہ مین آویگی تو صحیح ہے شریک کر لینا ایک شخص کا چھہ شخصون کو اُس اونٹ اور گاے مین جو بہ نیت قربت کے خرید ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہون
چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاے صید وغیرہ ذلک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہے کذا فی المنح ویجوز الشاۃ ذا الحج فی کل شئی الا فی طواف الرکن
جنبا او حایضا ووطی بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شی مین مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین کرنے سے
اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے مین بھیڑ بکری کافی نہین بلکہ اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا یہان واجب ہے چنانچہ باب الجنایات مین مذکور ہو چکا ویجوز اکلہ اے الثمن
کالاضحیۃ من ہدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط ولو اکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہے کھانا نفل کے
ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہونچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سواے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھا ویگا تو بقدر کھانے کے قیمت
دینا لازم ہوگا اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے بھیجنے کے ذبح کیا تو اسکا کھانا جائز نہین کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہین تو اُسکا کھانا بھی جائز نہین کذا فی المنح وتعین یوم النحر
اے وقتہ وہو الایام الثلاثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ
یوم کا یہان بمعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہین یعنی دسوین گیارھوین بارھوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر
کے بالاجماع جائز نہین بلکہ بعد بارھوین کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اُسپر دوسرا خون واجب ہے امام رح کے نزدیک صاحبین کے
نزدیک اور سواے تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر مین مخصوص نہین کذا فی الطحطاوی وتعین الحرم لا منی للکل
لا الفقرۃ لکنہ افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہین بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کیواسطے
مخصوص نہین بنا بر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے وتصدق بجلالہ وخطامہ اے زمامہ اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے اسواسطے کہ صحاح ستہ مین
علی مرتضی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنے کا محتاجون پر

[illegible] الراكب [illegible] ما يطيق [illegible] اور [illegible]
[illegible]
[illegible] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا [illegible]
[illegible] روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]

[illegible] کذا فی فتح القدیر [illegible] الا مما یخرج من ثلثہ [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] والاجارۃ [illegible]
[illegible] والمنیحۃ فرعیا والاحلبۃ وتصدق بہ اور ہدی کا دودھ نہ دوہے اور اسکے تھنوں کو ٹھنڈے پانی کا چھینٹا مارے تاکہ دودھ کا نکلنا بند ہو جاوے
[illegible] اگر ذبح کا وقت قریب ہو اور اگر دور ہو تو دودھ کو دوہے تاکہ جانور کو تھنوں کے بھر جانے سے تکلیف نہ ہو اور اس دودھ کو خیرات کرے ولیقیم بدل
الواجب عطب او تعیب بالمانع الاضحیۃ وصنع المعیب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اس ہدی واجب کے جو ہلاک ہوگئی یا ایسا عیب ہوگیا
جو قربانی کا مانع ہو یعنی لنگڑی ہوگئی یا اندھی اور عیب دار یا تو عیب دار کو جو چاہے سو کرے چاہے بیچ یا ہبہ کرے کھا جاوے ولو کان تعیب تطوعا نحرہ وصبغ
قلادتہ بدمہ وضرب بہ صفحتہ سنامہ لیعلم انہ ہدی للفقراء ولا یطعم منہ غنیا لعدم بلوغہ محلہ اور اگر نفل کی ہدی میں عیب ہوگیا یا قریب الہلاک ہو تو نحر کرے
اور اسکا پٹہ اسکے خون میں رنگین کرے اور اسکے کوہان کی ایک جانب پر مارے اس فعل سے غرض یہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجوں کے واسطے ہے اور اس میں سے
غنی کو نہ کھلاوے اسواسطے کہ وہ ہنوز حرم کو نہیں پہنچی کہ مالداروں کو اسکا کھانا جائز ہو اور صحیح مسلم اور مسند احمد میں قبیصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم میرے ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اسکو نحر کرنا اور نعل کو اسکے خون میں ڈبونا اور اسکے ایک جانب کو رنگ دینا اور تو نہ
کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز ولیقلد بدنۃ التطوع ومنہ النذر والمتعۃ والقران فقط لان الاشتہار بالعبادۃ الیق والستر
بغیرہا احق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالنا چاہیے اور نفل میں نذر کی ہدی بھی داخل ہے اسواسطے کہ شہرت دینا عبادت کے
ساتھ لائق تر ہے اور غیر عبادات میں یعنی جنایات وغیرہ میں چھپانا سزاوار تر ہے شہدوا بعد الوقوف بوقوفہم بعد وقتہ لا تقبل شہادتہم والوقوف صحیح استحسانا
حتی الشہود للحرج الشدید یہ گواہوں نے گواہی دی بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیوں کا وقوف بعد اسکے وقت کے ہوا یعنی عرفہ کے دن نہوا بلکہ دسویں کو
واقع ہوا تو انکی گواہی قبول نہوگی اور وقوف حاجیوں کا صحیح ہے بنابر استحسان کے یہاں تک کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہے سبب حرج شدید کے یعنی اس قسم کا اشتباہ
اکثر ہوجاتا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنے کے تو سخت حرج پیش آوے اور حالانکہ حق تعالی نے دین میں
حرج کو نفی کردیا ہے قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسیطرف اشارہ ہے اس حدیث میں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا صوم اسی دن ہے جس
میں تم روزہ رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا وہی دن ہے جس میں تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمہارا وہی دن ہے جس دن تم عرفات میں ہوتے ہو اور قربانی کا دن وہ ہے
جس دن تم قربانی کرتے ہو یعنی وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہے جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور رائے سے عرفہ کا دن جانتے ہیں اور اگرچہ وقت گذر گیا
اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوگی تو اسکی سماعت میں کچھ فائدہ نہیں تو حاکم کو لازم ہے کہ اسکو نہ سنے اسواسطے کہ اگر اسکی سماعت مشہور ہوجاوے گی
تو بہت اہل موسم [illegible] اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب مسلمین میں شکوک واقع ہونگے کہ حج صحیح ہوا یا نہیں جو سخت [illegible] کس سخت اور مشقت سے
قطع منازل بعیدہ کرکے اور زر خطیر اٹھا کر وہاں پہونچے ہیں لہذا جب گواہ گواہی کے واسطے آویں تو حاکم انسے کہدے کہ تم پھر جاؤ ہم تمہاری گواہی نہیں سنتے

[illegible]

لوگوں نے حج کیا ہو گیا کذا فی فتح القدیر وقیاسہ قبول بینتہ قبلت ان امکن التدارک یعنی اگر دسویں تاریخ کو وقوف عرفات کی گواہی مقبول ہوگی یعنی
اگر لوگوں نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ میں لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک وقوف ممکن ہو کہ جمیع
لوگوں کے ساتھ اور تدارک ہوسکے تو گواہی مقبول نہیں ہم اگر تیسویں تاریخ کو گواہوں نے گواہی دی کہ دن عرفہ کا جو گذر گیا ہے اگر اس وقت بھی لوگوں کے ساتھ
یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی تاکہ ... اور ... اس میں بھی اسواسطے کہ وقوف عرفات کی ... تدارک ... ہو ... وقت
وقوف ہوگا تو اگر حج فوت ہوگا اور اگر رات کو یا دن کو اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کرسکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن ... میں ... اور اگر رات کو بھی اکثر
لوگوں کے ساتھ وقوف ہوسکے تو گواہی مقبول نہوگی ورنہ انکو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد وقوف کریں کذا فی منح وغیرہ رمی فی الیوم الثانی
والثالث والرابع اوسطی والثالثہ ولم یرم الاولی فعند القضاء ان رمی الکل بالترتیب فحسن وان قضی الاولی جاز لسنیۃ الترتیب یا گیارھویں
ذوالحجہ کی گیارھویں یا بارھویں یا تیرھویں تاریخ جمرہ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرہ اولی کی رمی نہ کی تو قضا کے وقت اگر جمرات ثلثہ کی ترتیب سے رمی کی تو خوب ہے اور اگر
فقط جمرہ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرہ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نہ کی تو بھی جائز ہے اسواسطے کہ رمی جمرات کی ترتیب مسنون ہے نہ واجب ہو سکتا ہے جمرہ قریب مستقل
دوسرے کا تابع نہیں کذا فی منح نذر المکلف حجا ماشیا مشی من منزلہ وجوبا حتی یطوف الفرض لانتہاء الارکان نذر کی مثل نعش حج کی پیدل
حج یا دو پاپیادہ اپنے گھر سے چلنا واجب ہے قول صحیح میں یہاں تک کہ طواف فرض سے فراغت کرے اسواسطے کہ طواف فرض ارکان سب ارکان حج سے آخر ہے
ولو رکب فی کلہ او اکثرہ لزمہ دم وفی اقلہ بحسابہ اور اگر پیدل حج کی نذر کرنے والا تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہوا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور کمتر راہ کی سواری کی
موافق اسکے تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چہارم راہ سوار رہا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار رہا تو نصف قیمت خیرات
کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد المدینۃ او غیرہما لا شیء علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد حرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوائے اسکے اور جگہ
کی طرف پیدل چلنے کی تو اسپر کچھ واجب نہیں ویہی حکم ہے اگر نذر کی حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور استار کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور قبر
اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام مشی ان الفاظ اور مقامات سے معروف نہیں کذا فی شرح وقایہ اشتری محرمۃ ولو بالاذن له ان یحللہا بلا کراہۃ
بعد حلف بقص شعر او قلم ظفر او مس طیب ثم یجامع وہو اولی من التحلیل بجماع ایک شخص نے خریدی محرمہ لونڈی اگرچہ اس نے باذن بیع کے
ساتھ احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہے لونڈی کو حرام سے حلال کرے بلا کراہت یا بال کتروائے یا ناخن کٹوائے یا خوشبو لگاوے پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہ بہتر
اولی ہے جماع کے تحلیل کرنے سے یعنی اختیار ہے مشتری کو تحلیل لونڈی کا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے ... وہ لونڈی بائع کے اسواسطے کہ بیع
کا اذن سے احرام باندھا تھا مشتری کے اذن سے نہیں بخلاف الزوج ان احرمت ولو نفلا ... تحلیل الا باذنہ اسواسطے کہ اگر بیوی
نے حج فرض کا احرام باندھا تھی تو شوہر کو اس کی تحلیل جائز نہیں بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اسکا کوئی محرم موجود ہے تو حج کرنا ہو تو
زوج کو اسکی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کو جاسکتی ہے ... اگر منکوحہ محرمہ کے ساتھ اسکا محرم نہ ہو تو وہ
محصرہ ہے بغیر شوہر یا محرم کے حج کو نہیں جاسکتی اور زوج پر واجب نہیں کہ اسکے ساتھ سفر میں جاوے پھر جب وہ محصرہ ہوئی تو
زوج بعد تحلیل کے ... اسکو ہدی بھیجنے کے ... ہدی بھیجنے کے قبل تحلیل جائز ہے ذبح ہدی پر موقوف نہیں کذا فی الفتح والمنح والاذن
بالاحرام ... فلیس لہ رجعۃ فیہ ... بحلاف ... فلیس لہ ... اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو
نفل حج کی تو اسکو ... جائز نہیں اسواسطے کہ ... منافع کی ... اور ... لونڈی ... بخلاف خالص لونڈی کے کہ حج
اذن دینے کے بعد بھی ... اسواسطے کہ ... اگر ... مالک نے لونڈی کو اذن دیا حج کا تو لونڈی ...

معین ہو سکو روپئے بانٹنے ... انتہی قال ... صدقہ کرنا افضل ہے نفل حج سے اسواسطے کہ ... فرض ہے
اوروں پر ... نہیں ہے ... نفل ... سے فرضیت ... ہے ... فضیلت ... فضیلت
... لیکن وہ افضل ہے ... الافضل اولی من ... افضل ہے ... کی
اسواسطے کہ مخلوق کی اطاعت جائز نہیں خالق کی معصیت میں بخلاف نفل حج کے اسواسطے کہ والدین کی اطاعت فرض ہے
... خدمت کے محتاج ہوں ... الرباط افضل من حج النفل ... اور مسافرخانہ کا بنانا افضل ہے نفل حج سے اسواسطے کہ
اسکی منفعت عام ہے اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اسی کو خاص ہے ... فی البزازیۃ ... لمشقتہ فی المال والبدن ...
انتہی ... المشقۃ اور اختلاف ہے علما میں کہ خیرات افضل ہے یا نفل حج اور بزازیہ میں ترجیح دی ہے حج کے افضل ہونے کو اسواسطے کہ حج میں
مال اور بدن دونوں پر مشقت اور محنت ہے اور خیرات میں فقط مال کا صرف ہے نہ بدن کا کما ... بزازیہ کے مصنف نے اور اسیکا فتوی دیا امام ابوحنیفہ نے
جب حج کیا اور اسکی مشقت کو پہچانا ... بزازیہ میں پورا بیان یوں ہے کہ امام اعظم سے مروی ہے کہ صدقہ افضل ہے حج سے لیکن جب امام نے حج کیا اور
مشقت کو دریافت کیا تو ... فتوی دیا کہ حج افضل ہے اور مراد امام کی یہ ہے کہ نفل کرے اور ہزار درم صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجوں کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہے
اور یہ مراد نہیں کہ حج ... خیرات سے افضل ہے ... فی سبیل اللہ ہزار درم کے دینے سے اور چونکہ حج میں مال اور بدن دونوں پر مشقت ہے لہذا حج افضل ہے خیرات سے قال ...
... بلاواسطہ جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہے ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہے اسمیں ہر شخص کی بلاواسطہ
لیئے جب جمعہ کے دن عرفہ ہو تو اسکی یہ فضیلت ہے اور اسی کو عرفہ میں حج اکبر کہتے ہیں اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو اسمیں مغفرت بلاواسطہ نہیں بلکہ عوام
مومنین کی مغفرت ... ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ... وقت العشاء والوقوف ... للحج ... جو نماز عشاء اور وقوف
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑ دے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدید یعنی دسویں رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی رہی کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہے اور اگر وقوف عرفات کرتا ہے تو عشا کا وقت جاتا ہے تو یہاں وقوف عرفات مقدم ہے اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر اللہ اعلم
... باقی رہے دوسرے سال تک یا نہ رہے پھر نے کا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہے ... یکفر الکبائر قیل نعم ...
کبیرہ ... کو بعضے علمانے کہا کہ ہاں حج کبیرہ گناہوں کو مٹاڈالتا ہے اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہوں جیسے کافر حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہیں یعنے
اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسیکا مال چھینکر دارالحرب میں چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اسپر خون اور مال کا مواخذہ نہیں دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث
ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہے اگلے گناہوں کو اور ہجرت گراتی ہے اگلے گناہوں کو اور حج گراتا ہے اگلے گناہوں کو وقیل غیر المتعلقۃ
بالآدمی کذمی اسلم اور بعضے علمانے کہا کہ حج مٹاتا ہے ان کبیرہ گناہوں کو جو آدمی سے متعلق نہیں یعنی حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے
مسلمان ہونے سے ترک صوم و صلوۃ کا مواخذہ ... لیکن قتل اور غصب کا مواخذہ ہے قال عیاض اجمع اہل السنۃ ان الکبائر لا یکفرہا الا التوبۃ اور قاضی عیاض
نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع ہے اس بات پر کہ کبیرہ گناہوں کو سوا توبہ کے کوئی عمل صالح نہیں مٹاتا یعنی جو کبائر کہ منجملہ حقوق اللہ ہیں مانند زنا
اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا للہ تعالی کدین صلوۃ وزکوۃ نعم اثم المطل وتاخیر الصلوۃ ونحوہا
یسقط ... تکفیر علی القول ہے اور کوئی قائل نہیں سقوط دین کا واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوۃ اور زکوۃ کا دین ہاں یہ البتہ ہے کہ اداے دین
میں دیر لگانے کا گناہ اور تاخیر صلوۃ اور اسی طرح تاخیر زکوۃ اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہوجاتا ہے حج کرنے سے اور یہی مطلب ہے حج کے مکفر سیئات ہونے کا ...
... قول کے حج کو واجب علی الفور کہتے ہیں ... خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہے نہ قطعی اسواسطے کہ حج میں تکفیر کبائر کی منجملہ حقوق اللہ ہے

بالیقین ثابت نہین چہ جاے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہوجیے تو بھی اُسکا وہ مطلب نہین جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہین کہ
حج سے لوگون کا قرض وام ساقط ہوجاتا ہی اور اسی طرح صلوۃ اور صوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہوجاتی ہی بلکہ یہ مطلب ہی کہ اداے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط
ہوجاتا ہی بالجملہ حج مین جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہین اُنکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہین کذا فی المنح عن البحر وحدیث ابن ماجہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام
استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہان تک کہ خون ریزیون اور مظالم مین پوری
روایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یون ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات مین دعا کی سواے مظالم کے اور گناہون کی مغفرت
ہوئی اور ارشاد ہوا کہ مین مظلوم کے واسطے مواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اُسدن دعا قبول نہ ہوئی
پھر حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ مین وہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اُسکی اجابت ہوئی علما حدیث نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہی اسواسطے کہ عباس بن مرداس سے اسکا روی
منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہی ہر چند یہ حدیث ضعیف ہی لیکن اسکے شواہد احادیث صحیحہ بکثرت ہین ازانجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہین حافظ منذری نے کہا عبد اللہ بن مبارک نے
روایت کی سفیان ثوری سے اور اُنھون نے زبیر بن عدی سے اور اُنھون نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے عرفات مین وقوف کیا
اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بلال لوگون کو خاموش کر سو بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر لوگون کو خاموش کیا پھر فرمایا اے لوگو جبرئیل علیہ السلام
میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجکو سلام پہونچایا اور کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اُنکے تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
کھڑے ہوے اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگون کو مخصوص ہی حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمھارے واسطے ہی اور جو لوگ کہ تمھارے بعد آوینگے قیامت تک اُنکے واسطے بھی تو
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہی اور امام مالک کی موطا مین طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن
عرفہ سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہین ہوتا اور اُسکا سبب کچھ نہین مگر یہ کہ دیکھتا ہی کہ نزول رحمت کا اور ذنوب عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور
صحیح بخاری مین حدیث مرفوع ہی کہ جسنے حج کیا سو عورتون کی طرف مخاطب نہوا اور گناہون سے بچا تو گناہون سے ایسا پاک ہوجاتا ہی جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہو شیخ الاسلام
زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث مین صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہی بلفظہ صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونون کی
مغفرت معلوم ہوتی ہی اور بعض احادیث مین اسکی تصریح بھی ہی لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بدلیل ہی اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی رحمہ سے
اُسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہی اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہی کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن دوپہر ڈھلے حق تعالی فرشتون سے فرماتا ہی کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہین میری
رحمت کے امیدوار ہوکر تو اگر اُنکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہون تو البتہ مین بخشونگا جاؤ میرے بندو مغفور ہوکر واللہ اعلم
کذا فی منح الغفار اور ملا رحمت اللہ کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہی اُسمین مذکور ہی کہ حج اُنکے صغیرہ گناہون کو جو منجملہ حقوق اللہ ہین بالاتفاق قطعا
ہدم کردیتا ہی اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقا مظالم مین اختلاف ہی طیبی قائل ہی کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہی لیکن قول معتمد یہ ہی کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حق
علے الاطلاق ہین تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ توربشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہی اور احادیث مغفرت حج مین اور جمہور اہل سنت کے
کے قول مین کچھ منافات نہین اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہین بصورت مشیت حق یا اُن لوگون کی مغفرت مظالم مراد ہی جنکا حج مقبول ہی
چنانچہ ہدایت مین ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اُسکے مظالم معاف ہوجاوینگے اس طرح کہ حق تعالے اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی
ہوجاوینگے واللہ اعلم ندب دخول البیت اذا لم یشتمل علی ایذاء افصلہ پھر مستحب ہی داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو ہجوم
مین تکلیف ہونا قابل الوجود ہی اور اندر جانے والے کو مستحب ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جب داخل

باہر نکلے تو دروازہ کعبہ کو پیٹھ کے پیچھے کیا اور سیدھے چلے جب تک آپ کے اور سامنے کی دیوار کے بیچ میں تین ذراع کے قریب فاصلہ رہتا تھا پھر وہاں نماز پڑھی ... اور حق کے
ہوتے نماز ہو اور پاس ہے اوپر ... حدیث ... سے منقول ہے حضرت انکے ... بیچ دو ستون
کے ... تسبیح اور تکبیر ... کو ... ماثور ... کرے ... ابن عمر رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ ... حضرت ... بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ ... دروازہ بند کر لیا پھر ... ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں سب سے
پہلے ... بلال کو ... پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہاں نماز پڑھی بلال رضی اللہ عنہ نے کہا دونوں اگلے ستونوں کے اندر اور دوسری روایت یوں ہے کہ
بیت اللہ میں چھ ستون تھے ... حضرت صلعم نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائیں طرف اور دو ستونوں کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی ... تاریخ ...
ابن ابی سفیان نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہاں نماز پڑھی ... دو ستونوں کے ... کہ نماز پڑھنا چاہئے ... تحقیق السعادۃ و ... العوام من
العروۃ الوثقی ... سرۃ الدنیا ... جو عوام وہاں کے ... کو عروۃ الوثقی کہتے ہیں اور اس کیل کو ... درمیان میں ہے افسانہ ...
... ولا یجوز شراء الکسوۃ من بنی شیبۃ بل من الامام ... خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جیسے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے ... بادشاہ یا
اسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہے اور بالفعل یوں واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ کو
اسکا اختیار ہے اور ہمارے علماء نے اسواسطے اسکی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہے اور بلا شبہ بیت المال میں بادشاہ کا تصرف ہے جب بادشاہ نے
کسی کو دیدیا تو اس سے خرید کرنا جائز ہے اور یہی قول کو امام نووی شافعی نے شرح مہذب میں پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ غلاف کو مصارف
بیت المال میں صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو اتارتے تھے اور حاجیوں
کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اس میں تصرف نہ جائز ہوتا تو بدعت دراز ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ... اور جو غلاف کو خرید کرے اسکو پہنا
جائز ہے ... اور حیض کی حالت میں بھی لا القتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ ... بدلا نہ لیا جاوے حرم میں مگر اسوقت بدلا لینا جائز ہے جب
کسی نے حرم میں خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اسکا قصاص اندر ہو گا ... اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم میں جا چھپا تو اسکو قصاص ...
ہو گا بلکہ خرید و فروخت اس سے موقوف کیجاوے اور کھانا اسکو نہ دیا جاوے تاکہ وہ ... ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر ... سے
مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امام اور صاحبین ... کا اور امام مالک ... اور شافعی ... کے نزدیک حرم میں قصاص لینا
ہر طرح درست ہے اور امام ... کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم میں نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین ... کے اور اگر کافر حربی حرم میں داخل ہو تو اس سے تعرض کرنا ...
بلکہ اسکا کھانا اور پانی بند کرنا چاہیئے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک ... یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور
غسل کرنا مکروہ نہیں اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریاں اور مٹی اور ... بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل میں لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور
... عمارت کا موجب ہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور ... حرم ... جائز نہیں ... عمارت کا اور ... کا لیجانا جائز ہے کذا فی المنح لا حرم للمدینۃ ...
مدینہ کے واسطے حرم نہیں ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ میں شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے ویسے مدینہ میں حرام نہیں اور اگر مدینہ کو حرم کہتے ہیں تو تعظیم کے واسطے ہے تا ہم
بدون احرام باندھے وہاں کا جانا جائز نہ تھا حالانکہ حضرت صلعم ... سے ... احرام باندھنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہیں باقی تفصیل اس مسئلہ کی
کتب مبسوطہ میں ہے واللہ اعلم مکۃ افضل منہا علی الراجح الا ما ضم اعضاءہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ افضل مطلقا حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی ...
افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے جسد شریف سے ملی ہوئی ہے قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ ...
قبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہے بلکہ مطلقا افضل ہے یہانتک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے

امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک کعبہ افضل ہے مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہے کذا فی المنح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہے بلکہ بعض علما نے اسکو واجب کہا ہے جسکو مقدور اور طاقت ہو ہم انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب طریق زیارت کا بہ تفصیل تمام خاتمہ حج مین مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویبدأ بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا ما لم یمر بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فیبدأ بزیارتہ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبر ان الصلوٰۃ فیہ خیر من الف صلوٰۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا البقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمین مختار ہے چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج مین اختیار اسوقت تک ہے جب تک مدینہ مین ہو کر نہین نکلا اور اگر حج کے واسطے مدینہ مین ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہے اسکی غیر مسجد مین سوائے مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی عبادات مانند اعتکاف اور رجا روب کشی کے کہ اسکا ثواب سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہے ہم مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبد اللہ بن زبیر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین افضل ہے اسکی سو نمازون سے یعنے مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر مین کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف کی زیارت کے واسطے نیت کو خالص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسی کو مقتضی ہے اور تاکہ ظاہر حدیث دار قطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوائے میری زیارت کے تو مین اسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا تکرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین شریفین کا امر مجاورت مکہ معظمہ مین اختلاف ہے علما کا بعض شافعیہ رح نے ذکر کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہے مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہے صاحبین رح کا اور امام ابو حنیفہ رح اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہے کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہے اور کثرت مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالبا اور یہ بھی ہے کہ انسان خطا سے محفوظ نہین اور حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہے چنانچہ ابن مسعود رض سے مروی ہے اگر یہ روایت صحیح ہو والا اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہے ولہذا عبد اللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر مین پچاس گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک محبوب تر ہین مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ کسی شہر مین سوائے مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم) یعنی جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اسکو عذاب دردناک چکھادینگے اور عمر فاروق رض سے روایت ہے کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے وہ غالب تر ہے اور شہر کے ستر گناہون سے ان بعض خاص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکش مقتضائے طبیعت انسانی سے پاک ہین وہ اہل ہین اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہے ابن ماجہ رح نے عبد اللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اسکے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالی ہر دن مین ایک گردن آزاد کرنے کا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ مین تضاعف سیئات کا خوف نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہے کہ وہ مخالف ہے احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت سے خالی نہین مگر اہل صبر اور اہل ادب کے واسطے وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا سعادہ وسیلہ ہے نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہے کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت مین سے ہوگا مین اسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین مقرر شفاعت کرونگا وہان کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور منسک سطر البحر مین ہے کہ امام ابو حنیفہ رح اور جماعت محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب اور حرمت قلب بجھنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہین اور امام ابو یوسف رح

مسئلہ اقامت حرمین ۱۲

فصل اول ... اس بات میں کہ انکار ... و تعامل ... ہے اور ... بالجملہ ... کا ... ہے

آنحضرت ... سے ... صحیح ... ثابت ہے کہ ... رسول کریم ... سے ... بیان ... صحیح ... حدیث ... شریف ... کو

... حدیث ... پیہ ... صلی اللہ علیہ وسلم کی ... حدیث ... آنحضرت کی ... سے ... تعالی ... ہے ... ترجمہ

... کتاب ... امام محمد باقر سے ... امام جعفر صادق ... روایت ... جابر بن عبداللہ ... رسول ... صلی اللہ علیہ وسلم

... رسول ... صلی اللہ علیہ وسلم نے ... حج نہیں کیا ... دسویں برس ... حج ... تو بہت لوگ مدینہ میں

آئے ... چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... جب ... ذوالحلیفہ میں ... پہنچے ...

... تو وہاں اسماء بنت عمیس ... محمد بن ابی بکر ... حضرت صلعم کے پاس ... کہ ... غسل کرو اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھو

پھر حضرت صلعم نے مسجد میں احرام کی نماز پڑھی پھر ... سوار ہوئے ... یہاں تک کہ ... حضرت صلعم ... میدان میں ... جابر نے کہا میں نے

جو ... نظر کی ... سوار اور پیدل تھے ... اور بائیں طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے ساتھ تھے اور ... قرآن اترتا تھا ... حضرت صلعم نے ... عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو پکار کے

... فرمایا لبیک اللہم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک اور لوگوں نے بھی یہی ... لبیک ... حضرت صلعم

... لوگوں پر ... انکار نہ کیا اور حضرت صلعم نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر نے کہا کہ حج کے سوا ہم کو ... نیت نہ تھی ہم ... حج میں

عمرہ کرنا معروف نہ تھا یہاں تک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ میں ... پہنچے تو حضرت صلعم نے رکن کا استلام کیا ... سو ... بار رمل کیا اور

چار بار آہستہ چلے یعنی طواف میں پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس آئے سو یہ آیت پڑھی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ

کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قراءت سے پھر حضرت بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور حجر الاسود کا

استلام کیا پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب ... قریب ہوئے تو یہ پڑھا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ہم ... سے ابتدا کرتے ہیں جس سے اللہ نے

ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اس پر چڑھ گئے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و

یمیت وہو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ پھر ان اذکار کے ... دعا کی ... اسی طرح تین بار فرمایا پھر اترے

مروہ کی طرف تا اینکہ آپ کے قدم نیچے آگئے تو ... بطن وادی کے اندر رمل کیا یہاں تک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے ... تک کہ مروہ پر ... پہنچے تو مروہ پر ... جیسا

کیا جو صفا پر کیا تھا یہاں تک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجھکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو میں ہدی کو نہ ہانک لیجاتا اور اس عبادت کو میں

عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگوں میں سے جسکے ساتھ ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جاوے اور اسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہوگئے اور بال کترائے مگر نبی اور جنکے ساتھ

ہدی تھی وہ محرم بنے رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... حج میں ... اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے تو دونوں

ہاتھ کی انگلیوں کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج میں اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو ... علی مرتضی

علیہ السلام یمن سے آئے حضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہ احرام نہیں باندھے ہیں اور رنگین کپڑے پہنے ہیں اور سرمہ

لگائے ہیں تو علی مرتضی ناخوش ہوئے اُن پر اور کہا کہ تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابر نے کہا کہ علی مرتضی

... میں کہتے تھے ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کروانے کو بسبب اُس امر کے جو اُنھوں نے کیا تھا اور حضرت کی

... فاطمہ زہرا ... میں نے ... ناخوش ہوا تھا سو اُنھوں نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا تو حضرت صلعم نے ... سچ کہا

حضرت صلعم نے فرمایا تونے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰؓ بولے مین نے یون کہا تھا کہ الٰہی مین وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی
حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہی سو تو حلال نہو جیسا جابرؓ نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضیٰؓ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ ہدی تھی سو سب
ملاکر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور منا مین جاکر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز
پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم نے حکم سے کمل کا خیمہ نمرہ مین کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور انہین گمان نہ تھا قریش کو کہ حضرت صلعم وقوف کرینگے
مزدلفہ مین مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر مین قریش وہان وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہان سے بڑھے چلے گئے یہان تک کہ عرفات مین پہونچے تو خیمہ کو استادہ پایا
نمرہ مین سو انہین اترے یہان تک کہ آفتاب ڈھلا پھر بموجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہوئے یہان تک کہ نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگون کے
واسطے سو فرمایا کہ تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر حرام ہین جیسے یہ تمھارا دن اس تمھارے شہر مین اس تمھارے مہینے مین حرام ہی خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے
پانؤن کے نیچے دبائی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیان دبائی گئین یعنے انکا دعوی کرنا اب جائز نہین اور پہلا خون جو مین دباتا ہون اپنے خاندان کے خونون سے ابن ربیعہ
یا ربیعہ بن عبد المطلب کا خون ہی جو شیر خوار تھا بنی سعید مین جسکو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبایا گیا اور پہلا بیاج جسکو مین دباتا ہون اپنے خاندان سے
عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہی سو وہ سب کا سب دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتون کے مقدمہ مین تمنے انکو لیا ہی اللہ کی امانت سے اور انکی شرمگاہون کو حلال کیا ہی
تمنے اللہ کے کلمے یعنی حکم سے اور تمھارا عورتون پر یہ حق ہی کہ تمھارے بستر ونکو نہ روندا وین اس شخص سے جسکو تم نہین پسند کرتے یعنی زنا نکرین اور غیر کو اندر آنے نہ دین سو اگر ایسا کرین
تو انکو مارو ایسی مار جو سخت اور مزیل اعضا نہو اور عورتون کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہی دستور کے موافق اور مین نے تم مین ایسی چیز چھوڑی ہی کہ تم کبھی گمراہ نہوگے بعد اسکے اگر تم اسکو مضبوط
پکڑے رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہی اور تمسے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہوگے لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپنے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور
خیر خواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگون کی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر
بلالؓ نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونون فرضون
کے درمیان مین کچھ نماز نہین پڑھی یعنے سنت اور نفل کچھ نہ پڑھی سو حضرت صلعم قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہان تک کہ موقف مین یعنی ٹھہرنے کے مقام مین آئے سو اپنی اونٹنی
قصوا کا پیٹ پتھرون کی طرف کو کیا اور حبل المشاۃ کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہان تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور
تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہان تک کہ گردا آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی
کی نکیل کی رسی حضرت صلعم تانے ہوئے تھے یہانتک کہ اسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو یعنی
آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلد بازی نیکوکاری نہین اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تاکہ چڑھ جاوے یہانتک کہ مزدلفہ مین پہونچے
تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان مین نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہان تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی
اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصوا پر سوار ہوئے یہان تک کہ مشعر الحرام مین آئے اور اسپر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوئے سو حقتعالی کی تحمید اور تکبیر اور توحید کرتے
فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباسؓ کو پیچھے
بٹھلایا یہانتک کہ محسر مین آئے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہونچتی ہی یہان تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہونچے جو
درخت کے پاس ہی سو اسکو سات کنکریان مارین مانند سنگریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالے کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے پھرے
اور نحر کرنے کے مقام مین آئے سو اپنے دست مبارک سے ترسٹھ اونٹ نحر کیے اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کو حکم کیا سو باقی سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی مین انکو شریک کیا
پھر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ مین گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضیٰؓ نے انمین سے گوشت کھایا اور اسکا دونون نے

[illegible] حضرت صلعم [illegible] دوسرے پاس [illegible]

[illegible] حجرہ [illegible]

[illegible] حضرت صلعم [illegible] صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو [illegible] اور ابن ابی شیبہ و نسائی اور

ابن حبان [illegible] اپنی سنن میں روایت کیا ہے فصل ثانی در زیارت قبر شریف کے آداب زیارت میں [illegible] ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھ پر مگر حق تعالیٰ میری روح کو پھیر دیتا ہے [illegible] جواب دیتا ہوں [illegible]

کرنے سے حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سلام کے جواب دینے کے واسطے اور ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھے میری قبر کے پاس میں اسکو سنتا ہوں اور جو درود پڑھتا ہے دور سے تو مجھکو پہونچایا جاتا ہے فرشتے پہونچاتے

ہیں دارقطنی اور ابو بکر بزار نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اسکی میری شفاعت اسکے

واسطے واجب ہو گئی یعنی بالضرور ثابت ہو گئی بخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دارقطنی نے امالی میں اور ابو بکر مقری نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے معجم کبیر

اور اوسط میں باسناد متعدد عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرنے کو آوے گا اسطرح کہ اسکا کچھ مطلب اور

حاجت نہ ہو سوا میری زیارت کے تو مجھ پر لازم ہو گیا کہ میں اسکا شفیع ہوں گا قیامت کے دن ہم حضرت کی زیارت عام ہے حیات میں ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اس کی حدیث

میں صراحت ہے دارقطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے

بعد تو گویا اسنے میری زیارت کی میری حیات میں اور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا

اور میری زیارت نہ کی تو اسنے مجھ پر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہ مضمون انس بن مالک سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا کچھ عذر نہیں

جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نہ کرے کذا فی الفتح و تاریخ المدینہ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہی ہے جیسا علم میرا حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس سے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہیں اپنی قبور میں نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصریح کی ہے قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے کہ زیارت قبر

سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولاً و فعلاً کذا فی تاریخ المدینہ جب ایسے فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین

کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علما حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب بدرجہ واجبات ہے مقدور والے

کو اسواسطے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری بہتری کے واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ اسمیں فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ

سے معلوم ہو چکا کذا فی شرح المختار و منسک لملا علی القاری اور مذہب محبت میں زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے بالخصوص کہ معشوق عاشق نواز

بمزید کرم سے اپنے مشتاقوں کو بلا وے اور سرفرازی کا مژدہ سنا وے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرما وے ولنعم ما قیل ع از دوست یک اشارت و از ما

بسر دویدن ۔ بالجملہ جب بعد ادا سے حج کے دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر بمزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ

کی طرف روانہ ہووے اور راہ میں کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تا کہ قبل پہونچنے کے تحفہ درود کے پہونچنے سے

حضرت صلعم کو اسکے حاضر ہونے کی اطلاع ہو رہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑیں تو بکمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے

اور یہ دعا پڑھے (اللّٰھم ھذا حرم رسولک فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ

رسولک صلی اللہ علیہ وسلم ما رزقتہ اولیائک واھل طاعتک واغفرلی وارحمنی یا خیر مسئول) مستحب ہے کہ قبل داخل ہونے کے غسل کرے

ادا ہو سکے تو حضور پر اکتفا کرے چنانچہ دخول کرین مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ قریب ہے تعظیم کے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور یہ جو بعضے لوگ مدینہ مشرفہ کو دیکھ کر سواریوں سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں سوائے اسکے قوم عبد القیس جب مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھا اتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے انپر کچھ انکار نہیں فرمایا تھا اگرچہ انکے سردار کی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے کے تسکین تمام خدمت میں حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کذا فی شرح کہا کیا اگر باہر شہر کے غسل نہ کرسکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پہلے کرے جو بعضے لوگ سیاہ کپڑے پہنتے ہیں بمشابہت احرام پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو اسکی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالیٰ نے اپنے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریف میں داخل ہو تو یون کہے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد واغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وفضلک اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف وجلالت حاصل ہے یہ وہ مقام ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہجرت کا ٹھہرایا اور یہ مکان مظہر معراج اور منزل احکام اور منبع اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہئے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت نبوی سے بھر لیوے اور وہان چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے شاید میرا قدم حضرت صلعم کے موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے دلہذا امام مالک رحمہ مدینہ مین سوار نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو حیا آتی ہے کہ مین وہان سوار ہون جہان خود بدولت موجود ہون پھر جب مسجد شریف مین داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد مین کرتے ہین یعنی داہنا پاؤن پہلے رکھے اور یون کہے اللہم افتح لی ابواب رحمتک اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف مین روضہ اس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان ہے حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان مین روضہ ہے ریاض جنت سے اور منبر میرا میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے پڑھے اسطرح کہ منبر کا عمود اپنے مونڈھے کے مقابل ہو اور جو ستون لکڑی کا قبلہ مسجد ہے وہ دونون آنکھون کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے کھڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اسکی تمامی اور قبولیت کی دعا کرے اور حق تعالیٰ سے نیکی مدد چاہے کہ حضور مصطفیٰ کی رعایت آداب مین کوئی ادب مجھ سے فوت نہو پھر قبر شریف کی طرف کمال عجز وانکسار سے آنکھین جھکائے متوجہ ہو اور وہان کی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور سر مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شباک نحاسی یعنی تانبے کی جالیان لگی ہین مدت سے اور سابق مین موقف سلف جالیون سے اندر حجرہ شریفہ کے قریب تھا لہذا مناسک قدیمہ مین مذکور ہے کہ دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینۃ للسید السمہودی باجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر زیارت کیواسطے کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ مین مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ استقبال قبلہ مین فقیہ ابو اللیث رح کی روایت لائق اعتماد نہین اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ حضرت صلعم کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریفہ کی طرف منھ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ رح کا الحاصل زیارت کے وقت مودب بطور نماز کھڑا ہو کر حضرت مقدسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت صلعم لحد مبارک مین آرام فرماتے ہین اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہین اور میرا کلام سنتے ہین سو حضرت کی حیات اور مراقبت مشغول ہو کر کمال حیا اور ادب سے یون عرض کرے السلام علیک یا نبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اشہد انک رسول اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا امین اللہ السلام علیک

یا شکور الخلائق اجمعین السلام علیک یا سید المرسلین وخاتم النبیین السلام علیک یا قائد الغر المحجلین السلام علیک یا بشیر السلام علیک یا نذیر

اور بہتر سب خلق کے سلام تجھپر اے سردار پیغمبرون کے اور ختم کرنیوالے نبیون کے سلام تجھپر اے آگے چلنیوالے روشن ہاتھ پاؤن والون کے سلام تجھپر اے بشارت دینے والے سلام تجھپر اے ڈرانے والے

السلام علیک ایها المبعوث رحمة للعالمین السلام علیک یا شفیع المذنبین السلام علیک یا حبیب الله السلام علیک یا خیرة الله

سلام تجھپر اے بھیجے گئے رحمت عالم کے لوگون کو سلام تجھپر اے سفارشی گناہگارون کے سلام تجھپر اے حبیب اللہ کے سلام تجھپر اے پسندیدہ اللہ کے

السلام علیک یا صفوة الله السلام علیک یا ایها الهادی الی صراط مستقیم السلام علیک یا من وصفه الله تعالی فی کتابه

سلام تجھپر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تجھپر اے راہ بتانے والے سیدھی راہ کے سلام تجھپر اے وہ کہ وصف کیا اسکا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مین

وبقوله بالمؤمنین رؤف رحیم السلام علیک یا من سبح الحصی فی یدیه وحنت الجذع الیه السلام علیک یا من امرنا الله بطاعته

اور اپنے قول سے کہ ایمان والون پر شفقت کرنیوالے مہربان سلام تجھپر اے وہ کہ تسبیح پڑھی کنکرون نے اسکے ہاتھون مین اور مشتاق ہوا ستون اسکی طرف سلام تجھپر اے وہ کہ حکم کیا ہمکو اللہ نے اسکی طاعت کا

والصلوة والسلام علیه السلام علیک وعلی سائر الانبیاء والمرسلین وعلی ذریتک الطیبین وازواجک الطاهرات امهات المؤمنین

اور درود و سلام پڑھنے کا اسپر سلام تجھپر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپکی اولاد پاک پر اور آپکی بیبیون پاک مسلمانون کی ماؤن پر

واصحابک اجمعین کثیرا دائما ابدا کما یحب ربنا ویرضی جزاک الله عنا افضل ما جزی به رسولا عن امته اشهد ان لا اله الا الله وحده

اور آپکے سارے ساتھیون پر بہت سا سلام ہمیشہ ہمیشہ جیسا کہ پسند کرے ہمارا رب اور خوش ہو آپکو خدا جزا دے ہماری طرف سے بہتر اس سے کہ جزا دی کسی رسول کو اسکی امت کی طرف سے گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود نہین مگر اللہ اکیلا

لا شریک له واشهد انک عبده ورسوله وخیرته من خلقه اشهد انک قد بلغت الرسالة وادیت الامانة ونصحت الامة

اور کوئی اسکا شریک نہین اور مین گواہی دیتا ہون کہ آپ اسکے بندے اور رسول اور بہتر ہین اسکی خلق سے مین گواہی دیتا ہون کہ آپنے رسالت کو پہنچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی

وکشفت الغمة واقمت الحجة واوضحت المحجة وجاهدت فی الله حق جهاده وقاتلت عن دین الله حتی اتاک الیقین فصلی الله علی

اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپنے اللہ کے باب مین حق اسکے مجاہدہ کا اور لڑے آپ اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف سے یہانتک کہ آپکو موت آئی پس رحمت کرے اللہ

روحک وجسدک وقبرک افضل واکمل وازکی وانمی صلوة دائمة الی یوم الدین یا رسول الله نحن وفدک وزوار

آپکی روح اور آپکے بدن اور آپکی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک اے رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہین اور آپکی قبر کی زیارت کرنیوالے ہین

جئناک من بلاد شاسعة ونواحی بعیدة قاصدین قضاء حقک والنظر الی ماثرک والتیامن

آپکے پاس حاضر ہوئے ہین بہت مسافت کے شہرون سے اور دور کے ملکون سے قصد کرکے آپ کے حق پورا کرنے کو اور دیکھنے کو آپ کے نشانات اور برکت لینے کو

بزیارتک والاستشفاع بک الی ربنا فان الخطایا قد قصمت ظهورنا والاوزار قد اثقلت کواهلنا

آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تم سے طرف اپنے رب کے کہ خطاؤن نے ہماری کمرین توڑ دی ہین اور گناہ ہمارے مونڈھون پر بھاری پڑ گئے ہین

وانت الشافع المشفع الموعود بالشفاعة والمقام المحمود وقد قال الله تعالی ولو انهم

اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو تم سے وعدہ ہوا سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالیٰ نے یون فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ

اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا

جب برا کیا تھا اپنے اوپر آتے تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور بخشواتا انکو رسول تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا

رحیما وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا الی ربک واسأله

مہربان اور ہم آئے ہین برا کرکے اپنی جانون پر بخشوانے والے اپنے گناہون کو پس سفارش کیجیے ہماری اپنے رب کے پاس اور اس سے سوال کیجیے

أَنْ تُمِيتَنَا عَلٰى سُنَّتِكَ وَأَنْ تَحْشُرَنَا فِي زُمْرَتِكَ وَأَنْ تُورِدَنَا حَوْضَكَ وَأَنْ تَسْقِيَنَا بِكَأْسِكَ غَيْرَ خَزَايَا

ترجمہ کہ ہمکو آپکے طریق پر مارے اور یہ کہ آپکے گروہ مین ہمکو اٹھاوے اور یہ کہ ہمکو آپکے حوض پر پہونچا دے اور آپکے پیالے سے پانی پلا دے بے رسوا ہون

وَلَا نَادِمِينَ اَلشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ

نہ شرمندہ سفارش کیجیے سفارش کیجیے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تونے ہمکو ہدایت کی اور دے ہمکو اپنے

لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ

پاس سے رحمت بیشک تو ہی بڑا دینے والا رب ہمارے بخشدے ہمکو اور ہمارے ان بھائیون کو جو ہمسے پہلے ہوگئے ہین ایمان مین اور مت کر ہمارے دلون مین کینہ ان لوگون کا جو ایمان

آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ پھر سلام پہونچا دے انکا جسنے حضرت کو سلام کہنے کو کہا ہو بطرح اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَتَشَفَّعُ

لائے اے رب ہمارے بیشک تو ہی شفقت کرنیوالا مہربان سلام تمپر اے رسول اللہ کے فلان پسر فلان کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے

بِكَ إِلٰى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ پھر درود پڑھے جتنا چاہے پھر داہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھے صدیق اکبر کے سر کے برابر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ

آپسے آپکے رب کے پاس تو آپ اسکی سفارش فرمایئے اور سب مسلمانون کی سلام تمپر اے نائب

رَسُولِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ فِي الْأَسْفَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينَهُ

رسول خدا کے سلام تمپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تمپر اے اسکے رفیق سفرون مین سلام تمپر اے اسکے امین

عَلَى الْأَسْرَارِ جَزَاكَ اللّٰهُ أَفْضَلَ مَا جَزٰى إِمَامًا عَنْ أُمَّةِ نَبِيِّهِ فَلَقَدْ خَلَفْتَهُ بِأَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيقَهُ وَمِنْهَاجَهُ

بھیدون پر تمکو خداے تعالی جزا دے بڑھکر اس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت سے کہ تمنے نیابت کی بہتر نائب ہوکر اور تم چلے انکے طریق اور راستہ پر

خَيْرَ مَسْلَكٍ وَقَاتَلْتَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَلَمْ تَزَلْ قَائِمًا لِلْحَقِّ نَاصِرًا لِأَهْلِهِ حَتّٰى أَتَاكَ

اچھا چلنا تم لڑے مرتدون اور بدعت والون سے اور تمنے درستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتون کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لیے اور مددگار رہے اہل حق کے یہانتک

الْيَقِينُ فَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَللّٰهُمَّ أَمِتْنَا عَلٰى حُبِّهِ وَلَا تُخَيِّبْ سَعْيَنَا فِي زِيَارَتِهِ بِرَحْمَتِكَ يَا كَرِيمُ پھر ایک ہاتھ برابر

کہ آئی آپکو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالی کی رحمت اور اسکی برکتین الہی ہمکو موت دے انکی محبت پر اور بیکار مت کر ہماری کوشش انکی زیارت مین اپنی رحمت سے اے کریم

طرف کو بڑھے تو عمر فاروق رضہ کی قبر کے سامنے ہوتو یون کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْإِسْلَامِ يَا مُكَسِّرَ الْأَصْنَامِ

سلام تمپر اے سردار ایمان والون کے سلام تمپر اے ظاہر کرنے والے اسلام کے اے توڑنیوالے بتون کے

جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا أَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَرَضِيَ عَمَّنِ اسْتَخْلَفَكَ فَلَقَدْ كَفَلْتَ الْأَيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَقَوِيَ بِكَ الْإِسْلَامُ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِينَ إِمَامًا مَرْضِيًّا

تمکو جزا دے اللہ تعالی ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جسنے تمکو اپنا نائب کیا کہ تمنے ذمہ داری کی یتیمون کی اور ملایا ناتوان کو اور قوی ہوا تمسے اسلام اور تم تھے مسلمانون کے پیشوائے پسندیدہ

وَهَادِيًا مَهْدِيًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَأَغْنَيْتَ فَقِيرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسْرَهُمْ فَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ پھر بقدر بالشت پیچھے ہٹے اور شیخین کی حضرت

اور راہ بتانیوالے راہ یاب جمع کیا تمنے انکے تفرق کو اور غنی کیا انکی احتیاج کو اور باندھا انکی شکستگی کو پس سلام تمپر اور رحمت اللہ کی اور اسکی برکتین

مین یون عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيعَيْ رَسُولِ اللّٰهِ وَرَفِيقَيْهِ وَوَزِيرَيْهِ وَمُشِيرَيْهِ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ فِي الدِّينِ وَ

سلام تم دونون پر اے دو ہمخواب رسول خدا کے اور انکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین مین قائم رہنے کے اور

الْقَائِمَيْنِ بَعْدَهُ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ جَزَاكُمَا اللّٰهُ أَحْسَنَ جَزَاءٍ جِئْنَاكُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْأَلَ رَبَّنَا أَنْ يَتَقَبَّلَ

بجا لانیوالے انکے بعد مسلمانون کی مصلحتین جزا دے تم دونون کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہین تم دونون کے پاس وسیلہ پکڑتے ہین تمکو طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کرین ہماری اور

[illegible] ملت حنیفا و ما انا من المشرکین ۔۔۔ [illegible] اور پڑھے [illegible]

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے [illegible] ۔۔۔ [illegible]

[illegible] ۔۔۔ ربنا اغفر لنا

ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة

حسنة وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین) اور ان الفاظ زیارت مین انتہا رہی

[illegible] اور جب شخص کو استطاعت زیادہ ہے تو [illegible] یا رسول اللہ و رحمة اللہ و برکاتہ و علی صاحبیک

ابی بکر الصدیق و عمر الفاروق) اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابو لبابہ کے ستون کے پاس آوے جسمین انہون نے آپ کو باندھا تھا تا آنکہ

انکی توبہ قبول ہوئی تھی اور دو ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہین سو وہان دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر

روضہ مین آوے جہان آپ نفل نماز پڑھا کرتے تھے ۔۔۔ وہان نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر

کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اس چیز پر ہاتھ رکھے جسکو رمانہ کہتے ہین جسپر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے

پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق مین رو یا تھا اور قصہ اسکا احادیث صحیحہ مین مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے

کہ ایام راتین مسجد نبوی مین بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اسکے پائین مین اور قرارت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا مین بسر کرے

کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہین اور جب تک مدینہ طیبہ مین رہے یہ مستحب ہے کہ با جماعت کی نماز مسجد نبوی

مین نہ فوت ہو کیونکہ سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہان کی نماز افضل ہے پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ

کی زیارت مستحب ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہین حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلة البدر اٹھینگے اور جنت مین بلا حساب

داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ مین مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع مین مدفون ہین پھر جب بقیع مین داخل ہو تو یہ دعا کرے (السلام علیکم دار قوم مؤمنین و

انا ان شاء اللہ بکم للاحقون اللہم اغفر لاہل البقیع الغرقد اللہم اغفر لنا ولہم) اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت مین غربی قبر تو

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرے اور صفیہ رضی اللہ عنہا عمہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی مان کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور

مشہور ہین اور بقیع مین فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہین اور وہان نماز پڑھے اور ایک روایت یون ہے

کہ انکی قبر بھی وہین ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو مشہد ہاے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھکے جاوے تا کہ ظہر کی نماز مسجد شریف مین سے

نہ فوت ہو اور ابتداے زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرے اور یون کہے (سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم

مؤمنین ان شاء اللہ بکم لاحقون) اور آیة الکرسی اور سورۂ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ

حدیث مین آیا ہے کہ احد پہاڑ ہے ہمکو چاہتا ہے اور ہم اسکو چاہتے ہین اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنے شہداے احد مین پھر وہان کھڑے ہوے اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم خدا کے

نوافل سے بہتر ہو اور اپنے مولے کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ یہ مقبول کی یہی علامت ہو کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کہ
بانی شیخ الشیوخ کرمانی متعنا اللہ ہم اور ہمارے تمام مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری فرما دے اسی
زمین فائدہ جلیلہ بعضے ادب زیارت کے وعظ متعلق مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے ذکر ہوتے ہیں منجملہ آداب زیارت کے یہ ہو کہ
قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوے نہ چوسے نہ وہاں طواف کرے کہ مکروہ ہو اسلیے کہ طواف بیت اللہ کے لیے مخصوص ہو اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار
اللہ کا بھی مکروہ ہو بلکہ مقتضائے ادب یہ ہو کہ دور رہے جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آکر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہو اور یہی پرسا کا
جاہل ہو اور جو یہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے میں محبت اور برکت زیادہ ہو تو یہ اسکی جہالت اور غفلت ہو اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ وہی ہو جو شرع
شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہو احیاء العلوم میں مصرح ہو کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود و نصاریٰ کی عادت ہو انس بن مالک صحابی نے ایک مرد کو دیکھا
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہو تو اسکو منع کیا اور کہا کہ یہ امر حضرت صلعم کے زمانہ میں معروف نہ تھا اور آداب سے یہ ہو کہ
قبر شریف کے پاس جھککر سلام نہ کرے کہ بدعت ہو اور اس سے بڑا زیادہ یہ ہو کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہیں کہ یہ تعظیم کا کام ہو حالانکہ یہ غلط ہو علامہ عزالدین
بن جماعہ نے کہا کہ مجکو جاہلوں سے تعجب نہیں آتا بلکہ بعضے علما سے مجکو تعجب آتا ہو جو اسکی خوبی کا فتویٰ دیتے ہیں جان بوجھکر اور آداب سے یہ ہو کہ قبر مقدس کو پشت
نہ دے نہ نماز میں نہ غیر نماز میں اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبد السلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرہ شریفہ کو پیچھے یا کنارہ پر کھڑا ہو اور نہ نماز کے آگے کرے
اور لازم ہو کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچی کیے رہے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے اور چلا کر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات کے
اسی طرح واجب ہو جیسا کہ حیات میں اسواسطے کہ حیات اور ممات حضرت صلعم کی حدیث میں مصرح ہو اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگرچہ حاجت جہد
کی طرف سے نکلے تو لائق ہو کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک کا یہ مذہب ہو کہ اہل مدینہ کو لازم نہیں کہ جب مسجد میں آویں تو سلام کریں لیکن
مسافرون کو لازم ہو اور باقی مذاہب ثلثہ میں ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہو ہر بار بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہو جمال الدین صاحب تو ترسا
نے کہا کہ حجرہ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہو بقیاس رویت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہ ہو کہ قیام
مدینہ کی مدت میں درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد میں شب بیداری کرے اور
قرآن ختم کرے اور مستحب ہو کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع میں جایا کرے امام نووی نے کہا علی الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے
یہ ہو کہ مدینہ کے رہنے والون سے محبت رکھے خصوصا علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہان کے غلام
جن میں کوئی فضیلت نہیں وہ بھی واجب الاحترام ہیں بسبب ہمسایگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہان کے عوام تارک السنت اور مرتکب
بدعت ہون لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسایگی حضرت صلعم بلاشبہہ انکو ثابت ہو بہر صورت ہمارے حق میں واجب التعظیم ہیں امید ہو کہ خاتمہ انکا
بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی میں تاثیر کرے ع یا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم ＋ الی القلب من اجل الحبیب حبیب ＋ کذا فی تاریخ السید السمہودی
ام بنیت اہل مدینہ واجب التعظیم ہیں ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہیں اسواسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اہل مکہ
ہمسایہ بیت اللہ ہیں تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نور عین ہو

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار مطبع نامی منشی نولکشور مقام لکھنؤ میں بار چہارم ۱۹۰۰ء مطابق ۱۳۱۸ھ نبوی میں بعنایت ہمتی
جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع مذکور چھپی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
امام حق مشہور بہ ... از شیخ شرف الدین		ابن منصور ... حسن بن یوسف۔	[illegible]	...	[illegible]
بخارائی۔	[illegible]	برجندی - شرح مختصر وقایہ ...		...	
مائۃ مسائل - صد مسائل از مولانا		عبد العلی برجندی معتبر شرح ...	۱۲ر	فتاوی ... مع سراجیہ ...	
... رحمہ اللہ۔	۶ر/۳	کنز الدقائق۔		... حسن بن منصور ...	
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ		جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از		مستند ... معروف متداول ...	[illegible]
انتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰ر/۳	شمس محمد قہستانی متداول۔	۶ر	شرح وقایہ - ... صدر الشریعۃ	
مسالک المتقین - مرغوب طالبان		فتح القدیر - ... ہدایہ اور بتعلیم		... مع تام حاشیہ ذخیرۃ ... از یوسف	
... از مولوی ...	۶ر	مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین		بن جنید چلپی ...	
فتاوی ...		ابن ہمام نہایت مستند و باعظمت		وصحیح کاغذ سفید۔	۶ر
مفتی نصیر الدین	۱۰ر	شرح مشہور و معروف ... آخرین		ایضاً کاغذ ...	[illegible]
قدوری۔		... الدین آفندی کامل ...		شرح وقایہ ... مع ...	
شرح فارسی مختصر وقایہ - از		... تفصیل ذیل - کاغذ سفید ...	[illegible]	متوسط قلم۔	[illegible]
... جامی۔	۵	ایضاً کاغذ ...		ذخیرۃ العقبیٰ - حاشیہ شرح وقایہ از	
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی		ہدایہ - حاشیہ ... نہایت ...		یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔	[illegible]
محشی مع ترجمہ	۶	... محشی مولانا محمد حسن		اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف	
مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ		سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات		مستند متداول۔	[illegible]
...	۵ر/۱	بہ تفصیل ذیل۔	۶ر	ملا مسکین - از ... محشی جدید	۶ر
شرح مختصر وقایہ ... از مولانا		(۱) جلدین اولین عبادات۔	۶ر	کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔	۸ر
جلال الدین ...	[illegible]	(۲) جلدین آخرین معاملات۔	[illegible]	مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق	
ارشاد تنبیہ الانسان - در حرمت و		ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید		مشہور متداول۔	[illegible]
حرمت جانوران۔	[illegible]	جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند		عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار	
رسالہ قاضی قطب - ذکر ...	[illegible]	متداول چار جلدین ... شرح ہدایہ		جلد مستند معروف متداول در مجلدین	[illegible]
کتب فقہ عربی		پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں		(۱) جلدین اولین عبادات میں۔	[illegible]
ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبدالعلی		کاغذ سفید کامل بتفصیل ذیل۔	[illegible]	(۲) جلدین آخرین معاملات میں	[illegible]
بن محمد معروف۔	[illegible]	ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح۔	[illegible]	شرح الیاس - شرح مختصر وقایہ از	
مبادی الاصول - مصنفہ مولانا		ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔	[illegible]	شیخ محمود بن الیاس کامل ...	[illegible]

نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ درسی سند اول -	۹/
عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم -	۹ پائی
قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی سند اول -	۸/

کتب حدیث اردو

نام کتاب	قیمت
مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم ومغفور کامل چار جلدوں میں حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو میں کاغذ سفید گندہ -	عہ پ
ایضاً - کاغذ حنائی و سفید معمولی -	لعہ ر پ
تحفۃ الاخیار - ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - کاغذ سفید وحنائی -	عہ ر پ
ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری کاغذ سفید وحنائی -	۵ ر پ
ایضاً - جلد دوم کاغذ سفید وحنائی -	۶ ر پ

کتب حدیث فارسی

نام کتاب	قیمت
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں پوری شرح مع ترجمہ - کاغذ سفید وحنائی -	لعہ ر پ

کتب حدیث عربی

نام کتاب	قیمت
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -	۲ ر پ
جامع ترمذی - از امام ابو عیسیٰ ترمذی صحاح ستہ میں سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی وشمائل ترمذی	۲ ر پ
قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری کی مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات میں یکجائی شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ -	۳۰ ر پ
سنن ابی داؤد - ہر چہار جلد کامل دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع -	۳ ر پ
دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ وخواص ساتھ سے معروف	۸/
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرہ احادیث از مولانا غلام یحییٰ -	۴ر
عناصر الخیرات - با ترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ -	۱۱ر

کتب تفسیر اردو

نام کتاب	قیمت
مقدمہ تفسیر مواہب الرحمن -	۸ ر پ
تفسیر مواہب الرحمن - پارہ اول مولفہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری مع مقدمہ -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ دوم	عہ ر پ
ایضاً - پارہ سوم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ چہارم	عہ ر پ
تفسیر مواہب الرحمن - پارہ پنجم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ ششم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ ہفتم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ ہشتم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ نہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ دہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ یازدہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ دوازدہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ سیزدہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ چہاردہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ پانزدہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ شانزدہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ ہفدہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ ہشتدہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ نوزدہم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ بستم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ بست ویکم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ بست ودوم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ بست وسوم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ بست وچہارم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ بست وپنجم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ بست وششم -	عہ ر پ
ایضاً - پارہ بست وہفتم -	عہ ر پ
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -	۲/